مذاق العارفین

ترجمہ جلد سوم

احیاء علوم الدین

یعنی اردوی ارفع عمل مشہوری سر تصنیف مشہور علامۂ زمان فخر کبرای اہل اسلام محی مراسم دین متین حضرت
برگزیدۂ اولیای کرام مقتدای ادانی و اعالی امام **محمد غزالی** علیہ رحمۃ اللہ العلی زبان عربی
مستند اکابر و اصاغر طلبہ اسلام کی کوشش بلیغ و سعی فراوان سے پہلے مقام مصر مین طبع ہوا تھا اور
بوجہ گران ارزان ہونے کے دو مرتبہ اوسی عربی مطبوعہ کی نقل اس مطبع مین طبع ہوئی جب اہل اسلام
ہند نے اوس نسخہ جلیلہ مخزن دینی کا حال سنا تو بدرجۂ غایت اوسکی ترجمہ کے مشتاق ہوئے چنانچہ اکمل الفضلا
افضل العلما المعی زمان لوذعی دوران مقبول زمن حاجی مولوی **محمد احسن** صاحب صدیقی نانوتوی
مدرس اول عربی بریلی کالج نے بصحت احادیث علی الخصوص تخریجات عراقی سے ہر حدیث کے مخرج کا
حوالہ باسناد صحیحہ حاشیہ پر لکھدیا ہے الحق کہ مترجم ممدوح نے اسکے ترجمہ مین جو عرق ریزی و کوشش
و تلاش شایان محنتی بمزید کاہش فرمائی اسکی قدردانی کا حضرات اسلام پر انصاف ہے

بنام نامی

جناب فیض مآب فلک رکاب قدردان علما و فضلا بہبود خواہ دین اسلام مستطاب معلی القاب نواب

میر غلام بابا خان صاحب بہادر رئیس سورت دام اقبالہ

اور اظہار سپاسگذاری جناب منشی **میان داد خان** صاحب سیاح رفیق نواب مسبوق الالقاب

ماہ جولائی ۱۸۷۵ع

مطبع نامی منشی نولکشور مین بمقام لکھنؤ دوبارہ طبع ہوا

فہرست مطالب مذاق العارفین ترجمہ احیاء علوم الدین جلد سوم

فہرست مطالب مذاق العارفین ترجمہ احیاء علوم الدین جلد سوم

تمت

قل هو للذين آمنوا هدى وشفاء
مذاق العارفين
ترجمه
احياء علوم الدين
مطبع نامی منشی نولکشور میں طبع ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قطعہ اے چارہ ساز و بندہ پرور + ہر دم ہے تجھی سے استعانت + جلد ثالث کو کر دون پوری
یہ زور قلم مین کر عنایت + رباعی گو حمد سے بہتر نہین کوئی مذکور + لا احصی کا مضمون نہی
ہے لیکن مشہور + کیا نسبت خاک کو ہے با عالم پاک + انسان جو کرے دعوی سراسر ہے قصور
دیباچہ حمد اوس خدا کو سزاوار ہے جسکے جلال کے ادراک مین دل اور خواطر سرگردان ہین
اور اوسکے نور کی ادنے تجلی سے آنکھین اور نظرین حیران سب رازہاے مخفی اور مکنونات ضمیر کو
جانتا ہے اور اپنی سلطنت کی تدبیر مین مشیر و وزیر سے بے پروا عیبونکو چھپانا دلونکو پھیر دینا اوسکا
کام ہے اور غفار الذنوب اور ستار العیوب اوسکا نام اور صلوۃ و سلام حضرت شفیع المذنبین
سید المرسلین پر کہ انھون نے دین کی ابتری کو درست فرمایا اور بے دینونکو جڑ سے اکھاڑا اور انکی
آل پاک و صحابہ طیبین پر بہت سا سلام بعد حمد و صلوۃ کے معلوم کرنا چاہیے کہ شرف انسانی
جس سے کہ اوسکو اور مخلوقات پر فضیلت ہے وہ استعداد معرفت خداے پاک ہے اور یہی معرفت
دنیا مین جمال و کمال انسان ہے اور آخرت مین اوسکا ذخیرہ و سامان اور استعداد معرفت قلب کو
مرحمت ہوئی اور کسی عضو کو نہین ہوئی کیونکہ خدا تعالے سے نزدیک ہونا اور اوسکو پہچاننا
اور اوسکے لیے کام کرنا اور اوسکی طرف دوڑنا یہ سب کام قلب ہی کا ہے اور اشیاے حضوری کا
مکاشفہ بھی اوسی سے متعلق ہے دوسرے اعضا اوسکے آلات اور تابع اور خدمتگار ہین وہ اونسے
اسطرح کام لیتا ہے جیسے مالک غلام سے یا حاکم رعیت سے یا کاریگر آلات سے غرض کہ اللہ تعالے
کے نزدیک دل ہی مقبول ہے اگر غیر اللہ سے محفوظ ہے اور یہی محجوب بھی ہوجاتا ہے اگر غیر اللہ کی طرف
بہت متوجہ ہوا اور اسی سے بازپرس متعلق ہے اور اسیکے لیے امر اور نواہی کا خطاب ہے اور اسی کو

باب اول ذکر عجائبات قلبی کا مشتمل پندرہ بیانون پر

بیان اول نفس اور روح اور قلب اور عقل کے معنی کا اور یہ کہ ان چارون اسماء سے کیا مراد ہے
جاننا چاہیے کہ ان چارون لفظونکا استعمال فصول مہلکات و منجیات مین ہوتا ہے اور علماء مین
سے ایسے لوگ کم ہین جو ان الفاظ کے معانی کا اختلاف اور اونکا مصداق جانتے ہون اور اکثر غلطی
اسی وجہ سے ہوتی ہے کہ لوگ انکے معنے نہین جانتے اور انکے معانی مختلفہ مین مشترک آنے کا حال
پہچانتے ہین لہذا ہم انکے معانی وہ بیان کرینگے جن سے ہماری غرض متعلق ہی لفظ اول قلب ہے
اسکے دو معنی ہین اول تو وہ گوشت کا ٹکڑا گاودم جو سینے کی بائین جانب ہے اور اسکے بیچ مین خلو ہے
جسمین سیاہ خون رہتا ہی جو منبع اور معدن روح کا ہے لیکن ہمکو اوس شکل و کیفیت کا بیان کرنا
مقصود نہین اوس سے غرض اطبا کی متعلق ہوتی ہے دینی غرض اوس سے کوئی متعلق نہین
اسطرح کا دل تو بہائم بلکہ مردہ مین بھی موجود ہوتا ہے پس جب ذکر قلب کا اس کتاب مین آویگا
تو اوس سے یہ معنی مراد نہونگے اسلیے کہ ان معنی کے اعتبار سے تو دل ایک گوشت کا ٹکڑا ہے بے قدر
اور عالم محسوسات ظاہری سے ہے یہانتک کہ جانورونکو بھی آنکھ سے سوجھ سکتا ہے آدمیونکا
تو کیا ذکر ہے اور دوسرے معنے دل کے یہ ہین کہ وہ ایک لطیفہ روحانی ربانی ہے جسکو قلب جسمانی
سے تعلق ہے اور یہی لطیفہ حقیقت انسانی کہلاتا ہے اور مدرک اور عالم اور مخاطب اور معاتب بھی
ہے اور اسی سے بازپرس ہے اور جو وجہ علاقہ کی اس لطیفہ کو قلب جسمانی سے ہے اوسکی ادراک
مین اکثر لوگونکی عقل حیران ہے کیونکہ اوسکا تعلق قلب جسمانی سے ایسا ہے جیسا تعلق اعراض کا
اجسام سے یا صفات کا اپنے موصوف سے یا تعلق کاریگر کا اپنے آلہ سے یا مکین کا مکان سے
اور ہم جو اوس وجہ کو نہین بیان کرتے اوسکی دو سبب ہین اول تو یہ کہ یہ امر علوم مکاشفہ یعنے
اسرار غیبی سے متعلق ہے اور ہم کو اس کتاب مین صرف علوم معاملہ بیان کرنے مقصود ہین
دوم یہ کہ اسکی تحقیق روح کے راز فاش ہونے پر موقوف ہے اور یہ وہ راز ہے جسمین آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ ارشاد نہین فرمایا پس دوسرے کو بھی لب کشائی اسباب مین نچاہیے
غرضکہ اس کتاب مین جس جگہ ہم قلب لکھین گے اوس سے یہی لطیفہ مراد ہوگا اور ہماری غرض
بھی یہی ہے کہ اوسکے اوصاف اور احوال بیان کرین اوسکی حقیقت فی ذاتہ کا بیان کرنا منظور نہین
اس لیے کہ مدار علم معاملہ کا اوسکے صفات اور حالات کے جاننے پر ہے اوسمین کچھ ضرورت
ذکر حقیقت کی نہین پڑتی **دوسرا لفظ روح** ہے اسکے بھی دو معنی ہین ایک یہ کہ روح

یہ ایک شے ہے جسکا منبع قلب جسمانی کا خلو ہے اور وہانسے بذریعہ شریانونکے تمام اعضا کو
پہنچتی ہے اور اوسکا بدن مین پھیلنا اور حیات اور حواس خمسہ کا اعضا کو دینا ایسا ہے جیسا
چراغ کسی گھر مین رکھدو اور اوس سے چار طرف روشنی پھیل جاوے اور گھر کے اندر جس جگہ
پہونچ جاوے وہان اُجالا ہوجاوے پس روح بمنزلہ چراغ کے ہے اور حیات بمنزلہ نور کے
اور روح کا بدن مین حرکت کرنا اور بدن مین ساری ہونا ایسا ہے جیسا چراغ مثلاً اطراف گھر مین
پھیلایا جاوے یہ معنی روح کے اصطلاح اطبا کی ہے یعنی روح ایک بخار لطیف ہے جو حرارت قلب سے
پیدا ہوتا ہے پس اس مضمون کا بیان کرنا ہماری غرض نہین اس سے غرض اطبا کی متعلق ہے
جو علاج بدن کرتے ہین اور اطبا دین جو قلب کی معالج اس لیے ہوتے ہین کہ اوسکو جوار رب العالمین
تک پہونچاوین وہ اس روح سے ذرا بھی بحث نہین کرتے بلکہ اونکی غرض دوسری معنی سے
ہے اور روح کے دوسرے معنی یہ ہین کہ وہ ایک لطیفہ مدرکہ ہے انسان مین اور یہ وہی
معنی ہین جسکی شرح دوسرے معنی قلب مین ہم کر چکے ہین اور یہی معنی مراد ہین اس آیت
مین وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي اور یہ ایک ایسی عجیب ربانی شے ہے کہ جسکے کنہ حقیقت کے
سمجھنے سے اکثر عقول و فہم عاجز ہین تیسرا لفظ نفس ہے یہ کئی معنو مین مشترک بولا جاتا ہے مگر ان مین
سے دو معنی ہمارے مقصود کے موافق ہین اول یہ کہ نفس انسان مین وہ شے ہے جو قوت غضب
و شہوت کی جامع ہے اور اسکا بیان عنقریب آویگا اہل تصوف مین یہ معنی اکثر شائع ہین
اونکے نزدیک نفس وہی ہے جسمین صفات مذمومہ انسانی جمع ہین اور اسی بنا پر وہ لوگ فرماتے ہین
کہ نفس سے مجاہدہ کرنا چاہیے اور نفس کو خوب توڑنا چاہیے اور اس حدیث شریف مین بھی کہ
أَعْدَى عَدُوِّكَ نَفْسُكَ الَّتِي بَيْنَ جَنْبَيْكَ یہی معنی مراد ہین دوسرے معنی نفس کے یہ ہین کہ نفس
ایک لطیفہ ربانی ہے جسکا ہم پہلے ذکر کر چکے اور اس اعتبار سے واقع مین انسان وہی ہے
اور نفس انسان اور ذات انسان بھی اوسیکو سمجھنا چاہیے البتہ اتنا ہے کہ بحسب اختلاف احوال
صفات مختلفہ کے ساتھہ موصوف ہوتا ہے پس جب شہوات سے مزاحمت کرتے کرتے اوسکا اضطراب
دور ہوجاتا ہے اور فرمان برداری مین ٹھہر جاتا ہے تو اوسکو نفس مطمئنہ کہتے ہین جسکے باب مین
خدا تعالے فرماتا ہے يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَرْضِيَّةً کیونکہ نفس کے اول معنی
جو بیان ہوئے اونکے اعتبار سے اوسکا اللہ کیطرف رجوع کرنا متصور نہین ہوتا بلکہ وہ تو اللہ
سے دور کرنیوالا ہے اور جماعت شیطان سے ہے اور جب اوسکا سکون کامل نہین ہوتا مگر نفس شہوانی

کو روکتا رہتا ہے اور اوسپر اعتراض کرتا رہتا ہے تو اوسکو نفس لوامہ کہتے ہین اس لیے کہ وہ اپنے مالک کو عبادت مولے مین قاصر پاکر ملامت کرتا ہے اسکا ذکر بھی خدا تعالے نے فرمایا ہے لَا أُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ اور جب نفس شہوانی کی روک نہ کرے بلکہ مقتضاے شہوات اور حرکات شیطانی کا مطیع اور منقاد ہو جاوے تو اوسکو امارہ بالسوء کہتے ہین جیساکہ خدا تعالے نے حضرت یوسف علیہ السلام یا عزیز مصر کی بی بی کے حال مین ارشاد فرمایا وَمَا أُبَرِّئُ نَفْسِي إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ امارۃ بالسوء سے مراد نفس باعتبار معنے اول ہو تو اس صورت مین نفس بمعنی اول نہایت ہی برا ہے اور دوسرے معنی کی رو سے عمدہ ہے اس لیے کہ وہ اپنے معنی کے اعتبار سے ذات وحقیقت انسانی ہے جو معرفت الٰہی و دیگر معلومات کی عالم ہے چوتھا لفظ عقل ہے اور وہ بھی معانی مختلفہ مین مشترک ہے جنکا بیان ہم باب العلم مین کر چکے اور اون مین سے دو معنون کے ساتھ ہماری غرض متعلق ہے اول تو یہ کہ کبھی عقل بولتے ہین اور اوس سے مقصود علم حقائق امور کا ہوتا ہے اس صورت مین عقل صفت علمیہ ہوگی جسکا محل قلب ہے دوسرے یہ کہ کبھی عقل کہتے ہین اور اوس سے مراد مدرک علوم ہوتی ہے تو اس صورت مین عقل بھی وہی لطیفہ مذکورہ بالا ہوگی اور اوسکی تفصیل یہ ہے کہ ہم جانتے ہین کہ جو عالم ہے وہ ایک شے موجود اور قائم بذات خود ہے اور صفت علم اوسمین حلول کی ہوئی ہے اور صفت غیر ہوتی ہے اپنے موصوف کی پس عقل سے کبھی تو یہ صفت علم مراد ہوتی ہے اور کبھی محل ادراک یعنی موصوف اوس صفت کا مراد ہوتا ہے اور یہی معنی ہین عقل کے اس حدیث شریف مین کہ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ الْعَقْلُ کیونکہ صفت علم تو قائم بالذات نہین ایک عرض ہے اوسکا اول مخلوق ہونا کیسے ہو سکتا ہے تو ضرور ہے کہ اوسکا محل اوس سے پہلے یا اوسکے ساتھ مخلوق ہو ورنہ خطاب کس طرح ممکن ہوگا جو اسی حدیث مین مذکور ہے کہ خدا تعالے نے اوسکو فرمایا کہ سامنے آ تو سامنے آئی پھر فرمایا کہ پھیر تو پشت پھیری اس سے معلوم ہوا کہ اس حدیث مین عقل سے محل صفت علمی مراد ہے اب معلوم کرنا چاہیے کہ ان چارون الفاظ قلب و نفس و روح و عقل کے مدلول جدا جدا موجود ہین یعنی قلب جسمانی اور روح جسمانی اور نفس شہوانی اور علوم اور پانچوین معنی یعنی لطیفہ مدرکہ انسانی وہ ان چارون لفظون مین مشترک ہے اس صورت مین لفظ چار ہوئے اور معنی پانچ اور ہر لفظ کے دو دو معنی ہوئے۔ اور چونکہ اکثر علماء پر ان الفاظ کا اختلاف اور اشتراک مشتبہ ہو گیا ہے اسی سبب سے وہ خواطر مین لکھتے ہین کہ یہ خاطر قلب ہے اور یہ خاطر نفس ہے اور یہ خاطر روح ہے مگر ناظر کو ان

ت ١ قسم کھاتا ہون جی کی جو الہنا دیتا ہے ۱۲

ت ٢ اور مین پاک نہین کہتا اپنے جی کو جی تو سکھاتا ہے برائی ۱۲

ف [illegible] خدا تعالے نے [illegible] سب سے پہلے [illegible]

[...]ین کچھ معانی کا اختلاف معلوم نہین ہوتا اسی قباحت کے دور کرنے کے لیے ہم نے
[...]ظا کی شرح یون کردی - اور جہان کہین قرآن مجید یا حدیث شریف مین لفظ قلب واقع
[...]ن اوس سے مراد وہ چیز ہے جو انسان مین سمجھتی ہے اور حقیقت اشیا کو معلوم کرتی ہے اور اوسکو
[...]س قلب پر بولتے ہین جو آدمی کے سینہ مین ہے کیونکہ اوس لطیفہ اور جسم قلب مین ایک علاقہ
[...] ہے اور اگرچہ وہ تمام بدن سے متعلق ہے اور سب اعضا سے کام لیتا ہے لیکن تعلق اوس کا
اور اعضا سے بواسطہ قلب کے ہی یعنی لطیفہ مذکورہ کا تعلق اول قلب جسمانی ہی سے ہے گویا کہ
قلب جسمانی اوسکا محل اور دار السلطنت اور مرکب ہے اور اسی جہت سے سہل تستری رحمہ اللہ نے
قلب جسمانی کو عرش سے اور سینہ کو کرسی سے تشبیہ دی ہے اور فرمایا ہے کہ قلب عرش ہے
اور سینہ کرسی ہے اور اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ اونکی غرض یہ ہے کہ قلب عرش خدا کا ہی اور سینہ
اوسکی کرسی ہے کیونکہ یہ امر تو محال ہے بلکہ مراد اونکی یہ ہے کہ قلب جسمانی اور صدر لطیفہ قلبی کے لیے دار السلطنت
اور تخت گاہ ہین کہ اول اوسکا تصرف یہان ہی سے شروع ہوتا ہے غرضکہ قلب جسمانی اور صدر کو
لطیفہ قلبی سے وہ نسبت ہی جو عرش و کرسی کو ہی خدائے پاک سے اور یہ تشبیہ بھی صرف بعض
وجوہ سے درست بیٹھتی ہے اور چونکہ اوس سے ہماری غرض متعلق نہین اس لیے فروگذاشت کر دیئے ہین

دوسرا بیان قلب کے لشکرون کا

واضح ہو کہ اللہ تعالے کے لشکر قلوب اور ارواح اور دوسرے عالمون مین اتنے ہین کہ اونکی حقیقت
اور گنتی سوا اوسکے اور کوئی نہین جانتا جیسا کہ خود فرماتا ہے وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ[1]
اب بعض لشکر قلب کے بیان کرتے ہین کیونکہ ہماری غرض قلب ہی سے متعلق ہی بس جاننا چاہیے
کہ قلب کے دو لشکر ہین ایک وہ جو ظاہری آنکھ سے محسوس ہوتا ہے اور ایک وہ جو عقل کی آنکھ سے
سمجھا جاتا ہی اور یہ دونون قلب کے لیے بمنزلہ خادم اور مددگار کے ہین اور یہان لشکر کے یہی معنی ہین
پس وہ لشکر جو ظاہری آنکھ سے سوجھتا ہے وہ ہاتھ پاؤن آنکھ کان ناک اور تمام اعضا ظاہری
اور باطنی ہین کہ سب کی سب اوسکے خادم اور مسخر ہین، وہ جسطرح چاہتا ہے اونمین تصرف کرتا ہے
یہ سب اوسکی اطاعت کے لیے پیدا ہوئے ہین حتی کہ اوسکے خلاف کی قدرت نہین رکھتے اور نہ اوس سے
منحرف ہو سکتے ہین مثلاً جب آنکھ کو حکم کھلنے کا کرتا ہے کھل جاتی ہے اور پاؤنکو چلنے کا کہتا ہے
چلنے لگتا ہے زبان کو بولنے کے لیے حکم ناطق دیتا ہے تو بولنے لگتی ہے اور اسیطرح تمام اعضا کا
حال ہے اور اعضا اور حواس کا مطیع ہونا قلب کے لیے من وجہ ایسا ہی ہے جیسا فرشتے اللہ تعالے کے

[1] اور کوئی نہین جانتا تیرے رب کے لشکر مگر وہی آپ ۱۲

مطیع ہین کہ وہ بہی طاعت الٰہی کے لیے مخلوق ہوئے ہین خلاف کی قدرت نہین رکھتے بلکہ اونکا حال یہ ہے
لَا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ البتہ ایک بات کا فرق ہے کہ فرشتے اپنی طاعت اور حکم
کی بجا آوری کے عالم بہی ہوتے ہین اور اعضا مین یہ بات نہین مثلاً آنکہ کی پلکین کہلنے اور بند ہونے مین
اطاعت قلب کی تو کرتی ہین مگر اونکو مطلق نہ اپنے وجود کی خبر ہے اور نہ اس اطاعت کی خبر
اور چونکہ قلب کو حاجت سواری اور زاد راہ کی اوس سفر کے لیے ہوتی ہے جسکے لیے پیدا ہوا ہے
یعنی سفر معرفت الٰہی اور قطع منازل دیدار رحمانی کے جیسا کہ اللہ تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے وَمَا خَلَقْتُ
الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ اسی لیے اوسکو ان اعوان اور مددگارونکی حاجت پڑی ان مین
سے اوسکی سواری تو بدن ہے اور زاد راہ علم ہے اور جن اسباب سے کہ یہ زاد راہ تک پہونچکر توشہ
حاصل کرتا ہے وہ اعمال نیک ہین اور بندہ کے لیے ممکن نہین کہ راہ سلوک لے اللہ پر بدون سکونت بدن
اور بسر کرنے دنیا کے حاصل ہوسکے کیونکہ بڑی منزل تک پہونچنے کے لیے چہوٹی منزل کا قطع کرنا
ضرور ہے اور اسی بنا پر اَلدُّنْیَا مَزْرَعَةُ الْاٰخِرَةِ واقع ہوا ہے گویا دنیا بہی ایک منزل ہدایت ہے
اور اس کا دنیا اس وجہ سے نام ہوا کہ قدر و منزلت مین اوس دوسری منزل سے کم ہے۔ غرض
کہ قلب کو ضرور ہے کہ اس عالم مین زاد راہ حاصل کرے اور بدن وہ سواری ہے جسکے باعث اس
دنیا مین پہنچ جاتا ہے پس اوسکی حفاظت اور کفالت بہی ضرور ہوئی اور اوسکی حفاظت اسطرح ہے
کہ جو غذا وغیرہ اوسکے موافق ہو وہ اوسکو دیجاوے اور جو اسباب اوسکے ہلاک کے ہون وہ اوس سے
دور کیے جاوین اس اعتبار سے خصوص غذا کے لیے دو خادمون کی حاجت ہوئی ایک باطنی جسکا نام
بہوک اور خواہش ہے اور ایک ظاہری یعنی ہاتہہ وغیرہ اعضا جنسے غذا حاصل ہو اسی لیے قلب مین بقدر
حاجت خواہش بہی پیدا کی گئی اور اعضا جو ذریعہ خواہش ہین وہ بہی عنایت ہوئے اسیطرح مہلکات
سے بچنے کے لیے دو لشکرونکی ضرورت ہوئی ایک باطنی جسکو غضب کہتے ہین اور جسکے باعث دشمنونسے
انتقام لیتا ہے اور مہلکات کو دور کرتا ہے اور ایک ظاہری یعنی ہاتہہ اور پاؤن وغیرہ جنسے غضب
کے وقت حسب مقتضاے غضب کام لیتا ہے گویا ان اعضا کا وجود بدن مین مثل ہتیارونکے ہے
اب جو شخص محتاج غذا کا ہے جب تک اوسکو غذا کا حال معلوم نہو تو صرف محبت غذا اور بہوک
سے کام نچلے گا اس لیے قلب کو غذا کے پہچاننے کے لیے دو خادمون کی ضرورت ہوئی ایک باطنی
یعنی ادراک حواس خمسہ ظاہری کا اور ایک ظاہری یعنی بعض حواس خمسہ ظاہری کے کہ آنکہ
و کان و ناک وغیرہ ہین۔ اور قلب کو جو ان اشیا کی طرف حاجت ہے اوسکی وجہ مفصل اور کیہ اسمین

بی عملی نہین کرسکتے اوسکی وجہ یہ بات ہے کہ فرمائی او وہی کرتے ہین جو حکم ہو
اور مین نے جو بنایا ہے جن اور آدمی سو اپنی بندگی کو
دنیا آخرت کی کہیتی ہے

بہی اتنا طول کلام چاہتی ہے کہ بہت سی جلدونمین بہی بیان نہوسکے اور ہم نے کچہہ تہوڑا سا
لکہ ہین کا ملہ ہے اوسی پر اکتفا کی جاتی ہے۔ حاصل یہ کہ قلب کی خادم تین قسم کے ہین ایک تو وہ
کر اوسکو کسی شے کی طرف رغبت دلاوین خواہ حصول نفع کی طرف مثل بہوکہ کے خواہ ضرر دور کرنیکی طرف
غضب کے اس قسم کے خادم کو ارادہ بہی کہتے ہین دوسری قسم وہ ہے جو حصول مقصود کے لیے
اعضا کو حرکت دیتی ہے اوسکو قدرت وطاقت کہتے ہین جو تمام اعضا خصوصًا رگ وپے مین پہیلی
ہوئی ہے تیسری قسم جاسوسون کیطرح مدرک اور پہچاننے والی ان اشیا کی ہے وہ قوت دیکہنے
اور سونگہنے اور سننے اور چکہنے اور چہونے کی ہے جو اعضا معینہ مین موجود ہے اس قسم کا نام علم وادراک
ہے اور ان باطنی لشکرون مین سے ہر ایک کے ساتہہ ظاہری لشکر بہی ہین یعنی اعضا مرکب گوشت و پوست
و چربی و خون و ہڈی وغیرہ سے یہ اعضا آلات واسباب پہلے لشکرون کے ہین مثلاً قوت گرفت
انگلیون سے متعلق ہے اور قوت بینائی آنکہ مین ہے اور علی ہذا القیاس اور قوی کو سمجہنا چاہیے
ہم کو اعضا ظاہری سے بحث نہین کیونکہ یہ عالم ظاہری سے ہین بلکہ ہم اون اعوان قلبی کا ذکر
کرتے ہین جو آنکہ سے نہین سوجہتی اور وہ اون سب مین سے قسم سوم ہے یعنی قوائے مدرک اور انکی
قسمین ہین ایک تو وہ جسکا ٹہکانا اعضائے ظاہری مین ہے یعنی حواس خمسہ ظاہری جو متعلق
اعضا ظاہری آنکہ کان ناک وغیرہ سے ہین اور ایک وہ جنکا مسکن منازل باطنی مین ہے یعنی دماغ
کی تجویفونمین اور یہ بہی پانچ ہین اسلیے کہ آدمی کسی چیز کو دیکہکر جو اپنی آنکہین بند کر لیتا ہے تو
اوس شے کی تصویر اپنے نفس مین پاتا ہے اسکو خیال کہتے ہین پہر یہ صورت بعض باتین
یاد کرنے سے اوسکے ساتہہ رہتی ہے وہ حافظہ کہلاتا ہے پہر یاد کی چیز کو سوچتا ہے اور بعض کو بعض
سے ملاتا ہے اور جو بہولا ہوا ہوتا ہے وہ یاد آجاتا ہے اور صورت جون کی تون نفس مین ہوتی جاتی ہے
پہر محسوسات کی سب باتونکو حس مشترک سے اپنے خیال مین جمع کر لیتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ باطن
مین یہ قوتین ہین حس مشترک اور خیال اور فکر اور ذکر اور حفظ۔ اور اگر خدا تعالے قوت حفظ
فکر اور ذکر اور خیال پیدا نہ فرماتا تو دماغ ان چیزونسے خالی ہوتا جیسے اب ہاتہہ پاؤن وغیرہ
اون سے خالی ہین غرضکہ جیسے یہ قوتین باطنی ہین اسیطرح انکی جگہین بہی باطنی ہین ف
مترجم کہتا ہے کہ اطبا کے نزدیک جو حواس خمسہ باطنی ہین وہ سب کو معلوم ہین اور نام بہی اونکے
مشہور مصنف رحمہ نے جو تبدیل کی ہے نہ علوم کس رعایت سے کی ہے اونکی تقریر کا ترجمہ کر دیا گیا ہے
پس یہ اقسام ہین قلب کے لشکرونکے اور انکا بیان اسطرح کہ کم علمونکی بہی سمجہہ مین آجاوے طول چاہتا ہے

اور گو اس جیسی کتاب مین غرض یہی ہے کہ منتہی لوگونکو نفع ہو پہر بھی ہم مثالین لکہ لکھکر ایسا بیان کرتے ہین جسکو مبتدی بہی سمجھ سکین

تیسرا بیان مثالین قلب کے باطنی خادمونکی

جاننا چاہیے کہ قلب کے دو خادم غضب اور شہوت کبہی اوسکی فرمان برداری بدرجہ اتم کرتے ہین تو اوسوقت قلب کو سلوک مین اونسے مدد ملتی ہے بلکہ اون دونونکو اپنے سفر الی اللہ مین اچہا رفیق سمجھتا ہے اور کبہی یہ دونون اوسکی نافرمانی کرکے اوس سے باغی ہوجاتے ہین تو یہ نوبت پہونچتی ہے کہ اوسیکو غلام کر لیتے ہین اور یہ سبب اوسکی بربادی کا ہوتے ہین اور جس سفر سے کہ اوسکو سعادت ابدی حاصل ہوتی ہے اوس سے باز رہتا ہے مگر اوسکے مددگار اور بہی ہین جسکو علم اور حکمت اور تفکر کہتے ہین اور اونکا بیان عنقریب آتا ہے پس ایسے وقت نازک مین قلب کو مناسب ہے کہ اون مددگارون سے جو اللہ کے گروہ کہلاتے ہین اون دونون خادمونکے مقابلہ کے لیے استعانت چاہے اسلیے کہ وہ دونون کبہی شیطان کی جماعت مین ملجاتے ہین اور قلب کو دباتے ہین پس اگر قلب نے استعانت نکی اور غضب اور شہوت کا مطیع ہوگیا تو بہی صورت ہلاکی اور نقصان بین کی ہے اور اکثر لوگون کا یہی حال دیکہا جاتا ہی کہ اونکی عقلین شہوات کی ایسی مطیع ہوگئی ہین کہ اپنی شہوات کے پورا کرنیکے لیے ہیسون حیلے ڈہونڈہتے ہین اور مناسب یون تہا کہ عقل کی ضروریات مین شہوت اوس کی مطیع رہتی اب ہم ناظرین کے سمجھانیکے لیے اسکی توضیح تین مثالون سے کرتے ہین **مثال اول**

فرض کرو کہ نفس انسانی یعنی لطیفہ مذکورہ بالا بادشاہ ہی اور بدن اوسکا شہر اور دارالسلطنت اور جوارح اور قوی اوسکے کارکن اور عملہ اور قوت عقلیہ اوسکا وزیر خیر خواہ و با تدبیر ہے اور غضب اوس شہر کا کوتوال ہے اور شہوت اوسکا غلام بد سرشت جو اوس شہر مین کہانا وغیرہ لایا کرتا ہی اور بڑا مکار جہوٹا فریبی پلید ہے کہ خیر خواہونکی صورت مین اگر بظاہر خیر خواہی کرتا ہے مگر اوسکی خیر خواہی مین سراسر فساد و زہر قاتل ہے اور اوسکی عادت یہ ٹہر گئی ہے کہ وزیر با تدبیر کے ساتھہ اوسکی تجویزونمین نزاع کرتا رہتا ہے یہان تک کہ کوئی گہڑی اوسکے نزاع سے خالی نہین رہتا ایسی صورت مین اگر بادشاہ اپنے امو سلطنت مین وزیر کے مشورونپر چلیگا اور اوس غلام پلید کے کہنے سے روگردان رہیگا اور یہ بات ٹہان لیگا کہ اسکے خلاف ہی مین بہتری ہے اور اپنی وزیر کی خاطرداری سے کوتوال کی بہی تادیب کریگا اور وزیر کی طرف ہوکر اوسکو اوس غلام خبیث اور اوسکی تابعین پر معین فرماویگا تاکہ غلام مذکور اپنے درجہ سے بڑہنے نپاوے مغلوب اور محکوم بنا رہے

...نہ لگے تو ظاہر ہے کہ بادشاہی انتظام بہت درستی اور عدل کے ساتھہ ہوگا اسی طرح
...عقل سے استعانت لیگا اور غضب کی تادیب کریگے اوسکو شہوت پر مسلط رکھیگا اور کبھی
...کو کم کرنیکے لیے شہوت سے مدد چاہےگا اور کبھی شہوت کے دبانیکے لیے غضب کو اوسپر
مسلط... اوسکے مقتضیات شہوت کو برا سمجھیگا تو اوسکے قوی سب درجہ اعتدال پر رہینگے اور اوسکے
...سب بہتر ہونگے اور اگر اس طریق سے عدول کریگا تو اون لوگونمین سے ہوگا جنکی شان مین
...تعالے فرماتا ہے أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلٰهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ یا یہ ارشاد ہے
...هَوَاهُ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ إِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ أَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ اور جو شخص
...نفس کو شہوات سے روکتا ہے اوسکے حق مین یون ارشاد ہے وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ
ونہی النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوٰى اور کیفیت ان چیزونکی ساتھہ مجاہدہ کرا اور
وہ... اوسپر مسلط کرنیکے انشاء اللہ عنقریب باب ریاضت نفس مین آویگی دوسری مثال
فرض کرو کہ بدن ایک شہر ہے اور اوسکا حاکم مدبر عقل ہے یعنی وہ چیز جو انسان کے اندر مدرک ہے
...اس ظاہری اور باطنی اوسکے لشکر اور اعوان ہین اور اعضا اوسکے رعیت اور نفس امارہ
...شہوت و غضب اوسکا دشمن کہ اوسکے سلطنت کا خواہان ہے اور رعیت کو تباہ کیا چاہتا ہے
تو... بدن کو ایک مورچہ جاننا چاہیے جسمین بادشاہ خود حفاظت کے لیے موجود ہے پس اگر
...دشمن سے لڑکر اوسکو بہگادیگا یا مغلوب کرلیگا تو اوسکا کام دربار اعلی مین پسند ہوگا جیسا کہ
...تعالے فرماتا ہے فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً
...اور اس مورچہ کو کہو بیٹہے گا اور اپنی رعیت کو بیکار کردیگا تو خدا کے نزدیک مذموم ہوگا اور اوسکی
...اوسکو دیجاویگی جیسا کہ حدیث قدسی مین آیا ہے کہ ایسے شخص سی قیامت کو یون کہا جاویگا
...بیت نگاہبان تونے گوشت کہایا اور دودہ پیا مگر گم ہوئی چیز کا ٹہکانا نہ لگایا اور شکستہ کو درست
...آج مین تجہسے عوض لونگا اور اسی مجاہدہ کیطرف اشارہ ہے اس حدیث شریف مین کہ
...نا مِنَ الْجِهَادِ الْأَصْغَرِ إِلَى الْجِهَادِ الْأَكْبَرِ تیسری مثال عقل کو ایک سوار سمجہنا چاہیے جسکا
...شکار کا ہے اور شہوت کو اوسکا گہوڑا اور غضب کو اوسکا کتا خیال کرنا چاہیے پس اگر
...سوار حاذق اور ماہر ہوگا اور گہوڑا بہی سدہا ہوا اور کتا بہی تعلیم یافتہ تو بیشک اپنے مقصود کو
پہونچیگا اور جب سوار بذات خود فن سواری سے جاہل ہوگا اور گہوڑا سرکش اور کتا دیوانہ تو نہ
گہوڑا ہی اوسکا کہنا کریگا اور نہ کتا اشارہ پر چلیگا پس ایسے شخص کو شکار کا ملنا تو درکنار

اپنی جان ہی بچانی دشوار ہوگی اس مثال مین سوار کو سواری نہ آنی مثال انسان کی جہالت اور قلت حکمت اور کمی بصیرت کی ہے اور گھوڑے کی سرکشی مثل غلبہ شہوت کی خصوصاً شہوت شکم اور شرمگاہ کی اور کتے کی دیوانگی مثل غلبہ غضب کے ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل و عنایت سے اونسے بچاوے

چوتھا بیان قلب انسان کی خاصیت کا ذکر

واضح ہو کہ جسقدر چیزین ہم نے اعضا و حواس سے بیان کی ہین وہ اللہ تعالیٰ نے تمام حیوانات کو بھی دی ہین مثلاً شہوت اور غضب اور حواس ظاہری و باطنی سب حیوانونکو بھی حاصل ہین دیکھو جب بکری بھیڑیے کو آنکھ سے دیکھتی ہے تو اوس کی عداوت اپنے دل سے معلوم کرکے فوراً بھاگتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ حیوان کو بھی ادراک باطنی موجود ہے پس اب ہم وہ چیز ذکر کرتے ہین جو خاص قلب انسانی مین پائی جاوے اور جسکے باعث اوسکو شرف اور تقرب الی اللہ کی لیاقت ہے اور وہ دو باتین ہین ایک علم اور دوسرا ارادہ علم تو امور دنیوی اور اخروی اور حقائق عقلی کا ہے کہ یہ امور نہ محسوسات کی حد مین داخل ہین اور نہ حیوانات کو انمین انسان کے ساتھ شرکت بلکہ علوم کلیہ بدیہی بھی خواص عقل انسانی سے ہین مثلاً انسان یہ حکم کرتا ہے کہ ایک شخص کا دو مکانون مین ہونا ایک ہی حالت مین غیر ممکن ہے پس یہ حکم ہر شخص کے واسطے ہے گو اوس نے دنیا کے بعض ہی اشخاص دیکھے ہین اس صورت مین اوسکا حکم کر دینا جمیع اشخاص پر اوسکی حس کے ادراک سے زائد ہے اور جب علم ظاہر بدیہی مین یہ امر سمجھ چکے تو اور تمام نظریات مین اور بھی ظاہر تر ہے اور ارادہ سے یہ غرض ہے کہ جب انسان عقل سے انجام کار کو سوچتا ہے اور اوسمین بہتری معلوم ہوتی ہے تو اوسکی طبیعت مین ایک شوق اوس بہتری کا اور اوسکے لوازم کے حاصل کرنیکا پیدا ہوتا ہے اسکو ارادہ کہتے ہین اور یہ ارادہ وہ نہین جو ارادہ شہوت یا ارادہ حیوانات کا ہوتا ہے بلکہ یہ ارادہ شہوت کے ارادہ کے ضد ہے مثلاً شہوت فصد اور پچھنے سے نفرت کرتی ہے مگر عقل اوسکا ارادہ کرتی ہے اور اوسکے لیے مال تک خرچ کرتی ہے یا بیماری کی حالت مین شہوت کا میل لذیذ کھانون کیطرف ہوتا ہے اور عاقل آدمی اپنے نفس مین اوس سے ایک مانع پاتا ہے اور یہ مانع شہوت کیطرف سے نہین اور اگر خدا تعالیٰ عقل کو تو پیدا فرماتا جس سے انجام کار سوجھتا ہے اور اس ارادہ کو پیدا نفرماتا جسکے باعث حرکت اعضا کی عقل کے حکم کے بموجب ہوتی ہے تو عقل کا حکم بیفائدہ محض ہوتا غرضکہ قلب انسانی مین وہ علم و ارادہ ہے جو تمام حیوانات مین نہین بلکہ لڑکے کو اول اول انمین سے بھی نہین ہے

کیونکہ یہ ارادہ اونمین بعد بلوغ کی پیدا ہوتا ہی اور شہوت اور غضب اور حواس ظاہری و باطنی اونمین سب موجود ہوتی ہین ہان ان علوم کی حاصل ہونیکی لڑکے مین دو درجے ہین ایک تو یہ کہ اوسکی دلمین علم بدیہی بالقوہ ہونگا آجاوی مثلاً جن چیزونکا وجود ظاہر مین نہین ہوسکتا اونکا محال جاننا یا ممکنات ظاہری کا جائز سمجھنا تو اس صورت مین اوسکو علوم نظریہ تو حاصل ہونگی مگر اونکی حصول کی قریب ہوجاویگا اور اوسکا حال علوم نظریہ مین ایسا ہوگا جیسا کوئی کاتب کہ کتابت مرکبات سی تو عاری ہی مگر مفردات حروف اور دوات و قلم کو جانتا ہی اسطرحکا کاتب اگرچہ درجہ کتابت پر نہین پہونچتا مگر اوسکی قریب ہوجاتا ہی دوسری یہ کہ علوم اوسکو اکتساب یعنی تجربہ اور فکر سی حاصل ہووین اور اونکا مخزن اوسکے پاس ہی جب چاہی اونکی طرف رجوع کرے تو ایسے شخص کا حال کاتب حاذق کا سا ہی کہ گو وہ بالفعل لکھتا نہو مگر اوسکو کاتب کہینگے کیونکہ وہ کتابت پر ہر وقت قدرت رکھتا ہے اور یہ مرتبہ علوم کا انسانیت کی مدارج مین سے اعلی درجہ ہے لیکن اس درجہ مین مراتب غیر متناہی ہین کہ اونمین لوگ کثرت اور قلت معلومات کے باعث یا شرافت اور خست معلومات کی جہت سی متفاوت ہین اور نیز طریق حصول مین بھی تفاوت ہوتا ہے کہ بعض قلوب کو اول ہی دفعہ مین بسبیل مکاشفہ الہام آلہی سے حاصل ہوجاتے ہین اور بعض کو بعد اکتساب اور تعلم کی پہونچتی ہے پھر بعضے سریع الفہم ہوتے ہین اور بعضے بطی الحصول اور تمام درجات انبیا و علما اور اولیا اور حکما کے مختلف ہین اور درجات ترقی کی کچھ انتہا نہین اسلیے کہ معلومات آلہی کی کچھ حد نہین اور سب مین اعلی رتبہ اوس نبی کا ہوتا ہے جس پر سب حقیقتین بلا اکتساب و تکلف صرف مکاشفہ آلہی سے بہت جلد منکشف ہوجائین اور اسی سعادت سے بندہ کو خداوند پاک سے قرب معنوی اور حقیقی اور وصفی ہوتا ہے مگر قرب مکانی اور نزدیکی مسافت نہین ہوتی اور ان درجات مین ترقی کرنی سالکین الی اللہ کی منزلین کہلاتی ہین اور ان منازل کی کچھ حد نہین بلکہ ہر سالک کو جس منزل تک وہ پہونچتا ہے اوسکا اور اوسکے نیچے کی منزلون کا حال معلوم رہتا ہے لیکن جو منزلین اوسکے آگے ہین اونکو علماً تو نہین جانتا الا کبھی ایماناً بالغیب اونکی تصدیق کرتا ہے جیسے ہم نبوت اور نبی پر ایمان رکھتے ہین اور اونکے وجود کی تصدیق کرتے ہین مگر حقیقت نبوت کو سوا نبی کے دوسرا نہین جانتا اور جسطرح کہ پیٹ کی بچہ کو شیرخوار کا حال معلوم نہین ہوتا اور شیرخوار کو تمیزدار لڑکے کا حال معلوم نہین ہوتا کہ اوسکو کیا کیا بدیہی باتین حاصل ہوگئین ہین اور تمیزدار کو عاقل کا حال معلوم نہین ہوتا کہ علوم نظریہ سے کیا کچھ اوسنے کیا سیکھا ہے اسیطرح عاقل کو بھی یہ معلوم نہین ہوتا کہ اللہ تعالے نے اولیا اور انبیا پر کیا کیا الطاف

ورحمت زیادہ فرماتے ہین مَا یَفْتَحِ اللّٰہُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَۃٍ فَلَا مُمْسِکَ لَھَا اور یہ رحمت بخوبی
جود اور کرم خداوندی کے عام ہے کسی کے ساتھہ اوسکی طرف سے بخل نہین مگر ظہور اس رحمت کا
اون دلونمین ہوتا ہی جو نفحات رحمت کی تاک لگائے رہتے ہین جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا ہے اِنَّ لِرَبِّکُمْ فِی اَیَّامِ دَھْرِکُمْ نَفَحَاتٍ اَلَا فَتَعَرَّضُوا لَھَا اور ان پر تاک لگانا اسطرح ہے کہ دلون
کو پاک رکھین اور خبث وکدورت جو اخلاق مذمومہ سے ہوتی ہے اوس سے اجتناب کرین جیسا کہ عنقریب
اوسکا بیان آنے والا ہے اور خدائے پاک کی اسی جود کیطرف اشارہ ہے اس حدیث شریف مین
یَنْزِلُ اللّٰہُ کُلَّ لَیْلَۃٍ اِلٰی سَمَاءِ الدُّنْیَا فَیَقُوْلُ ھَلْ مِنْ دَاعٍ فَاَسْتَجِیْبَ لَہٗ اور اس حدیث قدسی مین لَقَدْ طَالَ
شَوْقُ الْاَبْرَارِ اِلٰی لِقَائِیْ وَاَنَا اِلٰی لِقَائِھِمْ اَشَدُّ شَوْقًا اور اس حدیث قدسی مین مَنْ تَقَرَّبَ
اِلَیَّ شِبْرًا تَقَرَّبْتُ اِلَیْہِ ذِرَاعًا ان سب احادیث متبرکہ سے یہ معلوم ہوا کہ انوار علوم جو دلون سے
پوشیدہ رہتے ہین تو منعم حقیقی کیطرف سے کچھہ بخل اور روک نہین بلکہ خبث اور کدورت جو دلونمین
رہتی ہے وہی باعث حجاب انوار معرفت ہوتی ہے کیونکہ دلونکا حال برتن کا سا ہے جب تک
برتن مین پانی بھرا رہیگا اوسمین ہوا نہین جائیگی اسیطرح جب تک دل غیر اللہ سے مشغول رہیگا
اوسمین معرفت نجا سکیگی اور اسی بات کیطرف اشارہ ہے اس حدیث شریف مین کہ لَوْلَا
اَنَّ الشَّیَاطِیْنَ یَحُوْمُوْنَ عَلٰی قُلُوْبِ بَنِیْ اٰدَمَ لَنَظَرُوْا اِلٰی مَلَکُوْتِ السَّمَاءِ خلاصہ اس سب بیان کا یہ ہوا کہ
خاصیت انسان علم اور حکمت سی اور اشرف علوم علم اللہ جلشانہ اور اوسکی صفات اور افعال
کا ہے کہ جسمین کمال انسانی ہے اور اس کمال کے باعث سعادت اور لیاقت حضوری حضرت
رب العزت اوسکو حاصل ہوتی ہے غرض کہ بدن نفس کی سواری ہے اور نفس محل علم ہی اور علم
انسان کا مقصود اور اوسکی خاصیت ہی کہ جسکے واسطے پیدا ہوا ہے اور جس طرح پر کہ گھوڑا بوجھہ
اٹھانے مین گدہے کا شریک ہی اور خوبصورتی اور دوڑ دہوپ مین اوس سے خاص ہے تو گویا
گھوڑیکی خاصیت یہی ہے اور اوسیکے لیے پیدا ہوا ہے پس اگر اس بات سی عاری ہوگا تو گدہے
کے درجہ کو پہونچ جائیگا اسیطرح انسان بہت سی باتونمین گھوڑے اور گدہے کا شریک ہی مگر
جو خاصیت انسانی ہے اوسکے باعث اون دونوںسے ممتاز ہے اور یہ خاصیت ملائکہ مقربین
کے اوصاف مین سے ہے اور انسان کا رتبہ بہائم اور ملائکہ کے درمیان مین ہے اسواسطے کہ انسان
باعتبار غذا اور نشو ونما کے تو سبزہ ہے اور حس وحرکت اختیاری کی جہت سے حیوان ہے اور صورت
وقد وقامت کے اعتبار سے مثل نقش دیوار ہے لیکن خاصیت اوسکی حقائق اشیا کی معرفت ہے

پس جس شخص نے اپنے تمام اعضا اور قوتون سے اسطرح کام لیا کہ علم اور عمل مین اوسکو استعانت ہوئی ایسا شخص مشابہ فرشتونکے ہے اور اونمین لاحق ہونے کا سزاوار ہے اور اگر اوسکو ملک ربانی کہا جاوے تو بجا ہے جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے دیکھنے والیون کا قول نقل فرمایا ہے مَا هٰذَا بَشَرًا اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ اور جس شخص نے کہ اپنی ہمت لذات بدنی کیطرف مصروف کی اور چوپایونکی طرح کہانے لگا تو وہ درجہ بہائم مین داخل ہوکر یا تو ذلیل ناتجربہ کار ہوگا یا حرص مثل سور کے یا غرانیوالا مثل کتے بلی کے یا کینہ ور مثل اونٹ کی یا متکبر مثل چیتے کے یا مکار مثل لومڑی کے بنجاویگا اور اگر ان سب باتونکا جامع ہوگا تو پورا شیطان رجیم ہے اور آدمی مین کوئی عضو یا حاسہ ایسا نہین کہ جس سے وصول الی اللہ کیطرف مدد نہ مل سکے جیسا کہ باب الشکر مین کچھہ تہوڑا سا بیان اسکا آویگا پس جو کوئی اپنے اعضا کو اسی کام مین لگا ویگا وہ فلاح کو پہونچیگا اور جو اس سے عدول کریگا وہ نقصان مین رہیگا اور انسان کی سعادت کامل اسمین ہے کہ دیدار الٰہی کو اپنا مقصد بناوے اور آخرت کو اپنا مستقر جانے اور دنیا کو منزل اور بدن کو سواری اور اعضا کو خادم تصور کرے اور اپنی قوت مدرکہ کو بادشاہ قرار دے جسکا دار السلطنت قلب ہے اور قوت خیالی جو مقدم دماغ مین ہے اوس بادشاہ کا قاصد کیونکہ محسوسات کی خبرین اوسکے پاس جمع ہوتی ہین اور قوت حافظہ جسکا مسکن موخر دماغ ہے اوسکا خزانچی ہے اور زبان اوسکی ترجمان اور اعضا متحرکہ اوسکی محرر اور حواس خمسہ اوسکی جاسوس ہین اور ہر واحد انمین سے ایک طرف کی اخبار رسانی پر متعین ہے آنکھہ عالم رنگ پر متعین ہے اور کان عالم آوازپر اور ناک عالم خوشبو پر اور علیٰ ہذا القیاس پھر یہ سب اپنے اپنے علاقہ کی اخبار جمع کرتے ہین اور قوت خیالی تک پہونچا دیتے ہین جسکا کام قاصدی ہے وہ ان اخبار کو خزانچی یعنی حافظہ کے سپرد کرتی ہے اور خزانچی بحضور بادشاہ پیش کرتا ہے تاکہ بادشاہ کو ان اخبار مین سے جسقدر سلطنت کی تدابیر مین یا جیسے سفر کے درپیش ہے اوسکی تحمیل مین یا جس دشمن کے ساتھہ منازعت ہے اوسکے قلع قمع مین یا رہزنون کے دور کرنے مین ضرورت ہو اوسقدر لے لیوے پس اگر ایسا ہی کیا تو سعید اور کامیاب اور خدا کی نعمتونکا شاکر ہوا اور جب ان سب کو بیکار رکہا یا کام تو لیا مگر اوسمین اپنے دشمنون یعنے شہوت اور غضب اور لذائذ فانی اور آبادی رہگذر مسمی بہ دنیا کا ہی لحاظ رکہا تو شقی اور ہو اور خدا کی نعمتونکا کافر ہوگا اور لشکر الٰہی کو جو اسکا تابع تہا تلف کریگا اور دشمنان خدا کی عزت اور حزب اللہ کی ذلت ہوگی انجام اوسکا یہ ہوگا کہ مستحق عقاب اور عذاب اور خرابی معاد کا ہوگا

نعوذ باللہ منہا اور جو مثال کہ ہم نے بیان کی ہے حضرت کعب احبار رضہ نے اوسکی طرف اشارہ فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا کہ مین حضرت عائشہ رضہ کی خدمت مین حاضر ہوا اور عرض کیا کہ انسان کی آنکھین تو راہبر ہین اور کان محافظ اور زبان ترجمان اور ہاتھ دو طرف لشکر کے اور پاؤن قاصد اور قلب بادشاہ ہے پس جب بادشاہ اچھا ہوگا تو اوسکے توابع بھی اچھے ہونگے حضرت عائشہ رضہ نے جواب دیا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ایسا ہی سنا ہے وہ بھی یہی فرماتی تھے اور حضرت علی رضہ نے تمثیل قلوب مین یون ارشاد فرمایا ہے کہ زمین مین خدا کی برتن قلوب ہین اونمین سے اوسکو زیادہ محبوب وہ ہین جو نرم اور صاف اور سخت ہین پہر ان لفظون کی تفسیر یون فرمائی کہ اپنے بھائیونکے ساتھ نرم اور یقین مین صاف اور دین مین سخت ہو ہمین اشارہ ہے اس آیت کریمہ کیطرف کہ اَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَاءُ بَیْنَھُمْ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ کی تفسیر مین فرمایا ہے کہ یہ مثال نور مومن اور اوسکے دل کی ہے اور اس آیت مین اَوْ کَظُلُمَاتٍ فِیْ بَحْرٍ لُّجِّیٍّ فرمایا کہ یہ مثال قلب منافق کی ہے اور زید بن اسلم لوح محفوظ کو جو قرآن شریف مین وارد ہے فرمایا ہے کہ وہ مومن کا قلب ہے اور سہل تستری رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ مثال قلب اور صدر کی عرش و کرسی ہے یہ ہین مثالین قلب کی

پانچوان بیان اوصاف جامع قلب کا اور اوسکی مثالین

جاننا چاہیے کہ انسان کی خلقت اور ترکیب مین چار آمیزشین ہین جنکے سبب اوسمین چار اوصاف سبعی اور بہیمی اور شیطانی اور ربانی جمع ہین پس اس جہت سے کہ اوسپر غضب مسلط ہے افعال سباع کا مرتکب ہوتا ہے اور عداوت اور کینہ اور لوگونسے دہول دہپا گالی گلوج کرتا ہے اور شہوت کے مسلط ہونے کے باعث بہائم کے افعال یعنے حرص و حسد و طمع وغیرہ اوس سے سرزد ہوتے ہین اور اس جہت سے کہ وہ خود فی ذاتہ امر ربانی ہے جیسا کہ خدا تعالی فرماتا ہے قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ دعوی ربوبیت کا کرتا ہے اور تعلی اور تشخص اور سب امور پر اصرار کرنا اور ربانیت کا مدعی ہونا اور عبودیت اور تواضع کے حلقہ سے نکلنا ان سب باتونکو پسند کرتا ہے اور آرزومند تمام علوم کی اطلاع کا ہوتا ہے بلکہ علم اور معرفت اور حقائق امور پر ہونے کا مدعی ہوتا ہے اور جب علم کیطرف منسوب ہوتا ہے تو خوش ہوتا ہے اور جہل کی طرف نسبت کیے جانے سے ناراض اور ظاہر ہے کہ جمیع امور کے حقائق پر محیط ہونا اور سب خلق پر کبریائی و منی کا مدعی ہونا اوصاف ربوبیت سے ہے اور انسان مین اسکی حرص موجود ہے اور چونکہ باوجود اشتراک غضب و شہوت کی تمیز کے باعث بہائم سے

ح ۱ ابونعیم در طب و طبرانی در مسند الشامیین بروایت عائشہ رضی اللہ عنہا و بیہقی در شعب از ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ ۱۲

ت ۲ زور آور ہین کافرون پر نرم دل ہین آپس مین ۱۲

ت ۳ کہاوت اوسکی روشنی کی جیسے ایک طاق اوسمین ایک چراغ ۱۲

جدا ہے تو اسمین شیطانیت بھی ہے جس سے شر پر کہلاتا ہے اور اپنی تمیز کو شر کی صورتون مین استعمال
کرتا ہے اور اپنی غرضین مکر وحیلہ و فریب سے حاصل کرتا ہے اور خیر کے بدلے شر ظاہر کرتا ہے اور
یہ سب عادتین شیطانونکی ہین غرضکہ ہر ایک آدمی مین ان چارون اصول یعنی ربانیت و شیطانیت
اور سبعی اور بہیمی کا خلط پایا جاتا ہے اور یہ چارون قلب مین جمع ہین تو گویا انسان کی جلد مین
چار چیزین ہین سور اور کتا اور شیطان اور حکیم سور تو اوسکی شہوت ہے اسلیے کہ سور جو مذموم کہلاتا ہے
وہ رنگ اور شکل کے باعث برا نہین بلکہ شدت حرص اور بسیار خواری سے مذموم ہے اور کتا آدمی کا
غضب ہے کیونکہ درندہ جو ضرر پہونچاتا ہے اور کتا جو کاٹ لیتا ہے باعتبار صورت و شکل کے یہ امر اوسے
صادر نہین ہوتا ہے بلکہ معنی سبعیت کے یعنی آزار دینا اور عداوت اونمین پائی جاتی ہے اسیطرح
انسان کے باطن مین بھی تکلیف دہی اور غضب درندہ کا سا موجود ہے اور حرص و طمع سور کی سی
پس سور اپنے حرص کے باعث فحش اور منا ہی کیطرف بلاتا ہے اور درندہ غضب کی جہت سے ظلم
اور ایذا کیطرف اور شیطان ان دونون کی حرص و غضب کو اشتعال دیتا رہتا ہے اور ایک کو
دوسرے پر بہڑکاتا رہتا ہے اور اونکی جبلی صفت کو اونکی نظرون مین اچھا کرتا رہتا ہے اور عقل انسانی
جو بمنزلہ حکیم کے ہے اسپر مامور ہے کہ شیطان کے مکر وحیلہ کو دفع کرے یعنی اپنی بصیرت کاملہ اور پوری
روشنی سے اوسکا مکر واشگاف کر دے اور سور اور کتے کو مسلط کرکے اوسکی شہوت توڑے کیونکہ غضب
سے شہوت ٹوٹتی ہے اسیطرح سور کو کتے پر مسلط کرکے اوسکی ایذا کو دفع کرے اور کتے کو اپنی سیاست کا
مغلوب رکھے پس اگر ایسا کیا تو خاصی بات بنے گی اور مملکت بدن مین عدل ظاہر ہوگا اور سبکے
سب راہ راست پر آجاوینگے اور اگر وہ حکیم اونکو مغلوب نکرسکا تو یہ چیزین اوسکو دبا لیتی ہین
اور اوس سے خدمت لیتی ہین تو اب اوسکو سور کے پیٹ بھرتے اور کتے کے راضی رکھنے کے حیلے ڈھونڈنے
پڑتے ہین اور ہمیشہ ان دونونکا غلام رہتا ہے اور یہ حال اکثر لوگونکا ہے کہ اونکی اکثر ہمت شکم اور
شہوت اور اعدا کی خوشامد پر مصروف ہوتی ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ ایسا آدمی بت پرستون پر
پتھر کی پرستش کا اعتراض کرتا ہے اور اگر اوسکا حجاب دور کیا جاوے اور حقیقت حال تبلائی جاوے
اور مکاشفہ والون کیطرح اوسکی صورت حال کو مجسم بناکر بیداری یا خواب مین دکھلایا جاوے
تو یہ معلوم ہوگا کہ شخص مذکور کبھی سور کے سامنے سجدہ کرتا ہے اور کبھی رکوع اور اوسکے اشارہ
و امر کا منتظر ہے اور جب اپنی خواہش کی کوئی چیز مانگتا ہے فوراً اوسکی تعمیل اور بجا آوری مین
دوڑ کھڑا ہوتا ہے یا یون معلوم ہوگا کہ خود ایک دیوانے کتے کیطرف مائل ہے اور اوسکی عبادت

اور اطاعت کر رہا ہو اور اوسکے التماس کو بسمع رضا سن رہا ہے اور اوسکی طاعت کی بجا آوری مین فکر و تدقیق کر رہا ہو اور ان باتوں سے اپنے شیطان کی خوشی مین ساعی ہوتا ہو کیونکہ شیطان ہی سور اور کتے کو بھڑکاتا ہو اور انسان سے خدمت لینے کے واسطے اونکو برانگیختہ کرتا ہے تو اسو جسے سور کتے کی گویا عبادت کی بلکہ شیطان کی پرستش کرتا ہے پس ہر ایک شخص اپنے حرکات اور سکنات اور سکوت اور نطق اور قیام وقعود کو تاکتا ہے اور غور سے ملاحظہ کرے پھر اگر انصاف نہیں تو معلوم ہوگا کہ تمام دن انہین چیزونکی پرستش مین سعی کرتا رہتا ہے اور یہ نہایت درجہ کا ظلم ہے کہ مالک کو مملوک کر دیا اور آقا کو غلام بنا دیا اور غالب کو مغلوب ٹھہرا دیا اسلیے کہ غلبہ اور سرداری کے قابل عقل تھی جسکو اسنے ان تینوں چیزون کا مغلوب اور خادم کر دیا پس نتیجہ اونکی طاعت کا یہ ہوگا کہ اوسکے دل پر پے در پے ایسے صفات آوینگے جنسے دل زنگ ہو جاویگا اور انجام کار باعث اوسکی ہلاک کی ہونگی خنزیر شہوت کی طاعت سے یہ صفات اوس سے صادر ہونگی بے حیائی خبث اسراف بخل ریا ہتک رکھائی بیہودگی حرص حسد خوشامد غضب حقد شماتت وغیرہ اور کلب غضب کی طاعت سے دل پر یہ صفات منتشر ہونگی تہور عدم صیانت تعلی خودستائی مغلوب الغضب ہونا تکبر عجب استہزا تحقیر تملق ارادہ شر خواہش ظلم وغیرہ اور شیطان کی طاعت بعلت غضب اور شہوت پرستی سے لازم آتی ہے اوس سے مکر و فریب و حیلہ اور دغابازی اور خباثت اور دنائت اور فحش کلامی وغیرہ صفات حاصل ہوتی ہین - اور اگر امر بالعکس ہوا اور سب کو صفت ربانیت کی سیاست سے دبا لیا تو دل مین صفات ربانیت قائم ہونگے یعنی علم اور حکمت اور یقین اور معرفت حقائق و ماہیت اشیا اور غالب ہونا سب پر قوت علم و عقل سے اور استحقاق تقدم خلق پر بباعث کمال علم اور جلال کے اور نیز اس صورت مین شہوت و غضب کی عبادت سے مستغنی ہو جاویگا اور خنزیر شہوت کو روکنے سے اور اوسکی حد اعتدال پر رکھنے سے بہت سی صفات شریفہ پیدا ہونگی مثلاً عفت اور قناعت اور سکون اور زہد اور ورع اور تقوی اور انبساط اور حیا اور حسن صورت اور ظرافت اور مساعدت وغیرہ اسیطرح قوت غضب کے مغلوب کرنے اور حد واجبی پر لانے سے یہ صفات حاصل ہونگی شجاعت اور کرم اور نخوت اور ضبط نفس اور صبر اور حلم اور عفو اور استقلال اور جوانمردی اور توقیر اصالت وغیرہ پس اس معاملہ مین دلکو آئینہ سمجھنا چاہیے کہ جسکو ان تینوں امور مؤثرہ نے گھیر رکھا ہے اور یہ آثار پے در پے دل پر پہنچتے رہتے ہین مگر آثار محمودہ مذکورہ بالا سے آئینہ قلب کی زیادہ تر جلا اور نور و چمک بڑھتی ہے یہانتک

کہ اوسمین تجلی حق جلوہ گر ہوتی ہے اور جو امر دینی مطلوب ہو اوسکی حقیقت منکشف ہوجاتی ہے
اور ایسے ہی دل کیطرف اس حدیث شریف مین اشارہ ہے اِذَا اَرَادَ اللّٰہُ بِعَبْدٍ خَیْرًا جَعَلَ لَہٗ
وَاعِظًا مِنْ قَلْبِہٖ اور آمین بھی جس شخص کے لیے اوسکے دل سے واعظ موجود ہو اوسکے لیے
خدا کیطرف سے نگاہبان رہتا ہی اور ایسے ہی دلمین ذکر الٰہی ٹھہرتا ہے جسکے لیے خدا تعالیٰ ارشاد
فرماتا ہے اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ اور آثار مذموم جو آئینہ قلب پر عکس افگن ہوتی ہین
اونکا حال سیاہ دھوئین کا سا ہے کہ جتنا آئینہ پر پہونچتا جاتا ہے وہ کالا ہوتا جاتا ہے اسیطرح
دل بھی ان آثار سے تاریک ہوتے ہوتے بالکلیہ خدا تعالیٰ سے محجوب ہوجاتا ہی اور اسی پردہ کا نام
طبع اور رین ہے یعنی مہر اور زنگ جنکا ذکر قرآن مجید مین ہے کَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ مَّا
کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ ۝ اور فرمایا اَنْ لَّوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰہُمْ بِذُنُوْبِہِمْ وَنَطْبَعُ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ فَہُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ
اس آیت شریف مین نہ سننے کو کثرت گناہونکے باعث مہر لگ جانیکے ساتھ مربوط کیا ہے جیسا کہ
دوسری جگہہ سننے کو تقوے کے ساتھ ربط دیا ہی اور فرمایا وَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاسْمَعُوْا وَاتَّقُوا اللّٰہَ
وَیُعَلِّمُکُمُ اللّٰہُ غرضکہ جب گناہونکی کثرت سے دل پر مہر ہوجاتی ہے تو وہ ادراک حق اور درستی
دین سے اندھا ہوجاتا ہی اور امر آخرت کو ہلکا جاننے لگتا ہی اور دنیا کا کام بڑا سمجھتا ہی اور بالکل
اسی مین ہمت صرف کرتا ہی اور جب کہ آخرت اور اوسکے احوال کا ذکر سنتا ہی تو ایک کان سے سنکر
دوسرے سے نکال ڈالتا ہی اور یہ ذکر اوسکے دلمین قیام نہین کرتا اور تدارک اور توبہ کیطرف رغبت نہین دلاتا
ایسون کا یہ حال ہی کہ قَدْ یَئِسُوْا مِنَ الْاٰخِرَۃِ کَمَا یَئِسَ الْکُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ اور یہی معنی ہین
سیاہی قلب کے جسکا ذکر قرآن مجید اور سنت سعید مین ہی میمون بن مہران فرماتے ہین کہ جب بندہ
گناہ کرتا ہی اور اوسکے دل پر ایک سیاہ نقطہ منقوش ہوجاتا ہی اور جب توبہ کرتا ہی تو مٹ جاتا ہے
پھر اگر دوبارہ گناہ کرتا ہی تو اوس نقطہ مین زیادتی ہوتی ہے یہانتک کہ ہوتی ہوتے ساری دلپر
سیاہی دوڑتی ہی اور اسی کا نام رین یعنی زنگ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتی ہین
قَلْبُ الْمُؤْمِنِ اَجْرَدُ فِیْہِ سِرَاجٌ یَزْہَرُ وَقَلْبُ الْکَافِرِ اَسْوَدُ مَنْکُوْسٌ اس سے [illegible]
[illegible] کی طاعت اور شہوت کی مخالفت سے دلکو جلا ہوتی ہے اور اوسکی نافرمانی سے دل
سیاہ ہوتا ہی یعنی جو کوئی گناہ کرتا ہی تو اوسکا دل سیاہ ہوجاتا ہی اور اگر گناہ کے بعد نیک کام
کرتا ہی اور پہلا اثر مٹانا چاہتا ہی تو اگرچہ سیاہی دور ہوجاتی ہے مگر نور مین نقصان
تب بھی رہتا ہی جیسے آئینہ پر دم کرو اور اوسکو صاف کر ڈالو پھر دم کرکے پھر صاف کرو

تو اوسمین کچھ کچھ کدورت رہجاتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اَلْقُلُوْبُ اَرْبَعَۃٌ قَلْبٌ اَجْرَدُ فِیْہِ مِثْلُ السِّرَاجِ یُزْہِرُ فَذَالِکَ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ وَقَلْبٌ اَسْوَدُ مَنْکُوْسٌ فَذَالِکَ قَلْبُ الْکَافِرِ وَقَلْبٌ اَغْلَفُ مَرْبُوْطٌ عَلٰی غِلَافِہٖ فَذَالِکَ قَلْبُ الْمُنَافِقِ وَقَلْبٌ مُصَفَّحٌ فِیْہِ اِیْمَانٌ وَّنِفَاقٌ مَثَلُ الْاِیْمَانِ فِیْہِ کَمَثَلِ الْبَقْلَۃِ یَمُدُّہَا الْمَاءُ الطَّیِّبُ وَمَثَلُ النِّفَاقِ فِیْہِ کَمَثَلِ الْقَرْحَۃِ یَمُدُّہَا الْقَیْحُ وَالصَّدِیْدُ فَاَیُّ الْمَادَّتَیْنِ غَلَبَتْ عَلَیْہِ حُکِمَ لَہٗ بِہَا وَفِیْ رِوَایَۃٍ ذَہَبَتْ بِہٖ اور اللہ جلشانہ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّہُمْ طَائِفٌ مِّنَ الشَّیْطَانِ تَذَکَّرُوْا فَاِذَا ہُمْ مُّبْصِرُوْنَ اس آیت مین بتلادیا کہ جلاء قلب ذکر اللہ سے حاصل ہوتی ہے اور ذکر تقوی والے کرتے ہین پس معلوم ہوا کہ تقوی ذکر کا پہاٹک ہے اور ذکر کشف کا دروازہ ہے اور کشف فوز اکبر یعنی دیدار الٰہی کا دروازہ ہے

چھٹا بیان دل کی مثال کا صرف باعتبار علوم کے

واضح ہو کہ محل علم کا قلب ہے یعنے وہ لطیفہ جو تمام اعضا کی تدبیر کرتا ہے اور سب اعضا اوسکی اطاعت و خدمت کرتے ہین اوسکا حال حقائق معلومات کی بنسبت کر ایسا ہے جیسا آئینہ کا حال بہ نسبت صور محسوسات کی یعنے جسطرح کہ چیزونکی تصویر آئینہ مین منقش ہو کر اوسمین موجود رہتی ہے اسیطرح ہر ایک معلوم کی تصویر آئینہ قلب مین عکس افگن ہو کر اوسپر واضح ہوجاتی ہے اور جسطرح کہ آئینہ اور چیز ہے اور صورت چیزونکی اور چیز اور اونکا آئینہ مین آجانا اور چیز اسیطرح دل کے باب مین بھی تین چیزین جدا جدا ہین ایک قلب دوسرے حقائق اشیا تیسری حصول نفس ان حقائق کا قلب مین پس عالم تو قلب ہی ہے جسمین کہ حقائق اشیا کی صورتین حلول کرتی ہین اور معلوم حقائق اشیا ہین اور علم ان حقائق کی صورتونکا آئینہ قلب مین حاضر ہوتا ہے ایک اور مثال عالم اور معلوم اور علم کی یہ ہے کہ قبضہ اور گرفت کے لیے تین چیزین چاہییں ایک گرفت کرنیوالا مثلاً ہاتھ دوسرے جس کو گرفت کرتا ہے مثلاً تلوار تیسرے ملنا ہاتھ اور تلوار کا جسکو گرفت کہتے ہین اسیطرح معلوم کی تصویر کا دل مین پہونچنا علم کہلاتا ہے اور کبھی حقیقت چیز کی بھی موجود ہوتی ہے اور دل بھی موجود مگر علم نہین ہوتا کیونکہ علم نام اسی بات کا کہ حقیقت چیز کی دل تک پہونچ جاوے جس طرح تلوار بھی ہو اور ہاتھ بھی مگر جب تک ہاتھ مین نہ آویگی تو گرفت نہین کہلاویگی ہان اتنا فرق ہے کہ گرفت مین بعینہ تلوار ہاتھ مین آجاتی ہے اور معلوم بعینہ دل مین نہین آتا مثلاً کوئی آگ کو جان لیوے تو خود آگ اوسمین نہین چلی جاویگی بلکہ آگ کی حقیقت جو اوسکی ظاہری شکل کے مطابق ہے وہ دل مین آتی ہے اسی جہت سے اوسکو آئینہ کے ساتھ مشابہت دینی مناسب ہے کیونکہ آئینہ مین بھی خود انسان نہین چلاجاتا بلکہ ایک نقش و صورت اوسکی مطابق حاصل ہوتی ہے

اسیطرح دل مین بہی معلوم کی صورت ہی آجاتی تہے اور ٹہوی وجہ مشابہت کی آئینہ کے ساتہہ یہ ہے کہ آئینہ مین پانچ وجہ سے صورت معلوم نہین ہوتی اول تو یہ کہ آئینہ ہی اچھا نہو یعنی اوسکے جوہر مین نقصان ہویا اوسکی شکل ٹہیک نہو دوسرے یہ کہ اوسمین کسی اور وجہ سے کدورت آگئی ہو تیسرے یہ کہ جس چیز کا آئینہ مین عکس پڑیگا وہ اوسکے سامنے نہو مثلاً اوسکے پیچہے ہو چوتہے یہ کہ چیز اور آئینہ کے بیچ مین آڑ ہو پانچوین یہ کہ جس چیز کی صورت آئینہ مین دیکہنی ہے اوسکی جہت معلوم نہو کہ اوس بموجب آئینہ ٹہیک سمت پر رکہا جاوے اسیطرح آئینہ قلب بہی ایسی چیز ہے کہ اوسمین تمام امور مین امر حق منکشف ہوسکتا ہے مگر قلوب مین جو بعض علوم نہین آتے تو اونکا سبب وہی پانچ چیزین ہین اول خود قلب کا ناقص ہونا جیسے لڑکونکا قلب ہوتا ہے کہ اوسمین انکشاف معلومات کا نقصان کی جہت سے نہین ہوتا دوسرے کدورت گناہونکی اور میل معاصی کا کہ بباعث کثرت شہوات کے قلب پر پیاپے آتا ہے اور اوسکی صفائی اور جلا کو کہو دیتا ہے تو اس تاریکی کی وجہ سے حق بات اوسمین ظاہر نہین ہوسکتی اور اسیکی طرف اشارہ ہے اس حدیث شریف مین کہ جو شخص کسی گناہ کا مرتکب ہوتا ہے تو عقل اوس سے جدا ہوجاتی ہے اور پہر کبہی اوسکے پاس نہین آتی یعنی اوسکے دلمین ایسی کدورت آجاویگی کہ اوسکا اثر کبہی نہین جاویگا کیونکہ غایت ما فی الباب یہی کہ گناہ کے بعد کوئی نیکی کریگا جسکے سبب وہ اثر دور ہو لیکن اگر گناہ نکرتا اور نیکی ہی کرتا تو بیشک دل مین نور زیادہ ہوتا مگر چونکہ پہلے گناہ کرچکا ہے تو فائدہ نیکی کا کچہہ نہوا جیسا قلب پہلے گناہ کے تہا ویسا ہی ہوگیا نور کی زیادتی نہوئی تو یہ واقع مین بڑا نقصان ہے جسکا کچہہ علاج نہین دیکہو جس آئینہ پر زنگ لگجاتا ہے اور صیقل سے دور کیا جاتا ہے وہ اوس آئینہ کے برابر نہین ہوتا جسپر بے زنگ جلا کیجاوے خلاصہ یہ کہ اللہ کی طاعت کیطرف متوجہ ہونا اور مقتضاء شہوات سے روگردان ہونا جلاء قلب اور صفاء باطن کرتا ہے اور اسی جہت سے اللہ تعالی نے فرمایا ہے وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ عَمِلَ بِمَا عَلِمَ وَرَّثَهُ اللّٰهُ عِلْمَ مَا لَمْ يَعْلَمْ تیسرے یہ کہ حقیقت مطلوبہ کی جہت سے پہرا ہوا ہو مثلاً ایک شخص مطیع اور صالح ہو مگر اوسکا قلب طالب امر حق نہین بلکہ اکثر طاعات بدنیہ یا اسباب معیشت کی تہیہ مین اپنی ہمت کو مصروف رکہتا ہے اور اپنی فکر کو حقائق خفیہ الہیہ اور حضرت ربوبیت کے تامل مین نہین لگاتا تو اوسکا دل اگرچہ صاف ہوتا ہے لیکن اوسمین جلوۂ حق نہین ہوتا بلکہ اوسمین وہی امر منکشف ہوتا ہے جسکا اوسکو خیال رہتا ہے مثلاً اگر فکر آفات اعمال کی دقائق مین تہی یا نفس کے

جنہون نے نخوت کی بہاگ ... اسکو ... رہین ۱۲

۲ جو شخص کہ علم کے بموجب عمل کرتا ہے اللہ تعالی اوسکو ایسی چیز دیتا ہے جو اوسکو معلوم نہون ابونعیم در حلیہ مرویست از انس رضی اللہ عنہ ۱۲

خفیہ عیوب جاننے مین یا مصالح معیشت کے باب مین تو یہی باتین منکشف ہوجاوینگی اور جب یہ بات ٹھہری کہ صرف ہمت اعمال اور تفصیل طاعات مین مانع انکشاف جلوہ حق ہے تو جو لوگ اپنی ہمت کو شہوات دنیوی اور اوسکی لذات و علائق مین مصروف رکھتے ہین اونپر کسطرح کشف حقیقی ہو سکتا ہے چوتھا حجاب مانع انکشاف ہوتا ہے مثلاً کوئی مطیع آدمی جسنے اپنی شہوات کو دبا رکھا ہے اگر کسی حقیقت کی دریافت مین فکر کرے تو بعض اوقات اوسکو امر حق نہین منکشف ہوتا اس لیے کہ بباعث تقلید آبائی یا حسن ظن کے کسی ایسی بات کا اعتقاد کر لیتا ہے کہ یہی اعتقاد امر حق مین اور اوسکے دلمین حجاب ہوجاتا ہے اور جس بات کا وہ لڑکپن سے معتقد ہے اور تقلید کی باعث اوسکے دل پر جم رہتی ہے وہ مانع ہے اس سے کہ اوسکا خلاف اوسکے دل پر منکشف ہوجاوے اور یہ بھی بڑا حجاب ہے کہ جسکے باعث اکثر متکلمین اور مذاہب کے متعصبین محجوب ہوتے ہین بلکہ اکثر صالحین جنکی فکر ملکوت زمین و آسمان مین رہتی ہے وہ بھی اسی بلا مین مبتلا ہوتے ہین کہ بعض اعتقادات تقلیدیہ اونکے نفوس مین ایسے جم جاتے ہین کہ ادراک حقائق سے مانع ہوتے ہین پانچوین عدم واقفیت اوس جہت کی جس سے مطلوب ملے مثلاً کوئی طالب علم اگر کسی مجہول کو دریافت کرنا چاہے تو جب تک معلومات مناسب مطلوب کو خیال نہ کریگا اور اون معلومات کو بہ ترتیب خاص کہ علما کے نزدیک معتبر ہو نہ رکھیگا تب تک مجہول مطلوب حاصل نہوگا کیونکہ جو معلومات بلی [illegible] اونکا علم بدون دوسرے معلومات کے نہین آسکتا بلکہ ہر ایک علم کے لیے یہ ضرور ہے کہ دو علم اوس سے پہلے حاصل ہون اور اونمین ترکیب و ازدواج مخصوص عمل مین آوے جب تیسرا علم حاصل ہو جسطرح کہ بچہ نر اور مادہ سے پیدا ہوتا ہے پھر جیسا کہ جیسے مثلاً اگر کسی کو مطلوب ہو تو وہ اونٹ اور گدہے اور انسان سے نہین مل سکتا بلکہ اوسکے لیے گھوڑا اور گھوڑی چاہیے کہ ان دونو مین مجامعت ہوکر مطلوب حاصل ہو اسیطرح ہر ایک علم کیواسطے دو اصل مخصوص اور ایک طریق اونکی ترکیب کا چاہیے جنسے علم مطلوب حاصل ہو پس عدم واقفیت اون اصول کی اور اونکی کیفیت ترکیب کی مانع ادراک ہوتی جیسا آئینہ مین جہت مطلوب کی معلوم نہونے سے صورت عکس افگن نہین ہوتی اور ایک مثال واضح تر یہ ہے کہ مثلاً کوئی آدمی یہ چاہے کہ آئینہ مین اپنی پشت دیکھلے تو اگر آئینہ کو اپنے منہ کے سامنے رکھیگا تو پشت نظر نہ آویگی کیونکہ آئینہ اوسکے محاذی نہین اور اگر آئینہ کو پشت کے محاذی کریگا تب بھی پشت نہ سوجھیگی بلکہ خود آئینہ بھی نظر نہ آویگا کہ آنکھ سے اوجھل ہوگیا تو ضرور اس صورت مین ایک اور آئینہ کی ضرورت ہوگی کہ ایکو تو وہ محاذی پشت کی رکھے اور دوسرے کو ایسی طرح آنکھ کے سامنے رکھے

کہ دونون آئینون مین بہی محاذات رہے اسصورت مین یہ شخص اپنی پشت کو دیکھ سکتا ہی اسلیے کہ اسکی پشت کا عکس پیچھے کے آئینہ مین پڑیگا اور اوسکا عکس دوسرے آئینہ مین جو سامنے رکھا ہوا ہے پڑیگا تو پہلے آئینہ مین جو پشت کا عکس تہا وہ دوسرے مین معلوم ہونے لگے گا اسیطرح علوم کے حاصل کرنے مین تصرفات اور تحریفات اس مثال سے بڑہکر عجیب ہوتی ہین اور روی زمین پر ایسا کوئی نہین کہ جسکو کیفیت ان تحریفات کی معلوم ہی ہوجایا کرے تو یہی سبب قلوب کے لیے مانع معرفت حقائق امور کا ہوجاتا ہے ورنہ ہر ایک قلب باعتبار جبلت صلاحیت ادراک حقائق کی ہی اسلیے کہ وہ ایک امر ربانی شریف ہے اور سب جواہر مین اسی خاصیت کے باعث ممتاز و اشرف ہی اور اسی کیطرف اللہ جلشانہ نے اس آیت شریف مین اشارہ فرمایا ہے اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ یعنی انسان مین ایک خاصیت ہی جسکے باعث آسمانون اور زمین اور پہاڑون سے ممتاز ہوا اور تحمل امانت الٰہی کے قابل ٹھہرا اور وہ امانت معرفت اور توحید کی ہے کہ ہر ایک شخص کا دل اوسکے اوٹہانیکی لیاقت رکہتا ہے مگر جو اسباب ہمنے بیان کیے اون کے باعث امر اجبی تک پہونچ نہین سکتا اور اسی لیئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کُلُّ مَوْلُوْدٍ يُّوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ وَاِنَّمَا اَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ وَيُنَصِّرَانِهٖ وَيُمَجِّسَانِهٖ اور اس حدیث شریف مین کہ لَوْلَا اَنَّ الشَّيَاطِيْنَ يَحُوْمُوْنَ عَلٰى قُلُوْبِ بَنِيْ اٰدَمَ لَنَظَرُوْا اِلٰى مَلَكُوْتِ السَّمَاءِ اشارہ ہی بعض اسباب کیطرف جو قلب اور ملکوت مین حجاب ہوتے ہین اور اسی کیطرف اشارہ ہے اوس قول مین جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگون نے پوچھا کہ یا حضرت خدا تعالی کہان ہے زمین مین یا آسمان مین آپ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے ایمان والے بندونکے دل مین ہے ہیچ ہے ارض و سما کہان تری وسعت کو پاسکے + میرا ہی دل ہی وہ کہ جہان تو سما سکے + اور حدیث قدسی مین ارشاد ہے نہ میری گنجایش زمین مین ہی نہ آسمان مین اور میری گنجایش میرے بندہ مومن کے دل مین ہے جو نرم اور ساکن ہوا اور ایک حدیث مین ہی کہ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ خَيْرُ النَّاسِ فَقَالَ كُلُّ مُؤْمِنٍ مَخْمُوْمُ الْقَلْبِ فَقِيْلَ مَا مَخْمُوْمُ الْقَلْبِ فَقَالَ هُوَ التَّقِيُّ النَّقِيُّ الَّذِيْ لَا غِشَّ فِيْهِ وَلَا بَغْيَ وَلَا غَدْرَ وَلَا غِلَّ وَلَا حَسَدَ اور اسی لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے دل نے خدا کو دیکھا تقوی کے باعث حجاب دور ہو گیا اور جس شخص کے اور خدا تعالے کے درمیان سے حجاب اوٹھ جاتا ہے تو صورت ملک اور ملکوت کی اوسکے دل مین ظاہر ہوتی ہے تو اوسکو

ایسی جنت نظر آتی ہے کہ اوسمین سے تہوڑی سی کا عرض آسمانون اور زمین کے برابر ہوا و سب کی سب جنت تو ایسی ہوتی ہے کہ ان آسمانون اور زمینون مین نہین سما سکتی کیونکہ یہ چیزین اس عالم محسوس کی ہین اور یہ عالم اگرچہ بہت لمبا چوڑا ہے پہر بھی حد و نہایت رکہتا ہے لیکن عالم ملکوت یعنی وہ اسرار غائب جو آنکہہ سے نہین سوجہتے اور اونکے لیے نور بصیرت درکار ہی وہ بے حد و پایان ہی ہان جسقدر کہ قلب مین اونکا ظہور ہوتا ہے وہ مقدار اوتنا ہے مگر اونکو اگر بذات خود دیکہو یا باعتبار علم الٰہی کے خیال کرو تو کچہہ ٹہکانا نہین بے انتہا ہین اور سب عالم ملک و ملکوت کا اگر ایک ساتہہ لیا جاوی تو اوسکا نام حضرت ربوبیت ہی کیونکہ حضرت ربوبیت تمام موجودات کو محیط ہے اسلیے کہ سوائے خدا کے جو کچہہ موجود ہی وہ یا اوسکے افعال ہین یا مملکت یا بندے تو جسقدر اسمین سے قلب پر واضح ہوتا ہے بعضون کے نزدیک بعینہ وہی جنت ہے مگر اہل حق اوسکو سبب استحقاق جنت جانتے ہین اور جنت مین وسعت ملک موافق وسعت معرفت کے ہوگی یعنی اللہ کی صفات اور افعال مین سے جسقدر اسکو زیادہ معلوم ہوا ہوگا اوسی قدر وسعت بہی زیادہ ہوگی اور سب طاعات اور اعمال جوارح کا مقصود یہی ہے کہ دل صاف شستہ ہو اور جلا پاوے اور اوسکی جلا سے یہ غرض ہے کہ نور ایمان یعنی لمعہ معرفت اوسمین آجاوے اور یہی مراد ہے اس آیت شریف مین فَمَنْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ اور اس دوسری آیت مین بہی اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ اب اس تجلی اور ایمان کے تین مرتبہ ہین پہلا مرتبہ ایمان عوام کا ہے کہ محض تقلید پر اوسکی بنا ہوتی ہے دوسرا مرتبہ ایمان متکلمین کا کہ اوسمین کچہہ حجت و دلیل بہی ہوتی ہے مگر اسکا درجہ بہی ایمان عوام کے قریب ہی ہے تیسرا مرتبہ ایمان عارفین کا جو نور یقین سے دریافت ہوتا ہے اور ہم ان مراتب کو ایک مثال سے بیان کرتے ہین وہ یہ ہے کہ مثلاً زید کے گہر مین ہونیکی تصدیق آدمی کو تین طرح سے ہو سکتی ہے ایک تو یہ ہی کہ کوئی ایسا شخص بیان کرے کہ بارہا اوسکی راست گوئی کا امتحان ہوا ہوا ور کسیطرح کی جہوٹی بات اوسکیطرف سے مشہور ہوئی ہو نہ اوسکی قول مین گنجایش اتہام ہو تو ایسے آدمی کے کہتے ہی یقین ہوگا کہ بیشک زید گہر مین ہے یہ مثال اوس ایمان کی ہے جو محض تقلید سے ہو یعنی ایمان عوام کی کیونکہ اونکا بہی یہی حال ہے کہ جب سن تمیز کو پہونچکر اپنے ماباپ سے اللہ تعالیٰ کے وجود اور علم و قدرت و ارادہ و جمیع صفات الٰہی کو اور انبیاء کے مبعوث برحق ہونے کو اور جو احکام وے لائے ہین اونکی سچ ہونے کو سنتے ہین فوراً ایمان لاتے ہین اور اوسپر ثابت رہتے ہین

اور اوسکا خلاف اونکے دلمین نہین گذرتا ہے کیونکہ اپنے ماباپ اور استاتذہ کی طرف حسن ظن ہوتا ہے
پس اسطرحکا ایمان باعث نجات اخروی ہوتا ہے اور ایسے ایمان والے اصحاب یمین مین سے ہین اور ادنیٰ
درجہ کے ہوتے ہین مقربین مین سے نہین ہوتے کیونکہ تقرب مین کشف اور بصیرت اور نور یقین
سے سینہ کا منور ہونا بھی ہوتا ہے جو اسطرح کے ایمان مین نہین پایا جاتا علاوہ اسکے اعتقاد کے
باب مین جو خبر بعض لوگ یا بہت سے لوگ بیان کرین اوسمین غلطی بھی ممکن ہے دیکھو یہود اور
نصاریٰ کے دلونکو بھی اپنے ماباپ کی قول پر اطمینان ہوتا ہے مگر جس بات کی وہ معتقد ہین
وہ غلط ہے کیونکہ اونکے دلون پر غلطی ہی کا القا ہوا اور مسلمانون کا اعتقاد حق ہے اور یہ حقیقت
اس جہت سے نہین کہ اونکو اوسکی اطلاع ہو گئی بلکہ اس جہت سے ہے کہ دلون مین حق بات ہی
پڑی دوسری طرح یہ ہے کہ آدمی زید کی آواز گھر مین سے سنے اور خود دیوار کی آڑ مین ہو تو اس سے
بھی معلوم ہوگا کہ زید گھر مین ہے اور جسقدر تصدیق دوسرے شخص کے کہنے سے ہوتی آواز سننے سے بیشک
اوس سے کسیقدر زیادہ ہوگی مثلاً پہلے سے سن رکھو کہ زید گھر مین ہے پھر اوسکی آواز بھی اندر سے سنو
تو زیادہ یقین ہو جاویگا کیونکہ آواز سننے سے تمام شکل وصورت بولنے والی کی دہیان مین گذر جاتی
ہے اور دلمین یہ بات آجاتی ہے کہ یہ آواز فلان شخص کی ہے پس یہ مثال دوسری قسم کے
ایمان کی ہے جسمین کچھ دلیل کا بھی ملاو ہوتا ہے مگر غلطی اسمین بھی ممکن ہے کیونکہ ایک آواز
دوسرے سے ملتی ہوئی بھی ہو سکتی ہے اور بعض اوقات دوسرے شخص کے نقل کرنیکو بہ تکلف ویسا ہی
بولنے لگتے ہین اور یہ امر سامع کو معلوم نہین ہوتا کیونکہ وہ بالکل خالی الذہن ہوتا ہے اور آواز کی
مشابہت اور نقل وحکایت سے کچھ غرض نہین رکھتا تیسری طرح یہ ہے کہ آدمی خود اندر جاکر زید کو
دیکھ لے کہ گھر مین موجود ہے پس یہ مثال ایمان عارفین اور مقربین اور صدیقین کی ہے اسیکو معرفت حقیقی
اور مشاہدہ یقینی کہتے ہین کہ اونکا ایمان مشاہدہ کے بعد ہوتا ہے اونکا ایمان ایمان عوام اور متکلمین
کو متضمن ہے مگر اسمین ایک ایسی زیادتی مشاہدہ کی ہو جاتی ہے کہ اوسکے ساتھہ احتمال غلطی کا
نہین رہتا ہان اونمین بھی مقدار علوم اور کشف مین تفاوت ہوتا ہے علم کے درجہ کا تفاوت
تو یون سمجھنا چاہیے کہ مثلاً مثال مذکورہ بالا مین ایک شخص زید کو گھر کے صحن مین قریب جاکر خوب
روشنی مین دیکھے اور دوسرا شخص اوسکو کسی کوٹھری مین یا دور سے یا شام کیوقت دیکھے تو پہلے
شخص کا دیکھنا زیادہ کامل ہوگا اور دوسرے کا ادراک بھی گو اسوجہ سے عمدہ ہے کہ دیکھنے کی بعد
یقین اوسکی وجود کا ہو گیا مگر اوسکے خیال مین زید کی شکل وصورت مین جو علامات ہون گے

وہ اچھی طرح نہ آویگی اسیطرح مشاہدہ امور مین بھی فرق ہوا کرتا ہے کہ بعضونکو خوب دقائق
خفیہ تک معلوم ہو جاتے ہین اور بعضے اونسے محروم رہتے ہین اور جیسا کہ تفاوت علم مین ہوتا ہے
ویسا ہی معلوم مین بھی ہوتا ہے مثلاً ایک شخص نے زید کو مع بکر و عمرو وغیرہ کے دیکھا اور دوسرے
نے صرف زید ہی کو دیکھا تو اول کی معلومات زیادہ ہونگی یہی حال قلب کا باعتبار علوم کے ہے واللہ اعلم بالصواب

ساتوان بیان قلب کے حال کا باعتبار اقسام علوم کے یعنے علوم عقلی اور دینی اور دنیاوی اور اخروی کے

پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ قلب اپنی طبیعت سے حقائق معلومات کے قبول کرنیکا مستعد ہے اب بیان
ہوتا ہے کہ جو علوم اوسمین آتے ہین اونکی دو قسمین ہین ایک عقلی اور ایک شرعی پھر عقلی کی بھی دو قسم
ہین ایک وہ کہ بدیہی ہون اور ایک وہ کہ سیکھنے سے آوین اور جو سیکھنے سے حاصل ہوتی ہین وہ بھی
دو طرح کی ہین یا دنیاوی ہین یا اخروی اور علوم عقلی سے ہماری غرض ہے کہ نفس عقل اونکی
مقتضی ہو تقلید اور سننے کو اوسمین دخل نہو اونمین سے بدیہی وہ ہین کہ جنمین یہ معلوم نہو کہ یہ کہان
اور کس طور حاصل ہوئی مثلاً اس بات کو جاننا کہ ایک شخص دو مکانونمین ایک ہی وقت نہین ہو سکتا
اور ایک ہی چیز قدیم اور حادث یا موجود اور معدوم معاً نہین ہو سکتی تو یہ علوم آدمی لڑکپن
سے جانتا ہے مگر یہ معلوم نہین کہ یہ کب اور کسطرح حاصل ہوئے یعنے انکا کوئی سبب قریب ظاہری
نہین جانتا ورنہ یہ تو جانتا ہے کہ یہ علوم خدا کیطرف سے دل مین آگئے ہین اور جو علوم کہ سیکھنے سے
آتے ہین وہ وہ ہین کہ جنمین تعلم اور استدلال کی ضرورت ہے اور ان دونون قسمونکو عقل کہتے ہین چنانچہ
حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے جسکا خلاصہ یہ ہے رباعی دو قسمین ہین عقل کی یہ سمجھو مسلّم
اول طبعی ہے دوم سمعی جانو طبعی کے بدون ہووے سمعی بے فیض ہ خورشید سے جیسے نفع اندھے کو نہو
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا ہے کہ ما خلق اللہ خلقا
اکرم علیہ من العقل اس سے عقل اول قسم کی مراد ہے اور اس ارشاد مین اذا تقرب الناس
الی اللہ تعالی بانواع البر فتقرب انت بعقلک دوسری قسم کی عقل مراد ہے کیونکہ تقرب الی اللہ عقل
غریزی فطری سے ممکن نہین اور نہ علوم بدیہی سے حاصل ہو سکتا ہے بلکہ اسکے لیے علوم مکتسبہ درکار ہین
اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ جیسا شخص ہے تقرب کے لیے اون علوم کو حاصل کرنے مین کہ جنسے قرب
رب العالمین حاصل ہو عقل کو استعمال کر سکتا ہے ہر ایک کا کام نہین غرضکہ قلب کو مثل آنکھ
کے تصور کرنا چاہیے اور عقل فطری کو اوسمین بمنزلہ قوت بینائی معلوم کرنا چاہیے اور قوت بینائی

ایک ایسا لطیفہ ہے جو اندھے مین نہین ہوتا اور بینا مین موجود رہتا ہے گو وہ اپنی آنکھین بند کرلے
اندھیری رات مین ہوا اور قلب کو جو علم اس عقل سے حاصل ہوتا ہے اوسکو بجانے قوت ادراک آنکھ کے
لینے رویت مین شیا کی گننا چاہیے اور عقل کی آنکھ سے جو علوم وقت طفلی سے سن تمیز اور بلوغ تک
نہین رہتے ہین اسکو یون جاننا چاہیے کہ آنکھ بھی جب تک آفتاب نہین چمکتا اور مبصرات پر اوسکا نور
نہین پہیلتا تب تک کچھ کام نہین کرتی اور وہ قلم کہ جس سے خدا تعالی نے علوم کو قلب پر نقش فرمایا ہے
بمنزلہ قرص آفتاب کی خیال کرنا چاہیے اور لڑکپن مین جو علم نہین حاصل ہوتا اوسکی وجہ یہی ہے کہ اوس وقت تک
اوسکی قلب کی تختی مین لیاقت نقش علوم کی نہین ہوتی اور قلم سے ہماری یہ غرض ہے کہ خدا نے ایک
ایسی چیز پیدا کی ہے جس سے علوم کا نقش دل پر ہو جاتا ہے جیسا خود فرمایا کہ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ
مَا لَمْ يَعْلَمْ اور خدا تعالی کا قلم ہماری تمہاری قلم کی صورت کا نہین جیسے اوسکے اوصاف خلق کے اوصاف
کی مثل نہین ہین جدا ہین اوسکا قلم لکڑی اور نے وغیرہ کا نہین جیسے وہ خود جوہر و عرض ہونے سے منزہ ہے غرض
کہ بصیرت باطنی اور بینائی ظاہری مین ان وجوہ مذکورہ بالا سے مشابہت ہو سکتی ہے مگر شرف اور رتبہ
مین کچھ مناسبت نہین کیونکہ بصیرت باطنی عین نفس ہے جو لطیفہ مدرکہ کہلاتا ہے اور وہ بمنزلہ سوار کے ہے اور
بدن بمنزلہ گھوڑی کے اور سوار اگر اندھا ہو تو اوسکا زیادہ ضرر ہے بہ نسبت گھوڑی کی نابینائی کے بلکہ ایک ضرر کو
دوسرے سے کچھ بھی مناسبت نہین اور چونکہ بصیرت باطنی اور ظاہری مین مشابہت پائی جاتی ہے تو خداوند کریم
نے بھی دل کے ادراک کو بینائی سے تعبیر فرمایا ہے اور یہ ارشاد کیا کہ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَى اسیطرح
اس آیت شریفہ مین وَكَذٰلِكَ نُرِيْ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ادراک قلبی کو رویت سے
بیان فرمایا اس سے رویت ظاہری ہرگز مقصود نہین کیونکہ اوسمین کچھ خصوصیت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی
نہین رہتی بلکہ گنجایش اعتراض کی باقی رہتی ہے اور نیز بوجہ مشابہت مذکورہ ضد ادراک کو نابینائی سے
تعبیر فرمایا اور ارشاد ہوا کہ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ اور فرمایا
وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا بیان علم عقلی کا اب علوم دینی کو
سننا چاہیے کہ وہ وہ ہین کہ بطور تقلید انبیا صلوات اللہ علیہم سے پہونچے ہوتے اور وہ کتاب اللہ اور حدیث
شریف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سیکھنے اور اونکے معانی کے سمجھنے سے حاصل ہوتے ہین اور صفت قلبی
کا کمال اونہین سے ہوتا ہے اور قلب امراض اور دردون سے اونہین کے باعث بچا رہتا ہے غرض کہ علوم
عقلیہ قلب کی سلامتی کے لیے کافی نہین گو اونکی حاجت ہوتی ہو جسطرح کہ دوام صحت بدن کے لیے
صرف عقل کافی نہین بلکہ خواص ادویہ اور اونکے اصول کو اطبا سے دریافت کرنیکی ضرورت ہوتی ہے

سو بار کہ نکمین نہ بنی نہین ہوین برابر کا پر سوار دل جو سینون مین ہین

اور جو کوئی رہا اس جہان مین اندھا ہو گا جہان مین اندھا سے اور زیادہ دور پڑا راہ

کیونکہ یہ باتین خود بخود عقل سے نہین معلوم ہوتین مگر سننے کی بعد اونکے سمجھنے کے لیے عقل کی ضرورت
ہوتی ہے اس سے یہ ثابت ہوا کہ عقل کو سماع سے چارہ نہین اور سننے کو عقل سے گریز نہین پس جو شخص کہ
محض تقلید ہی کا ہو رہے اور عقل کو بالاے طاق رکھے وہ جاہل ہے اسیطرح جو صرف عقل ہی پر اکتفا کرے
اور انوار قرآنی اور حدیث شریف کیطرف ملتفت نہو وہ مغرور ہے طالب کو چاہیے کہ ان دونو طریقو
جھوڑے اور دونون اصلونکا جامع ہو کیونکہ علوم عقلیہ مثل غذا کے ہین اور علوم شرعیہ مثل دوا کے
بیمار شخص کو اگر دوا نملیگی تو صرف غذا سے البتہ تکلیف ہوگی اسیطرح قلوب کی بیماری کا علاج انہین دوا
ہو سکتا ہے جو شریعت کی شفاخانہ سے ملتی ہین یعنی وظائف عبادات اور اعمال جنکو اصلاح قلوب کے
لیے حکماء روحانی انبیا علیہم الصلوۃ والسلام نے ترتیب دیا ہے پس جو شخص اپنے دل بیمار کا علاج
عبادات شرعیہ سے نکرے اور علوم عقلی ہی پر کفایت کرے تو اوسکو ضرر ہوگا جیسا اوس بیمار کو ہوتا ہے
جو دوا نہ کہاوے اور غذا کہاتا ہے اور جو لوگ یہ کہتے ہین کہ علوم عقلیہ علوم شرعیہ کی خلاف ہین اور دونو کا
جامع ہونا ممکن نہین تو یہ بات اونکی لاعلمی سے ہے وہ لوگ نور بصیرت سے عاری ہین بلکہ ایسے لوگونکے
نزدیک بعض اوقات بعض علوم شرعیہ بھی ایک دوسرے کی مخالف معلوم ہونے لگتے ہین اور اونکو
جمع کرنے سے عاجز ہو کر یہ گمان کرتے ہین کہ اس دین ہی مین تناقض ہے اور حیران ہو کر دین مین سے ایسے
نکل جاتے ہین جیسا بال آٹے مین سے اور یہ اس سبب سے ہوتا ہے کہ اونکو اپنے عجز کے باعث دین مین اختلاف
معلوم ہوا حالانکہ یہ بات نہ تھی اور اوسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی اندھا آدمی کسیکے گھر مین جا دے اور
اتفاقاً اوسکا پاون برتنون پر پڑجاوے اور لوگون سے کہنے لگے کہ عجب طرح کے آدمی ہین کہ برتن راہ مین
رکھ چھوڑے ہین انکو اپنی موقع پر کیون نہین رکھا تو وہ لوگ اوس سے کہین کہ میان صاحب برتن تو
اپنے اپنی موقع سے ہین مگر آپ کو نابینائی کے سبب راہ کی تمیز نہین اور بڑے تعجب کی بات ہی کہ اپنی آپ تو
منسوب نہ کیجیے اور دوسرونکا قصور بتلاؤ یہی نسبت علوم دینیہ کیطرف علوم عقلیہ کی ہے پھر علوم عقلی کی
دو قسمین ہین دنیوی اور اخروی دنیوی جیسے علم طب اور حساب اور ہندسہ اور نجوم وغیرہ صناعات
اور حرفہ اور اخروی مثل علم احوال قلب اور آفات اعمال اور علم اللہ تعالے اور اوسکی صفات اور افعال کا
جیسا کہ باب العلم مین ہم مفصل کہ چکے ہین اور یہ دونون ایک دوسرے کے منافی ہین اس نظر سے کہ
اگر کوئی شخص انمین سے ایک کیطرف بتمام ہمت متوجہ ہوگا تو غالباً اوسکی بصیرت دوسرے سے قاصر رہیگی
اور اسی لیے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے دنیا اور آخرت کی تین مثالین فرمائی ہین ایک مین فرمایا کہ دونون
مثل دو پلہ ترازو کے ہین اور دوسرے مین ارشاد کیا کہ دونون مثل مشرق اور مغرب کے ہین

اور تیسری مین فرمایا کہ وہ دونون مثل دو سوتونکے ہے اگر ایک راضی ہوگی تو دوسری ناخوش ہوگی
اور یہی سبب ہی کہ جو لوگ امور دنیا مین خوب ہوشیار رہوتے ہین اور علم طب اور حساب اور ہندسہ اور
حکمت خوب جانتے ہین وہ امور آخرت سی جاہل ہوتے ہین اور جن لوگونکو دقائق علوم آخرت معلوم ہوتے ہین
وہ اکثر علوم دنیا نہین جانتے کیونکہ قوت عقلی اکثر لوگونکی دونون باتونکے جمع کرنیکو وفا نہین کرتی
جب ایک کو سیکہتے ہین تو دوسری بات مین کمال نہین ہوسکتا اور اسی بنا پر حدیث شریف مین
وارد ہے کہ اِنَّ اَکْثَرَ اَہْلِ الْجَنَّۃِ الْبُلْہُ یعنی جنکو کہ امور دنیا مین شعور نہین اور حضرت حسن بصری رضی
نے کسی وعظ مین فرمایا کہ ہمنے ایسے لوگونسے ملاقات کی ہے کہ اگر تم انکو دیکہو تو مجنون کہو اور اگر وہ
تمکو دیکہین تو شیطان کہین پس آدمی کو چاہیے کہ جب کسی امر دینی عجیب کو سنے کہ علماء علوم ظاہری
اوسکے منکر ہون تو یہ شبہ کرے کہ اونکو ایسے امور کے اقرار سے انکار ہی بلکہ یون سمجہے کہ یہ ہو نہین سکتا
کہ کوئی چلے تو مشرق کو اور مغرب کی چیز اوسے ملجاوے امر دنیا اور آخرت بہی ایسے ہی ہین دیکہو
اللہ تعالے فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَاءَنَا وَرَضُوْا بِالْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَاطْمَاَنُّوْا بِہَا وَالَّذِیْنَ ہُمْ عَنْ
اٰیٰتِنَا غٰفِلُوْنَ اور یہ بہی فرمایا کہ یَعْلَمُوْنَ ظَاہِرًا مِّنَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَہُمْ عَنِ الْاٰخِرَۃِ ہُمْ غٰفِلُوْنَ اور فرمایا
فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰی عَنْ ذِکْرِنَا وَلَمْ یُرِدْ اِلَّا الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا ذٰلِکَ مَبْلَغُہُمْ مِّنَ الْعِلْمِ حاصل یہ کہ امور دنیا و دین
مین کمال بصیرت اونہین لوگونکو حاصل ہے جنکو اللہ تعالے نے اپنے بندونمین سے تدبیر معاش اور معاد
دونون عنایت فرمائی ہین اور وہ زمرۂ انبیاء علیہم الصلوۃ کا ہے کہ جنکو روح قدس اور قوت الٰہی
سے تائید ہوتی رہتی ہے اونکے دلونمین سب امور کی گنجایش ہے اور کچہہ دقت نہین مگر اور لوگونکے
قلوب اگر امر دنیا مین لگے ہونگے تو آخرت کی کمال سے قاصر رہینگے

آٹھوان بیان فرق کا الہام اور تعلم مین اور امر حق کی وضاحت ہونے مین صوفیہ اور علماء ظاہر کی

جاننا چاہیے کہ جو علم بدیہی نہین اور دلمین کبہی کبہی آتے ہین اونکا دلمین آنا کئی طرح ہوتا ہے کبہی
تو دل پر ایسی طرح آجاتے ہین گویا کسی نے بے خبر دلمین ڈال دیے اور کبہی بطریق تعلم اور
استدلال کے حاصل ہوتے ہین پس جو علم کہ بدون اکتساب اور دلیل کے حاصل ہوتے ہین انکو الہام
کہتے ہین اور جو استدلال سے حاصل ہوتے ہین اونکو اعتبار اور استبصار بولتے ہین پہر علم اول کی دو قسمین
ہین ایک تو یہ کہ بندہ کو یہ خبر نہو کہ علم مذکور کہان سی اور کسطرح حاصل ہوا اوسکو تو الہام اور نفث فی
القلب کہتے ہین اور یہ اولیاء اور اصفیاء کے لیے ہوتا ہے اور دوسرے یہ کہ جس ذریعہ سے وہ علم حاصل ہو
وہ بندہ کو معلوم ہوجاوے یعنی وہ فرشتہ جو دلمین ڈالتا ہے وہ نظر آجاوے اوسکو وحی کہتے ہین اور خاصہ

انبیا کا ہے اور علم جو اکتساب اور استدلال سے ہوتا ہے وہ علما کو ہوتا ہے اور حقیقت امر یہ ہے کہ قلب
مین استعداد اس امر کی ہے کہ سب چیزین امر حق اوسکو معلوم ہو جاوے مگر وہی پانچ وجہین جنکا ذکر اوپر ہو چکا ہے
اوسکو مانع ہوتی ہین تو گویا یہ چیزین آئینہ قلب اور لوح محفوظ کے درمیان مین حجاب ہو جاتی ہین اور لوح محفوظ
وہ ہے جسپر تمام امور شدنی قیامت تک کے منقوش ہین اور لوح محفوظ سے حقائق علوم کا قلب پر جلوہ گر ہونا
ایسا ہی ہے جیسا ایک آئینہ کا عکس دوسرے آئینہ محاذی مین معلوم ہوا کرتا ہے اور جسطرح کہ دونون آئینوں کے
درمیان کا حجاب کبھی ہاتھ سے نکال دیتے ہین اور کبھی خود بخود ہوا سے ہل جاتا ہے اسیطرح کبھی نسیم الطاف
یزدانی چلتی ہے اور قلب کی آنکھ کے سامنے سے پردہ ہٹ جاتا ہے تو بعض چیزین جو لوح محفوظ مین مسطور ہین
وہ نظر آنے لگتی ہین اور یہ امر کبھی تو خواب مین ہوتا ہے کہ اوس سے مستقبل کا حال معلوم ہو جاتا ہے اور بالکل
حجاب کا مرتفع ہونا موت پر ہے موت کے باعث انکشاف تام ہو جاتا ہے اور کبھی بیداری مین ہوتا ہے کہ حجاب
کے اوٹھتے ہی پردہ غیب سے بڑی عجیب باتین علوم کی دل پر کہلتی ہین مگر یہ انکشاف بعض اوقات
بجلی کیطرح دل پر گذرتا ہے اور بعض اوقات پے در پے ایک حد تک گذرتا رہتا ہے اور اسکا دائمی ہونا
نہایت قلیل ہے خلاصہ یہ کہ الہام اور اکتساب مین نہ تو نفس علم مین فرق ہے نہ محل اور سبب مین بلکہ
صرف فرق حجاب کے زائل ہونے کا ہے جو بندہ کے اختیار مین نہین اسیطرح وحی اور الہام مین بھی کچھ
فرق نہین صرف اتنا فرق ہے کہ وحی مین وہ فرشتہ جو ذریعہ علم کا ہوتا ہے نظر آتا ہے اور علم جو ولی کو
حاصل ہوتا ہے وہ فرشتون ہی کے ذریعہ سے حاصل ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالے نے فرمایا وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ
يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ اور جب یہ معلوم
ہو چکا تو اب جاننا چاہیے کہ اہل تصوف علوم الہامی کی طرف راغب ہوتے ہین علوم تعلیمی کیطرف مائل
نہین ہوتے اور یہی وجہ ہے کہ کتابین مصنفین کی نہین پڑھتے اور اقوال اور ادلہ سے بحث نہین کرتے
بلکہ یہ فرماتے ہین کہ اول خوب مجاہدہ کرنا چاہیے اور صفات ذمیمہ اور تمام علائق کو قطع کرکے بہمہ تن و تمام
ہمت خدا تعالے کی طرف متوجہ ہونا چاہیے اور جب یہ بات حاصل ہو جاویگی تو خدا تعالے خود متکفل اور
متولی اپنے بندہ کے قلب کا ہو جاویگا اور جب وہ متولی ہوگا تو اوسپر سایہ رحمت ہوگا اور قلب مین نور چمکنے
لگے گا اور سینہ کہل جاویگا اور سر ملکوت اوسپر ظاہر ہوگا اور قلب کے سامنے سے حجاب دور ہو جاویگا اور امور
الہیہ کی حقائق اوسمین روشن ہونگے پس اس تقریر کے بموجب بندہ کا کام صرف اتنا ہے کہ محض تصفیہ کرکے
اور اپنی ہمت کو ارادہ صادق کے ساتھہ متوجہ کرے اور رحمت الہی سے انکشاف کا ہمیشہ منتظر اور پیاسا
پس انبیا اور اولیا کے اوپر جو امر منکشف ہو جاتا ہے اور دلون پر نور پہیل جاتا ہے کہ تعلم اور نوشتخواند

کتب سے نہین ہوتا بلکہ دنیا مین زہد کرنے اور علائق سے منقطع ہونے اور اشغال دنیاوی سے فارغ البال
ہونے اور تمام ہمت متوجہ الی اللہ ہونے سے ہوتا ہے کیونکہ جو اللہ کا ہو رہتا ہے اللہ اوسکا ہو جاتا ہے
اور اہل تصوف کا یہ بھی مقولہ ہے کہ اس بات مین اول علائق دنیا کو تماماً منقطع کر ڈالے اور دل کو
اوسے خوب فارغ کرلے اور ہمت کو اہل اور مال اور اولاد اور وطن اور علم اور ولایت اور جاہ اوٹھالے
اور دل کو ایسی حالت مین کرلے کہ اوسکی سامنے چیزونکا ہونا اور نہ ہونا برابر ہو جاوے پھر تنہا آپ ایک
گوشہ مین ہو بیٹھے اور ضروریات فرائض و وظائف پر کفایت کرکے جمیع ہمت ماسوی اللہ سے
فارغ البال ہو جاوے یہانتک کہ قرات قرآن اور معانی تفسیر و حدیث وغیرہ کی فکر سے بھی اپنا
ذہن پریشان نکرے بلکہ اس باب مین کوشش کرے کہ سوا خدا تعالے کے دلمین اور کچہہ نرہنے پاوے
اور خلوت مین بیٹھکر ہمیشہ بحضور قلب اللہ اللہ کہتا رہے اور اس اسم پاک کا یہانتک ورد کرے کہ
ایسی حالت پر پہنچ جاوے کہ اگر زبان کی حرکت موقوف کردے تب بہی یہی معلوم ہو کہ زبان سے
اللہ اللہ نکلتا ہے پہر اس پر حالت یہ ٹھہر کر اوس لفظ کا اثر زبان سے مٹادے اور قلب پر اوس ذکر کی مواظبت
رہے حتی کہ قلب مین سے صورت اور ہیئت لفظونکی محو ہو جاوے اور صرف معنی اوس لفظ کی مدام موجود
رہین گویا کہ قلب کے ساتھ لازم ہین اور اس حد تک پہونچنے مین اور اس حالت کی مدام رکھنے مین بندہ کو
اختیار رہے اسطرح کہ وسواس غیر اللہ کا دفع کرتا رہے لیکن رحمت الہی کی کشش کا اختیار نہین بلکہ
اس فعل سے جذب رحمت کی لیاقت ہو جاتی ہے بس اب یہی باقی رہا کہ اس درجہ کو پہونچکر
فتوحات غیبی کا منتظر ہووے کہ جیسا اللہ تعالے نے انبیا اور اولیا پر امور حق منکشف فرمائے اسپر بہی
منکشف فرماوے اور اسصورت مین اگر اوسکا ارادہ سچا ہوگا اور ہمت بہی درست ہوگی اور مواظبت
بہی خوب کریگا اور جذبات شہوات سے بچا رہیگا اور علائق دنیا کی کوئی بات دلمین نہ آویگی تو البتہ
لوامع حق کے اوسکے دلمین چمکنے لگین گے اور ابتدا مین بجلی کیطرح گذر جاوینگے اور دیر نہین ٹھہرینگے پہر دوبارہ
ایسا ہی ہوگا اور بعض اوقات دیر بہی ہو جاوے گی اور اگر دوبارہ آوینگے تو کبہی ٹھہرینگے اور کبہی نہین
ٹھہرینگے اور ٹھہرنیکی صورت مین بہی کبہی زیادہ مدت ہوگی اور کبہی تہوڑی اور بعض اوقات اسطرح
کے لوامع پے درپے ہونگی اور بعض دفعہ صرف ایک ہی فن پر اقتصار رہیگا اور بلحاظ ان وجوہ مذکورہ
کے اولیا کی منازل کا تفاوت کچہہ انتہا نہین رکہتا جیسے کہ اونکی اخلاق کی تفاوت کی انتہا نہین غرض
بلکہ یہان اہل تصوف کی تقریر کا یہ ہے کہ تصفیہ اور جلا قلب بندہ کی جانب سے ہونا چاہیے اور جب تیاری
حاصل ہونیکی بعد امیدوار رحمت ہونا چاہیے اور علماء ظاہر کو اس طریق کے امکان اور بسبیل شاذ و نادر

مقصود تک پہونچ جانے مین توکسیطرح کا انکار نہین کیونکہ اکثر انبیا اور اولیا کا یہے حال ہوتا ہی
مگر یہ کہتے ہین کہ یہ طریق نہایت مشکل ہے اور اسکا نتیجہ دیر کر حاصل ہوتا ہی اور ان شروط کا جمع ہونا
بہی بہت بعید ہے کیونکہ علائق کا اس درجہ تک کہو دینا گویا کہ غیر ممکن ہے اور اگر ہو بہی جاوے
تو اوسکا باقی رہنا اوس سے بہی زیادہ مشکل ہے کیونکہ ذرا سے وسواس اور اندیشہ سے قلب کو
تشویش ہو جاتی ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ اَشَدُّ تَقَلُّبًا مِنَ الْقِدْرِ
فِيْ غَلْيَانِهَا اور یہ بہی فرمایا کہ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ بَيْنَ اِصْبَعَيْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ علاوہ اسکے اس مجاہدہ مین
کبہی مزاج بدمزہ ہو جاتا ہے اور عقل خبط ہو جاتی ہے اور بدن بیمار پڑتا ہے اور اگر پہلے سے حقائق
علوم سیکہکر نفس کی تہذیب نہین کیجاتی تو دلمین صدہا طرح کے خیالات فاسد جمع ہوتی ہین جو
اونکے رفع کیے ہوئے نفس اونہین مین مبتلا رہتا ہے اور عمر بہر وہ حل نہین ہوتے بہت سے صوفی
جو اس راہ پر چلے ایک ہی خیال مین بیس بیس برس الجہہ رہے اگر پہلے سے علم پڑہ لیتے تو اسطرح
کے خیال کا التباس اونپر فورا کہل جاتا اسی سے معلوم ہوا کہ اشتغال تعلم ہی کی طریق یقینیہ اور
اقرب الی المقصود ہے اور علما یہ حجت پیش کرتے ہین کہ اہل تصوف کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص
فقہ نہ سیکہے اور یون کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسکو نہین سیکہا تہا اور وحی اور الہام سے
بلا قید فقیہ ہو گئے تہی پس مین بہی ریاضت اور مواظبت کرنے کرتے ویسا ہی ہو جاونگا تو جس کسی نے ایسا
خیال کیا اوسنے اپنی جان پر ظلم کیا اور عمر بہر ناحق تلف کی بلکہ وہ تو ایسا ہے کہ کہیتی اور کمائی
کچہہ نہ کرے اور اس بات کا متوقع ہو کہ کہین سے خزانہ ملجاوے تو گو یہ بات ممکن ہی مگر نہایت بعید ہی
اور علما کا اس باب مین یہ قول ہی کہ اول تحصیل علم کرنی چاہیے اور علما کے اقوال کے معانی سمجہنے
چاہیین پہر اوسکے بعد اس بات کا منتظر ہووے کہ جو اور علما کو نہین معلوم ہوا وہ مجکو معلوم ہو جاوے
تو شاید بعد مجاہدہ کے یہ بات حاصل ہو جاوے

نواں بیان دونون مقامونکی فرق کا ذکر مثال محسوس سے

جاننا چاہیے کہ قلب کی عجائب جو اس سے مدرک نہین ہو سکتے جیسا کہ خود قلب حیطہ حواس سے خارج ہے
اور جو چیز مدرک بالحواس نہین ہوتی تو جب تک اوسکی مثال محسوس خیر سے نہ تبلائی جاوے تب تک
سمجہہ مین اچہی طرح نہین آتی لہذا کم سمجہون کے واسطے ہم اسکی دو مثالین بیان کرتے ہین ایک تو
یہ کہ فرض کرو کہ ایک حوض مین مین کہدا ہوا ہے اب اسمین پانی ہونیکے دو طریق ہین یا تو یہ سے
نالیان بناکر کسی جگہ سے اسمین پانی بہر دیا جاوے یا زمین کو اتنا کہودا جاوے کہ خود بخود اندر سے پانی

نکل آوے یہ دوسرے طریق کا پانی صاف بھی زیادہ ہوگا اور ہمیشہ بھی رہیگا اور بعض اوقات زیادہ بھی ہوگا پس قلب کو حوض سمجھنا چاہیئے اور علم کو پانی اور حواس خمسہ کو مثل نالیون کے تصور کرنا چاہیئے تو قلب کیطرف علم کا پہنچنا یون بھی ہو سکتا ہے کہ حواس خمسہ کے ذریعہ سے جسقدر مشاہدات ہوتے جاوین علم آتا جاوے یہانتک کہ قلب خوب علم سے بھر جاوے اور ایک صورت یہ ہے کہ حواس کی نالیان غفلت کے باعث بند کر دیجاوین اور خود قلب کی کاوش مین سعی کیجاوے اسطرح کہ خلوت مین بیٹھکر اوسکی صفائی کیجاوے اور پردونکے طبقات اوسپر سے دور کیے جاوین یہانتک کہ خود دلمین سے علم کا چشمہ پیدا ہو جاوے مگر اسمین یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جب دلمین علم موجود نہین تو اوسکے اندر سے کسطرح چشمہ نکلیگا اسکا جواب یہ ہے کہ اسرار قلبی مین سے یہ ایک عجیب بات ہے اور علم معاملہ مین اوسکا اسیقدر ذکر ہو سکتا ہے کہ حقائق اشیا لوح محفوظ مین مکتوب ہین بلکہ فرشتون کے دلونمین مسطور ہین جسطرح کہ معمار پہلے ایک سادہ کاغذ پر نقشہ عمارت کا کھینچ لیتا ہے پہر اوسیکے موافق عمارت بناتا چلا جاتا ہے اسیطرح خالق آسمان و زمین نے عالم کا حال اول سے آخر تک لوح محفوظ مین لکھہ لیا ہے اور اوسیکے مطابق بناتا رہتا ہے پس اس عالم ظاہری کی نقل آدمی کے حس اور خیال مین بھی موجود ہوتی ہے مثلاً آسمان اور زمین کیطرف دیکھکر اگر کوئی آنکھین بند کر لے تو صورت ان دونون کی خیال مین معلوم ہوگی گویا اونہین کیطرف دیکھہ رہا ہے یہانتک کہ اگر بالفرض آسمان و زمین نابود ہو جاوین اور دیکھنے والا صرف باقی رہجاوے تب بھی آسمان و زمین کی صورت اپنے خیال مین ایسی ہی پاویگا گویا اونکی طرف دیکھہ رہا ہے پہر خیال سے ایک اثر قلب پر پڑتا ہے تو اوسمین حقائق اون اشیا کی آتے ہین جو حس اور خیال مین موجود رہے ہین پس جو کچھہ دلمین حاصل ہوا ہے وہ تو مطابق صورت خیالی کے ہے اور صورت خیالی موافق وجود ظاہری کے ہے جو انسان اور اوسکے قلب سے دونون سے علیحدہ موجود ہے اور یہ عالم ظاہری مطابق اوس نقشہ کے ہے جو لوح محفوظ مین مندرج ہے اس بیان سے یہ معلوم ہوا کہ عالم ظاہری کو چار وجود ہین ایک تو لوح محفوظ مین اور یہ وجود اوسکے وجود جسمانی سے مقدم ہین دوم وجود حقیقی جو دنیا مین ہوتا ہے تیسرا وجود خیالی جو وجود حقیقی کے بعد صورت خیال مین موجود ہوتی ہے چوتھا وجود عقلی جو صورت خیالی سے قلب مین صورت حاصل ہوتی ہے اور ان چارون وجودونمین بعض تو وجود جسمانی ہین اور بعض روحانی اور وجود روحانی مین سے بعض مین روحانیت زیادہ ہے اور بعض مین کم اور ایسی باتونمین حکمت الٰہی نظر پڑتی ہے دیکھو آنکھہ کے حدقہ کو ایسا بنایا کہ باوجود چھوٹے ہونیکے

خیالکی صورت اور آسمان و زمین کی شکل اوسمین پیدا ہو جاتی ہے اور ان چیزونکا پہیلاو اسقدر ہے
کہ بیانسے باہر پھر آنکہ کے ذریعہ سے ان چیزونکا وجود خیال مین پہنچتا ہے اور وہانسے دلمین جاتا ہے
جب دلکو معلوم ہوتا ہے کیونکہ آدمی جب تک کوئی چیز اوس تک نہین پہونچتی خبر نہین ہوتی پس اگر
خدا تعالیٰ آدمی کے دلمین عالم کی صورت نہ بناتا تو جو چیزین آدمی سے علیحدہ ہوتین انکا کبہی
علم نہ آتا سبحان اللہ قلوب اور ابصار مین کیسی عجیب باتین رکہین ہین اور بعض قلوب اور ابصار کو
اندہا بہی کر دیا ہی یہانتک کہ اکثر لوگونکو اپنی نفس کی اور اوسکے عجائب کی مطلق خبر نہین اب ہم اصل
مطلب کیطرف رجوع کرتے ہین کہ قلب مین جو حقیقت عالم کی آتی ہی تو کبہی تو حواس ہی سے آتی ہی
اور کبہی لوح محفوظ سے آتی ہی جسطرح پر کہ آنکہ مین سورج کی صورت کبہی تو اوسکی طرف دیکہنے سے
آتی ہے اور کبہی بذریعہ پانی کے دیکہنے کے جسمین کہ آفتاب کا عکس ہوتا ہی اور یہ عکس آفتاب کی صورت
اصلی ہی کے مشابہ ہوتا ہی اسیطرح جب دلکے سامنے سے حجاب دور ہو جاتا ہی تو لوح محفوظ کی خبرین
سوجہنے لگتی ہین اور اونکا علم اسمین آجاتا ہی اسصورتمین جو اسکے استفادہ سے مستغنی ہو جاتا ہی اوسکی
ایسی ہی مثال ہو جاتی ہے کہ گویا زمین کو اسقدر کہودا کہ خود بخود اوسمین سے پانی نکل آیا
اور کبہی قلب کی توجہ اون خیالات کیطرف ہوتی ہے جو محسوسات سے حاصل ہوتی ہین تو یہ
امر اوسکو مطالعہ لوح محفوظ سے مانع ہوتا ہے جیسے کہ پانی جب نہر مین جمع ہو جاتا ہی تو نیچے سے
نہین نکل سکتا یا جسطرح کہ کوئی شخص آفتاب کی عکس کو پانی مین دیکہے تو اوسکو خود آفتاب
نظر نہ آویگا حاصل یہ کہ قلب مین دو دروازہ ہین ایک تو عالم ملکوت اور لوح محفوظ کیطرف کو ہی
اور ایک دروازہ حواس خمسہ کی جانب کو ہی جو عالم ظاہر سے اخذ اشیا کرتے ہین اور ان دونون
عالمونمین ایکطرحکی مشابہت ہی پس دروازہ عالم ظاہری سے جسطرح پر کہ قلب کو بذریعہ حواس
علم ہوتا ہے وہ تو معلوم ہی ہے مگر جو دروازہ کہ عالم ملکوت کیطرف ہی اور اوس سے لوح محفوظ کا
مطالعہ کرتا ہے اوسکا بہی یقین ہو سکتا ہے اگر اس بات کو سوچو کہ خواب مین عجیب عجیب حالات
پیش آتے ہین اور دل کو احوال آیندہ اور گذشتہ معلوم ہو جاتا ہی حالانکہ حواس کو اوسمین کچہہ
دخل نہین ہوتا اور یہ دروازہ اوس شخص کے لیے کہلتا ہے جو خدا تعالےٰ کے ذکر ہی مین مستغرق رہے
جیسا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سَبَقَ الْمُفَرِّدُوْنَ قِیْلَ وَمَنْ هُمْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
قَالَ الْمُتَنَزِّهُوْنَ بِذِکْرِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَضَعَ الذِّکْرُ عَنْهُمْ اَوْزَارَهُمْ فَوَرَدُوا الْقِیَامَةَ خِفَافًا پہر ان لوگون کی توصیف
مین خداوند کریم کا یہ قول ارشاد فرمایا کہ پہر مین اپنے چہرہ کو اونکی طرف کرکے متوجہ ہوتا ہون تجہی

معلوم ہے کہ کسکے سامنے مین اپنا چہرہ کرتا ہون اور کوئی جانتا ہے کہ مین اونکو کیا دیا چاہتا ہون
پہر ارشاد فرمایا کہ اول ہی عطا ہوتی ہے کہ اونکے دلونمین وشی ڈالدیتا ہون تو وہ میرے حال کی
خبر دینے لگتے ہین جیسے مین اونکا حال کہتا ہون اور مدخل ان خبرونکا دروازہ باطنی ہے اشتباہ
فرق علوم اولیا اور انبیا اور علوم علما اور حکما کا ظاہر ہوا مدعا یہ ہے کہ علم اولیا وانبیا کا تو اوس دروازہ سے
ہوتا ہے جو عالم ملکوت کیطرف کہلا ہوا ہے اور علم حکمت وغیرہ ابواب حواس سے حاصل ہوتا جو عالم
ظاہری کیطرف مفتوح ہین غرضکہ عجائب قلبی اور اوسکی آمد وشد دونون عالمون غیب اور شہادت
مین علم معاملات مین حصر نہین ہوسکتے صرف اس مثال سے مدخل دونون علمون کا معلوم ہوگیا
اب دوسری مثال اس لیے بیان ہوتی ہے کہ اوس سے علما اور اولیا کے عمل کا فرق معلوم ہو جاوے
یعنی علما کا عمل تو یہ ہے کہ نفس علوم کو حاصل کرتے ہین اور اوسکو دل کیطرف کہیچتے ہین اور اولیا و
صوفیہ صرف قلوب کی جلا اور صفائی مین کوشش کرتے ہین تو ان دونون کی مثال یہ ہے
کہ کہتے ہین کہ کسی بادشاہ کے سامنے مذکور ہوا کہ اہل روم اور چین والے نقاشی کے کام مین بڑے
ماہر ہین اور تصویر بہت عمدہ کہینچتے ہین اوسکے دلمین یہ آیا کہ ایک مکان ایک طرف تو روم والونکو
تصویر کرنی چاہیے اور ایک جانب چین والونکو دینی چاہیے تاکہ دونون فریق اپنی کارستانی ظاہر
اور بیچ مین ایک ایسا پردہ ڈالنا چاہیے کہ ایکے کام کی دوسرے کو اطلاع نہو چنانچہ ایسا ہی کیا
پس روم والون نے عجیب عجیب رنگ بیشمار اکٹھے کیے اور چین والے بے رنگ ہی کام مین مصروف
ہوئے یعنے اپنی طرف کی جانب کو خوب جلا کرنی شروع کردی جب روم والے رنگ کے نقش سے
فارغ ہوئے تو چین والون نے بھی کہا کہ ہم بھی نقش کر چکے بادشاہ بہت متحیر ہوا کہ انہون نے نقش کیسا
بنایا ہے جسمین رنگ کی ضرورت نہوئی اونسے پوچھا تو انہون نے جواب دیا کہ آپکو اس سے کچھ غرض
نہین پردہ اٹھا کر ملاحظہ فرمایئے جونہین پردہ اٹھایا گیا تمام نقوش رومیون کی چین والونکی
جانب مین جلا کی سبب معلوم ہونے لگے بلکہ اونمین چمکاہٹ زیادہ تہا کیونکہ اونکی جانب جلا کے
سبب آئینہ کے مثال ہوگئی تہی اس سے اور بھی زیادہ خوبی معلوم ہوتی تہی پس اولیاء اللہ کی
توجہ بھی چین والون کیطرح قلب کی جلا اور تطہیر وصفا مین مصروف رہتی ہے یہانتک کہ اونمین
امور حق جھلکنے لگتے ہین اور علماء ظاہر کی توجہ روم والونکی طرح اکتساب اور نقوش علمی کی طرف
رہتی ہے بہرصورت علم قلب مین کسیطرح حاصل ہو قلب مومن کا فنا نہین ہوتا اور نہ اوسکا علم
موت پر جاتا رہتا ہے نہ صفائے قلب مین کچھ کدورت آتی ہے جیسا کہ حسن بصری رض نے فرمایا ہے

کہ خاک محل ایمان کو نہین کھاتی بلکہ وسیلہ تقرب الی اللہ ہوتی ہے اور نفس علم جو دل مین آتا ہے اور صفا اور استعداد اس علم کے حاصل ہونیکی یہ چیزین لابدی ہین سعادت ابدی بدون علم اور معرفت کے کسیکو نہین مل سکتی اور اس سعادت مین بھی بعض لوگ اشرف ہین بعض سے جسطرح کہ تونگری کیواسطے مال کی ضرورت ہوتی ہے تو تھوڑے روپیہ والا بھی غنی کہلاتا ہے اور جسکے پاس بہت سے خزانے ہون وہ بھی غنی ہے مگر دونون مین بہت فرق ہوتا ہے اسیطرح معرفت و ایمان مین بھی تفاوت درجات ہے کہ اوسکی کچھ انتہا نہین معرفت وہ نور ہے جس سے کہ ایمان والے خدا تعالے کے دیدار کیطرف چلینگے جیسا خود اللہ تعالے نے فرمایا نُوْرُهُمْ يَسْعَىٰ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ اور حدیث شریف مین وارد ہے کہ بعضونکو نور مثل پہاڑ کے عنایت ہوگا اور بعضونکو اوس سے کم یہانتک کہ سب سے پچھلا وہ شخص ہوگا کہ اوسکو صرف دونون پاؤنکے انگوٹھونپر نور عنایت ہوگا اور وہ کبھی تو چمکنے لگیگا اور کبھی گل ہو جاویگا چمکنے کی حالت مین تو وہ قدم آگے کو بڑہاویگا اور گل ہونیکی صورت مین کھڑا رہیگا اور پل صراط پر گذرنا بھی بموافق نور ہی کے ہوگا کوئی تو آنکھ کے جھپکتے ہی اوتر جاوے گا اور بعضے بجلی کیطرح اور کوئی بادل کیطرح اور کوئی شہاب کیطرح اور کوئی سرپٹ گھوڑے کیطرح گذریگا اور جسکے صرف انگوٹھون پر نور ہوگا وہ رگڑتا چلے گا کہ ایک ہاتھ کو بچاوے گا تو دوسرا لٹک جاویگا اور اسیطرح ہاتھ پاؤنکو آگ لگ کر خلاص ہوگا اس بیان سے لوگون کے ایمان کا تفاوت معلوم ہوتا ہے اور یہ جو ایک روایت مین آیا ہے کہ اگر ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ایمان تمام جہانون کے ایمان کے ساتھ سوائے پیغمبرون کے وزن کیا جاوے تو اونہین کا ایمان بھاری ٹھہرے اسکی یہ مثال ہے کہ کوئی یون کہے کہ اگر آفتاب کا نور اور تمام دنیا کی چراغونکا مقابل کیا جاوے تو آفتاب ہی کا نور غالب رہیگا پس عوام مین سے بعضون کا ایمان کا نور چراغ جیسا ہے اور بعضون کا نور مشعل جیسا اور صدیقین کے ایمان کا نور مثل چاند اور ستارونکی نور کے ہے اور انبیا کے ایمان کا نور آفتاب کی مانند تو جسطرح کہ آفتاب کے نور سے تمام آفاق کی صورت باوجود وسعت کے منکشف ہوجاتی ہے اور چراغ کے نور سے صرف مکان کا ایک کونا ظاہر ہوتا ہے اسیطرح سینہ کی انشراح کا فرق سمجھنا چاہیے کہ قلوب عارفین پر بباعث معرفت تمام عالم ملکوت منکشف ہوجاتا ہے اور اسی بنا پر حدیث شریف مین وارد ہے کہ یقال یوم القیامۃ اخرجوا من النار من کان فی قلبہ مثقال ذرۃ من ایمان ونصف مثقال وربع مثقال وشعیرۃ وذرۃ اس حدیث سے کئی باتین نکلتی ہین ایک یہ کہ درجات ایمانی مین تفاوت ہوتا ہے اور ایک یہ کہ اسقدر ایمان دخول نار کا مانع نہین اور ایک یہ کہ جس شخص کا

ا نوٓی روشنی دوڑتی ہے اونکے آگے اور دہنے ۱۲
۲ طبرانی وحاکم بروایت ابن مسعود ۱۲

قیامت کے دن کہا جاویگا کہ دوزخ سے نکالو اوسکو جسکے دل مین ذرہ برابر ایمان ہو اور آدھا مثقال اور چوتھائی مثقال اور جو برابر اور ذرہ برابر

ایمان مثقال سے بڑھکر ہوگا تو وہ داخل نار نہوگا کیونکہ اگر وہ بھی داخل ہوتا تو حکم اوسکے اخراج کا بھی ہوتا اور ایک یہ کہ جس کے دلمین بوزن ذرہ ایمان ہوگا اگرچہ دوزخ مین جاوے مگر اوسمین ہمیشہ نرہیگا اور اسیطرح اس حدیث شریف مین لَیْسَ شَیْءٌ خَیْرًا مِّنْ اَلْفِ مِثْلِہٖ اِلَّا الْاِنْسَانُ الْمُؤْمِنُ اشخاص ہی فضیلت بقلب عارف باللہ کے جو یقین کامل کہتا ہو کیونکہ وہ ہزار عام لوگون کے قلب سے بہتر ہوتا ہے اور اللہ تعالے فرماتا ہے وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ یعنی مومنین کو فضیلت دی مسلمانون پر اور مومن سے غرض یہ ہے کہ عارف ہو مقلد نہوا اور یہ بھی فرمایا یَرْفَعِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ اس آیت مین الذین امنوا سے وہ لوگ مراد ہین کہ جنہون نے بدون علم کے تصدیق کی اون لوگون کو علم والون سے علیحدہ بیان فرمایا اور اس سے یہ بھی پایا جاتا ہے کہ مومن کا لفظ مقلد پر بھی بولا جاتا ہی اگرچہ تصدیق اوسکی کشف اور بصیرت سے نہوا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ کی تفسیر مین فرمایا ہی کہ اللہ تعالی عالم کا درجہ مومن پر سات سو درجے اونچا کریگا کہ ہر درجہ کا فاصلہ اسقدر ہوگا جیسا آسمان و زمین کا ہے اور حدیث شریف مین ہے کہ اَکْثَرُ اَھْلِ الْجَنَّۃِ الْبُلْہُ وَعِلِّیُّوْنَ لِذَوِی الْاَلْبَابِ اور نیز یہ ارشاد فرمایا فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَی الْعَابِدِ کَفَضْلِیْ عَلٰی اَدْنٰی رَجُلٍ مِّنْ اَصْحَابِیْ اور ایک روایت مین یون مروی ہے کَفَضْلِ الْقَمَرِ لَیْلَۃَ الْبَدْرِ عَلٰی سَائِرِ الْکَوَاکِبِ پس ان دلیلون سے واضح ہوتا ہے کہ تفاوت درجات اہل جنت کا مطابق اونکے معارف اور قلوب کی ہوگا اسی لیے روز قیامت کو یوم تغابن یعنی گہاٹے کا دن کہتے ہین کیونکہ جو کوئی اللہ کی رحمت سے محروم رہیگا اوسکو بڑا گہاٹا اور نقصان ہوگا اور جس شخص اپنے اوپر بڑے بڑے درجے دیکھیگا تو اوسکا دیکھنا ایسا ہوگا جیسے دس روپیہ والا ایسے شخص کو دیکھے جو روے زمین کا مالک ہی اگرچہ دونون غنی ہین لیکن دونوںمین فرق زمین و آسمان کا ہے پس جسکو آخرت کے بڑے بڑے درجات اور فضائل سے کچھ کم ملیگا اوسکو کتنا بڑا نقصان ہوگا

دسوان بیان دلائل شرعی کا اس بات پر کہ اہل تصوف جو تحصیل معرفت تعلم سے اور معتاد طور سے نہین کرتے اونکا یہ طریق درست ہے

جاننا چاہیے کہ جس شخص کے دلمین کچھ تہوڑی سی چیزین بطریق الہام یا کہ خبر دلمین پڑنیکی منکشف ہوجاوے تو وہ بہت صحت طریق سے عارف کہلاویگا اور جسکو یہ بات کبھی نہ معلوم ہو تو اوسکو بھی اعتبار کرنا چاہیے کیونکہ درجہ معرفت آدمی کے اندر امر جبلی ہے اور اسکے لیے دلائل شرعی اور تجربہ اور حکایات موجود ہین دلائل یہ ہین اللہ تعالے فرماتا ہے وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا یعنی جو کوشش

طور قلب سے بسبب دوام عبادت کے بے تعلم بطریق کشف و الہام کے ہوتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ عَمِلَ بِمَا عَلِمَ وَرَّثَهُ اللّٰهُ عِلْمَ مَا لَمْ يَعْلَمْ وَوَفَّقَهُ فِيمَا يَعْمَلُ حَتّٰى يَسْتَوْجِبَ الْجَنَّةَ وَمَنْ لَمْ يَعْمَلْ بِمَا يَعْلَمُ تَاهَ فِيمَا يَعْلَمُ وَلَمْ يُوَفَّقْ فِيمَا يَعْمَلُ حَتّٰى يَسْتَوْجِبَ النَّارَ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ یعنی اشکالات اور شبہات سے مخرج نصیب ہوتا ہے اور علم و فطانت بدون تعلم اور تجربہ کے عنایت ہوتا ہے اور فرمایا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَكُمْ فُرْقَانًا اسمین فرقان سے مراد نور ہے کہ جس سے حق و باطل میں فرق کرے اور شبہات سے نکل جاوے اور اسی جہت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعاؤں میں اکثر نور اسطرح مانگا کرتے تھے کہ اَللّٰهُمَّ أَعْطِنِي نُورًا وَزِدْنِي نُورًا وَاجْعَلْ لِي فِي قَلْبِي نُورًا وَفِي قَبْرِي نُورًا وَفِي سَمْعِي نُورًا وَفِي بَصَرِي نُورًا یہانتک کہ یون فرماتے میرے بال اور گوشت و پوست اور خون اور ہڈیوں میں نور عنایت فرما اور جب آپ سے اس آیت کی تفسیر میں أَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُورٍ مِنْ رَبِّهِ شرح صدر کے معنی پوچھے گئے تو ارشاد فرمایا کہ اس سے غرض فراخی ہے یعنی نور جب دلمین ڈالا جاتا ہے تو اوسکے لیے سینہ کھل جاتا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے لیے دعا مانگی اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّينِ وَعَلِّمْهُ التَّأْوِيلَ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے کہ ہمکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی بات خفیہ نہیں تبلا دی ہے مگر اللہ تعالےٰ اپنے کسی بندہ کو کتاب اللہ کی سمجھہ مرحمت کر دیتا ہے اور یہ بات تعلم سے نہیں آتی اور اس آیت میں يُؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَشَاءُ بعضون نے حکمت کی تفسیر فہم کتاب اللہ کی ہے اور اس آیت مین فَفَهَّمْنَاهَا سُلَيْمَانَ جو بات حضرت سلیمان عم پر بواسطہ کشف ظاہر ہوئی تھی اوسکو فہم سے تعبیر فرمایا اور حضرت ابو درداء رض فرماتے تھے کہ مومن وہ ہے جسکو اللہ کی نور سے پردہ کے پیچھے کی چیز نظر آوے اور قسم کھا کر ارشاد فرماتے کہ یہ بات ٹھیک ہے کہ اللہ تعالیٰ امر حق کو مومن کے دلوں میں ڈالدیتا ہے اور اونکی زبانوں پر جاری کر دیتا ہے اور بعض سلف کا قول ہے کہ مومن کا غلبہ گمان کہانت ہے اور حدیث شریف میں وارد ہے اِتَّقُوا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَإِنَّهُ يَنْظُرُ بِنُورِ اللّٰهِ تَعَالٰى اور اوسیکی طرف اشارہ ہے اس آیت مین إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَاتٍ لِلْمُتَوَسِّمِينَ اور اسمین قَدْ بَيَّنَّا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ اور حضرت امام حسن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یون روایت فرماتے ہین کہ آپ نے فرمایا اَلْعِلْمُ عِلْمَانِ فَعِلْمٌ بَاطِنٌ فِي الْقَلْبِ فَذٰلِكَ هُوَ الْعِلْمُ النَّافِعُ اور بعض علماء سے علم باطن کے معنی پوچھے گئے تو انہون نے فرمایا کہ وہ ایک بھید ہے اللہ کے اسرار مین سے کہ اپنے دوستون کے دلوں میں ڈالدیتا ہے اور کسی فرشتہ خواہ آدمی کو اوس پر آگاہ نہیں فرماتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا إِنَّ مِنْ أُمَّتِي مُحَدَّثِينَ وَمُعَلَّمِينَ وَمُكَلَّمِينَ

وان من نبیہم اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے وَمَا اَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ کے
بعد ولا محدث بھی پڑھا ہے اور محدث کی معنی صدیقین فرمائی ہین غرضکہ محدث اوسکو کہتے ہین
جسپر الہام ہوا اور الہام والا وہ شخص ہے کہ جسپر باطن قلب سے انکشاف اشیا ہو محسوسات خارجی کی
حاجت نہو اور قرآن شریف مین یہ امر صریح ہے کہ تقوی مفتاح ہدایت او کشف ہے اور اسکا نام علم لدنی
مشہور ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَّقُوْنَ اور
هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ہدایت مین اہل تقوی کے تخصیص فرمایا ہے اور ابو یزید
وغیرہ رض فرماتے تھے کہ عالم اوس شخص کا نام نہین ہے کہ کتاب مین سے کچھ یاد کرلے اور جب اوسکو بھول
جاوے تو جاہل ہوجاوے بلکہ عالم اوسکو کہتے ہین کہ علم اشیا پروردگار کے پاس سے جسوقت چاہے
بدون درس و حفظ حاصل کرے اور علم ربانی اسیکو کہتے ہین اور اسی کیطرف اشارہ ہے اس آیت مین
وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ورنہ ہر ایک علم اوسیکی طرف سے ہے فرق یہ ہے کہ بعض علوم بواسطہ تعلیم خلق
ہوتے ہین اونکا نام علم لدنی نہین بلکہ علم لدنی وہ ہے کہ جو قلب مین بدون کسی سبب خارجی معتاد کے
حاصل ہو یہ دلائل نقلی ہین اور اگر سب آیات و احادیث جو اس باب مین وارد ہین لکھے جاوین تو بیشمار
ہو جاوین تجربہ سے جو مشاہدہ ان امور کا ہوا ہے وہ بیان ہوتا ہے اور وہ بھی بے نہایت ہے اور صحابہ و تابعین
اور بعد کے لوگونکو سب کو ہوا ہے جیسا کہ روایت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رض نے حضرت عایشہ رض سے
اپنی موت کے وقت فرمایا کہ تیرے دو بھائی اور دو بہنین ہین حالانکہ حضرت کی زوجہ اوسوقت
حاملہ تھین اور بعد کو بیٹی پیدا ہوئی تو پیدا ہونے سے پہلے ہی معلوم کرلیا کہ لڑکی ہوگی اور حضرت عمر رض
نے عین خطبہ کے درمیان مین ارشاد فرمایا کہ يَا سَارِيَةُ الْجَبَلَ الْجَبَلَ یعنی جب آپکو کشف سے معلوم ہوا
کہ دشمن لشکر اسلام پر چڑھ آیا تو آپنے لشکر اسلام کو للکارا کہ پہاڑ کیطرف ہو جاؤ پھر اس آواز کا اوس
لشکر مین پہونچ جانا نہایت بڑی کرامت ہے اور انس بن مالک رض سے روایت ہے کہ مین ایک روز حضرت عثمان
کی خدمت مین جاتا تھا راستے مین مجھکو ایک عورت ملی مینے اوسکو دیکھا اور اسکے حسن کو اچھی طرح معاینہ کیا جب
مین خدمت مین حاضر ہوا تو حضرت عثمان رض نے مجھکو ارشاد فرمایا کہ تم مین سے بعض آدمی میرے پاس ایسے
آتے ہین جنکی آنکھونمین زنا کا اثر ہوتا ہے کیا تجھکو یہ معلوم نہین کہ آنکھون کا زنا بری طرح سے دیکھنا ہے یا توبہ کر
ورنہ تجھکو سزا دونگا مینے پوچھا کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی وحی ہوتی ہے آپ نے فرمایا کہ نہین لیکن
بصیرت اور فراست صادقہ ہے اور ابو سعید خراز سے نقل ہے کہ ایکبار مین حرم شریف مین گیا اور ایک فقیر کو
دیکھا کہ دو خرقہ پہنے ہوئے ہے دلمین کہا کہ اس قسم کے لوگ آدمیون پر بھاری ہوتے ہین اوسنے مجھکو پکارا اور کہا

اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ فَاحْذَرُوْهُ تو مینے اپنے دلمین استغفار کیا پہر اوس شخص نے مجکو پکار کر کہا اَلَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِہٖ
اور یہ کہکر میری نظروں سے غائب ہوگیا اور زکریا ابن داود سے روایت ہے کہ ابو العباس ابن مسروق رح
ابی الفضل ہاشمی کی عیادت کو گئے اور یہ مریض عیال والے تہے اور بسر اوقات کا سامان ظاہری کچھ
نہ تہا تو جب ابو العباس اوٹہنے لگے دلمین کہا کہ الٰہی یہ شخص کہانسے کہاتا ہوگا اوسیوقت ابو الفضل
نے آواز دی کہ خبردار اس نکمی بات کا کبہی دہیان نکر خدا تعالےٰ کے الطاف پوشیدہ بہت ہین محمد
نقیب سے روایت ہے کہ ایک روز مین حضرت شبلی رح کی خدمت مین گیا تو آپ نے فرمایا کہ ای احمد خدا تعالیٰ نے
ہم سبکو پہچان کے لیے واعظ بنایا ہے مین نے پوچہا کہ حضرت کیا حال ہے آپ نے فرمایا کہ مین اسوقت
بیٹہا ہوا تہا میرے دلمین یہ بات گذری کہ تو بخیل ہے احمد کہتے ہین کہ مینے عرض کیا کہ حضرت مین تو
بخیل نہین ہون پہر آپ نے تامل کر کے فرمایا کہ بیشک تو بخیل ہے پہر مینے دلمین قصد کیا کہ جو کچہہ آج مجکو
ملے گا اوسکو جو فقیر مجکو اول ملے گا اوسے دیدونگا مین اسی فکر مین تہا کہ ایک شخص میرے پاس پچاس
اشرفیاں لیکر آیا اور کہا کہ اسکو اپنے مصارف مین خرچ کرین اونکو لیکر ایفاء وعدہ کے لیے اوٹہا دیکہا
تو ایک اندہا فقیر نائی سے سر منڈاتا ہی مین اوسکے سامنے جا کر اشرفیاں اوسکو دینے لگا اوسنے جواب دیا
کہ اس نائی کو دیدے مین نے کہا کہ پچاس ہین اوسنے جواب دیا کہ تجہہ سے کچہہ نہین ہو سکتا ہی کہ تو بخیل ہے
نائی کو دیدے جب نائی کو دینے لگا تو اوسنے کہا کہ جب سے یہ فقیر مجہہ سے سر منڈانے بیٹہا ہی مینے عہد کیا ہی
کہ اجرت نہین لونگا تب مینے اون اشرفیونکو دریا مین پہینک دیا اور یہ کہا کہ جو کوئی تمہاری عزت کرتا ہی اوسکو
خدا ذلیل کرتا ہے اور حمزہ بن عبد اللہ سے روایت ہی کہ مین ایک دفعہ حضرت ابو الخیر رح کے گہر گیا اور مین
عہد کیا کہ اونکے گہر کچہہ کہانا نہ کہاؤنگا جب مین گہر سے نکلا تو دیکہا کہ وہ میرے پاس ایک کہانیکا طبق
لیے آتے ہین اور فرمایا کہ لو اب کہاؤ یہان تو میرا گہر نہین ہے اور ان صاحب کی اور کرامتین بہی
مشہور ہین چنانچہ ابراہیم رقی سے روایت ہی کہ مین ایک دفعہ اونکی زیارت کو گیا مغرب کی نماز
اونہون نے پڑہائی تو الحمد بہی اچہی طرح نہ پڑہ سکے مینے اپنے دلمین سوچا کہ ناحق مین انکے پاس آیا
جب نماز ہو چکی تو مین استنجے کو باہر گیا ایک شیر نے مجکو ستایا تب مینے حضرت ابو الخیر کی خدمت مین
آکر حال بیان کیا آپ نے وہین سے شیر کو للکارا کہ کیون ہمنے کہہ نہین دیا کہ ہمارے مہمانون سے مزاحمت
نکیا کر یہ سنتے ہی شیر علحدہ ہو گیا مین طہارت کی بعد جب پہرا تو مجہسے ارشاد فرمایا کہ تم نے اپنے ظاہر کو
سیدہا کیا ہے اسی جہت سے شیر سے ڈر گئے اور ہمنے اپنے باطن کو سیدہا کیا ہی اسلیئے شیر ہمسے ڈرتا ہی غرض بہت سی
بڑی انتہا حکایتین ہین جنمین مشائخ کی فراست اور لوگونکے دلونکا حال معلوم کرنا اور اونکے اعتقاد کو بتلا دینا

یا پایا ہی بلکہ مشائخ نے جو حضرت خضر سے ملاقات کی ہی اور اونسے سوال کیے ہین یا ہاتف کی آوازین سنی ہین یا کوئی
اقسام کی کرامات ابتقدر ہین کہ اونکا حصر بھی نہین ہوسکتا ہان منکر کے لیے صرف حکایات کافی نہین جب تک
اوسکو اونکے نفس سے اسکا مشاہدہ نہو جاوے اور جو شخص خود اس کیفیت کا منکر ہوگا وہ سب تفصیل کا منکر ہوگا
لیکن یہ دلیل قاطع کہ جسکا کوئی انکار نکرے دو باتین ہین اول تو عجیب و غریب سچے خواب ہین کہ اونسے غیب کا حال
کھلتا ہی کیونکہ جب تمکو یہ اگر خواب مین احوال غیب منکشف ہو جاوے تو بیداری مین ہو جانا محال نہین اسواسطے
کہ فرق دونون حالتون مین صرف یہی ہی کہ خواب مین حواس ساکن ہوتے ہین اور محسوسات ظاہری کیطرف مشغول
نہین ہوتے دوسرے یہ بات اکثر بیداری مین بھی واقع ہو جاتی ہی کہ آدمی اگر کسی بات کو خوب غور کر رہا ہو تو وہ نہ کچھ
نہ آواز سنتا ہے نہ کوئی چیز دیکھتا ہے اپنے دھیان مین لگا رہتا ہی دوسرے خبر دینا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا غیب کے
احوال سے اور امور آیندہ سے جیسا کہ قرآن و حدیث سے ثابت ہی اور جب یہ بات نبی سے ثابت ہوئی تو غیر نبی سے بھی
ہوسکے کیونکہ نبی اوسی شخص کو کہتے ہین جسکو حقائق امور مکاشفہ سے معلوم ہون اور اصلاح خلق مین مشغول ہو
تو ممکن ہے کہ کوئی اور شخص اسطرح کا ہو جسکو حقائق امور مکاشفہ سے معلوم ہو جاوین مگر اصلاح خلق اوسکا کام نہو
تو ایسے شخص کو نبی تو نہ کہینگے بلکہ ولی کہینگے اب جو آدمی انبیا کو مانیگا اور سچے خواب کی تصدیق کریگا اوسکو بالضرور
اقرار کرنا پڑیگا کہ قلب کے دو دروازہ ہین ایک خارج یعنی حواس کیطرف اور دوسرا عالم ملکوت کیطرف جسکو دروازہ
الہام اور وحی کہتے ہین جب ان دونون دروازونکا اقرار کریگا تو یہہ نہین کہہ سکتا کہ علوم انحصار صرف تعلم اور راہ
معتاد ہی پر منحصر ہی بلکہ یہہ بھی ہوسکتا ہی کہ ذریعہ علم کا صرف مجاہدہ ہو اس بیان سے حقیقت آمد و شد قلب کی درمیان
عالم ظاہری اور عالم ملکوت کی صاف ظاہر ہی لیکن یہ بات کہ خواب مین انکشاف امر کیون ہوتا ہے اور انبیا اور اولیا
کے لیے فرشتے صور مختلفہ مین کیون معلوم ہوتے ہین یہ بھی اسرار عجائب قلب مین سے ہے اور اوسکا بیان
علم مکاشفہ کے لائق ہے اسی لیے ہم اسقدر پر اکتفا کرتے ہین کیونکہ ترغیب مجاہدہ اور راہ اوس سے احوال
کے معلوم کرنیکے لیے اتنا ہی بہت ہی بعض مکاشفین سے منقول ہے کہ انہون نے فرمایا کہ مجھکو کراماً کاتبین
نے ظاہر ہو کر یہ کہا کہ تم اپنا ذکر خفی اور مشاہدہ توحید کچھ لکھدو کیونکہ ہم تمہارا کوئی عمل نہین لکھتے اور اس
بات کی آرزو مند ہین کہ جس عمل سے تم تقرب الی اللہ کرتے ہو اوسکو لیکر آسمان کو جاوین مینے پوچھا
کیا تم میرے فرائض نہین لکھتے اونہون نے کہا کہ فرائض تو لکھتے ہین مینے جواب دیا کہ لکھنے کو بس اسیقدر
کفایت ہی اس سے معلوم ہوا کہ کراماً کاتبین کو بھی اسرار قلب پر اطلاع نہین ہوتی وہ بھی اعمال
ظاہری پر مطلع ہوتے ہین اور بعض عارفین سے منقول ہی کہ مینے ایک ابدال سے مسئلہ مشاہدہ
یقین پوچھا تو وہ اپنی بائین طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے کہ کیون بھائی کیا کہتا ہی پھر داہنی طرف

متوجہ ہو کر بھی کہا نہ سینہ کی بات اور نہ جھنکر ہی کہا لسنکے بعد نہ عجیب و غریب جواب پاکر ہمنے ویسا کبھی نہیں سنا تہا پہر مین نے اوسکے متوجہ ہونیکا حال پوچھا تو انہون فرمایا کہ مجکو جواب تمہارے سوال کا معلوم نہ تہا تو مین نے بائین طرف کے فرشتہ سے پوچھا اوسنے کہا کہ مجکو معلوم نہیں پہر مینے دہنے فرشتہ سے پوچھا کہ وہ زیادہ جانتا ہے اوسنے بہی لاعلمی کا بیان کی تب مینے اپنے دل کی طرف دیکھا اور اوس سے دریافت کیا تو اوسنے وہ جواب دیا جو مینے تم سے ذکر کیا تو معلوم ہوا کہ وہ اون دونون سے زیادہ جانتا ہے پس یہ صاحب گویا مصداق اس حدیث کے ہے اِنَّ فِي اُمَّتِي مُحَدَّثِيْنَ وَاِنَّ عُمَرَ مِنْهُمْ اور ایک حدیث قدسی مین ہے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے اَيُّمَا عَبْدٍ اِطَّلَعْتُ عَلٰى قَلْبِهٖ فَرَاَيْتُ الْغَالِبَ عَلَيْهِ التَّمَسُّكَ بِذِكْرِيْ تَوَلَّيْتُ سِيَاسَتَهٗ وَكُنْتُ جَلِيْسَهٗ وَمُحَادِثَهٗ وَاَنِيْسَهٗ اور ابو سلیمان دارانی فرماتے ہین کہ قلب بمنزلہ ایک برج کے ہے جسکے چارون طرف دروازے بند ہین اونمین سے جو دروازہ اوسکے لیے کہلجاوے وہ اوسمین کام کرتا ہے غرضکہ اس بیانسے ظاہر ہوا کہ قلب کے دروازونمین سے ملکوت کی جانب بہی ایک دروازہ ہے اور وہ مجاہدہ اور ورع اور انقطاع شہوات دنیاوی سے کہلتا ہے اور اسی جہت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر کے رئیسونکو ارقام فرمایا تہا کہ مطیع لوگ تم سے کچہہ کہین اوسکو یاد رکہا کرو کیونکہ اونپر امور صادقہ منکشف ہوتی ہین اور بعض علمانے یہ فرمایا ہے کہ حکما کے منہ پر اللہ کا ہاتہہ ہے وہی بات اونکے منہ سے نکلتی ہے جو اللہ تعالےٰ اونکے لیے امر حق تیار کر دیتا ہے اور ایک بزرگ فرماتے ہین کہ اللہ تعالےٰ خاشعین کو اپنے بعض اسرار پر مطلع فرما دیتا ہے۔

گیارہوان بیان شیطان کے مسلط ہونیکا دل پر وسواس کی جہت سے اور معنی وسوسہ کی اور اوسکے غلبہ کا سبب

یہ مثال پہلے بیان ہو چکی ہے کہ قلب مثل ایک برج کے ہے جسکے گرد بہت سے دروازے ہون اور اون میں دروازونسے اوسپر احوال کی آمد و شد ہوتی ہے یا قلب کو مثل تودہ کے سمجہنا چاہیے جسپر چار طرف سے نشانے لگتے ہون یا مثال آئینہ کے جاننا چاہیے جسپر مختلف صورتین گذرتی رہتی ہین اور ایک کا عکس بعد دوسرے کے پڑا رہتا ہے یا ایک حوض ہے جسمین مختلف نالیونسے پانی آتا ہے بہر صورت قلب مین ہر وقت ان نئے نئے آثار کا ظہور یا تو حواس خمسہ ظاہری کی جہت سے ہوتا ہے یا باطن کی جہت سے اس صورتمین خیال اور شہوت اور غضب اور اخلاق مرکبہ انسان کے مزاج مین داخل ہین مثلاً اگر کسی چیز کو حواس سے معلوم کریگا تو اوس سے دلمین ایک اثر پیدا ہوگا اسیطرح کثرت غذا وغیرہ طبیعت کے باعث اگر ہیجان شہوت کا ہو تو اس سے بہی دل پر ایک اثر ہوگا اور اگر حواس کو روک دیوے تو نفس مین جو خیالات باقی رہتے ہین اونکی طرف

خیال بنیگا اور جسطرح خیال ایک شی سے دوسری کیطرف بدلتا جاویگا اسیطرح دل بھی ایک
حال سے دوسری کیطرف بدلتا جاویگا غرض کہ دل کی تغیر اور تاثیر ہمیشہ انہین اسباب سے ہوتی ہے
اور جو آثار غالب ہوکر دلمین آتے ہین اونکو خواطر کہتے ہین یعنی فکر اور ذکر اور فکر اور ذکر سے یہ مراد ہے کہ جو علوم
قلب ادراک کرتا ہے خواہ وہ نئی ہون یا پہلی بات تو تھا ذکر ہو اسی کا نام خواطر ہے کیونکہ یہ چیزین دلمین
آتی ہین حالانکہ پہلے سے دل کو انسے غفلت تھی اور ارادونکی محرک بھی خواطر ہوتے ہین اس لیے
جس چیز پر آدمی نیت اور عزم اور ارادہ کرتا ہے پہلے وہ چیز دلمین گذرتی ہے خلاصہ یہ ہے کہ آدمی کے افعال
مبدا خواطر ہین پھر خواطر سے رغبت متحرک ہوتی ہے اور رغبت سے عزم اور نیت کو حرکت ہوتی ہے
نیت اعضا کو حرکت دیتی ہے لیکن جن خواطر سے رغبت متحرک ہوتی ہے اوسکی دو قسمین ہین ایک خاطر شر
انجام کو مضر ہو اور ایک خاطر خیر جس سے آخرت مین نفع ہو اور چونکہ یہ دونون بالکل مختلف ہین اسلیے
انکے نام بھی جدا جدا رکھے گئے ہین خاطر خیر کو تو الہام کہتے ہین اور خاطر شر کو وسواس بولتے ہین
اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ خاطر جو دلمین حادث ہوتی ہے کوئی اسکا بانی بھی چاہیے جسکے سبب
یہ دلمین حادث ہوتی ہین اور ازانجا کہ مسبب مختلف ہین انکے اسباب بھی مختلف ہی ہونگے اور خدا تعالے
کی عادت بھی اسیطرح جاری ہے کہ جیسا مسبب ہوتا ہے ویسا ہی اوسکا سبب ہوتا ہے مثلاً اگر گھر
مین آگ جلاوین اور دیوارین اوسکی روشنی سے روشن ہو جاوین اور دھوین سے چھت کالی
پڑ جاوے تو صاف معلوم ہوگا کہ سیاہی کا سبب آگ کی روشنی نہین ہے اسیطرح دل کی روشنی
اور سیاہی کے بھی سبب جدا جدا ہین یعنی خاطر خیر کا سبب فرشتہ ہے اور خاطر شر کا سبب شیطان اور دل کی
نرمی جس سے کہ الہام خیر کے قبول کے لیے تیار ہوتا ہے توفیق کہلاتی ہے اور اگر اوس سے وسواس
شیطانی کو پذیرا کرے تو اوسکو خذلان بولتے ہین کیونکہ معانی کے اختلاف سے الفاظ مین بھی اختلاف
ہونا چاہیے اور فرشتہ سے وہ مخلوق مراد ہے کہ جسکو خدا تعالے نے افاضہ خیر اور افادہ علم اور کشف
حق اور وعدہ خیر اور امر بالمعروف کے لیے پیدا کیا ہے اور وہ اسی کام کے لیے مسخر ہے اور شیطان وہ مخلوق
ہے کہ جسکا کام اسکے خلاف ہو یعنی وعدہ شر اور امر بالفحشاء اور خیرات کرنیکے وقت مفلسی کا خوف
دلانا وغیرہ اس سے معلوم ہوا کہ وسوسہ کے مقابل الہام ہے اور شیطان کے مقابل فرشتہ اور خذلان
کے مقابل توفیق اور اسی کیطرف اشارہ ہے اس آیت مین وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ
یعنی موجودات تمام متقابل اور جفت ہین سوائے ذات خدا پاک کے کہ اوسکا نہ کوئی جفت ہے
نہ مقابل بلکہ وحدہ لا شریک خالق تمام جفت چیزون کا ہے غرضکہ قلب انسانی شیطان اور فرشتہ کی

اینچا تانی مین رہتا ہی چنانچہ حدیث شریف مین جو ارشاد ہوا ہے فی القلب لمتان لمۃ من الملک ایعاد بالخیر وتصدیق بالحق
فمن وجد ذلک فلیعلم انہ من اللہ سبحانہ ولیحمد اللہ ولمۃ من العدو ایعاد بالشر وتکذیب بالحق ونہی
عن الخیر فمن وجد ذلک فلیستعذ باللہ من الشیطان الرجیم پہر آپ نے یہ آیت پڑہی الشیطان یعدکم
الفقر ویامرکم بالفحشاء آخر تک اور حسن بصریؒ کا قول ہے کہ دو قصد دل کے گرد پہرتے ہیں ایک
اللہ کیطرف سے اور ایک دشمن کیطرف سے پس اللہ رحم کرے اوس بندہ پر جو قصد کے نکلنے کے وقت توقف کیا کرے
اگر اللہ کیطرف سے معلوم ہوا کرے تو اوسکو جاری کرے اور اگر دشمن کیطرف سے جانے تو اوس سے لڑے اور قلب
کی اسی اینچا تانی کیطرف اشارہ ہی اس حدیث مین قلب المؤمن بین اصبعین من اصابع الرحمن کیونکہ
خدا تعالے اس بات سے بری ہے کہ اوسکی کوئی اونگلی مرکب گوشت و پوست و خون و ہڈی وغیرہ سے
ہو بلکہ مراد یہ ہے کہ جیسا آدمی جلد جلد انگلیوں سے کام کرتا ہے اور دوسرے کی سرعت کہ تحریک انگلیوں سے
ہتلایا کرتا ہے اسیطرح اللہ تعالی فرشتہ او شیطان سے کام لیتا ہے اور یہ دونون دل کے بدلنے مین
مثل آدمی کے انگلیون کے ہین اجسام کے بدلنے مین اور باعتبار اصل پیدایش کے دلمین لیاقت قبول کرنے
آثار ملکی او شیطانی کے دونون کے مساوی ہے کسی کو ترجیح ایک دوسرے پر نہین ہان اتباع شہوات
اور اونکی مخالفت سے ایک جانب کو دوسرے پر ترجیح ہو جاتی ہے یعنے اگر انسان غضب اور شہوت کے
مقتضا کے موافق کام کریگا تو شیطان بواسطہ خواہش نفسانی غالب ہو جاویگا اور اس صورت مین
قلب شیطان کا ملجا اور ماوا ہوگا کیونکہ خواہش نفسانی اوسکی چراگاہ اور سیرگاہ ہی اور اگر شہوات کو مغلوب
کرکے فرشتون کے اخلاق اختیار کریگا تو اس صورت مین دل فرشتونکی منزل اور مستقر ہو جاویگا اور چونکہ
قلب مین صفات بشریہ یعنی شہوت و غضب و حرص و طمع و طول امل وغیرہ جو خواہش نفسانی کی
فرع ہین سب موجود ہین تو بالضرور ہر ایک قلب مین شیطان کو بھی وسوسہ کرنیکی مجال ہے اسی
جہت سے حدیث شریف مین آیا ہے کہ ما منکم من احد الا ولہ شیطان قالوا وانت یا رسول اللہ قال وانا
الا ان اللہ اعاننی علیہ فاسلم فلا یامر الا بخیر اور شیطان کا خیر کے لیے امر کرنا صرف شہوت ہی کے
ذریعہ سے تصرف کرتا ہے پس جس کسی پر خدا تعالے نے عنایت کی اور اوسکی شہوت کو اوسکا ایسا
مطیع کردیا کہ حد مناسب کے سوا اوسکا ظہور نہ ہونے پاوے تو اس صورت مین اوسکی شہوت اوس شخص کو شر
کیطرف داعی نہین ہوتی پس شیطان بھی کہ شہوت ہی کا چولا پہنے ہوئے ہی اوسکو امر خیر کے سوا کچھ نہیں
کہتا اور جب دل پر ذکر دنیا خواہش نفسانی کے سبب غالب ہو جاتا ہے تو شیطان کو مجال وسوسہ کی
ملتی ہے اور اپنے کام مین مصروف ہوتا ہی اور جب قلب ذکر اللہ کیطرف رجوع کرتا ہے تو شیطان کو موقع

نہین ملتا ہے اور چلدیتا ہے اسوقت فرشتہ اپنی مداخلت کرتا ہے غرض شیاطین اور فرشتونکے دونون لشکرون مین ہمیشہ یہی کشمکش دلپر رہتی ہے یہانتک کہ قلب ایک کا ایمن سے منقاد ہوجاتا ہے اور یہ اوسیکا مستقر اور مکان بنجاتا ہے دوسرے کا گذر اوسمین اگر ہوتا بھی ہے تو جہینا جھپٹی کے طور پر ہوتا ہے لیکن اکثر دلونکا یہ حال ہے کہ لشکر شیاطین نے اونکو مفتوح اور مسخر کر لیا ہے اور اونکا مالک بن بیٹھا ہے تو ایسے دل وسوسون سے پر ہین اور انہون نے دنیا کو آخرت پر ترجیح دیکہا ہی اور اس لشکر کے غالب ہونیکا سبب شہوات اور ہوائے نفسانی کا اتباع ہے اب جب تک کہ شیطان کا زور کم نہوگا اونکا مسخر ہونا ممکن نہین اور اوسکا زور اسطرح کم ہوتا ہے کہ شہوات اور ہوا نفسانی سے دل کو خالی کرے اور اللہ تعالے کے ذکر سے اوسکو پر کرے جسکے سبب فرشتونکا اثر دل پر نزول کرتا ہے جابر بن عبیدہ عدوی فرماتے ہین کہ علاء بن زیاد سے مینے شکایت کی کہ میرے دلمین وسوسہ ہوتا ہے اونہون نے فرمایا کہ اسکی مثال یون سمجہنی چاہیے کہ ایک گہر مین چور گہسے اگر اوسمین کچہ ہوگا تو مار کر لیجاوینگے اور اگر کچہ نہوگا تو چہوڑ جاوینگے غرض اس سے یہ ہی کہ جو دل ہوائے نفسانی سے خالی ہے اوسمین شیطان نہین جاتا اسیواسطے اللہ تعالے نے فرمایا ہے اِنَّ عِبَادِی لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطَانٌ پس جو آدمی اتباع ہوا نفسانی کرے گویا اللہ کا بندہ نہین ہی اوسکو بندہ ہوا کہنا چاہیے چنانچہ دوسری جگہہ ارشاد ہی اَفَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوَاهُ اسمین صاف ارشاد فرمایا کہ متبع ہوا نفسانی بندہ ہوا ہے اوسکو اپنا معبود سمجہتا ہے پس ایسے شخص پر شیطان کو غالب فرما دیتا ہے اور شیطان سے بچاؤ کے لیے بہی احادیث مین ذکر اللہ ہی مذکور ہے مثلاً حضرت عمرو بن العاص سے روایت ہی کہ اونہون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک مین عرض کیا کہ یا رسول اللہ شیطان مجہہ مین اور میری نماز مین حائل ہوتا ہے یعنے نماز و قرأت مین وسوسہ ڈالتا ہے آپ نے ارشاد فرمایا ذٰلِکَ شَیْطَانٌ یُقَالُ لَهٗ خَنْزَبٌ فَاِذَا اَحْسَسْتَهٗ فَتَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنْهُ وَاتْفُلْ عَنْ یَسَارِکَ ثَلٰثًا عمرو بن عاص فرماتے ہین کہ مینے آپکے ارشاد کے بموجب عمل کیا تو وہ بات جاتی رہی اسیطرح دوسری حدیث مین وارد ہی اِنَّ لِلْوُضُوْءِ شَیْطَانًا یُقَالُ لَهُ الْوَلْهَانُ فَاسْتَعِیْذُوْا بِاللّٰهِ مِنْهُ اور خدا کے ذکر ہی سے شیطان کا دفع ہونا ایک عمدہ وجہ سے ہم ثابت کرتے ہین وہ یہ ہی کہ وسوسہ شیطانی دلمین سے جبہی جاویگا جب اوس وسوسہ کی سوا کوئی اور بات دلمین گذرے کیونکہ جب ایک بات کا دلمین گذر ہوتا ہے تو دوسری جو اوس سی اول تہی وہ اوسمین نہین رہتی پس دلکو کسی اور بات کیطرف متوجہ کرنے سے وسوسہ شیطانی رفع ہوسکتا ہے مگر یہ بہی ممکن ہے کہ اس دوسری بات مین بہی وسوسہ کرے لیکن ذکر الٰہی اور اوسکے متعلقات ایک ایسے سر ہین کہ اونکے ہوتے ہوئے شیطان کی مجال نہین ہوتی

کہ دلکو پاس پہنچے اس سے معلوم ہوا کہ وساوس کے دفع کے لیے سوائے ذکر الٰہی اور اوسکے متعلقات
کے کوئی شے مفید نہین اوسی سے دفع شیطان کے لیے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ واقع ہوا ہی اور اوسکے دفع کی قدرت اونہین کو ہی
جو متقی ہین اور اکثر ذکر الٰہی مین مصروف رہتی ہین ایسے لوگونپر شیطان نزلات کیوقت مین خفیہ
گذر کرجاتا ہے جیسا کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ
تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ اور مجاہد رضی اللہ عنہ آیت مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ کی تفسیر مین فرماتے ہین کہ شیطان
دل پر پہیلا ہوا ہے جب قلب ذکر الٰہی کرتا ہے تو وہ دبکتا ہے اور سکڑ جاتا ہی اور جب غافل ہوتا ہی تو پہیلتا ہے
اور ذکر اللہ اور وسوسہ مین ایسا خلاف ہی جیسا روشنی اور اندہیرے مین یا دن اور رات مین ہی اور دونون
ضدیت ہی کی جہت سے خدا تعالےٰ نے فرمایا ہی اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ
اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ الشَّیْطٰنَ وَاضِعٌ خَطْمَہٗ
عَلٰی قَلْبِ ابْنِ اٰدَمَ فَاِنْ هُوَ ذَكَرَ اللّٰهَ تَعَالٰی خَنَسَ وَاِنْ نَسِیَ اللّٰهَ تَعَالٰی الْتَقَمَ قَلْبَهٗ اور ابن وضاح سے مروی ہے
کہ جب آدمی چالیس برس کا ہوجاتا ہی اور توبہ نہین کرتا تو شیطان اوسکے منہ پر ہاتھ پہیرتا ہی اور کہتا ہے
کہ اس صورت کی قربان جائیے کہ فلاح نہین پائیگی غرض کہ شہوات آدمی کے گوشت اور خون مین
گہسے ہوئے ہین تو سلطنت شیطانکی ہی اوسکے خون اور گوشت مین موجود ہی اور قلب کو چہار طرف سے محیط ہے
اسی لیے حدیث شریف مین وارد ہی کہ اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَیَجْرِیْ مِنِ ابْنِ اٰدَمَ مَجْرَی الدَّمِ فَضَیِّقُوْا مَجَارِیَهٗ
بِالْجُوْعِ اور یہ اس لیے فرمایا کہ بہوک کے باعث شہوات کمزور ہوتے ہین اور شیطان کی دخل کی راہ شہوات
ہی ہین اور قلب کا چار طرف سے شہوات مین گہرا رہنا اس آیت سے ثابت ہی لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ
الْمُسْتَقِیْمَ ثُمَّ لَاٰتِیَنَّهُمْ مِّنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَیْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ الآیۃ نیز اس حدیث شریف سے
کہ اِنَّ الشَّیْطٰنَ قَعَدَ لِابْنِ اٰدَمَ بِطُرُقٍ فَقَعَدَ لَهٗ بِطَرِیْقِ الْاِسْلَامِ فَقَالَ اَتُسْلِمُ وَتَتْرُكُ دِیْنَكَ وَدِیْنَ اٰبَآئِكَ
فَعَصَاهُ وَاَسْلَمَ ثُمَّ قَعَدَ لَهٗ بِطَرِیْقِ الْهِجْرَةِ فَقَالَ اَتُهَاجِرُ وَتَدَعُ اَرْضَكَ وَسَمَآءَكَ فَعَصَاهُ وَهَاجَرَ ثُمَّ قَعَدَ لَهٗ بِطَرِیْقِ
الْجِهَادِ فَقَالَ الْجِهَادُ هُوَ تَلَفُ النَّفْسِ وَالْمَالِ فَتُقَاتِلُ فَتُقْتَلُ فَتُنْكَحُ نِسَآؤُكَ وَیُقْسَمُ مَالُكَ فَعَصَاهُ وَجَاهَدَ
پہر آپنے یہ فرمایا کہ جو شخص ایسا کریگا خدا تعالےٰ بالضرور اوسکو داخل جنت کریگا پہر آپنے ذکر وسوسہ کا فرمایا کہ وہ
اسیطرح کی خواطر ہین جیسے مجاہد کے دلمین گذرین کہ اگر مارا جاونگا تو میری منکوحہ غیر سے منسوب ہوجاویگی
اور اسیطرح کی اور وساوس جو اوسکو جہاد سے مانع ہون اور یہ خواطر سب کو معلوم ہین تو وسواس بہی
معلوم ہے اور یہ بہی معلوم ہوچکا کہ سبب ان خواطر کا شیطان ہوتا ہے اور آدمی کا اوس سے جدا ہونا

تصور نہین اسلیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے جسکا ترجمہ آگے مذکور ہے اور اسی جہت سے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مامنکم من احد الا ولہ شیطان اس سارے بیان سے معنی وسوسہ
اور الہام اور فرشتہ اور شیطان اور توفیق اور خذلان کے معلوم ہوگئے اب اگر کوئی یہ دریافت کیا جاے
کہ شیطان کیا چیز ہے وہ جسم لطیف ہے یا نہین اور اگر جسم ہے تو انسان کے بدن مین کیسے گھستا ہے تو ان
باتون کا ذکر علم معاملہ مین ضروری نہین بلکہ جو کوئی ایسی باتین پوچھے اوسکی مثال ایسی ہے جیسے
کسی کے کپڑون مین سانپ گھس جاوے تو وہ اس بات کی تو فکر نہ کرے کہ کسطرح نکل جاوے اور اسکے
آسیب سے حفاظت ہو جاے بلکہ یون پوچھنے لگے کہ سانپ کا رنگ اور شکل کیسی ہے اور اوسکا طول و عرض
کیا ہے تو ایسا سوال جہالت محض ہے پس جب یہ معلوم ہو گیا کہ آدمی کے دلمین ایسے خواطر گذرتے ہین
جو باعث شر کے ہوا کرتے ہین اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ اون خواطر کا کوئی سبب ہوا کرتا ہے اور یہ امر بھی
یقینی ہے کہ جو چیز آیندہ کو شر کیطرف داعی ہو وہ دشمن جانی ہے تو ان باتون سے دشمن کا وجود تو یقینًا
معلوم ہوا اب اس باب مین کوشش کرنی چاہیے کہ یہ دشمن ضرر نہ پہونچا سکے اللہ تعالی نے اوسکی
عداوت کا اپنی کتاب پاک مین اکثر جا اسی لیے ارشاد فرمایا کہ لوگ اوس پر ایمان لاوین اور اوسکی ضرر سے
بچین ایک جگہ فرمایا اِنَّ الشَّیْطَانَ لَکُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْہُ عَدُوًّا اِنَّمَا یَدْعُوْ حِزْبَہٗ لِیَکُوْنُوْا مِنْ اَصْحَابِ السَّعِیْرِ
اور دوسری جگہ ارشاد ہوا اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَیْکُمْ یَا بَنِیْ آدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّیْطَانَ اِنَّہٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ
پس آدمی کو واجب ہے کہ اس دشمن سے اپنے آپکو بچاوے یہ نہ پوچھے کہ اسکی اصل و نسب و مسکن کیا ہے بلکہ یہ
پوچھنے کے قابل یہ امر ہے کہ اوسکے ہتیار کیا کیا ہین تاکہ اونسے اپنے آپکو دور رکھے اور یہ اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ
شیطان کے ہتیار شہوات اور ہوا ے نفسانی ہین پس اسقدر علما کے لیے جاننا کافی ہے لیکن پہچاننا
اوسکی ذات کا اور فرشتون کی حقیقت کا پس یہ امر متعلق عارفین سے ہے جو علوم مکاشفات مین مستغرق
رہتے ہین اسکے دریافت کی حاجت علم معاملہ مین نہین پڑتی یہان یہ بات جاننے کے قابل ہے کہ خواطر
تین قسم پر ہین اول تو وہ کہ قطعًا داعی الی الخیر ہون تو اونکے الہام ہونے مین کچھ شک نہین دوسرے
وہ کہ یقینًا داعی الی الشر ہون اونکے وسوسہ ہونے مین کچھ کلام نہین تیسرے وہ کہ بین بین ہون اور معلوم نہو
کہ یہ خاطر فرشتہ کی طرف سے ہے یا شیطان کیطرف سے تو اسمین تردد ہوا کرتا ہے اور تمیز اسکی بہت دقیق ہے
کیونکہ بعض لوگ جو نیک ہوتے ہین شیطان اونکو صریح شر کی طرف تو بلا نہین سکتا بلکہ شر کو خیر
کیصورت مین لاکر اونکے سامنے کرتا ہے اور یہ بڑا فریب ہے اس سے اکثر لوگ ہلاک ہو جاتے ہین مثلًا
عالم سے بطریق وعظ کہتا ہے کہ خلق کا حال دیکھو کہ جہل مین گرفتار اور غفلت مین سرشار دوزخ کے

کناے پرہین ان اللہ کے بندون پر رحم کرکے ہلاکی سے بچانا چاہیے اور وعظ و نصیحت انکو سنانا چاہیے
خداتعالےٰ نے جسکو نعمت علم اور دل روشن اور تقریر دلکش اور لحن خوش سے بہرہ مند فرمایا ہی تو اللہ کی
نعمت کی ناشکری کسطرح کریگا اور علم کی اشاعت سے رک کر مورد عنایت خداوندی کیونکر ہوگا لوگونکو
راہ رست کیطرف بلانا چاہیے اسطرح کی تقریرین اوسکے نفس سے ہمیشہ کرتا رہتا ہے یہانتک کہ اوسکو
وعظ گوئی پر بلطائف الحیل آمادہ کردیتا ہے پہر اسکے بعد یون دلمین ڈالتا ہے کہ اگر عمدہ لباس پہنکر
اچہے لہجہ سے تقریر اور اظہار خیر نہ کروگے تو تمہاری بات دل پر اثر نہ کریگی اور نہ کسیکو راہ رست ملیگی اور یہ جی
تقریرین ملزم کرتا رہتا ہی اور اوسکی غرض ان باتوں سے یہ ہوتی ہے کہ عالم مذکور کو ریا مین ڈالے کہ اسکے تو
اپنی تعظیم اور کثرت خدام کا اور تکبر اپنے علم اور جاہ کا اور حقارت کی آنکہہ سے اور نکو دیکھنے کا ہوجاوے تو وہ
کہ ظاہر مین تو کیسی خیرخواہی کی باتین پیش کرتا ہے مگر واقع مین ایک غریب بیچارہ کی ہلاک کا فکر ہے
اسکی چکنی باتوں سے سنیوالا یہی جانتا ہے کہ یہ خیرخواہی کرتا ہے اور اللہ کے نزدیک ہمارا برا مرتبہ ہوگا
حالانکہ اوسکی غرض یہی ہوتی ہے کہ ریا اور عجب مین پڑکر تباہ ہوجاوے ایسے ہی لوگونکی طرف اشارہ
ہے ان حدیثوں مین اِنَّ اللّٰہَ لَیُؤَیِّدُ ھٰذَا الدِّیْنَ بِاَقْوَامٍ لَا خَلَاقَ لَھُمْ وَاِنَّ اللّٰہَ لَیُؤَیِّدُ ھٰذَا الدِّیْنَ
بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ اور اسیطرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے شیطان مردود کے جواب مین کیا اچہا ارشاد فرمایا تہا
یعنی ابلیس مردود جو حضرت کے سامنے آیا اور آپ سے عرض کیا کہ فرمایئے لا الہ الا اللہ تو آپنے ارشاد فرمایا
کہ یہ کلمہ تو ٹہیک ہے مگر تیرے کہنے سے مین نہین کہونگا اس سے غرض آپ کی یہی تہی کہ یہ مردود خیر کے
اندر بہی کہیہ دغا کرتا ہے اور شیطان کے اس قسم کے فریب بے شمار ہین اونکے باعث علما اور عابد و زاہد
اور فقرا اور اغنیا اور ہر قسم کے لوگ جو صرف ظاہر شر کو برا جانتے ہین اور محض گناہ علانیہ کے مرتکب
نہین ہوتے تباہ و برباد ہوجاتے ہین باب غرور و مغالطہ مین ہم کچہہ شیطان کے فریب اس جلد کے
آخر مین لکہینگے اور اگر فرصت ملی تو شاید ایک کتاب جدی ہی باب خاص مین لکہکر اوسکا نام تلبیس ابلیس
رکہینگے کیونکہ آجکل اوسکے فریب زمانہ مین اور مخلوق مین خاصکر مذاہب اور اعتقادات مین بہت پہیلے
ہوئے ہین حتی کہ خیر کا نام ہی نام رہگیا ہے اور یہ اسی لیے ہی کہ لوگ شیطان کے دہوکہ کو یقین کرلیتے
ہین پس بندہ پر واجب ہے کہ جو قصد اوسکے دلمین آوے اوسمین توقف اور تامل سے یہ بات معلوم کرے
کہ یہ فرشتہ کی جانب سے ہی یا شیطان کی جانب سے اور اسکو خوب غور سے سوچے کیونکہ یہ بات بدون تقوےٰ
اور کثرت علم اور بصیرت کے معلوم نہین ہوسکتی جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا
اِذَا مَسَّھُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَکَّرُوْا فَاِذَا ھُمْ مُّبْصِرُوْنَ اس سے غرض یہی ہے کہ تقوےٰ والے

ایسے وقت مین نور علم اوسطرف رجوع کرتے ہین اور اونکا اشکال دور ہوجاتا ہے اور جو شخص کہ تقوی
نہین کرتا اوسکو خواہش نفس کی متابعت کی جہت سے شیطان کے فریب کا یقین ہوجاتا ہی اور بہت سی
دھوکے کہاتا ہے اور نہ سمجھے بوجھے ہلاک ہوجاتا ہے انہین جیسون کے حق مین خدا تعالے فرماتا ہی وبدا
لہم من اللہ ما لم یکونوا یحتسبون یعنی جن عملونکو وہ حسنات تصور کرتے تہے وہ سیئات مین داخل ہوئے
اور علم معاملہ مین سب سے باریک بات نفس و شیطان کے فریبون کا معلوم کرنا ہے اور یہ ہر ایک بندہ پر
فرض عین ہے مگر لوگ اس سے غافل ہوکر ایسے علوم مین مشغول ہوئے ہین جن سے وسواس زیادہ ہو
اور شیطان غالب ہو اور اوسکی عداوت اور اوس سے بچنے کا طور بہول جاوین اور کثرت وسواس
سے بچنے کا یہ طور ہے کہ ابواب خواطر کے بند کیے جاوین اور وہ حواس خمسہ ظاہری مین اور باطن مین شہوات
اور دنیا کے علائق ہین حواس ظاہری تو اسطرح بند ہوتے ہین کہ اندہیرے مکان مین بیٹہہ رہے اور باطن
کے وسواس کم کرنیکا یہ طور ہی کہ اہل و مال سے جدا ہوجاوے اسصورت مین صرف تخیلات کے راستے کہلے رہینگے جو ہر وقت
دل مین جاری رہتی ہین اونکی دفع کے لیے سواے ذکر اللہ کے اور کوئی چارہ نہین لیکن شیطان دلکو یہان بہی
نہین چہوڑتا ہی اور خداے تعالی کا ذکر اوس سے بہلاتا رہتا ہی پس اسصورت مین اوس سے مجاہدہ کرنا چاہیے
اس مجاہدہ کی انتہا موت پر ہوتی ہے کیونکہ جب تک آدمی زندہ رہتا ہے شیطان سے چہٹکارا نہین ہوتا
ہان بعض اوقات ایسا زبردست ہوجاتا ہی کہ شیطان کا فرمان بردار نہین رہتا اور مجاہدہ سے اوسکے
شر کو ٹالدیتا ہے لیکن جب تک خون بدن مین رہتا ہی جب تک اوسکا مجاہدہ ضروری ہے کیونکہ ابواب
شیطانی زندگی بہر تک آدمی کے دل پر مفتوح رہتے ہین اور بند نہین ہوتے اور وہ غضب اور شہوت اور طمع
اور حسد وغیرہ ہین جیسا کہ عنقریب اونکا بیان ہوگا اور جب دروازے کہلے ہون اور دشمن بہی غافل نہو
تو بجز حفاظت اور مجاہدہ کے کام نہ چلیگا حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے کسی نے پوچہا کہ اے ابو سعید
شیطان سویا بہی کرتا ہے آپنے فرمایا کہ اگر وہ سوتا تو ہمکو چین ہوتی خلاصہ یہ کہ بندہ مومن کو اوس سے
چہٹی نہین البتہ اوسکا زور کم کرسکتا ہے چنانچہ حدیث شریف مین ہے ان المؤمن ینضی شیطانہ کما ینضی احدکم
بعیرہ فی سفرہ اور حضرت ابن مسعود نے فرمایا ہی کہ مومن کا شیطان دبلا ہوتا ہے اور قیس ابن حجاج فرماتے
ہین کہ میرا شیطان مجہے کہنے لگا کہ مین تمہارے پاس اونٹ کی موافق توانا آیا تہا اب چڑیا جیسا ہون مینے
پوچہا کہ یہ کسطرح ہے جواب دیا کہ تم ذکر اللہ سے مجہے گہلاتے ہو توان روایات سے معلوم ہوا کہ متقیون
والون پر ابواب ظاہری شیطانی کا بند ہونا مشکل نہین کیونکہ جو طریق واضح مفضے الی المعاصی ہین
اونسے اجتناب کرتے ہین اور حفاظت و حراست کما ینبغی بجالاتے ہین مگر جو شیطان کے طرق غامض مخفی

ہین اونہین اونکو بھی لغزش ہوجاتی ہے کیونکہ وہ جلدی معلوم نہین ہوتے کہ اونکی حفاظت کرین
جیسا کہ ہمنے علما کی فریب دہی مین ایک مثال لکھدی ہی اور زیادہ تر مشکل یہ ہی کہ ابواب شیطانی
دلپر مفتوح ہین وہ تو بہت سے ہین اور فرشتون کیطرف کا دروازہ صرف ایک ہی اور یہ اکیلا دروازہ ان
سب مین مشتبہ ہوگیا ہے بندہ کا حال باعتبار ان دروازونکے ایسا ہی جیسا کوئی مسافر اندھیری رات
مین کسی جنگل مین کھڑا ہو جسمین بہت سی راہین دشوار گذار موجود ہین تو اوس شخص کو ٹھیک رستہ
دو طرح معلوم ہوسکتا ہے یا تو بصیرت اور عقل سے یا آفتاب کی چاندنی سے پس ان دروازونکی
معرفت مین قلب متقی بجائے بصیرت اور عقل کی ہی اور علم کثیر کتاب اللہ اور سنت کا مثل آفتاب کے انکی
سبب سے البتہ رستہ درست معلوم ہوگا ورنہ شیطان کے طرق بہت ہین اور نامعلوم اور اسکے مطابق
وہ روایت ہی جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضہ سے منقول ہی کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے ہمارے سامنے ایک خط کھینچا اور فرمایا کہ یہ رستہ اللہ کا ہے پھر اوس خط کے دہنی اور بائین بہت سے خطوط
کھینچے اور فرمایا کہ یہ راستے شیطان کے ہین ہر ایک راہ پر ایک شیطان ہے کہ اوسیطرف کو بلاتا ہی پھر یہ
آیت پڑہی وَاَنَّ ھٰذَا صِرَاطِی مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْہُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ اور سبل انہین خطوط کو ارشاد فرمایا
پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اونکے راستونکی کثرت واضح کردی اور ہمنے اوسکی باریک راہ کی ایک
مثال بھی لکھدی جس سے کہ وہ علما اور عابدونکو فریب دیتا ہی حالانکہ یہ لوگ اپنے شہوات کے مالک
ہوتے ہین اور گناہ ظاہری بھی نہین کرتے اب ہم اوسکی ایک واضح طریق کا ذکر کرتے ہین کہ آدمی
خواہ مخواہ اوس راہ چلنے لگتا ہی اور یہ قصہ حدیث شریف مین بھی وارد ہے کہ بنی اسرائیل مین ایک راہب تھا
شیطان نے ایک لڑکی کا گلا دبایا اور اوسکے گھر والونکے دلمین یہ بات ڈالی کہ اسکا علاج فلان راہب
کے پاس ہے پس وے لوگ اوسکو راہب کے پاس لیگئے اوسنے اول معالجہ سے انکار کیا مگر انہون نے اصرار
کرنا شروع کیا یہانتک کہ راہب مان گیا اور لڑکی کو اپنے پاس علاج کے لیے رکھ چھوڑا اب شیطان نے راہب کے
پاس آکر اوس سے صحبت کرنیکا وسوسہ دلمین ڈالا یہانتک کہ وہ نہ رہ سکا اور مباشرت کر بیٹھا اوسکو
حمل رہگیا تب اوسکے دلمین یہ بات پیدا کی کہ اب تیری فضیحت ہوگی اسکے گھر والے آوینگے بہتر یہ ہے
کہ اسکو مار کر دفن کردے اگر کوئی پوچھنے آویگا تو کہدیجو کہ مرگئی راہب نے ایسا ہی کیا پھر شیطان اوس
لڑکی کی اقربا کی پاس گیا اور اونکے دلمین وسوسہ کیا کہ راہب نے اوسکے ساتھ ایسا ایسا کیا اور مار کر
دفنا دیا وہ لوگ راہب سے پوچھنے آئے اور کھود ڈال مین کالا معلوم کرکے اوسکو قصاص مین مار ڈالنے
کے لیے گرفتار کیا تب شیطان اوسکے سامنے آیا کہ یہ کام میرے کیے ہوئے ہین اب اگر میرا ہی کہنا مانی

تو اس نے جو نسے بچے گا اوسنے پوچھا کہ کیا کرون کس طرح خون سے نجات پاؤن اوسنے جواب دیا کہ مجکو دو سجدے کر لے
تو بچ جاویگا جب اوسنے سجدے کر لیے تو کہا کہ مین کچھ نہین کرسکتا مین تجھسے کیا جانون یہی شخص ہے
جسکا حال اللہ تعالی نے یون ارشاد فرمایا ہے کمثل الشیطان اذ قال للانسان اکفر فلما کفر قال انی بریء منک
تو دیکھنا چاہیے کہ کیسا بڑا حیلہ باندہا کہ راہب کو کسطرح کبیرہ گناہون مین مبتلا کر دیا اور منشا اسکا صرف
استقدر ہوا کہ راہب نے علاج کی بابمین اوسکا دہوسا مان لیا اور یہ ایک امر بہت آسان تہا ابتدا ہی معلوم
ہوتا تہا کہ علاج کرنا عمدہ بات ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ اول اول لعین ایسی بات ڈالتا ہے کہ آدمی بسبب رغبت
خیر کے اوسکو چاہ جانے اور انجام کو کام ہاتہ سے نکل جاتا ہے اور ایک بات سے دوسری ایسی پیدا ہو جاتی ہے کہ اوس سے
چہوٹنا میسر نہین ہوتا ابتداء امور کی ضائع ہونے سے خدا بچاوے اور یہ جو حدیث شریف مین وارد ہے من حام
حول الحمی یوشک ان یقع فیہ اس مین بہی اسی بات کی طرف اشارہ ہے

بارہوان بیان تفصیل شیطانکے راستونکی دل کی طرف ہے

جاننا چاہیے کہ قلب انسانی بمنزلہ ایک قلعہ کے ہے اور شیطان دشمن ہے کہ اوسکی اندر گہسکر اوسکا قبضہ کرنا چاہتا ہے
تو اگر قلعہ کے دروازونکی حفاظت کیجاوے اور شیطانکی آمد کے راستونکی حراست رہے تو قلب محفوظ رہ سکتا ہے لیکن جو شخص
اوسکے دروازے ہی نہجانتا ہو وہ حفاظت بہی نہین کر سکتا اور قلب کو بچانا وسواس شیطانی سے واجب ہے بلکہ ہر بندہ
عاقل بالغ پر فرض عین ہے اور جو چیز کہ ذریعہ فرض عین تک پہنچنے کا ہو وہ بہی واجب ہے اور دفع کرنا شیطانکا اوسکی
آمد کے راستونکی پہچاننے سے ہو سکتا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ ایسی راستونکا پہچاننا واجب ہے اور یہ راستے بندونکی
صفات مین سے ہین انکی کچھ انتہا نہین لیکن ہم اونمین سے بڑے بڑے راستونکو بتلائے دیتے ہین کہ جنپر شیطانکے لشکرونکی
کثرت رہتی ہے اول اوسکا بڑا مدخل غضب و شہوت ہے کیونکہ غصہ سے عقل جاتی رہتی ہے اور جب عقل کم
ہوتی ہے فوراً لشکر شیطان حملہ کرتا ہے اور جب آدمی غصہ کرتا ہے تو شیطان اوس سے ایسا کہیلتا ہے جیسا لڑکا
گیند سے کہیلا کرتا ہے چنانچہ روایت ہے کہ ابلیس حضرت موسی علیہ السلام سے ملا اور عرض کیا کہ تم تو وہ ہو جنکو خدا نے
رسول کیا اور کلام کیے اور مین بہی اللہ کی مخلوق ہون مجہسے ایک گناہ ہو گیا ہے اور اوس سے توبہ کیا چاہتا ہون تو آپ
خدا سے میری سفارش کیجیے کہ توبہ قبول فرماوے حضرت موسی علیہ السلام نے اوسکی عرض قبول کی اور جب پہاڑ پر تشریف
لیگئے اور رب سے ہم کلام ہوکر اترنا چاہا رب العزت سے ارشاد ہوا کہ ہے موسی امانت ادا کر آپنے عرض کیا کہ الہی تیرا بندہ
ابلیس چاہتا ہے کہ اوسکی توبہ قبول ہو حکم ہوا کہ اگر وہ آدم کی قبر کو سجدہ کرے تو اوسکی توبہ قبول ہوگی حضرت موسی نے
ابلیس سے فرمایا کہ تیری حاجت پوری کی یون حکم ہوا ہے کہ آدم کی قبر کو سجدہ کرے تو توبہ قبول ہوگی
وہ ملعون غصہ ہوا اور تکبر سے کہنے لگا کہ مین نے اوسکو زندگی مین تو سجدہ کیا ہی نہین مرے پر کیون

کرنے لگا ہون یہہ عرض کیا کہ آپکا مجھپر حق ہے لاآپ بخدا سے میری سفارش کی مین آپ کو
ایک بات بتلاتا ہون کہ مجکو مین چیز ونمین یاد کیجیے اونسے آپکو ضرر نہ پہونچا سکونگا ایک تو غصہ کی حالت
مین کیونکہ میری روح تو آپکی دلمین ہے اور آنکھ آپکی آنکھہ مین اور جہان جہان بدن کا خون پہرتا ہے
وہان وہان میرا گذر ہے تو غصہ کی حالت مین میرا خیال ضرور کر لیا کرو اس لیے کہ آدمی جب غصہ
کرتا ہی تو مین اوسکی ناک مین پہونک مار دیتا ہون پہر اوسکو خبر نہین رہتی کہ مین کیا کرتا ہون
اور ایک صف قتال مین مجکو یاد رکہو کیونکہ جب آدمی لڑائی مین جاتا ہے تو مین اوسکو اوسکا گہر بار جورو بچے
یاد دلاتا ہون یہانتک کہ بہاگ جاوے اور ایک اس بات کو یاد رکہو کہ جس عورت کا محرم پاس نہو
اوسکے پاس ہرگز نہ بیٹہنا کیونکہ مین اوسکی طرف تمہارا پیام پہونچاتا ہون اور اوسکا پیام تمکو
پہونچاتا ہون یہانتک کہ دونون گناہ مین مبتلا ہوجاو غرض ان باتونمین اونسے شہوت اور غضب اور
حرص کیطرف اشارہ کیا کیونکہ آدم کو مرنیسے نڈر کرنا توحسد کے باعث تہا اور بہاگنا صف قتال سے دنیا کی
حرص کی جہت سے ہوتا ہی اور یہ شیطان کے بڑے مداخل مین سے ہے اسیطرح بعض اولیا سے منقول ہے
کہ اونہون نے ابلیس سے پوچہا کہ آدمی کے دل پر توکسوقت غالب ہوتا ہی اوسنے جواب دیا کہ غضب اور
خواہش نفسانی کیوقت اوسکو دبا لیتا ہون اور یہ بہی مروی ہے کہ ابلیس ایک راہب کے سامنے آیا اور
پوچہا کہ آدمی کی کون سی صفت سے تجکو زیادہ مدد ملتی ہی اوسنے کہا کہ تیزی مزاج سے کیونکہ جب آدمی
تیز مزاج ہوتا ہے تو مین اوسکے دل کو ایسا لوٹتا ہون جیسا کوئی لڑکا گیند کو لوٹتا ہے اور کہتی ہین
کہ شیطان کا یہ قول ہے کہ آدمی مجہپر کسطرح غالب ہو سکتا ہی کیونکہ جب وہ ہنسی خوشی رہتا ہی تو مین
اوسکے دل مین رہتا ہون اور جب غصہ ہوتا ہی تو اڑکر اوسکے سر مین پہونچتا ہون دوسرا بڑا مدخل
شیطان کا حسد اور حرص ہی جب آدمی کسی شے پر حریص ہوتا ہے تو حرص اوسکو اندہا بہرا کر دیتی ہے
جیسا کہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ حُبُّكَ الشَّيْءَ يُعْمِي وَيُصِمُّ پس جب نور بصیرت حسد اور حرص کے
باعث جاتا رہتا ہے تو کچہہ نہین سوجہتا اور شیطان کو اسوقت موقع ملجاتا ہے کہ جو چیز حریص کی
خواہش تک پہونچانیکی ہو اوسیکو اوسکی نظر مین اچہا کرکے دکہلاتا ہی گو وہ کیسی ہی بری ہو حضرت
نوح علیہ السلام جب کشتی مین سوار ہوئے اور موافق ارشاد الٰہی کے ہر ایک چیز کا اوسمین ایک جوڑا رکہلیا
تو کشتی مین آپنے ایک بوڑہا اجنبی شخص دیکہا آپنے پوچہا کہ تو کیون سوار ہوا ہی اوسنے عرض کیا کہ آپکے
یاروں کے دل لینے آیا ہون اونکے بدن آپکے ساتہہ رہینگے اور دل میرے ساتہہ ہونگے آپنے فرمایا کہ معلوم
ہوا تو مردود دشمن خدا ہے یہانسے نکلجا اوسنے عرض کی کہ پانچ باتین ہین جنسے مین لوگونکو ہلاک کرونگا

تین تو آپکو بتلاؤنگا اور نہیں بتاؤنگا اوسوقت آپ کو وحی ہوئی کہ جو باتین یہ بتایا چاہتا ہی اونکی آپکو کچھ حاجت نہین وہ دو باتین پوچھو جو چھپاتا ہے تو آپنے اوس سے پوچھا کہ وہ دو باتین کونسی ہین اوسنے کہا وہ وہ ہین کہ کبھی مجھے دھوکا نہ دینگی اور لوگونکے ہلاک کرنے مین کبھی خطا نہ کرینگی وہ دونون حسد اور حرص ہین حسد تو وہ چیز ہے جس سے مین ملعون اور شیطان رجیم ہوا ہون اور حرص وہ ہے کہ آدم کے لیے تمام جنت سوا ایکدرخت کی مباح ہوئی تھی تو مینے حرص ہی کی جہت سے اپنا کام نکالا اور انکو خرابی مین ڈالا اور ایک اوسکے بڑے راستونمین سے پیٹ بھر کر کھانا ہی خواہ مال حلال طیب کیون نہو اس لیے کہ پیٹ بھرنے سے شہوات کا زور ہوتا ہے اور شہوات شیطان کی ہتیار ہین چنانچہ روایت ہے کہ حضرت یحیی علیہ السلام کے سامنے ابلیس آیا اور اوسکے ہاتھ مین پھندے تھے آپ نے پوچھا کہ یہ پھندے کیسے ہین اوسنے عرض کیا کہ یہ شہوات ہین کہ انسے آدمیونکو پھنساتا ہون آپنے پوچھا کہ انمین کوئی میرے لیے بھی ہے اوسنے جواب دیا کہ ہان کبھی جو آپ پیٹ بھر کھانا کھاتے ہین تو مین آپ پر نماز پڑھنا اور ذکر کرنا بھاری کر دیتا ہون پھر آپ نے فرمایا کہ اسکے سوا کوئی اور چیز بھی ہے اوسنے عرض کیا کہ نہین آپنے فرمایا کہ مجکو بھی قسم ہے کہ کبھی پیٹ بھر کھانا نکھاؤنگا شیطان نے کہا کہ مین بھی قسم کہاتا ہون کہ مسلمانکو کبھی خیر خواہی کی بات نہ کہونگا اور کہتے ہین کہ بہت کھانے مین چھہ چیزین مذموم جمع ہین اول یہ کہ خوف الہی دل سے جاتا رہتا ہی دوسرے یہ کہ خلق پر رحم نہین رہتا کیونکہ یہ جانتا ہے کہ سب پیٹ بھرے ہین تیسرے یہ کہ طاعت خدا بھاری پڑ جاتی ہے چوتھے یہ کہ حکمت کی بات سننے سے دل مین نرمی نہین ہوتی پانچوین یہ کہ اگر اورونکو نصیحت کرتا ہے توکسی کے دل مین تاثیر نہین ہوتی چھٹے یہ کہ بیماریون کا گہر ہو جاتا ہی اور ایک اوسکے بڑی راستونمین سے اچھا معلوم ہونا زینت ظاہری کا اسباب اور لباس اور مکان وغیرہ سے ہے کیونکہ شیطان جب یہ بات قلب انسان پر غالب پاتا ہے تو اوسمین انڈے بچے دیدیتا ہے اور ہمیشہ یہی کہتا رہتا ہے کہ گہر خوب اونچا اور وسیع بناکر اوسکی چھت اور دیوارونکو خوب آراستہ کرنا چاہیے اسیطرح لباس اور سواری بھی خوب تڑک بھڑک کی ہونی چاہیے غرض کہ مدت العمر اسی بات مین لگائے رہتا ہے اور جب آدمی کو ایک بار اس امر مین لگا پایا تو پھر دوبارہ اپنے آنیکی ضرورت بھی نہین جانتا کیونکہ آدمی کو خود ایک چیز سے دوسرے کا شوق پیدا ہوتا ہے اور بنانے کی پھیر مین پڑ جاتا ہے یہانتک کہ موت آجاتی ہے اور اسی راہ شیطانی اور ہوائے نفسانی مین چلدیتا ہے اور اس سے خوف خرابی عاقبت اور کفر کا بھی ہے نعوذ باللہ منہ اور ایک اوسکے بڑے راستونمین سے طمع ہی دوسرے شخصونکی کیونکہ جب دل پر طمع غالب

ہوتی ہے تو شیطان یہ سکہلاتا ہی کہ جس سے طمع رکھتا ہے اوسکے سامنے خوب تکلف اور تصنع ظاہر کرنی چاہیے اور اپنی تلبیس اور ریا کرتا ہے کہ گویا جس سے طمع ہی وہی اوسکا معبود ہے اور ہمیشہ اسی فکر مین رہتا ہے کہ کوئی حیلہ ایسا نکلے جس سے اوسکی نظر و نمین محبوب ہو جاون اور اس بات کیواسطے تیری خاک چہانتا ہے ادنےٰ بات یہ ہے کہ اوسکی تعریف مین غلو کرتا ہی اور اگر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا موقع آوے تو دیدہ و دانستہ اوسکے سامنے درگذر کرتا ہی حضرت صفوان بن سلیم سی روایت ہے کہ ایکبار ابلیس عبد اللہ بن حنظلہ کے سامنے آیا اور کہا کہ مین تجکو ایک بات سکہلاکے دیتا ہون یاد رکہنا اونہون نے فرمایا کہ مجکو تیری بات کی ضرورت نہین اوسنے عرض کیا کہ اگر اچھی ہو تو یاد رکہنا بری ہو تو مت لینا کہ بات یہ ہی کہ سوا خدا کے کسی سے ایسا سوال مت کرنا جسمین طمع پائی جاوی اور غصہ کے وقت اپنے آپکو سنبھالنا کیونکہ اوسوقت تم میرے قابو مین ہوتے ہو اور ایک آدمی کے بُرے طور اپنے کامون مین جلدی کرنا اور استقلال کو ہاتھہ سے دینا ہے جیسا کہ حدیث شریف مین آیا ہے کہ اَلْعَجَلَۃُ مِنَ الشَّیْطَانِ وَالتَّاَنِّیْ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی اللہ تعالی فرماتا ہی خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ اور فرمایا وَکَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا اور آپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ یُّقْضٰۤی اِلَیْکَ وَحْیُہٗ اور اسکی وجہ یہ ہے کہ اعمال کا ارتکاب بعد تبصر اور جانچ کے ہونا چاہیے اور جانچ کیواسطے تامل اور مہلت چاہیے جلدی سے یہ بات نہین ہو سکتی اور جلدی مین شیطان اپنی بدی انسان پر ایسی طرح ڈالدیتا ہی کہ اسکو خبر بہی نہین ہوتی چنانچہ روایت ہی کہ جسوقت حضرت عیسی علیہ السلام پیدا ہوئے تو سب شیطان ابلیس کے پاس آئے اور کہا کہ آج سب بت اوندہے ہو گئے اوسنے کہا کہ معلوم ہوتا ہی کہ کوئی نئی بات ہوئی تم یہان ہی ٹھہرو مین خبر لاتا ہون اوسوقت وہ اوڑا اور سب روے زمین پر اوڑ گیا مگر کوئی چیز معلوم نہین ہوئی پہر دیکہا کہ حضرت عیسی علیہ السلام پیدا ہوئے ہین اور اونکو فرشتون نے گہیر رکہا ہے پس اپنے گروہ سے آکر بیان کیا کہ شب گذشتہ مین ایک پیغمبر پیدا ہوا ہے اور جو عورت حاملہ ہوتی ہے یا بچہ جنتی ہے مین اوسوقت موجود رہتا ہون مگر اس لڑکی کا مجکو علم نہوا تو آج سے بتونکی پرستش سی نا امید ہونا چاہیے لیکن آدمیونکو جلدی کیوقت مین بہکایا کرو اور ایکا اوسکی بڑی راہون مین سے روپیا پیسا اور اسباب اور جائداد وغیرہ ہے کیونکہ ان چیزونمین سے جب مقدار قوت سی زائد ہوتی ہے اوسپر شیطان کا پہرا ہوتا ہی اور اوسکی وجہ یہ ہے کہ جسکے پاس مقدار قوت موجود ہو وہ آدمی فارغ البال ہے لیکن اگر کسیطرح اوسکو سو روپیہ ملجاوین تو اوسکے دل کے اندر دس ایسے شہوات اوٹہینگے کہ ہر ایک کی پورا ہونیکے لیے سو سو روپیہ چاہیین تو جسقدر اسکے پاس ہے

۱ جلدی شیطان کیطرف سے ہی اور دیر اللہ کیطرف سے ہی ۱۲ ترمذی
ف بناہی آدمی شیطانی کام ۱۲

اوس سے کام نہ نکلے گا بلکہ نو سو کی اور ضرورت رہیگی حالانکہ جب کچھہ نہ تھا تب فارغ البال اور
بے پروا تھا اسکو یہی علم ہے کہ سو روپیے مجھے تونگری ہو گئی یہ خبر نہین کہ سو کے ملنے سے نو سو کا محتاج
ہو گیا مثلاً سو جب ملے تو یہ خیال ہوا کہ اگر نو سے اور ہوتے تو ایک گھر مول لیتے اور اسباب خانہ داری
اور لباس وغیرہ بھی درست ہو جاتا اور ہر ایک انمین سے ایسی شے ہے کہ جسکو دوسری کوئی اور
چیز لازم ہے اسی طرح بے انتہا چیزین ضروری نکلتی چلی آتی ہین انکا فکر کرتے کرتے انجام یہ ہوتا ہے
کہ جہنم مین پڑ جاتا ہے اور اسی پر خاتمہ ہوتا ہے حضرت ثابت بنانی رح روایت کرتے ہین کہ جب
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جامۂ رسالت در بر فرمایا ابلیس نے اپنے گروہ سے کہا کہ کوئی نئی بات
ہوئی ہے اوسکو تلاش کرو سب شیاطین ادہر اودہر پہر کر عاجز ہو کر چلے آئے کہ ہمکو کچھہ معلوم نہین ہوتا
ابلیس نے کہا کہ مین خبر لاتا ہون اور خود جا کر یہ خبر لایا کہ خدا تعالے نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو
پیغمبر فرمایا اب تم اونکے یارونکی خبر لو شیاطین نا امید ہو کر اوسکے پاس گئے اور کہا کہ ایسے لوگ ہم نے
کبھی دیکھے ہی نہین اگر کوئی بات ہم اونسے کرا پاتے ہین وہ نماز کو کھڑے ہو جاتے ہین اس سے اونکی
خطائین محو ہو جاتی ہین ابلیس نے کہا کہ چندے توقف کرو غالب ہے کہ جب یہ لوگ ملکون کو فتح کرینگے
اور اونکو دنیا ملیگی تو اوسوقت ہمارا مطلب نکل آویگا اور روایت ہے کہ ایک روز حضرت عیسی علیہ السلام
نے ایک پتھر اپنے سر تلے رکھ لیا ابلیس کا جو گذر ہوا تو پہر کہنے لگا کہ یا حضرت آپکو بھی دنیا کی رغبت
ہوئی آپ نے پتھر کو سر کے نیچے سے نکالکر پھینک مارا اور فرمایا کہ یہ مع دنیا تیرے ہی لیے ہے اور در حقیقت
اگر غور کرو تو جس شخص کے پاس تکیہ کی بجا پتھر ہو تو اوسکے پاس اتنی ہی دنیا تو ہو گئی کہ شیطان اپنا
داو کھیلے مثلاً اگر کوئی تہجد کو اٹھے اور اوسکے قریب ایک پتھر بھی ہو جسپر تکیہ ہو سکتا ہے تو شیطان ضرور
دل مین ڈالے گا کہ ذرا اسپر تکیہ لگالے اور اسصورت مین رغبت نیند کی ہو جاتی ہے کہ گاڑی دیکہکر
پاؤن پہولتے ہین اگر کسی سے پتھر نہوتا تو ایسی بات دل مین نہ گذر سکتی اور نہ سونے کی رغبت ہوتی
یہ حال تو پتھر کا ہے لیکن جسکے پاس گاؤ تکیے اور گدے گدے فرش اور اور آرام طلبی کے لوازم موجود ہین
اوسکو عبادت الہی سے کب مزا حاصل ہو سکتا ہے اور ایک اوسکی بڑی راہون مین سے بخل اور فقیر ہو جانیکا
خوف ہے اور یہ وہ بات ہے کہ صدقہ اور خیرات کچھہ نہین کرنے دیتی بلکہ جمع کرنے اور گاڑ رکھنے کی رغبت
دلاتی ہے ایسے لوگونکے واسطے عذاب الیم کا وعید کلام مجید مین موجود ہے خیثمہ بن عبد الرحمن فرماتے ہین
کہ شیطان کا قول ہے کہ آدمی کتنا ہی مجھپر غالب ہو جاوے مگر تین باتومین مجھپر نہین بڑہ سکتا
جو کہتا ہون وہ مانتا ہے اول ناحق کسی کا مال لینا دوسرے اوسکا بے موقع خرچ کرنا تیسرے

جہان ضرورت خرچ کی ہو وہان نہ خرچ کرنا اور سفیان رح فرماتے ہین کہ شیطان کے پاس کوئی ہتیار
مفلسی کے خوف دلانے سے بڑہکر نہین جب آدمی اسکو مان لیتا ہے تو باطل کیطرف راغب ہوتا ہی اور امر حق
سے باز رہتا ہے اور مطلب ہی کی بات کہتا ہے اور خدا تعالے سے بدگمان ہوجاتا ہے اور بخل اور
حرص کی آفتوں مین سے یہ بہی ہے کہ مال جمع کرنیکے لیے ہر وقت بازار مین موجود رہے جو شیطان
کی رہنے کی جگہہ ہی اور حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ جب ابلیس زمین پر اترا تو رب العزت سے درخواست کی کہ الٰہی تو نے مجھکو زمین پر اوتار کر مردود کر دیا
میرے لیے رہنے کی جگہہ کیا ہے فرمایا کہ حمام تیرے رہنے کا مقام ہی عرض کیا کہ بیٹھک بہی ارشاد ہو
حکم ہوا تیری بیٹھک بازار اور چوراہے ہین عرض کیا کہ میری خوراک بہی مقرر ہو حکم ہوا کہ جس کہانے پر خدا کا نام
نلیا جاوے وہ تیری غذا ہے عرض کیا کہ میرے لیے پانی بہی عنایت ہو ارشاد ہوا کہ نشہ کی چیزین تیرا پانی ہین
عرض کیا کہ مجھے ایک خبر رسان بہی ملے حکم ہوا کہ مزامیر تیرے موذن ہین عرض کیا کہ میرے لیے کچھ پڑہنے کی
چیز مرحمت ہو حکم ہوا کہ وہ شعر ہین عرض کیا کہ لکھنے کے لیے بہی ارشاد ہو حکم ہوا کہ بدن کو گودنا تیری کتابت ہے
عرض کیا کہ مجھے حدیث عنایت ہو حکم ہوا کہ جہوٹ تیری حدیث ہی عرض کیا کہ میری شکار گاہ بہی مقرر ہو
حکم ہوا کہ وہ عورتین ہین اور ایک اوسکے بڑے رستوں مین سے تعصب مذاہب اور خواہش نفسانی کا ہر
اپنی خلاف پر ہونے سے اونسے بغض رکہنا اور اونکو حقارت سے دیکہنا اور یہ ایک ایسی بات ہے جس
عابد اور فاسق دونون ہلاک ہوتے ہین کیونکہ لوگون پر طعن کرنا اور اونکی برائیونکا ذکر کرنا یہ ایک
صفت سبعی ہے جو آدمی کی طینت مین داخل ہے پس جب شیطان اس صفت کو آدمی کی نظر مین
حق قرار دیتا ہے اور اوسکی طبیعت مین تو پہلے ہی سے تہی تو قلب پر اوسکا چسکا پڑجاتا ہے اور تمام
ہمت اوسمین لگجاتا ہے اور اس بات سے بہت خوش ہوتا ہی اور جانتا ہے کہ مین دین مین سعی کرتا ہون
یہ خبر نہین کہ اتباع شیاطین کرتا ہون مثلاً ایک شخص حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی محبت
مین متعصب ہے مگر حرام خوار اور منہ پہٹ اور جہوٹا اور بکہیڑیا اور فسادی ہے تو ایسے شخص کو اگر حضرت
صدیق رض دیکہتے تو اپنا برا دشمن تصور فرماتے اس لیے کہ اونکا دوست تو وہ ہی جو اونکی راہ چلے اور
اونکی سیرت کو دستور العمل بناوے اور زبان کو واہیات سے روکے حضرت کا یہ دستور تہا کہ منہ مین کنکر
رکہے رہتے تہی تا کہ کوئی کلمہ بیجا منہ سے نکلے پس یہ مدعی کیسی اونکی محبت کا دعوی کرتا ہی اور اونکی سیرت
اختیار نہین کرتا اسیطرح بعضونکو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی محبت مین تعصب ہوتا ہی حالانکہ
ریشمی کپڑے بدن پر ہوتے ہین اور مال حرام سے خوب زرق برق بنے رہتے ہین پہر دعوی محبت علی کا

۲ طبرانی بروایت ابو امامہ و ابن عباس بسند ضعیف ۱۲

کرتے ہین حضرت ممدوح نے عین خلافت مین وہ کپڑے پہنے ہین کہ اونکا دام ایک روپیہ بہی نہ
تہا پہر ایسے شخص سے وہ کیسے خوش ہونگے بلکہ قیامت کو یہ شخص اونکا دشمن ہوگا مقام غور ہے
اگر کوئی شخص کسیکے فرزند لخت جگر کو اپنے یہان لیجاوے اور اوسکی بال نوچے اور بدن کو تنبیہ کرنے
لگے اور سب طرح کی ایذا دے اور پہر اس بات کا مدعی ہو کہ مین اس بچہ کی باپ سی محبت رکہتا ہون
یہ دعوی کسطرح صحیح ہوگا یہی حال ان لوگون کا ہے کہ دین اور شریعت جو خلفاء اربعہ اور جمیع
صحابہ کے نزدیک فرزند و زن و مال وعیال بلکہ خود اپنی جانونسے بہی عزیز تہا اوسکی تو یہ لوگ
یہ تک کرین کہ کوئی بات اوسکی اختیار نکرین بلکہ پابندی شہوات سے ابلیس لعین دشمن دین کی
خوشی مناتے رہین پہر محبت صحابہ رض کا دم بہرین قیامت کے روز معلوم ہوگا کہ صحابہ اور اولیا کے
سامنے ان لوگون پر کیا گذرے گا قیامت تو دور ہے اگر دنیا ہی مین پردہ اٹہا لیا جاوے اور صحابہ رض کا
[illegible] کے باب مین معلوم ہو جاوے کہ انکو کسطرح کے لوگ اچہے معلوم ہوتے ہین تو یہ لوگ اپنے حالات
کو دیکہکر شرم کے مارے کبہی اپنی زبان ناقص سے اونکا نام بہی نہ لین خلاصہ یہ کہ تخیلات شیطانی کے
رنگ [illegible] یہ بات چہپی ہے کہ جو کوئی محبت مین حضرت ابوبکر رض وحضرت عمر رض کے مریگا اوسکے
گرد شعلہ دوزخ نہ پہریگا یا جو کوئی محبت مین حضرت علی رض کی وفات پاویگا اوسکے گرد خوف نہ آویگا
اس حدیث شریف کو نہین دیکہتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی لخت جگر قرۃ العین حضرت فاطمہ رض
سے فرماتے ہین کہ اِعْمَلِي فَإِنِّي لَا أُغْنِي عَنْكِ مِنَ اللهِ شَيْئًا اور یہ ہوائے نفسانی مین سے ایک شاخ ہے
اسیطرح اون لوگونکا حال ہے جو امام ابوحنیفہ اور شافعی اور مالک اور احمد رح کے باب مین تعصب کرتے ہین
پس جو لوگ ایک امام کے مذہب کا دعوی کرتے ہین اور اونکی سیرت اختیار نہین کرتے قیامت کے
روز وہی امام اونکے مقابل ہوکر پوچہینگے کہ میرا مذہب تو عمل تہا قول نتہا اور قول بہی عمل
کیواسطے تہا جبتک کہ نیکی لیے نہین تہا تو نے میرے عمل کی مخالفت کیون کی جسپر مین ہمیشہ رہا اور اوسپر
خاتمہ ہوا اور پہر جہوٹ موٹ کا دعوی میرے مذہب کا کیا غرضکہ یہ ایسا بڑا راہ شیطان کی
آمد کا ہے کہ بہت لوگ اسمین تباہ ہوگئے ہین وعظ ونصیحت ایسی لوگونکے متعلق ہے جو خدا کا خوف
نہین کرتے دین کے مسائل سے کم واقف ہین دنیا کی رغبت کا زور ہے لوگونکو معتقد کرنے کی
حرص بہت ہی اور لوگونکا اعتقاد اور اونکا تو صرف تعصب ہی سے بڑہا ہے اس لیے یہی بات کو
اچہا بتلاتے ہین شیطان کے فریبون کو نہین بتلاتے بلکہ اوسکے فریب جاری ہونیکے لیے وہ
اوسکے نائب بن گئے ہین اور لوگ بہی اونہین کی باتون پر جم گئے ہین اور اصول دین کو بالکل

۱ عمل کرکہ مین تیری طرف سے خدا تعالی کی کسی چیز کو نہین بچا سکتا بخاری ومسلم بروایت ابی ہریرہ ۱۲

بہول گئے تو وہ خود بہی تباہ ہوئے اور اورونکو بہی تباہ کرد یا خدا تعالے اونکی اور ہماری توبہ
قبول فرما وے اور حضرت حسن بصری رہ فرماتے ہین کہ شیطان کا یہ قول ہے کہ مینے امت محمد
کے لیے معصیتونکو آراستہ کیا تو انہون نے استغفار کر کرکے میری پٹیہہ توڑ دی پہر مینے اونکے لیے
ایسے گناہ گڑہے کہ اونسے استغفار نہ کرین اور وہ خواہشات نفسانی ہین اور یہ بات اوس ملعون نے
سچ کہی کیونکہ ایسے امور مین لوگونکو خبر بہی نہین ہوتی کہ انکا انجام نافرمانی ہے ورنہ استغفار ضرور
کرتے اور ایک بڑا حیلہ شیطان کا یہ ہے کہ انسان اپنی اپ لوگونکے اختلافات اور خصومات مین لگجاوے
چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رض فرماتے ہین کہ ایک جماعت ذکر الہی مین مشغول تہی شیطان نے
چاہا کہ یہ یہانسے اوٹھ کھڑے ہون اور جدا ہوجاوین مگر کچہہ بن نہ پڑی بس ایک دوسری جماعت مین
گیا جو دنیا کی باتین کر رہے تہے اونمین فساد کرا دیا یہانتک کہ اونکے اپسمین کشت وخون ہونے لگا
تو پہلی جماعت اوٹھ کھڑی ہوئی اور اونمین بیچ بچاؤ کر دیا مطلب اوسکا یہ نتہا کہ پچہلی جماعت مین
کشت وخون ہو بلکہ جماعت اول کا اوٹہانا مقصود تہا سو اسطرح اٹہا دیا اور ایک اوسکی طرق
مین سے یہ ہے کہ عوام لوگونکو جو علم مین کم تجربہ رکہتے ہین خدا تعالی کی ذات اور صفات اور ایسے امور کی
فکر مین اولجہا دیتا ہے جو اونکی عقل مین نہ اسکین یہانتک کہ اصل دین مین شک کرنے لگتے ہین
اور خداوند کریم کی نسبت انکو ایسے خیال پیدا ہوتے ہین کہ اونسے یا کافر یا دہریہ ہو جاتے ہین
اور ان باتونسے بہت خوش ہوتے ہین اور جانتے ہین کہ بصیرت اور معرفت بہی ہے اور یہ امر ہمکو
کشف سے معلوم ہوا ہے اپنی تیزی عقل پر نازان ہوتے ہین حالانکہ سب مین زیادہ بیوقوف وہ ہے
جو صرف اپنی عقل پر زیادہ اعتماد رکہے اور عقیل وہ شخص کہ اپنی عقل کو متہم سمجہکر اکثر علما سے
پوچہتا ہے حضرت عائشہ رض سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ الشَّیْطَانَ یَاْتِیْ
اَحَدَکُمْ فَیَقُوْلُ مَنْ خَلَقَکَ فَیَقُوْلُ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی فَیَقُوْلُ فَمَنْ خَلَقَ اللّٰہَ فَاِذَا وَجَدَ اَحَدُکُمْ
ذٰلِکَ فَلْیَقُلْ اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ فَاِنَّ ذٰلِکَ یَذْھَبُ عَنْہُ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت نہین فرمائی کہ
اس وسواس کی علاج مین بحث کیجاوے کیونکہ یہ وسواس عوام کو ہوتا ہی علما کو نہین ہوتا عوام کو
یہی چاہیے کہ ایمان واسلام لاکر اپنی عبادت ومعیشت مین مصروف ہون علم کی باتین علما پر
چہوڑین عامی آدمی اگر زنا اور چوری کرے تو اس سے بہتر ہی کہ ایسی باتونمین پڑے کیونکہ جو کوئی
نے جانے بوجہے اللہ تعالی اور اوسکے دین کی نسبت کچہہ کہے گا کافر ہو جاوے گا اور اوسکو خبر بہی نہوگی
اور اوسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی تیرنا نجانتے اور دریاے مالح مین کود پڑے غرضکہ مذاہب اور اعتقادکے

باب مین شیطان کے فریب بیحد و انتہا ہین ہمنے بطور نمونہ کچھ لکھدیا ہے اور ایک اوسکی دروازون مین
مسلمانونسے بدگمان ہونا ہی جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ
اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ تو جس جو کوئی دوسرے پر بدی کا گمان کریگا شیطان اوسکو اس بات کی بہی ترغیب
دیگا کہ اوسکی غیبت کرے یا اوسکے حقوق کم ادا کرے یا تعظیم مین سستی کرے اور اوسکو بچشم حقارت دیکھے
اور اپنے آپکو اوس سے بہتر سمجھے یہ سب صورتین تباہی کی ہین اور اسی جہت سے شریعت نے تہمت کی جگہون سے بچنے کے لیے
حکم ہے جیسا کہ حدیث شریف مین ہے اِتَّقُوا مَوَاضِعَ التُّهَمِ اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تہمت
سے احتراز فرمایا علی بن حسین رضی اللہ عنہ صفیہ بنت حیی سے روایت کرتے ہین کہ انہون نے فرمایا
کہ ایکبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد مین معتکف تہے مین جب آپکی خدمت مین گئی تو حال عرض کرکے
شام کو وہانسے مراجعت کی اور آپ بہی میرے ساتہہ چلے راستہ مین دو انصاری ملے اور آپکو سلام کرکے
بڑہے آپ نے اونکو پکارا اور فرمایا کہ یہ صفیہ بنت حیی یعنی میری زوجہ ام المؤمنین ہے انہون نے عرض کیا یارسول اللہ
صلی اللہ علیک وسلم ہمکو آپکے ساتہہ گمان خیر ہی آپ نے فرمایا کہ یہ درست ہی مگر شیطان آدمی کے ساتہہ ایسا ہے
جیسا خون بدن مین ہے اس لیے مجھے یہ خوف ہوا کہ کہین تمکو نہ بہکاوے پس اس شفقت نبوی کو
دیکھنا چاہیے کہ اونکے دین کا خوف کرکے اونکو بہی بچادیا اور امت کے لیے طریق احتراز تہمت سکہلایا تو
کہ ایسا نہو کوئی عالم متقی جو دینداری مین انگشت نما ہو تہمت کی حالات مین سہل انگاری کرے
اور اپنے نفس پر عجب کرکے یہ جانے کہ مجہپر کوئی بدگمانی نہ کریگا لوگ میرے ساتہہ ظن خیر ہی سے پیش آوینگے
اس لیے کہ کیسا ہی بڑا متقی اور عالم ہو سب لوگ اوسکے یکسان نہین معتقد ہوتے بلکہ بعض اوس سے
خوش رہتے ہین اور بعضی ناراض جو خوش ہین وہ اوسکے عیب نہ دیکہینگے اور فریق ثانی اظہار عیب
ہی مین مبتلا رہینگے جیسا کہ قول سعدی کا ہے ؎ چشم بد اندیش کہ برکندہ باد + عیب نماید
ہنرش در نظر + ور ہنری داری و ہفتاد عیب + دوست نہ بیند بجز آن یک ہنر + پس ضرور ہوا
کہ بدگمانی اور بدون کی تہمت سے احتراز کیا جاوے کیونکہ یہ فرقہ تمام لوگونسے بدگمان رہتا ہی پس
جب کوئی آدمی ایسا نظر آوے کہ لوگونکی طرف بدگمانی کرتا ہو اور اونکے عیوب کا متلاشی ہو تو جان
لینا چاہیے کہ وہ خود باطن مین خباثت رکہتا ہے اور یہ عیب جوئی اوسی خباثت کا ظہور ہے کہ سبکو
اپنی ہی جیسا جانتا ہے کیونکہ عیب جوئی منافق کا کام ہے مومن کا سینہ سب خلق کیطرف سے صاف
رہتا ہے یہ بہی تہوڑا سا بیان شیطان کے راستونکا قلب کی جانب اور اگر سب راستونکو لکہا جاوے تو ہماری
قدرت سے باہر ہے اسی قدر بس ہے اور اونکا قیاس ہو سکتا ہے مثلاً یون جاننا چاہیے کہ جو صفت

بہ آدمی کی ہے وہ شیطان کا ہتھیار ہے اور وہی اوسکا مدخل بھی ہے اب اگر کوئی یون پوچھے کہ شیطان
کے دفع کرنیکی تدبیر کیا ہے اور اوسکے دفعیہ مین زبان سے لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللہِ یا کوئی اور ذکر اسکو
کافی ہے یا نہین تو اسکا جواب یہ ہے کہ دل کا علاج شیطان سے بچانیکے لیے یہی ہے کہ اوسکی راہین
بند کر دی جاوین یعنے دلکو اون صفات مذمومہ سے صاف کیا جاوے اور اسکا بیان بہت طویل ہے
اور اس جلد مین ہمکو یہی غرض ہے کہ صفات مہلکہ انسانی بیان کرین ہر ایک صفت کے لیے ایک باب
علحدہ کی حاجت ہی جیسا کہ بشرح آیندہ بیان ہوگا یہان اسقدر ضروری ہے کہ جب قلب ان صفات
کے اصول سے منقطع اور علحدہ ہوجاتا ہی تو پہر شیطان صرف ہیر پہیری اور خطرات ہی کرتا رہتا ہے
جگمہ نہین بیٹہتا اور اوسکی آمد و رفت کو ذکر اللہ مانع ہے کیونکہ دلمین ذکر اللہ بہی جاگزین ہوتا ہے جب
تقوی اور صفائی کے باعث صفات مذمومہ سے دل آباد ہوجاتا ہی اور اگر ایسا نہو تو ذکر بہی از قبیل
خطرات ہوتا ہے اسکو دل پر کچہہ قابو نہین ہوتا اور شیطان کو بہی دفع نہین کرسکتا اسی جہت سے
خدا وند کریم نے اس آیت مین اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّہُمْ طَآئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَکَّرُوْا فَاِذَا
ھُمْ مُّبْصِرُوْنَ ذکر دافع شیطان کو متقی کے ساتھہ خاص فرمایا ہی خلاصہ یہ کہ شیطان کو شل بھوکے
کتے کے اپنے پاس سمجہنا چاہیے پس اگر آدمی کے پاس روٹی و گوشت وغیرہ نہو تو صرف دوت کہنے ہی سے
ٹل جاویگا لیکن اگر سامان کہانیکا ہوگا اور کتا بہوکا ہوگا تو ضرور کہانے پر گریگا اور صرف للکارنے سے
نہین ٹلے گا اسیطرح جس دلمین غذا شیطانی نہین تو اوسکے پاس سے شیطان صرف ذکر اللہ سے
ہٹ جاویگا لیکن اگر دل پر شہوت غالب ہی تو دل کا سویدا شیطان کے قابو مین ہوگا اوسوقت
ذکر اللہ کو قلب کے اطراف مین پہیلا دیگا اور متقیونکے دل جو ہوا نفسانی اور صفات مذمومہ سے
خالی ہوتے ہین اونپر شیطان کا آنا شہوات کی باعث نہین ہوتا بلکہ جسوقت ذکر سے غفلت ہوتی ہے
اوسوقت اپنی راہ نکالتا ہے اور جب وہ ذکر کرنے لگتے ہین تو ٹل جاتا ہے اور اوسکی دلیل یہ ہے
کہ خدا تعالے نے اوسکے دفع کے لیے فرمایا فَاسْتَعِذْ بِاللہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ اسیطرح اور آیات اور حدیثین
جو ذکر کے باب مین ہین مفہوم ہوتا ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایکبار مومن کا
شیطان اور کافر کا شیطان آپسمین ملے کافر کا شیطان تو خوب چکنا اور موٹا اور اچہا لباس پہنے تہا اور مومن کا
شیطان ننگا دبلا غبار آلود تہا اوس نے اس سے پوچہا کہ تو دبلا کیون ہے اوسنے کہا کہ مین ایسے شخص کے ساتہہ
رہتا ہون کہ اپنے کہانے اور پینے اور کپڑا پہنے اور سر مین تیل ڈالنے کیوقت بسم اللہ کہتا ہی تو نہ مجہکو کہانا نصیب ہوتا ہے
نہ پانی نہ کپڑا نہ تیل اسیواسطے بہوکا پیاسا ننگا بال بکہرے رہتا ہون کافر کے شیطان نے کہا کہ یار مین ایسے کے

یعنی نہین ہے طاقت گناہ سے بچنے کی اور نہ قوت طاعت کی مگر اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ۱۲

جو لوگ ڈر رکہتے ہین جب ان کو لگ گیا اوپر شیطان کا گذر چونک گئے پہر تبہی ان کو سوجہہ آگئی ۱۲

سو پناہ مانگ اللہ کی شیطان مردود سے ۱۲

سنا تہہ ہون کہ ان باتونمین سے کسی پر بہی خدا کا نام نہین لیتا اسی لیے مین اونکے سب امورمین شریک رہتا ہون او محمد بن واسع رح ہر روز بعد نماز صبح یہ دعا مانگا کرتے اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ سَلَّطْتَ عَلَيْنَا عَدُوًّا بَصِيْرًا بِعُيُوْبِنَا يَرَانَا هُوَ وَقَبِيْلُهُ مِنْ حَيْثُ لَا نَرَاهُمْ اَللّٰهُمَّ فَاٰيِسْهُ مِنَّا كَمَا اٰيَسْتَهُ مِنْ رَحْمَتِكَ وَقَنِّطْهُ مِنَّا كَمَا قَنَّطْتَهُ مِنْ عَفْوِكَ وَبَاعِدْ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ رَحْمَتِكَ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وہ فرماتے ہین ایک روز شیطان مجکو مسجد کے راستہ مین ملا اور پوچھا کہ مجہے پہچانتے ہو مینے کہا کہ تو کون ہی جواب دیا کہ ابلیس ہون مینے پوچہا کہ غرض سے آیا ہی کہا کہ مین یہ چاہتا ہون کہ اس دعا کو کسیکو مت سکہلانا میری طرف سے کچہہ مزاحم نہوگا مینے کہا کہ مین ہرگز کسیکو منع نہین کرونگا جو چاہے پڑہی تیرا جو دل چاہے وہ کر اور حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلی فرماتے ہین کہ ایک شیطان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نماز کی حالت مین ہاتہہ مین آگ کی مشعل لیکر کہڑا ہوا کرتا تہا اور قرأت اور تعوذ سے نہین جاتا تہا آپ کی خدمت مبارک مین حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائی اور عرض کیا کہ آپ یون پڑہیے اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ الَّتِيْ لَا يُجَاوِزُهُنَّ بَرٌّ وَلَا فَاجِرٌ مِنْ شَرِّ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا وَمِنْ فِتَنِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمِنْ طَوَارِقِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ اِلَّا طَارِقًا يَطْرُقُ بِخَيْرٍ يَا رَحْمٰنُ پس حضرت نے اسیطرح پڑہا تو اوس مردود کی شمع گل ہوگئی اور اوندہے منہ گر پڑا اور حضرت حسن بصری رح سے منقول ہی کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کی خدمت مبارک مین آئے اور عرض کیا کہ ایک جن آپسے دغا کیا چاہتا ہے جب آپ بستر پر لیٹین آیت الکرسی پڑہلیا کیجیے اور حدیث شریف مین آیا ہے لَقَدْ اَتَانِي الشَّيْطَانُ فَنَازَعَنِيْ فَاَخَذْتُ بِحَلْقِهِ فَوَالَّذِيْ بَعَثَنِيْ بِالْحَقِّ مَا اَرْسَلْتُهُ حَتّٰى وَجَدْتُ بَرْدَ مَاءِ لِسَانِهِ عَلٰى يَدِيْ وَلَوْلَا دَعْوَةُ اَخِيْ سُلَيْمَانَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَاَصْبَحَ طَرِيْحًا فِي الْمَسْجِدِ اور یہ بہی وارد ہے مَا سَلَكَ عُمَرُ فَجًّا اِلَّا سَلَكَ الشَّيْطَانُ فَجًّا غَيْرَ الَّذِيْ سَلَكَهُ عُمَرُ اور اس حدیث سے فرمایا کہ اون قلوب شیطانونکی مداخل اور غذا سے پاک تہی یعنے شہوات کا دخل نہ تہا پس اگر کوئی اور شخص چاہی کہ صرف ذکر الہی سے شیطان دور ہوجاوی جیسا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دور ہوگیا تہا تو یہ امر محال ہے اور اوسکی مثال ایسی ہے جیسا کوئی شخص دوا پیوی اور پرہیز نکرے حالانکہ معدہ مین نہی بلا تبہری ہوا اور آس توقع دوا کی نفع کی بہی کرے کہ جیسا پرہیز او تنقیہ والونکو فائدہ ہوتا ہے ویسا ہی مجہے بہی ہو یہان فکر الہی کو دوا سمجہنا چاہیے اور تقوے کو پرہیز اور قلب کے خالی ہونیکو شہوات سے تنقیہ تصور کرنا چاہیے تو جب ذکر الہی ایسے قلب مین جاوے گا جو ماسوی اللہ سے خالی ہی تو شیطان دفع ہوجاویگا جیسے تنقیہ کی بعد دوا کہانے سے بیماری جاتی رہتی ہی اللہ تعالے ارشاد فرماتا ہی اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اور دوسری جگہہ فرمایا كُتِبَ عَلَيْهِ اَنَّهٗ مَنْ تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ يُضِلُّهٗ وَيَهْدِيْهِ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ پس جو کوئی عمل کر کے

ابن ابی الدنیا در مکائد مرسلۃ بکذا ۱۲۱

شیطان کی متابعت کریگا وہ اوسکا تماشائی اور یار کہلاویگا اگرچہ زبان سے ذکر اللہ کرے اب اگر
کوئی یہ کہے کہ حدیث مین تو مطلق یون وارد ہے کہ ذکر اللہ سے شیطان دفع ہوتا ہی اور یہ
خصوصیات جنکا علماے دین بیان کرتے ہین اوسمین لفظ عام مین مفہوم نہین ہوتے
تو اسکا جواب یہ ہی کہ ہاتھہ کنگن کو آرسی کیا ہے اسکا امتحان اپنے ہی نفس مین کر لینا چاہیے
تا کہ حقیقت اونکے بیان کی معلوم ہو غور کرنا چاہیے کہ آدمی کا منتہا ذکر اور عبادت نماز ہے
تو جب نماز مین کہڑا ہوا اوسوقت اپنے دل کا حال دیکھتا رہے کہ شیطان کہان کہان اوسکو کہینچتا ہے
کبھی فکر بازار اور لوگونکے حساب کتاب مین اور کبھی دنیا کی دوادار اور معاندین کے جواب مین
غرض کہ یہانتک نوبت پہونچتی ہے کہ جو دنیا کی بات دل سے جاتی بھی رہی ہو وہ بھی نماز ہی مین
یاد آتی ہی اور شیطان کا حملہ بھی نماز ہی مین زیادہ ہوتا ہے پس نماز دلونکے لیے کسوٹی ہے
کہ اوس سے خوبی اور برائی اونکی معلوم ہوجاتی ہے اور جو دل کہ شہوات دنیا سے بہرے ہین
اونکی نماز مقبول نہین ہوتی ؎ لبت در ذکر و دل در فکر خانہ + چہ حاصل زین نماز پنجگانہ
تو ایسی نماز کی سبب سی دفعیہ شیطان کا بھی نہین ہوگا بلکہ غالباً وسواس اور زیادہ ہوگا جیسے
دوا بدون پرہیز کے اکثر نقصان ہی کیا کرتی ہے اگر کسیکو شیطان سے خلاص منظور ہو تو اول
پرہیز تقوی اختیار کرے بعد اوسکی ذکر کی دوا پیے تب شیطان اوسکے پاس سے بہاگیگا جیسا
حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بہاگتا تہا وہب بن منبہ فرماتے ہین کہ اللہ سے ڈرو اور شیطان کو
ظاہر مین برا مت کہو کہ تم باطن مین اوسکے دوست یعنی فرمانبردار ہو اور بعضون نے فرمایا کہ بڑے
تعجب کی بات ہی کہ آدمی جس شخص کا اپنے اوپر احسان دیکھ لے پہر محسن کی نافرمانی کرے اور
شیطان لعین کی سرکشی اور زور معلوم کر لے اور پہر اوسکی اطاعت کرے اور جسطرح بموجب اس آیت
شریف کی کہ اُدْعُونِی اَسْتَجِبْ لَکُمْ تم دعا مانگتے ہو اور قبول نہین ہوتی اسیطرح ذکر الٰہی کرتے ہو
اور شیطان نہین دفع ہوتا کیونکہ شرطین ذکر اور دعا کی سب مفقود ہین حضرت ابراہیم بن ادہم
سے کسی نے پوچھا کہ یہ تو فرمایئے کہ ہم لوگونکی دعا کیون نہین قبول ہوتی اور خدا تعالےٰ فرماتا ہے
ادعونی استجب لکم آپ نے فرمایا کہ یہ وجہ ہی کہ تمہارے دل مردہ ہین پوچھا کہ اونکی مردہ ہونیکی
کیا جہت ہی آپ نے فرمایا کہ آٹھہ عادتین ہین اول یہ کہ اللہ کا حق معلوم کر لیا اوسکو بجا نہ لائے
دوم قرآن کو پڑہا اور اوسکی بموجب عمل نکیا سوم دعوی محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا
کیا اور اونکے طریق کے موافق عمل نہ کیا چہارم موت کا خوف کیا اور اوسکے لیے سامان نہ کیا

پنجم حکم الٰہی یون تھا کہ شیطان کو دشمن جانو جیسا کہ فرمایا اِنَّ الشَّیْطَانَ لَکُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا
مگر تم نے معصیت مین اوس سے یاری کی ششم دعوی خوف دوزخ کا کیا مگر پھر اپنے بدنون کو
اوسمین جھونکدیا ہفتم جنت کو دل سے چاہتے ہے مگر اوسکے لیے کوئی کام نہ کیا ہشتم صبح اٹھتے ہی
اپنے عیبونکو تو پیٹھ پیچھے ڈالدیا اور لوگونکی عیب چینی اختیار کی پس ان باتونسے خدا تعالےٰ
ناراض ہوگیا تو دعا کسطرح قبول فرماوے باقی رہی یہ بات کہ معاصی مختلفہ کا داعی ایک ہی
شیطان ہے یا سب گناہونکے لیے جدا جدا شیطان ہین تو اس امر کا جاننا علم معاملہ مین چندان
ضروری نہیین ہان یہی ضرور ہے کہ اپنی نفس کو دشمن سے بچاوے اور اپنے مطلب سے غرض رکھے
بقول شخصی کہ آم کہانے یا پیڑ گننے تاہم جو کچھہ اخبار اور نور بصیرت سے واضح ہوا ہے اوسکو ہم
بیان کیے دیتے ہین کہ ہر نوع معصیت کے لیے ایک شیطان مخصوص ہے اوسکا کام یہی ہے کہ اوسکے
خاص گناہ کیطرف بلاتا ہی اس حساب سے شیطانونکے دل کے دل ہین اور جس طریق سے کہ یہ امر
دریافت ہوا ہے اوسکا لکھنا طویل ہے وہی ایک بات کافی ہے کہ مسبب کی اختلاف سے
سبب کا اختلاف معلوم ہوتا ہی جیسا کہ آگ کی روشنی اور دہوین کی سیاہی مین مذکور ہوا
لیکن دلائل اخبار یہ ہین کہ حضرت مجاہد رض فرماتے ہین کہ شیطان کے پانچ فرزند ہین اونمین سے
ہر ایک کو ایک کام سپرد کر دیا ایک کا نام ثبر ہے اور اوسکو مصیبت کا کام سپرد ہی تو واویلا کرنا
اور گریبان پہاڑنا اور طمانچہ مارنا اور نوحہ وغیرہ کرنا سب اوسکے اغوا سے ہوتا ہے دوسرے کا نام
اعور ہے اوسکا کام زنا کے لیے بہکانا اور اوسکو نظرونمین اچھا معلوم کرانا ہے تیسرا مسوط ہے
اوسکو جھوٹ کا عہدہ ہی چوتھا داسم ہے کہ آدمی کے ساتھہ گھرونمین جا کر اقربا کی برائیان اوسکے
سامنے پیش کرتا ہی اور اوسکو اونسے خفا کر دیتا ہے پانچوان زلنبور وہ بازار مین رہتا ہی
وہان کے فسادات سب اوسیکی جہت سے ہوتے ہین اور یہ بہی ایک روایت مین ہی کہ نماز کے
شیطان کا نام خنزب ہی اور وضو کے شیطان کا نام ولہان اور جیسے کہ شیطان کثرت سے ہین
ویسے ہی فرشتونمین کثرت ہی باب الشکر مین ہم لکھہ چکے ہین وجہ انکی کثرت کی اور ہر عمل کے لیے
جدا جدا مخصوص ہونیکی کیا وجہ ہی اور حضرت ابو امامہ باہلی نے یہ حدیث روایت کی ہے کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وُكِّلَ بِالْمُؤْمِنِ مِائَةٌ وَّسِتُّوْنَ مَلَكًا يَذُبُّوْنَ عَنْهُ مَا لَمْ يُقَدَّرْ
عَلَيْهِ مِنْ ذٰلِكَ لِلْبَصَرِ سَبْعَةُ اَمْلَاكٍ يَذُبُّوْنَ عَنْهُ كَمَا يُذَبُّ الذُّبَابُ عَنْ قَصْعَةِ الْعَسَلِ فِي الْيَوْمِ الصَّائِفِ
مَا لَوْ بَدَا لَكُمْ لَرَاَيْتُمُوْهُ عَلٰى كُلِّ سَهْلٍ وَّجَبَلٍ كُلٌّ بَاسِطٌ يَدَهٗ فَاغِرٌ فَاهُ وَلَوْ وُكِّلَ الْعَبْدُ اِلٰى نَفْسِهٖ طَرْفَةَ عَيْنٍ

ابن ابی الدنیا ... بسند ضعیف

لاختطفته الشیاطین اور ایوب بن یونس سے روایت ہی کہ مجکو یہ پہونچا ہی کہ اولاد آدم کے ساتھہ اولاد
جن بہی پیدا ہوتی ہے اور اونہین کے ساتھہ نشو و نما ہوتی ہے اور جابر بن عبد اللہ سے منقول ہے
کہ جب حضرت آدم علیہ السلام زمین پر اترے تو انہون نے جناب الٰہی مین عرض کیا کہ خدایا تو نے
مجہہ مین اور شیطان مین عداوت کردی اگر میری اعانت نہوگی تو مین اوسپر غالب نہونگا
ارشاد ہوا کہ تیرا جو فرزند پیدا ہوگا اوسپر ایک فرشتہ موکل معین ہو جاویگا عرض کیا کہ اور زیادہ
عنایت ہو حکم ہوا کہ اگر کوئی ایک بدی کریگا تو ایک ہی بدی کی سزا پاویگا مگر نیکی کا بدلہ دس گنی
سے جہانتک مجکو منظور ہوگا دونگا پہر زیادتی اعانت کی درخواست کی تو ارشاد ہوا کہ جب تک روح
بدن مین رہیگی دروازہ توبہ کا مفتوح رہیگا شیطان نے عرض کیا کہ الٰہی اس بندہ کو تو نے مجہسے اشرف
بنایا اگر مجکو اعانت نہوگی تو مین کیسے قادر ہونگا حکم ہوا کہ جو بچہ آدم کے ہوگا اوسکے ساتھہ تیرے بہی
بچہ پیدا ہوگا اوسنے عرض کیا کہ اور زیادہ عنایت ہو حکم ہوا کہ جیسے خون بدن مین چلتا ہی ویسا ہی
تو بہی اونکے رگ و پے مین جاری ہوگا اور اونکی سینونمین اپنا گہر بناویگا اوسنے عرض کیا کہ اور زیادہ
مدد ملے حکم ہوا اَجْلِبْ عَلَیْهِمْ بِخَیْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِی الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ وَمَا
یَعِدُهُمُ الشَّیْطَانُ اِلَّا غُرُوْرًا اور حضرت ابو درداءؓ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا خَلَقَ اللّٰهُ الْجِنَّ ثَلٰثَةَ اَصْنَافٍ صِنْفٌ حَیَّاتٌ وَعَقَارِبُ وَخَشَاشُ الْاَرْضِ وَصِنْفٌ كَالرِّیْحِ
فِی الْهَوَاءِ وَصِنْفٌ عَلَیْهِمُ الثَّوَابُ وَالْعِقَابُ وَخَلَقَ اللّٰهُ تَعَالٰی الْاِنْسَ ثَلٰثَةَ اَصْنَافٍ صِنْفٌ كَالْبَهَائِمِ
كَمَا قَالَ تَعَالٰی لَهُمْ قُلُوْبٌ لَا یَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْیُنٌ لَا یُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَا یَسْمَعُوْنَ بِهَا اُولٰئِكَ
كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ وَصِنْفٌ اَجْسَامُهُمْ اَجْسَامُ بَنِیْ اٰدَمَ وَاَرْوَاحُهُمْ اَرْوَاحُ الشَّیَاطِیْنِ وَصِنْفٌ فِیْ ظِلِّ
اللّٰهِ تَعَالٰی یَوْمَ الْقِیَامَةِ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ اور وہیب بن الورد کہتے ہین کہ شیطان ایکبار حضرت یحیی
کی خدمت مین آیا اور کہا کہ مین آپ کو کچہہ نصیحت کیا چاہتا ہون آپ نے فرمایا کہ مجکو تیری نصیحت کی
حاجت نہین مگر مجہسے بنی آدم کا حال کچہہ کہہ اوسنے کہا کہ ہمارے نزدیک اونکی تین قسمین ہین.
ایک قسم جو ہم پر بڑے سخت ہین وہ لوگ ہین کہ ہم اونکے پاس جاتے ہین اور اونکو بہکا کر اپنے قابو مین
لاتے ہین مگر وہ استغفار اور توبہ کرنے لگتے ہین ہمارا کیا کرایا سب مٹی ہو جاتا ہے پہر اگر ہم دوبارہ
کچہہ فکر کرتے ہین وہ اوسکے بعد بہی ایسا ہی کرتے ہین انسے حیص و بیص مین ہم اونسے نا امید ہی
ہوتے ہین نہ مطلب ہی نکلتا ہی مشقت ہی مشقت ہی اور دوسری قسم وہ لوگ ہین کہ وہ ہمارے
پنجہ مین ایسے ہین جیسے لوگونکی ہاتہہ مین گیند ہوتا ہی اونکو ہم جدہر چاہتے ہین اودہر پہیرتے ہین

اونکی ہمین کچھ فکر نہین اور تیسری قسم آپ جیسے لوگ معصوم ہین اونپر ہمارا کچھ بس نہین چلتا اب اگر تم
یہ کہو کہ اسکی کیا وجہ ہے کہ بعض لوگونکو تو شیطان صورت پکڑ کر سوجھتا ہے اور بعضونکو نہین
معلوم ہوتا اور نیز جب نظر آتا ہی تو وہ شکل اوسکی اصلی صورت ہی یا اوسکا عکس و مثال ہی اور اگر اصلی
صورت ہی تو اوسکی مختلف صورتین کیون معلوم ہوتی ہین اور ایک ہی وقت مین دو جگہہ جدا جدا
صورت دو شخصونکو کیسی معلوم ہوتی ہے تو اسکا جواب یہ ہی کہ شیطان اور فرشتونکی اصلی صورتین
بھی ہین مگر اون اصلی صورتونکو مشاہدہ سے نہین دیکھ سکتے بلکہ اونکا دیکھنا انوار نبوت سے ہوتا ہے
اسی لیے حضرت جبریل علیہ السلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اونکی اصلی صورت پر صرف دو مرتبہ
ملاحظہ فرمایا تھا یعنے ایک دفعہ تو خود حضرت نے اونسے درخواست کی کہ اپنی اصلی صورت مجکو دکھاؤ
اونہون نے وعدہ کیا کہ بہت اچھا اور کوہ حرا پر اصلی صورت مین نمود ہوئے تو شرق سے غرب تک
تمام آفاق کو روک لیا اور دوسری دفعہ معراج کی رات مین سدرۃ المنتہی پر اونکو اصلی صورتین
دیکھا ورنہ اکثر حضرت دحیہ کلبی کی صورت مین ملاحظہ فرماتے تھے اور یہ شخص نہایت خوبصورت
تھے اور اکثر مکاشفہ اہل دل کا یون ہوتا ہے کہ صورت اصلی کی مثال اونکے سامنے ہوجاتی ہے
مثلاً شیطان بیداری مین صورت پکڑ کر اونکی آنکھ کے سامنے آتا ہے تو وہ اوسکو دیکھتے بھی ہین
اور کلام بھی سنتے ہین اور یہی صورت قائم مقام صورت اصلی کے ہوجاتی ہے جیسا کہ اکثر صلحا کو
خواب مین اتفاق ہوتا ہے اور صاحب کشف اوسکو کہتے ہین کہ ایسے درجہ پر پہونچ جاوے کہ باوجود
مشغولی حواس کے دنیا مین اوسکے مکاشفہ مین خلل نہ آوے یعنی اوسکو بیداری مین وہ بات
معلوم ہوجاوے جو اورونکو خواب مین سوجھے ہی جیسا کہ عمر بن عبد العزیز سے روایت ہی کہ ایک شخص نے
رب العزت سے یہ دعا مانگی کہ مجکو وہ جگہہ دکھلادے جہان قلب بنی آدم پر شیطان رہتا ہے تو خواب مین
یہ دیکھا کہ ایک آدمی کا جسم بلور کی صورت کا ہے یعنی اوسکے اندر کی چیز باہر سے معلوم ہوتی ہے
اور شیطان مینڈک کی صورت مین اوسکے بائین شانہ پر مونڈھے اور کان کے درمیان بیٹھا ہے
اور اوسکی ایک پتلی اور لمبی سونڈ ہے جسکو آدمی کے دلمین ڈالکر وہان ہی سے وسوسہ کرتا ہے اور جب
وہ ذکر الہی کرتا ہے تو ہٹ جاتا ہے اسیطرح کا امر کبھی بیداری مین ہوبہو معلوم ہوتا ہے چنانچہ بعض
اہل کشف نے دیکھا کہ شیطان ایسی صورت مین نظر آیا کہ گویا کوئی کتا مردار پر گرتا ہے اور لوگونکو
اوسطرف بلاتا ہے یعنی دنیا بصورت مردار معلوم ہوئی پس اسطرح پر معلوم ہونا قائم مقام صورت
اصلی کی نظر آنیکی ہے کیونکہ یہ پہلے بیان ہوچکا ہے کہ قلب کے لیے دو طرف ہین ایک وہ جو عالم ملکوت کی

مقابل ہوتی ہے اور وہی مدخل وحی و الہام ہے کہ عالم ظاہری کیطرف کو ہے تو جب قلب کی پہلی
جانب پر عالم ملکوت سے کسی شے کی اصل حقیقت ظاہر ہوتی ہے تو اوسکے اثر سے وہ جانب جو عالم
ظاہری کیطرف ہی اوسمین بھی چمک آ جاتی ہے اس لیے کہ دونون جانبین ایک دوسیرے ملی ہوئی ہین
تو ظاہر ہے کہ اس جانب مین جو عالم ظاہری کیطرف کو ہے جو شے نظر آویگی وہ ایک صورت متخیلہ
ہوگی اس وجہ سے کہ تمام عالم ظاہری متخیلات ہی مین داخل ہی اتنا فرق ہے کہ آدمی کا خیال جو حس
ظاہر سے ہوتا ہی اوسمین یہ بات ممکن ہے کہ صورت مطابق سیرت نہو کیونکہ عالم ظاہری مین تلبیس
بہت واقع ہوتی ہے مثلاً ممکن ہی کہ جو آدمی ظاہر مین خوبصورت نظر آتا ہی وہ باطن کا خبیث ہو
مگر جو صورت کہ عالم ملکوت کی چمک سے دل کو حاصل ہوتی ہے وہ بعینہ مطابق صفت اور سیرت
کے ہوتی ہے کیونکہ عالم ملکوت مین صورت مطابق سیرت ہی کی ہوا کرتی ہے اس سے یہ معلوم ہوا
کہ جس جسم کا باطن برا ہوگا وہ اسطرح پر بری ہی نظر آویگی اسی لیے شیطان جب اسطرح نظر آتا ہی
تو کتے اور مینڈک اور سور وغیرہ کی صورت مین معلوم ہوتا ہے اور فرشتہ اوسکے برعکس خوبصورت سوجھتا ہے
پس یہ صورت گویا باطن کا عنوان ہو جاتی ہی اور اوسکی مطابق ہوتی ہے پس اگر کوئی شخص خواب مین
بندر یا سور دیکھے تو اوسکی تعبیر انسان خبیث کی دیکھنے سے ہوگی اور اگر بکری دیکھے تو انسان سلیم الطبع
سے مراد ہوگی اور تمام تعبیرات خواب کا یہی حال ہی غرضکہ یہ امر بھی اسرار قلبی مین سے ایک
عجیب بات ہی اوسکا ذکر کرنا علم معاملہ کی مناسب نہین یہان یہی مقصود ہی کہ اس بات کا یقین
کر لیا جاوے کہ شیطان خواہ فرشتہ اہل دل کو منکشف ہوتا ہی کبھی تو بطریق حکایت اور تمثل کے جیسا کہ
خواب مین ہوتا ہے اور کبھی بطور حقیقت کی لیکن اکثر اسیطرح ہوتا ہے کہ تمثل ایسی صورت مین ہوتا ہے
جو مشابہ باطن کے ہو مگر نظر آنا اوس مثال کا آنکھ سے حقیقت مین ہوتا ہی اور اوسکو ارباب مکاشفہ
صرف دیکھ سکتے ہین اوسکی گرد کے لوگ نہین دیکھ سکتے جیسے سونیوالی نہین دیکھ سکتے

تیرہوان بیان اس امر کا کہ قلب کی وساوس اور ہم اور قصد اور خواطر سے کونسی چیز پر مواخذہ ہوتا ہے اور کونسی چیز معاف ہے

واضح ہو کہ اس باب مین آیات اور اخبار مختلف واقع ہوئے ہین کہ سوائے علماء کاملین شریعت کے
اور کمین کسی سے تطبیق نہین ہو سکتی چنانچہ حدیث شریف مین آیا ہی کہ آپ نے فرمایا عُفِیَ عَنْ اُمَّتِیْ
مَا حَدَّثَتْ بِہٖ نُفُوْسُھَا مَا لَمْ تَتَکَلَّمْ اَوْ تَعْمَلْ بِہٖ اور ایک روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ اللہَ تَعَالٰی یَقُوْلُ لِلْحَفَظَۃِ اِذَا ھَمَّ عَبْدِیْ بِسَیِّئَۃٍ فَلَا تَکْتُبُوْھَا عَلَیْہِ فَاِنْ

عَلَیْهَا فَاکْتُبُوْهَا سَیِّئَةً وَاِذَا هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ یَعْمَلْهَا فَاکْتُبُوْهَا حَسَنَةً فَاِنْ عَمِلَهَا فَاکْتُبُوْهَا عَشْرًا اور یہ حدیث بخاری اور مسلم دونون مین موجود ہی اس سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ عمل قلبی اور اوسکا میلان طرف بدی کے معاف ہی اور دوسری روایت یون ہی کہ مَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ یَعْمَلْهَا کُتِبَتْ لَهٗ حَسَنَةٌ وَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَعَمِلَهَا کُتِبَتْ لَهٗ عَشْرًا اِلٰی سَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ وَمَنْ هَمَّ بِسَیِّئَةٍ فَلَمْ یَعْمَلْهَا لَمْ تُکْتَبْ عَلَیْهِ وَاِنْ عَمِلَهَا کُتِبَتْ اور ایک روایت یون ہے وَاِذَا تَحَدَّثَ بِاَنْ یَعْمَلَ سَیِّئَةً فَاَنَا اَغْفِرُهَا لَهٗ مَا لَمْ یَعْمَلْهَا اور ان سب سے عفو ہی سمجھا جاتا ہی اور مواخذہ کی باب مین یہ آیت ہی اِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْ اَنْفُسِکُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ یُحَاسِبْکُمْ بِهِ اللّٰهُ فَیَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ اور یہ آیت وَلَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَکَ بِهٖ عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ کُلُّ اُولٰٓئِکَ کَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا یعنی عمل قلب مثل عمل آنکھ اور کان کے ہی معاف نہین ہوینگا اور یہ آیت وَلَا تَکْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ یَّکْتُمْهَا فَاِنَّهٗ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ اور یہ آیت لَا یُؤَاخِذُکُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِیْ اَیْمَانِکُمْ وَلٰکِنْ یُّؤَاخِذُکُمْ بِمَا کَسَبَتْ قُلُوْبُکُمْ ان سب سے مواخذہ پایا جاتا ہے اور اس مسئلہ مین حق یہ ہی کہ جب تک تفصیل اعمال قلوب کی شروع سے لیکر اعضا کی ارتکاب تک نہ تبلائی جاوی تب تک کچھ حکم عفو یا مواخذہ کا مطلق نہین کہنا چاہیے اب ہم کہتے ہین کہ قلب پر اول جو چیز وارد ہوتی ہے اوسکو خاطر اور حدیث نفس کہتے ہین مثلاً ایک عورت کی صورت دل مین آوی جو اسکی پس پشت ہو کہ اگر چاہے تو پھر کر اوسکو دیکھ لے دوسری بات دیکھنے کی رغبت کا ہیجان ہے یعنے وہ شہوت جو طبیعت مین موجود ہی متحرک ہو اور یہ امر پہلے خاطر سے پیدا ہوتا ہی اوسکو میل طبع کہتے ہین تیسری بات دل کی اجازت اس رغبت کی تعمیل کے لیے مثلاً مثال مذکور مین دیکھنے کے لیے اجازت دینی کیونکہ بعضی دفعہ طبیعت کی رغبت تو ہوتی ہے مگر موانع کے باعث دل اجازت نہین دیتا مثلاً حیا کے سبب نہین دیکھ سکتا یا پھر کر دیکھنے سی کچھ خوف معلوم ہوتا ہے اور ان موانع کا برطرف ہونا تامل سے ہوتا ہی جو بہرحال عقل کی ہی اجازت ہی اسکا نام اعتقاد ہی اور یہ اون دو پہلی باتونکی بعد ہوتا ہی چوتھی بات پکا کرنا ارادہ کا متوجہ ہونے پر اسکو نیت اور قصد اور ارادہ کہتے ہین اس ارادہ کا مبدا کبھی ضعیف ہوتا ہی مگر باعتبار خاطر اول کے کشش نفس کو اسقدر ہوتی ہے کہ یہ ارادہ مصمم اور موکد ہو جاتا ہے بعد اس ارادہ کی مصمم ہونیکے کبھی آدمی ندامت کی باعث فعل کا مرتکب نہین ہوتا اور کبھی اس نظر سے نہین کرتا کہ کسی وجہ سے غافل ہو جاتا ہے اور اُس کام کی طرف توجہ نہین رہتی اور کبھی کوئی ایسا مانع پیش آتا ہی کہ اوس کام کا کرنا متعذر ہو جاتا ہے غرضکہ دل کے لیے پہلے اعضا کی عمل سی چار حالتین ہوتی ہین اول حدیث نفس

پہر میل طبع پہر اعتقاد پہر عزم اب ان چارون کا حکم سننا چاہیے کہ حدیث نفس اور میل طبع پہ
تو مواخذہ نہین اسواسطے کہ انسان کا ان پر کچھ بس نہین یہ باتین آدمی کے اختیار سے باہر ہین
اور اس حدیث مین کہ عُفِیَ عَنْ اُمَّتِیْ مَا حَدَّثَتْ بِہٖ نُفُوْسُھَا یہی دونون مراد ہین اس لیے کہ حدیث
نفس اوسیکو کہتے ہین کہ صرف دلمین گذرے اور اوسکی کرنیکا عزم نہو اور عزم اور ارادہ کو حدیث
نفس نہین کہتے بلکہ حدیث نفس وہ ہی جیسا عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ اونہون نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ یا حضرت میرے جیمین یون آتا ہی کہ اپنی
بی بی خولہ کو طلاق دیدون آپ نے فرمایا کہ مَهْلاً اِنَّ مِنْ سُنَّتِی النِّکَاحَ اونہون عرض کیا کہ میرا
جی یون چاہتا ہے کہ خصی ہو جاؤن آپ نے فرمایا کہ مَهْلاً خِصَاءُ اُمَّتِی دَوْبُ الصِّیَامِ عرض کیا کہ میرا
جی یہ چاہتا ہے کہ راہب بن جاؤن آپ نے فرمایا کہ مَهْلاً رَهْبَانِیَّةُ اُمَّتِی الْجِهَادُ وَالْحَجُّ عرض کیا
کہ میرا دل چاہتا ہے کہ گوشت کہانا چہوڑ دون آپ نے ارشاد فرمایا کہ مَهْلاً فَاِنِّی اُحِبُّهٗ وَلَوْ اَصَبْتُهٗ
لَاَکَلْتُهٗ وَلَوْ سَاَلْتُ اللّٰهَ لَاَطْعَمَنِیْهِ پس جن خواطر کے ساتھ عزم نہین ہوتا وہ حدیث نفس مین
داخل ہین جیسے ان صحابی کے خواطر تہی اسی جہت سے اونہون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے انکے باب مین مشورہ لیا کہ عزم اونکے ارتکاب کا نہ تہا تیسری بات یعنی اعتقاد اوسکی
دو قسمین ہین ایک اختیاری اور ایک اضطراری اور دونون کا حکم بہی مختلف ہی کہ اختیاری پہ
مواخذہ ہوتا ہے اور اضطراری پر نہین ہوتا اور چوتہی بات یعنی قصد فعل اسپر مواخذہ ہوتا ہے
مگر جب کام اس قصد کے بعد نہین کیا تو یہ دیکہنا چاہیے کہ خوف الٰہی اور ندامت کی باعث سے
نہین کیا یا کسی اور سبب سے اول صورت مین ایک نیکی اسکے لیے لکہی جاویگی اس لیے کہ ارادہ شر گناہ
ہے اور اوس سے باز رہنا اور نفس پر مجاہدہ کرنا نیکی ہے اور نیز ارادہ کرنا بر حسب اقتضای طبع اسپر دلالت
نہین کرتا کہ خدا سے بالکل غافل ہو گیا لیکن نفس کو مجاہدہ سے طبیعت کے خلاف پہ باز رکہنا اسکو
بڑی قوت چاہیے تو اسنے جسقدر کوشش ارادہ فعل کی جہت سے شیطان کی متابعت مین کی تہی
اوس سے زیادہ مخالفت طبع اور للہ کام کرنے مین کی اس لیے سزاوار ایک نیکی کا ہوا اور اگر
کسی مانع یا عذر کے باعث اوس فعل سے باز رہا ہی تو اسپر ایک برائی لکہی جاویگی اس لیے کہ ارادہ
کرنا بہی قلب کا فعل اختیاری ہے اور یہ احکام جو ہمنے مفصل لکہی ہین انکی دلیل یہ ہی کہ اسیطرح
الفاظ حدیث مین مفصل مذکور ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ
رَبِّ ذَاكَ عَبْدُكَ يُرِيدُ اَنْ يَعْمَلَ سَيِّئَةً وَهُوَ اَبْصَرُ بِهٖ فَقَالَ ارْقُبُوْهُ فَاِنْ عَمِلَهَا فَاكْتُبُوْهَا لَهٗ

بِمِثْلِهَا وَاِنْ تَرَكَهَا فَاكْتُبُوْهَا لَهٗ حَسَنَةً فَاِنَّمَا تَرَكَهَا مِنْ جَرَّائِیْ اور جس روایت مین لَمْ يَعْمَلْهَا آیا ہی اوس سے بہی یہی مراد ہے کہ خدا کے خوف سی چہوڑ دیا ہوا اور اگر گناہ پر ارادہ کرکے کسی عذر یا غفلت کے سبب چہوڑا ہو تو اوس صورت مین نیکی کا مستحق نہین ہوگا کیونکہ حدیث شریف مین آیا ہی اِنَّمَا يُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰى نِيَّاتِهِمْ اور یہی معلوم ہے کہ جو کوئی رات کو اس بات کا ارادہ کرے کہ صبح کو کسی مسلمان کو قتل کرونگا یا کسی عورت سی زنا کرونگا اور اوسی رات مین مرجاوی تو اپنے ارادہ پر مُصر مریگا اور اسی نیت پر اسکا حشر ہوگا حالانکہ فعل کا مرتکب نہین ہوا تو معلوم ہوا کہ حدیث مذکور مین لَمْ يَعْمَلْ سے مراد یہی ہے کہ خدا کے خوف سی چہوڑ دیا ہو اور دلیل قاطع نیت پر مواخذہ کے باب مین یہ حدیث شریف ہی اِذَا الْتَقَى الْمُسْلِمَانِ بِسَيْفَيْهِمَا فَالْقَاتِلُ وَالْمَقْتُوْلُ فِي النَّارِ فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا الْقَاتِلُ فَمَا بَالُ الْمَقْتُوْلِ قَالَ لِاَنَّهٗ اَرَادَ قَتْلَ صَاحِبِهٖ اس سے صریح معلوم ہوگیا کہ صرف ارادہ کی جہت سی ناری ہوا باوجودیکہ خود ظلماً مقتول ہوا پس مواخذہ نیت جب نص صریح سے معلوم ہوا تو اب گمان یہ نہین ہوسکتا کہ خدا تعالی نیت پر مواخذہ نفرماوے گا بلکہ جو قصد کہ آدمی کے اختیار سی ہوگا اوسپر اوسکا مواخذہ ہوگا لیکن اگر اسکا کفارہ نیکی سے کردیگا تو مواخذہ سی بری ہوجاویگا اور اپنے عزم کو ندامت کی سبب فسخ کرنا نیکی ہے اس لیی مستحق نیکی کا ہوتا ہے مگر مانع کے سبب کام کو ترک کرنا نیکی نہین اسلیے مواخذہ دار رہتا ہے اور خواطر اور میل طبع بندہ کے اختیار مین نہین اگر انپر مواخذہ ہو تو گویا جو بات طاقت سی باہر ہے اوسکا حکم ہوا اور یہی وجہ ہی کہ جب یہ آیت اتری وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ کچہ صحابی رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آئے اور عرض کیا کہ ہمپر حکم ایسی بات کا ہوا جو ہماری طاقت سی باہر ہے ہم مین سے بعضونکی دلمین ایسی باتین گذرتی ہین کہ یہ منظور نہین کہ وہ دلمین رہین پہر ان پر مواخذہ ہوگا آپ نے فرمایا کہ شاید تم بہی ایسا کہتے ہو جیسا یہودیون نے کہا تہا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا یون کہو کہ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا انہون نے کہا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ایک برس کے بعد خداوند کریم نے وہ تنگی رفع کی اور یہ آیت اتری لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا پس ظاہر ہوا کہ جو بات اعمال قلبی سے بندہ کی اختیار مین نہین اوسپر مواخذہ بہی نہین یہی بیان شافی اس امر کا اور جو لوگ یہ گمان رکہتے ہین کہ جو بات دل پر گذرے وہ حدیث نفس سے اور ان اقسام کی کچہ تفریق نہین کرتے وہ بیشک غلطی پر ہین اور کیا وجہ ہی کہ اعمال قلبی مین مواخذہ نہو حالانکہ کبر اور عجب اور ریا اور نفاق اور حسد وغیرہ سب اعمال قلب ہی مین سے ہین

بلکہ اصل یہی ہے کہ جو اعمال بندہ کے اختیار مین ہین خواہ آنکھ کے ہون یا کان یا دل کے سب پر مواخذہ ہوگا یہانتک کہ اگر آنکھ نے اختیار کسی غیر محرم پر پڑجاوے تو اوسپر بھی مواخذہ نہین ہان اگر دوبارہ پھر دانستہ دیکھیگا تو اوسپر مواخذہ ہوگا اسیطرح خواطر قلبی کا حال ہی بلکہ مواخذہ قلب ہی سے اول ہونا چاہیے کیونکہ اصل وہی ہے حدیث شریف مین ہی کہ التقویٰ ههنا ههنا یعنی دل کیطرف اشارہ کرکے آپ نے یہ لفظ فرمایا اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَنْ يَنَالَ اللّٰهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلٰكِنْ يَنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ اور ایک حدیث مین سطرح ارشاد ہے الاثم حواز القلب اور یہ بھی فرمایا البرّ ما اطمأن الیه القلب وان افتوك وافتوك یہانتک کہ ہم یہ کہتے ہین کہ اگر مفتی کے دل نے کسی چیز کے واجب ہونیکو کہا اور وہ مثلاً غلطی پر ہی تب بھی اوسکو ثواب ہوگا یا کسی نے یہ جانا کہ مین وضو سے ہون اور نماز پڑہی بعد نماز کے خیال ہوا کہ مجکو وضو نہ تھا تو اوسکو پہلی نماز کا ثواب ملیگا لیکن باوجود جاننے اپنی طہارت کی نماز چھوڑدیگا تو مستحق عقاب ہوگا گو پیچھے یاد آوے کہ مجکو وضو نہ تھا یا کسی نے اپنے بستر پر ایک عورت کو پایا اور یہ جانا کہ میری منکوحہ ہے اور اوس سے جماع کیا تو گناہ گار نہوگا گو وہ عورت اجنبی ہی ہو اور اگر بالفرض اوسکی منکوحہ ہی ہوتی مگر یہ شخص اوسکو غیر عورت جانکر صحبت کرتا تو گناہ گار ہوتا پس ان سب مسائل کی بنا دل ہی پر ہے اعضا کو کچھ دخل نہین

چودھوان بیان اس بات کا کہ ذکر کرنیکے وقت وسواس بالکل منقطع ہوجاتا ہی یا نہین

واضح ہو کہ جو علما قلوب کے احوال کے نگران ہین اور اسکی صفات و عجائب کو دیکھتے رہتے ہین اس مسئلہ مین اونکے پانچ فریق ہین ایک فرقہ کا یہ قول ہے کہ ذکر الٰہی سے وسوسہ منقطع ہوجاتا ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے فَاِذَا ذَكَرَ اللّٰهَ خَنَسَ اور خنس کے معنی خاموشی کے ہین یعنی یا کہ شیطان چپ ہوجاتا ہے اور ایک فرقہ کا یہ قول ہے کہ اصل وسوسہ تو نہین جاتا مگر اوسکا اثر جاتا رہتا ہے اور وجہ اسکی یہ ہے کہ جب دلمین ذکر بھر جاویگا تو وسوسہ تاثیر نکرنے پاویگا جیسے کوئی آدمی کسی سوچ مین بیٹھا ہو تو بعض اوقات کلام نہین سمجھتا اگرچہ آواز اوسکی کان تک پہونچتی ہے اور ایک فرقہ کا یہ قول ہے کہ نہ وسوسہ منقطع ہوتا ہے نہ تاثیر جاتی ہے مگر غلبہ اوسکا فرو ہوجاتا ہے یعنے وسواس تو ہوتا ہے مگر بہت ضعیف اور ایک فرقہ کا یہ قول ہے کہ ذرا سی دیر ذکر سے وسوسہ معدوم ہوجاتا ہے اور اتنی ہی دیر کو وسوسہ سے ذکر معدوم ہوجاتا ہی اور انکے پے در پے اور جلد جلد آنے سے ایک تار سا بندھ جاتا ہے اور انکی مثال ایسی ہے کہ ایک کرہ پر چند نقطے متفرق دیکر اگر اوسکو زور سے گھماؤ تو وہ نقطے دائرہ کی شکل معلوم ہونگے کیونکہ تیزی حرکت کی باعث ایک دوسرے

ماسوا ہونگے اور یہ لوگ اپنے قول کی دلیل یہ فرماتے ہین کہ حدیث شریف مین خنس مذکور ہی مگر جو
ذکر کے ساتھ وسوسہ سوجھتا ہے تو اوسکی تطبیق بجز بیان مذکور کے اور کسی طرح نہین ہو سکتی اور ایک
فرقہ کا یہ قول ہے کہ وسوسہ اور ذکر دل پر ہمیشہ ایک دوسرے کے پیچھے چلتے رہتے ہین اور منقطع نہین ہوتے
جیسے کوئی آدمی ایک ہی حالت مین اپنی آنکھ سے دو چیزین دیکھے اسیطرح دل بھی دو چیزون کا مقام
ہوتا ہے حدیث شریف مین وارد ہی کہ مَا مِنْ عَبْدٍ اِلَّا وَلَهٗ اَرْبَعَةُ اَعْيُنٍ عَيْنَانِ فِي رَاْسِهٖ يُبْصِرُ بِهِمَا
اَمْرَ دُنْيَاهُ وَعَيْنَانِ فِي قَلْبِهٖ يُبْصِرُ بِهِمَا اَمْرَ دِيْنِهٖ اور یہی مذہب محاسبی رح کا ہے اور ہمارے نزدیک
یہ سب مذہب درست ہین مگر اقسام وسواس کا حصر کسی مین نہین ہر ایک نے جس وسواس کو دیکھا
ویسا ہی بتلا دیا اسلیے ہم اوسکے اقسام لکھتے ہین اور کہتے ہین کہ وسواس تین قسم کے ہین اول یہ
کہ امر حق کو مشتبہ کرنے سے شیطان وسوسہ کرے مثلاً یون سمجھا وے کہ دنیا کی لذت چھوڑنی
چاہیے زندگی بہت ہی خواہشات کو اتنے دنون روکنا بڑا عذاب ہی بس اسوقت اگر بندہ اللہ تعالے
کا حق اور اوسکا ثواب عظیم اور عقاب یاد کریگا اور اپنے نفس کو سمجھا دیگا کہ خواہش سے رکا رہنا
تو سخت ہی مگر دوزخ کی آنچ کا سہنا سخت تر ہے دونون مین سے ایک ہی ہو سکتا ہی تو جب اسطرح
وعدہ اور وعید کو یاد کر کے تجدید اپنے یقین کی کریگا تو شیطان بھاگ جاویگا کیونکہ یہ نہین
کہہ سکتا کہ دوزخ کی آگ پر صبر کرنا گناہونکی صبر سے ہلکا ہے نہ یہ کہہ سکتا ہے کہ گناہ کا انجام دوزخ
نہین اسلیے کہ اگر کہے گا بھی تو بندہ کتاب اللہ پر ایمان رکھنے سے اوسکی کب سنیگا بہر کیف اوسکا
وسواس منقطع ہوجاویگا اسیطرح اگر غضب کے لیے وسوسہ ڈالے مثلاً دل مین یہ بات ڈالے کہ آج
تیری برابر معرفت اور عبادت الٰہی مین کوئی نہین تیرا رتبہ خدا کے نزدیک بہت بڑا ہی اور اوسوقت
بندہ یہ یاد کرے کہ میری معرفت اور اختیار اور قلب اور اعضا جنسے کہ مینے جانا یا عمل کیا سب کے سب
اللہ تعالی نے پیدا کیے ہین پس عجب کس پر کرنا چاہیے تو اسوقت بھی شیطان ٹلے گا کیونکہ یہ نہین
کہہ سکتا کہ یہ اللہ کی جانب سے نہین اور اگر کہے بھی تو ایمان کی جہت سے شنوائی کب ہو سکتی ہے
غرضکہ اس قسم کا وسواس تو بالکل منقطع ہوجاتا ہے جو لوگ عارف ہین اور نور ایمانی اور معرفت سے
روشن ضمیر ہین اونکے پاس نہین رہتا دوسری قسم وسواس کی یہ ہے کہ شہوت کو حرکت دے اور اسمین
یہ تفریق ہے کہ تحریک یا تو ایسی چیز کیطرف ہو کہ بندہ کو یقینی معلوم ہوجاوے کہ وہ چیز معصیت ہے
یا صرف غلبۂ ظن ہی ہو پس یقینی جاننے کی صورت مین شیطان ہیجان شہوت سے تو باز نہین رہیگا
مگر ایسا ہیجان نہین کریگا جس سے تحریک ہو اور اگر امر مظنون ہوگا تو اکثر موثر رہیگا یہان تک کہ

ہوتی ہین جسمین دو کان ... اور دیکھتا ہی ۱۲ ابو منصور دیلمی در مسند الفردوس ... معاذ رضی اللہ عنہ ... بجای لفظ دینہ کے الآخرۃ کا لفظ آیا ہے ۱۲

کہ اوسکے دفع کے لیے مجاہدہ کی ضرورت ہوگی پس وسوسہ تو موجود رہتا ہے مگر دبا ہوا ہوتا ہے تیسری قسم وسوسہ کی خواطر ہین اور غائب چیزونکا حال یاد کرنا پس جب دل متوجہ ذکر الٰہی کیطرف ہوتا ہے تو ذرا ٹلجاتا ہے پھر آجاتا ہے پھر ذرا دیر کو ٹلجاتا ہے تو ذکر اور وسوسہ پے درپے اسی طرح آتے ہین کہ یہ خیال ہوتا ہے کہ دونون کا ایک سلسلہ ہوگیا ہی یہانتک کہ ذہن مین معنی قرارت کی بھی آتے ہین اور یہ خواطر بھی رہتے ہین گویا ان دونون چیزون کے ٹھکانے دلمین دو جگہہ ہین اور اس قسم کا وسوسہ بالکلیہ منقطع ہوجانا بہت مشکل ہے مگر محال نہین اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی مَنْ صَلّٰی رَکْعَتَیْنِ لَمْ یُحَدِّثْ نَفْسَہٗ فِیْھِمَا بِشَیْءٍ مِّنَ الدُّنْیَا غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ پس اگر یہ بات محال ہوتی تو حضرت ذکر نفرماتے ہان یہ امر ویسی دلمین ہوسکتا ہے جس پر محبت الٰہی حاوی ہوگئی ہو کیونکہ قلب کو جس طرف مشغولی تام ہوتی ہے اوسکے سوا اور کچھہ دل پر نہین گذرتا جیسے عاشق اگر فکر محبت مین مستغرق ہوتا ہی تو سوا ذکر محبوب اور کوئی بات اوسکے دلمین نہین گذرتی یا جسکو کسی دشمن کا خیال ہوتا ہی تو بعض اوقات دو رکعت یا زیادہ کی مقدار ایسا فکر مین ڈوبا رہتا ہے کہ سوا اوس دشمن کی بات کی اور دل پر نہین گذرتا یہانتک کہ اگر اس عرصہ مین کوئی پاس کو نکل جاوے یا کچھہ کہا جاوے تو اوسکو خبر نہین ہوتی گویا کہ اوسپر آنکھہ ہی نہین پڑی پس جب یہ بات دنیا کی تفکرات مین ممکن ہے تو اگر کسیکو خوف دوزخ یا حرص جنت سے یہ استغراق نصیب ہو تو کیا بعید ہے ہان بنظر ضعف ایمان کے البتہ شاذ و نادر ہے پس جب ان سب اقسام وساوس کو سوچو تو معلوم ہوجاوے کہ مذکورۂ بالا مین سے ہر ایک کے لیے ایک درجہ ہی لیکن اوسکا محل مخصوص ہے خلاصہ یہ کہ شیطان سے خلاص ہونا ایک لحظہ یا ساعت کو کچھہ بعید نہین مگر عمر بھر اوس سے نجات ملنی بہت بعید ہی بلکہ محال ہے کیونکہ اگر یہ بات ممکن الوجود ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی کسی قسم کا وسوسہ نہوتا حالانکہ وسوسہ آپ کو بھی ہوا جیسا کہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ آپ نے نماز مین اپنے کپڑے کے نقوش پر نگاہ کی اور سلام پھیر کر وہ کپڑا پھینک دیا اور فرمایا شَغَلَنِیْ عَنِ الصَّلٰوۃِ اور ایک بار سونیکے حرام ہونے سے پیشتر آپ کی ہاتھہ مین ایک انگوٹھی سونیکی تھی خطبہ پڑھتے مین اوسپر نگاہ جا پڑی تو آپ نے اوسکو نکالکر پھینک دی اور فرمایا نَظْرَۃٌ اِلَیْہِ وَنَظْرَۃٌ اِلَیْکُمْ تو لذت نگاہ کو سونیکی انگوٹھی یا کپڑے کے نقش کیطرف حرکت دینی وسوسہ کے باعث تھی اسی لیے آپ نے ان دونوں کو پھینک دیا اس سے یہ معلوم ہوا کہ وسوسہ متاع دنیاوی اور نقد کا جبھی منقطع ہوگا جب اوسکو علیحدہ

جو شخص کہ دو رکعت نماز ایسی پڑھے کہ انمین اوسکا نفس کوئی بات دنیا کی نہ کہے تو اوسکے گناہ گذشتہ بخشے جاوینگے یہ حدیث باب الصلوٰۃ مین گذری ۱۲

کرد یا جاوے اور جب تک ایک وبیہ بہی ملک مین نہ ہیگا نماز مین شیطان اوسیکا وسوسہ
کیونکا کہ اوسکو کہان چہپایا جاوے کہ کسی کی نظر نہ پڑے اور حفاظت کسطرح ہو اور کس خرچ مین
اٹھانا چاہیے اور کیونکر اوسکو ظاہر کرکے نام پیدا کیا جاوے اسیطرح کے بیسیون وسوسہ کرتا ہے
پس جو کوئی دنیا مین پہنسکر یہ طمع کرے کہ مجھے شیطان سے نجات ملے اوسکی ایسی مثال ہے کہ شہد
بدن پر لیسکر یہ جانے کہ اسپر مکہی نہ بیٹھی گی اور یہ بات محال ہے غرضکہ دنیا وسوسہ کا بڑا پہاٹک
ہے اور اوسکا ایک راستہ نہین بہت سے راستے ہین ایک حکیم کا قول ہے کہ شیطان اول نبی آدم کے
پاس معاصی کیطرف سے آتا ہی اگر اونسے کہنا نمانا تو نصیحت کی طور پر پیش آتا ہے کہ کسی بدعت
مین پہنساوے اور اگر اسکو بہی نمانا تو اوسکو تنگی اور شدت کا حکم کرتا ہے کہ جو چیز حرام نہو
اوسکو بہی حرام کرلے اگر اسکو بہی پذیرا نہ کیا تو وضو اور نماز مین شبہ ڈالدیتا ہے کہ کسی کا یقین
نہ ہے اگر یہ بہی بن نہ پڑا تو اعمال نیک کو اوسپر آسان کردیتا ہے اور جب لوگ اوسکو صابر اور عفیف
دیکہتے ہین اور اوسکی طرف راغب ہوتے ہین تو عجب مین ڈالکر تباہ کر دیتا ہے مگر اسصورت مین
کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہین کرتا اسلیے کہ یہ جانتا ہے کہ اگر ابکی بار پہندے مین نہ آیا تو کہلا
جنت کو چلا جاوے گا

پندرہوان بیان قلب کے جلد بدلنے کا اور تغیر اور ثبات کی اعتبار اوسکی تقسیم کا

پیشتر ہم لکہہ چکے ہین کہ قلب پر آثار اور احوال مختلف طرق سے آتے رہتے ہین اور اس باب مین
گویا وہ ایک تو دہ ہے جسپر چہار طرفسے تیر پڑتے رہتے ہین پس جب ایکطرف سے کسی چیز کا اوسپر اثر
ہوا دوسری طرفسے اوسکے خلاف کوئی چیز آجاتی ہے تو پہلی صفت بدلجاتی ہے مثلاً اگر شیطان
نے اوسکو ہواے نفسانی کیطرف کہینچا فرشتہ اوسکو اگر اوس سے باز رکہتا ہے اور اگر ایک شیطان
نے ایک برائی کو کہا دوسرے نے دوسری طرف کہینچلیا اور اگر ایک فرشتہ نے کسی چیز کی رغبت
دلائی دوسرے نے دوسری چیز سوجہائی پس کبہی تو دو فرشتونکی کشاکش مین رہتا ہے
اور کبہی دو شیطانون کی اور کبہی ایک فرشتہ اور ایک شیطان کی مگر کسی وقت فارغ نہین رہتا
اور اسی بات کی طرف اشارہ ہے اس آیت مین وَنُقَلِّبُ أَفْئِدَتَهُمْ وَأَبْصَارَهُمْ اور ازانجا کہ قلب
کو خداوند کریم نے ایک عجیب چیز بنایا ہے اور اوسمین بہت عجائب بہرے ہین اور ان عجائب سے اور اوسکے
بدلنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بخوبی واقف کیا تہا تو اکثر آپ اسطرح قسم کہاتے تہے لا ومقلب
القلوب اور اکثر یون دعا مانگتے تہے یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِي عَلَى دِينِكَ لوگون نے

ف۱ اور ہم اوپر بیان کر چکے ہین کہ یہ دل اور اوسکے بیچ ...
ف۲ نہین قسم ہے دل کے بدلنے والیکی ۱۲ بخاری بروایت ابن عمر رضی اللہ عنہ
ف۳ اے بدلنے والے دلونکے ٹہیرا دل کو اپنے دین پر ثابت رکہہ ترمذی بروایت انس

عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ کو اپنے قلب کا خوف ہی آپ نے فرمایا کہ وَمَا یُؤْمِنُنِیْ وَالْقَلْبُ بَیْنَ اِصْبَعَیْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ یُقَلِّبُہٗ کَیْفَ یَشَاءُ اور ایک روایت مین ہے اِنْ شَاءَ اَنْ یُّقِیْمَہٗ اَقَامَہٗ وَاِنْ شَاءَ اَنْ یُّزِیْغَہٗ اَزَاغَہٗ اور آپ نے قلب کی تین مثالین فرمائین ایک یہ کہ فرمایا مَثَلُ الْقَلْبِ مِثْلُ الْعُصْفُوْرِ یَتَقَلَّبُ فِیْ کُلِّ سَاعَۃٍ اور دوسری جگہہ فرمایا مَثَلُ الْقَلْبِ فِیْ تَقَلُّبِہٖ کَالْقِدْرِ اِذَا اسْتَجْمَعَتْ غَلْیًا نُھَا اور تیسری مثال مین فرمایا مَثَلُ الْقَلْبِ کَمَثَلِ رِیْشَۃٍ بِاَرْضٍ فَلَاۃٍ تُقَلِّبُھَا الرِّیَاحُ ظَھْرًا لِّبَطْنٍ اور دلونکی تبدیل اور اللہ تعالی کی عجیب صفت اس باب مین ایسی ہے کہ بجز اون لوگونکے جو اپنے احوال کے نگران رہتے ہین اور مراقبہ مین لگے رہتے ہین اور کسیکو معلوم نہین ہوتے۔ اور قلب باعتبار ثابت رہنی کی خیر اور شر پر یا مذبذب رہنے کے ان دونو مین تین قسم پر ہے ایک قلب تو وہ ہے کہ تقوی سے پر ہوا اور ریاضت سی اوسکا تزکیہ ہوا ہو اور خبیث عادات سی پاک وصاف ہو گیا ہو ایسے دلمین خواطر خیر خزانہ غیب اور طریق ملکوت سے آتے ہین اور عقل ان خواطر کے تفکر مین مصروف ہوتی ہے کہ اونکے دقائق خیر اور اسرار فوائد سے مطلع ہو پس جب نور بصیرت سی اوسپر اونکی وجہ ظاہر ہو جاتی ہے تو کہدیتی ہے کہ اس کام کا کرنا ضروری ہی اور قلب کو اوسکے ارتکاب کی ترغیب دیتی ہے اور فرشتہ کی نظر جو اس قلب پر پڑتی ہے تو دیکھتا ہے کہ اسکا جوہر صاف ہی اور نور خرد سے تمام اوجالا ہو رہا ہی تقوی سے معمور ہی شمع معرفت سی نور علی نور رہے ہماری رہنی کے قابل ہی اور ہماری اوترنیکی صلاحیت حاصل تو اوسوقت ایسے لشکر ونسے اوسکی مدد کرتا ہی کہ جو سوجھتے نہین اور رہبت سی اور خیرات کیطرف ہادی بنتا ہے یہانتک کہ ایک خیر سے دوسری اور پھر تیسری اور پھر چوتھی اسیطرح بے شمار خیرات کی ترغیب علی الدوام کرتا رہتا ہے اور ان باتونکو اوسپر آسان کرتا رہتا ہے جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْیُسْرٰی اسیطرح کے دلمین مطلع ربوبیت سی خورشید معرفت طلوع ہوتا ہی کہ جسکی لمعان نور سے اوسپر شرک خفی چھپا نہین رہتا حالانکہ وہ اندھیری رات مین سیاہ چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ پوشیدہ ہوتا ہے اسیطرح اور پوشیدہ باتین اوسپر چھپی نہین رہتین اور نہ مکر شیطانی کارگر ہوتا ہے بلکہ شیطان کھڑا ہو کر بہت سی چکنی باتین دہوکھی کی کہتا ہے مگر وہ متوجہ بھی نہین ہوتا اور اسطرح کا دل جب مہلکات سی صاف ہو جاتا ہے منجیات سی معمور ہوتا ہے یعنی شکر اور صبر اور خوف ورجا اور فقر و زہد اور محبت اور رضا اور شوق اور توکل اور تفکر اور محاسبہ وغیرہ جنکو آگے بیان کرینگے اونکا محل ہو جاتا ہے یہی دل ہے

کہ جسکی طرف خود مبدأ فیاض یعنی خدا عزوجل کی توجہ ہوتی ہے اور قلب مطمئن اسیکا نام ہی
جو اس آیت سے مراد ہے اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ اور اس آیت مین بہی وہی غرض ہے
یَا اَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّکِ دوسرا قلب اول کے عکس ہی یعنے ہواے نفسانی سے مملو
اور عادات مذمومہ مین آلودہ ہو دروازے شیطانون کے اسکی طرف مفتوح ہون اور فرشتون کے
ابواب مسدود ایسے دلمین آغاز شر کا اسطرح ہوتا ہی کہ اول اوسمین ایک خطرہ ہواے نفسانی
آتا ہی اور دلمین کھٹکتا ہی تو وہ حاکم عقل کی تجویز پوچھتا ہی کہ مصلحت کیا ہی تو چونکہ عقل پہلے ہی سے ہواے نفسانی کی
خدمتگذاری کی معتاد ہوتی ہے اور ہمیشہ اوسکے لیے حیلے ڈھونڈھا کرتی ہے اور اوسیکی
مرضی کی موافق کام کرتی ہے اب بہی نفس کی مساعدت کرتی ہی اور اوسیکے مطابق
جواب دیتی ہی تو ہواے نفسانی کے لیے سینہ کہل جاتا ہی اور اوسکا اندہیرا پہیلتا ہی اور لشکر عقل
مغلوب ہو جاتا ہی شیطان کی بن پڑتی ہے خوب پاؤن پہیلاتا ہے اور زینت ظاہری اور
فریب اور طول امل اور اوسیطرح کی کچی باتونکی ترغیب یہانتک کرتا ہی کہ سلطان ایمان
کمزور ہو جاتا ہی اور نور یقین گل ہو جاتا ہے یعنے وعدہ اور وعید اور خوف آخرت کا یقین
نہین رہتا کیونکہ ہواے نفسانی سے ایک ایسا سیاہ دہوان نکلتا ہے کہ قلب کے چہار طرف پہیلکر
اوسکے نور کو بجہا دیتا ہی عقل کا حال اوسوقت ایسا ہوتا ہے جیسے کسی کی آنکھہ مین گرد و دہوان
بہرا ہو اور دیکھہ نسکے یہی حال غلبۂ شہوت سے قلب پر طاری ہوتا ہے کہ تامل اور استبصار
ذرا نہین رہتا اور اگر امر حق کو کوئی واعظ سمجہاوے تو بہی نہین سمجہتا اور نہ کان دہرتا ہی ایسی
صورت مین شیطان جداحملہ کرتا ہی شہوت جدا ہیجان مین آتی ہے اعضا جدا موافق ہواے نفسانی کی
حرکت کرتے ہین معصیت تقدیر الٰہی کی جہت سے ظاہر ہوتی ہے ایسے ہی دل کیطرف اس آیت مین اشارہ ہے
اَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰھَہٗ ھَوٰىہُ اَفَاَنْتَ تَکُوْنُ عَلَیْہِ وَکِیْلًا اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَکْثَرَھُمْ یَسْمَعُوْنَ اَوْ یَعْقِلُوْنَ اِنْ ھُمْ
اِلَّا کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ سَبِیْلًا اور اس آیت مین بہی لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓی اَکْثَرِھِمْ فَھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ
اور اس آیت مین سَوَآءٌ عَلَیْھِمْ ءَاَنْذَرْتَھُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ اور بعضے قلوب کا تو حال
بہ نسبت سب شہوات کی ایسا ہی ہوتا ہی اور بعضونکا ایسا حال باعتبار بعض شہوات کی ہوتا ہے
مثلاً بعض لوگ ایسے ہوتے ہین کہ بعض معصیتون سے پرہیز کرتے ہین لیکن جب کوئی خوبصورت
صورت نظر پڑتی ہے تو اوس سے صبر نہین کر سکتے عقل رخصت ہوتی ہے اور دل کو ضبط نہین
کر سکتے اور بعضونکا یہ حال ہے کہ اگر جاہ اور ریاست اور کبر کا سامان نظر پڑتا ہی تو اوسپر دیوانہ ہو جاتے ہین

اور بعضے لوگ ایسے ہین کہ اگر کوئی کلمہ اپنی حقارت یا عیب کا سنین غصہ کی مارے آگ بہولا
ہوجاتے ہین اور بعضے روپیہ پیسا لینے کیوقت ایسے تیز ہوتے ہین کہ مروت اور تقوی کا کچہہ
خیال نہین کرتے پس یہ سب باتین اسی سے ہوتی ہین کہ سیاہ دہوان ہوا نفسانی کا قلب پر
چہا جاتا ہے اور اوسمین نور بصیرت دہندلا پڑ جاتا ہی اسی جہت سے حیا اور ایمان اور مروت طاق
بالای طاق رکہکر مراد شیطانی کی تحصیل مین کوشش کرتے ہین تیسرا قلب وہ ہی کہ اوسمین ہوا نفسانی
کی خاطر ظاہر ہوتی ہے اور اوسکو شر کیطرف کہینچتی ہے اوسیوقت خاطر ایمان آتی ہی اور خیر کیطرف
بلاتی ہے اور نفس شہوت پرست خاطر شر کیطرفداری پر مستعد ہوتا ہی اسوقت شہوت کو بہت
غلبہ ہوتا ہی اور تمتع اور لذت اچہی معلوم ہونے لگتی ہے پس عقل خاطر خیر کی ترجیح کرتی ہے اور شہوت
کی برائی بیان کرتی ہے اور کہتی ہے کہ یہ کام نادانی کا ہے یا مشابہ افعال بہائم اور سباع کی ہے
جنکے انجام کی پروا نہین ہوتی اور بدی پر گر پڑتے ہین تو نفس عقل کی نصیحت پر راغب ہوتا ہے
اوسیوقت شیطان عقل پر حملہ کرتا ہے اور ہوا نفسانی کو کمک پہونچاتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ زہد
خشک کیسا ہی تو اپنی خواہش سے کیون رکتا ہی دنیا مین اور بہی کوئی ہے جو اپنا مطلب چہوڑ دیتا ہی
کیا دنیا کی لذتین اونکے حصہ مین ہین تیرے نصیب مین بدبختی اور رنج و مصیبت اور حرمانگی
سوا کچہہ نہین لوگ تجہپر ہنسینگے دیکہہ فلان فلان شخص نے یہی بات چاہی تہی اور اوسکی مرتکب
ہوئے کیسے چین کرتے ہین تو اونسے بڑہکر رتبہ کیون نہین حاصل کرتا فلان شخص عالم بہی
تو ایسا ہی کرتا ہی اور اوس سے پرہیز نہین کرتا اگر یہ بات منع ہوتی تو وہ کیون کرتا ان باتونسے
نفس شیطان کی طرف کو جہکتا ہے اوسوقت فرشتہ شیطان پر چڑہ آتا ہی اور یون سمجہاتا ہے کہ
جو شخص اتباع لذت حال کرتا ہے اور انجام اور مآل پر دہیان نہین دہرتا وہ تباہ ہوجاتا ہے
کیا اس چندروزہ عیش پر قانع ہوکر ابدالآباد کی لذت بہشتی کو چہوڑے دیتا ہے شہوت سے صبر
کرنیکا رنج نہین اوٹہا سکتا اور دوزخ کا عذاب ہلکا سمجہا ہوگا لوگونکی اتباع شہوات مین پڑنے
اور اطاعت شیطانی کرنے سے تو بہی اپنی نفس سے غافل ہوا جاتا ہی یہ بڑا دہوکہا ہے
دوسرونکا گناہ تیرے عذاب کو ہلکا نہین کریگا اگر بالفرض جیٹہہ اساڑہ کی دوپہر مین اور لوگ دہوپ
مین جلتی ہون اور تجکو کوئی ٹہنڈا مکان میسر ہوجاوے تو تو لوگونکا ساتہہ دیگا یا اپنا بچنا
غنیمت جانیگا جب دہوپ مین تجکو اونکے ساتہہ کہڑا ہوتے ڈر لگتا ہے تو دوزخ مین اونکے
ساتہہ جاتے کیون نہین ڈرتا اس نصیحت سے نفس فرشتہ کیطرف میل کرتا ہی اور یہی کشتی مین

دونون فریق کے رہتا ہے یہانتک کہ دل پر اگر صفات شیطانی غالب ہونگی تو اوسیطرف کا ہو رہیگا اور گروہ شیاطین کا ممد و معاون ہو کر گروہ رحمانی سے اعراض کریگا اور اعضا پر سابقہ تقدیر ازلی سے وہ کام جاری ہونگے جو اللہ تعالے سے دور ہونیکے سبب ہون اور اگر اوسپر صفات ملکیہ کا غلبہ ہوگا تو اغوا شیطانی اور اوسکی ترغیب کو نہ پہنچ جائیگا اور دنیا فانی کی ترجیح اور آخرت کی سستی کیطرف ذرا بھی مائل نہوگا بلکہ گروہ رحمانی کی طاعت قبول کریگا اور اعضا سے وہی کام صادر ہونگے جو موجب رضا الٰہی ہون اور یہ بھی معاملہ تقدیر ہی کا ہے کیونکہ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ بَیْنَ اِصْبَعَیْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ واقع ہے یعنی کشاکشی درمیان ان دونون فریق کے اکثر رہتی ہے اور تقلب ادہر اودہر کرتا رہتا ہے مگر ایک ہی گروہ کیطرف ہمیشہ کو جم جانا بہت کم ہے اور جمیع طاعات خواہ معاصی خزانہ غیب سے جو عالم ظہور مین آتے ہین بواسطہ خزانہ قلب کے آتے ہین کیونکہ قلب خزائن ملکوت سے ہے اور اونکے ظہور ہی سے ارباب قلوب قضاء الٰہی پہچانتے ہین یعنے جو جنت کے لیے پیدا ہوا ہے اوسکے واسطے اسباب طاعت آسان کر دیے جاتے ہین اور جو دوزخ کے لیے پیدا ہوا ہے اوسکے لیے لوازم معصیت کے مہیا ہو جاتے ہین صحبت بھی ویسی ہی ملتی ہے حکم شیطان ملعین چڑھ جاتا ہے کیونکہ وہ بیسیون حکمتون سے احمقونکو فریب دیتا ہے اور کہتا ہے کہ ع غفور ست داور تو ما غم بخور سخت کچھ پروا نہ کر سب لوگ خدا سے ڈرتے ہین اونکے خلاف نہونا چاہیے ابھی زندگی بہت ہے کل توبہ کر لیجو یَعِدُهُمْ وَیُمَنِّیهِمْ وَمَا یَعِدُهُمُ الشَّیْطَانُ اِلَّا غُرُوْرًا یعنے توبہ کا وعدہ دیتا ہے اور مغفرت کی تمنا دلاتا ہے تاکہ ان جیسے حیلون سے آدمی کو تباہ کرے پس آدمی دہوکے مین آکر اوس کی بات مان لیتا ہے اور امر حق کے قبول سے اوسکا دل تنگ ہوتا ہے اور پہلے ہی حکم الٰہی اسیطرح ہوتا ہے فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ یَّهْدِیَهٗ یَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ وَمَنْ یُّرِدْ اَنْ یُّضِلَّهٗ یَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَیِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا یَصَّعَّدُ فِی السَّمَآءِ اِنْ یَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ وَاِنْ یَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِیْ یَنْصُرُكُمْ مِّنْ بَعْدِهٖ اسی سے معلوم ہوا کہ ہدایت اور ضلالت اوسکے ہاتھ ہے یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ وَیَحْكُمُ مَا یُرِیْدُ نہ اوسکے حکم کو کوئی ٹال سکے اور نہ اوسکی قضا کو کوئی تاخیر کر سکے اوسی نے جنت کو پیدا کیا اور اوسکے لیے کچھہ لوگ بنائی اونکو ویسے ہی کام مین لگایا اور دوزخ کو بھی پیدا کیا اوسکے لیے بھی کچھ لوگ بنائے اونکو ویسے ہی کام مین لگایا اور لوگون کو نشان دونون طرح کے لوگون کے بتلا دیے اور فرمایا اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ پھر اپنے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی

زبان سے یون بھی ارشاد فرمایا ہو گا فِي الْجَنَّةِ وَلَا أُبَالِي وَهٰؤُلَاءِ فِي النَّارِ وَلَا أُبَالِي غرضکہ یہ کا
معاملہ بہت بڑا ہے لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُونَ ہم نے ذکر عجائب قلبی کو ہم اسی تہوڑی سی
مقدار پر کفایت کرتے ہین اسکا پورا بیان علم معاملہ کے مناسب نہین بلکہ اوسیقدر بیان
کردیا ہے جس سے کہ علوم معاملہ کی باریک باتین اور اسرار کے دریافت کرنے مین حاجت پڑتی ہے
کیونکہ بعض لوگونکو صرف بیان ظاہر سے سیری نہین ہوتی وہ کچھہ اوسمین باریکیان بھی
معلوم کرنیکے مشتاق ہوتے ہین پس اسقدر بیان سے انشاء اللہ اونکو اطمینان اور فائدہ
ہوجاویگا واللہ ولی التوفیق عجائب قلبی پوری ہوگئی انکے بعد ریاضت نفس و تہذیب اخلاق کا
ذکر ہے وَالسَّلَامُ عَلَى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوَّلًا وَّاٰخِرًا

باب دوم ریاضت نفس اور تہذیب اخلاق اور قلب کی بیماریون کے علاج مین اسمین گیارہ بیان ہین

رباعی ہے خلق حسن وصف نبی مرسل	ثمرہ ہے عبادت کا ریاضت کا پھل
بدخلق کو زمرہ ہو شیاطین کا نصیب	دارین مین رہتا ہے ذلیل اور ذل

معلوم کرنا چاہیے کہ حسن خلق صفت سید المرسلین کی ہے اور اعمال صدیقین مین سے
افضل یہی ہے اور حقیقت مین نصف دین اور ثمرہ مجاہدہ متقین اور نتیجہ ریاضت عابدین
اسیکو کہنا چاہیے اور اخلاق بد زہر قاتل اور مہلک ہین اور ذلت و خواری اور فضیحت
ورسوائی انہین سے ہوتی ہے خدا کے قرب سے دور کرتے ہین اور شیطان کے گروہ مین منسلک
نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْئِدَةِ کے کہلے دروازہ ہین جیسے کہ اخلاق جمیلہ دار النعیم کے
کہلے پہاٹک ہین اور قرب الی اللہ کے وسائل خلاصہ یہ کہ اخلاق بد قلوب کی ایسی بیماریان
ہین کہ جنسے حیات ابدی جاتی رہتی ہے اور امراض بدنی صرف حیات جسمانی سے دور کر دیتے ہین
پس اونمین اور انمین کچھہ نسبت نہین اور ازانجا کہ اطبا اون امراض کا علاج کرتے ہین
جنسے کہ صرف حیات فانی جاتی رہتی ہے اور اوسکے لیے قانون اور تشخیص و علامات
کیطرف توجہ مصروف رکھتے ہین تو امراض قلوب جنسے کہ حیات باقی فوت ہوجاتی ہے اونکے
علاج کے لیے بہی ضبط قوانین پر ضرور ہے اور یہین طب کا سیکھنا سب اہل عقل پر واجب
کیونکہ ہر ایک دلمین کوئی نہ کوئی مرض ہوتا ہے اگر اوسکا علاج نکیجیے تو صدہا مرض لاعلاج
پیدا ہوتے ہین اسی لیے ہر شخص کو اون امراض کا پہچاننا اور اونکے اسباب کا جاننا اور پہر انکے

ہین ہین اور جبکہ ... بہین اور ... اور ... [illegible]

[illegible]

علاج و اصلاح کے لیے مستعد ہونا ضروری ٹھہرا اور آیت قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا میں ان کے علاج ہی سے غرض ہی اور وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا میں اوسکے علاج سی غفلت مقصود ہے ہم اس باب میں کچھہ امراض قلوب اور اونکا علاج بطور اجمال بیان کرتے ہین اور تفصیل وار بیان ہر مرض کا مع علاج جداگانہ آگے بیان کرینگے یہان صرف مقصود ہی کہ تہذیب اخلاق اور اوسکے ڈھنگ الٹی کو عام طور پر بیان کرین اور اثناء ذکر مین علاج بھی مثال دینگی تاکہ سمجھہ مین جلد آجاوے

بیان اول فضیلت حسن خلق اور مذمت خلق بد کا

واضح ہو کہ جناب رب العزت نے اپنے حبیب نبی کریم کی ثنا مین اور نیز اپنی نعمت کا اظہار کرکے فرمایا وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق قرآن تہا اور جب آیت اتری خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ تو آپ نے حضرت جبریل علیہ السلام سی سوال کیا کہ اس سے کیا مراد ہے اونہون نے عرض کیا کہ جب تک جناب احدیت سے نہ سوال کرون مجکو معلوم نہین پہر حضرت جبریل آسمان پر گئے اور تشریف لاکر عرض کیا کہ اس سے یہ غرض ہے کہ آپ سی جو علیحدہ ہو اوس سے آپ ملین اور جو آپ کو نہ دے اوسکو آپ مرحمت فرماوین اور جو کوئی آپ پر ظلم کرے اوسکو آپ معاف فرماوین اور حدیث شریف مین ہے کہ آپ نے فرمایا إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ اور یہ بھی فرمایا أَثْقَلُ مَا يُوضَعُ فِي الْمِيزَانِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَقْوَى اللهِ وَحُسْنُ الْخُلُقِ اور ایک شخص نے آپکے سامنے سی آکر سوال کیا مَا الدِّينُ یعنی دین کیا ہے آپ نے فرمایا حُسْنُ الْخُلُقِ یعنی خوش خلق ہونا پہر وہ شخص آپکی دہنی طرف سی آکر پوچہنے لگا کہ مَا الدِّينُ آپ نے وہی جواب فرمایا پہر بائین طرف سے ہوکر وہی سوال کیا آپ نے پہر وہی جواب دیا اوسنے پیچھے سے آکر وہی سوال کیا آپ نے اوسکی طرف متوجہ ہوکر فرمایا أَمَا تَفْقَهُ هُوَ أَنْ لَا تَغْضَبَ اور ایک شخص نے آپ سی پوچہا کہ نحوست کیا چیز ہے آپ نے فرمایا سُوءُ الْخُلُقِ یعنی بدخلقی اور ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم مجکو کچھہ نصیحت فرمایئے آپ نے فرمایا کہ جہان کہین رہے خدا سے ڈر اوسنے عرض کیا کہ کچھہ اور فرمایئے آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی گناہ ہو جاوے تو اوسکے پیچھے نیکی کیا کر اوس سے وہ گناہ مٹ جاویگا اوسنے عرض کیا کچھہ اور فرمایئے آپ نے فرمایا خَالِقِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ اور ایک شخص نے پوچھا کہ اعمال مین افضل کون سا ہے آپ نے فرمایا کہ حسن خلق اور ایک حدیث مین ہے مَا حَسَّنَ اللهُ خُلُقَ عَبْدٍ وَخَلْقَهُ فَتُطْعِمَهُ النَّارُ اور حضرت فضیل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے ذکر کیا کہ فلان عورت دن کو روزہ رکھتی ہے اور رات کو
تہجد پڑہتی ہے مگر بدخلق ہے ہمسایونکو اپنی زبان سے ایذا دیتی ہے آپ نے فرمایا کہ لَا خَيْرَ فِيهَا هِيَ مِنْ
أَهْلِ النَّارِ اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہین مینے آپ سے سنا ہے کہ فرماتے تھے میزان مین
جو چیز اول رکہی جاویگی حسن خلق اور سخاوت ہوگی اور جب اللہ تعالے نے ایمان کو پیدا کیا اوسنے عرض کیا
کہ الٰہی مجھے قوت عنایت کر خداوند کریم نے اوسکو حسن خلق اور سخاوت سے زور دیا اور جب کفر کو
پیدا کیا اوسنے بہی تقویت کے لیے عرض کیا اوسکو بخل اور بدخلقی سے زور عنایت ہوا اور ایک حدیث
مین ہے إِنَّ اللهَ اسْتَخْلَصَ هٰذَا الدِّيْنَ لِنَفْسِهِ وَلَا يُصْلِحُ لِدِيْنِكُمْ إِلَّا السَّخَاءُ وَحُسْنُ الْخُلُقِ أَلَا فَزَيِّنُوْا
دِيْنَكُمْ بِهِمَا اور ایک جگہہ یون فرمایا حُسْنُ الْخُلُقِ خُلُقُ اللهِ الْأَعْظَمُ اور کسی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ
مومنین مین سے باعتبار ایمان کے کون افضل ہے آپ نے فرمایا أَحْسَنُهُمْ خُلُقًا یعنے خلق مین سب سے اچہا ہو اور ایک حدیث
مین ہے کہ لَنْ تَسَعُوا النَّاسَ بِأَمْوَالِكُمْ فَسَعُوْهُمْ بِبَسْطِ الْوَجْهِ وَحُسْنِ الْخُلُقِ اور یہہ بہی فرمایا کہ سُوْءُ الْخُلُقِ
يُفْسِدُ الْعَمَلَ كَمَا يُفْسِدُ الْخَلُّ الْعَسَلَ اور حضرت جریر بن عبد اللہ فرماتے ہین کہ مجھے آپ نے ارشاد فرمایا
کہ تجھکو خدا تعالے نے خوبصورت بنایا ہے اپنے خلق کو بہی خوبصورت کر اور حضرت براء بن عازب
رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب مین زیادہ خوبصورت اور سب سے زیادہ خلیق تہے

حسن یوسف دم عیسی ید بیضا داری		آنچہ خوبان ہمہ دارند تو تنہا داری

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یون دعا مانگا
کرتے تہے اَللّٰهُمَّ حَسَّنْتَ خَلْقِيْ فَحَسِّنْ خُلُقِيْ اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین
کہ حضرت اکثر اسطرح دعا مانگتے تہے اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْئَلُكَ الصِّحَّةَ وَالْعَافِيَةَ وَحُسْنَ الْخُلُقِ اور حضرت ابو ہریرہ
رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ آپ نے فرمایا کَرَمُ الْمَرْءِ دِيْنُهُ وَحَسَبُهُ
حُسْنُ خُلُقِهِ وَمُرُوَّتُهُ عَقْلُهُ اور اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ مین ایک بار خدمت
اقدس مین حاضر ہوا اوسوقت بدو لوگ آپ سے یہ پوچہہ رہے تہے کہ بندہ کو سب مین بہتر کیا چیز
عنایت ہوئی ہے آپ نے فرمایا خُلُقٌ حَسَنٌ اور ایک روایت مین ہے إِنَّ أَحَبَّكُمْ إِلَيَّ وَأَقْرَبَكُمْ
مِنِّيْ مَجْلِسًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ أَحْسَنُكُمْ أَخْلَاقًا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم سے روایت کرتے ہین کہ آپ نے فرمایا جس شخص مین تین چیزین نہون یا ایک بہی اون
مین نہو تو اوسکے عمل کا کچہہ اعتبار نہ کرو تَقْوٰى يَحْجُزُهُ عَنْ مَعَاصِي اللهِ أَوْ حِلْمٌ يَكُفُّ بِهِ السَّفِيْهَ أَوْ خُلُقٌ
يَعِيْشُ بِهِ بَيْنَ النَّاسِ اور شروع نماز مین آپ یہ دعا مانگتے تہے اَللّٰهُمَّ اهْدِنِيْ لِأَحْسَنِ الْأَخْلَاقِ لَا

لیذہب باحسنہا لا انت واصرف عنی سیئہا لا یصرف عنی سیئہا الا انت اور حضرت انس
فرماتے ہین کہ ہم ایک روز آپ کی خدمت فیضدرجت مین حاضر تھے آپ نے فرمایا ان حسن الخلق
لیذیب الخطیئۃ کما تذیب الشمس الجلید اور فرمایا من سیادۃ المرء حسن الخلق اور الیمن حسن الخلق
اور حضرت ابوذر کو فرمایا یا اباذر لا عقل کالتدبیر ولا حسب کحسن الخلق اور حضرت انس فرماتے ہین
کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی خدمت مین عرض کیا اگر کسی عورت کے دنیا مین
دو شوہر تھے اور وہ دونون مرگئے اور جنتی ہوئے وہ عورت کسکو ملیگی آپ نے فرمایا
لاحسنہما خلقا کان عندہا فی الدنیا یا ام حبیبہ ذہب حسن الخلق بخیر الدنیا والاخرۃ اور نیز فرمایا
ان المسلم المسدد لیدرک درجۃ الصائم القائم بحسن خلقہ وکرم ضریبتہ اور ایک روایت مین درجۃ
الظمان فی الہواجر آیا ہے اور حضرت عبد الرحمن بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ ہم آپکی خدمت مین تھے
آپ نے فرمایا کہ مینے رات کو عجیب خواب دیکھا کہ ایک آدمی میری امت مین سے دو زانو بیٹھا
اور اوسکے اور خدا تعالے کے درمیان حجاب ہے اتنے مین اوسکا حسن خلق آیا اور اوسکو خدا کے
سامنے کردیا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ آپ سے روایت کرتے ہین کہ بعض لوگ عبادت مین
ضعیف ہوتے ہین مگر اپنے حسن خلق کی جہت سے شرف منازل اور بڑے بڑے درجات آخرت
کے پاوینگے اور روایت ہے کہ ایک روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمت مین حاضر ہوئے اوسوقت آپ کی خدمت مین کچھ قریش کی عورتین جمع تھین اور آپ سے
زور زور باتین کررہی تھین جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آواز سنی جلدی سے پردہ مین
ہوگئین حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو خدمت مین حاضر ہوئے تو آپ کو ہنستے پایا اونہون نے سبب
آپ کی ہنسنے کا پوچھا آپ نے فرمایا کہ مجھے ان عورتون کی بات پر ہنسی آئی جو میرے پاس تھین
کہ جب تمہاری آواز سنی فوراً پردہ کرلیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ حضرت آپ
زیادہ تر مستحق ہیبت تھے پھر عورتونکی طرف مخاطب ہوکر کہا کہ اے دشمنو مجھسے ڈرتی ہو اور
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے نہین ڈرتی اونہون نے جواب دیا کہ ہان تمہارا خوف ہے کیونکہ
تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سخت مزاج ہو پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایہا یا ابن الخطاب
والذی نفسی بیدہ ما لقیک الشیطان قط سالکا فجا الا سلک فجا غیر فجک اور ایک حدیث مین
ہے کہ سوء الخلق ذنب لا یغفر وسوء الظن خطیئۃ تفوح اور نیز آپ نے فرمایا ان العبد لیبلغ من سوء
خلقہ اسفل درک جہنم اور لقمان حکیم سے اونکے بیٹے نے پوچھا انسانمین کونسی خصلت اچھی ہے

(حاشیہ پر دستی تحریریں — ناخواندہ)

فرمایا کہ دین اوسنے پوچھا کہ اگر دو ہون تو کونسے ہون فرمایا کہ دین اور مال پوچھا کہ اگر
تین ہون فرمایا کہ دین اور مال اور حیا پوچھا کہ اگر چار ہون فرمایا کہ دین اور مال اور حیا
اور حسن خلق پوچھا کہ اگر پانچ ہون فرمایا کہ دین اور مال اور حیا اور حسن خلق اور سخاوت ہین
پوچھا کہ اگر چھے ہون انہون نے ارشاد کیا کہ بیٹا پانچ ہی خصلتونکے جمع ہونے سے صاف متقی
اور اللہ کا ولی اور شیطان سے بری ہوجاتا ہے زیادہ کی کیا حاجت ہی اور حضرت حسن بصری رح
فرماتے ہین کہ جو کوئی بد خلقی کرتا ہے اپنی جان کو ستاتا ہی اور حضرت انس بن مالک رحمہ اللہ
فرماتے ہین کہ آدمی اپنے حسن خلق کی بدولت جنت کے اعلے درجہ کو پہونچ جاتا ہی گو عبادت نکرتا ہو
اور بد خلقی کے باعث اسفل طبقہ جہنم کو پہونچ جاتا ہے گو عابد ہی ہو اور یحیی بن معاذ رح کا قول ہی
کہ حسن خلق روزی کا خزانہ ہی اور وہب بن منبہ رح فرماتے ہین کہ بد خلق آدمی پہوٹی گھڑی کی
مثال ہے کہ نہ جڑ سکے نہ مٹی ہو سکے اور فضیل رح فرماتے ہین کہ اگر کوئی بدکار خوش خلق آدمی میرے
ساتھہ رہی اس سی بہتر ہے کہ عابد اور بد خلق ہو اور صحب ابن المبارک رح سے منقول ہے کہ ایک بار
کوئی بد خلق آدمی اونکے ساتھہ سفر مین ہو لیا آپ اوسکی بہت سی مدارات اور ناز برداری کرتی
جب وہ علیحدہ ہوگیا تو رونے لگے لوگون نے رونے کا سبب پوچھا آپ نے فرمایا کہ مجکو اوسپر رحم آیا
کہ مین تو اوس سے علیحدہ ہوگیا مگر اوسکا خلق بد اوسکے ساتھہ ہی رہا وہ نہ جدا ہوا اور حضرت
جنید رح فرماتے ہین کہ چار باتین آدمی مین ایسی ہین کہ گو علم و عمل کم ہو تب بھی اعلی درجات
ملجاتے ہین وہ حلم اور تواضع اور سخاوت اور حسن خلق ہین اور کمال ایمان اسی حسن خلق سے
ہوتا ہے اور کنانی رح کا قول ہی کہ تصوف خلق کا نام ہی جو کوئی آدمی مین خلق زیادہ کردے
وہ گویا اوسکے تصوف کو زیادہ کردے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ لوگون سے
اخلاق کے ساتھہ ملو اور اعمال کی جہت سی اونسے علیحدہ رہو اور یحیی بن معاذ رح فرماتے ہین کہ بد خلقی
ایسی بلا ہے کہ اوسکے ہوتے حسنات کی کثرت سی کچھہ فائدہ نہین ہوتا اور خوش خلقی ایسی
خوبی ہے کہ اوسکے ہوتے برائیونکی کثرت سی کچھہ ضرر نہین ہوتا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ
سے کسی نے سوال کیا کہ کرم کیا چیز ہے آپ نے فرمایا کہ جو خدا تعالے نے اپنی کلام پاک مین فرمایا ہے
ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم پوچھا کہ حسب کیا ہی آپ نے فرمایا کہ جو خوش خلق زیادہ ہے وہی
خوش حسب زیادہ ہی اور یہ سب بزرگوارون کا قول ہے کہ عمارت بنا پر موقوف ہی اور بناء
اسلام حسن خلق ہی اور ابن عطا رح کا قول ہے کہ جس نے کو شرف رتبہ حاصل ہوا ہی صرف حسن خلق

کے باعث سی ہوا ہے اور کوئی شخص اوسکے کمال کو بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نہین
پہونچا اخلاق مین زیادہ مقرب الی اللہ وہی لوگ ہین جو خوش خلقی مین آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم بقدم چلتے ہین

دوسرا بیان حقیقت خوش خلقی اور بد خلقی کا

جاننا چاہیے کہ لوگون نے خوش خلقی کے باب مین بہت کچھ لکھا ہے مگر اوسکی حقیقت کے بیانکا
تعرض کسی نے نہین کیا فقط اوسکے ثمرات اور نتائج لکھے ہین وہ بھی پورے نہین لکھے بلکہ جسکی سمجھ مین
جو کچھ آیا وہی ثمرہ لکھدیا اوسکی حد اور ماہیت اور بیان ثمرات کا مفصل کسی نے نہین لکھا ہم کچھ اقوال
اون لوگونکے نقل کرتے ہین حضرت حسن بصری فرماتے ہین کہ خوش خلقی عبارت اس سے ہی کہ کشادہ
پیشانی رہے اور دولت کو خرچ کرے اور ایذا سے باز رہے اور واسطی کا قول ہے کہ وہ یہ ہی کہ نہ خود
کسی سے خصومت کرے نہ اوس سے کوئی خصومت کرے اور اونکا دوسرا قول یہ ہی کہ مفلسی اور تونگری
مین خلق کو راضی رکھے اور شاہ کرمانی معرفت آلہی کے جوش مین یون کہتے ہین کہ ایذا سے باز رہنا
اور مشقتونکا سہنا ہی اور بعضونکا قول ہی کہ لوگونسے قریب رہنا اور انمین غریب ہونا ہی اور ابوعثمان
فرماتے ہین خدا تعالی کی خوشنودی سے مراد ہی اور سہل تستری سے جو خوش خلقی کو پوچھا تو جواب دیا
کہ ادنے یہ ہی کہ بردباری کرے اور انتقام نہ لے بلکہ ظالم پر رحم اور شفقت کرے اور اوسکے لیے مغفرت
چاہے اور اونکا دوسرا قول یہ ہی کہ رزق کے باب مین خدا سے بدگمان نہو اوسپر اعتماد کرے
اور جس چیز کا وہ ضامن ہوا ہے اوسکی وعدہ پورا نہ ہونے پر ساکت رہے اور اوسکی جتنے حقوق ہین
دونمین اور حقوق عباد مین اوسکی نافرمانی نہ کرے بلکہ اطاعت کرے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ
فرماتے ہین کہ خوش خلقی تین چیزونمین ہے محرمات سی بچنا اور حلال روزی کا تلاش کرنا اور
عیال پر زیادہ خرچ کرنا اور حسین بن منصور فرماتے ہین کہ خوش خلقی یہ ہے کہ بعد معلوم ہونے
حق کے ظلم لوگونکا تاثیر نکرے اور ابوسعید خراز کہتے ہین کہ سوای خدا تعالے کی کسیطرف ہمت نکرنیکا
نام خوش خلقی ہے اسیطرح کی بہت سے اقوال ہین مگر ان سب مین ثمرات خوش خلقی کا ذکر ہے اوسکا حد
ذکر نہین علاوہ ازین ثمرات بھی سب مذکور نہین ہین نظر برین حقیقت امر بیان کرنا ان اقوال کی
نقل سے بہتر معلوم ہوتا ہی پس جاننا چاہیے کہ خلق اور خلق دو لفظ ہین کہ ایک ہی ساتھہ مستعمل ہین
یعنے اسطرح بولتے ہین کہ فلان شخص خوش خلق او خوش خلق ہی یعنے حسن ظاہری اور باطنی دونو
رکھتا ہے تو معلوم ہوا کہ خلق سے صورت ظاہری مراد ہوتی ہے اور خلق سے صورت باطنی

کیونکہ انسان دو چیزونسے مرکب ہی ایک تو بدن جو آنکھہ سے سوجہتا ہے اور ایک روح یعنی نفس جو بصیرت اور عقل سے معلوم ہوتا ہے اور ان مین سے ہر ایک کی لیے ایک صورت ہوتی ہے خواہ اچھی خواہ بری اور نفس جو عقل کی آنکھہ سے سوجہتا ہی قدر و منزلت مین جسم سے بڑہکر ہے اور اسی لیے خدا تعالے نے بہی اوسکو اپنی طرف منسوب کیا تاکہ اوسکی عظمت معلوم ہو فرمایا کہ اِنّی خالقٌ بشراً مِن طِینٍ فَاِذَا سَوَّیْتُہٗ وَنَفَخْتُ فِیہِ مِن رُّوحِی فَقَعُوا لَہٗ سَاجِدِیْن اس آیت مین صاف ارشاد ہی کہ جسم منسوب ہے مٹی کیطرف اور روح منسوب ہے خدا تعالی کیطرف اور روح اور نفس اس جگہہ ایک ہی ہین غرضکہ خلق کی تعریف یہ ہی کہ خلق وہ ہیئت راسخہ ہی نفس مین جس سے کہ افعال بآسانی بلا فکر و تامل صادر ہون پس اگر ہیئت ایسی ہے کہ اوس سی ایسے افعال صادر ہون جو عقلا و شرعا عمدہ ہین تو اس ہیئت کا نام خلق خوش ہے اور اگر اوس سے برے افعال صادر ہون تو اوس ہیئت کا نام خلق بد ہی اب ہم ان قیدونکا فائدہ تبلاتے ہین کہ راسخ اور ثابت فی النفس کی قید اسلیے ہے کہ اگر کوئی شخص اتفاقاً کسی ضرورت مین بہت سا اوٹھا ڈالے تو اوسکا خلق سخاوت نہ کہلاویگا جب تک کہ یہ بات اوسکی دل مین نہ جم جاوے اور بدون تامل کی قید صدور افعال مین اس لیے ہے کہ اگر کوئی بڑے فکر و تامل سے بہ تکلف مال خرچ کرے یا اپنے غصہ کو فرو کرے تو اوسکا خلق سخاوت اور حلم نہو گا خلاصہ یہ کہ یہان چار باتین ہین اول فعل اچہا یا برا دوسری اوسپر قادر ہونا تیسری اوسکو پہچاننا چوتھی نفس مین ایسی صورت ہونی جس سے کہ اوسکو دونون طرف مین سے ایک کی طرف رغبت ہو یعنی حسن و قبیح مین سی ایک اوسپر آسان ہو جاوے پس خلق صرف فعل کا نام نہین کیونکہ بہت سے آدمی خلق سخا رکہتے ہین مگر مفلسی یا کسی اور مانع کے سبب خرچ کرنے سے معذور ہین یا بعضے ایسے ہین کہ خلق بخل رکہتے ہین مگر ریا وغیرہ کی جہت سے خرچ کرتے ہین اور نیز خلق ملکہ کا نام بہی نہین اسلیے کہ ملکہ کی نسبت سخا اور بخل بلکہ او ضدین کیطرف بہی یکسان ہے اور ہر ایک انسان اپنی فطرت سی سخا اور بخل پر قدرت رکہتا ہے اس سے یہ لازم نہین آتا کہ خلق بخل اور خلق سخاوت اوسمین ہو اور صرف معرفت یعنی پہچاننا بہی خلق نہین کیونکہ معرفت بہی مثل ملکہ اور قدرت کی اچہی بری سب کی ساتہہ متعلق ہو سکتی ہے تو اب چوتہی بات رہی یعنے وہ ہیئت کہ جس سے نفس صدور بخل یا سخا کا مستعد ہوتا ہے تو خلق نام اوسی نفس کی ہیئت اور صورت باطنی کا ہے اور جسطرح کہ حسن ظاہری صرف ایک عضو مثلاً آنکہونکے اچہا ہونے سے کامل نہین ہوتا بلکہ ناک منہ رخسار سب کی عمدہ ہونے سے حسن ظاہری

ت ۱ مین بناتا ہون ایک انسان مٹی کا جب ٹھیک بنا چکون اور پہونکون اوس مین ایک اپنی جان تو گر پڑو اوسکے آگے سجدہ مین

پورا ہوتا ہے اسیطرح باطن کے حسن کیلیے بھی چار ارکان ہین جب اونمین حسن ہو گا تو خوش خلقی
پوری ہوگی یعنے جب وی چارون ارکان درجہ اعتدال پر متناسب ہونگے تو خوش خلق کہلائیگا
وہ چارون ارکان یہ ہین قوت علم قوت غضب قوت شہوت قوت عدل یعنے اون تینون قوتونکو
اعتدال پر رکھنے کی طاقت قوت علم کی خوبی تو یہ ہی کہ آدمی اوسکے سبب اقوال کا صدق اور
کذب اور اعتقادات مین حق و باطل اور اعمال مین اچھا اور برا جان لیوی پس جب قوت علم
اسطرح کی ہو جاویگی تو اوسکا ثمرہ حکمت حاصل ہوگی جو کہ سب اخلاق عمدہ مین اصل ہے اور
جسکے باب مین اللہ تعالی فرماتا ہے وَمَن يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا اور قوت غضب اور
شہوت کی خوبی یہ ہے کہ یہ دونون حکمت کے موافق ہووین اوسکے اشارہ پر چلین یعنے جس بات کو عقل
و شرع تجویز کرے ویسا ہی عمل کرین اور قوت عدل سے یہی غرض ہے کہ غضب اور شہوت کو
عقل و شرع کے پابند کر دینکی قدرت ہو پس عقل کو مثل مشیر ناصح کے سمجھنا چاہیے اور قوت
عدل کو ایسا جاننا چاہیے کہ یہ اشارہ عقل کی تعمیل کرنیوالی ہے اور غضب وہ چیز ہے جسپر
اشارہ کی تعمیل منظور ہے اوسکو بمنزلہ شکاری کتے کے تصور کرنا چاہیے جسکو تعلیم کی حاجت
ہوتی ہے یہانتک کہ چھوڑنا اور ٹھہرنا سب اشارہ پر ہو اپنی خواہش نفس کی ہیجان سے نہو
اور شہوت کو مثال اوس گھوڑے کے جاننا چاہیے جسپر شکار کی تلاش مین سوار ہوتے ہین اور وہ
کبھی تو مودب اور عادی ہوتا ہے کبھی سرکش اور شریر ہوتا ہے غرضکہ جس شخص مین چارون
رکن درجہ اعتدال پر ہونگے وہ خوش خلق مطلق کہلاویگا اور جسمین کہ صرف ایک ہی چیز
یا دو چیز حد اعتدال پر ہونگی تو وہ صرف اوسی اعتبار سے خوش خلق ہو گا جیسے کسی کے
چہرہ مین بعض چیزین اچھی ہون تو اوتنی ہی چیزونکو اچھا کہینگے پورا خوبصورت نہین کہلاویگا
اب قوت غضبی کے اعتدال اور حسن کا نام شجاعت ہی اور قوت شہوت کی حسن و اعتدال کا
نام عفت پس قوت غضبی اگر حد اعتدال سے زیادہ ہوگی تو اوسکا نام تہور ہی اور اگر کم ہوگی
تو نامردی اور جبر کہلاویگی اور قوت شہوت زیادہ ہونیکی صورت مین شرہ اور حرص بولی
جاتی ہی اور کمی کی صورت مین جمود یعنی پستگی طبیعت نام ہی اور انمین فضیلت اور عمدگی اوسط
درجہ کو ہے دونون طرفین کمی زیادتی کی مذموم اور رذیل ہین اور قوت عدل مین کمی بیشی
کچھ نہین ہوتی اسکی ضد صرف ظلم ہے کہ جب عدل نہ ہوا تو ظلم ہوگا اور قوت علمیہ کا حسن
و اعتدال یعنے حکمت اگر اسکی زیادتی خراب مطلبونمین واقع ہو تو اسکا نام مکر و فریب ہوتا ہے

اور کمی کیصورت مین بی وقوفی کہلاتی ہے اور درجہ اوسط کا نام حکمت ہے اس سب بیان سے
معلوم ہوا کہ اخلاق کی اصل چار چیزین ہین حکمت اور شجاعت اور عفت اور عدل حکمت سے
ہماری غرض وہ حالت نفس کی ہے جس سی کہ سب احوال اختیاری مین صحت اور غلطی کو
معلوم کرلے اور عدل سے مراد وہ حالت نفس کی جس سے کہ غضب اور شہوت کو قابو مین رکھے
اور اونکا چہوڑنا اور روکنا مقتضا حکمت کے موافق ہو اور شجاعت سے یہ غرض ہے کہ غضب عقل کا
منقاد ہو جہان وہ اقدام کو کہے وہان کرے اور عفت سی یہ غرض ہے کہ قوت شہوت عقل کی
تادیب کی بموجب کاربند ہو پس ان چارون اصول کے اعتدال کے باعث سب اخلاق عمدہ
پیدا ہوتے ہین اور افراط و تفریط سے اخلاق بد ہوتے ہین مثلاً قوت عقلی کے اعتدال سے یہ چیزین
پیدا ہوتی ہین حسن تدبیر اور تیزی ذہن اور راے صائب اور دقائق اعمال اور آفات پوشیدہ
نفس کا معلوم کرنا وغیرہ اور اوسکی زیادتی سے مکر و فریب اور حقد اور خبث باطن پیدا ہوتی ہین
اور کم ہونے سے ناتجربہ کاری اور بے شعوری اور حمق اور جنون پیدا ہوتے ہین ناتجربہ کاری سے
یہ غرض ہے کہ باوجود سلامتی تخیل کے تجربہ نہو جیسے بعض آدمی ایک بات مین ہوشیار ہوتے ہین اور
دوسرے مین جاہل اور حمق اور جنون مین یہ فرق ہے کہ احمق کا مقصود تو صحیح ہوتا ہے مگر اوس تک
پہونچنے کا راستہ اوسکو معلوم نہین ہوتا اور یہ نہین جانتا کہ کس طریق سے غرض تک پہونچیگا تو اوسکا
طریق فاسد ہوتا ہے اور جنون یہ ہے کہ جو بات قابل اختیار نہین ہے اوسکو اختیار کرلے پس اسکے
اختیار ہی مین سر سے فساد ہوتا ہے مقصود ہی صحیح نہین ہوتا اور قوت غضبی کے اعتدال یعنے
خلق شجاعت سی یہ چیزین پیدا ہوتی ہین کرم اور دلیری اور شہامت اور کسر نفس اور حلم اور استقلال
اور غصہ کا فرو کرنا اور وقار وغیرہ اور یہ سب باتین اچھی ہین اور اوسکی زیادتی یعنے تہور سے کبر اور
شیخی اور غصہ سے جل اٹھنا اور عجب وغیرہ صادر ہوتے ہین اور اوسکی کمی یعنی نامردی سے خواری
اور ذلت اور خوف اور خست اور پست حوصلگی اور واجبی بات سی منقبض ہونا صادر ہوتے ہین
اور اعتدال قوت شہوت یعنی عفت سی یہ افعال صادر ہوتے ہین سخاوت حیا صبر چشم پوشی
قناعت پرہیز لطافت حوصلہ قلت طمع اور اوسکی کمی اور بیشی کیصورت مین یہ باتین صادر ہوتی ہین
حرص بیحیائی خبث اسراف گھر والونپر کم خرچ کرنا ریا بے حرمتی بخش لغو خوشامد حسد شماتت
تونگرونکی نزدیک ذلیل بننا فقیرونکو حقیر جاننا وغیرہ غرض کہ محاسن اخلاق کے اصول مین چار چیزین
یعنے حکمت و شجاعت اور عفت و عدل ہین اور باقی چیزین انکی فروع ہین اور ان چارونکا کمال اعتدال

یہ ہونا سوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسیکو نصیب نہین ہوا اور آپ کے بعد لوگون مین تفاوت ہے
جو شخص کہ ان اخلاق مین آپ سے قریب ہے وہ اوسیقدر خدا تعالے سے قریب ہے اور جو بعید ہے وہ
بعید ہے اور جو شخص جامع ان سب اخلاق کا ہو وہ مستحق اسکا ہے کہ مرجع کل ہو اور لوگ اوسکی اطاعت
اور اقتدا کرین اور اوسکی پیروی سب افعال مین عمل مین لاوین اور جو کوئی انمین سے کسی بات کے ساتھ
متصف نہو بلکہ انکے ضدون کا جامع ہو وہ اس بات کے لائق ہے کہ شہرون مین سے نکالدیا جاوے کیونکہ وہ
شیطان الرجیم سے قریب ہو گیا ہے تو چاہیے کہ شیطان کیطرح اوس سے بھی علحدگی کیجاوے جیسا کہ پہلا
شخص فرشتہ کے قریب ہوجاتا ہے تو وہ اسی بات کے لائق ہے کہ اوسکی پیروی اور نزدیکی کیجاوے
کیونکہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اسی لیے مبعوث ہوئے ہین کہ مکارم اخلاق کو پورا کرین جیسا کہ
حدیث شریف مین وارد ہے اور قرآن مجید مین بھی مومنین کے اوصاف مین ان اخلاق کیطرف اشارہ
ہے فرمایا اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ
اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ یعنی اللہ و رسول پر بے تردد ایمان لانا قوت یقین سے ہوتا ہے جو ثمرہ عقل
اور منتہا حکمت ہے اور مجاہدہ مال سے کرنا سخاوت ہے جو قوت شہوت کو روکنے سے ہوتا ہے
اور جہاد نفس کا نام شجاعت ہے جو شرائط عقل اور حد اعتدال کے مطابق استعمال قوت غضبی
سے ہوتی ہے اور صحابہ کی تعریف مین اسطرح ارشاد ہوا ہے کہ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ
اسمین اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ شدت اور رحمت جدے جدے مقامون پر ہوتے ہین
اس سے یہ معلوم ہوا کہ نہ ہر حال مین شدت ہی کرنے سے کمال ہے نہ رحمت کرنے مین یہ بیان
حقیقت خلق اور اوسکے حسن و قبح اور ارکان اور ثمرات و فروع کا

تیسرا بیان اس بات کا کہ ریاضت سے اخلاق مین تغیر ہوسکتا ہے

جاننا چاہیے کہ جن لوگون پر اعتقاد باطل کا غلبہ ہے اون پر مجاہدہ اور ریاضت تزکیہ نفس کے لیے
شاق ہے اونکا نفس اس بات کو گوارا نہین کرتا کہ تزکیہ نفس با وجود نقصان اور خبثہ باطن کے ہمسے
ہوسکے تو اس قسم کے لوگونکا یہ قول ہے کہ اخلاق مین تغیر ہو ہی نہین سکتی کیونکہ طبیعت مین
تبدیل نہین ہوسکتی اور اس دعوی کی دو وجہین بیان کی ہین اول یہ کہ خلق صورت باطن
کا نام ہے جیسے کہ خلق صورت ظاہری کو کہتے ہین لیکن صورت ظاہری کی تبدیل ممکن نہین
مثلاً بونا آدمی اپنے قد کو بڑھا نہین سکتا نہ بڑے قد والا چھوٹا ہوسکتا ہے اور نہ بدصورت خوبصورت
بن سکتا ہے اور نہ اسکا عکس ممکن پس باطن کی برائی کو بھی اسی پر قیاس کرنا چاہیے دوسری وجہ

کہ حسن خلق سے شہوت اور غضب کا استیصال مراد ہے ملکہ یہ جو طول مجاہدہ سے امتحان کیا
تو معلوم ہوا کہ یہ چیزین مزاج اور طبیعت کی اقتضا سے ہوتی ہین اور کبھی منقطع نہین ہوتین
پس اسکی درپے ہونا بے فائدہ عمر کا ضائع کرنا ہے کیونکہ غرض تزکیہ نفس سے یہ ہو کہ قلب کا التفات
لذات فانی کیطرف نہ رہے اور اسکا وجود محال ہے اب ہم ان دونون وجہونکا جواب دیتے ہین
وجہ اول کے جواب مین کہتے ہین کہ اگر اخلاق مین تغیر نہوسکتا تو وعظ و نصیحت اور تادیب سب بیکار
جاتین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیون فرماتے کہ حَسِّنُوْا اَخْلَاقَكُمْ آدمی تو درکنار ہائم تک جانورون
سے بھی ممکن ہے دیکھو باز کی وحشت کیسی انس کی ساتھ بدلجاتی ہے شکاری کتا کیسا تعلیم سے مؤدب ہوجاتا ہے
کہ شکار کو صرف پکڑ لیتا ہے کھانیکی حرص مطلق نہین کرتا گھوڑا سرکش کیا غریب اور فرمان بردار
بنجاتا ہے پس اگر یہ اخلاق کی تغیر نہین تو اور کیا ہے اور اصل اس باب مین یہ ہو کہ موجودات
مین سے بعض اشیا تو ایسے ہین کہ جنکا وجود کامل ہے اور جس جس بات کی اونمین ضرورت تھی
وہ ہوچکی اب آدمی کے اختیار سے اونمین کچھ نہین ہوسکتا جیسے آسمان اور ستارے اور اعضا ظاہری
و باطنی انسان یا حیوان کے اور بعض چیزین ایسی ہین کہ اونکا وجود ناقص ہے مگر استعداد کامل
ہونیکی اونمین موجود ہے اگر شرائط کمال پائے جاوین تو وہ درجہ کمال کو پہنچ جاوین اور وہ
شرائط کبھی انسان کے اختیار مین ہوتی مین مثلاً آم کی گٹھلی نہ تو پہل ہے نہ پیڑ ہے مگر اوس کی
پیدایش اسطرح کی ہے کہ پیڑ ہوسکتی ہے بشرطیکہ خدمت معمولی کیجاوے اور اگر اوس گٹھلی کو پہل بنانا
چاہین تو ہرگز نہین ہوسکے گا اسکی استعداد اوسمین نہین جب گٹھلی بندہ کی اختیار سے متاثر
ہوتی ہے کہ ایک حال سے دوسرے مین بدلجاتی ہے تو غضب اور شہوت اگر متغیر ہوجاوین تو کیا
بعید ہے ہان اونکا اسطرح پر استیصال ہوجانا کہ بالکل اثر نہ رہے اسپر ہمارا قابو نہین مگر اونکا
دبا دینا اور ریاضت و مجاہدہ سے اپنے قابو مین رکھنا یہ ہوسکتا ہے اور اسیکا ہمکو حکم بھی ہے اور
یہی ہماری نجات اور وصول الی اللہ کا سبب ہے البتہ طبائع مختلف ہین کہ بعضی جلدی متاثر
ہوتی ہین اور بعضی دیر کر پس انکی اختلاف کی دو سبب ہین اول دیر پا ہونا وجود اوس شی کا جسکا
بدلنا مقصود ہی یعنے اصل پیدایش سے اوسکی ساتھ ہی مثلاً شہوت اور غضب اور تکبر ہر ایک انسان
مین موجود ہین مگر سب سے زیادہ مشکل بدلنا شہوت کا ہی کیونکہ یہ شروع پیدایش کے ساتھ ہی ہوتی ہے
چنانچہ لڑکپن سے بچے کو خواہش ہوتی ہے اور غصہ اکثر سات برس کی عمر مین پیدا ہوتا ہی اور اوسکے
بعد قوت تمیز عنایت ہوتی ہے اور دوسرا سبب یہ ہو کہ خلق یعنی عادت کبھی کثرت عمل سے بھی

(۱) یعنے اخلاق کو اچھا کرو۔ ابوبکر بن لال در مکارم اخلاق بروایت معاذ اور اور سلاوی منقطع مرسلاً ۱۲

مضبوط ہوجاتی ہے کہ لوگ اپنی عادت و مقتضائے موافق کام کرتے ہین اور اوسکی طاعت مین سرگرم رہتے ہین اور اوسیکو پسندیدہ او عمدہ سمجھتے ہین اور ان باب مین لوگونکے چار درجہ ہین پہلا تو یہ کہ آدمی جیسا پیدا ہوا ہے ویسا ہے حق و باطل او اچھے برے مین تمیز نہ کر سکے سب اعتقادات سے غافل اور خالی ہو اور اتباع لذات سے شہوت بہی کامل نہوئی ہو تو ایسے شخص کا علاج جلد ہوسکتا ہے اسکے لیے صرف ایک استاد اور مرشد ہی کی ضرورت ہوتی ہے اور ایک اوسکی نفس مین باعث اوسکے مجاہدہ کا ہو تو تہوڑی ہی دنون ایسے شخص کا خلق درست ہوجاتا ہے دوسرا یہ کہ عمل بدکو تو جانتا ہی مگر عمل صالح کا عادی نہین عمل بد ہی اچھا معلوم ہوتا ہی اس امر مین اپنی شہوت کا تابع ہے اور رائے صواب سے منحرف تاہم اپنے عمل کے قصور سے واقف ہے تو ویسے شخص کا روبراہ ہونا پہلے کی نسبت سخت ہی کیونکہ اسمین دو باتونکی ضرورت پڑیگی اول تو عادت عمل کی چہڑانی دوسرے عمل صالح کی عادت ڈالنی بہرحال ایسا شخص بھی قابل تاثر ہے اگر ریاضت مین خوب اچھی مستعد ہو تیسرا یہ کہ اخلاق بد پر اوسکو یہ اعتقاد ہو کہ یہ بہت اچہی ہین اور انکا کرنا واجب ہے اور انہین پر اوسکی پرورش بہی ہوئی ہو تو ایسے آدمی کا علاج گویا محال ہے اور اوسکی صلاح کی توقع نہین کیونکہ گمراہی کے اسباب کی کثرت ہی چوتہا یہ کہ باوجود رائے فاسد پر نشو و نما پانی اور اعمال بد پر پرورش ہونی کی یہ بات بہی ہو کہ بہت سی شر کرنے کو اور لوگون کے تباہ کرنے کو باعث فضیلت اور فخر جانتا ہو اور خیال کرتا ہو کہ ہماری عزت اسی سے ہے یہ درجہ سب مین زیادہ سخت ہی ایسے شخص کی شان مین یہ مصرعہ شیخ کا ہی ع تربیت نااہل را چون گردگان بر گنبد ست ان چارونمین سے اول تو جاہل محض ہی دوسرا جاہل و گمراہ ہے تیسرا جاہل و گمراہ و فاسق ہی ہے چوتہا جاہل و گمراہ و فاسق و شریر ہے اب ہم دوسری وجہ کے جواب کیطرف متوجہ ہوتے ہین کہ وہ لوگ یہ بات جو کہتے ہین کہ حسن خلق سے استیصال شہوت و غضب کا ہوتا ہی اور یہ آدمی مین پایا جانا محال ہے تو اونکو یہ خیال ہوا ہے کہ حسن خلق سے یہ صفات بالکل نیست ہوجاتی ہین حالانکہ یہ بات مقصود نہین بلکہ شہوت تو ایک فائدہ کے لیے پیدا ہوئی ہی خلقت انسانی مین اوسکا ہونا بہی ضرور ہے اگر بالفرض شہوت کہانیکی تر ہے تو آدمی ہلاک ہوجاوے یا شہوت جماع نرہے تو نسل منقطع ہو اسیطرح غضب اگر بالکل نابود ہوجاوے تو مہلک چیزونکو آدمی دفع نکر سکے اور تباہ ہوجاوے اور اگر اصل شہوت باقی ہے تو حب مال جو شہوت تک پہونچاتی ہے وہ بہی باقی رہیگی اور بخل کی ترغیب دیگی اور اس اصل کا بالکل نیست و نابود کرنا غرض نہین بلکہ یہ

منظور ہے کہ افراط اور تفریط کو چھوڑ کر معتدل درجہ پر آجاوے علیٰ ہذا القیاس غضب مین یہ مقصود ہے کہ تہور اور نامردی سے علیحدہ ہوکر حسن حمیت کا پابند ہو اور اوسکو عقل کا منقاد کر دے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ صحابہ کی وصف شدت کے ساتھ کی جو غضب سے صادر ہوتی ہے اگر غضب بالکلیہ جاتا رہے تو جہاد بھی منقطع ہو جاوے اور غضب اور شہوت کی بالکل منقطع ہو جانیکا کیسے کوئی دعوی کر سکتا ہے انبیا علیہم السلام تو اس سے علیحدہ ہوئے ہی نہیں چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہے اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ اَغْضِبُ کَمَا یَغْضِبُ الْبَشَرُ اور جب کبھی کوئی بات آپکے سامنے خلاف مرضی بیان ہوتی تو ایسے غصہ ہوتے کہ رخسار مبارک سرخ پڑجاتے مگر جب بھی حق بات ہی فرماتے یعنے آپکا غصہ بھی آپکو احاطہ حق سے باہر نہیں جانے دیتا تھا اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ اسمین صفت ایسے لوگونکی ہے جو غصہ ہوتے ہین مگر اوسکو دبا لیتے ہین یہ نہیں فرمایا کہ جنمین غصہ بالکل نہیں اس بیان سے معلوم ہوا کہ غضب اور شہوت کا حد اعتدال پر آنا اسطرح پر کہ کوئی انمین سے عقل پر غالب نہو بلکہ عقل ہی کے قابو مین ہین ممکن ہے اور تبدیل خلق سے بھی غرض یہی ہے اسلیے کہ بعض اوقات آدمی پر شہوت ایسا زور کرتی ہے کہ پھر عقل سے کچھ بن نہیں پڑتی مگر ریاضت سے اوسکا حد اعتدال پر آنا ممکن ہے امتحان اور تجربہ سے یہ بات ایسی ظاہر ہو جاتی ہے کہ اوسمین کسی طرح کا شک نہیں رہتا اور اس بات کی دلیل کہ اخلاق مین غرض افراط و تفریط نہیں بلکہ درجہ اوسط مطلوب ہی ہے یہ ہے کہ خدا تعالیٰ درجہ اوسط اخلاق ہی کی تعریف فرماتا ہے چنانچہ فرمایا وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَلَمْ یَقْتُرُوْا وَکَانَ بَیْنَ ذٰلِکَ قَوَامًا اسمین اشارہ سخاوت کیطرف ہے جو اسراف اور کمی کے درمیان ہی اور فرمایا وَلَا تَجْعَلْ یَدَکَ مَغْلُوْلَةً اِلٰی عُنُقِکَ وَلَا تَبْسُطْهَا کُلَّ الْبَسْطِ اور اسیطرح شہوت طعام مین اعتدال مطلوب ہی حرص اور بستگی طبع ناپسند ہی جیسا کہ فرمایا کُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ۝ اور غضب کی بابت مین فرمایا اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ اور حدیث شریف مین ہے کہ خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَاطُهَا اور اوسط درجہ کے محمود ہونے مین ایک بھید ہی وہ یہ ہی کہ سعادت انسانی اسمین ہے کہ اوسکا قلب عوارض دنیا وی سے سالم ہو جسکے لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ اور بخل اور اسراف دونون عوارض دنیا وی سے ہین تو دل کو ان دونوں سے بچا رہنا چاہیے نہ جمع مال کیطرف متوجہ ہو اور نہ اوسکے خرچ کرنیکا حریص ہو اسلیے کہ جسکو خرچ کرنیکی حرص ہوگی اوسکا دل اوسمین لگا رہیگا اور جو بخل دوست ہوگا وہ امساک مین اپنا دل مصروف رکھیگا

تو کمال قلب اسمین ہوا کہ یہ دونون وصف اوسمین نہون اور چونکہ دونون صفتون کا نقیضین دنیا مین ہو نہین سکتا تو ایسی بات کیطرف رجوع کرنی پڑی جو دونون وصفونکے نہونیکی مشابہ اور اون سے علیحدہ ہو وہ درجہ اوسط اون دونون کا ہے گویا درجہ اوسط مین دونون وصف نہین مثلا پانی گرم کی اگر حرارت نکل جاوے اور ٹھنڈا بھی نہونے پاوے تو اوسکو نہ ٹھنڈا ہی کہتے ہین نہ گرم یہی حال سخاوت کا ہی درمیان اسراف اور کم خرچی کے اور شجاعت کا درمیان تہور و نامردی کے اور عفت درمیان حرص و بستگی اور اور تمام اخلاق کو بھی اسی پر قیاس کرنا چاہیئے کہ دونون طرفین مذموم ہین اور صرف وسط مقصود ہے اور وہ ممکن ہے ہان استاد و مرشد کو یہ چاہیئے کہ مرید کو یہی فرماوے کہ غصہ بالکل نہ کر اور مال ذرا بھی مت رکھ اور ہمیشہ غضب اور امساک کی برائی ہی اوسکے سامنے بیان کرتا رہی تاکہ بموجب اس مثل کے کہ بمرگ گیرتا بہ تب راضی شود دونون چیزین اوسمین اوسط درجہ پر ہوجاوینگی ورنہ اگر اوسکو ذرا بھی ان دونون چیزونکا اشارہ ملجاوے گا تو اسکو بخل اور غضب کا بہت حیلہ ہوجاویگا جسقدر ان دونون کا مرتکب ہوگا یہی سمجھیگا کہ اتنے کی مجھے اجازت ہوگئی ہے اسیلیے اوس سی یہی فرماوے کہ ان دونون کا استیصال کر مگر یہ بعید اور کہنے کا نہین احمقونکو اس سے دہوکا ہوجاتا ہی وہ یہی تصور کرتے ہین کہ ہمارا غضب اور بخل جائز طور پر ہین

چوتھا بیان اوس سبب کا جس سی حسن خلق حاصل ہو

یہ بات پہلی بیان ہوچکی کہ حسن خلق سے اعتدال قوت عقل اور کمال حکمت اور اعتدال قوت غضب و شہوت اور اونکا منقاد ہونا شرع اور عقل کو مقصود ہے اور یہ بات دو وجہ سے حاصل ہوتی ہی اول وجہ داد الٰہی ہے کہ آدمی ابتدا پیدائش سی کامل العقل خوش خلق پیدا ہووے اور شہوت و غضب کا اوسپر غلبہ نہو بلکہ یہ دونون عقل و شرع کے منقاد رہین تو ایسا شخص بے تعلیم عالم ہوجاتا ہی اور بے تادیب مؤدب جیسے حضرت عیسی علیہ السلام اور حضرت یحیی علیہ السلام اور جناب سید الاولین و الآخرین صلی اللہ علیہم اجمعین اور اور انبیا علیہم السلام اور یہ بات کچھ بعید نہین کہ آدمی کی پیدائش اور فطرت مین وہ بات ہو جو اکتساب سی حاصل ہوتی ہے اکثر لڑکے شروع ہی سے سخی اور جری اور صادق اللہجہ پیدا ہوتے ہین اور بعضے انکے خلاف ہوتے ہین مگر یہ امر اونکو اور لوگونمین ملنے جلنے سے حاصل ہوتا ہے جو ان اوصاف سی متصف ہوتے ہین اور کبھی سیکھنے سی آتا ہی دوسری وجہ ان اخلاق کو مجاہدہ اور ریاضت سی حاصل کرنا یعنے نفس سی ایسے کام لینے جن سی کہ خلق مطلوب حاصل ہوجاوے مثلاً جو شخص خلق سخاوت حاصل کیا چاہے اوسکا طور یہ ہے کہ بہ تکلف اہل سخاوت کا

فعل یعنے بذل مال اختیار کرے اور ہمیشہ اپنے نفس پر زور دیکر یہ کام لیتا رہے یہانتک کہ
امر اوسکی عادت ہوجاوے اور طبیعت مین جم جاوے تو اس بات سے سخی ہوجاویگا اسیطرح
جو شخص خلق تواضع کو حاصل کیا چاہے اور اوسپر کبر غالب ہو تو اوسکو چاہیے کہ اول مدت مدید تک
اہل تواضع کے افعال پر بہ تکلف و مجاہدہ مواظبت کرے یہانتک کہ وہ افعال اوسپر آسان
ہوجاوین اور خلق و طبیعت بن جاوین اور جتنے اخلاق شرعاً عمدہ ہین سب اسیطرح حاصل
ہوسکتے ہین اور اوسکی انتہا یہ ہے کہ اوس کام مین آدمی کو لذت معلوم ہونے لگے مثلاً سخی اوسکو کہینگے
کہ جو مال خرچ کرے اور اوسمین اوسکو لذت ملے اور اگر خرچ کرتا ہے مگر برا معلوم ہوتا ہے تو سخی نہوگا اسیطرح
متواضع وہ آدمی ہوگا جسکو تواضع مین مزا ملے اور اخلاق دینی نفس مین جبتک نہین جمتے جبتک نفس
بری عادتونکو چھوڑکر اچھی عادتونکا معتاد نہوجاوے اور افعال حسنہ پر مشتاقون کیطرح مواظبت نکرے
اور اونسے لذت حاصل نہ کرے اور افعال قبیحہ کو برا جانکر اونسے ایذا نپاوے چنانچہ حدیث شریف مین
ہے کہ جُعِلَتْ قُرَّةُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ اور جبتک عبادات کا بجالانا اور ممنوعات کو چھوڑنا برا معلوم ہو
اور نفس پر شاق گذریگا تبتک نقصان باقی رہیگا اور کمال سعادت کو نہ پہونچیگا ہان ان
باتون پر مواظبت بہ نسبت نکرنیکے بہتر ہوگی مگر طوع و رغبت کی ساتھہ کرنیکی نسبت بہتر نہین
اسی بنا پر اللہ تعالی نے فرمایا وَاِنَّہَا لَکَبِیْرَۃٌ اِلَّا عَلَی الْخَاشِعِیْنَ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا اُعْبُدِ اللّٰہَ فِی الرِّضَاءِ فَاِنْ لَمْ تَسْتَطِعْ فَفِی الصَّبْرِ عَلٰی مَا تَکْرَہُ خَیْرٌ کَثِیْرٌ پہر سعادت
موعودہ کی حاصل ہونیکے لیے یہ امر کافی نہین کہ کبھی تو طاعت مین مزا ملے اور نافرمانی بری معلوم ہو
اور بعض اوقات نہو بلکہ تمام عمر یہی بات رہنی چاہیے اب جسقدر عمر زیادہ ہوگی یہ فضیلت زیادہ
مستقل ہوگی اور اسی لیے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگون نے سوال کیا کہ سعادت
کیا ہے آپ نے فرمایا طُوْلُ الْعُمْرِ فِیْ طَاعَۃِ اللّٰہِ تَعَالٰی اور اسی جہت سے انبیا اور اولیا موت کو
برا سمجھتے تھے کیونکہ اَلدُّنْیَا مَزْرَعَۃُ الْاٰخِرَۃِ واقع ہے پس جسقدر طول عمر سے عبادات زیادہ ہونگی اوسیقدر
ثواب زیادہ ہوگا اور نفس طاہر اور اطہر بنے گا اور اخلاق اقوی اور راسخ تر ہونگی علاوہ ازین مقصود عبادات
سے یہ ہے کہ اونکا اثر قلب پر ہو اور تاثیر قلب پر جبھی ہوتی ہے جب عبادات پر مواظبت اور مداومت کثرت سے ہو
اب معلوم کرنا چاہیے کہ ان اخلاق سے غرض یہ ہے کہ نفس مین سے دنیا کی محبت جاتی رہے اور خدا تعالی
کی محبت اوسمین جم جاوے یہانتک کہ کوئی چیز اوسکے نزدیک دیدار الہی سے محبوب تر نہ رہے اپنا مال
بھی ایسے ہی باتون مین خرچ کرے جس سے یہ مطلب حاصل ہو اور غضب و شہوت کو بھی اسیطرح

کام مین لاوے کہ جس سے خدا ملے اور ظاہر ہے کہ یا اس صورت مین ہوگا کہ شرع اور عقل کے مطابق ہو پھر اسطرح کے کامونسے خوش ہوا اور مزا پاوے اور اگر کسیکو نماز مین راحت اور خنکی چشم حاصل ہو عبادات اچھی معلوم ہونے لگین تو کچھ بعید نہین عادت کی باعث نفس مین اس سے بھی زیادہ عجیب باتین ہو جاتی ہین دیکھو جو بادشاہ مفلس جواری مین کیسا خوش ہوتا ہی اور مزا پاتا ہی حالانکہ جس حال مین وہ ہو اگر دوسرے کو وہ نوبت ہو تو اسے قمار ہی زندگی ناگوار ہو جاوے اسکے سوا قمار کے باعث مال سب جاتا رہتا ہی گھر خراب ہوتا ہی پھر بھی محبت اور چسکا قمار کا لگا رہتا ہی یہ اسی باعث سے ہے کہ کھیلتے کھیلتے اوس سے الفت ہو گئی ہی اسیطرح کبوتر باز دن بھر دہوپ مین کھڑا رہتا ہی دہوپ کی گرمی نہین مانتا اسلیے کہ کبوترونکا اوڑنا اور اونکی حرکات اور بازیان اچھی معلوم ہوتی ہین چور اچکونپر کیسے کیسے کوڑے پڑتے ہین اور ہاتھ کاٹا جاتا ہی مگر وہ لوگ اسکو اپنا فخر سمجھتے ہین اور سختی کی برداشت سے خوش ہوتے ہین یہانتک کہ بالفرض اگر اونکے بدن کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو تب بھی نہ مال کا نشان دینگے نہ اپنے ساتھیونکا نام لینگے پس ایسی سختیونکا سہنا اور سیاستونکو خیال مین نہ لانا اسی جہت سے ہے کہ اپنے کام کو کمال اور شجاعت اور بہادری اعتقاد کر لیا ہے اور باوجودیکہ اوسمین اتنے شدائد ہین تاہم اونکی راحت اوسی مین ہے اس سے زیادہ بدتر حال مخنث کا ہی کہ اپنے آپ کو عورتونکی صورت بناتا ہے مگر وہ کبھی اس حالمین خوش ہی رہتا ہی بلکہ اپنے کمال کا فخر کرتا ہے اور مخنثونمین بیٹھکر شیخی بگھارتا ہی اسیطرح کنجر اور حلال خور اپنے پیشہ مین فخر و مباہات کرتے ہین جیسا علما اور سلاطین مین ہوتا ہی تو یہ سب امور عادت سے متعلق ہین کہ جب ایک بات پر مدت مدید مواظبت ہوتی ہے اور ہمجولیون مین وہی مشاہدہ ہوتی ہے تو اپنی نفس کو اچھی لگتی ہے پس جب عادت کی سبب امر باطل سے لذت ہوتی ہو اور نفس اوسکی طرف راغب ہوتا ہو تو امر حق پر اگر مواظبت مدت مدید رہیگی اوس سے کیون نہین لذت حاصل ہوگی بلکہ رغبت نفس کی امور بد کی طرف مقتضای طبع سے خارج ہے اور ایسی ہے جیسی کسیکو مٹی کھانیکی رغبت ہو جاوے جیسا کہ بعض لوگونکو کھاتے کھاتے عادت ہو جاتی ہے لیکن حکمت کیطرف اور عبادت اور محبت اور معرفت و عبادت الٰہی کا میل کرنا حسب مقتضای طبیعت قلبی ہے اور ایسا ہی جیسا کھانے پینے کی رغبت کرنی اس لیے کہ قلب ایک امر ربانی ہے مقتضای شہوت کیطرف اوسکا میل کرنا امر عارضی ہے اور اوسکی ذات سے بعید بلکہ اوسکی غذا حکمت اور معرفت اور محبت الٰہی ہے مگر کسی بیماری لاحقہ سے اپنے مقتضای طبعی سے منحرف ہو گیا ہی جسطرح معدہ مین کچھ خلل ہو تو کھانیکو اور پینیکو دل نہین چاہتا حالانکہ کھانے پینے ہی سے زندگی ہوتی ہے پس جسقدر کوئی دل غیر اللہ کی محبت

کیطرف مائل ہوگا اوسیقدر اوسمین مرض ہوگا مگر اوسصورت مین کہ اوس شے کی محبت صرف اس
غرض سے ہو کہ اوس سے محبت اور دین الٰہی مین مدد ملیگی اس صورت مین البتہ یہ محبت غیر اللہ مرض مین
شمار نہوگی اس بیان سے اب قطعاً معلوم ہوگیا کہ ان اخلاق حسنہ کا اکتساب ریاضت سے ہوسکتا ہے
یعنے اول بتکلف اونکی مرتکب ہونے سے آخر کو امور طبعی اور خلقی ہوجاتے ہین اور یہ ایک عجیب طرح کا
علاقہ قلب اور اعضا مین ہے کہ جو صفت قلب مین ظہور کرتی ہے اوسکا اثر اعضا پر پہونچتا ہے کہ وہ اوسکے
موافق حرکت کرنے لگتے ہین اور جو فعل اعضا سے کیا جاتا ہے اوس سے بھی کبھی اثر دل پر بطریق
دور ہوجاتا ہے اوسکو مثال سے سمجھنا چاہیے مثلاً کوئی شخص چاہتا ہے کہ خوشخطی مین ماہر ہوجاوے
تو اوسکا طریق یہی ہے کہ جیسے کاتب اپنی ہاتھ سے مشق کرتے ہین ویسے ہی یہ بھی مدت مدید تک
مشق کیے جاوے یہانتک کہ صفت کتابت اسکی نفس مین جم جاوے اور حروف خوشخط آدمی کی طرح اوسکے ہاتھ
سے نکلنے لگین جیسے پہلے اوروں سے نکلتے تھے اسیطرح اگر کوئی فقیہ بننا چاہے تو افعال فقہا کی مواظبت
کرے یعنے فقہ کی مسائل مکرر کر زبان سے ادا کرے یہانتک کہ دل پر اثر اس فقہ کا پہونچے اور اوسوقت
فقیہ النفس ہوجاویگا اسیطرح جو سخی پارسا حلیم متواضع ہونا چاہے اوسکو چاہیے کہ ابتدا ان لوگون کے
افعال بتکلف ادا کرے تاکہ رفتہ رفتہ یہ امور طبیعت مین جگہ پکڑلین اسکی سوا اور کوئی تدبیر نہین اور جسطرح
کہ طالب فقہ ایک روز تعطیل کرنی سے اپنی مطلب سے محروم نہین رہتا اور صرف ایک روز کی بحث سی فقیہ
نہین ہوجاتا اسیطرح جو شخص تزکیہ اور تکمیل اور تحسین قلب کی اعمال حسنہ سی چاہتا ہی وہ نہ ایک دن کی
عبادت مین یہ رتبہ پاسکتا ہے اور نہ ایک دن کی نافرمانی سے اس رتبہ سی محروم ہوسکتا ہے اور یہ جو قول
ہمارے بزرگون کا ہے کہ ایک کبیرہ موجب ہمیشہ کی بدبختی کا نہین ہوتا اوسکے یہی معنی ہین ہان ایک روز
کو بیکار چھوڑنا دوسرے روز کی بیکاری کا باعث ہوتا ہی پھر اسیطرح ہوتے ہوتے آخر کو نفس کسل کا عادی
ہوکر سرے سے تحصیل ہی چھوڑ دیتا ہے اور فضیلت فقہ سے محروم رہتا ہی اسیطرح ایک گناہ صغیرہ کا
ارتکاب دوسرے کا باعث ہوتا ہی اور بتدریج اصل سعادت سی باز رکھتا ہی اور خاتمہ کیوقت اصل ایمان
کو غارت کرتا ہے نعوذ باللہ منہ اور جسطرح ایک رات کی بحث سی فقہ کے آثار نمودار نہین ہوتے بلکہ
بتدریج مثل نشو و نما بدن اور قد کے ظاہر ہوتے ہین اسیطرح ایک طاعت کی کرنے سے اثر تزکیہ نفس کا
اوسوقت محسوس نہین ہوتا بلکہ آہستہ آہستہ مدت کی بعد معلوم ہوتا ہی تاہم تھوڑی طاعت کو
حقیر نہ جاننا چاہیے اس لیے کہ تھوڑی ہی تھوڑی ہوکر بہت ہوجاتی ہے اور مجموع کا اثر کچھ حصہ
ایک ایک کے بھی مقابل ہوتا ہے گو محسوس نہین ہوتا علاوہ ازین اگر تاثیر مخفی ہے تو معلوم کرے

ثواب تو کہیں نہیں گیا وہ عوض تاثیر کی موجود ہے اسیطرح معصیت کو قیاس کرنا چاہیے اور بہت سے فقیہ ایسے ہوتی ہین کہ ایک روز کی تعطیل کو ہیچ سمجھتے ہین اور پھر رفتہ رفتہ پیاپے تعطیل کرکے نفس کو ایک ایک روز کی توقع دیتے رہتے ہین یہانتک کہ طبیعت قبول فقہ سے خارج ہوجاتی ہے اسیطرح لوگ صغیر گناہونکا حقیر جانتے ہین اور نفس کو توبہ کا وعدہ آج کل دیتے رہتے ہین یہانتک کہ دفعتہ موت مین گرفتار ہوجاتے ہین اور سیاہی گناہونکی دلپر دہوان دہار ہوجاتی ہے اور توبہ مشکل ہوجاتی ہے اس لیے کہ تھوڑے تھوڑے گناہ ہوتے ہوتے بہت ہوگئی اور قلب ان پھندون مین ایسا پھنسا کہ رہائی غیر ممکن ہوگئی اور دروازہ توبہ کی بند ہونے سے یہی مراد ہے اور اس آیت سے بہی یہی غرض ہے وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا اور اسی جہت سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے کہ قلب مین اول ایمان ایک سفید نقطہ کے برابر ہوتا ہے جتنا ایمان زیادہ ہوتا جاتا ہے اوسیقدر یہ سفیدی بڑہتی جاتی ہے جب بندہ کا ایمان کامل ہوجاتا ہے تو تمام دل نورانی ہوجاتا ہے اور نفاق اول ایک نقطہ سیاہ کی برابر دل مین ظاہر ہوتا ہے پھر جتنا بڑہتا جاتا ہے اوتنا سیاہی دوڑتی ہے جب نفاق کامل ہوتا ہے تو دل بہی تمام سیاہ ہوجاتا ہے اس بیان سے واضح ہوا کہ اخلاق حسنہ کبھی تو طبیعت اور اصل پیدایش سے ہوتی ہین اور کبھی عمدہ افعال کے عادی ہونے سے اور کبھی صلحا اور ارباب خیر کے افعال دیکھنے سے کیونکہ ایک طبیعت دوسرے سے شر اور خیر دونون چرا تی ہے پس اگر کوئی شخص ایسا ہو جسمین تینون جہات جمع ہوگئے ہون یعنے طبعاً اور عادتاً اور تعلم سے فضیلت تک پہونچا ہو تو ایسا شخص نہایت درجہ فضیلت پر ہے اور جو شخص کہ طبیعت کا اچہا نہو اور اسباب شر کے مہیا ہونے سے اوسی کا عادی ہوگیا ہو اور صحبت والے بھی بد ہون تو وہ نہایت درجہ خدا تعالے سے بعید ہے اور جسمین ان جہات کا کچھ اختلاف ہے وہ ان دونون مرتبونکے درمیان ہے اور اوسکا قرب و بعد بموجب اوسکی صفت اور حال کے ہے فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ وَلَٰكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ

پانچوان بیان تہذیب اخلاق کے طریق مفصل کا

یہ پہلے معلوم ہوچکا ہے کہ مزاج بدن مین اخلاق کا معتدل رہنا صحت نفس کہلاتا ہے اور اونکا اعتدال پر نرہنا سقم اور مرض نفس ہے جیسے کہ اعتدال اخلاط صحت بدن ہے اور انکا میل کرنا اعتدال سے مرض بدن اب جاننا چاہیے کہ نفس کا علاج باین طور کہ اوسمین سے رذیل اور ردی اخلاق دور کیے جاوین اور فضائل اور افعال حسنہ کا مورد بنایا جاوے مشابہ بدن کی علاج کے ہے کہ اوسمین سے امراض کو دور کرکے

اوسکی صحت و تندرستی مین کوشش کیجاوی پس جسطرح پر کہ اکثر اصل مزاج اعتدال ہی پر
ہوتا ہے اور غذا اور خواہش و دیگر عوارض کی جہت سی معدہ مین خلل ہو جاتا ہی اسیطرح اصل
فطرت بھی صحیح و معتدل ہی ہوتی ہے جیسا کہ حدیث شریف مین ہے کُلُّ مَوْلُوْدٍ یُوْلَدُ عَلَی
الْفِطْرَۃِ وَاِنَّمَا اَبَوَاہُ یُھَوِّدَانِہٖ اَوْیُنَصِّرَانِہٖ اَوْیُمَجِّسَانِہٖ یعنی آدمی عادت خواہ تعلم سے اکتساب رذائل
کرتا ہے اور جیسے کہ بدن ابتدا مین کامل نہین پیدا ہوتا بلکہ نشو و تربیت اور غذا سے کامل ہوتا ہے
اسیطرح نفس بھی ناقص پیدا ہوتا ہے مگر لیاقت کمال کی اوسمین ہوتی ہی تزکیہ اور تہذیب اخلاق
اور غذاء علم سے کامل ہو جاتا ہی اور جسطرح کہ بدن اگر صحیح ہو تو طبیب حفظ صحت کی تدبیر کرتا ہے
اور اگر بیمار ہو تو حصول صحت کی فکر مین رہتا ہی اسیطرح اگر آدمی کا نفس پاک و صاف و مہذب ہے
تو چاہیے کہ اس باب مین کوشش کرے کہ ویسا ہی بنا رہے بلکہ ان امور کو اوسمین قوت اور زور ہو جاوے
اور اگر اوسمین کچھ کمال نہو تو اوس کمال کے حاصل کرنے مین سعی کرے اور جیسا کہ اوس علت کا
علاج جس سے اعتدال بدن مین خلل ہوا ہی اوسکی ضد سے ہوتا ہی مثلاً اگر حرارت سے ہو تو برودت سے تدبیر کی جاتی ہے
اور اسیطرح رذائل یعنی امراض قلبی کا علاج بھی اونکی ضد سے ہوتا ہی مثلاً جہل کا علاج تعلم سے
اور بخل کا علاج سخاوت سے اور کبر کا تواضع سے اور حرص کا علاج بزور خواہش نفسانی کے روکنے سے ہوتا ہے
اور جیسے مرض بدنی مین تلخی دوا کی برداشت کرنی پڑتی ہے اور دل چاہتی چیز سے صبر کرنا ہوتا ہے
اسیطرح علاج قلب مین تلخی مجاہدہ کا برداشت کرنا اور علاج پر صبر کرنا ہوتا ہی بلکہ اسمین بطریق اولی چاہیے
اسواسطے کہ مرض بدنی سے تو مرنے پر نجات ہو جاتی ہے اور مرض قلبی معاذ اللہ ایسا مرض ہے
کہ بعد موت بھی ابدالآباد تک رہتا ہے اور جسطرح کہ ہر ایک حرارت کے لیے ہر دوا سرد کافی نہین
بلکہ برعایت شدت و ضعف اور دوام اور اتفاق اور کثرت اور قلت کے مختلف طور پر دیجاتی ہے
اور خوراک کے لیے بھی وزن معین ہوتا ہے کیونکہ مراعات وزن کے نہونے سے فساد زیادہ ہوتا ہے
اور وزن کی مقدار دوا کی درجہ کی موافق اور احوال بدن کے مناسب اور مریض کے سن و سال و موسم
کے مطابق اور مرض کی شدت و ضعف کی بموجب ہوا کرتی ہے کہ جب طبیب حرارت یا برودت کی
قوت و ضعف معلوم کر لیتا ہے تو انہین باتون کے لحاظ سے نسخہ تجویز کرتا ہی اسیطرح مرشد استاد
جو مریدین کے نفوس کے معالج ہین اونکو چاہیے کہ مریدون پر ایک بارگی ریاضت اور تکلیف صرف ایک
فن مخصوص یا طریق معین کی نہ ڈالین جب تک کہ اونکی اخلاق و امراض سے بخوبی واقف نہون
اور جیسے کہ طبیب اگر سب مرضون کا علاج ایک ہی دوا سے کرے تو اکثر مر جاینگے اسیطرح مرشد

۱ ہر ایک لڑکا پیدا ہوتا ہی اصل فطرت پر اور مان باپ اوسکو یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا لیتے ہین ۱۲ بخاری و مسلم بروایت ابی ہریرہ ۱۲

اگر سب مریدونکو ایک ہی لکڑی ہانکے گا وہ بہی ہلاک ہونگے بلکہ یون چاہیے کہ مرید کا مرض اور اوسکا
حال اور سن وسال اور مزاج غور سے دیکہے اور معلوم کرے کہ کس قسم کی ریاضت اس سے ہوسکتی ہے
اوسی قسم کی مشقت اوس سے لیوے مثلاً اگر مرید مبتدی جاہل ہو اور احکام شرع نجانتا ہو تو اول اوسکو
طہارت اور نماز اور عبادات ظاہری سکہلا وے اور اگر مال حرام اور معصیت مین مشغول ہو تو اوسکو
ان چیزونکے ترک کا حکم کرے جب ظاہر اوسکا زیور عبادات ظاہر سے آراستہ ہوجاوے اور اعضا بہی
علانیہ معاصی سے پاک ہوجاوین تو قرائن احوال سے اوسکی باطن کیطرف متوجہ ہوکر اوسکے اخلاق
اور امراض قلبی کو دیکہے پس اگر اوسکے پاس قدر ضرورت سے مال زیادہ جانے اوس سے لیکر خیرات
کر ڈالے کہ اوسکی طرف سے فارغ البال ہوجاوے اور اوس طرف ملتفت نہو اور اگر رعونت اور کبر اوس پر
غالب پاوے تو اوسکو بازار مین گداگری کے لیے بہیجے کیونکہ عزت ریاست کی اور شیخی نفس کی بی ذلت
نہین جاتی اور سوال سے زیادہ کوئی ذلت نہین پس اوسکو اوسکی مواظبت کا حکم کرے جب تک اوسکا
کبر جاتا رہے کہ کبر اور رعونت امراض قلبی مین سے مہلک ہین اور اگر بدن کی صفائی اور نظافت لباس کو
غالب دیکہے اور اوسکا دل بہی ان باتونکی طرف متوجہ پاوے تو اوس سے آبدار خانہ کا کام لے
اور خس و خاشاک کی جگہہ مین جہاڑو دلواوے اور مدام باورچی خانہ اور دہوئین کی جگہون مین
بیٹہنے کی اجازت دے یہانتک کہ صفائی کی رعونت مزاج سے نکلجاوے کیونکہ جو لوگ کپڑونمین
بناؤ سنگار کرتے ہین اور رنگا رنگ کی مصلے تلاش کرتے ہین اونمین اور دولہن مین کیا فرق ہے
وہ بہی دن بہر اپنے آپ کو بنایا سنوارا کرتی ہے اور آدمی خواہ اپنے تن کی پرستش کرے خواہ کسی
بت کی عبادت کرے اسمین بہی کچہہ فرق نہین کیونکہ جب غیر خدا کی عبادت ہوتی ہے تو خدا تعالے
سے حجاب ہوجاتا ہے اسمین اپنا نفس اور بت برابر ہین پس جو کوئی اپنے کپڑے کیطرف مائل ہو اور
بجز حلال اور طاہر ہونیکی اور طور پر اوسکی طرف دل لگاوے تو وہ اپنے نفس کا پابند ہے اور ایک
عجیب طرح کی ریاضت یہ ہے کہ جب مرید رعونت یا کسی دوسری صفت کی ترک پر اصلا راضی نہو اور اوسکی
ضد کو دفعۃً گوارا نہ کرے تو مرشد کو چاہیے کہ اوسکو ایک عادت بد سے دوسری عادت بد مین
جو اوس سے ہلکی ہو لگاوے مثلاً اگر کپڑے پر خون لگجاتا ہے اور پانی سے اوسکا دہبا نہین جاتا
تو اول کپڑے کو پیشاب سے دہوتے ہین بعد اوسکے پانی سے دہوتے ہین یا لڑکے کو مکتب مین اول
ترغیب گیند بلا وغیرہ کی دیجاوے پہر کہیل سے عمدہ کپڑونکی ترغیب دیجاوے اوسکے بعد ریاست
اور جاہ کی ترغیب دیجاوے پہر ان سب کے بعد جاہ و ریاست آخرت کیطرف برانگیختہ کیا جاوے

اسیطرح جس کسیکا نفس نعمت جاہ کی چہوڑنی پر راضی نہو تو چاہیے کہ اوسکو کسی ہلکی جاہ مین مصروف کیا جاے اسیطرح بتدریج اوس صفت کو اوس سے دور کرنا چاہیے اور جب اوسپر حرص کہانیکی غالب ہو تو ہمیشہ روزہ رکہوا دے اور کہانا کم کہلاوے اور یہ حکم کرے کہ مزہ دار کہانے پکاکر دوسرونکو کہلادے آپ اونمین سے نہ کہاوے یہانتک کہ اوسکے نفس کو صبر کی عادت ہو اور کہانیکی حرص دور ہو اور جب اوسکو جوان شائق نکاح جانے مگر نان نفقہ سے عاجز ہو تو اوسکو روزہ رکہنے کا حکم کرے اور اگر اس سے خواہش کم نہو تو یون کہے کہ رات کو پانی سے افطار کیا کرو روٹی نہ کہاؤ اور دوسرے دن شام کو روٹی کہاؤ پانی نہ پیو اور گوشت وسالن کی ممانعت قطعی کردے تاکہ اوسکا نفس ذلیل ہو اور خواہش کم ہو جاوے کیونکہ شروع مین بہوکہ سے بڑہکر کوئی اچہا علاج نہین اور اگر غصہ کو اوسپر غالب دیکہے تو حلم اور سکوت کا حکم کرے اور ایک بدمزاج کے ساتہہ اوسکو کرکے کہدے کہ اسکی اطاعت کیا کر یہانتک کہ اوسکا نفس بد دماغی برداشت کرنے پر عادی ہو جاوے چنانچہ بعض بزرگون کے حال مین لکہا ہے کہ وہ اپنے نفس کو حلم کی عادت ڈالنی اور شدت غضب کو دور کرنیکے لیے ایسے آدمیونکی مزدوری کیا کرتے تہے جو برملا گالیان دے پس اپنے نفس سے بزور صبر کراتے تہے اور غصہ پیتے تہے یہانتک کہ حلم اونکی عادت ہوگئی اور اس مین ضرب المثل بن گئے اور بعضے بزرگ اپنے آپ مین نامردی اور ضعف قلب پاتے تہے تو تحصیل شجاعت کے لیے جاڑونکی موسم مین جب سمندر مین خوب موجین اوٹہتی ہوتین سوار ہوتے اور ہند کے عابد کسل عبادت کا علاج یون کرتے ہین کہ تمام تمام رات ایک ہی ہیئت پر کہڑے رہتے ہین اور بعض بزرگ ابتدائے مریدی مین قیام سے کسل کرتے تہے تو اپنے نفس پر لازم کر لیا کہ تمام رات سر کے بل کہڑا رہون گا تاکہ پاؤن پر کہڑا ہونیکو بخوشی مان لے اور بعضون نے دوستی مال کا یون علاج کیا کہ سارا مال بیچ کر اوسکا دام دریا مین پہینک دیا اس جہت سے کہ لٹانے مین شبہ سخاوت یا ریا کا بہی تہا ان مثالونسے علاج قلوب کا طور معلوم ہوتا ہے مگر ہماری غرض یہ نہین کہ ہر ہر مرض کے لیے جدا جدا دوا لکہین اسکا بیان آگے آویگا یہان یہی غرض ہے کہ طریق عام اس باب مین نفس کی خواہش کے خلاف چلنا ہے اور اللہ تعالے نے اپنی کتاب مین اس بات کو ایک ہی کلمہ مین ارشاد فرمایا ہے قولہ تعالے وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّہٖ وَنَہَی النَّفْسَ عَنِ الْہَوٰی فَاِنَّ الْجَنَّۃَ ہِیَ الْمَاْوٰی اور اصل مہم مجاہدہ نفس مین پورا کرنا عزم کا ہے پس جب آدمی ترک شہوت کا عزم کرے اور اوسکے لوازم پیش آجاوین تو یہ جانے کہ یہ خدا تعالی کیطرف سے امتحان ہے اوسوقت چاہیے کہ صبر کرے اور اپنے وعدہ پر جما رہے اسلیے کہ اگر عہد شکنی کریگا تو نفس کو ویسی ہی عادت ہو جاویگی اور تباہ ہو جاویگا بلکہ اگر عہد شکنی کرے

تو اوسپر ایک سزا مقرر کرے جیسا کہ ہمنے باب محاسبہ اور مراقبہ مین نفس کی تعزیر مین بیان کیا ہے
اور اگر اوسکو سزا سے نہین ڈراویگا تو نفس اوسپر غالب آجاویگا اس صورت مین شہوت کی بموجب
مرتکب ہو بیٹھیگا جسکے سبب سے ریاضت برباد ہوجاویگی

چھٹا بیان قلوب کی بیماریون کی علامتونکا اور اوسکے تندرست ہوجانے کی علامتون کا

واضح ہو کہ ہر ایک عضو اعضا بدن سے ایک فعل خاص کے لیے پیدا ہوا ہے اگر اوس سے وہ فعل صادر نہ ہوگا
یا کچھ اضطراب کے طور پر صادر ہوگا تو وہ عضو صحیح نہ کہلاویگا بیمار ہوگا مثلاً ہاتھ کا مرض یہ ہے کہ اوس سے
گرفت نہو سکے اور آنکھ کا مرض یہ ہے کہ دیکھ نسکے یا دیکھنا مشکل ہو اسیطرح مرض قلب وہ ہوگا جس سے
قلب اپنا فعل خاص کر سکے اور اوسکا فعل خاص علم اور حکمت اور معرفت اور محبت اور عبادت الہی ہے
اور اوسکے ذکر سے لذت پانا اور سوا اوسکی ہر چیز کی خواہش پر اسی لذت کو ترجیح دینی اور تمام
اعضا اور آرزوون سے اوسکے لیے مدد چاہنی جیسا کہ خدا تعالے فرماتا ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ
إِلَّا لِيَعْبُدُونِ پس اس سے معلوم ہوا کہ قلب انسانی کا فعل خاص عبادت و معرفت الٰہی ہے اور خاصیت
نفس انسانی وہ ہی ہونی بھی چاہیے کہ جس سے بہائم سے علیحدہ ہوجاوے کیونکہ قوت کھانے اور پینے
اور جماع اور دیکھنے مین تو انسان اونسے متمیز نہین بلکہ اس امر مین متمیز ہے کہ چیزونکو اونکی
اصل حقیقت پر جانتا ہے اور ازانجا کہ موجد اور مخترع تمام اشیا کا اللہ جل شانہ ہے پس اگر کوئی تمام
اشیا کو جانے اور اونکے صانع کو نہ پہچانے تو گویا اوسنے خاک بھی نجانا اور علامت خدا کی پہچان کی
اوس کی محبت ہے جو اوسکو پہچانتا ہے اوسکی دوستی مین محو ہوجاتا ہے

	این مدعیان در طلبش بیخبر انند		آن را کہ خبر شد خبرش باز نیامد

اور اوسکی محبت کی یہ نشانی ہے اوسپر دنیا اور مافیہا اور تمام اپنی محبوب چیزونکو ترجیح ندے جیسا کہ
اللہ تعالی فرماتا ہے قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا
وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّىٰ
يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ پس جس کسی کے نزدیک خدا کے سوا اور کوئی چیز محبوب تر ہو تو اوسکا دل مریض ہے جیسا
کسیکے معدہ مین روٹی اور پانی کی نسبت محبت مٹی کی زیادہ ہوجاوے اور غذا کی خواہش جاتی رہے تو وہ
مریض ہوتا ہے پس مرض قلوب کی یہ علامات ہین اور اس بنا سے معلوم ہوا کہ تمام قلوب بیمار ہین
الا ماشاء اللہ اور چونکہ بعضے مرض ایسے ہوتے ہین کہ بیمار کو معلوم نہین ہوتے اور مرض قلب بھی

اونہین مین سے ہے اسیواسطے آدمی غافل رہتا ہے اور اگر جان بھی جاتا ہے تو اوسکے علاج کی تلخی پر
صبر مشکل ہے اس لیے کہ دوا اوسکی شہوات کی مخالفت ہے جسکو جان کندنی سمجھتا ہے اور اگر نفس مین
صبر بھی پاتا ہے تو کوئی معالج حاذق نہین ملتا کہ اوسکا علاج کرے کیونکہ طبیب اس مرض کے علما
ہین اور وہ خود اس مرض مین مبتلا ہین پس جب وہ اپنا ہی علاج نہین کرتے تو دوسرونکا کسطرح کرینگے

	پھر دوا بیمار کی ہونے نہبت دشوار ہے		جو معالج تھا وہی اس فکر سے لاچار ہے	

اسی جہت سے مرض قلوب مرض لا علاج ہو گیا ہے نہ اسکا علم لوگونمین رہا نہ اس مرض کو کوئی جانتا ہے
لوگ حب دنیا پر جھک پڑے اور ایسے اعمال پر متوجہ ہوئے کہ ظاہر مین عبادت ہون اور باطن مین ریا و عادت
یہانتک حصول امراض کی علامات ہو چکین اب علامات صحت کو بعد معالجہ کے سننا چاہیے وہ اسطرح ہے
کہ جس بیماری کا علاج کرنا ہے اگر وہ بخل ہے جو موجب تباہی اور بعد عن اللہ ہوتا ہے تو اوسکا علاج
مال کے دے ڈالنے اور خرچ کرنے سے ہوتا ہے مگر بذل مال اس درجہ پر کرے کہ مسرف نہو جاوے ورنہ ایک
اور مرض مین مبتلا ہو جاویگا جیسے کوئی شخص سردی کا علاج گرمی سے اتنا کرے کہ حرارت بڑھ جاوے تو یہ بھی ایک مرض
ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ اعتدال سردی اور گرمی مین ہو جاوے اسیطرح یہان بھی یہ مقصود ہے کہ فضول خرچی اور کم
خرچی مین اعتدال ہو جاوے اور درجۂ وسط جو دونون طرفونسے نہایت فاصلہ پر ہے حاصل ہو جاوے
پس اگر یہ منظور ہو کہ درجۂ وسط معلوم کرو تو اوسکا طریق یہ ہے کہ جو فعل کسی خلق کی باعث ہوتا ہے
اوسکو دیکھنا چاہیے اگر وہ سہل اور شیرین معلوم ہو تو جان لینا چاہیے کہ یہی خلق نفس پر غالب ہے
مثلاً اگر مال کا روکنا اور جمع کرنا آسان اور لذیذ معلوم ہو بہ نسبت مستحقین کے دینے کے تو جان لو کہ
بخل کا غلبہ ہے اس صورت مین داد و دہش کی مواظبت زیادہ کرنی چاہیے اور اگر غیر مستحقون کو دینا
آسان اور لذیذ معلوم ہوتا ہو بہ نسبت امساک واجبی کے تو اپنے اوپر فضول خرچی کا غلبہ سمجھو اور اس
صورت مین امساک کی مواظبت کیطرف رجوع کرو اور اسیطرح نفس کے افعال کو دیکھکر اونکی نسبت
اور اشکال سے عادت پر استدلال کرتے رہو یہانتک کے علاقہ دل مال کیطرف التفات سے منقطع ہو جاوے
اور بذل اور امساک دونون کی طرف رجوع نکرے بلکہ مال کا حال پانی کا سا ہو جاوے کہ اگر پاس
بھی ہو تو کسی محتاج کی حاجت کے لیے ہو اور بذل بھی ہو تو ایسا ہی کچھ ہو مگر ان دونون کو ایک
دوسرے پر غلبہ نرہے ایسے جس قلب اسیطرح کا ہو جاوے گا وہ اس مقام خاص سے سالم رہیگا اور تمام اخلاق
سے سالم ہونا ضروری ہے یہانتک کہ متعلقات دنیا مین سے کسی چیز کا علاقہ نرہے اور یہانسے دلکا [illegible]
اوٹھ جاوے نہ خود دنیا کا التفات ہو نہ اوسکی لوازم کا شوق اسوقت پروردگار کے سامنے اطمینان کے ساتھ

جاویگا کہ وہ اس سے راضی اور یہ اوس سے خوش اور بندگان مقرب یعنی انبیا اور صدیقین اور شہدا اور صالحین کی جماعت مین داخل ہوگا جو عمدہ رفیق ہین اور ازانجا کہ درجہ اوسط دونون جانب کا نہایت باریک بلکہ بال سے زیادہ پتلا اور تلوار سے زیادہ تیز ہے تو بالضرور جو اس صراط المستقیم پر دنیا مین قائم رہیگا وہ اسیطرح آخرت کی پل صراط پر گذریگا اور چونکہ آدمی کچھ نہ کچھ صراط مستقیم درجہ اوسط سے ایک نہ ایک طرف کو جھک جاتا ہی اسی لیے اوسکا قلب متعلق اوسی جانب کے ہوتا ہے جس طرف کہ جھکا ہے اور یہمین بحاظ کچھہ نہ کچھہ عذاب اور گذر دوزخ ضرور ہوگا گو بجلی ہی کیطرح نکل جاوے اللہ تعالی فرماتا ہے وَإِن مِّنكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلَىٰ رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوا یعنے وہ لوگ کہ صراط مستقیم سے اکثر قریب رہی بعنسبت کمتر رہے اور اسی استقامت کی دشواری کی جہت سے ہر روز بندہ پر اشنائے قرأت الحمد مین سترہ بار یہ دعا واجب ہوئی اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ روایت ہی کہ کسی شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا اور عرض کیا کہ آپ نے فرمایا ہے کہ مجھکو سورہ ہود نے بوڑھا کر دیا اسکی وجہ کیا ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ اوسمین حکم خداوندی یون ہے کہ فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ اس سے معلوم ہوا کہ استقامت راہ راست پر نہایت دشوار ہے مگر بندہ کو چاہیے کہ اگر استقامت حقیقی میسر نہو تو اوس سے قرب ہی کے لیے کوشش کی جاوے غرض کہ جو شخص اپنی نجات چاہے تو بدون عمل صالح نہو گی اور اعمال صالح عمدہ اخلاق سے ہوتی ہین اسلیے ضرور ہی کہ آدمی اپنے صفات اور اخلاق کیطرف متوجہ ہو اور ایک ایک کا علاج بترتیب کری خداوند کریم ہمکو تقوی نصیب فرماوے

ساتوان بیان اوس طریق کا جس سے انسان اپنی عیب پہچانے

جاننا چاہیے کہ جب خدا تعالی کو کسی کے ساتھہ بھلائی کرنی منظور ہوتی ہے اوسکی نظر کو خود اوسکی عیبون کیطرف پھیر دیتا ہے پس جسکی عقل تیز ہوتی ہے اوس پر اوسکے عیب پوشیدہ نہین رہتے اور عیب کے معلوم ہونیکی بعد علاج بھی ممکن ہے مگر افسوس کہ لوگ اپنی عیبونسے جاہل ہین دوسرونکی عیوب ذرا ذرا معلوم کرتے ہین لیکن اپنی بڑے بڑے عیب بھی نہین جانتے قطعہ

ای ہنرہا نہادہ برکف دست	عیبہا را گرفتہ زیر بغل
تا چہ خواہی خریدن ای مغرور	روز درماندگی بسیم دغل

پس جو کوئی اپنے عیب جاننا چاہے اوسکے چار طور ہین اول یہ کہ جو مرشد کہ عیوب نفس جانتا ہو اور آفات پوشیدہ کو معلوم کر سکتا ہو اوسکے سامنے بیٹھے اور اپنے آپکو اوسکے حوالے کری اور جو کچھہ وہ بتلاوے اوسکی بموجب عمل کرے یہ حال مرید کا مرشد کے ساتھہ ہے کہ مرشد عیوب نفس اور علاج دونون

تبلا دیتا ہے مگر اسوقت مین ایسے شخص کا وجود کمیاب ہے دوسرے یہ کہ کسی اپنے دوست صادق متدین عقیل سے کہے کہ میری احوال اور افعال کو تاکتے رہو اور جو کچھ میرے اخلاق و افعال ظاہری و باطنی مین برا معلوم ہو اوس سے مجکو اطلاع کردو اکابر آئمہ دین اسیطرح کیا کرتے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ خدا کی رحمت ہو اوس شخص پر جو مجکو میرے عیب تبلا دے اور حضرت سلمان فارسی سے اپنے عیب پوچھا کرتے جب حضرت سلمان آپ کے پاس تشریف لائے تو آپ نے فرمایا کہ کوئی ایسی بات بھی میری تم تک پہونچی ہے جو تمہین بری معلوم ہو اونہون نے عرض کیا کہ اس بات سے مجکو معاف رکھیے آپ نے جب اصرار پوچھا تو انہون نے کہا کہ مینے سنا ہے کہ آپ نے دسترخوان پر دو سالن جمع کیے اور آپ کے پاس دو لباس ہین ایک رات کا ایک دن کا آپ نے فرمایا کہ انکے سوا کچھ اور سنا ہے انہون نے کہا کہ نہین آپ نے فرمایا کہ ان دونو سے تسلی رکھو انکی ایک وجہ ہی اور حضرت حذیفہ سے پوچھتے کہ آپ منافقین کے باب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رازدار ہین یہ تبلاؤ کہ مجھمین تو کوئی نشان نفاق کا نہین پاتے سبحان اللہ باوجود اس جلالت شان اور علو مکان کے آپ اپنے نفس کو اسقدر متہم کرتے تھے پس جو کوئی عقل زیادہ اور منصب عالی رکھتا ہوگا وہ عجب کمتر کریگا اور سب سے زیادہ اپنے نفس پر تہمتین باندہیگا اور اس زمانہ مین ایسا دوست ملنا دشوار ہے کہ منہ دیکھے پر کا لحاظ برطرف کرکے عیب تبلا دے یا حسد کی باعث جتنا چاہیے اوس سے زیادہ نہ کہے آج کل کے دوست حاسد اور خودغرضے ہین کہ جو عیب نہ ہو اوسکو بھی عیب جانین یا خوشامد کی مارے عیب چھپاوین اسی جہت سے داؤد طائی نے لوگون سے کنارہ کرلیا تھا جب اونسے پوچھا کہ لوگونسے آپ کیون نہین ملتے اونہون نے کہا کہ مین ایسے لوگونسے ملکر کیا کرون جو میرے عیب پوشیدہ رکھین غرضکہ ارباب دین کی آرزو یہی ہوتی تھی کہ دوسرے کے تبلانے سے اپنی عیبون پر متنبہ ہون لیکن اب زمانہ ایسا ہوگیا ہے کہ جو کوئی نصیحت کی بات کہے اور ہمکو ہماری عیب تبلا دے وہ سب سے بڑھکر دشمن گنا جاتا ہے اور یہ علامت ضعف ایمان کی ہے کیونکہ اخلاق بد مثل سانپ اور بچھوے ہین پس اگر کوئی ہمسے یون کہے کہ تمہارے کپڑون مین بچھو ہے تو اوسکا ممنون ہونا چاہیے اور خوش ہوکر اوسکی علیحدہ کرنے اور قتل کرنے مین کوشش کرنی چاہیے حالانکہ بچھو زہر اور رنج صرف ایک روز یا اوس سے بھی کم رہتا ہے اور اخلاق بد کا وبال یہ خوف ہے کہ بعد موت بھی ہمیشہ کو ہزارون برس ہے تو جو کوئی اونکا حال ہمکو تبلاتا ہے اوس سے خوش نہین ہوتے اور اونکی دور کرنے مین مشغول نہین ہوتے بلکہ اوسکے مقابلہ مین کوئی عیب نصیحت کنندہ کا کہنے لگتے ہین کہ تم مین بھی تو فلان عیب ہے اور اس

عیب جوئی کی جہت سی اوسکی نصیحت کا فائدہ مہمل ہو جاتا ہے اور یہ امر کثرت ذنوب سی سختی دل کا نشان ہے اور اصل سب کی وہی ضعف ایمان ہم اللہ سے چاہتے ہین کہ ہمکو راہ راست دکھلاوے اور ہمارے عیبون پر ہمکو مطلع کرکے اوسکی علاج مین مصروف کردے اور اس بات کی توفیق عنایت کرے کہ جو کوئی ہمکو عیب بتلاوے اوسکے ممنون اور مشکور ہون تیسرا طور یہ ہی کہ اپنی عیب دشمنونکی زبانی معلوم کرے کہ وہ لوگ عیوب ہی کی درپے رہتے ہین اور غالب یہ ہی کہ آدمی اس باب مین نسبت دوستونکے دشمنان عیب جو سی زیادہ نفع حاصل کرسکتا ہے اس لیے کہ دوست خوشامد کی بہت سی عیب نہین ظاہر کرتے مگر آدمی کی پیدایش مین یہ بات ہی کہ دشمن کے قول کو جھوٹا اور مبنی بر حسد جانتے ہین لیکن اہل بصیرت دشمنونکے قول سے بھی فائدہ مند ہوتے ہین اس لیے کہ برائیان ضرور اونکی زبانون پر مذکور ہوتی ہین چوتھا طور یہ ہی کہ آدمیونسے ملکر جو بات اونمین بری دیکھے اپنے نفس کو اوسپر متنبہ کرے اس لیے کہ مومن ایک دوسرے کا آئینہ ہوتا ہے دوسرے کی عیب دیکھکر اپنے عیب معلوم کرلے اور جان لے کہ طبیعتین سب کی قریب قریب ہوتی ہین جو بات ایک مین ہوگی اوسکی اصل دوسرے مین بھی ہوگی یا اوس سے بڑھکر ہوگی اسطرح جو بات دوسرے سی بری معلوم ہو اوس بات کو اپنے نفس سے دور کرے اور یہ تادیب بہت عمدہ ہے اگر آدمی اسپر عمل کرین تو مرشد و مؤدب کی کچھ حاجت نہو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے لوگون نے پوچھا کہ آپکو ادب کس نے سکھلایا آپ نے فرمایا کہ مجھکو کسی نے ادب نہین سکھلایا جاہل کی جہالت مجھکو بری معلوم ہوئی اوس سے مینے کنارہ کیا اور یہ طور اون لوگون کے لیے ہین جنکو ایسا اوستاد کامل میسر نہو جو عارف اور ذکی اور عیوب نفس سے واقف ہو اور شفقت سے دین کی نصیحت کرے اور اپنے نفس کی تہذیب سی فارغ ہوکر اللہ کے بندونکی تہذیب و تعلیم مین مشغول ہو ورنہ جسکو ایسا مرشد میسر آجاوے تو گویا طبیب ملگیا اوسکا پیچھا نچھوڑے وہ اس کا مرض کھو دیگا اور ہلاک سی بچا دیگا

آٹھوان بیان دلائل نقلی ارباب بصیرت اور شواہد شریعت کا اس بات پر کہ امراض قلوب کا علاج شہوات کی چھوڑنے سے ہی اور یہ کہ مادہ ان امراض کا اتباع شہوات ہی

جاننا چاہیے کہ بیان مذکورہ بالا کو بنظر تامل اور اعتبار کے دیکھا جاوے تو آدمی کی بصیرت کھل جاوے اور امراض قلوب مع اونکے علاج کے نور علم و یقین سی معلوم ہوجاوین پس اگر اس سے

عاجز ہو تو یہ ضرور چاہیے کہ اسکی تصدیق اور ایمان بزراہ تقلید حاصل ہے کیونکہ ایمان کا جدا درجہ ہے اور علم کا جدا علم بعد ایمان کے حاصل ہوتا ہی اور اوسکا درجہ بھی ایمان کی اوپر ہے قال اللہ تعالیٰ یرفع اللہ الذین امنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات پس جس شخص نے اس بات کی تصدیق کی کہ شہوت کی مخالفت موصل الی اللہ ہے اور اسکا سبب اور بھید نہین جانا تو وہ ایمان والون مین ہی اور جب سبب اور بھید پر بھی وقوف ہو گیا تو علم والے مومنین مین ہے وکلا وعد اللہ الحسنیٰ اور اس بات پر ایمان لانا قرآن حدیث و اقوال علما سے ثابت ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ونهی النفس عن الهوى فان الجنة هي المأوى اور فرمایا اولئك الذين امتحن الله قلوبهم للتقوى اسکی تفسیر یونہی ہے کہ اونکے دلون سے محبت شہوات نکال لے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا المؤمن بين خمس شدائد مؤمن يحسده ومنافق يبغضه وكافر يقاتله وشيطان يضله ونفس تنازعه یعنی بیان فرمایا کہ آدمی کا نفس دشمن نزاع کنندہ ہے اور اوس سے مجاہدہ واجب ہے اور ایک روایت مین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ اے داود اپنے اصحاب کو شہوات کی کہانے سے ڈرا اور بچا کیونکہ جن قلوب کی عقلین شہوات دنیا وی سے متعلق ہین وہ مجھسے محجوب ہین اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہی کہ خوشا حال اوس شخص کا جسنے حال کی شہوت کو بن دیکھی وعدہ کے لیے چھوڑ دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اون لوگونکو فرمایا جو جہاد سے پہر کر آئے تھے مرحبا بكم قدمتم من الجهاد الاصغر الى الجهاد الاكبر لوگون نے پوچھا کہ جہاد اکبر کیا چیز ہے آپنے فرمایا جہاد النفس اور فرمایا المجاهد من جاهد نفسه في طاعة الله عز وجل اور فرمایا كف اذاك عن نفسك ولا تتابع هواها في معصية الله تعالى اذا تخاصمك يوم القيامة فيلعن بعضك بعضا الا ان يغفر الله تعالى ويستر اور حضرت سفیان ثوری رح فرماتے ہین کہ نفس سے سخت تر علاج مینے کسی چیز کا نہین دیکھا کبھی تو میرے مفید ہوتا ہی اور کبھی مضر اور ابو العباس موصلی اپنے نفس سے کہتے کہ نہ تو شہزادونکی ساتھ دنیا کا مزا پاتا ہی نہ آخرت کی طلب مین عابدونکی ساتھ محنت اٹھاتا ہی کیا مجکو دوزخ اور جنت کی بیچ مین قید کریگا شرم نہین کرتا اور حسن بصری رح فرماتے ہین کہ نفس سے زیادہ سرکش گھوڑے کو بھی سخت لگام کی حاجت نہین ہی اور یحییٰ بن معاذ فرماتے ہین کہ نفس کی ساتھ ریاضت کی تلوارون سے لڑنا چاہیے اور ریاضت چار طرح پر ہے تھوڑا کھانا تھوڑا سونا بقدر حاجت بولنا اور سب لوگون کی ایذا کو سہنا تھوڑا کھانے سے شہوت مرجاتی ہے اور تھوڑی سونے سے نیت صاف ہوتی ہی اور کم بولنے سے آفتون سے سلامت رہتا ہی اور ایذا کی برداشت سے اقصے مراتب کو پہونچتا ہے اور بندہ پر حلم اور برداشت جفا کے

برابر کوئی چیز سخت نہین پس جب نفس مین سے ارادہ شہوات کا اوٹھے یا تیزی کلام بیہودہ کی اوس سے جوش مارے اوسیوقت چاہیے کہ شمشیر قلت طعام غلاف کمخوابی سے برہنہ کرے اور خاموشی کا تازیانہ اوسپر ضرب دے یہانتک کہ ظلم اور انتقام سے باز آوے اور ہمیشہ کو اوسکے وبال سے چھوٹے اور کدورت شہوات سے اوسکو پاک وصاف کرے تب کہین اوسکی آفتوں سے چھٹی ملے اسوقت نورانی اور روحانی ہلکا پہلکا ہوجاویگا اور میدان خیرات مین دوڑتا پھریگا اور طاعت کے رستون مین سبک گہوڑے کی طرح جولانیان کریگا اور ایسا ہوجائیگا جیسے بادشاہ چمن مین سیر کرتا ہی اور یہی اونہون نے فرمایا ہی کہ انسانکے دشمن تین ہین دنیا اور شیطان اور نفس تو دنیا سے تو زہد کرنے سے بچنا چاہیے اور شیطان سے اوسکی مخالفت کرنے سے اور نفس سے ترک شہوات سے اور بعض حکما کا قول ہے کہ جس شخص پر نفس غالب ہوجاتا ہی وہ اوسکی چاہ کی چاہ مین قید ہوجاتا ہی اور بیڑیان اور طوق پڑجاتا ہے بالکل اوسکے قبضہ مین ہوجاتی ہے جدہر چاہتا ہے لیے پھرتا ہی قلب کو فوائد سے مانع ہوتا ہے اور امام جعفر علیہ السلام فرماتے ہین کہ اسپر علما و حکما کا اتفاق ہے کہ عیش دائمی بے بہشت چھوٹے نہین ملتا اور ابو یحیی وراق فرماتے ہین کہ جس نے اعضا کی خوشی شہوات کے ارتکاب سے کی اوسنے مزرعہ دلمین تخم ندامت بویا اور وہیب بن الورد فرماتے ہین کہ روٹی سے زیادہ اگر ہو تو خواہش نفس مین داخل ہی اور یہ بھی اونکا قول ہے کہ جو کوئی شہوات دنیا سے محبت کرتا ہی چاہیے کہ ذلت کیواسطے تیار رہے اور روایت ہی کہ زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام سے اوسوقت مین کہ آپ مالک مصر ہوگئے تھے عرض کیا اے یوسف حرص اور شہوت نے بادشاہونکو غلام کردیا اور صبر و تقوی نے غلامون کو بادشاہ بنادیا آپ نے فرمایا کہ یہ تو خدا ہی نے کہا ہے اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ اور حضرت جنید رح فرماتے ہین کہ ایک دفعہ رات کو مین جاگا اور نماز پر کھڑا ہوا کچھ وہ لذت نہ ملی جو ہمیشہ ہوتی تھی تو ارادہ کیا کہ سو رہون یہ بھی نہ ہوسکا پھر بیٹھنا چاہا تو وہ بھی ممکن نہ ہوا آخر مکان سے نکلا تو دیکھا کہ ایک آدمی کمل مین لپٹا ہوا رستہ مین لیٹا ہی جب اوسنے میری آہٹ سنی تو کہا کہ ای ابو القاسم اسوقت ذرا میرے پاس آئیے مینے کہا کہ میان صاحب بے سوچے تو آپ نے اطلاع نہین دی اوس نے کہا کہ ٹھیک ہے مینے اللہ سے دعا مانگی تھی کہ تمہارے دل کو میرے لیے حرکت دے مینے کہا کہ یہ تو اللہ تعالے نے کیا اب آپ فرمائین کیا مطلب ہے اوسنے کہا کہ نفس کا درد کسوقت اوسکا علاج ہوتا ہی مینے جواب دیا کہ جب آدمی خواہش نفس کے خلاف کرتا ہی تو اوسکو تکلیف ہوتی ہے مگر یہی اوسکا علاج اور دوا ہی پس وہ شخص اپنی نفس کیطرف متوجہ ہوکر

ف ۱ البتہ جو کوئی پرہیزگار ہوا اور ثابت رہا تو بیشک نہین کھوتا حق نیکی والونکا

کہنے لگا کہ سن میں نے تجکو بات بارہی جواب دیا تھا تو نے نہ مانا اور کہا کہ جنید سے سعنون گا تو اب سن لیا پھر وہ شخص چلدیا اور میں نے نہ پہچانا اور یزید رقاشی فرمایا کرتے کہ یارو ٹھنڈا پانی مجکو دنیا میں نہ دو ایسا نہو کہ آخرت میں اوس سے محروم رہون اور ایک شخص نے عمر بن عبد العزیز سے پوچھا کہ میں کسوقت کلام کیا کرون آپ نے فرمایا کہ جب نفس خاموشی چاہے اوسنے پوچھا کہ چپ کسوقت ہون فرمایا کہ جب وہ بولنا چاہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جسکو شوق جنت کا ہے وہ دنیا میں شہوات سے الگ ہی اور حضرت مالک بن دینار بازار میں پھرتے جب کوئی چیز اونکے جی چاہتی دیکھتے تو نفس سے کہتے کہ صبر کرنا چاہیے بخدا کہ میں جو تجکو منع کرتا ہون صرف تجکو اپنے نزدیک بڑا سمجھکر روکتا ہون ان سب روایتون سے معلوم ہوا کہ علما اور حکما کا اسپر اتفاق ہے کہ سعادت اخروی کا طریق سوای روکنے نفس کے ہوای نفسانی سے اور مخالفت شہوات کے اور کوئی نہین تو اسپر ایمان واجب ہی اور علم تفصیل اس امر کا کہ شہوات سے کون شی ترک کرنی چاہیے اور کونسی نہین اوس بیان سے معلوم ہوتا ہی جو ہم اوپر لکھہ چکے ہین اور اصل ریاضت کا نام ہے کہ جو چیز قبر میں نجائے اوس سے نفس کو بقدر ضرورت بہرہ مند کرے یعنے کہانا اور لباس اور نکاح اور مسکن اور جو چیزین کہ ضروری ہون اونسے بقدر حاجت و ضرورت مستفید ہو اگر اسقدر سے کچھہ بہی زیادتی کریگا تو اوسیقدر کے ساتھہ انس و الفت ہوگی جب مریگا تو اسی جہت سے تمنا دنیا میں پھر آنیکی باقی رہیگی اور دنیا میں آنیکی تمنا اوسیکو ہوگی جسکا آخرت سے بہرہ نہو اور اس سے نجات کیصورت بہی ہے کہ قلب خدا کی معرفت اور محبت اور فکر میں مشغول رہے اور اوسیکا ہو رہی اور دنیا سے اوسقدر پر قناعت کرے جو فکر اور ذکر کے مانع نہو اور یہ باتین سب اوسیکی عنایت سے میسر ہوتی ہین پس جو کوئی اس ریاضت حقیقی تک پہونچ سکے اوسکے قریب قریب پہونچنے کا قصد کرے اس باب میں لوگ چار طرح پر ہین ایک وہ ہی کہ اوسکا قلب ذکر الٰہی میں مستغرق ہی اور دنیا کیطرف سوای ضرورت معیشت کے التفات ہی نہین کرتا ایسا شخص صدیقین میں سے ہے مگر یہ رتبہ بہت دنونکی ریاضت اور مدت تک ترک شہوات کی بعد ملتا ہی ؎

عمرے باید کہ یار آید بکنار		این دولت سرمد ہمہ کس را ندہند	

دوسرا وہ شخص ہے کہ دنیا میں اوسکا دل ڈوبا ہوا ہے اور اللہ تعالے کا ذکر صرف بطور حدیث نفس کے آجاتا ہے یعنے صرف زبانسے ذکر کرتا ہے نہ دل سے تو ایسا شخص ہالکین میں سے ہے تیسرا وہ شخص ہے کہ دنیا اور دین میں دونو مین مشغول ہے لیکن قلب پر دین غالب ہی تو ایسا شخص

آگ مین تو ضرور جائیگا مگر جسقدر دلپر غلبہ ذکر الٰہی ہوگا اوسیقدر جلد نجات پاویگا چوتھا وہ شخص ہے کہ دونون مین مشغول ہے مگر دنیا کا غلبہ دلپر ہے تو یہ شخص دوزخ مین زیادہ رہیگا لیکن اوسمین ہمیشہ نرہیگا کیونکہ اگرچہ دنیا اوسکے دلپر غالب تھی مگر خدا کا ذکر بھی تہ دل سے کرتا تھا اوسیکی تو نجات حاصل ہوگی الٰہی ہمکو ذلت و رسوائی سے بچا نا

نفس و شیطان زد کریما راہ ما
رحمت بادا شفاعت خواہ ما

بعضے لوگ یہ کہتے ہین کہ اشیاء مباح سے لذت لینی مباح ہے تو اس سے خدا کی دوری کیسے ہوگی مگر یہ اونکا خیال خام ہے بلکہ اصل حقیقت یہی کہ حُبّ الدُّنْیَا رَأْسُ کُلِّ خَطِیْئَۃٍ دوستی دنیا کی ہر ایک گناہ کی جڑ ہے اور ہر ایک حسنہ کو حبط کرتی ہے اور مباح شے جو ضرورت سی زیادہ ہو وہ بیشک دنیا ہی ہے اور دوری کا سبب ہوتی ہے چنانچہ اسکا ذکر ذم دنیا کے باب مین آویگا ابراہیم خواص کہتے ہین کہ مین ایکدفعہ پہاڑ لکام پر تھا مجکو انار نظر پڑے اور دل چاہا ایک توڑکر جو چیرا تو کھٹا پایا اوسے ڈالکر چلدیا راہ مین ایک شخص پڑا ہوا تھا اور اوسپر بھڑین جمع تہین مینے اوس سے کہا السلام علیک اوسنے کہا وعلیک السلام یا ابراہیم مینے پوچھا کہ تم نے مجھے کیسے پہچانا اوسنے کہا کہ جو خدا کو پہچانتا ہے اوسپر کوئی چیز مخفی نہین رہتی مینے کہا کہ آپ تو رسیدہ ہین خدا سے دعا کیون نہین مانگتے کہ ان بھڑونسے تمکو بچا دے اوسنے جواب دیا کہ آپ بھی تو رسیدہ ہین دعا کیون نہین کرتے کہ انار کی خواہش سے تمہارے دلکو بچا دے بھڑونکا رنج تو دنیا ہی تک ہے شہوت کا دُکھہ تو آخرت تک رہیگا مین چُپ ہوکر چلا گیا اور سری رح فرماتے ہین کہ چالیس برس سے میرا نفس یہ چاہتا ہے کہ روٹی چھوہارے کی شیرہ مین ترکرکے کھاؤن مگر مینے نہ کھلائی اس سے معلوم ہوا کہ اصلاح قلب طریق آخرت کی سلوک کے لیے نہین ہوتی جب تک کہ نفس کو شہوات سے اور مباح چیزون کی لذت سے روکا نجاوے اسلیے کہ مباحات کی لذت سے محظورات مین پڑجاتا ہے مثلاً اگر کوئی چاہے کہ زبان سے غیبت اور فضول بات نہ نکلے تو اوسکو چاہیے کہ بجز ذکر الٰہی یا ضروریات دینی کے اور کوئی کلمہ بالکل نہ نکالے اور سکوت اختیار کرے یہانتک کہ شہوت کلام فنا ہو جاوے پھر جو کلام نکلے گا وہ حق ہوگا اور سکوت اور کلام دونون عبادت ہونگی اور جب آنکھہ مین یہ عادت ہو کہ ہر ایک اچھی چیز کیطرف پڑتی ہو تو حرام چیزون پر بھی پڑیگی اور علی ہذا القیاس اور شہوات کو خیال کرو کیونکہ حلال اور حرام دونون کی شہوت تو ایک ہی ہے اور بندہ کو حکم ہے کہ حرام سے شہوت کو روکے پس اگر مقدار حاجت پر کفایت کا عادی نہوگا تو شہوت کا غلبہ ہو جاویگا اور یہ ایک آفت مباحات کی ہے اسکے سوا اور بڑی آفتین ہین

وہ یہ ہے کہ لذت دنیا پاکر نفس خوش ہوتا ہے اور اوسکی طرف میل اور اطمینان کرتا ہے اور اترا کر پھولا نہیں سماتا اور ایسا ہوجاتا ہے جیسا کوئی متوالا کہ کبھی ہوش میں نہیں آتا اور یہ خوشی اوسکے حق میں زہر قاتل ہے کہ رگ و ریشہ میں پھیل جاتی ہے اور دل سے خوف اور ذکر موت اور اہوال قیامت کو یکبخت اڑا دیتی ہے اسی کا نام موت قلب ہے قرآن مجید میں اکثر جا مذمت دنیا کی اور اوسپر خوش ہونیکی موجود ہے جیسا کہ ارشاد ہوا وَرَضُوا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَأَنُّوا بِهَا اور فرمایا وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ اور فرمایا اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ خدا تعالی ان آفات سے بچاوے علاوہ ازین جو لوگ ارباب قلوب میں محتاط ہیں اونہوں نے امتحان کیا ہے تو دنیاوی خوشی کی حالت میں دل کو سخت اور سرکش اور ذکر الٰہی سے کم متاثر پایا اور غم کی حالت میں نرم اور صاف اور متاثر معلوم کیا اس سے جان لیا کہ نجات آدمی کی اسی میں ہے کہ مدام غمگین رہے اور اسباب خوشی اور طغیان سے کوسوں دور اسی لیے اپنے نفسونکو اس بات کی عادت ڈالی کہ شہوات خواہ حلال ہوں یا حرام سب پر صبر کرے اور جتنے اوسکے مفر اور ٹھکانے تھے اوسکو سب سے علیحدہ کردیا اور یہ ہی جان لیا کہ حلال شہوت میں بھی حساب ہوتا ہے جو ایک قسم کا عذاب ہے اس لیے کہ جس سے مناقشہ حساب کا ہوگا عصاۃ قیامت میں کیسی تکلیف اوٹھاویگا ان باتوں کے لحاظ سے اونہوں نے اپنے نفسونکو اس تکلیف سے بچایا اور شہوات کی غلامی اور قید سے چھوٹ کر دونوں جہان کی آزادی اور بادشاہت لی اور خدا تعالے کے ذکر و طاعت سے شغل و انس حاصل کیا اور اپنے نفسوں سے وہ معاملہ کیا جو باز تادیب کی وقت کیا جاتا ہے یعنے اولا باز کو اندھیرے مکانمیں رکھتے ہیں اور اوسکی آنکھیں سید یتے ہیں تاکہ ہوا میں اڑنا اور چھوٹا رہنا جسکا پہلے سے عادی تھا وہ موقوف ہوجاوے بعد اوسکی اوسکو گوشت پر لگاتے ہیں تاکہ اپنے مالک کو پہچان لے اور جب اوسکی آواز سنے اوسکے پاس پھر آوے اسیطرح نفس بھی اپنے رب سے مانوس نہیں ہوتا اور نہ اوسکی ذکر سے الفت کرتا ہے لیکن اول اوس کی عادتیں خلوت اور عزلت سے چھڑائی جاتی ہیں اور کان اور آنکھ کو اونکی مالوف چیزوں سے حفاظت کیجاتی ہے پھر ذکر و ثنا کی عادت ڈالی جاتی ہے یہانتک کہ اوسکو اسی سے انس ہوجاتا ہے اور انس دنیاوی مع تمام شہوات نسیاً منسیاً ہوجاوے اور یہ امر مرید کو اول میں گران گذرتا ہے مگر انجام میں چاٹ پڑجاتی ہے جیسے شیر خوار لڑکے کا دودہ چھڑا دیں تو کیسا روتا ہے کیونکہ وہ مہد سے ہی اوسکو بے دودہ رہنے کی عادت نہ تھی اب دفعتہ روک دیا گیا اسی لیے بہت روتا ہے اور عوض دودہ کے

اور راضی ہوئے دنیا کی زندگی پر اور اسی سے چین پکڑ گئے اور دنیا کی زندگی کچھ نہیں آخرت کے مقابلہ میں مگر تھوڑا برتنا اور جان رکھو کہ دنیا کا جینا یہی ہے کھیل اور تماشا اور بناؤ اور بڑائی کرنی آپس میں اور بہتایت ڈھونڈنی مال کی اور اولاد کی

جو کھانا اوسکے سامنے لاتے ہین اوس سے نہی نفرت کرتا ہی مگر جب بسر بسیے دودہ نہین ملتا تبدریج
بعد چندی غلبہ بھوکہ مین بتکلف کچہ کھانے لگتا ہی یہانتک کہ پہر کھانا ہی اچھا معلوم ہونے لگتا ہے
دودہ کا نام بہی نہین لیتا بلکہ اوسکو برا جانتا ہے اسیطرح بچہرا اول اول لگام اور زین اور سواری
سے بھاگتا ہے لیکن زبردستی اوس سے یہ کام لیا جاتا ہی اور چہوٹے رہنے کی عادت چھڑا کر اوسکو
بھاری لگائی جاتی ہے مگر رفتہ رفتہ ایسا مؤدب ہو جاتا ہے کہ جس جگہہ سوار چہوڑ دی وہان سی
نہین ہلتا گو بندہا نہو انہین چیزونکی تادیب کیطرح نفس کی تادیب بہی ہوتی ہے اور اوسکو ادب
اسطور دیتے ہین کہ لذائذ دنیاوی کے دیکھنے اور اونسے انس اور خوشی حاصل کرنے سے روک دیتے ہین
بلکہ جتنی چیزین کہ موت کی بعد اس سے چہوٹ جاتی ہین سب کا انس چہڑا دیتے ہین اور یون سمجہاتی
رہتے ہین کہ جس چیز کے ساتھہ چاہے محبت کر انجام کو چہوڑنی پڑیگی جب اوسکو یقین ہو جاتا ہی
کہ جو شخص کسی چیز کی طرف دل لگاویگا بیشک درد فراق مین مبتلا ہوگا اور جدا ہونا ضروری ہی تو
اس نصیحت سی ایسی چیز کی محبت کرتا ہے جس سے کبھی جدا نہو یعنی ذکر الٰہی کہ قبر مین بہی ساتھہ رہیگا
جدا نہوگا اور اس بات کے واسطے چندروز صبر کرنا پڑتا ہی یعنے مدت حیات تک جو بہ نسبت حیات
آخرت کی بہت ذراسی ہے دیکہو عاقل آدمی اس بات پر راضی ہوتے ہین کہ چندی سفر کرکے
کوئی کام یا پیشہ ایک آدہ مہینے مین ایسا سیکہہ لیوین جس سی ایک برس خواہ عمر بہر کو چین ہو جاوے
پس اگر حساب کرو تو مدت زندگی بہ نسبت ابدالآباد کے اتنی بہی نہین ہے جتنی مدت ایک
مہینے کی ہے بہ نسبت ایام زندگی کے تو اتنے دنونکا صبر اور مجاہدہ اوس خوشی دائمی کے لیے
بہت ضرور ہے اور طریق مجاہدہ اور ریاضت کا باعتبار احوال ہر ایک انسان کے مختلف ہے
مگر کلیہ یہ ہی کہ اسباب دنیا مین سی جس شخص کو جس سی خوشی ہوتی ہو اوسکو ترک کردے مثلاً
جو لوگ مال اور جاہ سے خوش ہوتے ہون یا اپنے وعظ کی تاثیر سے خوش ہوتے ہون یا ریاست
و حکومت کی عزت سی یا کثرت تلامذہ سے خوش ہوتے ہون تو انکو چاہیے کہ اول ان چیزونکو
ویسی چہپا دین پہر اسکے بعد اگر کوئی چیز ان چیزونمین اونسے روکدی جاوے اور یہ کہا جاوے کہ
تمکو اسکے ملنے سے کچہہ آخرت کا ثواب کم نہین ہوگا اور وہ اس سے ناراض ہون اور رنج اٹھاوین
تو معلوم کرنا چاہیے کہ وہ اون لوگون مین سی ہین کہ رَضُوا بِالحَیٰوۃِ الدُّنیَا وَاطمَاَنُّوا بِہَا
اور یہ اونکے حق مین زہر ہے جب اسباب فرح کو چہوڑ دے تو لوگونسے الگ ہو اپنے دلکا نگران رہے
یہانتک کہ بجز ذکر اور فکر الٰہی کے اور کسی چیز مین مشغول نہو اور جو کچہہ نفس مین وسوسہ یا شہوت

ظاہر ہوا اوسکو تاکتا ہے جبھی کچھہ پیدا ہو فوراً اوسکی جڑ اڑا دے یعنے ظہور وسوسہ کے لیے کوئی سبب ضرور ہے پس اوسکا استیصال اس سبب کے قطع کرنے سے ہوگا اور اسیطرح عمر بہر کرتا رہے اس سے معلوم ہوا کہ مجاہدہ نفس کی انتہا موت ہے

نوان بیان تمیز علامات حسن خلق کا

جاننا چاہیے کہ آدمی کو اپنے عیوب کی خبر نہیں ہوتی اپس جب ذرا سا مجاہدہ کرکے بڑے بڑے گناہ چھوڑ دیتا ہے تو جاننے لگتا ہے کہ اب مین مہذب ہوگیا اور مجھہ مین حسن خلق آگیا اب مجاہدہ کی ضرورت نہین اس لیے ضرور ہوا کہ علامات حسن خلق تبلا دیے جاوین کیونکہ حسن خلق عین ایمان ہے اور سوء خلق عین نفاق اور کتاب مجید مین خداوند کریم نے صفات مومنین او منافقین کے بیان کر دیے ہین اور وہی سب نتیجہ حسن خلق اور سوء خلق کے ہین کچھہ ہم بیان کرتے ہین تاکہ نشانی حسن خلق کی معلوم ہوجاوے فرمایا اللہ تعالی نے قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ آخر اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوَارِثُوْنَ تک اور فرمایا اَلتَّائِبُوْنَ الْعَابِدُوْنَ الْحَامِدُوْنَ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ تک اور فرمایا وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ آخر سورہ تک پس جسکو اپنی حالمین کچھہ شک پڑے تو ان آیتونکے مطابق اپنے آپ کو دیکھے اگر سب باتین اوسمین انہین کے مطابق ہون تو حسن خلق حاصل ہوا اور اگر کوئی مطابق نہین تو سوء خلق کی علامت ہے اور اگر تھوڑی باتین مطابق ہین اور تھوڑی نہین تو اوسیقدر نقصان ہے ایسی صورت مین جو بات حاصل ہوگئی ہو اوسکی حفاظت کرے اور دوسری بات کی تلاش اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مومن کو بہت صفات سے ذکر فرمایا اور اون سب سے اشارہ محاسن اخلاق کیطرف فرمایا مثلاً یہ ارشاد کیا اَلْمُؤْمِنُ يُحِبُّ لِاَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ اور فرمایا مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهٗ اور ایک روایت مین فَلْيُكْرِمْ جَارَهٗ ہے اور ایک مین فَلْيَقُلْ خَيْرًا اَوْ لِيَصْمُتْ ہے اور یہ بھی بیان فرمایا کہ صفات مومنین کی حسن خلق ہی ہین چنانچہ ارشاد فرمایا اَكْمَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ اِيْمَانًا اَحْسَنُهُمْ اَخْلَاقًا اور فرمایا اِذَا رَاَيْتُمُ الْمُؤْمِنَ صَمُوْتًا وَقُوْرًا فَادْنُوْا مِنْهُ فَاِنَّهٗ يُلَقَّنُ الْحِكْمَةَ اور فرمایا مَنْ سَرَّتْهُ حَسَنَتُهٗ وَسَاءَتْهُ سَيِّئَتُهٗ فَهُوَ مُؤْمِنٌ اور فرمایا لَا يَحِلُّ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّنْظُرَ اِلٰى اَخِيْهِ بِنَظْرَةٍ تُؤْذِيْهِ اور فرمایا لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ اَنْ يُّرَوِّعَ مُسْلِمًا اور فرمایا اِنَّمَا يَتَجَالَسُ الْمُتَجَالِسَانِ بِاَمَانَةِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَلَا يَحِلُّ لِاَحَدِهِمَا اَنْ يُّفْشِيَ عَلٰى اَخِيْهِ مَا يَكْرَهُهٗ اور بعض لوگون نے سب علامات حسن خلق کو جمع کر دیا ہے اور فرمایا کہ خوش خلق وہ آدمی ہے کہ کثیر الحیا کثیر الصلاح

کم آزار کم سخن تمیز فضول کثیر العمل کم لغزش راست گفتار نیکوکار صابر شاکر رضی حلیم
رفیق پارسا شفیق بشاش بشاش ہو بدگفتار دشنام دہندہ چغل خور غیبت کنندہ جلد باز بیہودہ
بخیل حاسد نہو بغض وغضب اسی کے واسطے کرے اور حب و رضا بھی اسی کی لیے اتنی
باتونسے خوش خلق ہوتا ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو علامات مومن اور منافق
کو پوچھا تو آپ نے فرمایا اِنَّ المُؤمِنَ هِمَّتُهُ فِي الصَّلوٰةِ وَالصِّيَامِ وَالعِبَادَةِ وَالمُنَافِقُ هِمَّتُهُ فِي الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ كَالْبَهِيمَةِ
اور حاتم اصم فرماتے ہین کہ مومن فکر وعبرت مین مشغول رہتا ہی اور منافق حرص و امل مین مومن
سوا خدا کے کسی شے کی توقع نہین رکھتا ہے اور منافق بجز اللہ تعالے کے سب سے متوقع رہتا ہی مومن
سوا خدا کے سب سے مامون و نڈر ہی اور منافق سوا خدا کے سب سے خائف مومن مال دیتا ہے
دین نہین دیتا اور منافق دین دیتا ہے مال نہین دیتا مومن حسنات کرکے روتا ہی اور منافق
گناہ کرکے ہنستا ہے مومن کو خلوت اور تنہائی اچھی معلوم ہوتی ہے اور منافق کو جماعت اور مجمع
اچھی لگتی ہے مومن کھیتی کرتا ہی اور اوسکے بگڑنے سے ڈرتا ہے اور منافق بیخ کنی کرتا ہے اور توقع
خرمن کی رکھتا ہے مومن امر و نہی سیاست کی کرکے اصلاح کرتا ہی اور منافق امر و نہی فساد کی
کرنیکو فساد کرتا ہی اور حسن خلق کا اول امتحان ایذا پر صبر کرنے سے ہوتا ہی پس جو کوئی دوسرے کی
بدخلقی کی شکایت کرے اوسکی بدخلقی کی دلیل ہے کیونکہ حسن خلق ایذا و جفا کی برداشت کا نام
ہی چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہی کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چادر نجرانی موٹے کنارے کی اوڑھکر
تشریف لیے جاتے تھے اور آپکے ہمراہ حضرت انس رضی اللہ عنہ تھے ایک اعرابی رستہ مین ملا اور آپکی
چادر پکڑکے اس زور سے کھینچا کہ چادر کا کنارہ آپکی گردن مبارک مین گھس گیا اور کہا کہ اے محمد صلعم
تمہارے پاس جو خدا کا مال ہے اوسمین سے مجھے بھی دو آپ نے اوسکی طرف دیکھا اور ہنسکر اوسکو کچھ
دلوا دیا اور جب قریش نے ایذا و ضرب آپ پر بہت روا رکھی تو فرمایا اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِي فَاِنَّهُمْ
لَا يَعْلَمُونَ اور بعضون نے کہا ہی کہ یہ کلام آپ نے احد کی لڑائی مین فرمایا تھا بہر صورت انہین
باتونسے اللہ تعالے نے آپکی شان مین فرمایا وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝ اور روایت ہی کہ ایک
روز ابراہیم ادہم کسی جنگل مین جاتے تھے ایک سپاہی ملا اوسنے کہا کہ تو بندہ ہی آپ نے فرمایا کہ ہان
اوسنے پوچھا کہ بستی کدہر ہی آپ نے قبرستان کیطرف اشارہ کردیا اوسنے کہا کہ مین آبادی پوچھتا ہون
آپ نے فرمایا کہ قبرستان ہی آبادی ہے اس سے سپاہی کو غصہ آیا سر مین ایسا کوڑا مارا کہ سر پھٹ گیا
اور اونکو شہر مین پکڑ لایا جب دوست آشناؤن نے حال پوچھا تو سپاہی نے ماجرا بیان کیا اونہون نے کہا

کہ یہ ابراہیم بن ادہم ہین سپاہی گہوڑے سے اتر پڑا اور آپکے ہاتہہ پاؤن چومنے لگا اور عذر کرنے لگا
بعد اسکے لوگون نے انسے کہا کہ آپ نے کیون فرمایا تہا کہ مین بندہ ہون آپ نے فرمایا کہ اوسنے مجہسے
یون نہین پوچہا کہ تو کس شخص کا بندہ ہی بلکہ یون پوچہا کہ تو بندہ ہی چونکہ مین بندۂ خدا تہا اسواسطے
کہدیا کہ بندہ ہون جب اوسنے مجہے مارا تو مینے اوسکے لیے دعاء جنت کی مانگی لوگون نے پوچہا اوسنے تو
آپ پر ظلم کیا تہا آپ نے فرمایا کہ یہ مجکو یقین تہا کہ اس مصیبت پر مجکو ثواب ملیگا تو مینے یہ اچہا نجانا کہ اوسکی باعث
مجکو ثواب ملے اور میری طرف سے اوسکو عذاب ہو ابو عثمان حیری کو کسی شخص نے بنظر امتحان دعوت
کی بہانے بلایا جب آپ اوسکے گہر گئے تو کہا کہ اسوقت تو مجہسے کچہہ بن نہین سکا آپ وہان سے پہر آئے
جب بہت دور نکل آئے پہر وہ شخص آیا اور کہا کہ جو اسوقت موجود ہی اوسی پر قناعت کیجیے جب دروازہ
پہونچے تو جیسا پہلے کہا تہا ویسا کہا پہر آپ لوٹ گئے اسیطرح کئی بار بلایا اور پہر لوٹا دیا مگر آپ ذرا نہ مکدر
ہوئے پہر تو وہ شخص پاؤن پر گر پڑا اور کہا کہ مینے آپکو آزمانا چاہا تہا سبحان اللہ کیا خلق ہے آپ نے فرمایا
کہ جو بات تونے میری دیکہی وہ تو صفت کتے کی ہے کہ جب بلاؤ چلا آوے اور ہنکاؤ تو ہٹ جاوے
اور یہ بہی انہین کا ذکر ہے کہ کسی روز سوار ہوکر ایک کوچہ مین گذرے اوپر سے کسی نے اونپر راکہہ پہینک
دی آپ اتر پڑے اور سجدہ شکر ادا کیا اور کپڑون پر سے راکہہ جہاڑ دی اور کچہہ نہ کہا لوگون نے کہا کہ آپ
نے راکہہ ڈالنے والے کو جہڑکا نہین آپ نے فرمایا کہ جو شخص مستحق آگ کا تہا اوسپر راکہہ پڑی تو اوسکو غصہ کرنا مناسب
نہین اور روایت ہی کہ حضرت علی بن موسی رضا رح کا رنگ سانولا تہا اس جہت سے کہ آپکی والدہ
حبشن تہین نیشاپور مین آپکے دروازہ پر ایک حمام تہا جب آپ حمام مین جایا چاہتے تہے تو حمامی
آپکے لیے حمام خالی کردیا کرتا تہا ایک روز جو آپ حمام مین تشریف لیگئے وہ دروازہ بہیڑکر کسی
کام کو چلا گیا اتنے مین ایک شخص رستاقی آیا اور حمام کا دروازہ کہولکر اندر گہسا اور کپڑے اتارکر
حمام مین گیا آپ کو دیکہکر یہ جانا کہ حمام کا کوئی خادم ہے آپ سے کہا کہ اوٹہکر میرے لیے پانی لائیے آپ
اوسکا کہنا کیا اور جو جو کہتا گیا کرتے گئے جب حمامی پہرکر آیا اور رستاقی کے کپڑے دیکہے اور اوسکی
گفتگو آپ کے ساتہہ سنی ڈرکر بہاگ گیا جب آپ حمام سے نکلے تو حمامی کو پوچہا لوگون نے کہا کہ وہ خوف کے مارے
بہاگ گیا آپ نے فرمایا کہ اوسکو بہاگنا کیا ضرور تہا قصور اوسکا ہی جسنے اپنا نطفہ حبشن کے حوالے کیا
اور ابو عبد اللہ خیاط کے حال مین لکہا ہے کہ آپ دوکان پر بیٹہتے اور کپڑا سیتے ایک مجوسی آپسے
دشمنی رکہتا تہا اپنا کپڑا سلواتا اور کہوٹے درم مزدوری مین دیتا آپ اونکو لیکر نہ واپس کرتے
اور نہ اوسکو خبر کرتے ایک روز جو وہ مزدوری دینے آیا تو آپکو نہ پایا آپکا شاگرد بیٹہا تہا اوسکو

اجرت دیکر اپنا کپڑا مانگا شاگرد نے کہونٹا دام دیکھکر پہیر دیا جب ابو عبد اللہ آئے تو اوسنے حال کہا آپ نے فرمایا کہ تو نے برا کیا یہ مجوسی ایک برس سے یہی معاملہ کرتا ہے اور مین چپ چاپ اجرت لیکر کنوئین مین ڈالدیتا ہون تاکہ کسی مسلمان کو دہوکا نہ ہووے اور یوسف بن اسباط رحمہ فرماتے ہین کہ حسن خلق کی علامت دس باتین ہین قلت خلاف حسن انصاف تجسس عیب انتقام نہ لینا گناہ ہونیکا برا جاننا عذر کرنا اذیت اٹھانا اپنا نفس کو ملامت کرتے رہنا دوسرونکی عیوب سے قطع نظر کرکے اپنے عیوب کو پہچاننا چہوٹے بڑے سے بکشادہ پیشانی پیش آنا اپنے سے چہوٹے اور اعلی کے ساتھہ نرمی سے بولنا کسی شخص نے سہل تستری رح سے پوچھا کہ حسن خلق کیا ہے آپ نے فرمایا کہ ادنے یہ ہے کہ انتقام نہ لے اور ایذا کو سہے اور ظالم پر رحم کرکے اوسکے لیے دعا مغفرت مانگے اور احنف بن قیس سے پوچھا کہ آپ نے حلم کس سے سیکھا کہا کہ قیس بن عاصم سے لوگون نے کہا کہ اونکے حلم کا کیا حال ہے آپ نے کہا کہ ایک روز وہ اپنے گہر مین بیٹھے تہے اونکی لونڈی ایک سیخچہ جسپر کباب چڑہے تہے لیکر آئی اوس کے ہاتہہ سے چہوٹکر اونکے ایک لڑکے صغیر سن پر گرا کہ اوسکی صدمہ سے وہ لڑکا مرگیا وہ لونڈی ڈری آپ نے فرمایا کہ مجھ خوف نکر مینے تجھے للہ آزاد کیا اور حضرت اویس قرنی رح کا حال لکھا ہے کہ جب آپ کو لڑکے دیکھتے تو پتھر مارتے تہے آپ اونسے کہتے کہ بہائیو اگر مارنا ضرور ہی ہے تو چہوٹے پتھر مارو کہ میری پاونمین سے خون نہ نکلے اور نماز کا حرج نہو اور احنف بن قیس کو ایک آدمی نے گالیان دینی شروع کین آپ چپ چاپ چلے گئے جب محلہ کے قریب پہونچے تو ٹھہر کر اوس سے یہ کہا کہ اگر کچھ اور جی مین باقی ہو تو وہ بہی اب کہہ لے ایسا نہو کہ محلہ کا کوئی بیوقوف تیری آواز سنے تو تجھے ایذا دے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک بار اپنے ایک غلام کو پکارا وہ نہ بولا پھر آپ نے دوبارہ سہ بارہ پکارا پھر نہ بولا آپ خود اوسکی پاس تشریف لائے تو دیکھا کہ لیٹا ہوا ہے آپ نے فرمایا کہ تو نے سنا نہین اوسنے عرض کیا کہ سنا تو تھا آپ نے پوچھا کہ پھر جواب کیون نہین دیا اوسنے عرض کیا کہ مجکو یہ خوف تو تھا ہی نہین کہ آپ مارینگے اس لیے کسل کر گیا آپ نے فرمایا کہ مین نے للہ تجھے آزاد کیا اور مالک بن دینار رح کو ایک عورت نے پکارا کہ اے ریاکار آپ نے فرمایا کہ یہ نام تو نے خوب نکالا جو اہل بصرہ بہول گئے تہے اور یحیی بن زیاد حارثی کے پاس ایک غلام بدخلق تھا لوگون نے اونسے کہا کہ آپ اسکو کیون رکہتے ہین آپنے فرمایا کہ مین اس سے حلم سیکھون ان روایات سے معلوم ہوا کہ ان لوگونکی نفوس ریاضت سے ڈہیلے ہوکر انکے اخلاق اعتدال پر آگئے تہے اور دغا و خیانت اور حقد سے دل صاف تہا اوسکا ثمرہ یہ ہوا کہ تقدیرات الٓہی پر راضی ہوے جو کہ اقصی غایت حسن خلق کی ہے کیونکہ جو شخص خدا کی کام کو اچھا نہ سمجھے

اور اوسپر راضی نہو تو اوسکی نہایت بدخلقی ہے ان لوگونکی ظاہر مین علامتین حسن خلق کی
موجود تہین جیسا کہ مذکور ہوا پس اگر کوئی شخص اپنے نفس مین یہ علامات نپاوے تو اوسکو متصف
بحسن خلق نہ خیال کرے اور دہوکہا نہ کہاوے بلکہ ریاضت ورمجاہدہ مین مشغول ہو یہانتک
کہ درجۂ حسن خلق نصیب ہو یہ درجہ نہایت عظیم الشان ہی مقربین و صدیقین ہی اوسکو پہونچتے ہین

دسوان بیان لڑکونکی ریاضت اور تادیب اور تحسین اخلاق کا

واضح ہو کہ لڑکونکی تہذیب ایک امر نہایت ضروری ہے اور لڑکا ماباپ کی پاس امانت ہے اور اوسکا
قلب ایک جوہر نفیس سادہ ہر نقش و صورت سی خالی ہر ایک نقش کی قابل ہے اور جسطرف کو مائل
کروا وسطرف میلان کے لائق ہوتا ہی مثلاً اگر تعلیم خیر کی پاوے اور اوسکا عادی کیا جاوے تو بڑا
ہوکر بہی ایسا ہی رہیگا اور دونون جہان کی سعادت لیگا اور اس ثواب مین ماباپ اور استاد اوسکے
شریک رہین گے اور اگر برائی کا عادی ہوگا اور جانورونکی طرح بے غور چہوڑا جاویگا تو تباہ ہوجاویگا
اور اوسکا وبال اوسکی مربی پر ہوگا اور اللہ تعالی فرماتا ہی یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا قُوا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِیْكُمْ نَارًا
تو جب باپ دنیا کی آگ سی اپنی اولاد کو بچاتا ہے تو آخرت کی آگ سی بچانا بطریق اولے ضروری ہے
اور اوسکی حفاظت نار آخرت سی اسطرح ہے کہ ادب اور تہذیب اور محاسن اخلاق سکہاوے اور بری صحبت
بدسے بچاوے زینت اور بناو سنگار اور لذت اور آرام طلبی اوسکی نظر مین حقیر کرے تاکہ بڑا ہوکر
انکی طلب نکرے اور ہلاک ابدی سے بچے بلکہ شروع ہی سے اوسکی حفاظت ضروری ہی یا نیک اور پرہیزگار
کسی عورت نیک بخت متدین حلال خوار کا دودہ پلاوے کیونکہ حرام کے دودہ مین برکت نہین ہوتی
اور جب لڑکپن مین حرام کا دودہ پیتا ہے تو اوسکے خمیر مین رچ جاتا ہی بڑا ہوکر خبث کیطرف میل کرتا ہے
اور جب اوسمین کچہہ تمیز شروع ہو تب زیادہ حفاظت ضروری ہی اور شروع تمیز حیا کے ظاہر ہونے سے
ہوتی ہے اس لیے کہ جب لڑکا بعض افعال حیا کے سبب چہوڑ دیتا ہے تو یہ اسی سبب سی ہوتا ہے
کہ عقل کے نور کی جہلک اوسمین آتی ہے اور بعض چیزونکو بہ نسبت بعض کے برا جانتا ہی تو افعال
بدسے حیا کرنے لگتا ہی اور یہ امر خدا کی عنایت سی ہے اور اعتدال اخلاق اور صفاء قلب پر دلالت
کرتا ہے اور یہ معلوم ہوتا ہی کہ بڑا ہونے پر کمال عاقل ہوگا تو ایسے شرمالو لڑکے کو مہمل نہین چہوڑنا چاہیے
بلکہ حیا اور تمیز پر تادیب مین اوسکی مدد کرنی چاہیے اول اول جو صفت کہ لڑکے پر غالب ہوتی ہے
وہ خواہش کہانیکی ہے تو اوسیکے ادب اوسکو سکہانے چاہیین کہ داہنی ہی ہاتہہ سی کہاوے اور کہانی پر
بسم اللہ کہے اور اپنے سامنے سی کہاوے اور دوسرونسے پہلے کہانا شروع نکرے اور کہانیکی طرف گہورے نہین

ق ۱ ای ایمان والو بچاؤ اپنی جان کو اور اپنے گہر والونکو آگ سی ۱۲

اور نہ کسی کہاتے کیطرف تاکے اور جلدی جلدی نہ کہاوے اچھی طرح چبا کر کہاوے اور پے در پے لقمہ منہ مین نہ دے اور ہاتھہ اور کپڑا نہ بہرے اور کبھی کبھی روکھی روٹی کی بہی عادت ڈالنی چاہیے کہ یہ نجانے کہ سالن کے ساتھہ ہی کہانا ضرور ہے اور بسیار خواری کی مذمت اوسکے سامنے کرنی چاہیے اسطرح کہ جو زیادہ کہاتا ہے وہ چوپایونکی طرح ہے یا کسی لڑکے بسیار خوار کی مذمت اوسکے سامنے بیان کیجاوے اور کم خوار کی ثنا کیجاوے اور اوسکی نظر مین یہ بات بہی اچھی جتانی چاہیے کہ کہانا دوسرونکو دیدیا کرے اپنی آپ اوسکی پروا کم کرے اور دال دلیہ جو کچھہ میسر آوے اوسپر قناعت کرے اور کپڑونمین سے سفید کپڑا اوسکو پسند کرانا چاہیے رنگین اور ریشمی کو کہدینا چاہیے کہ یہ عورتون اور مخنثونکا لباس ہے مرد اوسکو برا جانتے ہین اور اسیطرح کئی بار اوس سے کہا جاوے اور جب کوئی لڑکا رنگین اور ریشمی کپڑا پہنے نظر پڑے اوسکی حقارت اوسکے سامنے بیان کرین اور اوسکو ایسے لڑکونکی صحبت سے بچانا چاہیے جنکو شوق وعادت آرام طلبی اور عمدہ پوشاک کی ہو اور ایسونسے بہی نہ ملنے دے جنکے کہنے سے اوسکے دلمین ان باتونکی رغبت ہوجاوے اس لیے کہ ابتدا مین اگر لڑکے کی خبرگیری نہین ہوتی تو اکثر عادات بد اوسمین پیدا ہوتے ہین جہوٹا حاسد چور جہگڑالو چغل خور بیہودہ گو ہنسوڑ مکار بے پروا ہوجاتا ہے ان امور سے بچاو بہت حسن تادیب سے ہوتا ہے بعدہ مکتب مین بہیجنا چاہیے اور قرآن وحدیث اور صلحا کی حکایتین سکہانی چاہیین تاکہ محبت صالحین کی اوسکے دلمین جمے اور ایسے اشعار جنمین عشق وعاشق کا ذکر ہو اوسکو پڑہنے نہ دیوین بلکہ جو لوگ ایسے اشعار کو ظرافت اور ہوشیاری جانتے ہون اونسے بہی نہ ملنے دین کہ ان اشعار سننے فساد کا بیج دل مین پڑتا ہے اور جب لڑکا کوئی عمدہ کام کرے تو چاہیے کہ اوسکو کچھہ انعام دین کہ جس سے خوش ہو اور لوگونمین اوسکی تعریف کرین اور اگر کبھی ایک آدہ مرتبہ امر خلاف کرے تو اوس سے چشم پوشی کرنی چاہیے اور اوسکا پردہ نہین کہولنا چاہیے خاص کر ایسی صورت مین کہ خود لڑکا اوس کام کو چھپاوے اور اوسکے پوشیدہ رکھنے مین جد وجہد کرے کیونکہ اگر اوسکو معلوم ہوجاویگا کہ اسیامر کے ظاہر ہونے سے کچھہ نہوا تو آیندہ کو جرات ہوگی اور راز کہلنے کی پروا نہ رہیگی اگر دوبارہ اوس حرکت کو کرے تو اوسکو پوشیدہ عتاب کرنا چاہیے اور تاکید سے کہنا چاہیے کہ خبردار آیندہ ایسا مت کرنا اگر پہر کروگے تو لوگونمین فضیحت ہوگی اور ہر وقت عتاب نہین کرنا چاہیے اس ملامت کا عادی ہوجاتا ہے اور بری باتین کرنیکی جرات بڑہجاتی ہے کلام کی تاثیر دل سے جاتی رہتی ہے ؎

درشتی و نرمی بہم در بہ است	چو فاصد کہ جراح و مرہم نہ است

اور باپ کو چاہیے کہ اوسکے ساتھہ کلام لحاظ کے ساتھہ کرے کسیوقت صرف گھڑک دیا کرے اور ماں بھی
اوسکو بری باتون سے روکے اور باپ کا خوف دلاوے اور دن کو سونے کی عادت نہ ڈالنی چاہیے
کہ موجب سستی کا ہوتی ہے مگر رات کو سونے سے روکنا نچاہیے الاگدگدا بچھونا ندینا چاہیے تاکہ بدن
سخت رہے آرام طلب نہو غرض کہ فرش ولباس وغذا مین آرام طلبی چھوڑنے کا لحاظ رہے اور کوئی
کام اوسکو پوشیدہ نہ کرنے دیوین کیونکہ جس امر کو وہ اپنے نزدیک برا سمجھیگا اوسکو چھپا کر کریگا
پس اوسکو عادت علانیہ کام کرنے کی ہوگی تو برے افعال سے باز رہیگا اور دن کو کوئی وقت ایسا
مقرر کرنا چاہیے کہ جسمین چلنے پھرنے کی عادت ہو تاکہ سستی کا غلبہ نہو اور اوسکی بھی عادت رہے کہ اپنے
ہاتھہ پاون نہ کھولے اور دوڑکے نہ چلے اور اپنے باپ کی چیزونسے ہمجولیون پر فخر نکرے خواہ کھانے پینے کی
اشیا پر نہ اتراوے اور نہ تختی و دوات وغیرہ پر ناز کرے بلکہ جو اوس سے ملے اوسکے ساتھہ تواضع اور
اکرام سے پیش آوے اور کلام ملامیت کے ساتھہ کرے اور لڑکونسے کوئی چیز نہ لے اگر امیر زادہ ہے تو اوسکو
یون سمجھایا جاوے کہ تمہارا مرتبہ دینے کا ہے لینا نہین چاہیے کسی سے لینا خست اور دنائت کا
نشان ہے اور اگر فقیر زادہ ہے تو اوسکو یہ کہا جاوے کہ طمع اور لینا ذلت ہے اور کتے کی عادت کیونکہ
لقمہ کے لیے وہی دم ہلایا کرتا ہے حاصل یہ کہ لڑکونکو سونے چاندی کی محبت اور طمع سے روکنا چاہیے
اور سانپ بچھو سے زیادہ ان چیزونکا خوف دلانا چاہیے کیونکہ ان چیزونکی آفت کا ضرر بنسبت سانپ کے
لڑکے کے حق مین زیادہ مضر ہے بلکہ بڑونکے حق مین بھی یہی حال ہے اور اس بات کی بھی عادت
ڈالنی چاہیے کہ بیٹھنے کی جگہہ مین تھوک وغیرہ نہ ڈالے اور دوسرے کے سامنے جمائی نہ لیوے اور
نہ کسی کی طرف پشت پھیر کر بیٹھے اور ایک پاون پر دوسرا نہ رکھے اور ٹھوڑی کے نیچے ہاتھہ ندے اور نہ بانہہ
کو سر کا تکیہ کرے کیونکہ یہ سب امور سستی کے نشان ہین کیفیت جلوس کی اوسکو بتانی چاہیے اور کثرت
کلام سے منع کرنا چاہیے اور بیان کرنا چاہیے کہ زیادہ بولنا بے حیائی کا کام ہے کمینے آدمی زیادہ
بکا کرتے ہین اور قسم خواہ سچی ہو خواہ جھوٹی مطلق دونونسے روکنا چاہیے تاکہ لڑکپن مین عادت قسم
کی نہ پڑے اور اس بات کی بھی عادت ڈالنی چاہیے کہ سب سے پہلے نہ بولے بلکہ کوئی کچھہ پوچھے تو صرف
اوسکا جواب دیوے زیادہ کچھہ نکہے اور جب کوئی دوسرا شخص خواہ بڑا کچھہ بات کہے تو اوسکو خوب سنے
اور اپنے سے بڑے کی اوٹھکر تعظیم کرے اور اوسکے لیے جگہہ خالی کردے آپ اوسکے سامنے بیٹھے
اور لغو اور فحش اور لعنت اور دشنام سے روکنا چاہیے بلکہ جس شخص مین یہ عادتین ہون اوس سے
ملنے دینا بھی نہین چاہیے کیونکہ یہ باتین صحبت بد سے حاصل ہوتی ہین اور تادیب مین لڑکونکی

اصل نہی یہی ہے کہ بدلوگونکی صحبت سے بچنا چاہیے اور جب اوستاد مارنے تو زیادہ شور وغل نکرے نہ کسیکو سفارشی ڈہونڈے بلکہ صبر کرے اور اوس سے کہدینا چاہیے کہ صبر کرنا مردون اور بہادرون کا کام ہے اور زیادہ رونا پیٹنا عورتون اور غلامون کا کام اور مکتب سے آنیکے بعد اوسکو اجازت کسی اچہی کہیل کی دینی چاہیے جس سے کہ مکتب کی مشقت سے راحت ملے مگر کہیل بہی اتنا کہیلے کہ تہک نجاوے اگر اسقدر کہیل کی اجازت نہو اور تعلیم مین ہمیشہ کمال سخت گیری کیجاوے تو لڑکے کا دل مرجاتا ہے اور تیزی طبیعت کی جاتی رہتی ہے اور زندگی تلخ ہوجاتی ہے یہانتک کہ کوئی حیلہ ایسا ڈہونڈہنے لگتا ہے کہ جس سے بالکل کچہہ بہی نہ سیکہے اور یہ بہی تعلیم ضروری ہے کہ اپنے والدین اور معلم مؤدب اور عمر مین زیادہ کی فرمان برداری کرے خواہ اپنا ہو یا بیگانہ اور اونکی طرف نظر تعظیم سے دیکہے اور اونکے سامنے نہ کہیلے اور جب سن تمیز کو پہونچے تو طہارت اور نماز کے سکہلانے مین بہی غفلت نکرنی چاہیئے اور رمضان مین کچہہ روزے رکہانے چاہیین اور حریر ودیبا اور سنہرے کپڑے پہننے سے قطعی روکا جاوے اور بقدر ضرورت حدود شرع تعلیم کرنی چاہیین اور چوری اور مال حرام اور خیانت اور جہوٹ اور فحش اور جو باتین کہ لڑکون پر غالب ہوجاتی ہین اونسے ڈرانا چاہیے جب اسطرح پر پرورش ہوئی تو قریب بلوغ ان باتونکے اسرار بتلانی چاہیین اور یہ کہنا چاہیے کہ کہانے بمنزلہ دواؤنکے ہین انسے یہ غرض ہے کہ انسانمین طاقت خدا تعالی کی عبادت کی آوے اور چونکہ دنیا ایکنا پایدار چیز ہے اسیلیے اسکی کچہہ اصل نہین موت پر اسکی لذتین جاتی رہتی ہین یہ صرف گذرگاہ ہے آخرت رہنے کی جگہہ ہے اور موت ہر گہڑی تاک رہی ہے دانا و ہوشیار وہی ہے جو دنیا سے زاد آخرت لیکر چلدے اور خدا تعالے کے پاس بڑا رتبہ پاوے اور وسعت جنت سے مزا اوٹہاوے پس اگر پہلے سے تربیت اچہی ہوگی تو یہ باتین دل مین بلوغ کے وقت دل پر پتہر کی لکیر ہوجائینگی اور اگر تربیت اچہی طرح نہوگی اور لڑکے کو عادت کہیل کود اور فحش اور بیحیائی اور کہانے اور لباس وغیرہ اور تفاخر کی ہوگی تو ان باتونکا اثر دل پر کچہہ نہوگا جیسے خشک مٹی دیوار پر نہین ٹہرتی حاصل کلام یہ ہے کہ لڑکونکی تربیت ابتدا مین بہت ضروری ہے کہ اوسوقت اوسکا جوہر قلبی سبطرحکی لیاقت رکہتا ہے خیر و شر دونون سیکہہ سکتا ہے اور اسکا اختیار ماباپ کو ہے جسطرف چاہین اوس طرف پہر سکتا ہے جنانچہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ کُلُّ مَوْلُوْدٍ یُوْلَدُ عَلَی الْفِطْرَةِ وَاِنَّمَا اَبَوَاهُ یُهَوِّدَانِهٖ اَوْ یُنَصِّرَانِهٖ اَوْ یُمَجِّسَانِهٖ حضرت سہیل بن عبد اللہ تستری رح فرماتے ہین کہ جب مین تین برس کا تہا رات کو جاگتا

اور آپنے ماموں محمد بن سوار کو نماز پڑہتے دیکھتا ایک روز انہوں نے فرمایا کہ تو اللہ کا ذکر نہین کرتا
جسنے تجکو پیدا کیا ہے مین نے کہا کسطرح ذکر کرون کہا کہ جب تو لیٹا کرے تین بار یہ الفاظ دل سے
کہہ لیا کر زبان مت ہلا اَللّٰہُ مَعِیَ اللّٰہُ نَاظِرٌ اِلَیَّ اللّٰہُ شَاہِدِیْ مینے چند شب ایسا ہی کیا اور انکو
اطلاع دی انہوں نے فرمایا کہ سات بار کہا کر مینے ویسا ہی کیا اور اونسے کہدیا اونہوں نے فرمایا
کہ گیارہ مرتبہ کہا کر مینے گیارہ بار کہنا شروع کیا تو میرے دلمین اسکا مزا معلوم ہوا جب مینے برس روز
اسکا ورد کیا تو اونہوں نے فرمایا کہ جو کچہہ مینے تجکو سکہایا ہے اوسکو یاد رکہنا اور ہمیشہ کیے جانا یہانتک
کہ قبر مین جاوے یہ بات تجکو دونو جہان مین کام آوے گی مینے چند سال اسکی مداومت کی اور باطن
مین حلاوت زیادہ معلوم ہوئی تو ایک روز ماموں صاحب نے فرمایا کہ اے سہیل جو شخص کہ اللہ اوسکے
ساتہہ ہو اور وہ اوسکا ناظر اور شاہد رہے بہلا وہ شخص اوسکی نافرمانی کر سکتا ہے خبردار خدا کی
نافرمانی مت کرنا پس مین الگ ہو کر یہی ذکر کرتا جب مجکو مکتب مین بٹہایا تو یہ ڈر ہوا کہ کہین
اس امر مین فتور نہو اسی لیے مینے کہا کہ استاد سے یہ شرط کر لو کہ ایک گہنٹہ پڑہکر چلا آؤنگا پہر مکتب مین
جاکر چہہ یا سات برس کی عمر مین کلام اللہ حفظ کر لیا اور ہمیشہ روزہ رکہتا اور جو کی روٹی بارہ برس
کی عمر تک کہاتا جب تیرہ برس کا ہوا تو ایک سوال میرے دلمین آیا مینے گہر والوں سے کہا کہ مجہے
بصرہ مین بہیجدو کہ وہان جاکر پوچہوں بصرہ مین آکر وہانکے علماء سے دریافت کیا کسی نے جواب
شافی ندیا تو عبادان کو چلا گیا وہان ایک بزرگ ابو حبیب ہتی تہے اونسے جاکر پوچہا تو اونہون نے
جواب شافی دیا مین انکی خدمت مین ایک مدت تک رہا اونکی کلام سے نفع لیتا اور اونکی طریق
سیکہتا پہر مین تستر کو چلا آیا اور اپنی غذا یون مقرره کی کہ ایک درم کے جو خریدتا اور اونکو پیسوا کر
روکہی روٹی بے نمک سحر کیوقت مقدار ایک چہٹانک کے کہاتا تو ایک درم سال بہر کو کافی ہوجاتا
پہر مینے یہ قصد کیا کہ تین دن روزہ اتصال رکہتا اور ایک روز افطار کرتا پہر پانچ دن پہر سات
دن کا اتصال کرتا یہانتک کہ پچیس دن کے اتصال پر نوبت پہونچی اور بیس برس اسی طرح
گذر گئے پہر مینے چند سال ملکوں کا سفر کیا اور تستر مین لوٹ کر تمام شب کا جاگنا اختیار کیا

گیارہوان بیان مرید ہونیکی شرطوں اور مقدمات مجاہدہ کا اور راہ ریاضت کی چلنے مین بتدریج مرید کی ترقی کا

جاننا چاہیے کہ جو کوئی اپنے دل سے آخرت کو مشاہدہ یقینی کر لیتا ہے وہ آخرت کی زاد کا مشتاق
ہوتا ہے اور اسکے راستہ پر چلتا ہے دنیا کی نعمتوں اور لذتوں کو خوار اور ناپائدار سمجہتا ہے جیسا

کسیکے پاس پوت ہو اور اوسکو کوئی جوہر قیمتی نظر پڑے تو پوت کی رغبت اوسکے دل سے
جاتی رہیگی اور یہ چاہے گا کہ اس جوہر سے اُسکو بدل لون اور جسکو کہ رغبت آخرت نہین
اور نہ دیدار الٰہی کا طالب ہو وہ اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالےٰ اور قیامت پر اوسکو ایمان نہین
اور ہماری غرض اوس ایمان سے نہین کہ زبان سے کلمہ شہادت کہہ لیا اور بے صدق و اخلاص
دلمین وسوسہ سا گذر گیا اسطرح کی ایمان کی مثال ایسی ہے کہ کوئی اس بات کی تصدیق کرے کہ جوہر
پوت سے اچھا ہے مگر جوہر کا نام ہی سنا ہے اوسکی حقیقت نہین جانتا اور اسطرح کا شخص اگر پوت کی
الفت مین پڑ جائیگا تو اوسکو نہین چھوڑیگا یا جوہر کا اشتیاق خوب نہ کریگا اس سے معلوم ہوا کہ وصول
الی اللہ بے سلوک کے نہین ہوتا اور سلوک بے ارادہ ممکن نہین اور ارادہ کا مانع ایمان کا نہونا ہے
اور سبب ایمان کے نہونیکا یہ ہے کہ کوئی ہادی اور مذکر نہین اور علما جو راہ حق بتاوین اور
دنیا کی حقارت اور اوسکا فانی ہونا اور آخرت کا امر مہم ہونا اور اوسکی بقا سمجھاوین مفقود ہین
خلق خدا غافل ہے اور اپنے شہوات مین مستغرق اور معرفت الٰہی سے خواب خرگوش مین ہین
کوئی عالم دین ایسا نہین کہ اونکو متنبہ کرے اگر کوئی متنبہ ہوتا ہے تو خود ناواقفیت کی
جہت سے چل نہین سکتا اور اگر علما سے پوچھتا ہے تو وہ خود ہوای نفسانی مین مبتلا ہو کر راہ راست
سے علیحدہ ہین تو ضعف ارادہ اور راہ کی ناواقفیت اور علما کا ہوای نفسانی سے بولنا اس
بات کا باعث ہوا کہ خدا تعالےٰ کی راہ کے چلنے والے نہ رہے پس جب مقصود محجوب ہوا اور راہبر مفقود
اور ہوای نفسانی غالب اور طالب غافل تو راہ البتہ خالی رہیگی اور پہونچنا دشوار ہوگا پھر
اگر کوئی ہوشیار خود بخود یا کسی دوسرے کی ترغیب سے تجارت آخرت کا ارادہ کرے تو اوسکو معلوم
کرنا چاہیے کہ ارادت یعنی مرید ہونیکے لیے شروع مین چند شرطین ہین کہ اونکا پہلے بجالانا چاہیے
اور ایک گرفت کی چیز ہے جسکو گرفت کرنی چاہیے اور ایک قلعہ ہے جسمین پناہ لینی چاہیے تاکہ
دشمنان راہ زن سے بچے اور نیز چند وظائف ہین کہ اثناء سلوک مین اونکی مداومت کرنی چاہیے
پس جو شرطین کہ اونکا اول مقدم کرنا ضرور ہے وہ یہ ہین کہ اپنے اور حق کے بیچ مین جو حجاب
اور روک ہے اوسکو دور کرنا چاہیے کیونکہ خلق کا محروم رہنا حق سے اسی باعث ہے کہ بہت سے
پردے بیچ مین حائل ہین چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ
سَدًّا فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ اور یہ حجاب مرید اور حق کے درمیان چار ہین مال اور جاہ اور تقلید
اور نافرمانی مال کا حجاب اسطرح دور ہوتا ہے کہ اوسکو بانٹ دے اور بقدر ضرورت کے سوا اپنے

اور بنا [illegible] آگے دیوار اور اونکے [illegible] دیوار پھر اور [illegible] دیا سو اونکو نہین سمجھا ۱۲

ملک سے نکال دے کیونکہ جب تک ایک درم بھی پاس رہیگا دل کی توجہ اوسکی طرف رہے گی
اور وہی حجاب رہیگا اور جاہ کے حجاب دور کرنے کی یہ تدبیر ہے کہ ایسی جگہ مین رہے جہان جاہ
حاصل ہو اور سکوت اور تواضع اختیار کرے اور ایسے اعمال کرے کہ خلق کو اس سے نفرت ہو جائے
اور تقلید کا حجاب مرتفع ہونے کا یہ طور ہے کہ مذہبون کا تعصب چھوڑ دے اور لا الٰہ الا اللہ
محمد رسول اللہ کے معنے کی تصدیق کرکے اسکی تصدیق حقیقی کے حاصل کرنے کی
حرص کرے یعنے سوا خدا تعالے کے جو چیز اسکی معبود ہو اوسکو نابود کرے اور سب سے بڑھکر
معبود آدمی کا ہوا نفسانی ہے اوسکو دور کرے اگر ایسا کیے جائیگا تو جس چیز کا اعتقاد تقلید کے
باعث حاصل ہوا ہے اسکی حقیقت کھل جاویگی اور یہ بات مجاہدہ سے حاصل ہوتی ہے مجادلے سے
نہین ہوتی پس اگر اوسپر تعصب کا غلبہ ہوگا کہ نفس مین سوا اوس اعتقاد تقلیدی کے اور بات
کی گنجایش نہوگی تو اسی مین پہنسا رہے گا اور یہی امر باعث حجاب ہوگا کیونکہ مرید مین یہ
شرط نہین کہ کسی خاص مذہب کا ہو اور نافرمانی کے حجاب رفع کرنیکی تدبیر بجز اسکی نہین کہ
توبہ کرے اور گناہون سے صاف ہو اور عہد مضبوط کرے کہ دوبارہ ایسا نہ کریگا اور پہلے گناہون پر
شرم کرکے جو چیز کسیکی چہین لی ہو وہ واپس کرے اور حق والونکو اونکے حق ادا کرے پہر جو کوئی
توبہ تو نکرے اور گناہ ظاہری بہی نہ چہوڑے اور یہ چاہے کہ اسرار دین مکاشفہ سے معلوم ہو جاوین
اوسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی بے عربی سیکھے یہ چاہے کہ قرآن شریف کے اسرار اور تفسیر معلوم ہو جاوے
حالانکہ دستور یہ ہے کہ اول ترجمہ الفاظ عربی کا سیکھتے ہین پہر اوسکے بعد معانی کے اسرار معلوم کرتے
ہین اسیطرح یہان اول ظاہر شریعت کو ابتدا سے آخر تک درست کر لیتے ہین پہر اوسکے اسرار و دقائق
کیطرف ترقی کرتے ہین غرضکہ جب ان چارون شرطون کو مقدم کرکے مال و جاہ سے کنارہ کریگا
تو ایسا ہو جاویگا کہ جیسا کوئی شخص وضو اور طہارت کرکے نماز کے قابل بنجاوے اور صرف ایک
امام کی اقتدا کی ضرورت رہی اسیطرح مرید کو ایک مرشد اور اوستاد کی ضرورت ہوگی جو راہ مستقیم
بتاوے اس لیے کہ دین کا راستہ بہت باریک ہے اور شیطان کی راہ ظاہر اور بہت ہین تو اگر
مرشد ہادی نہوگا تو بالضرور شیطان اپنے راستونکی طرف کہینچ لیگا کہ بدون راہبر راہ پرخطر مین
چلنا اپنی جان کو تباہی مین ڈالنا ہے اور جو اپنی عقل پر اعتماد رکھتے ہین وہ ایسے ہین جیسا خودرو
پیڑ ہوتا ہے کہ تہوڑے ہی عرصہ مین سوکھ کر رہجاتا ہے اور اگر چند روز ٹہہر گیا اور پتے بہی نکل آئے
تو پہل نہین لگتا خلاصہ یہ کہ بعد تقدیم چارون شروط مذکورہ کے مرید کیلیے جو شے قابل گرفت ہے

وہ استاد ہے اوسپر تمسک ایسا چاہیے جیسا نہر کے کنارہ اندہا آدمی اپنی لاٹھی پکڑنے والے پر
کرتا ہے کہ اپنا سب امر اوسکے سپرد کر دیتا ہے نیچ اونچ مین اوسکی متابعت کرتا ہی اور کوئی
دقیقہ فرو گذاشت نہین کرتا اسیطرح مرید کو مرشد کے ساتھہ ہونا چاہیے اور یہ جان لیوی کہ اگر
مرشد غلطی بھی کریگا تو اوسکی غلطی مین مجکو نفع زیادہ ہی بہ نسبت اسکے کہ مین اکیلا چلون اور اتفاقاً
راہ صواب ہی چلون توجب ایسا مرشد ملجاوے تو مرشد کو چاہیے کہ اپنے مرید کو ایسی پناہ کی جگہہ اور
قلعہ مین بٹھا دیوے کہ راہزنون سے محفوظ رہے اور یہ قلعہ چار چیزین ہین خلوت اور سکوت اور
بیداری اور بہوکہہ کیونکہ مقصود مرید کا یہ ہی کہ قلب کی اصلاح ہو جاوے تاکہ اوس سے پروردگار کا
مشاہدہ کرے اوسکی قرب کی لیاقت بہم پہونچاوے اور یہ بات ان چارون چیزونسے حاصل ہے
بہوکہہ سے دلکا خون کم ہوتا ہے اور سفید ہو جاتا ہے اور سفیدی مین اوسکا نور ہی اور نیز چربی دل
کی بہوکہہ سے دور ہوتی ہے اور یہ باعث اوسکی نرمی کا ہے جو کلید مکاشفہ ہی جسطرح سختی دل باعث
حجاب ہی اور جب خون دل کم ہو جاتا ہی تو دشمن کی راہ تنگ ہو جاتی ہے اسلیے کہ اوسکی
گذرگاہ رگین ہین جنمین شہوات بہرے ہین اور حضرت عیسی علیہ السلام نے حوارین کو فرمایا کہ اپنے
شکمونکو بہوکہا رکہو تاکہ اپنے پروردگار کو دیکہو اور حضرت سہیل تستری فرماتے ہین کہ ابدال چار
چیزونسے یہ رتبہ پاتے ہین پیٹ کو بہوکہا رکہنا جاگنا سکوت اور عزلت غرضکہ بہوکہہ سے روشنی قلب کا
ہونا ظاہر ہے تجربہ بھی اسکا مدد ہے اور باب کسر شہوتین مین انکا بیان مفصل آویگا اور بیداری سے
یہ فائدہ ہے کہ جلا اور صفا قلب کی حاصل ہوتی ہی اور جسقدر بہوکہہ سے نور حاصل ہوا تہا اوس
پہ نور زیادہ ہو جاتا ہے اور دل مثل ستارہ یا آئینہ جلا کیے ہوئے کے چمکنے لگتا ہے اور اوسمین جمال
حق ظاہر ہوتا ہی اور درجات بلند آخرت کا اور دنیا کی حقارت اور اوسکی آفتین نظر آنے لگتی ہین تو اسصورت مین
آدمی کا دل اوسکی طرف سے ہٹ جاتا ہی اور ہمہ تن متوجہ آخرت کیطرف ہوتا ہی اور بیداری بھی نتیجہ بہوکہہ ہی کا ہے
پیٹ بہرے پر جاگنا نہین ہو سکتا نیند دل کو سخت اور مردہ کر دیتی ہے لیکن اگر بقدر ضرورت ہو
تو سبب مکاشفہ اسرار غیبی کا ہوتی ہے ابدال کی صفات مین لکہا ہے کہ غذا اونکی فاقہ ہے اور نیند
غلبہ اور کلام بقدر ضرورت اور ابراہیم خواص فرماتے ہین کہ ستر صدیقین کی راے اس بات پر
متفق ہوئی ہے کہ زیادہ پانی پینے سے نیند بڑہتی ہے اور سکوت کا فائدہ یہ ہی کہ اس سے عزلت
آسان ہو جاتی ہے مگر عزلت نشین کو اوس شخص کا دیکہنا ضرور ہوتا ہی جو کہانا پانی وغیرہ
پہونچاوے تو چاہیے کہ اوس سے ضرورت کی سوا کلام نکرے کلام سے دل اور طرف معروف

ہوجاتا ہی اور دلکو کلام کیطرف بڑی رغبت ہی کیونکہ ذکر و فکر سی تھک کر اوسمین آرام پاتا ہی خلاصہ
یہ کہ سکوت سی عقل کو قوت ہوتی ہے اور باعث ورع و تقویٰ کا ہوتا ہی اور خلوت کا فائدہ یہ ہی
کہ آنکھہ اور کان جو قلب کی دروازی ہین کہ رہین اور شغل دور ہوجاوین کیونکہ دل بمنزلہ ایک حوض
کے ہی جسمین حواس کی نہرونسے گندہ پانی اور خس و خاشاک گرتا ہی اور ریاضت سی یہ منظور ہی کہ
حوض اس خراب پانی سی خالی ہوجاوی اور کیچڑ تہ مین سے نکل جاوی تاکہ اوسکو کہود کہود کر اصل
پانی تک پہونچاوین اور پہر صاف و شستہ پانی نکل آوی پس یہ غیر ممکن ہی کہ نہرونمین سے پانی کو
نہ روکین اور حوض خالی ہوجاوی بلکہ جتنا خالی کرو گی اوس سی زیادہ اور چلا آویگا اسلیے ضرور ہوا کہ
حواس کو ضرورت کے سوا ضبط کیا جاوے اور یہ بات بدون خلوت نشینی اندہیری مکانکے
نہین ہوسکتی اور اگر اندہیرا مکان نہ ملے تو اپنا سنہ چادر یا لنگی وغیرہ سے ڈہانپ لیوی اسوقت
مین آواز غیب سننے لگیگا اور جلال ربوبیت سوجہنی لگے گا دیکھو آنحضرت[1] صلی اللہ علیہ وسلم کو
ایسے ہی حال مین آواز پہونچتی تھی کہ یَا اَیُّہَا الْمُزَّمِّلُ[2] اور یَا اَیُّہَا الْمُدَّثِّرُ[3] اس سے
معلوم ہوا کہ یہ چارون چیزین بمنزلہ قلعہ یا سپر کے ہین جنسے رہزن دور ہوتے ہین اور
موانع برطرف جب یہ بات بہی کر چکے تو اب راہ معرفت کی چلنے مین مشغول ہو اور اوسکا
چلنا بدون طے کرنے گہاٹیون کے نہ ہوگا اور اس راہ مین گہاٹیان صفات قلبی ہین جو التفات
دنیا کے سبب سی ہوتی ہین اور انہین سے بعض آسان ہین اور بعض مشکل اونکا طے کرنا بہ ترتیب
شروع کرے یعنے اول سب سے آسان کو قطع کرے پہر اوس سی مشکل کو پہر اوس سے مشکل کو
اور یہ صفات اونہین علائق کے اسرار اور آثار ہین جو شروع ارادت مین قطع کیے ہین یعنے
مال و جاہ و حب دنیا و التفات الی الخلق اور معاصی کا میل پس ضرور ہے کہ جیسا ظاہر
مین اونکے اسباب دفع کر دیے باطن سے بہی اونکے نشان دفع کرے اور اسمین مجاہدہ بہت
چاہیے اور اختلاف احوال کے اعتبار سے یہ بہی مختلف ہوتا ہی بعض لوگ اکثر صفات سے
محفوظ ہوتے ہین اونکو تہوڑا ہی مجاہدہ کرنا پڑتا ہے اور یہ ہم پہلے لکہہ چکے ہین کہ مجاہدہ و مخالفت
ہوا اور شہوات کی خلاف سی کرنا ایسی صفت ہی کہ نفس مرید کے ہر صفت پر غالب ہوتی ہے
پس جب شہوات سی محفوظ ہوجاوے یا اونکو ضعیف کر پاوے اور دلمین کوئی علاقہ قابل
شغل نرہے تو مرشد کو چاہیے کہ ہمیشہ اوسکی دل کے پیچھے پڑا رہی اور وظائف ظاہری زیادہ
نہ پڑہنے دے بلکہ فرائض اور سنن پر اکتفا کر کے صرف ایک وظیفہ جو لب لباب اور ثمرہ تعلیم

[1] بخاری و مسلم بروایت جابر رضی اللہ عنہ
[2] ای کمبل مین لپٹنے والے
[3] ای لحاف مین لپٹنے والے

اور یاد کا ہے اوسکا ورد کر دے اور وہ یہ ہے کہ جب دل غیر اللہ سے فارغ ہوجاوے تو خداتعالیٰ
کا ذکر کراوے اور جب تک اوسکا دل اور علائق کیطرف ملتفت نہو اُسکو ذکر مبارک کا شغل
نہ بتاوے چنانچہ حضرت شبلی رحمہ نے اپنے مرید حصری سے فرمایا تھا کہ جس جمعہ کو تم میرے پاس
آتے ہو اگر اوس سے لیکر دوسرے جمعہ تک تمہارے دل مین سوا خدا کے کوئی اور چیز گذری
تو تمکو میرے پاس آنا حرام ہے اور اسطرح کا تجربہ صدق ارادت اور غلبہ محبت الٰہی کی حاصل
نہین ہوتا جب تک کہ عاشق صادق نہ بنجاوے کہ سوائے ایک فکر کے دوسرا باقی نہ ہے
جب اسطرح کا حال مرید کا ہو تو مرشد اوسکو اجازت دے کہ کسی گوشہ مین تنہا بیٹھے اور ایک
آدمی ایسا مقرر کردے کہ اوسکو تھوڑی سی غذا حلال پہونچا دیا کرے روزی حلال
ہونی بہت ضرور ہے کیونکہ طریق دین کی اصل یہی ہے کہ غذا حلال کہاوے اور پیر اوسکو
کوئی ذکر تعلیم کرے کہ وہ اپنا دل اور زبان اوسمین مشغول کرے مثلاً اللہ اللہ یا سبحان اللہ
سبحان اللہ یا اور الفاظ جو مرشد کی تجویز مین آوین ہمیشہ بیٹھا کہتا رہے یہان تک اسکی
مواظبت کرے کہ حرکت زبان کی موقوف ہوجاوے اور کلمہ مذکور گویا زبان پر بے
حرکت جاری ہوجاوے پہر اس حال پر مداومت کرتے کرتے زبان سے بھی اثر جاتا رہے و دلمین
صورت لفظ کی منقوش ہوجاوے پہر اوسپر مزاولت کرنے سے صورت لفظونکی یعنی
حروف دل پر سے مٹ جاوین صرف معانی لفظ کے دل کے ساتھ ہون اور اوسپر غالب ہین
اسطرح کہ کبھی سامنے سے غائب نہون اور کل ماسوا سے دل خالی ہوجاوے کیونکہ
دل جب ایک چیز مین مشغول ہوتا ہے تو دوسری شئے کوئی اسمین ہو اوس سے نکل جاتی ہے
اسی لیے اگر ذکر الٰہی مقصود بالذات مین مشغول ہوجاویگا تو بیشک ماسوا سے خالی ہوجاویگا
اب اسوقت یہ چاہیے کہ وساوس اور خواطر دنیاوی سے دلکو بچاوے اور اپنا اور پرایا
حال کچھ یاد نہ کرے اس لیے کہ اگر ذرا بھی دل اسطرف متوجہ ہوگا یاد الٰہی سے خالی ہوگا
اور اتنا ہی نقصان ہوجاوے گا تو ایسے امور کو ضرور ہی دفع کرنا چاہیے ہر چند جب
وساوس کو دفع کرکے ایک خاص کلمہ کیطرف نفس کو پہیریگا تو اوسی کلمہ کے بابمین وساوس
پیدا ہونگے کہ یہ کلمہ کیا ہے اور اللہ کے معنی کیا ہین اور وہ کس سبب سے خدا اور معبود ہے
اور ان وساوس سے فکر کا دروازہ کہل جاویگا اور شیطان کیطرف سے ایسے وساوس آنے
لگین گے کہ کفر و بدعت ہون مگر جب تک ان وساوس کو برا جانتا ہوگا اور قلب سے انکو دور کرنیکی

مستعد رہے گا تو اسے کچھ ضرر نہ پہونچے گا پھر ان وساوس کی دو قسمین ہین ایک تو
وہ کہ جنمین یقینی معلوم ہو جاوے کہ خداوند کریم ان شبہات سے پاک ہے مگر شیطان
دلمین ڈالکر اوسمین پھنسایا چاہتا ہے تو اوسکا علاج یہ ہے کہ اوسکی پروا نکرے اور ذکر
الٰہی مین مشغول ہو اور خدا تعالےٰ سے اسکے لیے پناہ مانگے وہی اوسکو دور کریگا
جیسا خود فرمایا وَاِمَّا یَنْزَغَنَّکَ مِنَ الشَّیْطَانِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ اِنَّہٗ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ اور فرمایا اِنَّ
الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّہُمْ طَائِفٌ مِّنَ الشَّیْطَانِ تَذَکَّرُوْا فَاِذَا ہُمْ مُّبْصِرُوْنَ
ایک وہ ہین کہ اونمین تردد اور شک ہو تو اونکی تدبیر یہ ہے کہ مرشد سے کہے بلکہ جو کچھ
دل پر گذرے خواہ سستی ہو یا نشاط یا التفات کسی علاقہ کیطرف یا صدق ارادت
سبکو اوس سے کہدینا چاہیے سوا اوسکے اور وں سے اوسکا ذکر نہ کرے پھر مرشد کو
چاہیے کہ اوسکی حال کو اور اوسکی ذکا اور کیاست کو بنظر تامل دیکھے اگر اوسکو ایسا جانے
کہ بحال خود چھوڑنے اور فکر کی اجازت دینے سے خود بخود امر حق پر متنبہ ہو جاوے گا
تو اوسکو فکر ہی مین لگادے اور اوسپر مداومت کی اجازت دیدے یہانتک کہ اوسکے
دلمین نور الٰہی جلوہ گر ہو اور حقیقت امر جون کی تون معلوم ہو جاوے اور اگر ایسا جانے
کہ اس جیسا شخص آپ ہی آپ معلوم نہ کرسکے گا تو اوسکے سامنے اعتقاد یقینی شبہ
مذکور کا جسقدر اوسکے دل کو تحمل ہو بیان کرے اور پند و نصیحت کے بعد ایک ایسی دلیل
اعتقاد کی سناوے جو اوسکے فہم مین آجاوے اور چاہیے کہ حسب مقتضائے حال بہت
نرمی سے سمجھاوے کیونکہ یہ طریق مہلک اور پر خطر ہے بعض مریدون کو اثناء شغل
ریاضت مین ایسے خیال فاسد جم گئے ہین کہ اونکے کشف پر اونکو قدرت نہوی تو اپنی
چال چھوڑ کر راہ بطالت طے کرنے لگے اور یہ امر نہایت درجہ کی تباہی کا ہے اور جو شخص
کہ صرف ذکر ہی کا ہو رہے اور اون علائق کو جو دل کو مشغول کرتے ہین دفع کرے
وہ بھی ایسے افکار سے خالی نہین ہوتا کیونکہ خطر کی کشتی مین سوار ہے لیکن اگر بچ گیا
تو دین کا بادشاہ ہے اور اگر چوک گیا تو تباہ ہوا اسی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ہے عَلَیْکُمْ بِدِیْنِ الْعَجَائِزِ یعنے اصل ایمان اور ظاہر اعتقاد بطور تقلید مان کر
اعمال خیر مین مصروف ہونا چاہیے اسکے خلاف مین بہت سے خطرے ہین اسی لحاظ سے
بعضونکے نزدیک مرشد پر واجب ہے کہ مرید کا حال فراست سے معلوم کرلے اگر ذکی اور

ہوشیار ہو اور اعتقاد ظاہری بھی [illegible] میں مشغول نہ کرے
بلکہ اعمال ظاہری کا پابند کر کے وظائف متواترہ و مشہورہ بتلاوے یا ذکر والونکو خدمت مین
مشغول کر دے تاکہ اونکی برکت مین یہ بھی شریک ہو جاوے جب کوئی شخص جہاد سے عاجز
ہو تو اوسکو چاہیے کہ مجاہدین کو پانی پلاوے اور اونکے جانورون کی خبر لے تاکہ قیامت کو
اونکے ساتھہ اوٹھے اور اونکی برکت مین شریک ہو گو اونکا درجہ نپاوے پھر مرید ذاکر کو اور بہت سے
مادہ زن مثل عجب اور ریا اور احوال کے منکشف ہونیکی خوشی اور اوائل کرامات کے ظاہر
ہونے کی فرحت کی پیش آتے ہین کہ اگر انمین سے کسی کیطرف التفات کرے اور نفس کو اوسکی تقید
پر مانع کر دے تو سلوک مین خلل واقع ہو اور اوسی جگہہ رہ جاوے تو ایسی صورت مین
چاہیے کہ اپنے حال پر مدت عمر چلا جاوے اور کسی امر پر قناعت نکرے بلکہ اپنا حال مثل
اوس پیاسے کے جانے کہ اگر بالفرض دریا کے دریا اوسکے سامنے آجاوین تب بھی پیاس
نہ بجھے اور راس المال اپنا خلق سے علیحدگی اور خلوت کو جانے بعض سیاحون سے
منقول ہے کہ مین نے ایک ابدال عزلت گزین کی خدمت مین عرض کیا کہ تحقیق کی راہ
کسطرح ہے اور ایک دفعہ یہ پوچھا کہ کوئی ایسا عمل بتلایئے جس سے مدام میرا دل خدا کے
ساتھہ رہے اونہون نے فرمایا کہ خلق کو مت دیکھہ اونکی طرف دیکھنا تاریکی ہے مین نے کہا
کہ یہ تو ضروری ہے اونہون نے فرمایا اونکا کلام مت سن کہ سختی دل کا باعث ہے
مین نے کہا کہ یہ بھی ضروری ہے اونہون نے فرمایا کہ اونسے لین دین مت کر اس سے وحشت
ہوتی ہے مین نے کہا کہ اونمین تو رہتا ہون لین دین کیسے چھوڑ دون اونہون نے فرمایا کہ اونمین
مت رہو اونمین رہنا تو عین تباہی ہے مین نے کہا کہ اونکے درمیان رہنے کا مرض ہو گیا ہے
اونہون نے فرمایا کہ عجیب بات ہے غافلون کی طرف دیکھنا بھی چاہتے ہو جاہلونکی کلام
بھی سنو جو تونسے معاملہ بھی کرو اور پھر چاہتے ہو کہ مدام دل خدا تعالے کے ساتھہ رہے
یہ کبھی نہین ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ منتہاے ریاضت یہ ہے کہ آدمی علی الدوام اپنے
دل کو خدا تعالے کے ساتھہ پاوے اور یہ بات بدون اسکے کہ غیر سے خالی ہو غیر ممکن ہے
اور غیر سے خالی ہونا سواے مجاہدہ نہین ہو سکتا پس جب اپنے دل کو اللہ کے ساتھہ پاویگا
تو جلال حضرت ربوبیت منکشف ہوگا اور حق جلوہ گر ہوگا اور ایسے ایسے لطیفے اللہ تعالے
کیطرف سے معلوم ہونگے جنکی صفت ہرگز نہین ہو سکتی جب مرید کا حال اس درجہ کو پہونچے

اور انمین سے کچھ منکشف ہونے لگے تو اوسوقت بڑا راہ زن یہ امر ہوتا ہے کہ اپنے ہونٹ کو
بطور پند و نصیحت بیان کرنے لگتا ہے اور وعظ گوئی کے درپے ہوتا ہے اسسے نفس کو
کمال درجہ کی لذت ملتی ہے اور اوسس لذت سے اس بات کی فکر ہوتی ہے کہ اون
معانی کو جس الفاظ سے مرتب و مزین بیان کیجیے اور حکایات و دلائل قرآن و حدیث
سے مدلل اور ایسی خوبصورتی سے ادا ہون کہ لوگونکو اسکے سننے کیطرف رغبت ہو اور
شیطان دلمین یہ خیال ڈالدیتا ہے کہ یہ امر اسلیے ہے کہ جو لوگ خدا سے غافل ہین
انکے دل زندہ ہوجاوین ہمکو اسسے نہ کچھہ فائدہ ہے نہ لذت ہم صرف خدا تعالیٰ اور
اوسکے بندونمین ذریعہ ہین کہ اونکو اوسکی راہ بتاتے ہین اور یہ شیطانی وسوسہ اوس وقت
کہلتا ہے کہ کوئی اپنے ہمسرون مین ایسا ہو کہ اوسکا وعظ اپنی نسبت عمدہ ہو اور لوگون کا
میلان بھی اوسکی طرف زیادہ ہو پس اگر وعظ گوئی لذت کی سبب سے ہوئی ہوگی تو ایسے
شخص کو دیکھکر رگ حسد اندر سے جوش کریگی اور اگر واقع مین یہی منظور ہوگا کہ لوگ راہ راست پر
آجاوین تو ایسے شخص سے کمال طبیعت خوش ہوگی اور خدا کا شکر کریگا کہ خوب ہوا ایک سے دو
ہوئے جیسے کوئی لاوارث مردہ کو دفنانا چاہے اور کوئی وہان موجود نہو اور شرعاً اسی کے
ذمہ آپڑے تو ایسے وقت مین اگر کوئی مددگار پیدا ہوجاوے تو کمال خوشی ہوتی ہے اور
کسیطرح کی حسد نہین اٹھتی اسیطرح غافل لوگ مردہ ہین اور وعظ اونکے دلونکو زندہ کرنیوالے
ہین تو واعظین کی کثرت سے ایک دوسرے کو اعانت اور راحت ہوتی ہے یہ مقام خوشی کا ہے
نہ حسد کا اور ایسا بہت کم پایا جاتا ہے اسیلیے مرید کو چاہیے کہ اس سے بچے کیونکہ یہ شیطانی
بڑے جالونمین سے ہے جس سے اون لوگونکی راہ مارتا ہے جنپر اول اول کچھہ راہ معرفت
کہلتی ہے اور لوگ اسوجہ سے اس جال مین پہنس جاتے ہین کہ زندگانی دنیاوی انسان پر
طبعاً غالب ہے اسی جہت سے اللہ تعالے نے فرمایا ہے بَلْ تُؤْثِرُونَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا پھر فرمایا کہ طبیعتونمین
شر ہمیشہ سے چلی آئی ہے اور کتب سابقہ مین بھی اسکا ذکر ہوا ہے اور یہ فرمایا اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ
الْاُولٰى صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى یہی حال مرید کو ریاضت سکہلانے کا اور بتدریج اوسکی تربیت کا
خدا تعالے کے دیدار کے لیے اور تفصیل ریاضت کی ہر ہر صفت مین آگے مذکور ہوگی اور از انجملہ
کہ صفات انسانی مین غالب تر شہوت پیٹ اور شرمگاہ اور زبان کی ہے اور اوسکی بعد غضب ہے
جو شہوات کی حمایت کرتا ہے اور جب شہوت پیٹ اور شرمگاہ کے ساتھہ مانوس ہوتا ہے تو دنیا کی

ق سورۂ اعلیٰ

محبت ہوتی ہے اور مال اور جاہ مین مبتلا ہوتا ہے مال و جاہ مین پڑکر کبر و عجب و ریاست
مین ایسا پہنستا ہے کہ سرے سے دنیا چھوڑنے کو دل نہین چاہتا اور دین مین بھی ایسی
بات کو لیتا ہے جسمین ریاست اور غرور پایا جاوے اس لیے ضرور ہوا کہ بعد ان دونون
بابون کے آٹھہ باب اس تفصیل سے لکھین باب اول شہوت شکم و فرج کی کمی مین باب دوم
حرص کلام کے دور کرنے مین باب سوم غضب اور حقد و حسد کے دفع کرنے مین باب چہارم
دنیا کی مذمت اور اوسکی مکرون کی تفصیل مین باب پنجم مال محبت توڑنے اور بخل کی برائی
مین باب ششم ریا اور محبت جاہ کی برائی مین باب ہفتم کبر و عجب کی برائی مین باب ہشتم
دہوکھا کہانے کے مواقع مین ان مہلکات اور اونکے معالجات کے تمام ہونے کے بعد جو ہماری
غرض اس جلد مین بیان کرنی ہے انشاء اللہ پوری ہوجاویگی کیونکہ باب اول مین تو
ہمنے صفات قلبی کی شرح کی ہے جو معدن مہلکات اور منجیات دونون کا ہے اور دوسرے
باب مین تہذیب اخلاق اور امراض قلبی کے معالجات کا طور بطور کلی اجمالاً ذکر کیا ہی اب
ان بابونمین اونکی تفصیل بیان ہوگی ذکر ریاضت نفس و تہذیب اخلاق خدا تعالی کی
مدد و حسن توفیق سے تمام ہوا اسکے بعد دو شہوتون کے دور کرنے کا مذکور ہوتا ہی والحمد للہ
اولاً و آخراً والسلام علی من اتبع الہدی وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب

باب سوم شہوت شکم اور شرمگاہ کی توڑنے کے بیان مین اور اسمین آٹھہ بیان ہین

رباعی
دل کہتا تہا حمد کبریا کو لکھیے
پر حوصلہ اپنا دیکھہ عاجز ہو کہا
زان بعد ثنای مصطفی کو لکھیے
احسن ہے یہی کہ دعا کو لکھیے

جاننا چاہیے کہ بڑا مہلک اولاد آدم کا شہوت شکم ہی جسکے سبب حضرت آدم و حوا علیہما السلام
دار القرار سے اس دار ناپائدار مین نکالے گئے کیونکہ اونکو درخت خاص سے منع کیا گیا تہا مگر اونکی
شہوت غالب ہوئی کہا بیٹھے اور سب اونکی برائیان اونپر کہل گئین اور درحقیقت شکم منبع شہوات
اور معدن آفات ہی اسلیے کہ شہوت شکم کو شہوت جماع لازم ہے پیٹ بہرنے پر یہ سوجہتا ہے
کہ بہت سی منکوحہ ہون اور خوب صحبت کیجیے اسکے بعد مال و جاہ کو دل چاہتا ہی کہ اونکے
ذریعہ سے یہ مطلب بخوبی نکلتا ہی اور مال کی کثرت سے طرح طرح کی رغبتین اور حسد پیدا ہوتی ہین
اور انہین مال و جاہ کی بدولت ریا اور تفاخر اور غرور پیدا ہوتا ہے جن سے حقد و حسد و
کینہ و دشمنی اوٹھتی ہے اور پہر یہ نوبت پہونچتی ہے کہ آدمی سرکشی اور نافرمانی

اور مکروہات و ممنوعات کرنے لگتا ہے اور یہ سب اس بات کا ثمرہ ہے کہ معدہ کو خالی رہنا
اور ناک تک بہرلیا اگر آدمی اپنے نفس کو بہوک سے ذلیل رکہے اور اوسکی سبب شیطان
کے راستے تنگ کردے تو البتہ قدم جادہ طاعت الٰہی سے نہ اوٹہا دے گا اور بحکم شیطان
اور اترانا پاس نہ پہٹکیگا اور بالکل آخرت کو چہوڑ کر دنیا کا نہ ہورہے گا اور دنیا کے واسطے
جہگڑے اور خصومات نہ مول لے گا پس ازانجا کہ آفت شہوت شکم اس درجہ ہے تو ضرور
ہوا کہ اوسکی آفات و مہلکات کو بیان کر دیا جاوے کہ اوس سے لوگ بچین اور طریق
مجاہدہ کا اور اوسکی فضیلت بہی شرح کردیجاوے تاکہ اوسکی طرف رغبت کرین اور ایسی
شہوت فرج بہی کچہہ ایسی ہی ہے اور اسکے بعد ہوتی ہے اس لیے اسکا بیان بہی ضرور
ہے لہذا ہم ان سب امور کو آٹھہ بیانون مین ذکر کرین گے

بیان اول بہوکہہ کی فضیلت اور سیری کی مذمت مین

فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جَاهِدُوا اَنْفُسَكُمْ بِالْجُوْعِ وَالْعَطَشِ فَاِنَّ الْاَجْرَ فِيْ ذٰلِكَ
كَاَجْرِ الْمُجَاهِدِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاِنَّهُ لَيْسَ مِنْ عَمَلٍ اَحَبَّ اِلَى اللّٰهِ مِنْ جُوْعٍ وَّ عَطَشٍ اور حضرت ابن عباس
فرماتے ہین کہ آپ نے فرمایا کہ آسمان کے فرشتے اوس شخص کے پاس نہین آتے جو اپنا پیٹ
بہرے اور کسی نے آپ سے پوچہا کہ آدمیون مین سے کون افضل ہے آپ نے فرمایا مَنْ قَلَّ طُعْمُهُ
وَضِحْكُهُ وَرَضِيَ بِمَا يَسْتُرُ بِهٖ عَوْرَتَهٗ اور فرمایا سَيِّدُ الْاَعْمَالِ الْجُوْعُ وَذُلُّ النَّفْسِ لِبَاسُ الصُّوْفِ ابو سعید خدری
فرماتے ہین کہ آپ نے فرمایا ہی کہ اون کا کپڑا پہنو اور آدہے پیٹ کہاؤ یہ ایک نبوت کا جزو ہے
اور حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ آپ نے فرمایا ہے فکر نصف عبادت ہے اور قلت غذا
پوری عبادت اور یہ بہی انہین سے روایت ہی کہ آپ نے فرمایا اَفْضَلُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ مَنْزِلَةً يَوْمَ
الْقِيٰمَةِ اَطْوَلُكُمْ جُوْعًا وَّتَفَكُّرًا فِي اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ وَاَبْغَضُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كُلُّ نَؤُوْمٍ اَكُوْلٍ شَرُوْبٍ
اور روایت ہے کہ آپ بے ضرورت بہی بہوکے رہتے تہے یعنے یہ امر آپ کو پسند تہا
اور حدیث قدسی مین ہے کہ اللہ تعالے اوس شخص سے کہ جسکا خورونوش دنیا مین کم ہو فرشتون پر
فخر فرماتا ہے اور کہتا ہے کہ میرے بندہ کو دیکہو کہ مین نے اوسکو دنیا مین اکل و شرب کم
دیا ہے اوسنے صبر کیا اور اونکو ترک کر دیا تم گواہ رہو کہ جو لقمہ وہ چہوڑیگا اوسکے عوض
جنت مین درجات عنایت کرونگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا تُمِيْتُوا
الْقَلْبَ بِكَثْرَةِ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ فَاِنَّ الْقَلْبَ كَالزَّرْعِ يَمُوْتُ اِذَا كَثُرَ عَلَيْهِ الْمَاءُ

مَا مَلَأَ ابْنُ آدَمَ وِعَاءً شَرًّا مِنْ بَطْنِهِ حَسْبُ ابْنِ آدَمَ لُقَيْمَاتٌ يُقِمْنَ صُلْبَهُ وَإِنْ كَانَ لَا بُدَّ فَاعِلًا فَثُلُثٌ
لِطَعَامِهِ وَثُلُثٌ لِشَرَابِهِ وَثُلُثٌ لِنَفَسِهِ اور ایک حدیث طویل مین اسامہ بن زید اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ
سے فضیلت بھوکھہ کی وارد ہوئی ہے اوسمین ارشاد فرمایا ہے کہ قیامت کے دن اللہ عزوجل
سے زیادہ قریب وہ ہونگے جو دنیا مین زیادہ بھوکے پیاسے اور غمگین رہے وہ لوگ چھپے
متقی ہین کہ اگر ظاہر ہون تو کوئی نہ جانے اور اگر غائب ہو جاوین تو کوئی تلاش نہ کرے
زمین اونکو سب جانتی ہے اور فرشتے اونکو گھیرے رہتے ہین وہی اچھے لوگ ہین اور خدا تعالیٰ
کی طاعت بہی اچھی طرح وہی کرتے ہین لوگ نرم نرم فرش بچھاتے ہین اور وہ اپنا ماتھا
اور گھٹنے بچھاتے ہین نبیون کے اخلاق اور افعال لوگونکو ضائع کرنے ملے مگر اونکو حفظ ہین جب زمین
سے وہ چلے جاتے ہین تو زمین اونکے لیے روتی ہے اور جس شہر مین کوئی اونمین سے نہو
اوسپر خدا کا غضب ہوتا ہی دنیا کے لیے مردار پر کتونکی طرح نہین لڑتے بقدر سد رمق
کہاتے ہین اور پھٹا پرانا پہنتے ہین میلے کچیلے حال سے رہتے ہین لوگ یہ جانتے ہین کہ انکو
کچھہ مرض ہے حالانکہ اونکو کوئی مرض نہین اور بعضے سمجھتے ہین کہ اونکی عقلین جاتی رہین
اور یہ بات بہی نہین ہوئی بلکہ جن چیزون پر لوگونکی عقل دنیا مین دوڑتی ہے وہ اونمین
نہین پائی جاتی اسواسطے لوگ جانتے ہین کہ بے عقل ہین مگر وہ لوگ وہ باتین سمجھتے ہین
کہ جہان لوگون کی عقل گم ہوتی ہی شرف آخرت اونہین لوگونکے لیے ہے اے اسامہ جس شہر مین ایسے
لوگ نظر آوین تو جان لے کہ اس شہر کی امن کا باعث یہی ہین جس قوم مین وہ ہوتے ہین اوسکو
خدا عذاب نہین دیتا زمین بہی اونسے خوش ہے اور خدا بہی راضی آدمیو تمین اونکو اسلیے
رکہنا ہی کہ شاید اونکی باعث اونکی نجات ہو اور اگر تجھسے بھوکھہ پیاس کی برداشت ہر دم
ہوسکے تو کیا کہ اسکے باعث تجھکو شرف منزلت ملیگا او نبیون کی صفت مین داخل ہوگا
اور جب تیری روح فرشتونکی پاس جائیگی تو وے خوش ہونگے اور خدا تجھپر رحمت کریگا اور حضرت حسن نے
ابوہریرہ سے روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْبِسُوا الصُّوْفَ وَشَمِّرُوْا وَكُلُوْا فِيْ اَنْصَافِ
الْبُطُوْنِ تَدْخُلُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمَاءِ اور حضرت عیسی علیہ السلام نے فرمایا کہ اے زمرہ حواریین
اپنے معدونکو بھوکھا رکھو اور بدنون کو ننگا تاکہ تمہاری دل خدائے عزوجل کو دیکھہ پاوین
اور یہی روایت طاؤس رحمۃ اللہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بہی کی ہے اور روایت ہے
کہ توریت مین لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو موٹا عالم پسند نہین اس لیے کہ موٹا پن غفلت اور کثرت

غنا پر دلالت کرتا ہے اور یہ امر عالم کے حق مین اچھا نہین اور اسی لیے حضرت ابن مسعود رض
فرماتے ہین کہ اللہ تعالی اوس قاری سے جو پیٹ بھر بھر موٹا ہوا ہو بغض رکھتا ہے اور ایک حدیث
مین ہے کہ شیطان آدمی مین خون کی طرح پھرتا ہے تو اوسکے راستونکو بھوکہ اور پیاس سے
تنگ کرو اور ایک روایت مین ہے کہ پیٹ بھرے پر کھانے سے برص ہو جاتا ہے اور فرمایا
کہ المؤمن یاکل فی معاء واحد والکافر یاکل فی سبعۃ امعاء یعنے مومن کی نسبت کافر سات گنا
کہاتا ہے یا اوسکی خواہش مومن سے سات گنی ہوتی ہے اور آنت کو بجاے شہوت مجازاً
ارشاد فرمایا اس لیے کہ طعام کا قبول کرنا اور لینا شہوت کے متعلق ہے جیسا کہ آنت اوسکو
اخذ اور قبول کرتی ہے اور اس سے یہ غرض نہین ہے کہ منافق کی آنتین در حقیقت زیادہ ہوتی ہین
اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہین کہ انہون نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ یہ فرماتے تھے ادیموا قرع باب الجنۃ یفتح لکم
انہون نے پوچھا کہ باب جنت کو ہمیشہ کیسے کھٹکھٹاوین آپ نے فرمایا بالجوع والظماء یعنی
بھوک اور پیاس سے اور ایک حدیث مین ہے کہ حضرت ابو جحیفہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی مجلس اقدس مین ڈکار لی آپ نے فرمایا کہ اپنی ڈکار کم کرو کیونکہ قیامت کے روز وہی
زیادہ بھوکا ہوگا جسنے دنیا مین زیادہ پیٹ بھرا ہوا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی پیٹ بھر کھانا نہین کھایا اور بعض اوقات اونکی بھوک
دیکھکر رحم کے مارے رو پڑتین اور آپ کے پیٹ پر اپنا ہاتھ پھیر کرتین کہ مین آپ کے قربان
جاؤن دنیا سے اتنا تو لے لیا کرو جس سے قوت رہے اور بھوکہ سے محفوظ رہو تو آپ یہ فرماتے
کہ اے عایشہ میرے بھائیون نے یعنے اولوالعزم رسولون نے مجھہ سے بھی زیادہ شدائد اٹھائے
اور اونپر صبر کرکے جب پروردگار کے سامنے گئے تو اونکی بڑی تکریم ہوئی اور نہایت ثواب
عنایت ہوا مجھکو یہ حیا آتی ہے کہ ایسا نہو زندگی مین کچھہ آرام کرنے سے کل کو اونسے کمتر
رتبہ ملے پس چند روز صبر کرنا آسان ہے اس سے کہ کل کو آخرت مین حصہ کم ملے اور مجھکو
اپنے بھائیون اور دوستونسے ملنے کے سوا کوئی چیز اچھی نہین معلوم ہوتی حضرت عائشہ
فرماتی ہین کہ بخدا اس گفتگو کے بعد آپکو ایک ہفتہ بھی نہین گذرا تھا کہ آپ نے وفات پائی
اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ایک
روٹی کا ٹکڑا آپ کی خدمت مین لائین آپ نے پوچھا کہ یہ کیا ہے اونہون نے کہا کہ مین نے

ایک روٹی پکائی تھی میرا دل چاہا تو یہ ٹکڑا آپکی پاس لے آئی آپ نے تناول فرما کر ارشاد کیا کہ یہ اول غذا ہے جو تیرے باپ کے منہ مین تین دن پیچھے پہونچی ہے اور حضرت ابوہریرہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی مدت العمر اپنے گھر والونکو تین دن دائم گیہون کی روٹی پیٹ بہر نہین دی اور آپنے فرمایا ہے اِنَّ اَهْلَ الْجُوْعِ فِي الدُّنْيَا هُمْ اَهْلُ الشِّبَعِ فِي الْاٰخِرَةِ وَاِنَّ اَبْغَضَ النَّاسِ اِلَى اللّٰهِ الْمُتَّخِمُوْنَ الْمَلَاٰی وَمَا تَرَكَ عَبْدٌ اُكْلَةً يَشْتَهِيْهَا اِلَّا كَانَ لَهٗ دَرَجَةٌ فِي الْجَنَّةِ اور آثار بہی فضیلت بہوک مین بہت ہین حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ پیٹ بہرنے سے اپنے آپ کو بچاؤ کہ زندگی مین موجب گرانی اور موت کے بعد باعث بدبو ہوتا ہے اور شقیق بلخی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ عبادت ایک پیشہ ہے جسکی دوکان خلوت اور اوزار بہوک ہے اور حضرت لقمان رحمہ اللہ نے اپنے بیٹے سے فرمایا کہ بیٹا جب معدہ پر ہوتا ہے تو فکر سو رہتا ہے اور اعضا عبادت سے بیٹہہ رہتے ہین اور حکمت بیکار ہوجاتی ہے سعدی فرماتے ہین

تہی از حکمتے بعلت آن ۔ کہ پری از طعام تا بینی

اور حضرت فضیل بن عیاض اپنے نفس سے کہتے کہ تو کس بات سے ڈرتا ہے کیا بہوکہ سے ڈرتا ہے اوس سے خوف نہ کرنا چاہیے کیونکہ اوسکے باعث خدا کے سامنے ہلکا پہلکا رہتا ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور اونکے اصحاب سب بہوکے رہتے تہے اور کہمس یہ فرماتے کہ الہی تونے مجکو بہوکا رکہا ننگا رکہا اندہیری راتون مین بے چراغ رکہا کیسے کیسے وسیلونسے مجکو اس درجہ پر پہونچایا اور فتح موصلی کو جب مرض اور بہوک زیادہ ہوتی تو کہتے کہ الہی تونے مجکو مرض اور بہوکہ مین مبتلا کیا اور تو اپنے دوستونسے ایسا کیا کرتا ہی تو کونسی بات سے تیری نعمت کا شکر کرون اور مالک بن دینار فرماتے ہین کہ مینے محمد بن واسع سے کہا کہ خوشحال وہ شخص ہے جسکے پاس تہوڑا غلہ اوسکی سد رمق کے لیے ہو اور لوگونکا محتاج نہو اونہونے فرمایا کہ اے مالک خوشحال وہ ہی جو صبح اور شام کو بہوکا ہی اور پہر خدا سے راضی ہی اور حضرت فضیل بن عیاض فرماتے کہ الہی تونے مجکو اور میری عیال کو بہوکا ننگا رکہا اور اندہیری راتون مین بے چراغ رکہا یہ باتین تو اپنے دوستونسے کیا کرتا ہے مجکو یہ مرتبہ کیسے ملیگا اور یحیی بن معاذ رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ راغبین کی بہوکہ تنبیہ کے لیے ہوتی ہے اور تائبین کی امتحان کے لیے اور مجتہدین کی بزرگی کے لیے اور صابرین کی سیاست کے لیے اور زاہدین کی حکمت کے لیے اور توریت مین مذکور ہے کہ اللہ سے ڈرو اور جب پیٹ بہرے تو بہوکے کو یاد کرو اور ابو سلیمان رحمہ اللہ فرماتے ہین

سے زیادہ نزدیک وہ ہین جو بہت بھوکے اور پیاسے ہین اور بہت رنجیدہ ہین اور بندہ جو لقمہ باوجود خواہش کے چھوڑ دیگا اوسکو جنت مین ایک درجہ ملیگا ۱۲ طبرانی نے کبیر و ابونعیم نے حلیہ مین روایت ابن عباس سے بسند ضعیف ۱۲

کہ رات کے کہانے مین سے ایک لقمہ کم کہانا مجکو بہ نسبت تمام شب کی بیداری کے اچہا معلوم ہوتا ہے اور یہ بہی اونہین کا قول ہے کہ بہوکہہ اللہ کے خزانہ سے اوسیکو عنایت ہوتی ہے جسکو وہ دوست رکہتا ہے اور حضرت سہیل بن عبد اللہ تستری پچیس روز نہ کہاتے اور ایک درم کی غلہ مین ایکسال گذار دیتے اور بہوکہہ کا بڑا رتبہ جانتے اور اوسکے باب مین مبالغہ کرتے اور کہتے کہ قیامت کے روز کسی نیک عمل کا اتنا ثواب نہ ملے گا جتنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کی نسبت سے فضول طعام کو چہوڑنے سے ملے گا اور یہ بہی فرمایا کہ دانا لوگون کو کوئی چیز دونون جہان کی نافع بہوکہہ سے بڑہکر نہین ملی اور فرمایا کہ طالبین آخرت کے حق مین کوئی چیز کہانے زیادہ مضر نہین اور فرمایا کہ حکمت اور علم بہوکہہ مین ہین اور معصیت اور جہل سیری مین اور فرمایا کہ کوئی عبادت اس سے بڑہکر نہین کہ ہوائے نفسانی کی خلاف حلال چیز کو ترک کرے اور جس حدیث مین یہ مذکور ہے کہ پیٹ کی تہائی غذا کے لیے ہے اوسمین آپ نے فرمایا کہ جو اس مقدار پر زیادہ کہائیگا وہ اپنی نیکیان کہائے گا اور اس درجہ سے بڑہکر مرتبہ کا حال جو اون سے پوچہا گیا تو فرمایا کہ اوسکی فضیلت نہو گی جب تک غذا کا نکہانا اوسکے نزدیک کہانے کی نسبت محبوب نہو اور اگر ایک رات بہوکا رہے تو خدا تعالے سے دعا مانگے کہ دو رات بہوکا رکہے اور جب یہ حال اوسکا ہو جائیگا کہ غذا نکہانا اوسکو محبوب جانیگا اور ایک رات کی فاقہ سے دو رات کی فاقہ کی دعا مانگے گا تو البتہ فضیلت اوسکو حاصل ہو گی اور فرمایا کہ لوگ جو ابدال ہوئے ہین تو شکم کو بہوکہا رکہنے اور بیداری اور سکوت اور خلوت سے ہوئے ہین اور فرمایا کہ آسمان و زمین مین ہر نیکی کی جڑ بہوکہہ ہے اور ہر بدی کی اصل پیٹ بہر کہانا اور فرمایا کہ جسنے اپنے نفس کو بہوکہا رکہا اوس سے وساوس دور ہو جاتے ہین اور فرمایا کہ اللہ عز وجل کا متوجہ ہونا بندہ پر بہوکہہ اور مرض و مصیبت سے ہوتا ہے مگر جسکو خدا چاہے اور فرمایا کہ جان لو یہ وہ زمانہ ہے کہ اوسمین نجات اوسیکو ملی گی جو بہوکہہ اور صبر اور مجاہدہ سے اپنی نفس کشی کرے اور فرمایا کہ جو آدمی اسی پانی کو خوب پیٹ بہر کر پیے تو مجہکو نہین معلوم ہوتا کہ معصیت سے بچ رہے اگرچہ شکر اللہ تعالے کا کرلے پس کہانے سے سیر ہونے مین کیا حال ہوگا اور ایک حکیم سے کسی نے پوچہا کہ مین اپنی نفس کو کس چیز سے روکون اوسنے جواب دیا کہ بہوکہہ اور پیاس کی بڑی مدد سے اور گمنامی اور ترک عزت سے اوسکو ذلیل کر اور آخرت والون کا خاک پا بنا کر اوسکو چہوٹا کر اور پڑہے ہوئے لوگون کے لباس چہوڑنے سے اوسکو توڑ اور اوسکی طرف مدام بدظن ہوکر اوسکی آفتون سے بچ اور اوسکی خواہشون کی خلاف کرتا رہ اور عبد الواحد

بن زید فرماتے کہ بجز محبت الٰہی نہین ملتی مگر بہوکھہ سے اور اولیا پانی پر نہین چلتے اور زمین
اونکے لیے طی نہین ہوتی مگر بہوکھہ سے اور خدا تعالے اونکی کفالت نہین فرماتا مگر بہوکھہ سے اور
ابو طالب مکی رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ پیٹ مثل ستار کے ہی کہ خالی لکڑی مین تار لگے رہتے ہین
مگر اونکی حسن صوت سبکی اور رقت سے ہوتی ہے کہ جوف دار ہوتا ہی اوسمین کچہہ بہرا نہین ہوتا
اسیطرح پیٹ کا حال ہے کہ جب خالی رہتا ہے تو تلاوت بہی شیرین معلوم ہوتی ہی اور شب
بیداری اور قلت خواب پر بہی مداومت کرتا ہے اور بکر بن عبد اللہ فرماتے ہین کہ تین آدمیونکو
خدا تعالی دوست رکہتا ہی کم خواب کم خوار کم راحت اور روایت ہی کہ حضرت عیسی علیہ السلام
دو مہینے تک خدا تعالے سے مناجات اور باتین کرتے رہے اور کچہہ نکہایا یکایک جو روٹی کا خیال
دل مین آیا تو مناجات جاتی رہی اور دیکہا کہ روٹی سامنے رکہی ہے آپ مناجات کے جاتے
رہنے سے بیٹہے رویا کیے اتنے مین ایک مرد پیر اونکے پاس آیا آپ نے فرمایا کہ اے ولی اللہ
خدا تجہکو برکت دے مین ایک حالت مین تہا کہ روٹی کا دہیان آیا اور وہ حالت جاتی رہی
تو خدا سے میرے لیے دعا کر اوسنے کہا کہ الٰہی جب سے مینے تجہے پہچانا ہے اگر روٹی کا دہیان
مجہے آیا ہو تو میری مغفرت مت کیجو بلکہ جو کچہہ کبہی دہیان مین گذرا اوسیکو بے فکر کہا لیا اور روایت
ہے کہ حضرت موسی علیہ السلام کو جب شرف ہم کلامی خدا سے نصیب ہوا تہا تو چلیہ بہر کہانا
نہین کہایا تہا

دوسرا بیان بہوکھہ کی فائدے اور پیٹ بہرنے کی آفتین

اب اگر کوئی یون کہے کہ بہوکھہ مین اتنی فضیلت کہان سے آئی اور اسکی وجہ کیا ہے کیونکہ
بہوکھہ سے تو صرف معدہ کا رنج دنیا اور تکلیف اٹہانا ہی ہے اور اگر تکلیف ہی مین فضیلت
ہے تو چاہیے کہ جو لوگ خودکشی کرین یا اپنی بوٹیان کاٹین یا بری چیزین کہائین یا ایسی
ہی اور حرکات کرین اونکو زیادہ ثواب ملا کرے تو اسکا جواب یہ ہی کہ قول ایسا ہی کہ کوئی
دوا پینے سے اچہا ہو جاوے تو یون سمجہے کہ اسمین جو برائی اور تلخی تہی اوس سے مجہکو آرام
ہوا ہے اور اسی خیال سے اور بری کڑوی چیزین کہانے لگے حالانکہ یہ امر غلط ہے دوا کا نفع
تلخی کی جہت سے نہین بلکہ اوسمین ایک خاصیت ہی جسکو طبیب جانتے ہین اسیطرح بہوکھہ کے
جو فوائد ہین اونکو علما جانتے ہین جو کوئی اوسکے نافع ہونیکا یقین کرکے اپنے اوپر بہوکھہ
اختیار کرے اور جانے کہ شرعاً یہ اچہی چیز ہے تو اوسکو بیشک نفع ہوگا گو نفع کا سبب نہ جانتا ہو

جیسے دوا پینے والے کو نفع ہوتا ہے گو اوسکی وجہ نہین جانتا مگر سمجھائے اِس آیت کی یَرْفَعِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ درجات اگر کوئی علاوہ فوائد کے تصدیق کی اونکا علم بھی ترقی مدارج کے لیے چاہیے تو اوسکے لیے ہم بھوکھ کے دس فائدہ لکھے دیتے ہین فائدہ اول قلب کی صفائی اور طبیعت کی تیزی اور بصیرت کا نافذ و کامل ہونا کیونکہ سیری سے غباوت ہوتی ہے اور ذہن اندھا ہو جاتا ہے اور دماغ مین بخار نشہ کیطرح زیادہ چڑھتا ہے اور فکر کی جگہہ کو گھیر لیتا ہے تو دل بھاری ہوکر فکر کیطرف نہین دوڑتا اور جلد ادراک نہین کر سکتا بلکہ لڑکا جب زیادہ کھا جاتا ہے تو اوسکے حفظ مین فرق آجاتا ہی اور ذہن بگڑ جاتا ہے اور غبی ہو جاتا ہے اور حضرت ابو سلیمان رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ بھوکھ کو اختیار کرنا چاہیے کہ اوس سے نفس ذلیل اور قلب رقیق ہوتا ہے اور باعث علم آسمانی کا ہوتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اَحْیُوْا قُلُوْبَکُمْ بِقِلَّۃِ الضِّحْکِ وَقِلَّۃِ الشِّبْعِ وَطَہِّرُوْہَا بِالْجُوْعِ تَصْفُوْ وَتَرِقُّ اور بعض اکابر کا قول ہے کہ بھوکھ مثل رعد کے ہے اور قناعت مثل ابر کے اور حکمت مثل مینہ کے یعنے اون دونون سے حاصل ہوتی ہے اور حدیث شریف مین ہے مَنْ اَجَاعَ بَطْنَہٗ عَظُمَتْ فِکْرَتُہٗ وَفَطِنَ قَلْبُہٗ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ شَبِعَ وَنَامَ قَسَا قَلْبُہٗ اور پھر آپ نے فرمایا کہ لِکُلِّ شَیْءٍ زَکٰوۃٌ وَزَکٰوۃُ الْبَدَنِ الْجُوْعُ اور حضرت شبلی رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ جب کبھی مین خدا کے واسطے بھوکھا رہا ہون تو ایک دروازہ حکمت اور عبرت کا اپنے دل مین ایسا کھلا پایا ہے کہ پہلے نہ تھا اور یہ تو بدیہی بات ہی کہ مقصود عبادات سے وہ فکر ہے جو معرفت تک پہونچاوے اور حقائق اشیا جون کی تون نظر آوین اور بھوکھ سے یہ مقصود حاصل ہے اور سیری اسکی مانع اور چونکہ معرفت الٰہی جنت کا ایک دروازہ ہی تو ضرور ہے کہ بھوکھ کی ملازمت سے جنت کے دروازہ کا کھٹکھٹانا نصیب ہو اور حضرت لقمان رحمہ اللہ نے اسی وجہ سے اپنے بیٹے کو کہا تھا کہ جب معدہ پر ہوتا ہی تو فکر سو رہتا ہے اور حکمت ساکت ہوتی ہی اور اعضا عبادت سے بیٹھ رہتے ہین اور حضرت ابو یزید بسطامی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ بھوکھ ایک ابر ہے جس سے بندہ کے دل سے بھوکھ کیوقت حکمت برستی ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے نُوْرُ الْحِکْمَۃِ الْجُوْعُ وَالتَّبَاعُدُ مِنَ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ الشِّبْعُ وَالْقُرْبَۃُ اِلَی اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ حُبُّ الْمَسَاکِیْنِ وَالدُّنُوُّ مِنْہُمْ لَا تَشْبَعُوْا فَتُطْفِئُوْا نُوْرَ الْحِکْمَۃِ مِنْ قُلُوْبِکُمْ وَمَنْ بَاتَ یُصَلِّیْ فِیْ خِفَّۃٍ مِنَ الطَّعَامِ بَاتَتِ الْحُوْرُ حَوْلَہٗ حَتّٰی یُصْبِحَ

دوسرا فائدہ قلب کی نرمی ہے جس سے استعداد ادراک لذت ذکر کی حاصل ہوتی ہے بہت بار ایسا ہوتا ہے کہ ذکر زبان پر حضور دل کے ساتھہ جاری رہتا ہے مگر قلب کو اوس سے لذت اور اثر نہین ہوتا گویا قلب مین اور اثر مین حجاب سختی دل کا پڑا ہوا ہے اور بعض دفعہ ذکر سے خوب اثر ہوتا ہے اور مناجات مین ایک لذت معلوم ہوتی ہے اور ظاہرا اسکی علت معدہ کا خالی ہونا ہی ہے چنانچہ ابو سلیمان دارانی فرماتے ہین کہ مجھکو عبادت مین زیادہ حلاوت جبھی ملتی ہے جب میری پیٹھہ پیٹ سے لگی رہے اور یہ بہی اونکا ہی قول ہے کہ جب دل بہوکہا پیاسا رہتا ہے تو صاف و رقیق ہوتا ہے اور جب پیٹ بہرا ہوتا ہے تو اندہا و کثیف اور حضرت جنید فرماتے ہین بعض آدمی اپنے سینے مین کہانے کی آخور رکہہ لیتے ہین اور پہر مناجات کی حلاوت چاہتے ہین اس بیان سے معلوم ہوا کہ آسان ہونا فکر کا اور حصول معرفت اور شیء دیگر اور اوس سے لذت و تاثیر ہونی اور چیز اور یہ دوسرا فائدہ ہے تیسرا فائدہ انکسار اور فروتنی ہے اور دور ہونا اترانے اور خوشی کا جو مبدء طغیان اور غفلت کا ہی کیونکہ نفس کسی شی سے اتنا منکسر اور ذلیل نہین ہوتا جتنا بہوکہہ سے ہوتا ہے اور بہوکہہ کیحالت مین جب اوسکی قوت ضعیف ہو جاتی ہے اور حیلہ جاتا رہتا ہے اور ٹکڑا روٹی کا اور گہونٹ پانی کا نہین ملتا تو مالک کی اطاعت کرتا ہی اور ذلیل و عاجز بنا رہتا ہے اور جب تک انسان اپنے نفس کو عاجز و ذلیل مشاہدہ نہین کرتا تب تک عزت و غلبہ مولی نہین سوجہتا اور چونکہ سعادت انسانی اسیمین ہے کہ ہمیشہ اپنے آپکو ذلیل و عاجز جانے اور خدا تعالے کو عزیز و غالب تو ضرور ہوا کہ ہمیشہ بہوکہا اور خدا کیطرف مضطر رہے اور اس اضطرار مین ذوق و حلاوت پاوے اور یہی باعث تہا کہ جب دنیا اور اوسکے خزانے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیے گئے تو آپ نے اونسے اعراض کیا اور فرمایا کہ لا بل اجوع یوما و اشبع یوما فاذا جعت صبرت و تضرعت واذا شبعت شکرت یا کچھہ اور طرح فرمایا غرض کہ شکم اور شرمگاہ ایک دوزخ کے دروازونمین سے ہی اور اوسکی اصل پیٹ بہرنا ہے اور عاجزی اور انکسار جنت کا دروانہ ہے اور اوسکی اصل بہوکہا رہنا ہے پس جو کوئی دروازہ دوزخ کو بند کریگا تا باب جنت کہل جاوے گا اس لیے کہ یہ دونون ایک دوسری کی ضدین ہین جیسا مشرق و مغرب کہ جتنا ایک کیطرف چلو دوسری سے دور ہو جاوے چوتہا فائدہ نہ بہولنا عذاب الہی اور اہل مصیبت کا اس لیے کہ پیٹ بہرے کو بہوکہا اور بہوکہہ دونون یاد نہین رہتے اور ہوشیار آدمی جب کوئی مصیبت دیکہتا ہے اوس سے

یہ نہین بلکہ ایک روز بہوکا رہون اور ایک روز شکم سیر ہون تاکہ جب بہوکا ہون تو صبر اور تضرع کرون اور جب شکم سیر ہون تو شکر کرون ۱۲

یہ حدیث ترمذی کی ہی بیشتر گذری ۱۲

آخرت کی مصیبت یاد دلاتا ہے پیاس سے پیاس آخرت کو عرصات قیامت مین یاد کرتا ہی
اور بہوکہ سے دوزخیون کی بہوکہہ یاد کرتا ہے کہ جب اونکو بہوک لگیگی تو سینہ اور خار دار درخت
غذا کے لیے ملینگے اور پیاس کیوقت پیپ اور ریم پلاویگی اور بندہ کو ایساہی چاہیے کہ عذاب آخرت
کو مد نظر رکہے اس لیے کہ اوس سے خوف الٰہی کا جوش ہوتا ہے اور جو آدمی کبہی ذلت و علت
و مصیبت مین گرفتار نہوا ہو وہ عذاب آخرت کو بہول جاتا ہے بلکہ خود عذاب ہی کو نہین
جانتا اور نہ اوسکے دل پر اوسکا خوف غالب ہو تو بالضرور بندہ کے لیے مصیبت مین رہنا
یا مصیبت کو دیکہنا چاہیے اور سب سے اعلے مصیبت جو آدمی اوٹہا سکتا ہے وہ بہوکہ ہے
کہ اوسمین سوائے یاد کرنے عذاب آخرت کی اور بہت سی فوائد عمدہ ہین اور یہی وجہ ہے کہ انبیا
اور اولیا سب ارج کسی مصیبت خاص مین مبتلا ہوتے ہین حضرت یوسف علیہ السلام سے
لوگون نے کہا کہ آپ بہوکے کیون رہتے ہین آپ کی قبضہ مین تو زمین کے خزانے ہین آپ نے
فرمایا کہ مجھے یہ خوف ہے کہ پیٹ بہر کر بہوکہون کو نہ بہول جاون اس سے معلوم ہوا کہ
بہوکون محتاجون کی یاد بہی ایک فائدہ بہوکہ کا ہے اس لیے کہ بہوکہ سے رحم اور کہانا
کہلانا اور شفقت خلق خدا پر پیدا ہوتی ہے اور پیٹ بہرے کو بہوکہے کی تکلیف کیا معلوم ہو

آنکه در راحت و تنعم زیست — او چه داند که حال گرسنه چیست

جسکی نہ پہٹی ہو بوائی وہ کیا جانے پیر پرائی **پانچوان فائدہ** جو سب فائدون مین
زیادہ ہے توڑنا شہوات معاصی کا اور غالب آنا نفس امارہ پر ہے کیونکہ منشا تمام گناہونکا
شہوات اور قوی ہین جنکا مادہ غذائین اور کہانے ہین پس اونکی کم کرنے سے ہر ایک شہوت و قوت
کم رو زہو جاتی ہے اور چونکہ سعادت تمامہا اسمین ہی کہ آدمی اپنے نفس کو قابو مین رکہے اور
شقاوت یہ ہے کہ نفس کے قابو مین پڑ جاوے تو جیسے سرکش گہوڑا بے آب و دانہ رکہنے سے قابو مین
آجاتا ہے اسیطرح نفس بہی بہوکہا رہنے سے دب نکلتا ہے بعض اکابر سے منقول ہی کہ اونسے
لوگون نے کہا کہ آپ اب ضعیف ہوئے نفس کی خدمت کیون نہین کرتے کہ اب تو وہ کمزور ہو گیا
آپ نے فرمایا کہ اس لیے کہ یہ جلدی اکڑنے لگتا ہے اور بہت شرارت کرتا ہے ایسا نہو کہ سرکشی
کرکے مجھے کسی ورطہ مین ڈالدے اسکو ساتھہ سختی تہذیب اس سے بہتر ہے کہ مجھے ارتکاب گناہ کا
درپے ہو اور حضرت ذوالنون رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ مین نے جب کبہی پیٹ بہر کر کہایا
تو یا گناہ کیا یا قصد گناہ مین مبتلا ہوا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین کہ اول بدعت

جو بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہوئے یہ تھے کہ لوگ سیر ہوکر کہانا کہانے لگے پیٹ بہر کر کہاوینگے تو ضرور اونکے نفس دنیا کی طرف کو زور کرینگے اونہ اس کو ایک فائدہ تقصود کرنا چاہیے بلکہ فوائد کی کہان جاننے چاہیے اور اسیواسطے بزرگ فرماتے ہین کہ بہوکہہ خدا تعالے کے خزانون مین سے ایک خزانہ ہے ایک ادنے بات یہ ہے کہ بہوکہہ کے سبب شہوت شرمگاہ اور شہوت کلام جاتی رہی کیونکہ بہوکہے کا دل زیادہ بولنے کو نہین چاہتا اور اس جہت سے زبانکی آفتون سے مثل غیبت اور فحش اور جہوٹ اور چغلی وغیرہ کے سب سے محفوظ رہتا ہی اور پیٹ بہرے پر دل لگی سوجہتی ہے اوسوقت لوگونکی غیبت کا ضرور ہی ذکر ہوتا ہی غرض کہ زبان ہی کی بدولت آدمی دوزخ مین جاوینگے اور شہوت زنا کی برائی خود مخفی نہین مگر بہوکہہ سے اوسکے شر سے بہی محفوظ رہتا ہے اور شکم سیر ہونے پر اور شہوت زور کرتی ہے اپنے آپ مین نہین رہتا اور اگر تقوے کی جہت سے اوسکو روکا تو آنکہہ قابو مین نہ رہیگی اور وہ بہی زنا مین داخل ہے اور اگر بالفرض آنکہہ بہی بند کرلے گا تو فکر تو اختیاری نہین دل مین خطرات خبیث اور وساوس اسباب شہوت کے ایسے پیدا ہونگے جن سے مناجات کہٹی پڑجاوے بلکہ اکثر اسطرح کے اوکار نماز کی حالت مین پیش آوینگے اسیطرح اور اعضا کے معاصی کو خیال کرنا چاہیے زبان اور شرمگاہ کو ہمنے بطور مثال لکہدیا ہے سب اعضا کسی افعال کا سبب قوت ہوتی ہے جو پیٹ بہرنے سے حاصل ہوتی ہے ایک حکیم کا قول ہے کہ جو مرید سیاست پر صبر کرینے اور برس روز تک فقط روکہی روٹی کہاوے اور اوسمین کوئی چیز اپنے دل چاہتی نہ ملاوی تو اللہ تعالے اوس سے عورتونکا فکر دور فرماتا ہے چہٹا فائدہ نیند کا مرفع ہونا اور مدام بیدار رہنا کیونکہ جو پیٹ بہر کہاویگا وہ پانی بہت پیے گا اور زیادہ پانی پینے سے نیند بہت آتی ہے بعض اکابر اسی بنا پر اپنے مریدون سے کہانا کہانیکے وقت فرماتے کہ بہت مت کہائیو ورنہ پانی بہت پیوگے اور زیادہ سووگے اور کثرت سی حسرت کروگے اور ستر صدیق اسبات پر متفق ہین کہ نیند کی کثرت بہت پانی پینے سے ہوتی ہے اور کثرت نیند سے اور بہی خرابیان ہین تہجد جاتا رہتا ہے طبیعت غبی ہوتی ہے دل سخت ہوتا ہے اور بازانجا کہ عمر جوہر انفس ہی اور تجارت کی لیے راس المال آدمی کا یہی ہے اور نیند بمنزلہ موت ہی تو کثرت نیند سے عمر کم ہوتی ہے اور غلبہ خواب سے حلاوت تہجد بہی نہین ہوتی پہر مجرد آدمی اگر شکم سیری پر سورہے گا تو احتلام ہوجاویگا یہ بہی تہجد سے مانع ہے اس لیے کہ حاجت غسل مین ٹہنڈے پانی سے تکلیف ہوتی ہے اور گرم پانی رات کو اوسوقت

بعض اوقات نہین ملتا تو اگر وتر بہی اول شب نہ پڑہے ہونگے وہ بہی قضا ہوجاوینگے اسلیے
ابو سلیمان دارانی نے فرمایا ہے کہ احتلام عقوبت ہی کہ بہت سی عبادت سے مانع ہوجاتا ہی ہر وقت
آدمی سے غسل نہین ہوسکتا ہے غرضکہ نیند چشمہ آفات ہی اور سیری اوسکا سبب ہے اور بہوک اوسکی دُم
ساتوان فائدہ آسان ہونا عبادت کی مواظبت کا کیونکہ خود کہانا کثرت عبادت
سے باینوجہ مانع ہے کہ اوسکے لیے ایک وقت چاہیے اور کبہی آٹا وغیرہ مول لینے مین اور
پکانے مین بہی وقت گذر جاتا ہے اور کہانے کے بعد ہاتہہ دہونے اور خلال کرنے مین اور
کئی دفعہ پانی پینے مین بہی زمانہ صرف ہوتا ہے اگر ان اوقات کو ذکر و مناجات مین صرف
کرتا تو زیادہ نفع ہوتا سری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہین کہ مین نے جرجانی رح کے پاس ستو دیکہے کہ اسکو
پہانکتے تہے مین نے کہا کہ یہ کس باعث سے آپ کرتے ہین کہا کہ مین نے چابنے اور پہانکنے کا
جو حساب لگایا تو ستر دفعہ سبحان اللہ کہنے کی مقدار چابنے مین زیادہ دیر لگتی ہے اسی لیے
چالیس برس سے مین نے روٹی کہانی چہوڑ دی غور کی جگہہ ہے کہ انہون نے کیسے اپنے وقت
کا تلف ہونا چابنے مین سوچا اور اوسکو ضائع نہ ہونے دیا اسیطرح ہر ایک سانس عمر کا
جوہر نفیس بے مول ہے اوس سے آخرت کا خزانہ باقی حاصل کرنا چاہیے اور یہ بات اوسکو
اللہ کے ذکر و طاعت مین مصروف کرنے سے ہوتی ہے علاوہ ازین کثرت غذا سے مدام طاہر
نہین رہ سکتا نہ مسجد مین ٹہر سکتا ہے کیونکہ بار بار پانی پینے اور پیشاب کرنیکے لیے نکلنا پڑیگا
اور روزہ رکہنا بہی ایسے شخص کو دشوار ہی اسلیے کہ جسکو بہوکہ کی عادت ہوتی ہے وہی
روزہ رکہہ سکتا ہے پس روزہ رکہنا اور دوام اعتکاف و طہارت اور اوقات حصول غذا
اور اوسکے لوازم کو عبادت مین صرف کرنا بڑی نعمتین اور نفع کی چیزین ہین انکی قدر اون
غافلون کو معلوم نہین جنکی شان مین یہ وارد ہی رَضُوا بِالْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَاطْمَأَنُّوا بِهَا اور
يَعْلَمُونَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غَافِلُونَ اور حضرت ابو سلیمان دارانی فرماتے ہین کہ سیری مین
چہہ آفتین ہین مناجات کی حلاوت نہ پانی حکمت کے حفظ سے معذور رہنا خلق پر شفقت سے
بے بہرہ رہنا کیونکہ اپنی سیری سے اونکو بہی ایسا ہی سمجہتا ہے عبادت کا گران معلوم
ہونا شہوات کی زیادتی سب ایماندار مسجدون کے گرد پہرین اور پیٹ بہرے گندی جگہونکے گرد
آٹھوان فائدہ بدن کا تندرست رہنا اور بیماریون کا دفع ہونا اس لیے کہ امراض کا سبب
بہی ہوتا ہے کہ غذا کی زیادتی سے نکمے اخلاط معدہ اور رگون مین جمع ہوجاتے ہین پہر مرض بہے

عبادت نہین ہو سکتی دل کو تشویش ہوتی ہے ذکر و فکر نہین کرسکتا زندگی تلخ ہو جاتی ہی مقصد
وجاہت و دوا و طبیب کی ضرورت ہوتی ہے اور ان سب کے لیے پیسا چاہیے جس سے کہ انسان
رنج بہی اوٹہاوے اور معصیت سے خالی نرہے اور بہوکہ مین یہ سب باتین مفقود ہین روایت ہے کہ ہارون
رشید نے چار طبیب ہندی اور رومی اور عراقی اور حبشی بلاکر اونسے کہا کہ ہر کوئی ایسی دوا بتلاؤ
جس سے مرض نہو ہندی نے کہا کہ میرے نزدیک ایسی دوا سیاہ ہلیلہ ہے اور عراقی نے کہا کہ میرے نزدیک
ترہ تیزک ہے اور رومی نے گرم پانی بتلایا حبشی کہ سب مین زیادہ جانتا تہا بولا کہ ہلیلہ سے معدہ تنگ
ہوتا ہے اور یہ بہی ایک مرض ہے اور ترہ تیزک سے معدہ نرم ہوتا ہے وہ جدا مرض ہے اور گرم
پانی سے معدہ سست ہوتا ہے وہ بہی روگ ہے اونہون نے پوچہا کہ پہر آپ کے نزدیک کونسی
دوا ہے اونسے کہا کہ میرے نزدیک جس دوا سے مرض نہو یہ ہے کہ کہانا ایسے وقت کہاوے کہ خواہش
ہو اور موقوف ایسے وقت کرے کہ خواہش باقی ہو اسکو سب مان گئے بعض حکما اہل کتاب کے
سامنے اس حدیث کا ذکر ہوا کہ ثلثٌ طعامٌ و ثلثٌ شرابٌ و ثلثٌ النفس تو اونسے متعجب ہو کر
کہا کہ کمی غذا کے باب مین اس سے زیادہ محکم کوئی قول مین نے نہین سنا یہ کلام بیشک کسی حکیم
کا معلوم ہوتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ البطنۃ اصل الداء والحمیۃ اصل
الدواء وعوّدوا کل جسم ما اعتاد ہمارے نزدیک اگر اس حدیث سے طبیب زیادہ متعجب کرین تو لائق ہے اور ابن سالم
فرماتے ہین کہ اگر کوئی گیہون کی بے روکہی روٹی ادب کے ساتہہ کہاوے تو مرض موت کے سوا کبہی
بیمار نہ پڑے لوگون نے کہا کہ ادب کیا ہے اونہون نے کہا کہ بہوکہ پر کہانا اور سیری سے پہلے
ہاتہہ کہینچنا اور بعض اطبا فاضلین کا قول بسیار خواری کی مذمت مین یہ ہے کہ معدہ مین
سب سے زیادہ فائدہ انار کرتا ہے اور سب سے زیادہ ضرر نمک لیکن تہوڑا نمک کہانا بنسبت بہت
انار کہانے کے مفید ہے اور حدیث مین ہے صوموا تصحّوا بہوکہ بہی صوم مین داخل ہے غرضکہ
غذا کی کمی مین اجسام مرضون سے محفوظ رہتے ہین اور قلوب کو سرکشی اور تکبر وغیرہ کا روگ نہین ہوتا
نوان فائدہ خرچ کا کم ہونا کیونکہ جو کم کہاوے گا اوسکو تہوڑا سامان کافی ہوگا اور اگر
پیٹ بہرنے کی عادت ہوگی تو ہمیشہ پیٹ کا تقاضا ہوگا اور گردن پکڑ کے کہے گا کہ کہانے کی بہی
فکر ہے تو آدمی در بدر اوسکے لیے پہرتا پہریگا پہر اگر وجہ حرام سے کچہہ پیدا کریگا تو گناہ گار ہوگا اور وجہ
حلال سے لاویگا تو بہی رنج و ذلت سے خالی نہین اسلیے کہ اکثر لوگون کی طرف طمع سے دیکہنا پڑیگا
جو کمال درجہ کی ذلت ہے مومن وہ ہے جو اپنا خرچ کم رکہے بعض حکما کا قول ہے کہ مین اپنا اکثر

حاجتین اسطرح پوری کرتا ہون کہ اونکو ترک کر دیتا ہون اس سے دلکو بڑی آسایش پاتا ہون
اور ایک حکیم ورکہتے ہین کہ جب مین کسی دوسرے شخص سے اپنی خواہش پورا کرنے کیلئے قرض
لیا چاہتا ہون تو اپنے نفس ہی سے اوس خواہش کو قرض لیکر ترک کر دیتا ہون تو نفس اس
میرے لیئے خوب موودی ہے اور حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ اپنے یاروسنے ماکولات کا
نرخ پوچھتے اگر وہ گران بتلاتے تو فرماتے کہ ترک کرکے ارزان کرلو اور سہل تستری رحمۃ اللہ فرماتے ہین
کہ بسیار خوار تین حال مین برا ہے اگر اہل عبادت ہی تو سستی کریگا اور اگر پیشہ والا ہے تو آفات
سے خالی نرہیگا اور اگر کچھ آمد والا ہے تو اپنے دل سے خدا کا انصاف نہ کریگا حاصل یہ
کہ حرص دنیا موجب تباہی ہے اور دنیا کی حرص پیٹ اور شرمگاہ کے سبب سے ہی اور شہوت
جماع شہوت غذا سے ہوتی ہے جسکے تھوڑا کرنے سے یہ سب باتین جاتی رہتی ہین اور یہ سب
ابواب دوزخ ہین انکے بند ہوتے ہی جنت کے دروازے کھل جاتے ہین جیسا کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَدِیْمُوا قَرْعَ بَابِ الْجَنَّۃِ بِالْجُوْعِ پس جو شخص ایک چپاتی پر ہر روز قناعت
کریگا وہ سب شہوتون سے قناعت کریگا اور آزاد اور مستغنی ہوکر رنج سے راحت پاویگا
اور عبادت الہی اور تجارت اخروی ہی کا ہو رہیگا اور اون لوگونمین سے ہوگا جنکی
شان مین ہے لَا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ کہ دنیا کی معاملات ایسونکو لہو مین نہین ڈالتے کیونکہ
یہ لوگ اوس سے بیپروا ہین اور جنکو اوسکی طرف حاجت ہی اونکو لہو مین ضرور ڈالتے ہین
دسوان فائدہ یہ کہ جو غذا کھانے سے بچیگی اوس سے صدقہ اور خیرات ہو سکتی ہی اور یتیمون
مسکینون کی خبرگیری سے قیامت کی دہوپ مین حدیث کی موجب اپنی صدقہ کی سایہ مین
رہیگا جسقدر آدمی کہا لیتا ہے وہ مٹی اور پاخانہ ہو جاتا ہی اور جو صدقہ دیتا ہے وہ فضل الہی
کے لیے ذخیرہ ہوتا ہے تو بندہ کو مال مین بہی پہنچتا ہے کہ خواہ صدقہ سے اوسکو جمع کر رکھے
یا کہا کر فنا کر دے یا پہنکر پرانا کر دے مگر اپنی غذا کو کم کر کے اگر بقیہ سے صدقہ کرے تو یہ اس سے
بہتر ہے کہ شکم سیر ہو کر ہیضہ مین مبتلا ہو حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے جب یہ آیت پڑہی
اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا
الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا فرمایا کہ خداوند کریم نے انہین ساتون آسمانونکو جو مزین بنجوم ہین و حملہ
عرش ارشاد فرمایا کہ تم بار امانت کو مع ما فیہا اوٹہاؤگے اونہون نے عرض کیا کہ اوسکے اندر کیا ہی ارشاد
ہوا کہ اگر نیک کرے ثواب پاوے اور برا کرے تو عذاب ہو عرض کیا کہ ہم سے نہین اٹہیگا

پہر اسیطرح زمین سے پوچہا اوسنے بہی انکار کیا پہر بڑے بڑے مضبوط سخت پہاڑونپر مضمون
پیش ہوا اونہون نے بہی انکار کیا پہر انسان سے جو فرمایا تو اوسنے مان لیا کیونکہ اپنے نفس
پر ظالم اور امر ربانی کی حکمت سے ناواقف تہا اور بخدا کہ اب اس ظلم وجہل کا مشاہدہ ہوتا ہے
کہ ایمان ظلم کو مال کے بدلے مین بیچ ڈالتے ہین اور شہرون کے مالک ہو کر گہرونکو وسیع اور قبرونکو
تنگ اور مویشی کو موٹا اور دین کو دبلا کرتے ہین اور صبح شام حاکم کے دروازے پر جا جا کر
اپنی جانون کو مصیبت لگا کے حاکم حقیقی سے بے خوف ہوئے ہین کوئی یہ کہتا ہے کہ یقین جانتا ہون
اور یہ آرزو ور کہتا ہون اور میرے لیے فلانی فلانی چیز لے آو اور بائین ہاتہہ پر تکیہ لگا کر
پرایا مال چکہتا ہے اور جب نوبت بدہضمی اور ہیضہ کی پہونچتی ہے تو نوکر سے کہتے ہین کہ کوئی
ایسی چیز لاو جس سے کہانا ہضم ہوا رے بیوقوف کہانا ہضم کیا چاہتا ہے یا دین کو ہضم کر بیٹہا
فقیر اور یتیم اور بیوہ و مسکین کہان گئے جنکی خبر گیری کا حکم تجہکو خدا نے دیا تہا اس بیان سے اسی
فائدہ کیطرف اشارہ پایا جاتا ہے یعنے جو کچہہ کہانے سے بچے اوسکو محتاج کو دینا چاہیے تاکہ
اجر اخروی کا ذریعہ ہو اور کہانے کی نسبت یہ امر بہتر ہے اسلیے کہ اوس سے دونا گناہ ہوتا ہے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کی توند دیکہکر انگشت مبارک سے توند کیطرف اشارہ کر
اوسکو فرمایا کہ اگر اسقدر غیر کے پیٹ مین جاتا تو تیرے واسطے اچہا ہوتا یعنے اگر تو اپنی خوراک
کم کرکے اورونکو کہلاتا تو آخرت کے لیے ذخیرہ ہوتا اور حضرت حسن بصری رح فرماتے ہین کہ
تمنے ایسے لوگ دیکہے ہین کہ جنکے پاس اتنی غذا تہی کہ اگر وہ چاہتے تو سب کہا لیتے مگر یہ کہتا کہ
بخدا اسب اپنی پیٹ مین نہ ڈالونگا کچہہ اللہ کو بہی دونگا پس یہ دس فائدے بہوکہہ کے ہین جنمین سے
ہر ایک حاوی فوائد بیشمار ہے اسی لیے بہوکہہ کو فوائد اخروی کا خزانہ کہنا چاہیے بعض اکابر سے
منقول ہے کہ بہوکہہ کلید آخرت اور زہد کا پہاٹک ہے اور شکم سیری کلید دنیا اور باب رغبت اور
یہی مضمون اخبار مین بہی ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اور ان فوائد کی تفصیل جاننے سے معانی او
اخبار کی بخوبی معلوم و مفہوم ہو جاتے ہین اور اگر تفصیل فوائد معلوم نہو اور صرف بہوکہہ کو مفید جانو
تب بہی رتبہ ایمان تقلیدی کا حاصل ہوگا

بیان سوم ایسی ریاضت کا جس سے شہوت شکم ٹوٹے

جاننا چاہیے کہ مرید کو شکم اور غذا کے باب مین چار چیزین مقرر کرنی چاہیین اول مقدار غذا
دوم وقت غذا سوم جنس غذا چہارم درجات ورع ہین جنکا بیان باب حلال و حرام مین ہے

لکہا ہے یہان شیون اول کی جزونکا ذکر لکہا جاتا ہے مگر جان لینا چاہیے کہ مقدم غذا حلال ہی اسلیے
کہ عبادت غذا حرام کے ساتہہ ایسی ہے جیسی عمارت پانی پر بنایا چاہین اول بات جو مقرر کرنیکی
ہے مقدار غذا کو کم کرنا ہے اور اسمین ریاضت تدریج کرنی چاہیے تاکہ ایک انداز پر پہونچ جاوے کیونکہ
اگر کوئی شخص بہت کہانے کا عادی ہوگا اور دفعۃً کم کردیگا تو مشقت بہی زیادہ ہوگی اور مارے
ضعف کے اوسکا مزاج تحمل ریاضت نہوگا پس تہوڑا تہوڑا کم کرنا چاہیے مثلاً اگر دو روٹی کہاتا
اور یہ چاہے کہ ایک روٹی کہایا کرون تو چاہیے کہ ایسی طرح کم کرے کہ مہینے بہر مین ایک روٹی پر
آجاوے اور یہ بات کئی طرح ہوسکتی ہے خواہ اول مقدار دو روٹی کو وزن کرلے اور پہر ہر روز
ایک روٹی کے وزن کا تیسوان حصہ کم کردیا کرے یا لقمون کے شمار سے اوسکو گہٹائے تو نہ اوسکو
ضرر ہوگا اور نہ کچہ اثر کسی طرح کا معلوم ہوگا اور غذا کے باب مین چار درجہ ہین درجہ اعلی یہ ہے
کہ غذا اتنی کم کرے کہ مقدار سد رمق رہجاوے جسکے بدون زندگی نہ ہوسکے یہ مرتبہ صدیقین کا ہے
اور سہیل تستری رحمہ اللہ بہی اسیکو پسند فرماتے ہین وہ کہتے ہین کہ اللہ تعالی تین چیزونسے عبادت
لیتا ہے زندگی اور عقل اور قوت پس اگر بندہ کو اول کی دو چیزین جاتے رہنے کا خوف ہو تو کہانا کہاوے
روزہ ہو تو افطار کرے پاس نہو تو تلاش کرے اور اگر اون دونون کے جانے کا خوف نہو صرف
طاقت جانے کا ڈر ہو تو کچہ پروا نکرے گو ضعیف ہو جاوے یہان تک کہ بیٹہہ کی نماز پڑہے اور یہ جانے
کہ بہوکہہ کے ضعف سے بیٹہکر نماز پڑہنی قوت غذا سے کہڑے ہوکر پڑہنے کی نسبت افضل ہی اور اونسے
جو کسی نے شروع کا حال اور غذا کی کیفیت پوچہی تو فرمایا کہ میری غذا سال بہر مین تین درم ہوتی تہی
ایک درم کا مین شیرۂ انگور لیتا تہا اور ایک کا چانول کا آٹا اور ایک کا گہی اور سب ملاکر تین سو
ساٹہہ گولیان بنا لیتا تہا ہر ایک شب ایک گولی سے افطار کیا کرتا تہا لوگون نے کہا کہ اب کیا
حال ہے اونہون نے فرمایا کہ اب کچہہ مقدار و وقت مقرر نہین اور بعض راہبین کی حکایت ہے
کہ وہ اپنی خوراک سات ماشہ تین ماشہ غذا تک پہونچاتے ہین دوسرا درجہ یہ ہی کہ رات دن مین مقدار
نصف مد یعنی سوا پاؤ کہاوے اور غالب ہی کہ اکثر لوگون کی نسبت یہ مقدار سوم حصہ شکم
کی مساوی ہوگی جسکا ذکر حدیث شریف مین وارد ہے اور لقیمات سے بڑہکر ہے کیونکہ یہ وزن
جمع سالم کا قلت کے لیے مستعمل ہے جو دس سے کم پر بولتے ہین حضرت عمر رض کی عادت یہی تہی
آپ سات لقمہ یا نو کہایا کرتے تہے تیسرا درجہ یہ کہ مقدار ایک مد کے یعنے اڈہائی پاؤ کہاوے یہ ثلث
شکم سے بڑہکر ہے اور غالب ہی کہ دو ثلث شکم کے مساوی ہو اس صورت مین ثلث شکم پانی کا حق

رہیگا مگر ذکر کے لیے کچھہ نہ رہا جیسا کہ بعض روایتون مین بجائے نفس کے ثلث للذکر واقع ہوا ہے
جو تہا درجہ یہہ ہے کہ مد سے بڑہکر ایک سیر تک کہاوے اور سیر سے زیادہ کہانا اسراف مین داخل ہے
اور حکم ربانی ولا تسرفوا کے مخالف مگر یہ حکم اکثر یہ ہے ورنہ مقدار غذا باعتبار شخص اور عمر اور کار
متعلقہ ہر شخص کی جداگانہ ہے اور ایک پانچوان طور اور بہی ہے مگر اوسمین دہوکے کا مقام
ہے وہ یہہ کہ جب اشتہای صادق ہو جب کہانا کہاوے تہوڑا بہی اشتہاے صادق باقی ہو کہ
ہاتہہ کہینچے لیکن جو شخص ایک یا دو روٹی کی مقدار مقرر نکریگا اوسکو انتہا اشتہا صادق کی ظاہر نہوگی
بلکہ اشتہا کاذب سے اوسکو تمیز نہ کرسکے گا اگرچہ اشتہا صادق کی علامتین بہی لکہی ہین
اول تو یہ کہ کوئی نہی روٹی روکہی ملے اوسکو کہالے جب کسی معین روٹی کو جی چاہے یا سالن
کی تمنا ہو تو اشتہا صادق نہوگی اور ایک یہہ ہے اگر تہوکے تو مکہی تہوک پر نہ بیٹہے یعنے چکنائی
تہوک مین نہونے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ معدہ خالی ہے اور اوسکی پہچان مشکل ہے تو مرید کے
حق مین اولی یہی ہے کہ ایسی مقدار کہانے کی مقرر کرے کہ جو سنی عبادت کی در پے ہے اوسکو
بخوبی کرسکے اوسکے کرنے مین کمزور نہ ہو جاوے جب اس حد پر پہونچے تب ٹہہر جاوے گو اشتہا
باقی رہے خلاصہ یہ کہ اندازہ خاص غذا کا نہین ہوسکتا کیونکہ احوال اور اشخاص کے اعتبار سے
ہر ایک کے لیے حد جداگانہ ہے ہان صحابہ رضہ مین سے ایک جماعت کا معمول تہا کہ ہفتہ مین
ایک صاع گیہون تناول فرماتے اور اگر خرما کہاتے تو ڈیڑہ صاع ہفتہ مین کہاتے اور صاع
چار مد کا ہوتا ہے تو اب اس سے ایک روز کی غذا کو حساب کرو تو ایک روز مین کچھہ اوپر نصف مد
گیہون ہوتے ہین اور خرما کے بڑہنے کی یہ وجہ ہی کہ اوسمین سے گٹہلی نکل جاتی ہی پس یہ مقدار
اوسی کے قریب ہی جسکو ہمنے سوم حصہ شکم کے لیے لکہا ہے اور حضرت ابو ذر غفاری رحمہ اللہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مین ہر ہفتہ مین تین سیر جو کہاتے اور بعد آپ کی بہی اسیقدر تناول فرماتے
اور کہتے کہ بخدا مین اس مقدار پر زندگی بہر نہ بڑہاؤن گا کیونکہ مینے سنا ہی کہ آپ فرماتے تہے کہ تم مین سے
قیامت کو مجہسے زیادہ قریب اور محبوب تر وہ ہوگا کہ مرتے دم تک اوسی حال پر رہے جسپر اب
موجود ہے اور بعض صحابہ رضہ کا حال دیکہکر برا معلوم ہوتا اور کہتے کہ تم نے سب ڈہنگ ان لوگون کے
جو کو چہاننے لگے تیلی چپاتیان پکوانے لگے دو دو سالن اور رنگ برنگ کی کہانے کہانے لگے
کپڑے صبح کو اور شام کو اور پہننے لگے یہ باتین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت مین کہان تہین
اور ارباب صفہ کی غذا یہ تہی کہ دو آدمیون پیچہے تین پاؤ خرما ہر روز کہاتے اور اوسمین گٹہلی بہی ہے

جسکو دور کرنے سے بہت ہی کم مقدار رہتی ہے اور حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ مومن مثل بکری کے
ہے اوسکو ایک مٹھی سڑے خرما کی یا ستو کی اور ایک گھونٹ پانی کافی ہے اور منافق درندہ ایذا
دہندہ کے موافق ہے کہ نگلے چلا جاتا ہے نہ ہمسایہ کے لیے اپنے پیٹ مین کمی کرے نہ اور کسی
دینی بند کو اپنے اوپر ترجیح دے اور سہیل تستری رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ اگر بالفرض دنیا خون
خالص ہی ہوتی تب بھی مومن کی غذا حلال ہی ہوتی اس لیے کہ مومن وہی ہے جو ضرورت
کے وقت بقدر سد رمق کھاوے دوسری بات مقرر کرنے کی وقت غذا ہی کہ کتنی دیر کے بعد کھاوے
اسمین تین درجہ ہین اعلی درجہ یہ ہے کہ تین دن یا اس سے زیادہ کچھہ نہ کھاوے اور بعض عارفین نے
اس باب مین تنی ریاضت کی ہی کہ تیس روز اور چالیس روز کے طی تک نوبت پہونچا دی ہے
اور علما مین سے بھی بہت سے لوگ ایسے ہی ہین مثلاً محمد بن عمر غزنی اور عبد الرحمن بن ابراہیم اور ابراہیم
تیمی اور سلیمان خواص اور سہیل تستری اور ابراہیم بن احمد خواص وغیرہ اور حضرت ابو بکر
صدیق رضی چھہ روز کاٹے فرماتے اور عبد اللہ بن الزبیر رض اور ابو الجوزا سات روز کا اور سفیان ثوری
اور ابراہیم بن ادہم تین روز کا غرضکہ یہ سب بزرگ بھوکھہ سے طریق آخرت پر مدد چاہتے
بعض علما کا قول ہے کہ جو کوئی خدا کیواسطے چالیس روز کچھہ نہ کھاوے اوسپر بعض اسرار الہی
کھل جاتی ہین اور ایک شخص اس جماعت مین کا ایک راہب کی پاس گیا اور اوسکو نصیحت
کرنی شروع کی کہ اسلام اختیار کرنا چاہیے تمہارے طریق مین صرف دہوکھا ہی دہوکھا ہی اسکو
چھوڑ دینا چاہیے یہانتک اوس سے گفتگو کی کہ راہب کہنی لگا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام چالیس
روز تک طی کا روزہ رکھتے اور یہ ایک ایسا معجزہ ہے کہ سوائے نبی صادق کے اور کوئی نہین کرسکتا
صوفی نے کہا کہ اگر مین پچاس دن طی کا روزہ رکھون تو تو اپنے دین کو چھوڑ دے گا اور
دین اسلام کو قبول کرکے جان لے گا کہ تمہارا دین باطل ہے اور اسلام حق ہے اوسنی کہا کہ ہان
ایسا ہی کرونگا پھر صوفی نے اوسکے سامنے ہی ٹھیکہ پچاس روز پورے کیے اور کہا کہ ساٹھہ
پورے کیے دیتا ہون پس ساٹھہ روز کے بعد راہب کو نہایت تعجب ہوا اور کہا کہ مجکو یہی خیال
تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام سے بڑھکر کوئی نہ کرسکے گا آخر کو مسلمان ہوگیا اور یہ ایک بڑا درجہ ہے
اسکو ایسا ہی شخص پہونچتا ہی کہ قطع علائق و عادات کرکے مکاشفہ اور مشاہدہ مین مستغرق ہوکر
بھوکھہ و حاجت سے مستغنی ہوا ہو دوسرا درجہ یہ ہے کہ دو روز سے تین روز تک کا طی کرے
اور یہ امر عادت سے خارج نہین بلکہ ممکن ہے اور تھوڑے سے مجاہدہ اور کوشش سے اس تک پہونچ سکتا ہے

تیسرا درجہ جو ادنےٰ ہے وہ یہ ہے کہ رات دن مین ایک بار کہا وے اور اگر اس سے زیادہ ہوگا تو اسراف مین داخل ہی اور ہمیشہ شکم سیر رہنا کہ بہوکہ کی حالت محسوس نہو عیاشون کا کام ہے اور خلاف سنت حضرت ابو سعید خدری رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اگر صبح کو کہاتے تو شام کو نہ کہاتے اور شام کو تناول فرماتے تو صبح کو نہ کہاتے اور اکابر کا بہی یہی دستور تہا کہ ایکبار غذا کہاتے تہے اور حدیث شریف مین حضرت عائشہ رضہ کو آپ نے فرمایا اِیَّاكِ وَالسَّرَفَ فَاِنَّ اَكْلَتَيْنِ فِي كُلِّ يَوْمٍ مِنَ السَّرَفِ وَاَكْلَةً وَاحِدَةً فِي كُلِّ يَوْمَيْنِ اِقْتَارٌ وَاَكْلَةً فِي كُلِّ يَوْمٍ قَوَامٌ بَيْنَ ذٰلِكَ وَهُوَ الْمَحْمُوْدُ فِي كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ پس جو کوئی ایک دفعہ رات دن مین کہانا چاہے تو مستحب ان ہی کہ سحر کیوقت صبح صادق سے پہلے تہجد کے بعد کہا وے کہ دن کو بہوکہا رہنے سے روزہ ہوجاوے گا اور رات کو بہوکہا رہنے سے تہجد کے لیے اوٹھنا سہل ہوگا اور معدہ کے خالی رہنے سے فارغ البال اور رقیق القلب اور مجتمع الہم رہیگا نفس بہی ساکن رہیگا پہلے وقت سے تقاضا نکرے گا اور عاصم بن کلیب اپنے باپ سی اور وہ حضرت ابو ہریرہ رضہ سے روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسا تہجد نہین پڑہتے تہے جیسا تم پڑہتے ہو بلکہ آپ کا دستور تہجد کا یہ تہا کہ کہڑے کہڑے پانو ورم کرجاتے تہے اور روزہ وصال بہی متوار صبح نہ رکہتے تہے بلکہ افطار روزہ سحر کے وقت کیا کرتے تہے اور حضرت عایشہ رضہ سے مروی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روزہ کو سحر مین ملا دیتے تہے پس اگر روزہ دار کا دل بعد مغرب کہانیکا مائل ہو اسطرح کہ تہجد مین حضور قلب نہو سکے تو ویسی صورت مین چاہیے کہ جسقدر کہانے کی اسکی عادت کی ہے اوسکے دو حصہ کرے ایک کو بعد مغرب کہا لیوے اور ایک کو سحر کیوقت افطار کیوقت کہانے سے یہ فائدہ ہوگا کہ نفس کہانیکی طرف نہ بہٹکے گا اور تہجد اچہی طرح ادا ہوگا اور سحر کے کہانے سے دن کو بہوکہ کی زیادتی نہوگی اور جو ایک روز افطار کرے اور ایک روز روزہ رکہے تو اوسکو اسمین کچہہ مضایقہ نہین کہ روزہ کے دن سحر کیوقت کہالے اور افطار والے دن ظہر کے وقت یہ طریق ہے غذا کا وقت مقرر کرنے کا تیسری بات مقرر کرنیکی جنس غذا ہے اور سالن کا چہوڑنا پس معلوم کرنا چاہیے کہ غذا سب سے عمدہ گیہون کا آٹا ہے اگر چہان کر ملے تو آسایش مین داخل ہے اور اوسط غذا چہنا ہوا آٹا جو کا اور ادنی اوسکا بن چہنا آٹا اور عمدہ سالن گوشت اور مٹہائی ہے اور اوسط شوربا اور چکنائی بے گوشت اور ادنی نمک و سرکہ ہے اور سالکین کی عادت یہ ہی کہ سالن کبہی نہین کہاتے بلکہ لذیذ چیز جسکو انسان کی طبیعت چاہے اوس سی بہی باز رہتے ہین کیونکہ اس سے

نفس مین شوخی اور سختی ہوتی ہے اور لذات دنیا دلمین گھر کر جاتی ہین اوسنے مالوف ہوکر تو
اور دیدار آلہی کو برا جاننے لگتا ہے اور دنیا کو جنت اور موت کو قیدخانہ تصور کرتا ہے اور اگر
نفس کو شہوات سی روکا جاوے تو سب معاملے برعکس ہوجاتے ہین نفس تنگ ہوکر چاہتا ہے
کہ کل کا مرتا آج مرجاون یہان کی لذتون سے محروم ہون وہان کی لذات سے جلد بہرہ یاب
ہون اور زندگی کی قید سے چھوٹون یحیی بن معاذ رح فرماتے ہین اے گروہ صدیقان جنت کا
ولیمہ کھانا ہے اپنے نفسونکو خوب بہوکہا رکھو جتنی بہوکھہ زیادہ ہوگی اوتنی ہی اشتہا اوس
کھانے کی بڑھیگی علاوہ ازین جتنے آفات شکم سیری کی ہمنے لکھی ہین وہ دل چاہتی چیزون کے
کھانے اور لذات مین پڑنے سی ہوتی ہین اسی لیے شہوات کے ترک مین اگر مباحات کو بھی چھوڑ
دیا جاوے تو ثواب بہت ہوتا ہے اور اونکے کھانے مین خطرہ رہتا ہے اور اسی بنا پر آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شرار امتی الذین یاکلون مخ الحنطۃ اور اس سے یہ غرض نہین کہ میدا کھانا
حرام ہے بلکہ وہ تو مباح ہے اسطرح پر کہ اگر گاہ گاہ کھالیا تو کچھ برا نہین مگر اسی پر مداومت کرے
تب بھی اسکے کھانے سے گنہگار نہوگا الا نفس کو لذت کی چاٹ پڑجاویگی اور دنیا کے انس مین
مبتلا ہوکر اوسکے طلب مین ساعی ہوگا اسمین گناہونکا ارتکاب بھی ہوجاویگا اسی جہت سے
شرار امت فرمایا کہ میدا ایسے امور مین مبتلا کرتا ہے کہ وہ باعث معاصی ہون اور نیز فرمایا شرار امتی
الذین غذوا بالنعیم ونبتت علیہ اجسامہم وانما ہمتہم الوان الطعام وانواع اللباس ویتشدقون
فی الکلام اور خداتعالے نے حضرت عیسی علیہ السلام کو ارشاد فرمایا کہ یہ یاد کر لیا کرو کہ قبر مین رہنا ہے
اس سے بہت سی شہوتونسے باز رہوگے اور اکابر سلف لذیذ کھانون سے بہت ڈرتے اور اونکو
علامت بدبختی سمجھتے اور اللہ تعالے کے منع فرمانے کو نہایت سعادت جانتے چنانچہ وہب بن منبہ
فرماتے ہین کہ دو فرشتے چوتھے آسمان پر آپسمین ملے ایک نے دوسرے سے پوچھا کہ کہانسے آتے ہو
اوسنے کہا کہ مجھکو حکم ہوا کہ ایک مچھلی سمندر سے فلانی جگہہ لیجاؤن جسکو فلانے یہودی نے تمنا کی تھی
دوسرے نے کہا کہ مین بھی اس بات پر مامور تھا کہ فلانے عابد کے لیے تیل ڈال آؤن جو اوسکا
آرزومند تھا پس اس سی اس بات کا اشارہ ہے کہ آسان ہونا لوازم خیر کا علامت اچھی نہین
اسی لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ٹھنڈے پانی کا شربت نہ پیا اور فرمایا کہ اسکا حساب مجھسے
الگ رکھو غرضکہ کوئی عبادت آ سی مخالفت شہوات اور ترک لذات سی بڑھکر نہین جیسا کہ ریاضت
نفس ۱۲ میں ہمنے بیان کیا ہے اور حضرت نافع رح فرماتے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے

تازی مچھلی کو اونکا جی چاہا مدینہ منورہ مین باوجود تلاش نہ ملی بعد چند ے جو ملی تو ڈیڑہ درم کو
مول لیکر اوسکو پکایا اور ایک روٹی پر رکہکر آپ کے سامنے لے گئے اتنے مین ایک سائل دروازہ
پر آیا آپ نے خادم سے کہا کہ اسکو روٹی مین لپیٹ کر سائل کو دیدے خادم نے عرض کیا کہ جناب عالی
آپکا دل اتنے دنون سے چاہتا تہا جب تو ملی نہ تہی اب جو ملی تو ڈیڑہ درم کو ہمنے مول لیکر آپ کے واسطے پکائی
تو اگر آپ فرماوین اوسکو اوسکا نقد دام دیدیا جاوے آپنے فرمایا کہ اسکو روٹی مین لپیٹ کر دیدو
پھر خادم نے سائل سے کہا کہ تم اسکو ایک درم کی عوض دیتے ہو اوسنے کہا اچھا خادم نے ایک درم
اوسکو دیدیا اور مچھلی کو آپ کے سامنے لاکر رکہا اور کہا کہ اوسکو ایک درم دیکر یہ مول لی آپنے
فرمایا کہ اوسے درم بہی واپس نہ کرو اور یہ بہی معہ روٹی دیدو مین نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم
سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تہے أَيُّمَا امْرِءٍ اشْتَهَى شَهْوَةً فَرَدَّ شَهْوَتَهُ وَآثَرَ بِهَا عَلَى نَفْسِهِ غَفَرَ اللهُ لَهُ
اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِذَا سَدَّ كَلْبُ الْجُوعِ بِرَغِيفٍ وَكُوزٍ مِنَ الْمَاءِ الْقَرَاحِ
فَعَلَى الدُّنْيَا وَاَهْلِهَا الدَّمَارُ آمین اس امر کیطرف اشارہ ہے کہ مقصود یہ ہو کہ بہوک پیاس مع مشقت ضرر کا دور
کرنا ہے لذات دنیاوی سے عیش کرنا منظور نہین حضرت عمر رض کو خبر پہونچی کہ یزید بن ابی سفیان
طرح طرح کے کہانے کہاتے ہین آپ نے اونکے خادم سے فرمایا کہ جب اونکا طعام شبینہ تیار ہو مجہکو
اطلاع کرنا اوسنے ویسا ہی کیا آپ اونکے یہان تشریف لیگئے جب کہانا آیا تو اول ثرید اور گوشت
لائے آپ نے بہی اونکے ساتہہ کہایا بعد اسکے بہنا ہوا گوشت آیا اونہون نے ہاتہہ بڑہایا مگر حضرت عمر رض
نے اپنا ہاتہہ روک لیا اور فرمایا کہ اے یزید بن ابی سفیان کیا ایک غذا کے بعد دوسری بہی کہاتے ہو
بخدا کہ اگر تم سلف کی سنت کو چہوڑدوگے تو بیشک اونکا طریق بہی تمسے جاتا رہیگا اور یسار بن عمیر
فرماتے ہین کہ مینے کبہی حضرت عمر رض کے لیے آٹا نہین چہانا اور اگر چہانا بہی ہے تو اونکی مرضی کے
خلاف کیا ہے اور عتبہ رح اپنا آٹا گوندہکر دہوپ مین رکہدیتے جب سوکہ جاتا تو کہا لیتے اور کہتے کہ
ایک ٹکڑا اور نمک پر رہنا چاہیے یہانتک کہ آخرت مین بہنا گوشت اور عمدہ کہانا تیار ہو جاوے اور
کوزہ اوٹہاکر ایک ٹہلیا مین سے پانی پیتے جو تمام دن دہوپ مین رہتی تہی آپ کی لونڈی کہتی
کہ اگر اپنا آٹا آپ مجہکو دیدیا کرین تو مین پکا دیا کرونگی اور پانی ٹہنڈا کر دیا کرونگی آپ جواب دیتے
کہ غرض یہ ہو کہ بہوک کے کتے کا روکنا ہے سو یون بہی رک جاتا ہے اور شقیق بن ابراہیم کہتے ہین کہ مینے
ابراہیم بن ادہم کو مکہ معظمہ کے سوق اللیل مین جہان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہونے کی جگہہ کے
قریب ہے دیکہا کہ رستہ سے ایک کنارہ بیٹہے ہوئے رو رہے تہے مین بہی راہ چہوڑکر اونکے پاس جا بیٹہا

اور سبب گریہ کا پوچھا تو انہوں نے فرمایا خیریت ہی پھر مین نے دوبارہ سہ بارہ پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ کسی سے کہو نہیں تو کہوں مین نے کہا کہ بہتر آپ فرمائیں انہوں نے کہا کہ تیس برس سے میرا دل حریرہ کو چاہ رہا تھا مگر مین کمال کوشش سے اوسکو روکتا تھا کل رات مین بیٹھا ہوا تھا کہ اونگھنے لگا اتنے مین ایک شخص آیا جسکے ہاتھ مین سبز پیالہ تھا اوسمین بھاپ اور خوشبو حریرہ کی آتی تھی مین اپنی ہمت سے نفس کو روکا پھر اوسنے پیالہ میرے قریب کرکے کہا کہ اے ابراہیم کھا مین نے کہا کہ مینے اوسکو للہ چھوڑ دیا ہے مین نہ کھاؤنگا اوسنے کہا کہ اگر خدا ہی کھلاوے تو کھانا چاہیئے مجھے کچھ جواب اور تو نہ بن آیا رونے لگا پھر اوسنے کہا کہ کھاؤ مین نے کہا کہ ہمکو حکم ہے کہ جب تک نہ معلوم ہو کہ کھانا کہاں سے آیا ہے تب تک ہاتھ نہ ڈالین اوسنے جواب دیا کہ کھاؤ یہ تمہارے ہی واسطے عنایت ہوا ہی مجکو حکم ہوا ہے کہ ای اصغر اس پیالہ کو لیجا اور نفس ابراہیم بن ادہم کو کھلا کیونکہ اوسنے اب بہت دنون سے نفس پر صبر کرکے اوسکو روک رکھا ہے اب اللہ نے اوسپر رحم کیا اور اے ابراہیم یہ بھی یاد رکھو کہ مین نے فرشتون سے سنا ہی کہ وہ کہتے ہین جو شخص عطا کو نہیں لیتا تو پھر اگر طلب کرتا ہے تو نہیں پاتی مینے کہا کہ اگر یہی حال ہی تو مین تمہارے سامنے ہون اسکا عقدہ اسمہی کھولیگا پھر مینے جو دیکھا تو ایک اور شخص نظر آیا کہ اوسنے پہلے کچھہ دیا اور کہا کہ تو ہی اپنے ہاتھ سے کھلادے پس اوسنے میرے منہ مین لقمہ دینا شروع کیا یہانتک کہ مین سو گیا جب جاگا تو اوسکا مزا منہ مین پایا شقیق کہتے ہین کہ جب ابراہیم رحمہ یہ بات تمام کی مین نے کہا کہ اپنا ہاتھ تو لاؤ اونکا ہاتھ اپنے ہاتھ مین پکڑکے بوسہ دیا اور یون کہنے لگا کہ خداوندا جو لوگ اپنی شہوتون کو اچھی طرح روکتے ہین تو اونکی آرزو پوری کرتا ہے دلمین یقین تو ہی ڈالتا ہے دلونکو اون سے مطمئن تو ہی رکہتا ہے اپنے بندۂ شقیق پر بھی نظر توجہ ہو پھر حضرت ابراہیم بن ادہم کا ہاتھ آسمان کیطرف اٹھا کر کہنے لگا کہ الٰہی اس ہاتھ کی اور اس ہاتھ والے کی برکت سے اور اس انعام کی برکت سے جو تو نے انپر فرمایا اپنے بندہ مسکین پر عطا کر وہ تیرے ہی فضل و احسان و رحمت کا محتاج ہے اگرچہ اوسکا سزاوار نہیں اسکے بعد وہ اٹھکھڑے ہوئے اور چلکر حرم شریف مین داخل ہوئے اور مالک بن دینار رحمہ کو کہتے ہین کہ چالیس برس دودہ کو چاہتے رہے مگر نہ پیا اور ایک روز اونکی پاس تر کھجور ہدیہ آئی اور لوگون نے اوسنے کھانیکو اصرار کیا آپ نے فرمایا کہ تمہین کھالو مین نے چالیس برس سے انکو نہیں چکھا احمد بن ابی الحواری کہتے ہین کہ ابو سلیمان دارانی کا دل ایکبار گرم روٹی نمکین کو ہوا مین سامنے لے گیا آپ نے ایک بار دانت سے کترکر چھوڑ دیا اور رو کر کہنے لگے کہ بہت سی

محنت و مشقت کے بعد تونے میری آرزو جلد عنایت کی اب مین پکی توبہ کرتا ہون مجکو معاف فرما احمد کہتے ہین کہ پہر کبھی نمک زندگی بہر نہ کہایا اور مالک بن ضیغم فرماتے ہین کہ مین بصرہ کی بازار مین جاتا تہا ایک تر کاری دیکہی میرے نفس نے کہا کہ رات کو مجکو یہ کہلا دے مین نے قسم کہائی کہ چالیس روز نہ کہلاؤنگا اور حضرت مالک بن دینار بصرہ مین پچاس برس رہے مگر اون لوگونکے تر و خشک خرما کبھی نہ کہائے بعد اسکے اونہون نے کہا کہ بصرہ والو مین تم مین پچاس برس رہا اور تمہاری تر و خشک سے سروکار نہ رکہا مگر پہر بہی جو چیز مجہسے کم ہوئی تم مین نہ بڑہی اور نہ جو چیز تم مین زیادہ تہی مجہسے کم ہوی اور نیز بہی اونہین کا قول ہے کہ مین نے دنیا کو پچاس برس سے چہوڑ دیا ہے میرا دل دودہ کو چالیس برس سے چاہتا ہے مگر بخدا عمر بہر نہ پیونگا اور حماد بن ابی حنیفہ کہتے ہین کہ مین داود طائی کے پاس آیا وہ دروازہ بند کیے ہوئے کہہ رہے تہے کہ تونے روٹی چاہی مین نے کہلا دی پہر خرما کہانا چاہتا ہے مین نے قسم کہائی کہ کبھی نہ کہلاؤنگا پہر جب مین نے سامنے ہوکر سلام کیا تو معلوم ہوا کہ صرف اکیلے اپنی نفس سے کہہ رہے تہے اور ابو حازم ایک روز بازار مین جاتے تہے ایک میوہ نظر پڑا بیٹے سے کہا کہ یہ میوہ جو ٹوٹا ہوا رکہا ہوا دہرا ہے اسمین سے میرے واسطے خرید لا شاید میوہ جنت مین ٹوٹا ہے روک بہی ملجاوے جب وہ خرید کر لایا اپنے نفس سے کہنے لگے کہ تونے فریب دیا کہ دیکہتے ہی آرزو پیدا کی اور پہر اوسکو مول لوایا بخدا کہ کہلاؤنگا نہین پس اوسکو یتیم محتاجونکو بانٹ دیا اور موسی اشج سے نقل ہے کہ بیس برس سے میرا دل دردہ نمک کو چاہتا ہے اور احمد بن خلیفہ کہتے ہین کہ بیس برس تک میرا نفس یہی کہتا رہا کہ پانی پیٹ بہر کر پلاوے مگر مین نے کبھی سیر نہ پلایا اور عتبہ غلام کہتے ہین کہ سات برس تک میرا دل گوشت کو چاہتا رہا بعد اسکے مجہے شرم آئی کہ کب تک ٹالتا رہون سات برس سے تو ٹال رہا ہون آخر ایک گوشت کا ٹکڑا لیکر بہونا اور اوسکو لیکر ایک روٹی مین لپیٹا اور ایک لڑکے کو دیکہکر اوس سے پوچہا کہ تو فلانے کا بیٹا ہے جو مرگیا اوسنے کہا کہ ہان بس وہ روٹی اوسکے حوالہ کی کہتے ہین کہ روٹی دیکر آپ رونے لگے اور یہ آیت پڑہی وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا اور پہر کبھی گوشت نہ کہایا اور چند روز اون کا دل خرما کو چاہا کیا ایک روز کسیقدر خرید کر رات کے لیے رکہہ چہوڑے کہ اوسی سے افطار کرونگا اتنے مین ہوا کا طوفان آیا اور اندہیرا ہوگیا لوگونکو خوف معلوم ہوا عتبہ اپنے نفس سے کہنے لگے کہ یہ بلا اسی سبب سے آئی کہ مین نے تیری خاطر سے اتنے خرما مول لیے اب خبردار انکو مت چکہنا اور داود طائی رحمۃ اللہ علیہ کی نقل ہے کہ اونہون نے ایک پیسے کا سرکہ مول لیا اور تمام رات نفس سے کہتے رہے کہ اے داود دنیا کے

کیسا بڑا حساب دینا پڑیگا پہر ہمیشہ روکھی روٹی کہائی اور عتبہ غلام نے ایک روز عبد الواحد بن زید سے
کہا کہ فلانا شخص اپنے نفس مین ایسا درجہ بتلاتا ہے کہ مین اوس رتبہ کو اپنے نفس مین نہین پاتا
اونہون نے کہا کہ یہ اس لیے ہے کہ تم روٹی کے ساتہہ خرما کہاتے ہو اور وہ صرف روٹی ہی کہاتا ہے
عتبہ نے کہا کہ اگر مین بہی خرما چہوڑدون تو وہ رتبہ حاصل ہوگا اونہون نے کہا کہ بیشک پس
عتبہ رونے لگے لوگون نے کہا کہ کیا خرما پر روتے ہو عبد الواحد نے فرمایا کہ کچھہ نہ کہو انکے نفس نے
جان لیا کہ ارادہ پکا کرتے ہین اور جس چیز کو چہوڑینگے پہر اوسکی طرف رجوع نکرینگے اور جعفر
بن نصر کہتے ہین کہ مجہکو حضرت جنید رح نے فرمایا کہ تہوڑے انجیر میرے لیے خرید لا جب مین مول لے آیا
تو افطار کے وقت ایک منہ مین ڈالا اور تہوک دیا اور کہا کہ اوٹہا لیجا مین نے سبب پوچہا تو فرمایا
کہ گوش دلمین غیب سے یہ ندا آئی کہ تو نے میری خاطر چہوڑا تہا کیا پہر کہائیگا اور صالح کہتے ہین
کہ مین نے عطار سلمی کی خدمت مین عرض کیا کہ مین آپ کے لیے ایک چیز بہیجا چاہتا ہون بشرطیکہ
آپ واپس نکرین اونہون نے فرمایا بہتر مین نے اپنے لڑکے کے ہاتہہ ستو گہی اور شہد مین ملا کر بہیجدیے
اور کہدیا کہ جب تک وہ کہا نہ لین تب تک مت آنا آپ نے کہا لیے دوسرے روز مین نے پہر بہیجے
آپ نے نہ پیے اور واپس کردیے پس مین آپ سے خفا ہو کر کہنے لگا کہ سبحان اللہ آپ نے میرا ہدیہ
واپس کیا جب اونہون نے مجہکو غصہ مین دیکہا فرمایا کہ برا ماننے کی بات نہین ایکبار تو مین نے تعمیل
کی جب دوسری بار تم نے بہیجا تو ہرچند مینے کہانا چاہا مگر نہو سکا جب مین ارادہ کہانیکا کرتا تہا
یہ آیت یاد پڑتی تہی یَتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيغُهٗ آخر تک صالح کہتے ہین کہ مین رو پڑا اور دلمین کہنے
لگا کہ مین اور کہین ہون اور تم اور کہین اور سری سقطی فرماتے ہین کہ میرا نفس تیس برس سے
چاہتا ہے کہ روٹی شیرہ انگور مین تر کرکے کہاؤن مگر مین نے نہین کہلائی اور ابو بکر جلائی نے فرمایا
کہ ایک شخص مینے ایسا دیکہا ہے کہ اوسکا نفس اوس سے کہتا تہا کہ مین دس روز تک کچھہ نہ کہاؤنگا بشرطیکہ
تو دس روز کے بعد جو کہون وہ کہلا دے اوسنے جواب دیا کہ مین دس روز کا فاقہ نہین چاہتا تو بہی تمنا
چہوڑدے ایک عابد کا ذکر ہے کہ اونہون نے کسی اپنے یگانہ کی دعوت کی اور روٹیان سامنے
رکہدین وہ شخص روٹیونکو لوٹنے لگا کہ اچہی دیکہکر کہاوے عابد نے فرمایا کہ یہ کیا کرتے ہو تمکو معلوم
نہین کہ جس روٹی کو تم نے چہوڑدیا اوسمین کتنی حکمتین ہین اور کتنے کاریگرون کے ہاتہہ سے نکلکر تمہارے
پاس آئی اول ابر سے چلو کہ اوسمین پانی آیا اور پانی سے زمین اور ہوا اور چارپایہ تازے ہوئے اور
بہت سے لوگون نے کام کیا جب کہین تم تک آئی اب تم اونکو لوٹتے ہو رغبت سے نہین کہاتے حدیث شریف

يجيء لا يستطيع أن يرفعه فيوضع بين يديه حتى يعمل فيه ثلثمائة وستون صانعا أولهم
ميكائيل عليه السلام الذي يكيل الماء من خزائن الرحمة ثم الملائكة التي تزجي السحاب
والشمس والقمر والأفلاك وملائكة الهواء ودواب الأرض وآخرهم الخباز وإن تعدوا نعمة الله لا تحصوها

تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری	ابر و باد و مه و خورشید و فلک در کارند

اور بعض اکابر سے منقول ہے کہ مین قاسم جوعی کے پاس آیا اور مین نے پوچھا کہ زہد کیا چیز ہی اونہون
نے کہا کہ تم نے اوسکے باب مین کیا سنا ہے مین نے چند اقوال نقل کیے وہ چپ ہو رہے مینے کہا کہ آپ کیا
کہتے ہین اونہون نے کہا کہ پیٹ آدمی کا دنیا ہے جسقدر اوسکو ضبط کریگا وتنا ہی زہد حاصل کریگا
اور جتنا اوسکو نہ روکیگا وتنی ہی دنیا اوسپر قابض ہوگی اور بشر بن حارث ایکبار بیمار پڑے عبدالرحمن
بن مطیب کے پاس جاکر ماکولات مین سے اپنے مزاج کے موافق پوچھنے لگے اونہون نے کہا کہ پوچھتے تو ہو
لیکن اگر مین بتاؤن گا تو مانوگے نہین اونہون نے کہا کہ تم بتاو تو سہی مین مانونگا کہا کہ سکنجبین پیو
اور سیب چوسو بعد اسکے شوربا کہاؤ اونہون نے فرمایا کہ سکنجبین سے کمتر کوئی چیز ہے کہ اوس کے
قائم مقام ہو کہا کہ مجھے معلوم نہین اونہون نے کہا مجھے معلوم ہی وہ کاسنی ہے سرکہ کے ساتھہ پھر
پوچھا کہ سیب سے کمتر چیز قائم مقام اوسکے ہی اونہون نے کہا کہ مین نہین جانتا کہا کہ مین جانتا ہون
وہ شامی لوبیے کی پہلی ہے پھر پوچھا کہ شوربا سے کم کوئی چیز اوسکا عوض معلوم ہے کہا کہ نہین
اونہون نے کہا کہ مجھکو معلوم ہی نخود آب گاوے گھی مین اوسکا بدل ہی عبدالرحمن نے کہا کہ
تم مجھسے طب زیادہ جانتے ہو پھر بے فائدہ پوچھتے ہو ان حکایات سے معلوم ہوا کہ یہ لوگ جو شہوات
سے باز رہے اور غذا شکم سیر سے رکے اسکا باعث وہی فوائد ہین جنکا تم نے ذکر کیا اور بعض اوقات
یہ بھی وجہ ہوتی تھی کہ روزی حلال وصاف نجانتے تھے اس وجہ سے بضرورت اپنے نفس کو
اجازت غذا دیتے تھے اور دل چاہتی چیزین داخل ضرورات نہین چنانچہ ابو سلیمان فرماتے
ہین کہ نمک بھی شہوت وآرزو کی چیز ہے اسلیے کہ روٹی سے زیادہ ہے اور جو چیز روٹی کے سوا سب زائد
اور شہوت مین داخل ہے یہ انتہا درجہ کی بات ہی اگر کوئی اسپر قادر نہو تو بھلا اتنا تو ہو کہ اپنے نفس سے
غافل نہو اور شہوات مین مستغرق نہو آدمی کو اسیقدر اسراف کافی ہے کہ جو دل چاہے وہ کہاوے
اور جو جی مین آوے وہ کرے اسلیے ضرور ہوا کہ مداومت گوشت کی چہوڑ دے حضرت علی رضی اللہ عنہ
فرماتے ہین جو شخص چالیس روز گوشت ترک کردے بد خلق ہو جاتا ہے اور جو برابر چالیس روز
کہاوے سخت دل ہو جاتا ہے اور بعضون کا یہ قول ہی کہ گوشت کی مداومت مین شراب کا نشہ ہوتا ہی

اور آفتاب اور ماہتاب
و آسمانون کو پیدا
پھرتے ہین اور زمین
ہوا کا اور زمین کی
ہین اور اونکے بعد
آخر نان بائی ہی اور
اگر تم شمار کرو خدا کی
نعمتون کو تو نہین
گہیر سکو گے اسکی
سند نہین ملی

اور جب بھوک لگا ہوا اور جماع کو بھی دل چاہتا ہے تو یہ نہ کرے کہ کھا کر صحبت کرنے اور نفس کی دونون خواہشین
پوری کرے کیونکہ وہ اوس وقت قوی ہو جاوے گا اور بعض دفعہ غذا اسی لیے کھاتا ہے کہ صحبت
کی نشاط زیادہ ہو اور مستحب ہے کہ شکم سیری پر نہ سوے نہین تو دو غفلتون کا جامع ہوگا اور سستی کا
عادی اور سختی دل بھی اس سے پیدا ہوتی ہے ایسی صورت مین نماز پڑھے یا بیٹھکر ذکر کرے کہ یہ بات
شکر کے قریب ہے چنانچہ حدیث شریف مین ہے اَذِیبُوا طَعَامَکُمْ بِالذِّکْرِ وَالصَّلٰوۃِ وَلَا تَنَامُوا عَلَیْہِ
فَتَقْسُوْ قُلُوْبُکُمْ اور اوسکی مقدار یہ ہے کہ چار رکعتین پڑھے یا سو دفعہ سبحان اللہ کہے یا ہر غذا کے بعد کچھ قرآن شریف
کی تلاوت کرے حضرت سفیان ثوری رح جس رات شکم سیر ہوتے تو تمام رات عبادت کرتے اور اگر دن
کو سیر ہوتے تو پیاپے نماز و ذکر مین مصروف رہتے اور فرماتے کہ کالی بلا کا پیٹ بھرو اور محنت لو خواہ
یون کہتے کہ گدہے کو شکم سیر کرکے اوس سے محنت لو اور جب کبھی کسی غذا کے بعد کچھ تنقلات کو
جی چاہے تو روٹی نکھانی چاہیے اوسکی عوض اوسی میوہ کو کھالے تاکہ غذا مین داخل ہو اور شہوت نفس
جامع عادت اور شہوت کا نہو اور سہیل تستری رحمہ اللہ نے ابن سالم کے ہاتھ مین روٹی اور چھوہارے
دیکھ فرمایا کہ چھوہارے اول کھاؤ اگر کافی ہو تو فبہا ورنہ پھر روٹی بقدر ضرورت کھا لینا اور جب ایک
کھانا لطیف اور ایک غلیظ میسر آوے تو اول لطیف کھاوے کیونکہ اوسکے بعد غلیظ کو دل نچاہیگا
اور اگر پہلے اچھا نہ کھاوے گا تو دوسرے کھانے کے بعد اوسپر طبیعت کھٹکتی رہے گی اور بعض اکابر
اپنے ساتھیوں سے کہتے کہ جی چاہتی چیزین مت کھاؤ اور اگر کھاؤ تو اونکی تلاش نہ کرو اور اگر تلاش
کرو تو اوس سے محبت نہ رکھو اور خاص طرح کی روٹی ڈھونڈھنی داخل شہوت ہے حضرت عبداللہ بن عمر
فرماتے کہ عراق سے ہمارے پاس کوئی فاکہ روٹی سے بڑھکر نہین آتا تو دیکھنا چاہیے کہ روٹی کو آپنے
فاکہہ ارشاد فرمایا حاصل کلام یہ ہے کہ مباحات کی شہوت و اتباع مین بھی نفس کو ڈالنا نچاہیے
ایسا نہ ہو کہ اگر یہان شہوتین پوری کرین اور قیامت کو کہا جاوے کہ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ
الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا اور جسقدر کہ یہان نفس پر مجاہدہ کرکے شہوات کو چھوڑیگا اوسیقدر آخرت مین
چاہتی چیزین پاویگا بصرہ کے ایک بزرگ چانول کی روٹی اور مچھلی کو بیس برس تک چاہتے رہے مگر
نفس پر مجاہدہ کرکے اوسکو روکا اور ہرچند اونکا نفس مانگا گیا مگر کبھی نہ دی جب وفات پائی
تو کسی نے اونکو خواب مین دیکھکر پوچھا کہ تمہارے ساتھ خدا تعالے نے کیا معاملہ کیا اونہون نے
کہا کہ جو نعمتین اور کرامتین عنایت فرمائین مین اچھی طرح بیان نہین کر سکتا سب سے اول
جینے مجھکو عنایت ہوئی چانول کی روٹی اور مچھلی تھی ارشاد ہوا کہ آج جتنا چاہے بے حساب

بھی پیٹ بھر کر کھالے چنانچہ خود بھی ارشاد فرماتا ہی کُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ الْخَالِيَةِ
پہلے عمل بھی کیا تھا کہ شہوات کو چھوڑ دیا تھا اسی جہت سے ابو سلیمان رح فرماتے ہین کہ ایک شہوت کا
چھوڑ دینا برس روز کے روزے اور شب بیداری سے زیادہ نافع ہوتا ہی خدا ہمکو بھی اپنی رضا کی
توفیق عنایت کرے بطفیل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

بیان چوتھا۔ اختلاف مین حکم بھوکھ کے اور اوسکی فضیلت کے اور اس کہ احوال لوگون کا اسمین مختلف ہوتا ہے

جاننا چاہیے کہ غایت مقصود اعمال و اخلاق مین بلحاظ اسکے کہ خیر الامور اوساطہا کے میانہ روی ہے
اور دونون طرفین افراط و تفریط کے مذموم ہین اور بھوکھ کی فضیلت مین جو کچھ ہم لکھ آئے ہین
اوس سے کوئی یہ نسمجھے کہ اوسکی افراط منظور ہے بلکہ وجہ اوسکی یہ ہے کہ جن چیزون کی طرف تقاضے
کو طبیعت طالب ہوتی ہے اور اوسمین کچھ فساد ہوتا ہے تو اسرار حکمت شرعی مین سے ہے
کہ ایسی صورت مین منع مبالغہ کے ساتھہ کیا جاتا ہے یہانتک کہ جاہل کو یہ گمان ہو کہ مقصود
یہی ہے کہ ہر حال مین طبیعت کا ضد خیال کیا جاے اور جہانتک ممکن ہو اوسکے خلاف عمل
کیا جاوے اور عاقل یہ سمجھتے ہین کہ منظور درجہ اعتدال ہے مثلاً نہایت شکم سیری اقتضاے طبع
ہے تو شریعت کمال درجہ کی بھوک کی صفت و ثنا کرتی ہی تاکہ طبیعت کسیقدر اپنے مقتضا سے باز رہکر
درجہ اعتدال حاصل کرے کیونکہ اقتضاے طبع کو بالکل استیصال کرنا امر محال ہی تو ضرور کوئی
انتہا اوسکی ہوگی کہ اوسپر عمل کرنیسی شرعاً صحیح ہوا اسیطرح اگر کوئی مسرف خلاف طبع اسراف کرے
تو شریعت مین اوسکی مذمت پائی جاوے گی مثلاً شب بیداری اور روزہ کے باب مین شریعت
مین نہایت مبالغہ کے ساتھہ وصف ہی مگر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جانا کہ بعض لوگ
ہمیشہ روزہ رکھتے ہین اور تمام رات جاگتے ہین تو اونکو اس سے منع فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ مقصود
صرف درجہ اعتدال ہی پس کھانے کی باب مین افضل اور معتدل یہ ہی کہ اتنا کھاوے کہ نہ معدہ ثقیل
ہو نہ بھوکھ کی تکلیف معلوم ہووے بچندان بخور کز دہانت برآید نہ چندانکہ از ضعف جانت برآید
بلکہ کھانا ایسی طرح کھاوے کہ اوسکا اثر معلوم نہو اس لیے کہ غرض غذا سے بقاے حیات اور قوت
عبادت ہی معدہ کی گرانی سے بھی عبادت نہین ہو سکتی اور بھوکھ کی تکلیف بھی دل کی شغل کو
مانع ہے تو یہی نتیجہ نکلا کہ ایسی طرح کھاوے کہ غذا کا اثر معلوم نہ ہو تاکہ فرشتون کے مشابہ ہو جاے

لہذا اونکو بہی غذا کی گرانی اور بہوکہ کی تکلیف نہین معلوم ہوتی اور انسان کا درجہ کمال بہی یہی ہے
کہ اونکا اقتدا کرے اور چونکہ سیری اور بہوکہ سے تو چہوٹ ہی نہین سکتا تو دونون حالتون سے
دور تر درجہ وسط ہی جسکو اعتدال کہتے ہین اور رجوع کرنا افراط و تفریط سے درجۂ وسط و اعتدال
کیطرف ایسا ہے کہ ایک لوہے کی گرم کنڈل کو زمین مین ڈالکر ایک چیونٹی کو اوسکی بیچ مین چہوڑدو
اب چیونٹی اس حلقہ کی گرمی سے بچنا چاہے گی اور چارون طرف سے نکلنا چاہے گی مگر ہر طرف
وہی گرمی موجود ہے کسی طرف سے نکل نہین سکتی بہاگتی پہرے گی یہانتک کہ اوس حلقہ کی مرکز
مین پہونچکر ٹہہر جاوے تو البتہ سب طرف کی حرارت سے دور تر رہیگی اسیطرح شہوات بہی انسان کو
محیط ہین اور یہ چیونٹی کی طرح اونکی کنڈل مین پڑا ہوا ہی اور فرشتے اس سے خارج ہین اور انسانکو اوس سے
نکلجانا تو غیر ممکن ہی اور تشبہ فرشتون کا کیا چاہتا ہے تو اسی صورت سے ہو سکتا ہی کہ شہوات سے
جتنا دور ممکن ہو اوتنا ہو جاوے اور چونکہ درجۂ اعتدال سب اطراف سے برابر دوری پر ہے اسیواسطے
سب اخلاق متقابلہ مین وہی مطلوب ہونا چاہیے اور اسی اعتدال سے اس حدیث مین مقصود
ہے کہ خیر الامور اوساطہا اور اسی کی طرف اس آیت مین اشارہ ہی کُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا پس جب
انسان کو بہوکہ اور سیری دونون محسوس نہو نگی تب نفس ہلکا رہیگا اور عبادت و فکر آسان معلوم ہونگی
اور عمل کرنے پر قادر ہوگا مگر چونکہ ابتدا امر مین نفس سرکش ہوتا ہی اور شہوات کا شائق اور افراط
کا مائل تو اعتدال کا حاصل ہونا سہل نہین ہوتا اور نہ اوس سے چندان فائدہ بلکہ اوسوقت بہوکہ
سے اوسکی ایذا دینے مین خوب مبالغہ کرنا چاہیے جیسا اول اول گہوڑے وغیرہ کی شایستگی کے لیے
بہوکہا پیاسا رکہتے ہین اور خوب کوڑے پڑتے ہین تب کہین سیدہا ہوتا ہی اور کام دیتا ہی پہر حسب مرضی
کام کرنیکے بعد سب مشقت اوس سے دور کردی جاتی ہے اور اعتدال پر چہوڑ دیا جاتا ہے اور اسی بہید کی
جہت سے مرشد اپنے مریدون کو ایسے کام بتاتا ہے جو خود نہین کرتا مثلاً بہوکہا رہنے کو کہتا ہے
یا شہوات کے چہوڑنے کو فرماتا ہے حالانکہ خود بہوکہا نہین رہتا نہ شہوات سے بالکلیہ منقطع
ہوتا ہے بلکہ بعض اوقات فواکہ اور شہوات کا مرتکب ہوتا ہے کیونکہ وہ اپنے نفس کی تادیب سے
فارغ ہوگیا اب تکلیف دینے کی اوسکو حاجت نہین اور چونکہ نفس غالب احوال مین شہوت پرست
اور شریر و سرکش اور عبادت کا چور ہوتا ہے تو مناسب یہی ہے کہ بہوکہا رکہا جاوے کہ اکثر احوال
مین تکلیف اوٹہاوے اور انکسار پاکر درجۂ اعتدال حاصل کرے بعد اسکے غذا بہی معتدل
اکر دیجاوے اور ہمیشہ بہوکہا رہنے سے دو ہی شخص باز رہتے ہین ایک صدیق اور ایک احمق دہوکے

مین پڑا ہوا صدیق کو تو اس وجہ سے بہوکہ کی ضرورت نہین کہ اوسکا نفس راہ راست پر مستقیم ہو اسکو
تکلیف دہی نفس کی حاجت نہین اور جو شخص احمق ہے وہ اسیلیے بہوکہا نہین رہتا کہ اپنے آپ کو
صدیق جانتا ہے اور نفس کو تادیب کے قابل نہین سمجھتا اور یہ ایک بڑا دہوکا ہے اور اکثر ایسا ہی
ہوتا ہے اس لیے کہ نفس کی تادیب بوجہ کمال کمتر ہوتی ہے اور بسا اوقات یہ بہی ہوتا ہے کہ کسی
صدیق کو دیکہا کہ وہ اسباب مین پروا نہین کرتا تو آپ بہی ویسا ہی کرنے لگا اور اوسکی مثال
ایسی ہے کہ کوئی بیمار کسی تندرست آدمی کو جو مرض سے شفا پا چکا ہے کوئی چیز کہاتے دیکہے
تو اپنے آپ کو صحیح جانکر وہی چیز کہانے لگے اور ہلاک ہو جاوے اور اس بات کی وجہ کہ مقدار اور جنس
اور وقت غذا مین کچہہ تخصیص نہین بلکہ مقصود اصلی مجاہدہ نفس نافرمان کا ہی جو حق سے متجاوز ہو کر
رتبہ کمال کو نہین پہونچا یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بہی مقدار و وقت غذا مقرر
نہ تہا چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ اسقدر روزے رکہتے کہ ہم کو گمان ہوتا
کہ اب افطار نہ کرینگے اور کبہی افطار کے دن اتنے ہوتے کہ معلوم ہوتا کہ اب روزہ نہ رکہینگے اور جب
گہر مین تشریف لاکر پوچہتے کہ کچہہ ہے اور گہر کے لوگ عرض کرتے کہ ہے تو تناول فرماتے ورنہ فرماتے
کہ تو آج میرا روزہ ہے اسیطرح جب آپ کی سامنے کوئی چیز پیش ہوتی تو فرماتے کہ میرا ارادہ تو روزہ
رکہنے کا تہا اور ایک روز آپ باہر تشریف لے نکلے اور فرمایا کہ مین روزہ سے ہون حضرت عائشہؓ
نے آپکی خدمت مین عرض کیا کہ ہمارے یہان حیس یعنی چہوارے گہی و پنیر مین ملے ہوئے آئے ہین
آپ نے فرمایا کہ مین نے تو روزہ رکہنا چاہا تہا مگر خیر لے آؤ اور اسی جہت سے سہیل تستری سے نقل ہے
کہ اونسے کسی نے پوچہا کہ شروع مین آپ کا کیا حال تہا اونہون نے عجیب عجیب مشقتین بیان
فرمائین یہانتک کہ فرمایا کہ مدت تک مینے بیری کے پتون پر گذر کی اور تین برس تک انجیر کو
کوٹ کر کہائے پہر یہ کہا کہ تین برس مین تین درم کی غذا کہاتا تہا پہر جب پوچہا گیا کہ اب آپ کی
غذا کیا ہے آپ نے فرمایا کہ اب کچہہ حد اور وقت مقرر نہین اس سے یہ غرض نہین کہ اب بہت کہاتا ہون
بلکہ یہ مطلب ہی کہ کوئی مقدار مقرر نہین ہے اور نہ کچہہ وقت مقرر ہے جسقدر کو ضروری سمجہتا ہون
اور جسوقت مناسب جانتا ہون کہا لیتا ہون اور حضرت معروف کرخی رح کے پاس اچہے اچہے کہانے
لوگ بہیجتے آپ کہا لیتے لوگون نے کہا کہ آپ کے بہائی بشر ایسے کہانے نہین کہاتے آپ نے فرمایا
کہ میرے بہائی بشر کو ورع نے روک رکہا ہے اور مجکو معرفت نے کشادہ کر رکہا ہے پہر فرمایا کہ مین
خدا کا مہمان ہون جب مجہے کہلاتا ہے کہاتا ہون جب بہوکہا رکہتا ہے صبر کرتا ہون مجکو اعتراض

و تمیز سے کیا کام پڑا ہے اور حضرت ابراہیم بن ادہم رحہ نے اپنے بہائیون مین سے کسی کو چند درم دیے
اور کہا کہ انکا مکہن اور شہد اور روٹی لے آؤ او نہون نے عرض کیا کہ حضرت ان سب کا آپ نے فرمایا
بہلے مانس اگر ہمکو ملتا ہے تو مردون کی طرح کہاتے ہین اور اگر نہین ہوتا تو مردون ہی کی طرح
صبر کرتے ہین اور ایک دفعہ بہت سا کہانا پکوایا اور چند لوگونکی دعوت کی کہ اونمین اوزاعی اور ثوری رہ تہے
پس سفیان ثوری رح نے فرمایا کہ اے ابا اسحاق ہمکو خوف نہین معلوم ہوتا کہ یہ کہین اسراف نہو جاوے آپنے فرمایا
کہ کہانے مین اسراف نہین ہوتا اسراف کپڑے اور اثاث البیت مین ہوتا ہی پس جس شخص کو علم
سمعی باتو نسے اور نقل و تقلید سے ہوتا ہے حضرت ابراہیم بن ادہم کا تو یہ حال سنتا ہی اور مالک
بن دینار رح کا حال یہ سنتا ہے کہ اونہون نے فرمایا کہ میرے گہر مین بیس برس سے نمک نہین آیا اور
سری سقطی رح کا حال دیکہتا ہے کہ چالیس برس تک اونکا دل شیرہ انگوری سے روٹی کے ٹکڑے کو چاہتا رہا
مگر نہ کہایا تو ان باتون کو ایک دوسرے کے خلاف پاتا ہی اور حیران ہو کر جانتا ہے کہ انمین سے ایک
ایک شخص خطا پر تہا اور جس بصیر آدمی پر اسرار علم کہل گئے ہین وہ یہ جانتا ہے کہ یہ سب لوگ حق پر تہے
مگر باعتبار احوال و اوقات انکے اعمال مختلف تہے پہر ان احوال مختلف کو سنتے سے محتاط آدمی تو یہ
سمجہتا ہے کہ مین درجہ معرفت کو نہین پہونچا مجکو کسی طرح کی مسامحت اور بے پروائی مثل اکابر
نہین چاہیے میرا نفس کچہہ مالک بن دینار یا سری سقطی کے نفس سے زیادہ مطیع نہین ہے جنہون نے
لذات کو ترک کر دیا تہا پس اونہین کا اقتدا کرتا ہے اور مغرور آدمی یون سوچتا ہے کہ میرا نفس ابراہیم
بن ادہم اور معروف کرخی کے نفس سے زیادہ نافرمان نہین ہین بہی اونہین کا اقتدا کرون اور غذا کے
اندازہ کو بالائے طاق رکہون مین بہی اپنے خدا کے گہر مہمان ہون مجکو اعتراض سے کیا کام پڑا ہے
پہر اگر کوئی شخص ایسے آدمی کے حق مین یا تعظیم مین یا مال و جاہ مین ایک طور پر کفایت کرے تو اوس پر
قیامت برپا ہو اور اعتراض کرنے لگے احمقون کے ساتہہ شیطان کو اس باب مین بڑا دخل ہوتا ہے
بلکہ غذا اور روزہ رکہنے اور اشتہا کی چیزونکو کہانیکی قید اوٹہانی صرف اوسیکو زیبا ہی جو بنور ولایت
اور نبوت سے دیکہتا ہی اور اوسکے اور خدا کے درمیان کوئی علامت انقباض خواہ استرسال کی ہوگئی ہی
اور یہ بات جبہی نصیب ہوتی ہے جب نفس ہوا نفسانی کی طاعت سے نکلجاوے اور عادات سے بالکلیہ
منقطع ہو جاوے یہانتک کہ اگر کچہہ کہاوے تو اوسمین بہی کچہہ نیت ہو اور نہ کہاوے تو وہ بہی خالی
از نیت نہو تو البتہ اس صورت مین غذا اور عدم غذا دونون خدا کے واسطے ہونگے اس باب مین
حضرت عمر رض کی احتیاط مد نظر رکہنی چاہیے کہ باوجودیکہ آپ کو معلوم تہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ

کو شہد پسند تہا اور اوسکو تناول فرمایا کرتے تہے مگر اپنے نفس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
نفس مبارک پر قیاس نفرمایا بلکہ جب شہد کا ٹھنڈا شربت لوگ اونکے سامنے لائے تو اپنے ہاتہہ مین
برتن کو پہیراتے تہے اور کہتے تہے کہ اگر اسکو پیون تو مزہ تہوڑی دیر مین جاتا رہیگا مگر اسکا مواخذہ
باقی رہے گا یہ کہکر کہا کہ مجہسے اسکا حساب الگ کرو مین نہ پیونگا مرشد کو چاہیے کہ ان اسرار کو مرید سے
بیان نہ کرے بلکہ صرف بہوکہ کی صفت پر کفایت کرے اور یہ نہ کہے کہ اسمین اعتدال کرنا چاہیے
کیونکہ وہ اعتدال سے کسیقدر ضروری قصور کرے گا بلکہ غایت درجہ کی بہوکہ کو ارشاد کرے تاکہ
اعتدال پر نوبت آجاوے چنانچہ ہر گرسنہ بگیرتا تپ اضنی شود مثل مشہور ہے اور یہ بہی اوس سے
نہ کہے کہ عارف کامل ریاضت سے مستغنی ہوجاتا ہے نہین تو شیطان اوسپر ہمیشہ وسوسہ ڈالیگا کہ اب تو
عارف کامل ہوگیا اور کوئی دقیقہ باقی نہین رہا سب تمکو حاصل ہے حضرت ابراہیم خواص جو ریاضت
مرید کو بتلاتے وہی آپ بہی اوسکی ساتہہ کرتے تاکہ اوسکے دلمین یہ نہ آوے کہ پیر جو خود تو کرتے ہی نہین
مجہسے کہتے ہین اور باین لحاظ ریاضت سے نفرت کرنے لگے اور زبردست آدمی جب دوسرے کو ریاضت
سکہاتا ہے اور اوسکی اصلاح کے درپے ہوتا ہی تو ضرور ہے کہ کمزورون کیطرح ہوجاوے جیسا کہ کشتی
وغیرہ سکہانے والے کیا کرتے ہین اس امر مین زیادہ تر تلطف پایا جاتا ہے اور جلد آدمی سعادت کو
پہونچتا ہے اور اسمین انبیا اور اولیا کا بڑا امتحان ہوتا ہے اور ازانجا کہ حد اعتدال ہر ایک شخص کے
حق مین ایک امر پوشیدہ ہے پس حزم و احتیاط کو کسی حال مین ہاتہہ سے ندینا چاہیے حضرت عمرؓ
نے ایکبار اپنے لڑکے عبداللہ کو دیکہا کہ وہ گوشت اور گہی روٹی کے ساتہہ کہا رہے ہین آپ نے درہ سے
اونکو مارا اور فرمایا کہ کسی روز روٹی دودہ سے کہا اور کسی روز گہی سے اور کسی روز تیل سے اور
کسی روز نمک سے اور کسی روز روکہی پہیکی کہا اس سے معلوم ہوا کہ اعتدال اسی کا نام ہے گوشت اور شہد
کی چیزون پر مواظبت کرنی افراط اور اسراف مین داخل ہے اور بالکل گوشت کو ترک کردینا تفریط
اور تنگی مین شمار ہے اور کبہی کبہی کہا لینا درجہ اوسط و اعتدال ہے ۔

پانچوان بیان ریا کی آفت کا جو شہوات کے تارک اور کم خوراک آدمی کو پیش آتی ہے

جاننا چاہیے کہ تارک شہوات پر دو آفتین جو بعض چاہتی چیزونکے کہانے سے بہی زیادہ ہین آتی ہین
اول تو یہ ہے کہ نفس بعض شہوات کو نہین چہوڑ سکتا اونکی خواہش رہتی ہے لیکن یہ نہین چاہتا
کہ کوئی جانے اسواسطے لوگون سے علیحدہ ہوکر اوس چیز کو کہا لیتا ہے مجمع مین نہین کہاتا اسکا نام
شرک خفی ہے بعض علماسے کسی زاہد کا حال پوچہا تو وہ چپ ہو رہے لوگون نے کہا کہ کوئی

بزرگی اونکی آپ کو معلوم ہے اونہون نے کہا کہ وہ تنہائی مین ایسی چیزین کہاتا ہی جو مجمع مین نہین کہاتا
غرضکہ یہ بہت بڑی آفت ہے بندہ کو یہ مناسب ہے کہ اگر شہوات کی محبت مین مبتلا ہو جاوی تو اوسکو ظاہر
کر دیوے صدق حال اسیکو کہتے ہین اس سی صرف اتنا معلوم ہوگا کہ اعمال کی شامت سے مجاہدہ
جاتا رہا اور اگر کسی نقصان کو چہپا کر اوسکے مقابل کا کمال ظاہر کریگا تو اوسمین دو نقصان ہونگے
جیسے جہوٹ بولے اور اوسکو چہپا دے تو دو جہوٹ ہوتے ہین اور دونا غصہ ہوتا ہے اور جبتک وہ
توبہ صادق نہین کرتا تب تک اوس سے کوئی خوش نہین ہوتا اور اسی بنا پر خداوند کریم نے منافقون کا
عذاب زیادہ ارشاد فرمایا ہے کہ اِنَّ المُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ کیونکہ کافر نے کفر علانیہ کیا
اور منافق نے کفر کرکے چہپایا تو چہپانا دوسرا کفر ہوا اسلیے کہ اوسنے اس بات کو ہلکا جانا کہ خدا تعالی
دل کو دیکھتا ہی اور بندونکی نظر کو زیادہ سمجھکر اپنے ظاہر مین سے کفر کو دور کر دیا اسلیے مستحق دونے
عذاب کا ہوا اور عارفین شہوات کیا بلکہ معاصی مین بہی مبتلا ہو جاتے ہین مگر ریا مین گرفتار نہین
ہوتے اور اپنے عیوب کو پوشیدہ نہین کرتے بلکہ کمال عرفان یہ ہے کہ خدا کیواسطے شہوات اپنے نفس
سے دور کرے اور ظاہر مین لوگونکی اعتقاد دور کرنے کو اظہار شہوات کرے بعضے اکابر کوئی جی پاتی چیز
مول لیکر اپنے گہر مین لٹکا دیتے حالانکہ اوسکو کہاتے نہین تہے مگر یہ باعث تہا کہ غافل لوگ اونکی پاس کر
خلل انداز نہون اور جانین کہ یہ شخص مبتلا ہی شہوات ہے زاہد کا بڑا کمال اسیمین ہے کہ زہد مین ثابت
کرے یعنے اوسکے خلاف ظاہر کرے اور یہ کام صدیقین کا ہے کیونکہ اسنے دو صدق کو اکٹہا کیا
یعنے دو بار نفس پر بوجہہ ڈالا اور جام صبر نوش کیا ایک بار تو اوس چیز سے روکنے کے باعث اور
دوسری بار لوگون کے طعن کے باعث تو ایسے لوگونکا یہ حال ہی اُولٰئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوا
اور اوسکی ایسی مثال ہے کہ کوئی شخص ظاہر مین کسیکو کچہہ دے اور وہ اوسوقت تو لے لیوے بعد
چہپا کر مالک کو پہیر دے تو اس شخص کا دل دو بار شکستہ ہوگا اول تو ظاہر مین لینے کی ذلت سی دوم
چہپا کر واپس کرکے اپنی احتیاج باقی رکہنے سے پس جب تک یہ مرتبہ نہ حاصل ہو تب تک آدمی اپنے
آپ کو ناقص جانے اور اظہار شہوت سی اجتناب نکرے اور شیطان کے اس دہوکے مین نہ آوے کہ اگر
یہ بات ظاہر کروگی تو دوسرے لوگ بہی تمہاری پیروی کرینگے دوسرون کی اصلاح اسی مین ہے
کہ اسی وہ تار کہوا ہی ہے کہ اگر فی الحقیقت دوسرونکی اصلاح منظور ہوتی تو خود اپنے نفس کی اصلاح
مقدم اور اہم ہوتی بقول شخصی کہ اول خویش بعدہ درویش ورنہ خود را فضیحت و دیگری را نصیحت
کے کیا معنی معلوم ہوا کہ صرف مقصود ریا ہے کہ دوسرونکی اصلاح کے بہانہ سے شیطان نے

اسکو اوسمین مبتلا کر رکہاہے اس لیے اوسکا کہل جانا گران معلوم ہوتا ہے گویہ بہی جانتا ہو
کہ لوگونکو اطلاع ہونے سے کوئی میری پیروی نہ کریگا اور نہ میرے تارک الشہوات ہونے سے
یہ اعتقاد ہوگا دوسری آفت یہ ہے کہ ترک شہوت پر تو قادر ہو مگر خفیف مشہور ہونیکا شائق ہے
اور اس سے خوش بہی ہوتاہے تو اسصورت مین شہوت غذا جو ضعیف تہی اوسکا تو تارک ہوا مگر
جو بدی مین اوس سے زیادہ تہے یعنی خواہش جاہ اوسکی اطاعت کی اور اسکو شہوت خفیہ کہتی ہین
پس جب آدمی اسطرح کی خواہش اپنے جی مین پاوے تو اوسکا توڑنا شہوت غذا سے مولد سمجھکر
اگر کہا لیوے تو اوسکی حق مین اچہا ہے حضرت ابوسلیمان رح فرماتے ہین کہ جب تیرے سامنے جی چاہتی
چیز آوے جسکا تو تارک ہے تو اوسمین سے ذراسی کہالے نفس کی مرضی کے موافق مت کہا اسمین
دو فائدہ ہونگے ایک تو یہ کہ شہرت نہین رہنے کی دوسرے نفس تیرستارہ جاویگا اور حضرت
امام جعفر صادق رحمہ اللہ ارشاد فرماتے کہ جب میرے سامنے کوئی خواہش کی چیز آتی ہے تو مین
اپنے نفس کیطرف دیکہتا ہون اگر اوسکی تمنا ظاہر مین اوسپر پاتا ہون تو اوسکو کہلا دیتا ہون
روکنے سے یہ امر افضل ہے اور اگر خواہش خفی کرتا ہے اور ظاہر مین تارک ہونیکو چاہتاہے تو اوسکی
سزا یہ ہے کہ اوس چیز کو مین ترک کردیتا ہون اور کبہی نہین دیتا اس سے معلوم ہوا کہ طریق
سزا نفس کا شہوت خفیہ پر اسطرح ہوا کرتاہے غرض یہ ہے کہ شہوت غذا کو چہوڑکر جو شخص ریا مین
مبتلا ہو وہ ایسا ہے کہ بچہو سے ڈرکر سانپ کے پاس جاوے اس لیے کہ ریا کا ضرر خواہش غذا کے
ضرر سے بہت زیادہ ہے

چہٹا بیان شہوت شرمگاہ کا حال

جاننا چاہیے کہ آدمی پر شہوت جماع دو فائدونکے لیے مسلط ہوئی ہے اول تو یہ کہ اس سے لذت حاصل
کرکے قیامت کی لذتون کو یاد کرے کیونکہ اگر یہ لذت دیرپا ہوتی تو اجسام کی لذتون مین سب سے
زیادہ قوی ہوتی جسطرح کہ آگ کی تکلیف سب تکلیفونسے زیادہ ہے اور آدمیونکو سعادت اور جنت کی رغبت
دلانی اور شقاوت اور دوزخ سے ڈرانا بدون لذت محسوس اور تکلیف محسوس کے نہین ہو سکتا تو جب
دنیا مین مثلا کوئی لذت جماع کو عمدہ پاویگا جان لیگا کہ جنت کی لذائذ بہی اسیطرح کی خواہ اس سے
اعلی ہونگے دوسرا فائدہ نسل کا باقی رہنا ہے یہ تو دو فائدے ہین مگر اسمین آفتین ایسی بڑی ہین
کہ اگر آدمی اس شہوت کو ضبط کرکے اعتدال پر نہ رکہے تو دین و دنیا دونون کہو بیٹہے اس آیت
شریف مین رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ [1] بعضون نے طاقت سے زیادہ چیز کے یہی معنے لکہے ہین

ف ۱ اے رب ہمارے اور نہ اوٹہوا ہمسے جنکی طاقت نہین ہمکو ۱۲

کہ شدت شہوت جماع مراد ہے اور مجمع شیخ غاسق اذا وقب مین حضرت ابن عباس فرماتے ہین مراد آلہ تناسل کے کہڑے ہونے سے ہے اور بعضون نے اسکی سند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچائی ہے مگر تفسیر اسطرح کی ہے کہ آلہ تناسل وقت دخول مراد ہے اور اس مین تو شک نہین کہ جب آدمی کو جوش شہوت کا ہوتا ہے تو دو ثلث عقل جاتی رہتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعا مین فرماتے اعوذ بک من شر سمعی و بصری و قلبی و منیی اور یہ بھی فرمایا النساء حبائل الشیطان ولولا ہذہ الشہوۃ لما کان للنساء سلطنۃ علی الرجال ایک روایت مین ہے کہ حضرت موسی علیہ السلام کسی مجلس مین بیٹھے ہوئے تھے کہ ابلیس آیا اوسکے سر پر ٹوپی تھی جسمین بہیون رنگ چمکتے تھے جب حضرت کے قریب ہوا تو ٹوپی اتار کر رکھدی اور خدمت مین آکر سلام کیا حضرت نے پوچھا کہ تو کون ہے عرض کیا کہ ابلیس ہون آپ نے فرمایا کہ خدا تجھے موت دے یہان کیون آیا ہے عرض کیا کہ چونکہ اللہ کے نزدیک آپ کو رتبہ اور منزلت ہے اس جہت سے آپکو سلام کو آیا ہون آپ نے فرمایا کہ تیرے سر پر کیا چیز تھی بولا کہ ٹوپی ہے جس سے آدمیونکے دل اچکتا ہون آپ نے پوچھا کہ وہ کیا چیز ہے کہ جب انسان اوسکو کرتا ہے تو تو غالب ہو جاتا ہے عرض کیا جب آدمی اپنے تئین دیکھے نیست اوسکی دل مین سماتا ہے اور گناہون کو بہولکر اپنے اعمال کو زیادہ جانتا ہے اوسوقت میرے قابو مین آجاتا ہے اور تین باتون سے مین آپ کو ڈراتا ہون اول تو یہ کہ اجنبی عورت کی ساتھہ علیحدہ مت ہونا کیونکہ جو مرد اجنبی عورت کی ساتھہ تنہا ہوتا ہے تو وہان مین خود جاتا ہون اپنے اور کارندون کو نہین بہیجتا اور اوس مرد کو فتنہ مین ڈالدیتا ہون دوسری بات یہ ہے کہ اللہ سے جو عہد کرو اوسکو پورا کرنا اور جو زکوۃ و صدقہ کے لیے مال نکالو اوسکو بانٹ دینا اس لیے کہ جب آدمی کچھہ خیرات کرنے کو روپیہ علیحدہ کرتا ہے تو وہان بھی مین خود جاکر ایسا پیچ ڈالتا ہون کہ اپنی نیت پوری نکرے اسکے بعد شیطان چلا گیا اور یہ کہتا تھا کہ افسوس حضرت موسیٰ کو آدمیونکے مبتلا ہونیکے داؤ معلوم ہو گئی اور سعید بن مسیب فرماتے ہین کہ جو نبی زمانہ سابق مین مبعوث ہوئے شیطان کو یہی توقع رہی کہ مین اونکو عورتون کی جہت سے ہلاک کر لونگا اور میرے نزدیک بھی کوئی چیز اوس سے زیادہ خوفناک نہین اسلیے مین مدینہ منورہ مین سوا اپنے گھر کے اور کسی کے گھر مین نہین جاتا یا اپنی بیٹی کے یہان جمعہ کو صرف نہانے جاتا ہون اور بعض اکابر کا قول ہے کہ شیطان عورت سے کہتا ہے کہ تو میرا آدہا لشکر ہے اور تو میرا تیر ہے کہ جب چلاتا ہون چوکتا ہی نہین اور تو میرے بہید کی جگہہ ہے اور تو میری حاجت مین میری قاصد ہے یعنے نصف لشکر اوسکا شہوت ہے اور نصف غضب

سب شہوات سے بڑہکر عورتونکی شہوت ہے پہر اس شہوت کے تین درجے ہین افراط اور تفریط
اور اعتدال - افراط یہ ہے کہ عقل کو دبالے اور مرد کو ہمہ تن عورتونکی صحبت مین مصروف کردے اور
سلوک طریق آخرت سے محروم کرے یا دین پر غالب ہوکر امور قبیحہ مین مبتلا کردے اور بعض اوقات
اسکے افراط سے کئی امر شنیع پیدا ہوتے ہین اول دوا یہ مقوی باہ کی فکر پڑتی ہے جیسے بعضے لوگ
کہانے کے ہضم کے لیے چورن کی تلاش مین رہتے ہین اور انکی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص درندون
اور سانپونمین جا پڑا ہو اور وہ اگر کبہی اس سے غفلت کرین اور سو جاوین تو یہ کسی حیلہ سے اونکو
جگادے پہر جب وہ ضرر پہونچاوین تو اونکی اصلاح و علاج مین مشغول ہو اسیطرح شہوت غذا
اور جماع دونون موذی ہین اسلیے اول ہی محفوظ رہنا چاہیے اور جب چورن یا مقویات سے انکو
چوگنا کردیا تو پہر آفت سے بچنا معلوم - یہان یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ایک حدیث مین ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے باہ کی شکایت کی تو انہون نے
ہریسہ کہانیکو بتایا تو قوت باہ کی تلاش حدیث سے ثابت ہوا اسکا جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کی نو بیبیان تہین اور آپ پر سب کے اطمینان واجب تہا اس لیے کہ غیر پر اونکا نکاح
حرام تہا گو آپ طلاق بہی دیدین تو اس لیے آپنے قوت چاہی تہی نہ لذت حاصل کرنیکے لیے
دوسرے یہ کہ افراط کے باعث امراض خبیثہ پیدا ہوتے ہین بلکہ کچھ اسی پر منحصر نہین اسکی اولاد تک
بہی اونکا اثر رہتا ہے تیسرے یہ کہ افراط شہوت سے بعض گمراہونکو عشق سوجہتا ہے اور اس سے
کمال درجہ کی جہالت غرض اصلی جماع سے پائی جاتی ہے اور قوت بہیمی مین چوپاؤن سے بہی
بڑہ جاتا ہے اسلیے کہ چوپایہ اپنی شہوت کو کسی طرح دور کردیتا ہے اور عاشق ایک خاص شخص
کے سوا اور طرح اپنی شہوت رفع نہین کرسکتا گو سب جگہ شہوت مین برابری ہے اور شرم و حیا کا
مقام ہے مگر اوسکا اعتقاد یہی ہے کہ اوسی معین شخص سے ہو یہانتک کہ اوسکے لیے ذلت پر ذلت
اور غلامی اوٹہاتا ہے اور شہوت کی خدمت مین اپنی عقل کو فرمان پذیر کرتا ہے یہ نہین
جانتا کہ پیدایش عقل کی اسلیے ہے کہ یہ امورون سے کام لے نہ یہ کہ خود شہوت کے مطیع ہوکر
اوسکی اجرا کی حیلے تلاش کرے اور اگر عشق پر غور سے دیکہو تو ایسے آدمی کا کام ہے جسکے دیر
کوئی فکر نہو اور اوسکا منشا وہی افراط شہوت ہے اوائل مین اس سے بچنے کا ڈہنگ یہی ہے
کہ دوبارہ نہ دیکہے اور اپنی فکر مین مشغول رہے ورنہ مستحکم ہوگئی پہر اوسکا دفع کرنا مشکل ہوتا ہے ؎

	سرچشمہ شاید گرفتن ببیل		چو پر شد نشاید گذشتن بپیل	

اسیطرح عشق مال اور جاہ اور اولاد اور ستار نوازی اور شطرنج و چوسر بازی وغیرہ کا ہے کہ بعض اوقات لوگوں پر ایسے حاوی ہوتے ہین کہ اونکے دین و دنیا کے کام نہین ہونے دیتے اور کسیوقت اونکو چین نہین لینے دیتے اگر اول مین عشق کا روک چاہتے تو ایسا ہے جیسا سوار دروازہ سی باہر ہو اور منظور یہ ہو کہ گھوڑا دروازے مین نجاوے تو اوسنے اشارہ باگ کا کافی ہوتا ہے اور بعد ہیجان کام کر علاج کرنا ایسا ہے کہ پہلے سے گھوڑے کو چھوڑ دیا جب وہ دروازہ مین گھس گیا تو اوسکی دم پکڑکر پیچھے کو گھسیٹنا چاہا تو دونون باتون مین فرق زمین و آسمان کا ہے اسیلیے احتیاط ابتداء امر مین ضروری ہے انجام کو علاج بہت دشواری اور نہایت کوشش سے ہوتا ہے کہ نوبت جان کندنی کی پہونچتی ہے خلاصہ یہ کہ اس درجہ کی افراط شہوت مذموم اور کمی کا درجہ نامرد بنجانے کا ہے وہ بھی مذموم اور برا ہے اور اعتدال کا درجہ جو محمود ہے وہ یہ ہے کہ شہوت مطیع عقل و شرع کی رہے اور انہین کے بموجب کام کرے اور جب اوسمین زیادتی ہو تو اوسکا توڑنا بھوک اور نکاح سے ہوتا ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا معشر الشباب علیکم بالباءۃ فمن لم یستطع فعلیہ الصیام فانہ لہ وجاء

ساتوان بیان مرید کے نکاح اور ترک نکاح کے حال مین

ابتداء امر مین مرید کو شغل نکاح مین پڑنا نہین چاہیے کہ اس سے سلوک آخرت سی باز رہے گا اور بیوی کی محبت مین پھنس جاویگا اور جو غیر اللہ کے ساتھہ انس اختیار کرتا ہے وہ اللہ سے مانوس نہین ہوتا اور اس بات سے دہوکا نپڑے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے نکاح کیے تہے اسلیے کہ قلب مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام دنیا کی چیزین اللہ تعالی کی طرف سی پھیر نہین سکتی تہین تو اون پر قیاس کرنا بیجا ہے چہ نسبت خاک را با عالم پاک آپ کا استغراق محبت الہی مین اس درجہ پر تہا کہ بعض مرتبہ گرمی محبت کا دلمین یہ جوش پاتے کہ یون خوف ہوتا کہ دل پہٹ جائیگا اور اوسی جوش و خروش مین حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا کی ران پر ہاتہہ مارتے اور فرماتے کہ کچھہ باتین کرو تا کہ اونکے باتہونکے باعث قلب پر جو زیادتی حرارت ہے اوسکا اثر کم ہو جاوے کہ بدن مبارک کو طاقت اوسکی تحمل کی نہ تہی واقع مین یہ بوجہ ایسا ہی ہے

	قرعۂ فال بنام من بیچارہ زدند		آسمان بار امانت نتوانست کشید	

غرضکہ حضرت کی طبیعت دل کو اللہ تعالے کے ساتھہ انس طبعی تہا اور خلقت کے ساتھہ عارضی تا کہ بدن کو کچھہ راحت ملجاوے پھر جب لوگون مین بیٹھتے تو صبر نہ آتا اور تنگ ہوکر فرماتے ارحنا یا بلال یہانتک کہ جس چیز مین آپ کی آنکھہ کو ٹھنڈک ملتی تہی اوسمین مصروف ہو جاوین پس دوسرا شخص جو

آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قیاس نہین کرسکتا اور اگر کریگا تو دھوکا کھاویگا اسلیے کہ آپکے افعال کے اسرار
کوئی نہین سمجھ سکتا غرضکہ ابتدا مین مرید کو تجرد ہی شایان ہے ابو سلیمان دارانی فرماتے ہین کہ جو شخص نکاح کرتا ہے
دنیا کی طرف مائل ہوتا ہے مینے کسی مرید کو نہین دیکھا کہ بعد نکاح کے پہلا سا حال رہا ہو اور وہی فرماتے ہین کہ جو چیز
اللہ تعالی سے باز رکھے خواہ بیوی ہو یا مال یا اولاد اوسکو منحوس جاننا چاہیے اور ایکبار اونسے کسی نے پوچھا کہ آپکو
کیا حاجت ہوئی کہ ایک عورت سے مانوس ہوئے فرمایا کہ خدا نکرے کہ مین اوس سے انس کرون یعنی اوس سے انس کرنا
اللہ کے ساتھ انس کرنے سے روکتا ہے بہرحال مرید کو تجرد جبھی تک زیبا ہے جب تک شہوت کا زور نہو اور اگر
اوسکا غلبہ دیکھے تو اول بھوکھ اور ہمیشہ کے روزے سے اوسکو توڑے اگر اس سے بھی دفع نہو باین طور کہ گو اپنی شرمگاہ
کو روک سکتا ہے مگر آنکھ کے روکنے پر قادر نہین تو ایسی صورت مین تسکین شہوت کے لیے
نکاح کرنا مناسب ہے ورنہ اگر آنکھ کو روک نسکیگا تو فکر اچھی طرح نہ کرسکیگا اور مطلب مین پریشانی
واقع ہوگی اور بعض اوقات ایسی مصیبت مین پڑیگا کہ طاقت سے زیادہ ہو علاوہ ازین آنکھ کا
زنا صغیرہ گناہون مین بہت بڑا ہے اور اسی سے کبیرہ بھی ہو جایا کرتا ہے جو شخص اپنی آنکھ پر
قادر نہین وہ اپنے دین کی بھی حفاظت نہین کرسکتا حضرت عیسی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ نگاہ
سے بچتے رہو کیونکہ اوس سے دلمین شہوت کا بیج پڑتا ہے اور اسیقدر فتنہ کافی ہے حضرت سعید رض
بن جبیر فرماتے ہین کہ حضرت داؤد علیہ السلام جو فتنہ مین مبتلا ہوے صرف نظر کے باعث سے ہو
اور اسی جہت سے حضرت سلیمان علیہ السلام کو ارشاد فرمایا کہ شیر اور سانپ کے پیچھے جائیو مگر عورت
کے پیچھے نہ جائیو حضرت یحیی علیہ السلام سے کسی نے پوچھا کہ زنا کی ابتدا کیا ہوتی ہے آپنے فرمایا
کہ دیکھنا اور للچانا اور حضرت فضیل رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ابلیس کہتا ہے کہ نظر میری قدیم کی
تیر و کمان ہے کہ کبھی خطا نہین کرتی اور حدیث شریف مین ہے النظرۃ سہم مسموم من سہام ابلیس فمن
ترکہا خوفا من اللہ تعالی اعطاہ اللہ تعالی ایمانا یجد حلاوتہ فی قلبہ اور فرمایا ما ترکت بعدی فتنۃ
اضر علی الرجال من النساء اور فرمایا اتقوا فتنۃ الدنیا وفتنۃ النساء فان اول فتنۃ بنی اسرائیل کان من قبل النساء
اور اللہ تعالی فرماتا ہے قل للمؤمنین یغضوا من ابصارہم الآیہ اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے
لکل ابن آدم حظ من الزنا فالعینان تزنیان وزناہما النظر والیدان تزنیان وزناہما البطش والرجلان
تزنیان وزناہما المشی والفم یزنی وزناہ القبلۃ والقلب یہم او یتمنی ویصدق ذلک الفرج او یکذبہ
اور حضرت ام سلمہ فرماتی ہین کہ ایکبار ابن ام مکتوم اندھے رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے پاس آنا چاہا اوسوقت مین اور میمونہ بیٹھی ہوئی تھین آپ نے فرمایا کہ پردہ کرلو ہمنے

عرض کیا کہ وہ تو اندھا ہے آپ نے فرمایا کہ تم تو اوسکو دیکھتی ہو اس سے معلوم ہوا کہ عورتون کو اندھون کے
پاس بیٹھنا اور بے ضرورت اونکو دیکھنا جائز نہین جیسا آج کل مروج ہو رہا ہے ہان حاجت
کے وقت عورت کو مرد سے بات کرنی خواہ دیکھنا جائز ہے اور اگر مرید کا یہ حال ہو کہ عورتون سے
تو آنکھہ بچا سکتا ہے مگر لڑکون کو دیکھنے سے نہین رہ سکتا تب بھی نکاح اولے ہے اس لیے کہ لڑکون کی
حسن پرستی مین زیادہ خرابی ہے کیونکہ اگر مثلاً کسی عورت کیطرف دل راغب ہوگا تو اوس سے نکاح کرکے
تمنا کو پہونچنا ممکن ہے اور لڑکے مین یہ بات مفقود ہے اسی لیے لڑکے کو نگاہ شہوت سے دیکھنا حرام ہے بلکہ امرد
کیصورت بھی اگر اچھی ہو اور ڈاڑھی والے کی نسبت دلمین زیادہ کھپتی ہو تو اوسکی طرف بھی دیکھنا
ناجائز ہے لیکن اگر یون کہو کہ خوبصورت اور بدصورت مین تو ہر کوئی فرق کیا ہی کرتا ہے اور لڑکون کے
چہرے ہمیشہ کھلے رہتے ہین تو اونسے بچاؤ کسطرح ہو سکتا ہے تو اوسکا جواب یہ ہے کہ ہماری غرض صرف
تمیز ہی سے نہین تمیز اچھے اور برے کی سب ہی اشیا مین ہوتی ہے مثلاً ایک درخت ہرا ہو اور دوسرا سوکھا
یا ایک پانی صاف ہو اور دوسرا میلا یا ایک درخت مین پہول اور کلیان ہون اور دوسرے مین پتے
بھی نہون تو بالضرور انمین سے ایک کیطرف طبیعت کو میل ہوگا مگر اس رغبت مین شہوت نہوگی
کہ اوس سے بوس و کنار کیجیے پس اگر اسیطرح کا حال خوبصورت شکل کا ہے کہ جیسے اور چیزین خوب صورت
اچھی معلوم ہوتی ہین اور اونمین لگاو شہوت کا نہین ہوتا تو دیکھنے مین کچھہ مضائقہ نہین اور اگر
نفس مین یہ بات بھی ہو کہ کسیطرح سے اسکا قرب اور چھیڑ چھاڑ میسر ہو تو ایسی نظر نظر بد کہلاتی ہے اور
حرام ہے اور اس باب مین آدمی بہت سستی برتتے ہین اور آیندہ کو ہلاکیون مین پڑتے ہین بعض تابعین
کا قول ہے کہ مجکو جوان سالک پر امرد کی ہم نشینی کا اتنا خوف ہے کہ اتنا درندہ کا خوف نہین اور حضرت
سفیان ثوری فرماتے ہین کہ اگر کوئی شخص براہ شہوت کسی لڑکے کے پاون کی انگلیون مین بھی
گدگدی کرے گا تو لوطی ہوگا اور بعضے اکابر سلف کا قول ہے کہ اس امت مین تین طرح کے لوطی ہونگے
بعضے تو صرف دیکھینگے اور بعضے مصافحہ کرینگے اور بعضے فعل شنیع کے مرتکب ہونگے اس سے معلوم
ہوا کہ نظر کی باعث بڑی بڑی آفتین پیدا ہوتی ہین تو جب مرید اپنی نظر کے روکنے اور فکر کے ضبط کرنے
پر قادر نہو تو اوسکے حق مین بہتر یہی ہے کہ نکاح کرلے اسلیے کہ اکثر آدمی ایسے ہوتے ہین جنکا جوش شہوت
بھوک سے کم نہین ہوتا چنانچہ ایک بزرگ روایت کرتے ہین کہ ابتداء سلوک مین مجھپر شہوت غالب
ہوئی تو مین خدا کی درگاہ مین خوب رویا خواب مین ایک شخص کو دیکھا کہ وہ پوچھتے ہین کہ تیرا کیا
حال ہے مین نے ماجرا بیان کیا اونہون نے فرمایا کہ آگے آؤ مین بڑھگیا اونہون نے اپنا ہاتھہ

میرے سینہ پر رکہنا اوسکی ٹہنڈک مین نے اپنے دل اور بدن مین پائی صبح کو جو جاگا تو وہ جوش اپنے آپ مین نپایا برس روز تک ویسا ہی رہا پہر غلبہ ہوا پہر مینے فریاد مچائی ایک شخص خواب مین نظر آیا اوسنے کہا کہ اگر تجہے اپنی گردن کٹوانی منظور ہو تو تیرا علاج کرون مین نے کہا کہ بہتر اوسنے کہا تو گردن جہکا مینے گردن جہکا دی اوسنے ایک نور کی تلوار میری گردن پہ ماری مین جاگ پڑا اور برس روز تک پہر اچہا رہا بعدہ پہر وہی روز ہوا بلکہ اوس سے بہی سخت تو اس حال مین مینے ایک شخص کو خواب مین دیکہا کہ میرے سینہ اور پہلو کے درمیان ہے اور مجہسے کہتا ہے کہ جس چیز کا خدا کو دور کرنا منظور نہین اوسکے دفع ہونے کے واسطے کب تک التجا کیا کرے گا پہر مینے جاگ کر نکاح کر لیا اور اولاد ہوئی اور وہ زور جاتا رہا پس اگر مرید کو حاجت نکاح ہو تو شرط ارادت کسی حال مین نہ چہوڑے یعنی ابتدا مین تو نیت اچہی ہو اور انجام مین حسن خلق و سیرت سے پیش آونے اور حقوق واجبہ کو ادا کرے جیسا کہ احکام نکاح مین ہم بیان کر چکے ہین دوبارہ لکہنے کی ضرورت نہین اور صدق نیت کی علامت یہ ہے کہ کسی مفلس دیندار عورت سے نکاح کرے مالدار کی تلاش نہ کرے بعض اکابر کا قول ہے کہ مالدار عورت سے نکاح کرنے مین پانچ خرابیان ہین اول مہر کا زیادہ ہونا دوم رخصت مین لیت لعل ہونا سوم خدمت کا نکرنا چہارم زیادہ خرچ کا تحمل پنجم اگر دل چہوڑنے کو ہو تو مال کے حرص سے چہوڑا نجانا اور مفلس مین انمین سے کوئی سی بات نہین اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ عورت چار چیزون مین مرد سے کم ہونی چاہیے ورنہ وہ مرد کو حقیر سمجہیگی عمر مین قد مین مال مین اور حسب مین اور چار چیزون مین برابر ہونی چاہیے خوب صورتی مین ادب مین پرہیزی مین اور خلق مین اور علامت صدق ارادت کی دوام نکاح مین خلق ہی ہے بعض مریدین نے نکاح کیا اور ہمیشہ اوسکی خدمت کرتے رہی یہانتک کہ وہ شرمائے اور اپنے باپ سے کہنے لگے کہ مین اس شخص کے حال مین حیران ہون اتنی برس سے اسکی گہر مین جب پاخانہ کو جاتی ہون لوٹہ مجہسے پہلے وہان رکہدیتا ہے اور ایک بزرگ نے ایک خوبصورت عورت سے نکاح کیا جب رخصت کے دن قریب آئے اوسکے چیچک نکل آئی اوسکے گہر والون کو نہایت رنج ہوا کہ اب شوہر اسکو پسند نکریگا اس مرد بزرگ نے خبر پاکر بہانہ کیا کہ میری آنکہین دکہتی ہین اور بعد اسکے اندہا بن گیا جب وہ عورت گہر مین آئی بیس برس تک رہکر مر گئی پہر آپ نے آنکہین کہولدین لوگون نے سبب پوچہا کہا کہ مین جان بوجہکے اندہا ہوا تہا تا کہ سسرال والے رنج نکرین لوگونکو کمال حیرت ہوئی اور کہا کہ ایسے لوگ چل بسے اب دنیا مین نہین اور ایک صوفی نے

ایک بدخلق عورت سے نکاح کیا ہمیشہ اوسکی باتین سہتے لوگون نے کہا کہ آپ طلاق کیون نہین
دیدیتے آپ نے فرمایا کہ مجھے یہ خوف ہے کہ شاید کوئی اور شخص اسکے باعث ایذا پاوے پس اگر مرید
نکاح کرے تو ایسا ہی ہونا چاہیے اور اگر بے نکاح رہ سکے اور جانے کہ نکاح کرنے سے سلوک آخرت
مین خلل واقع ہوگا تو نکاح نہ کرنا ہی بہتر ہے محمد بن سلیمان ہاشمی کا ذکر ہے کہ اونکے یہان اسی ہزار
درم کا اناج ہر روز آتا تہا بصرہ کے لوگون اور علما کو لکہا کہ مین کسی عورت سے نکاح کیا چاہتا ہون
سبنے باتفاق لکہا کہ بی بی رابعہ عدویہ سے آپ نکاح کرین تو مناسب ہے آپ نے اونکو اسطرح خط لکہا
بسم اللہ الرحمن الرحیم بعد حمد وصلوۃ کے معلوم کرو کہ اللہ تعالے نے مجہکو آج اتنا غلہ دیا ہے کہ
اسی ہزار درم کا ہر روز آتا ہے اور کچہہ دن ہی جاتے ہین کہ پورے لاکہہ کا ہر روز عنایت فرماویگا
اگر تم مجہکو منظور کرو تو یہ سب تمہارا ہی ہے فقط اونہون نے جواب لکہا بسم اللہ الرحمن الرحیم
بعد حمد ونعت کے واضح ہو کہ دنیا مین زہد کرنے سے دل کو چین اور بدن کو راحت ہے اور اسکی طرف
رغبت کرنا موجب رنج واندوہ ہے آپ کو چاہیے کہ بفور پہونچنے اس رقعہ کے اپنی زاد آخرت کی تیاری
کرین اور معاد کی فکر مین لگین اور خود اپنے نفس کے وصی ہون تاکہ اور لوگونکو میراث بانٹنے مین
وصی کرنیکی حاجت نہ رہے تمام عمر روزہ رکہو اور موت کے وقت افطار کرو اور میرا حال یہ ہے کہ اگر
خداوند کریم مجہکو اتنا عنایت کرے جتنا تمکو دیا ہے یا اوس سے بہی دوچند سہ چند ہو تب بہی ایک لمحہ
بے یاد الہی مجھے اچہا معلوم ہوگا فقط اس سے یہ معلوم ہوا کہ جو چیز مانع شغل الہی سی ہو اوسمین
نقصان ہے تو مرید بہی اپنے حال اور قلب پر غور کرے اگر مجرد رہنا اچہا معلوم ہو تو فبہا اور اگر
نہ رہ سکے تو نکاح بہتر ہے اور اس مرض کی تین دوا ہین اول بہوکہہ دوم نظر کا بند رکہنا سوم
دل کو ایسے شغل مین مصروف کرنا جو اوسپر حاوی ہو جاوے اگر ان تینون تدبیرون سے
کچہہ فائدہ نہو تو آخر کو نکاح ہے اسی سے اوس بیماری کی جڑ جاتی رہتی ہے اور اسی جہت سی سلف کے
لوگ نکاح کیطرف سبقت کرتے تہے اور اپنی لڑکیون کا نکاح کردیتے تہے سعید بن المسیب فرماتے ہین کہ شیطان کسی سے
نا امید نہین ہوا عورتونکی سبب سے ضرور ہی جال مارتا ہی اور جب اونکی عمر چوراسی برس کی ہوئی اور ایک آنکہہ
بہی جاتی رہی اور دوسری بہی رتوندا آتا تہا اوسوقت فرماتے تہے کہ مجہی عورتونسی زیادہ کسی چیز کا خوف نہین
اور عبد اللہ بن ابی وداعہ کہتے ہین کہ مین اونکے پاس جاکر بیٹہا کرتا تہا چند روز نگیا پہر ایک روز جب گیا تو پوچہا
کہ کہان تہے مینے کہا کہ میری بیوی مرگئی تہی اس لیے حاضری سے مقصر رہا آپ نے فرمایا کہ تمنے ہمکو اطلاع نکی
ہم بہی آتے بعد اسکے مینے اٹہنا چاہا آپنے فرمایا کہ اب کوئی اور بیوی ہے کہ اٹہے جاتے ہو مینے

عرض کیا کہ حضرت میری دو چار پیسہ کی اوقات ہے مجھے کون بیٹی دیتا ہے آپ نے فرمایا کہ مین دیتا ہون مینے
عرض کیا کہ آپ دینگے فرمایا کہ ہان اور خطبہ پڑھکر تھوڑی سی مہر پر اپنی لڑکی کا نکاح مجھسے کر دیا مین
وہانسے اوٹھا اور خوشی کے مارے پہول رہا تھا اور یہ سوچتا تھا کہ کس سے اوُدھار لون کیا کرون اتنے مین
مغرب کا وقت ہوا مین نماز پڑھکر گھر آیا اور چراغ جلایا روزہ افطار کرکے روٹی اور تیل کھانے بیٹھا
اتنے مین دروازہ سے دستک کی آواز آئی مین نے پوچھا کون ہے کہا سعید مین نے بہت فکر کیا
کہ کونسے سعید ہین خیال مین نہ آیا اور سعید بن المسیب کا دھیان بہی نہ تھا کیونکہ اونہون نے
چالیس برس سے مسجد کے سوا جانا بالکل ترک کر دیا تھا جب مین دروازہ پر آیا تو دیکھا کہ سعید
بن المسیب ہین مجکو خیال ہوا کہ شاید کوئی ضرورت آپ کو ہوئی ہوگی مینے عرض کیا کہ آپ نے
مجھے کیون نہ بلوا لیا فرمایا کہ تمہارے پاس آنا ہی مناسب تھا مینے پوچھا کہ کیا حکم ہے فرمایا کہ تمہ
نکاح کیا تھا مجھے تمہارا اکیلا سونا برا معلوم ہوا اسلیے تمہاری بیوی کو پہونچانے آیا ہون مینے
جو دیکھا تو واقع مین وہ نیکبخت اونکے پیچھے کھڑی ہوئی ہے اونہون نے اوسکا ہاتھ پکڑکے دروازہ مین
کر دیا اور دروازہ کو بند کر دیا وہ عورت مارے شرم کے گر پڑی مینے دروازہ کو خوب بند کر دیا
پہر جس پیالے مین روٹی اور تیل رکھا تھا اوسکو چراغ کے سامنے سے ہٹایا کہ عورت کی نظر
اوسپر نہ پڑے پہر چھت پر چڑھکر اپنے ہمسایونکو پکارا سب جمع ہوگئے پوچھا کیا حال ہے مینے کہا
کہ سعید بن المسیب نے آج دنکو اپنی بیٹی مجھے بیاہی تھی اب رات کو مجھے خبر بہی نہ تھی وہ اوسے
یہان پہونچا گئے لوگون نے تعجب سے پوچھا کہ کیا سعید نے تمہارا نکاح کیا ہے مینے کہا ہان
اونہون نے پوچھا کہ لڑکی گھر مین ہے مینے کہا ہان تو سب لوگ اوسکے پاس گئے اور میری والدہ کو
جو خبر پہونچی انہون نے آکر کہا کہ اگر تین دن تک تونے اوسکو چھیڑا تو کبھی منہ نہ دیکھون گی
تین دن مین ہم اسکو ٹھیک کر لین گے تب مضائقہ نہین تین دن مین علیحدہ رہا پہر جو مین نے
اوسکو دیکھا تو نہایت خوبصورت کلام اللہ کی حافظ اور طریق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی عالم اور حقوق شوہر سے واقف پایا ایک مہینے تک نہ سعید بن المسیب میرے پاس آئے اور نہ مین اونکے
پاس گیا بعد مہینے کے مین گیا تو آپ حلقہ مین تھے مینے سلام کیا آپ نے جواب سلام دیکر کچھ نہ کہا
جب لوگ اٹھہ گئے اوسوقت پوچھا کہ اوس آدمی کا کیا حال ہے مینے کہا کہ بہت اچھا حال ہے
کہ دوست خوش ہین اور دشمن جلتے ہین کہا کہ اگر کوئی بات خلاف مرضی پاؤ تو لاٹھی سے
خبر لینا مین گھر کو چلا آیا اونہون نے بیس ہزار درم میرے پاس بھیج دیے اور یہ لڑکی وہی تھی جسکو

عبد الملک بن مروان اپنے بیٹے ولید کے ساتھ اپنے عہد خلافت میں نسبت چاہتے تھے مگر سعید بن المسیب نے انکار کر دیا تھا اور عبد الملک نے ایک حیلہ قائم کرکے اونکے سو کوڑے مارے تھے اور جاڑے کے موسم میں ایک گھڑا ٹھنڈا اون پر ڈالا تھا اور کمل کا کرتہ پہنایا تھا پس اون کا اوسی رات رخصت کر دینا کمال دینداری اور احتیاط کی دلیل ہے جزاہ اللہ خیر الجزاء

آٹھواں بیان فضیلت اوس شخص کا جو زنا اور نظر سے بچے

جاننا چاہیے کہ شہوت شرمگاہ سب شہوات انسانی سے غالب ہے اور ہیجان کے وقت سب سے زیادہ عقل کے نافرمان علاوہ اس کے اوسکا نتیجہ ایسا برا ہے کہ جس سے شرم آتی ہے اور اوس کی مباشرت سے خوف معلوم ہوتا ہے اور لوگ جو اسکی مباشرت نہیں کرتے تو یا عاجزی کے سبب یا لوگوں کے خوف کے باعث یا حیا کے مارے یا حشمت بچانے کی جہت سے نہیں کرتے اور ان سے کسی میں ثواب نہیں اسلیے کہ اسمیں ایک حظ نفس کو دوسرے پر ترجیح دینی ہے ہاں ان موانع میں بھی ایک فائدہ ہے کہ آدمی گناہ سے محفوظ رہتا ہے کسی سبب سے بچے مگر درجہ اور ثواب اسمیں ہے کہ باوجود قدرت اور عدم موانع کے صرف خدا کے خوف سے زنا نکرے خاصکر جب کہ شہوت صادق موجود ہو اور یہ درجہ صدیقین کا ہے اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے من عشق فعف فکتم فمات فھو شھید اور فرمایا کہ سات آدمیوں کو قیامت کے روز اللہ تعالے عرش کے سایہ میں جگہہ دیگا اور اوس دن سوا اوسکے کہیں سایہ نہو گا اونمیں سے ایک وہ شخص بھی ہوگا جسکو کوئی عورت خوبصورت حسب و نسب والی اپنی طرف بلاوے اور وہ جواب میں کہے کہ انی اخاف اللہ رب العلمین اور حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ زلیخا کے ساتھہ باوجود قدرت اور اوسکی رغبت کے مشہور و معروف ہے جسپر خداوند کریم نے اپنی کتاب مجید میں اونکی ثنا کی ہے اور آپ اس باب میں سب کے امام ہیں حضرت سلیمان بن یسار جو بہت خوبصورت جوان تھے اونکا ذکر ہے کہ ایک عورت اونکے گھر آئی اور اونسے مباشرت کی طالب ہوئی اونہوں نے انکار کیا اور اوسکو گھر میں چھوڑ بھاگ گئے رات کو خواب میں حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھا اور اونکی خدمت میں عرض کیا کہ تم یوسف ہو اونہوں نے فرمایا کہ ہاں میں وہ یوسف ہوں کہ ارادہ کیا تھا اور تو وہ سلیمان ہے کہ ارادہ بھی نہ کیا یعنے آپ نے ولقد ھمت بہ وھم بھا لولا ان رای برھان ربہ کی طرف اشارہ فرماکے اونکی مدح کی اور ایک اور عجیب قصہ انہیں کا مذکور ہے کہ ایک رفیق کے ساتھہ ایک بار مدینہ منورہ سے حج کے لیے نکلے جب ابوا میں پہونچے تو انکا رفیق دسترخوان لیکر کچھہ خریدنے کو

حاشیہ: جو شخص عاشق ہوا اور باز رہا اور عشق کو چھپایا پھر مرگیا تو وہ شہید ہوا۔ ... وہ شخص ... میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں ... اور البتہ عورت نے اوسکا ارادہ کیا اور اوس نے اوسکا ارادہ کیا اگر نہ دیکھتا اپنے رب کی دلیل

بازار چلا گیا اور خیمہ مین بیٹھے رہے ایک بدوی عورت کی نگاہ جو انکے حسن و جمال پر پڑی ہزار جان
عاشق ہو گئی اور پہاڑ سے اتر کر سامنے آکر کھڑی ہوئی اور چونکہ خود بھی مہ پارہ تھی برقع اٹھا کر
چاند سورج کی جوت ملائی اور اوسنے کہا کہ مجھے کچھ دیجیے انہون نے جانا کہ کھانا مانگتی ہے یہ روٹی
لیکر دینے لگے اوسنے کہا کہ مین یہ نہین مانگتی میری تمنا وہ امر ہے جو میان بیوی مین ہوتا ہی آپنے
فرمایا کہ تجھکو شیطان میرے پاس لایا ہے پھر اپنا سر گھٹنون کے اندر کرکے خوب زور سے رونے لگے جب
اوسنے یہ حال دیکھا تو اپنا سا منہ لیکر اپنے گھر چلی گئی جب اونکا رفیق آیا تو دیکھا کہ روتے روتے آنکھین
سوج گئی ہین اور گلا پڑ گیا ہے پوچھا کہ آپ کیون روتے ہین آپ نے فرمایا کہ کچھ نہین مجھے لڑکی یاد
آگئی تھی اوسنے کہا کہ کوئی اور بات ہے تین منزل مین آپکو لڑکی کبھی یاد نہ آئی آج کیا تھا غرض
بہت سے اصرار سے جو پوچھا تو آپ نے بدوی عورت کا قصہ کہدیا وہ شخص دسترخوان رکھکر بہوت
بہوت رونے لگا اونہون نے پوچھا کہ تو کیون روتا ہے اوسنے جواب دیا کہ مین اسلیے روتا ہون
کہ اگر آپ کی جگہ مین ہوتا تو مجھسے نہ رہا جاتا معصیت مین مبتلا ہو جاتا تھوڑی دیر تک دونون
روتے رہے جب مکہ مین پہونچے اور طواف اور سعی کے بعد حجر اسود کے پاس آئے تو سلیمان ابن سالم
گوٹ مار کر بیٹھ رہے اور اونکو نیند آگئی تو خواب مین دیکھا کہ ایک شخص دراز قد خوبصورت
لباس فاخرہ پہنے اور عمدہ خوشبو لگائے ہوئے ہے اونہون نے پوچھا کہ آپ کون ہین فرمایا کہ
مین یوسف ہون پوچھا کہ یوسف صدیق فرمایا کہ ہان عرض کیا کہ آپ کا حال زلیخا کے
ساتھ بڑا عجیب ہے آپ نے فرمایا کہ تمہارا حال ابوا والی عورت کی ساتھ اوس سے بھی زیادہ عجیب ہے
اور حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہین کہ مینے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یون
سنا ہے کہ زمانہ گذشتہ مین تین آدمی چلے جاتے تھے رات کو ایک غار مین رہے ایک پتھر اتفاقا
پہاڑ سے ایسا گرا کہ اوس غار کا منہ بند ہو گیا آپسمین کہنے لگے اپنے اپنے عمل صالح یاد کرکے خدا سے
دعا مانگو شاید اونکی برکت سے یہ پتھر سرک جاوے ایک نے اونمین سے کہا کہ الٰہی تو جانتا ہے
کہ میرے ماباپ بوڑھے تھے اور مین شام کا کھانا پہلے اونکو کھلا دیتا تھا جب اپنے گھر والون اور
جانورونکو دیتا تھا ایک روز مجھکو چارہ لانے مین دیر ہو گئی تو وہ سو گئے اور مین اونکے لیے دودہ
دوہکر اونکے پاس لے گیا تو سوتا پایا مجھکو جگانا اچھا نہ معلوم ہوا پیالہ ہاتھ مین لیے اونکے
پاس صبح تک کھڑا رہا میرے بچے میرے پاؤن پر لوٹا کیے مگر مینے ماباپ سے پہلے اونکو دینا اچھا
نجانا جب صبح کو وے پی چکے تب اورونکو دیا الٰہی اگر تو یہ جانتا ہے کہ یہ کام مینے صرف تیری

رضامندی کے لیے کیا ہے تو اس بلا سے نجات فرما اسکی دعا سے وہ پتھر اتنا سرکا کہ آسمان
سوجھنے لگا دوسرے نے کہا کہ الٰہی تو جانتا ہے کہ مین اپنے چچا کی بیٹی پر عاشق تھا اور اوس سے
وصال کی استدعا کی مگر اوسنے انکار کیا جب اوسکو قحط سالی مین تکلیف ہوئی تو میرے پاس آئی
مینے ایک سو بیس اشرفیان دین بشرطیکہ مجھسے انکار نہ کرے اوسنے میرا کہنا مان لیا لیکن جب مینے
اوس سے صحبت کرنا چاہا تو اوسنے کہا کہ خدا کا خوف کر ناحق میرا ہتک مت کر مین ڈر گیا اور اوسکو
چھوڑ دیا اور جو کچھ دے چکا تھا وہ بھی نہ لیا اور محبت بھی بدستور رکھی الٰہی اگر یہ امر مینے تیرے
خوف سے چھوڑا تھا تو ہماری مصیبت کو ٹالدے اسکی دعا سے وہ پتھر تھوڑا اور سرک گیا مگر ایسا
راستہ نہوا کہ اوس مین سے نکل سکین تیسرے نے کہا کہ الٰہی مینے ایک بار چند مزدورون کو کام پر
لگایا تھا اور سبکی مزدوری چکا دی تھی مگر ایک مزدور اپنی مزدوری چھوڑ کر چلا گیا مینے اوسکو
اوسکے پیچھے بڑھایا یہانتک کہ بہت سا مال ہو گیا جب وہ مدت کے بعد مجھسے مزدوری مانگنے آیا
تو مینے جسقدر اوسکا مال تھا اونٹ اور گاے اور بکری سب دکھا دیا اور کہا کہ یہ سب تیرا ہے اوسنے
کہا کہ بندۂ خدا کیا ہنسی کرتے ہو مینے کہا کہ ہنسی نہین ہے یہ تیری ہی مزدوری کی تجارت سے
ہوئی ہین انکو لیجا وہ اون سب کو ہانک لے گیا اور کچھ نچھوڑا الٰہی اگر یہ امر مینے تیری رضا کی
خاطر کیا تھا تو ہمکو بلا سے نجات عنایت فرما پس اسکی دعا کے بعد وہ پتھر بالکل علٰحدہ ہو گیا اور
سبھون نے اپنی اپنی راہ لی یہ کمال و فضیلت تو اوسکی ہے جسنے کہ اپنے آپ کو شہوت زانی سے
بچایا اور پارسا رہا اسیکی قریب وہ شخص بھی ہے جو آنکھہ کی شہوت رانی سے محفوظ رہے کیونکہ زنا
کی ابتدا نظر ہی سے ہوتی ہے اس لیے کہ نظر کا روکنا بھی امر مہم اور مشکل ہے اسیلیے کہ اسکو سہل تصور
کر لیا ہے اور اسکا خوف بہت نہین ہے حالانکہ جتنی آفتین ہین سب کا منشا نظر ہے ایکبار دیکھنے
سے تو مواخذہ نہین ہوتا مگر دوبارہ تاکنے پر مواخذہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین
لَكَ الْأُولَى وَعَلَيْكَ الثَّانِيَةُ مراد اس سے نظر ہی ہے اور علاء بن زیاد فرماتے ہین کہ اپنی نگاہ عورتکی
چادر پر مت ڈال اسلیے کہ نظر تخم شہوت دلمین بوتی ہے اور انسان جب کبھی عورت یا لڑکے
پر نظر ڈالتا ہے تو کم ایسا ہوتا ہے کہ دوبارہ نہ تاکے پس جب جمال کا خیال مد نظر ہوگا تو دوبارہ
دیکھنے پر طبیعت راغب ہوگی اوسوقت اپنے نفس مین یہ ٹھہرالے کہ دوبارہ دیکھنا عین حماقت ہے
کیونکہ دو حال سے خالی نہین اگر دوسری دفعہ مین صورت اچھی معلوم ہوئی تو نفس مقتضی
شہوت کا ہوگا اور اوسکو ملنے کی نہین تو بجز دامان حسرت اور کیا ہاتھ آویگا اور اگر بری معلوم ہوئی

تو جس واسطے دیکھتا تہا یعنے حصول لذت کے لیے وہ حاصل نہوگی تو گناہ بے لذت مین مبتلا ہوگا
پہر صورت یا صورت سے ہم آغوش ہوگا یا لذت کہ نہ حاصل ہونے سے ہمکنار اور دونون امر محض
بیکار ہین اور اگر آنکھین بند کر لیجاوین تو بہت سی آفتین دل پر سے جاتی رہتی ہین اور اگر آنکھہ
سے خطا بہی ہوے اور باوجود قدرت اپنے آپ کو زنا سے بچایا تو یہ بڑے زور اور نہایت توفیق کا
کام ہے ابوبکر بن عبد اللہ مزنی روایت کرتے ہین کہ ایک قصاب اپنے ہمسایہ کی لونڈی پر عاشق
ہوا جب اوسکی مالک نے اوسکو کسی کام کے لیے دوسرے گاؤن بہیجا تو قصاب اوسکے پیچہے ہوا اور مطلب کا
خواہان اوس لونڈی نے کہا کہ جتنا تم مجھے چاہتے ہو اوس سے زیادہ مین تمہین چاہتی ہون مگر
اس بات سے درگذر و کہ مجھکو خدا کا خوف معلوم ہوتا ہے اوسنے کہا کہ جب تجھے خوف ہی تو مجھے
نہوگا غرض کہ تائب ہوکر پہرا بعد اسکے اوسکو اس شدت کی پیاس لگی کہ قریب مرنیکے ہو گیا
اتنے مین انبیاء بنی اسرائیل مین سے کسی کا قاصد ملا اوسنے اس سے حال پوچہا اسنے کہا کہ مین
پیاسا ہون نبی کے قاصد نے فرمایا کہ آؤ ہم تم دعا کرین کہ خدا تعالے اس گاؤن مین جانی تک ابر کا
سایہ ہمپر کر دے اوسنے کہا کہ مینے کوئی کام نیک نہین کیا کہ دعا مانگون تم دعا مانگو قاصد نے کہا
کہ اچہا مین دعا مانگتا ہون تم آمین کہنا پہر قاصد نے دعا شروع کی اور قصاب آمین کہتا گیا یہانتک
کہ ایک بادل کا ٹکڑا ان دونون کے سر پر ہو گیا اور گاؤن مین پہونچ گئے جب قصائی اپنے مکان
کیطرف کو جدا ہوا تو ابر بہی اوسکے ساتہہ ہی ہو لیا قاصد نے کہا کہ تم تو کہتے تہے کہ میرے پاس کوئی
عمل نیک نہین دعا مینے مانگی تہی اور آمین تم نے کی تہی اور بادل دونون پر آیا تہا اب کسطرح
تمہارے ساتہہ ہو لیا اپنا حال مجہسے کہو اوسنے قصہ توبہ کا بیان کیا قاصد نے کہا کہ خدا کے نزدیک
تائب کا وہ درجہ ہے کہ کسی کا نہین اور احمد بن سعید اپنے باپ سے ناقل ہین کہ کوفہ مین ہمارے پاس
ایک جوان نہایت شکیل و خوبصورت و خوش سیرت عابد رہتا تہا کبہی مسجد جامع سے گویا جدا
نہوتا ایک عورت جمیلہ عقیلہ اوسکو دیکہکر فریفتہ ہوئی اور مدت تک ویسے ہی رہی ایک روز وہ
شخص مسجد کو جاتا تہا اوسکی راہ مین کہڑی ہو گئی اور کہنے لگی کہ میان صاحب کچہہ مین کہون اوسکو
سن لیجیے پہر جو دل مین آوے سو کیجیے مگر شخص مذکور نے کچہہ نہ کہا اور چلا گیا پہر جب وہ گہر کو جانے لگا
پہر راستہ روک کر کہا کہ میری بات سنتی جاؤ اونہون نے گردن جہکالی اور بڑی دیر کے بعد فرمایا
کہ یہ تہمت کی جگہہ ہے مجھے اچہا نہین معلوم ہوتا کہ کوئی مجہپر تہمت کرے اوسنے کہا کہ مین جو یہان آکر
کہڑی ہون تو یہ بات نہین ہے کہ تمہارا حال نہین جانتی بلکہ خدا نکرے کہ لوگونکو میری طرف سے

ایسا ویسا حال معلوم ہو مگر مجکو جو خود اس جیسے کام مین تمہارے پاس آنا پڑا اسے مجھے خوب معلوم ہے کہ لوگ تہوڑی سی بات کو زیادہ جانا کرتے ہین اور تم لوگ عابد شغل والے ہو تمکو ذرا سی بات سے عیب لگ جاتا ہے مجھے سوکی ایک بات یہ کہنی ہے کہ ے

سمایا ہے جبسے نظر مین میری		جدہر دیکھتی ہون اودہر تو ہی تو ہی	

تو میرے اور تیرے معاملہ کو خدا ہی چکاوے راوی کہتا ہے کہ وہ جوان یہ سنکر گہر چلے گئے اور نماز پڑہنی چاہی مگر سمجھہ مین نہ آیا کہ کیا پڑہتے ہین ایک پرچہ کاغذ لیکر اوسپر ایک رقعہ لکہا اور گہر سے نکلے دیکہا کہ عورت راہ مین اوسی جگہہ کہڑی ہوئی ہے وہ رقعہ اوسکی طرف پہینک کر اپنے گہر چلے آئے مضمون رقعہ کا یہ تہا بسم اللہ الرحمن الرحیم ای عورت آگاہ ہو کہ جب بندہ نافرمانی خدا کی کرتا ہے تو وہ بردباری فرماتا ہے اور جب دوبارہ کرتا ہی تب بہی پردہ پوشی فرماتا ہی ع گنہ بیند و پردہ پوشد بحلم ۔ اور جب گناہ کو اپنا شعار کر لیتا ہے تو پہر اوسپر ایسا غضب نازل ہوتا ہے کہ نہ اوسکو زمین و آسمان سہار سکین نہ پہاڑ و اشجار نہ دد و دام ے

بہ تہدید گر بر کشد تیغ حکم		بمانند کر و بیان صم و بکم	

پس ایسے غضب کی کسکو طاقت ہی اور جو تونے بات کہی تہی وہ اگر باطل ہے تو یاد کر اوسدن کو کہ آسمان گلے ہوئے تانبے کی شکل کا ہوگا اور پہاڑ دہنی روئی کیطرح اور صولت جباری اور دبدبہ قہاری اس ورنوشوہ پہ ہوگا کہ تمام لوگ گہٹنے کے بل گرے ہوے ہونگے اور میرا حال یہ ہے کہ مین اپنی ہی نفس کی اصلاح نہین کر سکتا تا بدیگرے چہ رسد اور اگر تیرا مقولہ حق ہی تو ایسا طبیب تبلائے دیتا ہون کہ تمام دردون کی دوا کرے اور مہلک بیماریون کا علاج فرماوے وہ ذات پاک اللہ جل شانہ کی ہے اوسی کیطرف صدق دلسے رجوع کرنا چاہیے اور مجکو تیری طرف سے یہی آیت کافی ہے وَأَنذِرْهُمْ يَوْمَ الْآزِفَةِ إِذِ الْقُلُوبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كَاظِمِينَ مَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ حَمِيمٍ وَلَا شَفِيعٍ يُطَاعُ يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ پس آیت سے کوئی مفر نہین ہوتا فقط پہر وہ عورت بعد چندے آئی اور راہ مین کہڑی ہوئی جب اوس شخص نے اوسکو دور سے دیکہا گہر کو لوٹنے کا ارادہ کیا کہ اوسکی صورت نظر نہ پڑے اوسنے کہا کہ کیون جاتے ہو آج کے سوا کبہی ملاقات نہوگی اب خدا ہی کے یہان ملین گے یہ کہکر خوب روئی اور کہا کہ مین خدا سے دعا کرتی ہون جسکے ہاتہہ مین تیرا دل ہے کہ مجہپر تیری مشکل آسان کرے لیکن مجکو کوئی نصیحت اور وصیت کر کہ اوسپر عمل کرون اوسنے کہا کہ مین تجہی یہی وصیت کرتا ہون کہ اپنے آپ کو اپنے نفس سے بچائی رکہنا اور یہ آیت یاد رکہنا و ہو

اور یہ زمانہ وہی اونکو اوس نزدیک آنیکی دن کی جسوقت دل پہونچین گے گلون تک دبا رہے ہون گے ۔ نہین گنہگارون کیواسطے کوئی دوست اور نہ کوئی سفارشی کہ جسکی بات مانی جاوے ۔ وہ جانتا ہے چوری کی نگاہ اور جو کچھ چھپا ہے سینون مین ۔

الذی یتوفاکم باللیل ویعلم ما جرحتم بالنھار یہ اوس عورت نے گریبان مین منہ ڈال کر پہلی مرتبے سے زیادہ رونا شروع کیا اور پھر افاقہ کے بعد اپنے گھر چلی آئی اور خدا تعالیٰ کی عبادت مین چند معروف رہکر اسی رنج مین مرگئی وہ جوان اوسکو یاد کرکے رویا کرتے لوگ پوچھتے کہ مصرع ای باد صبا این ہمہ اوردہ تست ۔ آپ ہی نے تو اوسکو مایوس کیا تھا اب کیون روتے ہو فرمایا کہ مین نے بعنوانِ گر بہ کشتن روز اول اوسکی طمع کو اول ہی دفعہ ذبح کرڈالا اور اوس سے کنارہ کشی کو خدا کے یہان اپنے لیے ذخیرہ کیا اب یہ شرم آتی ہے کہ یہ ذخیرہ کہین واپس نہو جاوے باب کسر شہوتین تمام ہوا اسکے بعد آفات زبان مذکور ہوتے ہین والحمد للہ اولاً و اخراً

وصلی اللہ علی کل عبد مصطفی من اھل الارض والسماء

باب چہارم آفات زبان مین

رباعی کر احسن تقویم مین پیدا انسان
پھر اپنے بنی سے من صمت سنوایا
اسرار دلی کیے ودیعت بزبان ہا
اللہ اللہ تیرے ہین کیا کیا احسان

جاننا چاہیے کہ زبان اگرچہ ایک مضغہ گوشت ہی مگر خدا تعالیٰ کی بڑی نعمتون اور صنائع لطیفہ مین سے ہے اسکا گناہ بھی سب سی زیادہ ہے اور طاعت بھی بڑہکر ہے کیونکہ کفر و ایمان جو بڑے درجہ کی طغیانی و طاعت کہلاتی ہین وہ زبان کی شہادت سی ظاہر ہوتی ہین کوئی سی چیز معدوم ہو یا موجود خالق ہو یا مخلوق معلوم ہو یا موہوم خیالی ہو یا ظنی سب کی سب زبان پر آتے ہین اور اونکی نفی و اثبات مین تعرض کرتی ہے مثلاً جس چیز پر علم حاوی ہوتا ہے اوسکو زبان ہی سے بیان کرتے ہین خواہ حق ہو یا باطل اور علم سی کوئی چیز باہر نہین اس لیے زبان پر سب طرح کی مذکورات آسکتے ہین اور یہ ایک ایسی خاصیت ہے کہ اور اعضا مین نہین پائی جاتی مثلاً آنکھ رنگ کی چیزونکی صورتون کے سوا اور چیز نہین دیکھ سکتی کان آواز کے سوا نہین سن سکتا ہاتھ اجسام کے سوا نہین پہونچ سکتا اسیطرح سب اعضا کو جاننا چاہیے مگر زبان کا میدان وسیع ہے اسکے لیے کچھ حد و انتہا نہین جیسے خیر کے بولنے پر قادر ہی ویسے ہی شر کے بولنے پر قابو رکھتی ہے پس جو کوئی اپنی زبان کو اختیار مین نہ رکھے نہ معلوم شیطان اوس سی کیا کیا کہلائی اور کس گڈہے مین ڈھکیلے ولا یکب الناس فی النار علی مناخرھم الا حصائد السنتھم حدیث صحیح ہے زبان کی شرارت سی وہی بچیگا جو اوسکو لگام شرع دے رہیگا اور منہ سے بات وہی نکالے گا کہ جسمین نفع دنیا یا آخرت کا ہو اور جس بات کی ابتدا و انتہا مین کچھ شک پاویگا اوسکو زبان تک نہ لاویگا الدین یا حکام

معلوم کرنا کہ کس بات کا کہنا اچھا ہے اور کس کا برا بہت دقیق ہے اور اسکو او عمل کرنا اور بھی
زیادہ مشکل انسان کے حق مین سب اعضا سے زیادہ نافرمان زبان ہے کیونکہ اسکے ہلانے مین
ذرا بھی مشقت نہین ہوتی اور ازانجا کہ خلق اسکی آفات سے بچنے اور مضرات سے خوف کرنے مین
سہل انگاری کرتی ہے حالانکہ یہ انسان کے بہکانے کو شیطان کے بڑے اوزارون مین سے ہے
اس لیے ہم اللہ کی مدد و توفیق سے سب آفتین زبان کی ایک ایک مع تعریف و سبب اور اونسے
احتراز کی تدبیر مفصل لکھتے ہین اور اخبار و آثار جو اونکی مذمت مین وارد ہین وہ بھی نقل کرینگے
قبل ذکر آفات کے فضائل خاموشی کے لکھتے ہین بعد اسکے بیس آفتین جو زبان سے متعلق ہین
ذکر کرینگے اسطرح کہ اول جو سب سے ادنی ہوگی اوسکو لکھین گے بعد اوس سے زیادہ پھر اوس سے
زیادہ اسیطرح آخر تک مرتب لکھین گے

بیان زبان کے خطرہ کے بڑے ہونے کا اور فضیلت چپ رہنے کی

معلوم کرنا چاہیے کہ زبان کے باعث اندیشہ بہت بڑا ہے اور اوس سے بچنے کی صورت بجز
سکوت کے اور کوئی نہین اسیواسطے شرع مین سکوت کی مدح و ترغیب پائی جاتی ہے چنانچہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من صمت نجا اور فرمایا الصمت حکم وقلیل فاعلہ یعنی خاموشی
حکمت اور احتیاط کی شے ہے اور عبد اللہ بن سفیان اپنے باپ سے روایت کرتے ہین کہ انہون نے
آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ اسلام مین کوئی ایسی بات ارشاد فرما دیجیے کہ پھر آپ کے پیچھے
کسی سے پوچھنے کی نوبت نہ آوے آپ نے فرمایا کہ قل امنت باللہ ثم استقم پھر اونہون نے
عرض کیا کہ مین کس چیز سے بچون آپ نے اپنے دست مبارک سے زبان کی طرف اشارہ فرمایا
کہ اس سے بچو اور عقبہ بن عامر کہتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین
عرض کیا کہ نجات کی کیا صورت ہے آپ نے فرمایا امسک علیک لسانک ولیسعک بیتک
وابک علی خطیئتک اور سہیل بن سعد ساعدی فرماتے ہین کہ آپ نے فرمایا من تکفل لی بما بین لحییہ
ورجلیہ اتکفل لہ بالجنۃ اور فرمایا من وقی شر قبقبہ وذبذبہ ولقلقہ فقد وقی الشر کلہ
یعنی جو شخص اپنے شکم اور شرمگاہ اور زبان کے شر سے بچا وہ سب شر سے محفوظ رہا کیونکہ اکثر لوگ انہین تین شہوتون سے
تباہ ہوتے ہین اور اسی لیے ہم نے بھی بعد بیان شہوتین کے آفات زبان کی تشریح کو مقدم سمجھا
اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ وہ کون سی چیز ہے جس کی باعث جنت مین
کثرت سے جائینگے آپ نے فرمایا تقوی اللہ وحسن الخلق اور جب یہ پوچھا کہ دوزخ مین کس چیز کی سبب

جہنم مین جاوینگے فرمایا کہ الاجوفان الفم والفرج اس حدیث مین فم سے مراد آفات زبان ہی ہی
کیونکہ منہ زبان کا محل ہے اور شکم بہی مراد ہوسکتا ہے کہ اوسکے بہرنے کا راستہ منہ ہی ہے اور حضرت
معاذ بن جبل نے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ ہم جو بولتے چالتے ہین اسپر ہم سے مواخذہ ہوگا
آپ نے فرمایا ثکلتک امک یا ابن جبل وھل یکب الناس فی النار علی مناخرھم الا حصائد السنتھم
اور حضرت عبد اللہ ثقفی نے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ کوئی بات قابل تمسک مجکو ارشاد فرمائیے آپ نے فرمایا
قل ربی اللہ ثم استقم اونہون نے عرض کیا کہ جس چیز کا آپکو مجہپر زیادہ خوف ہو وہ کیا ہے آپنے
اپنی زبان مبارک پکڑکر فرمایا کہ یہ ہے اور حضرت معاذ رضی اللہ نے جب آپ سے پوچہا کہ اعمال
مین افضل کونسا ہے آپ نے اپنی زبان نکال کر اوسپر انگلی رکہی یعنی سکوت افضل اعمال ہے اور حضرت
انس بن مالک سے یہ حدیث مروی ہے کہ لا یستقیم ایمان العبد حتی یستقیم قلبه ولا یستقیم
قلبه حتی یستقیم لسانه ولا یدخل الجنة رجل لا یامن جاره بوائقه اور فرمایا من سره ان یسلم فلیلزم الصمت
اور سعید بن جبیر روایت کرتے ہین کہ آپ نے فرمایا جب صبح ہوتی ہے اعضا سب کے سب زبان سے
کہتے ہین کہ ہمارے باب مین ذرا خدا کا خوف رکہنا اگر تو سیدہی رہی تو ہم بہی رہینگے ورنہ تو ٹیڑہی
ہوئی تو ہمارا بہی یہی حال ہوگا اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے دیکہا کہ حضرت ابوبکر صدیق
رضی اللہ عنہ اپنی زبان کو ہاتہ سے پکڑکر کہینچ رہے تہے آپ نے پوچہا کہ اے نائب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم آپ یہ کیا کرتے ہین آپ نے فرمایا کہ اسنے مجہے بہت ناک چنے چبائے ہین اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جسمین کوئی ایسا عضو نہین کہ زبان کی تیزی کی شکایت
خدا سے نکرتا ہو اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ صفا پر چڑہے ہوئے یون فرماتے تہے یا لسان
قل خیرا تغنم واسکت عن شر تسلم من قبل ان تندم لوگون نے پوچہا کہ یہ اپنی طرف سے آپ فرماتے ہین
آپ نے فرمایا کہ نہین بلکہ مینے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہی کہ انہون نے ارشاد فرمایا ہی ان
اکثر خطایا بنی آدم فی لسانه اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ یہ حدیث فرماتے ہین من کف لسانه
ستر اللہ عورته ومن ملک غضبه وقاه اللہ عذابه ومن اعتذر الی اللہ قبل اللہ عذره
اور روایت ہی کہ معاذ بن جبل نے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ آپ مجکو کوئی وصیت فرمائیے آپنے فرمایا اعبد اللہ
کانک تراه وعد نفسک فی الموتی پہر فرمایا کہ اگر تو کہے ایسی بات بتادون کہ ان سب سے زیادہ
تجکو نافع ہو اور ہاتہ سے اشارہ زبان کیطرف فرمایا اور صفوان بن سلیم سے یہ حدیث شریف مروی ہی الا اخبرکم
بایسر العبادة واھونھا علی البدن الصمت وحسن الخلق اور حضرت ابو ہریرہ رض سے یہ مروی ہے من کان یومن

باللہ والیوم الاخر فلیقل خیرا اولیسکت اور حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ ہمکو یہ حدیث
پہنچی ہے رحم اللہ عبدا تکلم فغنم او سکت فسلم اور حضرت عیسی علیہ السلام کی خدمت مین لوگون نے
عرض کیا کہ کوئی ایسا عمل تبلائی کہ جس سے جنت ملے آپ نے فرمایا کہ کبھی بولو مت انہون نے
عرض کیا کہ یہ تو نہین ہوسکتا فرمایا کہ خیر کے سوا کچھہ زبان سے مت نکالو اور حضرت سلیمان بن
داود علیہ السلام فرماتے ہین کہ اگر کلام بالفرض چاندی ہو تو چپ رہنا سونا ہے اور براء بن عازب رض
فرماتے ہین کہ ایک اعرابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین آیا اور عرض کیا کہ کوئی عمل ایسا
تبلائیے جس سے مجکو جنت ملے آپ نے فرمایا کہ بھوکے کو کہانا کہلا اور پیاسے کو پانی پلا اور اچھی بات کا
امر کر اور بری بات سے منع کر اور اگر یہ نہو سکے تو اپنی زبان سے سوا خیر کے اور کچھہ مت بول اور ایک
حدیث شریف مین فرمایا اخزن لسانک الا من خیر فانک بذلک تغلب الشیطان اور فرمایا ان اللہ
عند لسان کل قائل فلیتق اللہ امرء علی ما یقول اور فرمایا اذا رأیتم المؤمن صموتا وقورا
فادنوا منه فانه یلقن الحکمة اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ آپ نے فرمایا آدمی
تین قسم کے ہین ایک غنیمت لوٹنے والا جو اللہ کا ذکر کرتا ہے اور ایک آفتون سے محفوظ جو خاموش ہے
اور ایک ہلاک ہونے والا جو باطل مین خوض کرتا رہتا ہے اور ایک حدیث مین ہے کہ مومن کی
زبان دل کے پیچھے رہتی ہے جب بولنا چاہتا ہے تو اول دلمین سوچ لیتا ہے جب زبان سے
نکالتا ہے اور منافق کی زبان دل کے آگے ہوتی ہے بے سوچے سمجھے جو چاہتا ہے بک دیتا ہے اور حضرت عیسے
علیہ السلام فرماتے ہین کہ عبادت کے دس حصے ہین نو حصے تو سکوت مین ہین اور ایک حصہ لوگون سے
جدا رہنے مین اور ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین من کثر کلامه کثر سقطه
ومن کثر سقطه کثرت ذنوبه ومن کثرت ذنوبه کانت النار اولی به آثار حضرت ابو بکر صدیق
منہ مین کنکر رکھتے تا کہ بولنے سے رکے رہین اور اپنی زبان کیطرف اشارہ کر کے فرماتے اسنے مجکو بہت سے گہاٹ
اتارا ہے اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے کہ قسم ہے اوس ذات پاک کی جسکے سوا کوئی
معبود نہین زبان سے زیادہ کوئی چیز زیادہ قید رکہنے کی محتاج نہین اور حضرت طاوس رحمہ اللہ
فرماتے ہین کہ میری زبان درندہ ہے اگر چھوڑ دون تو مجھے چٹ کرے اور وہب بن منبہ حکمت آل
داود مین فرماتے ہین کہ عاقل پر واجب ہے کہ عارف زمان اور حافظ زبان اور اپنی وضع کا پورا ہو
اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ جسنے اپنی زبان نہ روکی اوسنے دین کو بہی نہین سمجھا اوزاعی فرماتے ہین
کہ ہمکو عمر بن عبد العزیز رح نے یون لکھا تھا کہ جو کوئی موت کو بہت یاد کرتا ہے دنیا سے تہوڑی چیز پر

حفاظت کرتا ہے اور جو اپنے کلام کو بھی عمل تصور کرلے وہ بفائدہ کم بولے گا اور بعض اکابر کا قول ہے
کہ سکوت سے آدمی مین دو خصلتین جمع ہوتی ہین اول تو دین سلامت رہتا ہے دوسرے دوسرے کی
بات خوب سمجھتا ہے اور محمد بن واسع رحمہ اللہ نے مالک بن دینار کو فرمایا کہ آدمی کو زبان کا
روکنا روپیہ پیسے کی حفاظت سے زیادہ مشکل ہے اور یونس بن سعید رح فرماتے ہین کہ جسکی زبان
ایک ٹھکانہ پر رہتی ہے اوسکے سب کام ٹھیک رہتے ہین اور حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ امیر
معاویہ رض کی مجلس مین لوگ بول رہے تھے اور احنف بن قیس چپ بیٹھے تھے حضرت امیر نے
اونسے کہا کہ آپ کچھ نہین فرماتے آپ نے جواب دیا کہ اگر جھوٹ کہون تو خدا کا خوف آتا ہے اور اگر
سچ کہون تو تم سے ڈر لگتا ہے اور ابوبکر بن عیاش رح فرماتے ہین کہ ایکبار چار بادشاہ جمع ہوئے بادشاہ
ہند اور بادشاہ چین اور بادشاہ فارس اور قیصر روم ایک نے کہا کہ جو مین کہتا ہون اوس سے پچھتاتا ہون
اور جو نہین کہتا اوس سے کچھ ندامت نہین ہوتی دوسرے نے کہا کہ جب مین کوئی کلمہ بولتا ہون
مین اوسکے اختیار مین ہوجاتا ہون وہ میرے قابو مین نہین رہتا اور جب تک نہین بولتا تو وہ
میرے اختیار مین رہتا ہے مین اوسکے قابو سے باہر ہوتا ہون تیسرے نے کہا کہ مجھے اپنے کہے ہوئے
ہوئی بات پر تعجب ہوتا ہے کہ اگر وہی بات اوسپر آپڑی تو ضرر دیتی ہے اور اگر وہ ایسی نہ ہوئی تو کچھ فائدہ نہ دیا
چوتھے نے کہا کہ مین بن کہے بات کو پھیر لینے پر زیادہ قادر ہون کہی ہوئی کو نہین پھیر سکتا اور منصور
بن المعتمر کے حال مین لکھا ہے کہ عشاء کے بعد چالیس برس تک کوئی کلمہ نہین بولتے تھے اسی طرح
ربیع بن خیثم نے بیس برس تک کوئی دنیا کے کلام نہین کیے اور جب صبح ہوتی دوات قلم اور
کاغذ اپنے پاس رکھ لیتے جو کچھ بولتے وہ کاغذ پر لکھ لیتے شام کو اپنے نفس سے اوسکا حساب کیا کرتے
یہ فضائل سکوت کے ہین اور وجہ سکوت کی افضل ہونے کی یہ ہے کہ بولنے مین صدہا آفات ہین
خطا اور جھوٹ اور غیبت اور چغلی اور ریا اور نفاق اور فحش اور تکرار اور اپنے آپ کو پاک بتانا اور
امر باطل مین خوض کرنا خصومت زیادہ گوئی بات بڑھانا گھٹانا خلق کو ایذا دینا پردہ دری
کرنی یہ سب زبان ہی کے سبب سے ہوتے ہین زبان ہلانی کچھ دقت نہین معلوم ہوتی دل مین
مزا معلوم ہوتا ہے طبیعت اور شیطان اکسایا کرتا ہے اور یہ بات بہت کم ہے کہ جو بولنے کا عادی ہو
تو زبان کو ایسی طرح قابو مین رکھے کہ جہان بولنا چاہیے وہان ہی بولے اور جس بات کو کہنا نہ چاہیے
اوس سے باز رہے کیونکہ اسکا معلوم ہونا بہت مشکل ہے کہ کونسی بات کہنے کے قابل ہے اور کونسی
نہین اس جہت سے بولنے مین خطرہ رہتا ہے اور خاموشی مین سلامتی ہے اسی بنا پر اسکی فضیلت بھی

زیادہ ہوئی علاوہ ازین سکوت سے یہ بہی فائدہ ہین کہ ہمت اکٹھی رہتی ہے اور ہیبت بنی رہتی ہے
فکر و ذکر و عبادت کی فراغت میسر ہے بولنے کی آفات سے دنیا مین نجات حاصل اور آخرت مین
حساب سے برایت ہی اللہ تعالی فرماتا ہی مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ اور فضیلت سکوت کی
ایک اور دلیل عقلی عمدہ ہے وہ یہ ہے کہ کلام چار قسم ہے ایک تو وہ کہ اوسمین ضرر ہی ضرر ہو
دوسری وہ کہ اوسمین محض نفع ہی ہو تیسری وہ کہ ضرر و نفع دونون ہون چوتھی وہ کہ نہ نفع ہو
نہ ضرر تو قسم اول سے تو سکوت ضروری ہی ہے اور ایسی ہی قسم سوم سے بہی اگر ضرر نفع سے زیادہ ہو
اور چوتھی قسم کے کلام مین وقت کا ضائع کرنا ہے اور یہ بہی بڑا نقصان ہے پس قابل بولنے کی
دوسری قسم ہی رہی یعنے ایک چوتہائی کلام کے قابل بولنے کے ہے تین چوتہائی مین سکوت ہی
اولے ہے اب یہ چوتہائی بہی خطر سے خالی نہین کیونکہ اسمین بعض آفات خفی مثل ریا اور تکلف
اور خود پرستی اور زیادہ گوئی و غیبت و چغلی وغیرہ ملجاتے ہین کہ متکلم کو معلوم نہین ہوتی از بسکہ
بولنے سے ہر وقت خطرہ ہی ہے اور جو شخص زبان کی آفات سے ہماری تفصیل کے موافق آگاہ ہو جاویگا
وہ قطعاً جان لے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا مَنْ صَمَتَ نَجَا بہت درست اور خطاب فیصل
ہے خداوند کریم نے اوس ذات ستودہ صفات کو حکمت کے دُرے بہا اور کلمات جامع عنایت فرمائے ہین
ہر ہر لفظ مین موتی کوٹ کوٹ کر بہر دیتے ہین سمندر کو کوزہ مین بہر دیتے ہین صلی اللہ علیہ وسلم
افضل صلوٰۃ خواص علما کے سوا آپ کے کلام کے دقائق اور نکات اور کوئی سمجھہ بہی نہین سکتا انشاء اللہ
بیان آیندہ سے اسکی حقیقت واضح ہوگی اب ہم بیس آفتین مرتب شروع کرتے ہین

پہلی آفت کلام بے فائدہ ہی

یعنی ایسا کلام منہ سے نکالنا کہ اگر اوسکو نہ کہے تو کچہہ گناہ نہو اور نہ جان و مال مین کچہہ ضرر ہو
واضح ہو کہ سب مین عمدہ حال یہ ہی کہ آدمی اپنے سب الفاظ مین یہ خیال رکہے کہ جتنی آفتین مثل
غیبت اور چغلی اور جہوٹ اور خصومت وغیرہ کے ہین سب سے الفاظ محفوظ رہین اور صرف وہی بات
منہ سے نکلے جسکا بولنا مباح ہی اور اوس سے نہ اپنے کو ضرر ہو نہ اور کسی بہائی کا ضرر ہو لیکن بعض اوقات
ایسی باتین بہی منہ سے نکلجاتی ہین کہ جنکی کچہہ احتیاج نہو ایسی صورت مین وقت کا ضائع کرنا
اور اپنی گردن پر حساب زبان کا لینا اور کمتر چیز کے بدلے بہتر شے کو دیڈالنا ہے اسلیے کہ اگر بولنے
کے وقت کو فکر مین مصروف کرتا تو شاید فتوحات غیبی مین سے ایسی خیر مرحمت ہوتی کہ اوسکا نفع
زیادہ ہوتا یا تہلیل اور تسبیح اور تکبیر یا کسی اور ذکر مین لگتا تو یقیناً بہتر ہوتا بہت الفاظ ایسے ہین

ف ۱ یعنی بولنا ایک ... جو یہین اوس پاس ... ایک راہ دیکہتا ہے ۱۲

بلکہ باعث جنت مین مکان بنتا ہی پس جس شخص کو قدرت اس بات کی ہو کہ خزانہ لے سکے اور اسکے عوض مین ڈھیلے جمع کرے تو نقصان کے سوا اور کیا کہا چاہیئے تو ذکر اللہ جو عمدہ خزائن مین سے اوسکو چھوڑکر کلمات بیحاجت کو زبان سے نکالنا ایسا ہی ہے گو اونکا بولنا مباح تھا اور کچھہ گناہ نہوا مگر چونکہ بڑا مطلب اونکے سبب سے فوت ہو گیا اس جہت سی خسارہ ہی ہوا ایماندار کا سکوت فکر ہوتا ہے اور نطق ذکر اور دیکھنا عبرت اور اسیطرح پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے بلکہ آدمی کا راس المال اوقات مین جب اونکو کلام بے ضرورت مین صرف کریگا اور اسسی ثواب آخرت کا ذخیرہ نہ حاصل کریگا تو راس المال مین ٹوٹا پڑیگا اسی جہت سی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ بلکہ اس سے بہی سخت ایک حدیث ہی حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ احد کی لڑائی مین ایک گروہ ہم مین سے شہید ہوا ہمنے جو دیکھا تو بہوکھہ کے سبب اوسکی پیٹ پر پتھر بندہا ہوا تھا اوسکی ما اوسکے منہ سے مٹی جھاڑکر کہنے لگی کہ بیٹا جنت مبارک ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ کیسے معلوم ہوا شاید وہ کلام بیفائدہ کیا کرتا ہوا اور جس چیز سے اوسکا ضرر نہو وہ اوروںکو نہ دیتا ہے اور دوسری حدیث مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کعب کو چند روز ندیکھا تو پوچھا کہ کہان ہین لوگون نے عرض کیا کہ بیمار ہین آپ عیادت کو تشریف لائے جب اونکے پاس آئے تو فرمایا کہ خوشخبری ہو تمکو ای کعب اونکی مانے کہا کہ اے کعب تجکو جنت بیروک ٹوک مبارک ہو آپ نے فرمایا کہ یہ کون ہے کہ خدا پر حکم کرتی ہے حضرت کعب نے عرض کیا کہ میری ما ہے آپ نے فرمایا کہ تمکو کیسے معلوم ہوا شاید تمہارے بیٹے نے کوئی کلام بے حاجت کیا ہو یا کسی چیز کو بیفائدہ منع کیا ہو اس سے یہ غرض ہی کہ کہرا جنت مین بے حساب وہی جاتا ہے جسکے ذمہ کچھہ حساب نہو اور جب کلام بے حاجت کرتا ہے تو اوسکا حساب باقی رہتا ہے اگرچہ مباح ہی کیون نہو تو باوجود مناقشہ حساب کی یہ کہنا کہ بے روک ٹوک جنت مبارک ہو نہین چاہیے اور محمد بن کعب سی مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس دروازہ سی آج جو اول آویگا وہ جنتی ہوگا حضرت عبداللہ بن سلام داخل ہوئی تو اونکو دیکھکر کچھہ اصحاب رضی اللہ عنہم اونکے پاس گئے اور جو کچھہ آپ نے اونکی حق مین فرمایا تھا اونسے کہا اور پوچھا کہ جو ایسا عمل تم کرتے ہو اور اوس سے توقع تم کی ہوا اوسکو ہمکو بھی بتلاؤ اونہون نے فرمایا کہ مین ضعیف آدمی ہون میرا عمل کیا ہے الا جس سے مجکو توقع ہے وہ یہ ہی کہ سینہ کو بچائے رکہتا ہون اور بیفائدہ کلام نہین کرتا اور حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اونسے فرمایا کہ تجھے

۳ ترمذی مختصراً ابن ابی الدنیا بسند ضعیف ۱۲
۴ ابن ابی الدنیا بروایت کعب بن عجرہ ۱۲
۵ ابن ابی الدنیا مختصراً مرسلاً اور اسکی سند مین ایک راوی مجہول ہے ۱۲
۶ ابن ابی الدنیا بسند منقطع ۱۲

ایسا عمل بتلادون کہ بدن پر ہلکا ہو اور میزان مین بھاری انہون نے عرض کیا کہ بہت بہتر فرمایے آپ نے فرمایا هُوَ الصَّمْتُ وَحُسْنُ الْخُلُقِ وَتَرْكُ مَا لَا يَعْنِيكَ اور مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ مین نے حضرت ابن عباس رض سے سنا ہے یہ کہا کرتے تھے کہ پانچ چیزین مجھے روپیون کے وقف سے بھی اچھی معلوم ہوتی ہین ایک کلام بیفائدہ کا ترک کرنا کیونکہ وہ زیادہ ہوتا ہے اور اوس سے گناہ کا خوف لگا رہتا ہے دوسرے کلام مفید بیموقع نکہنا کہ اکثر کلام مفید بھی اگر بیموقع بولا جاتا ہے خرابی لاتا ہے تیسرے حلیم اور بیوقوف سے بحث نہ کرنی کیونکہ حلیم سے بحث کرنے سے اوسکو غصہ دلاتا ہے اور بیوقوف سے ایذا اٹھانی چوتہے ذکر کسی غائب بہائی کا اوسی طرح کرنا جیسے طرح خود اپنا ذکر اوس سے کہلانا منظور ہو اور اوسکو اون قصور وشے درگذر کرنا جنکو اوس سے معاف کرانا معلوم ہو اور اوس سے وہ معاملہ کرنا کہ وہ بھی ویسا ہی کرے تو اچھا لگے ان سب کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر چیز جو خود نہ پسندی یہ دیگرے مپسند پانچوین عمل کرنا اوس شخص کا جو یقین کرے کہ اچھا کرنے سے جزا پاونگا اور جرم کرنے سے سزا اور لقمان حکیم رحمۃ اللہ سے پوچھا کہ آپ کیا حکمت کرتے ہین فرمایا کہ جو چیز خود معلوم ہو جاوے اوسکے پوچھنے کے درپے نہین ہوتا اور تکلیف کلام بے فائدہ نہین کرتا اور مروی ہے کہ [illegible] ایک اولی [illegible] مین ہوا [illegible] تک ملاقات کی طلب مین رہے [illegible] لوگون نے پوچھا کہ وہ کیا بات ہوا انہون نے فرمایا کہ کلام بیفائدہ سے سکوت چاہتا ہون اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے کہ کلام بے فائدہ کا متعرض نہ چاہیے اور دشمن سے کنارہ کش اور دوست سے پرہیز رہنا چاہیے مگر جو دوست امین ہو اور امین وہی ہے جو خدا تعالے سے ڈرے اور بدکار کی صحبت سے بچنا چاہیے ورنہ اوسکا اثر اپنے آپ مین ہو جاویگا اور اپنے بہید کی اوسکو خبر نکرنی چاہیے اور مشورہ کامون مین ایسے لوگون سے کرے جنکو خوف خدا ہو اب جاننا چاہیے کہ تعریف کلام بے فائدہ کی تو اوپر مذکور ہوئی یہان اوسکی مثال تبلائی جاتی ہے مثلا کوئی شخص لوگون مین بیٹہکر اپنے سفرون کا ذکر کرے اور وہان کے دریا اور پہاڑ اور سبزہ و آب روان و حالات ماضیہ اور عمدہ کہانے اور کپڑے اور عجیب و غریب طرز مشائخ کے خواہ اور کوئی چیز جو سفر مین دیکہی ہو یا سنی ہو اوسکو بیان کرے تو یہ ایسی باتین ہین کہ اگر انکو بیان نہ کرے تو کچھہ گناہ بھی نہ ہو اور نہ کچھہ اپنا نقصان ہو بشرطیکہ ان حکایات مین اپنی طرف سے کچھہ کم و بیش نہ کرے نہ اپنا فخر ظاہر ہو کہ مینے ایسے بڑی بڑی امور دیکہے نہ کسی کی غیبت شامل ہو اور نہ مذمت کسی مخلوق کی پائی جاتی ہو جب اسطرح پر بیان کریگا تو یہ کلام بیفائدہ ہوگا

علاوہ سکوت اور خوش خلقی اور مفید کلام کہنا مناسب ہے ۱۲

[illegible] کلام کرنا [illegible] پر ظاہر ہے کہ آدمی بات کہنے مین آفات سے
کسیطرح نہین بچ سکتا کسی نہ کسی مین مبتلا ہو جاتا ہی ورنہ تضیع اوقات تو نقد وقت ہوتا ہے
اوسمین کسیطرح کا شک نہین اور ایک کلام بے فائدہ یہ ہے کہ دوسرے سے سوال بیفائدہ کرے
تو اوس سے ایک تو اپنا وقت سوال مین ضائع کرتا ہی اور چونکہ دوسرے کو جواب دینا پڑے گا تو گویا
اوسکا وقت بھی کھویا اور یہ اوسی صورت مین ہی کہ سوال مین کوئی آفت نہو ورنہ اکثر سوالون مین
بڑی بڑی آفتین رہتی ہین اگر کسی سے اوسکی عبادت کا حال پوچھو مثلاً اسطرح کہ تم روزہ دار ہو
تو اس سوال کے جواب مین چار صورتون مین سے ایک صورت پیش آوے گی یا تو وہ ہان کہے گا
تو اپنی عبادت کو ظاہر کرنا پڑے گا اور ریا مین داخل ہو جاوے گی اور اگر بالفرض ریا مین شامل
نہوی تب پوشیدہ عبادت کا جو ثواب بدارج زیادہ ہوا کرتا ہی وہ تو ضرور ہی جاتا رہیگا یا نہین
کہے گا تو اس صورت مین جھوٹ بولے گا یا خاموش رہے گا کچھ جواب ندیگا تو تمکو برا معلوم ہوگا کہ
ہمنے پوچھا انہون نے نہ بتایا شاید ہمکو حقیر سمجھا یا جواب دینے کا کوئی حیلہ سوچے گا تو ایک مشقت
مفت مین اوسکے ذمہ پڑ جاوے گی پس اسطرح کے سوال سے ریا خواہ جھوٹ خواہ حقیر سمجھنا خواہ
حیلہ کی فکر مین مبتلا ہونا کوئی سی نکوئی سی خرابی مجیب پر آویگی علی ہذا القیاس اور عبادتون کا
حال پوچھنا بھی ایسا ہی ہے اسیطرح اگر گناہون کا حال یا پوشیدہ امور کا حال پوچھو اور وہ کہنے سے
شرماوے یا یون پوچھو کہ فلان شخص نے تم سے کیا کہا اور تمہاری کیا رائے ہے یا کسی مسافر سے پوچھو
کہ کہان سے آئے اکثر بتلانا منظور نہین ہوتا کوئی وجہ مانع ہوتی ہے اگر سچ کہتا ہی تو راز کھلتا ہے
یا حیا آتی ہے ورنہ جھوٹ بولنا پڑتا ہی اور ان دونون باتون کا سبب صرف سوال ہی ہے یا کبھی
مسئلہ کی حاجت تو نہو ویسے ہی کسی عالم سے پوچھو اور اوسکو یاد نہو مگر یہ کہنے کو جی نہین چاہتا
کہ مجھکو نہین آتا بلکہ اٹکل سے جواب کہدیگا پس کلام بے فائدہ سے ہمارا مقصود اسطرح کے سوالات
نہین کیونکہ انمین یا گناہ موجود ہے یا ضرر ہی بلکہ کلام غیر مفید کی یہ مثال ہی جو لقمان حکیم رح سے
منقول ہے کہ وہ حضرت داود علیہ السلام کی خدمت مین ایسے وقت گئے کہ آپ زرہ بنا رہے تھے
اور اونہون نے پہلے کبھی زرہ نہ دیکھی تھی تعجب سے دیکھتے رہے اور چاہا کہ پوچھین مگر حکمت مانع
ہوئی اور نپوچھا جب آپ تیار کر چکے تو کھڑے ہو کر اوسکو پہنا اور فرمایا کہ لڑائی کے لیے زرہ کیا
عمدہ چیز ہے حضرت لقمان ؑ نے دلمین کہا کہ سکوت بڑی حکمت ہی مگر اوسکو کم لوگ اختیار کرتے ہین
بغیر سوال ہی حال معلوم ہو گیا حاجت پوچھنے کی نرہی اور ایک روایت مین ہی کہ سال بھر تک

پھر لیے کہ بدون پوچھے حال معلوم ہو جاوے پس اس طرح کے سوالات مین اگر نقصان اور
ہتک اور ریا و کذب مین مبتلا کرنا پنا یا جاوی تو داخل کلام بے فائدہ ہین اور ایسے کلام کیلیے
حدیث شریف مین وارد ہی کہ اوسکے چھوڑنے سے اسلام کی خوبی ہے اب معلوم کرنا چاہیے
کہ باعث اس کلام بے فائدہ کا یا تو غیر ضروری چیز کے معلوم کرنے کی حرص ہوتی ہی یا بطور محبت
کلام کو پھیلانا منظور ہوتا ہے یا دل بہلانے کے طور پر ایسی حکایات کہتے ہین کہ جنسے کچھ فائدہ
نہین ہوتا اور ان سب کا علاج یہ ہی کہ اس بات کا یقین کرے کہ موت سامنے کھڑی ہے بعد مرنیکے
ایک ایک لفظ سے پرسش ہوگی اور یہ کہ راس المال آدمی کا اوسکی سانس ہین اور زبان ایک
جال ہے کہ اوس سے طائر یغمائے بہشتی پہنسا سکتا ہے پس اوسکو بیکار چھوڑنا بڑی نقصان کی بات ہے
یہ علاج علمی ہے مگر عملی تدبیر گوشہ کی سوا بہتر نہین یا کنکر منہ مین رکھے اور اول اول مفید کلام کا
بولنا بھی چھوڑ دے تاکہ عادت کلام بے فائدہ کے ترک کی پڑجاوے اور اس بات کے بغیر عزلت
نشینی کے زبان کا روکنا بہت مشکل ہے

دوسری آفت زیادہ گوئی ہی اسمین کلام بے فائدہ بھی شامل ہے اور کلام ضروری بھی اگر
مقدار ضرورت سے بڑھ جاوے وہ بھی اسمین داخل ہی اور اسی لیے دوسری قسم آفت کی قرار
دی گئی مثلاً کلام حاجت کا بولنا مختصر طور پر بھی ہو سکتا ہے تو ایک کلمہ کی جگہ اگر دو کہیگا دوسرا
کلمہ زائد ہوگا یعنے حاجت سے زائد ہوگا گو اوس سے تقریر یا تاکید منظور ہوا ور یہ بھی برا ہے
اگرچہ اسمین کچھ گناہ اور ضرر نہو عطاء بن ابی رباح فرماتے ہین کہ اکابر سلف کلام زائد کو
برا جانتے تھے اور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور معروف اور نہی منکر
اور حاجت ضروری دنیاوی کے سوا اور کلام زائد تصور فرماتے تھے پھر اب کیا اس بات کا
انکار ہی کہ کرام کاتبین دہنے بائین سے لکھتے ہین مَا يَلْفِظُ مِن قَوْلٍ إِلَّا لَدَيْهِ رَقِيبٌ عَتِيدٌ اسبات
کی شرم نہین آتی کہ نامہ اعمال جب کہلیگا تو اکثر ایسی باتین نکلینگی کہ نہ دین کی ہون نہ دنیا کی
اور بعض صحابہ رض فرماتے ہین کہ بعض آدمی مجھسے ایسی بات کہتی ہین کہ اوسکا جواب جیسے
پیاسے کو ٹھنڈا پانی اچھا معلوم ہوتا ہے اوس سے زیادہ مجھے اچھا معلوم ہوتا ہی مگر مین زائد
ہونیکے ڈرسے جواب نہین دیتا اور مطرف رح فرماتے ہین کہ اللہ تعالے کے جلال کو لحاظ رکھا کرو
بے جگہ اوسکا ذکر مت کیا کرو مثلاً کتے یا گدہے کو دیکھکر کہو کہ الٰہی اسے ہٹا دے یا اور
اسی طرح کے کلام مین اوسکا ذکر کرو اب معلوم کرنا چاہیے کہ کلام زائد کا کچھ حصر نہین بلکہ

جو کلام ضروری ہے اوسکا حصر کلام مجید مین موجود ہے چنانچہ اللہ تعالے فرماتا ہے لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّن نَّجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ اور حدیث شریف مین ہے کہ خوشخبری ہے اوس شخص کو جو زبان کو زائد بات سے روکے اور زائد مال کو خرچ کرے پس دیکھنا چاہیے کہ لوگون نے کیسا معاملہ الٹا کر رکھا ہے کہ مال زائد کو تو جوڑ رکھا ہے اور زبان کو مطلق العنان چھوڑ رکھا ہے اور مطرف بن عبد اللہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہین کہ اونکے باپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین بنی عامر کی گروہ کے ساتھہ حاضر ہوئے اونکو لوگون نے عرض کرنا شروع کیا کہ آپ ہمارے والد اور سید اور افضل اور احسن اور نعم ہین اور ایسے چنین ہین اور آپ ایسے چنان ہین آپ نے ارشاد فرمایا کہ قُولُوا قَوْلَكُمْ وَلَا يَسْتَهْوِيَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب آدمی کسی کی تعریف مین زبان کھولتا ہے گو سچی ہی ہو مگر خوف اسکا ہے کہ شیطان زائد نہ کہلاوے اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ مین تمکو کلام زائد سے ڈراتا ہون آدمی کو اسی قدر کلام کافی ہے کہ اوسکی حاجت روائی ہوجاوے اور حضرت مجاہد رح فرماتے ہین کہ آدمی کی سب باتین لکھی جاتی ہین یہانتک کہ اپنے لڑکے کے چپ کرنیکو اگر کہے گا کہ مین تجھے فلان چیز دے دون گا تو جھوٹا لکھا جاوے گا اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ اے ابن آدم کاغذ اعمال پھیلا ہوا ہے اور دو فرشتے تیرے عمل لکھنے کو معین ہین چاہیے تھوڑا بول چاہے زیادہ اور روایت ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک اپنی جن کہو کہین بھیجا اور بعضون کو اوسکے پیچھے روانہ کیا کہ جو کچھہ تم اسکا حال دیکھو اور جو کچھہ یہ کہے وہ مجھسے آکر کہنا انھون نے آکر کہا کہ یہ بازار مین گیا اور اپنا سر آسمان کیطرف اٹھایا پھر لوگون کی طرف دیکھکر سر ہلانے لگا آپ نے اوس جن سے پوچھا کہ یہ کیا بات تھی اوس نے عرض کیا کہ مجکو آسمان کے فرشتون سے تعجب آیا کہ انسانون کے سرون پر بیٹھکر کتنا جلد اونکے اعمال لکھتے ہین اور حضرت انسان پر تعجب آیا کہ کتنا جلد بہکتے ہین اور حضرت ابراہیم تیمی فرماتے ہین کہ ایماندار کا بولنا تامل کے ساتھہ ہوتا ہے اگر کچھہ فائدہ معلوم ہوا تو بولتا ہے ورنہ سکوت اختیار کرتا ہے اور بدکار آدمی کی زبان پھر پھر چلتی ہے بے تامل بکتا چلا جاتا ہے اور حضرت حسن رح فرماتے ہین جو زیادہ بولتا ہے وہ زیادہ جھوٹا ہوتا ہے اور جسکے پاس مال زیادہ ہوتا ہے وہ گناہ زیادہ کرتا ہے اور جو بدخلق ہوتا ہے وہ اپنی جان پر عذاب لیتا ہے اور عمرو بن دینار رح فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک مین

ابن ابی الدنیا نے اسیطرح سے اور ابوداؤد و دارقطنی در یوم و لیلہ اور دیگر ۱۲ ابن ابی الدنیا نے بھی طرح روایت نقل کیا ہے ۱۲

کسی نے کچھ کلام طویل کیا آپ نے فرمایا تیری زبان کے آگے کتنے پردے ہیں
عرض کیا کہ میرے لب اور دانت ہین آپ نے فرمایا کہ اونمین کوئی ایسا نہ تھا جو تیرے کلام کو
روکتا اور ایک روایت مین ہے کہ کسی شخص نے آپ کی تعریف مین طول کلامی کی تھی آپنے
فرمایا کہ آدمی کو زبان کی زیادہ گوئی سے بڑھکر کوئی چیز بری نہین عنایت ہوئی اور حضرت
عمر بن عبد العزیز رح فرماتے ہین کہ مباہات و فخر کے ڈر سے مین اکثر کلام نہین کرتا ہون اور بعض
حکما کا قول ہے کہ جب آدمی کسی مجلس مین ہو اور اپنا بولنا اچھا معلوم ہوتا ہو تو چپ رہنا چاہیے
اور اگر اپنا سکوت اچھا معلوم ہوتا ہو تو بولنا چاہیے اور یزید بن حبیب فرماتے ہین کہ عالم کے لیے
یہ بھی ایک امتحان کی چیز ہے کہ اپنے بولنے کی بہ نسبت سننے کو زیادہ پسند کرے اس لیے چاہیے کہ
جب تک دوسرا شخص بولے اپنے آپ چپکا رہے کیونکہ سننے مین سلامتی ہے اور کہنے مین بات کا چکنا
اور کم و بیش کرنا وغیرہ آفات ہین اور حضرت ابن عمر رض فرماتے ہین کہ پاک کرنے کے لیے سب سے
زیادہ مستحق آدمی کی زبان ہے اور حضرت ابو درداء رض نے ایک عورت زبان دراز دیکھی فرمایا
کہ اگر یہ گونگی ہوتی تو اوسکے حق مین اچھا تھا اور ابراہیم رح کا قول ہے کہ دو باتون سے آدمی کی
تباہی تھی مال زائد اور کلام زائد سے یہ ہی مذمت کلام فضول اور زائد کی اور اس کا سبب

اور علاج وہی ہے جو پہلی آفت مین گذرا

تیسری آفت امور باطلہ کا ذکر کرنا یہ بھی ہر چند کلام فضول مین داخل ہے لا یعنی اور پہلی دونون
آفتون مین یہ فرق ہے کہ وہ دونون مباح تھے حرمت اونمین نہ تھی اور امر باطل وہ ہے جسمین
علاوہ زائد از مطلب ہونے کی حرمت بھی پائی جاوے مثلاً گناہون کی باتین کرنی یا عورتون کا
ذکر کرنا یا شراب کی مجلس اور بدکارون کی جلسون کا بیان کرنا یا بادشاہون اور دولتمندون کی
عیاشی خواہ اونکی دوسرے افعال مکروہہ کو ذکر کرنا یہ سب اس تیسری قسم مین داخل ہین اور
قطعاً ناجائز اور حرام ہین اور یہ آفت اسیطرح پیدا ہوتی ہے کہ اول اول کلام بے فائدہ اور
زائد از مطلب کی کہنے کی عادت ہوتی ہے بعدہ رفتہ رفتہ ایسے ذکرون کا عادی ہو جاتا ہے
اکثر لوگ بطور تفریح باتین کرنی بیٹھتے ہین مگر باتین جب ہونگی جب ایسی ہی ہونگی کہ کسی کی
آبرو کا ذکر ہو یا امور مذکورۂ بالا مین سے کوئی ہو اور چونکہ امور باطل کے تعین و حصر نہین
انواع و اقسام بیشمار ہین اسی جہت سے انسے بچنا بھی سوا اسکے نہین ہو سکتا کہ جو امور دین یا دنیا
کے اہم ہین اونکے سوا اور کچھ نہ کہے کیونکہ اس آفت مین مبتلا ہونے سے بعض اوقات آدمی تباہ و ہلاک

ہوجاتا ہے اور وہ خود اپنے ذہن مین اوس بات کو خفیف سمجھتا ہے چنانچہ بلال بن حارث
فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی ایک کلمہ اللہ تعالی کی خوشی کا کہتا ہے
اور یہ نہین جانتا کہ اس سے کچھ بڑی رضامندی حاصل ہوگی مگر خداوند کریم اوسکی باعث
قیامت تک کی رضامندی لکھہ لیتا ہے اور کبھی ایک کلمہ ناخوشی کا سرزد ہوتا ہی اور
نہین معلوم ہوتا کہ اس سے ناخوشی زیادہ ہوگی مگر خدا تعالے اوس سے اپنی ناخوشی قیامت تک
لکھتا ہی اور حضرت علقمہ رہ فرماتے کہ اکثر باتون سے مجکو حدیث بلال بن حارث نے روکدیا
اور ایک حدیث شریف مین ہے اِنَّ الرَّجُلَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ يُضْحِكُ بِهَا جُلَسَاءَهُ يَهْوِي بِهَا اَبْعَدَ مِنَ الثُّرَيَّا
اور حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہین کہ آدمی کبھی بے پروائی سے ایسی بات کہہ بیٹھتا ہی کہ اوسکے
سبب دوزخ مین پڑتا ہی اور کبھی ایسی بات کہتا ہے کہ اوسکے سبب جنت کے مدارج اوسکو
عنایت ہوتے ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اَعْظَمُ النَّاسِ خَطَايَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ
اَكْثَرُهُمْ خَوْضًا فِي الْبَاطِلِ اور اسی طرف اشارہ ہے اس آیت کریمہ مین وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ
الْخَائِضِينَ اور اس آیت مین فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ اِنَّكُمْ اِذًا مِثْلُهُمْ اور
حضرت سلمان رض فرماتے ہین کہ قیامت کے روز زیادہ تر خطاوار وہی ہوگا جسنے خدا کی نافرمانی کی
باتین زیادہ کی ہونگی اور ابن سیرین رہ فرماتے ہین کہ ایک شخص انصار مین کا جب اون
کی مجلس پر گذرتا تو کہا کرتا کہ وضو کر لو اس لیے کہ جو کچھہ تم باتین کر رہی ہو اومین بعض حدث
سے بھی زیادہ بری ہین ذکر باطل اسکا نام ہی اور یہ غیبت و چغلی و گالی وغیرہ کی علاوہ ہے
بلکہ یہ ایسا حال گروہ بیان کرتا ہے کہ جسکا وجود پہلی ہوچکا ہو حالانکہ کوئی ضرورت دینی اوسکی
ذکر کے باعث نہوئی ہو اور اسمین داخل ہے بدعات کا نقل کرنا اور جھوٹے مذہبونکی حکایات
کرنی اور صحابہ رض کے جھگڑون کو ایسی طرح بیان کرنا جس سے یہ وہم ہو کہ کوئی اونمین سے
خطا پر تھا پس یہ سب باتین بیکار ہین انسے بچاوے

چوتھی آفت مرا یعنے دوسرے کی بات کاٹنی اور جھگڑا کرنا

حدیث شریف مین بات کاٹنے کو منع فرمایا ہے چنانچہ فرمایا لَا تُمَارِ اَخَاكَ وَلَا تُمَازِحْهُ وَلَا تَعِدْهُ مَوْعِدًا فَتُخْلِفَهُ
اور فرمایا ذَرُوا الْمِرَاءَ فَاِنَّهُ لَا تُفْهَمُ حِكْمَتُهُ وَلَا تُؤْمَنُ فِتْنَتُهُ اور فرمایا مَنْ تَرَكَ الْمِرَاءَ وَهُوَ مُحِقٌّ بُنِيَ لَهُ
بَيْتٌ فِي اَعْلَى الْجَنَّةِ وَمَنْ تَرَكَ الْمِرَاءَ وَهُوَ مُبْطِلٌ بُنِيَ لَهُ بَيْتٌ فِي رَبَضِ الْجَنَّةِ اور حضرت ام سلمہ رض
آپ سے روایت کرتی ہین کہ فرمایا اِنَّ اَوَّلَ مَا عَهِدَ اِلَيَّ رَبِّي وَنَهَانِي عَنْهُ بَعْدَ عِبَادَةِ الْاَوْثَانِ

وحُشْ بِالخُرِّ مَلَاحَاةُ الرِّجَالِ اور فرمایا مَا ضَلَّ قَوْمٌ بَعْدَ اَنْ هَدٰهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی اِلَّا اُوْتُوا الجَدَلَ اور نیز فرمایا
لَا يَسْتَكْمِلُ عَبْدٌ حَقِيْقَةَ الْاِيْمَانِ حَتّٰى يَدَعَ الْمِرَاءَ وَاِنْ كَانَ مُحِقًّا اور فرمایا کہ جسمین چھ خصلتین ہون
وہ ایمان حقیقی کے درجہ کو پہونچتا ہے اول روزہ رکھنا گرمیون مین دوسرا دشمنان خدا کو
تلوار سے کاٹنا تیسرے مینہ بادل کے دن مین نماز جلد ادا کرنا چوتھی مصیبت پر صبر کرنا پانچوین
باوجود مکروہات کے وضو کو پورا کرنا چھٹے باوجود حق بطرف ہونیکے اعتراض و جھگڑا نہ کرنا
اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے سے فرمایا کہ قرآن کی بات مین کسی سے جدال مت کرنا
تجھکو لوگون کے سامنے تاب نہو گی بلکہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو دستور العمل رکھنا
اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح فرماتے ہین کہ جو کوئی دین مین زیادہ اعتراضات کے درپے ہوتا ہے
وہ اکثر بدلتا رہتا ہے اور مسلم بن یسار رح فرماتے ہین کہ اعتراض سے بچو کیونکہ تکرار کے وقت
عالم جاہل ہو جاتا ہے اور اوسوقت شیطان اوسکی لغزش کا خواہان رہتا ہے اور حضرت
مالک بن انس رض فرماتے ہین کہ جدال کرنا دین سے کچھ علاقہ نہین رکھتا اور یہی اونہین کا
قول ہے کہ جھگڑا کرنے سے دل سخت ہو جاتے ہین اور دلون مین کینہ کا بیج پڑتا ہے اور حضرت
لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ علما سے مت جھگڑنا اور نہ تجھسے عداوت کرینگے اور
بلال بن سعد فرماتے ہین کہ جب کسیکو جھگڑالو لڑاکا اور خود رای دیکھو تو جان لو کہ خسارہ اسپر ختم ہے
اور حضرت سفیان ثوری رض فرماتے ہین کہ جھگڑا ایسی بلا ہے کہ بالفرض مین اپنے بھائی سے
انار مین جھگڑون وہ کہے شیرین اور مین کہون کھٹا تو وہ حاکم کے یہان میری چغلی کریگا اور نیز
فرمایا کہ جس سے چاہو صفائی حاصل ہو سکتی ہے اور ذراسی جھگڑے مین اوسکو ایسا غصہ آسکتا ہے
کہ کبھی ایسی مصیبت مین پھنسا وے جس سے زندگی تلخ ہو اور ابن ابی لیلی فرماتے ہین کہ
مین اپنے یارون سے تکرار نہین کرتا کیونکہ دو حال سے خالی نہین یا اوسکو غصہ
آویگا یا جھوٹا ٹھہرے گا اور حضرت ابو درداء رض فرماتے ہین کہ آدمی کو یہی گناہ کافی ہے کہ ہمیشہ
بحث کرتا رہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تَكْفِيْرُ كُلِّ لِحَاءٍ رَكْعَتَانِ اور حضرت
عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ علم تین باتون کے لیے نہ سیکھنا چاہیے اور تین باتون کی جہت سے
اوسکی تحصیل سے پہلو تہی نکرنی چاہیے بحث و فخر و ریا کے لیے تو سیکھنا نچاہیے اور حیا اور زہد کے
باعث اور جہالت پر راضی ہونیکے سبب سے اوس سے دست بردار نہونا چاہیے اور حضرت عیسی
علیہ السلام نے فرمایا کہ جو زیادہ جھوٹ بولتا ہے اوسکی خوبی جاتی رہتی ہے اور جو لوگون سے

جھگڑتا ہی بے مروت ہو جاتا ہی اور جسکو رنج بہت ہوتا ہے اوسکا جسم مریض ہو جاتا ہی اور جسکی عادت اچھی نہین ہوتی اوسکی جان عذاب مین ہتی ہو بیچ ہی۔

اگر ز دست قضا بر فلک رود بد خوی		ز دست خوی بد خویش در بلا باشد

اور میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ سے لوگون نے پوچھا کہ اسکا کیا سبب ہی کہ آپ کسیکو عداوت کی راہ ترک نہین کرتے آپ نے فرمایا کہ نہ مین کسی سے دل لگی کرون نہ بحث تکرار کرون بہرحال عداوت کی کیا ہے غرض کہ مراء اور جدال کی برائی حد شمار سے افزون ہے اور تعریف مراء کی یہ ہے کہ دوسرے شخص کی بات مین براہ اعتراض خواہ لفظون مین یا معنون مین یا ارادہ مین خلل ظاہر کرنا لفظون مین عیب بتلانا اسطرح کہ علم نحو یا لغت یا محاورہ کے خلاف کہتے ہو یا اس کلام کی بندش اچھی نہین اسکی الفاظ مین تقدیم و تاخیر ہو گئی ہے اور ایسا اکثر ہوتا ہے کہ جو شخص کم جانتا ہے اچھی عبارت نہین بول سکتا یا آنکہ زبان سے کچھ کا کچھ نکلجاتا ہے تو جسمین عادت اعتراض کی ہوتی ہے وہ فوراً عیب جوئی پر آمادہ ہوتا ہے حالانکہ اظہار عیب کی کوئی وجہ نہین ہوتی اور معنو مین طعن کرنا یہ ہے کہ جیسا تم کہتے ہو ویسا نہین اوسمین یہ یہ غلطیان ہین اور ارادہ مین عیب ظاہر کرنا یہ ہے کہ اسطرح کہے کہ تمہارا کلام تو درست ہی مگر تم نے اثبات حق کے لیے نہین کہا بلکہ اسمین تمہارا کچھہ مطلب ہے اور اسکے آگے قائم مقام کہے اور اگر مسائل علمی مین اس قسم کے اعتراض واقع ہوتے ہین تو اوسکو جدل اور جدال کہتے ہین بہرصورت دونون برے ہین انکا ترک کرنا چاہیے جب آدمی کوئی بات سنے اگر سچ ہو تو اوسکو مان لے اور اگر جھوٹ ہو اور امور دینی سے متعلق نہو تو چپ ہو رہے عیب جوئی کی کوئی وجہ نہین ہان اگر بغرض استفادہ کچھہ سوال کرے اور عناد و بغض کو دخل نہو تو اور مجیب بھی نرمی سے بتلاوے تو مضائقہ نہین اور جدال سے یہ غرض ہوتی ہے کہ دوسرے کے کلام پر اعتراض کرکے اوسکو ساکت کرنا اور اوسکا نقصان و عجز ظاہر کرنا اور اوسکی پہچان یہ ہے کہ متکلم کو اور طرح سمجھا دینا اچھا نہ معلوم ہو بلکہ جدال کرنے والا اسی بات کو ضروری جانے کہ مین ہی متکلم کا قصور علانیہ بتلاون تاکہ میرا فضل اور اوسکا نقص سب کھلجاوے اور اس سے نجات کی صورت یہی ہے کہ جس بات کے نہ کہنے مین گناہ نہ ہوتا ہو اوسکے سننے سے بھی سکوت اختیار کرے اور مراء اور جدال کا سبب یہی ہے کہ آدمی اپنا فضل اور برتری دوسرون پر اور انکے نقصان کے اظہار سے چاہتا ہی اور یہ دونون خواہش نفس کے اندر سخت ہین اظہار

فصل قبیل خودستائی سے ہے جو بڑائی اور بزرگی جیسے صفات ربوبیت کے جوش سے پیدا
ہوتی ہی اور دوسرے کو ناقص جاننا صفات سبعی کے مقتضا سے بروی کار آتا ہی کیونکہ
درندہ بھی یہی چاہتا ہی کہ دوسرے کو چیر پھاڑ برابر کرے یا صدمہ وایذا پہونچاوے غرضکہ
دونون صفتین آدمی کے حق مین مہلک ہین اور انکو مراء اور جدال سے زور ہوجاتا ہے
پس جو کوئی مراء اور جدال کرتا رہیگا وہ ان صفات مہلکہ کو شہ دیتا رہیگا اور یہ امر
حد کراہت سے بڑھکر معصیت مین داخل ہی بشرطیکہ دوسرے کو ایذا پہونچے اور بحث وتکرار مین بات
تو ہمیشہ ہی رہتی ہے کہ دوسرے کو ایذا پہونچے اور غصہ آوے اور اعتراض کے جواب مین اپنے
کلام کی تائید کی لیے جو مطلب دیا ہو حق و باطل بن پڑے پیش کرے اور معترض کے کلام
مین جو کچھ خلل سوجھے بیان کرے اسیطرح بڑھتے بڑھتے آپسمین ایسی لڑین جیسے کتے لڑتے ہین
کہ ہر ایک کا ارادہ یہی ہوتا ہی کہ اب کی چوٹ ایسی کرون کہ اسکو خوب درد و تکلیف پہونچے
اور بجز خاموشی اور عاجزی کے کچھہ نہ بن پڑے اور اس کا علاج یہ ہی کہ کبر جس سے کہ اظہار فضل کو
چاہتا ہی اور سبعیت جس سے کہ دوسرے کو ناقص کیا چاہتا ہی ان دونون کو چھوڑ دے اور اسکا
بیان کبر و عجب اور غضب کی برائی مین مذکور ہوگا یہان اسیقدر معلوم کرنا چاہیے کہ ہر ایک
بیماری کا علاج اسی طور سے ہوتا ہی کہ اوسکا سبب دور کیا جاوے اور ازانجا کہ سبب مراء
اور جدال کا یہی دونون چیزین ہین جیسا کہ بیان ہوا پس ان دونون کو دور کرنے سے
علاج اونکا ہوجائے گا پھر مراء اور جدال کے ترک کی یہان تک مواظبت چاہیے کہ عادت ہوکر
طبیعت مین داخل ہوجاوے اور نفس مین کنقش الحجر جاگزین ہو حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ
نے داود طائی رح سے پوچھا کہ تم نے عزلت نشینی کیون اختیار کی اونھون نے کہا کہ اس سبب سے
کہ نفس پر جدال کے چھوڑنے کا مجاہدہ کرون آپ نے فرمایا کہ تو اسطرح کرنا چاہیے کہ لوگون مین
بیٹھا ہو اونکی سنو اپنی نہ کہو داود طائی کہتے ہین کہ مینے ایسا ہی کیا مگر مجاہدہ نہایت سخت پایا
اور واقع مین یہ صورت مجاہدہ کی بڑی مشکل ہے اسلیے کہ جو شخص غیر سے غلطی سنتا ہی اور
اوسکی اصل حقیقت کی بتانے پر قادر ہے اوسکو صبر کرنا بہت ہی دشوار معلوم ہوتا ہی اور اسی
وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو حق پر ہو کر مراء چھوڑ دے اوسکو جنت اعلی مین
مکان ملے گا کیونکہ یہ امر نفس پر نہایت شاق ہے خصوصا مذاہب اور عقائد مین اسکا زیادہ
غلبہ ہوتا ہی کیونکہ بحث امر طبعی تو پہلے ہی سے ہے جب یہ معلوم ہوا کہ فلان عقیدہ کو ظاہر کرین

ثواب ہی تو ثواب کی حرص بڑہتی ہے اور طبیعت و شریعت ایک دوسری کی معاون ہوتی ہیں اور یہہ بہی ایک خطا ہی ہے صواب نہیں ہے کہ اپنی زبان سے اہل قبلہ کو کچہہ نہ کہے اور جب کسی اہل بدعت کو دیکہے تو علیحدہ خلوت میں اوسکو نصیحت کرے اسطرح کہ جدال کی بو بہی نہ پائی جاوے ورنہ اوسکو یہ خیال ہوگا کہ متقرر لوگ اگر چاہتے ہیں تو تقریر سے دوسرے کو ساکت کر دیتے ہیں ایسا ہی کچہہ یہہ بہی کرتے ہیں اس خیال سے بدعت اوسکے دل میں پکی جاوے گی پس نرمی سے بطور خیر خواہی اوسکو سمجہانا چاہیے اگر مان لے فبہا والا وہ جانے اور اوسکا کام اپنے آپ اوس سے کنارہ کرے حدیث شریف میں ہے کہ آپ نے فرمایا رَحِمَ اللّٰہُ مَنْ کَفَّ لِسَانَہٗ عَنْ اَھْلِ الْقِبْلَۃِ اِلَّا بِاَحْسَنِ مَا یَقْدِرُ عَلَیْہِ اور ہشام بن عروہ رضہ فرماتے ہین کہ آپ نے اس کلام کو سات بار فرمایا اور جو شخص جدال کا عادی ہو جاتا ہی اور اوسکے باعث نفس کو غیرت اور قبول زیادہ پاتا ہے تو اوسمین برے حالات زور پکڑ جاتے ہین اور جب سلطان غضب اور کبر اور ریا اور محبت عزت وجاہ اکٹھے چڑہ آتے ہین تو تاب مقاومت نہین لاتا کیونکہ انہین ایک ایک جداگانہ صفت ایسی ہے کہ اوس سے لڑنا مشکل پڑتا ہے جب سب جمع ہو گئے تو خدا ہی بچاوے تو بچے

پانچوین آفت خصومت ہی اور اسمین اور مراء و جدال مین یہ فرق ہے کہ مراء اوسکو کہتے ہین کہ دوسرے کے کلام مین عیب ظاہر کرے اور سوا اسکے اوسکی تحقیر اور اپنی تفضیل کی اور کوئی مطلب نہو اور جدال امور مذہبی کی بحث سے متعلق ہوتا ہی اور خصومت یہ ہی کہ جہگڑے سے غرض مال یا کسی حق کا لینا مقصود ہو اور یہ کبہی بے اعتراض ہوتی ہے اور کبہی اعتراض سے اور پہلی دونون چیزین بے اعتراض کے نہین ہوتین اب معلوم کرنا چاہیے کہ خصومت بہی بری چیز ہے حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ اَبْغَضَ الرِّجَالِ اِلَی اللّٰہِ الْاَلَدُّ الْخَصِمُ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سی یون روایت حدیث ہے مَنْ جَادَلَ فِیْ خُصُوْمَۃٍ بِغَیْرِ عِلْمٍ لَمْ یَزَلْ فِیْ سَخَطِ اللّٰہِ حَتّٰی یَنْزِعَ اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ خصومت سی بچنا چاہیے اسلیے کہ وہ دین کو برباد کرتی ہے اور یہ تو ضرب المثل ہو رہا ہے کہ پرہیزگار آدمی دین مین خصومت نہین کیا کرتے مصرع دو صاحب دل نگاہ دارند موئی اور ابن قتیبہ فرماتے ہین کہ ایک روز مین بیٹہا تہا بشر بن عبداللہ میرے پاس کو گذرے پوچہا کہ میان کیون بیٹہے ہو مین نے کہا کہ مجہہ مین اور میرے چچا زاد بہائی مین ایک شی پر تنازع ہے اونہون نے کہا کہ تمہارے باپ کا میرے اوپر حق ہے مین چاہتا ہون کہ اوسکی مکافات

[margin notes:] ۲ بخاری نے نقل کیا ۱۲ ۳ جو شخص کسی خصومت مین جا کر ہمیشہ اللہ کے غضب مین رہتا ہے یہان تک کہ اوس سے باز ہو ۱۲ ابن ابی الدنیا ۱۲

تم سے کرون یہ جان لو کہ خصومت سے زیادہ بڑھکر کوئی بری چیز نہیں دین اس سے برباد ہوتا ہے مروت اس سے جاتی رہتی ہے لذت زندگی مفقود ہوتی ہے دل اسی مین الجھا رہتا ہے میں یہ سنکر اٹھا اور گھر کو جانا چاہا میری طرف ثانی نے کہا کہ کہان چلے مین نے کہا کہ اب مین نزاع نہین کرتا اوسنے کہا کہ شاید اب معلوم ہوگیا کہ حق میرا ہی ہے مین نے کہا کہ یہ بات تو نہین لیکن خصومت مین نہین چاہتا اوسنے کہا اگر یہی بات ہی تو مجھکو اب کچھہ دعوی نہین وہ شے آپ ہی رکہیے یہان یہ شبہہ ہوتا ہی کہ جب انسان کا حق کوئی ظالم دبالے تو اوسکے طلب اور حفظ مین خصومت ضرور ہے اوسکی مذمت کسطرح ہوسکتی ہے تو اوسکا جواب یہ ہی کہ خصومت ہمیشہ ایک ہی طرح تو نہین ہوتی کبھی جھوٹی بھی ہوتی ہے کبھی بے جانے ہوا کرتی ہے جیسے وکیل جھگڑا کرتے ہین کہ اونکو اس بات کا علم نہین ہوتا کہ حق بجانب کس کے ہے مگر وکالت جسطرف ہو کر لیتے ہین اور بے جانے خصومت و جوابدہی کرتے ہین اور کبھی طلب حق مین بقدر واجب سے زیادہ طلبی ہوتی ہے اور جھگڑنے مین بقدر حاجت پر اکتفا نکر کے زیادہ تریلچر پن اور خصومت محض کے لیے یا دبانے کے لیے کرتے ہین اور کبھی خصومت مین ایسے کلمات ایذا دہندہ شریک کر دیتے ہین جنکی حاجت وجہ ثبوت اور اظہار حق مین کچھہ نہین ہوتی اور کبھی بنا خصومت محض عناد ہوتی ہے کیونکہ شے متنازع فیہ ایسی حقیر ہوتی ہے کہ طرفین کے نزدیک اوسکی کچھہ حقیقت نہین ہوتی بلکہ علانیہ بعض لوگ کہدیتے ہین کہ اس نزاع سے ہماری غرض صرف عناد اور طرف ثانی کا ہتک ہے ورنہ ایسا مال تو مین جوتی پر مارتا ہون پس اسطرح کی خصومت بہت بری ہین اور اگر مظلوم آدمی اپنی دادرسی کے لیے حجت بطور شرعیت کرے اور لیچر پن اور اسراف اور قدر حاجت سی زیادہ خصومت نہ کرے اور قصد عناد و ایذا بھی درمیان نہو تو اوسکا فعل حرام نہین مگر بہتر یہ ہے کہ جب تک بی خصومت راہ نکلے تب تک نالشی نالشا نہو اسلیے کہ خصومت جھگڑے مین زبان کو حد اعتدال پر ضبط کرنا دشوار ہے خصومت کی باعث سینہ مین غصہ کی لپٹ اٹھتی ہے اوسکے سبب حق تو بالاے طاق ہوجاتا ہے صرف طرفین مین کینہ باقی رہتا ہی یہان تک کہ ایک کی رنج سے دوسرے کو خوشی ہوتی ہے اور اوسکی راحت سی اوسکو بے چینی اور ایک دوسرے کی ہتک مین زبان درازیان ہوتی ہین پس جو شخص خصومت امل کرتا ہے ان بری چیزون مین مبتلا ہوتا ہے اور ادنے مرتبہ یہ ہے کہ دل پر تشویش غالب ہوتی ہے یہانتک کہ نماز مین بھی یہی دھیان رہتا ہے کہ کسطرح حریف پر غالب ہونا چاہیے غرضکہ خصومت سے بات

پہنچاتی ہے قدر واجب پر نہین رہتی ہے اسیلئے گویا مشاہر ایک شر کا خصومت ٹھہری ہے تاکہ یہی حال مراء اور جدال کا ہے تو بہتر یہی ہے کہ بالکل اس کا باب ہی بند کیجاے اور اگر ضرورت ہو تو اوسوقت بھی زبان اور قلب کو لوازم خصومت مذکورہ بالا سے بچاوے اور یہ امر نہایت دشوار ہے ہرچند جو شخص خصومت وجہی پر کفایت کرے وہ گنہگار نہوگا اور ندا اوسکی خصومت بری کہلائی گی تاہم اگر شئے متنازع فیہ سے مستغنی ہوا اور اوسکے پاس اسقدر ہو کہ اوسکی پروا نہ رکھتا ہو تو خصومت کرنے سے گو گناہ گار نہین تارک اولی ضرور ہوگا اور خصومت اور مراء و جدال سے ادنے درجہ یہ ہے کہ اچھی طرح بولنا اسمین چھوٹ جاتا ہے اور طیب کلام کے ثواب سے محروم رہتا ہے اور طیب کلام کا اقل رتبہ یہ ہے کہ موافقت ظاہر ہوا ور عیب اور طعن سے یہ امر براحل ہے اسواسطے کہ جو شخص دوسرے سے خصومت اور مراء جدال کرتا ہے وہ دوسرے کو یا جاہل ٹھہراتا ہے یا جھوٹا پھر طیب کلام کہان ہی جسکے حق مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یُمَلِّکُکُمْ مِنَ الْجَنَّةِ طِیْبُ الْکَلَامِ وَاِطْعَامُ الطَّعَامِ اور قرآن مجید مین ارشاد ہے وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ اگر خدا کی مخلوق مین سے کوئی تمکو سلام کرے تو اوسکے جواب مین تم بھی سلام کرو گو وہ مجوسی ہی کیون نہ ہو اسلیے کہ خدا تعالی فرماتا ہے وَاِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّةٍ فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَا اَوْ رُدُّوْهَا تو اگر فرعون بھی کلمہ کہے تو اوسکا جواب ویسا ہی دو اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث منقول ہے کہ جنت مین بعضے مکان ایسے لطیف و شفاف ہین کہ باہر سے اندر کی چیز اور اندر سے باہر کی چیز معلوم ہوتی ہے اللہ تعالے نے اونہین اون لوگون کے لیے بنایا ہے کہ جو کھانا کھلاتے ہین اور نرمی سے گفتگو کرتے ہین اور روایت ہی کہ حضرت عیسی علیہ السلام کے پاس سے ایک سور گذرا آپنے فرمایا کہ اچھی طرح چلا جا لوگون نے عرض کیا کہ آپ اس جانور سے ایسا فرماتے ہین فرمایا کہ مجھکو برا معلوم ہوتا ہے کہ میری زبان بدی کی عادی ہو اور حدیث شریف مین وارد ہی کہ اَلْکَلِمَةُ الطَّیِّبَةُ صَدَقَةٌ اور فرمایا اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ فَاِنْ لَمْ تَجِدُوْا فَبِکَلِمَةٍ طَیِّبَةٍ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ نیکی ایک چیز آسان ہے وہ کشادگی پیشانی اور نرمی زبان ہے اور بعض حکما کا قول ہے کہ نرم گفتگو پوشیدہ کینون کو ہو ڈالتی ہے اور یہ بھی بعض حکما کا قول ہے کہ خدا تعالے کسی کلام سے ناراض نہین ہوتا اتنی شرط ہے کہ ہمنشین راضی رہے پس آدمی کو چاہیے کہ اپنے پاس بیٹھنے والے سے اچھے کلام کرنے مین دریغ نہ کرے شاید خداوند کریم اسکے عوض مین ثواب

بروایت بخاری و مسلم

بروایت عدی بن حاتم ۱۲

محسنین کا عنایت فرماوے غرض کہ نرم گفتگو مین بہت فضائل ہین اور خصومت و مراء کی ضد ہین جس سے
آدمی کو وحشت ہوتی ہے عیش تلخ ہو جاتا ہے غصہ آتا ہے دل کو رنج ہوتا ہے اللہ بچاوے بمنہ و کرمہ

چھٹی آفت کلام کو خوب بنا بنا کر کہنا اور سجع اور قافیہ اور فصاحت کے لیے تکلف کرنا اور تمہید
و مقدمات گڑھنی جیسا کہ اکثر مدعیان تقریر کی عادت ہے اس طرح کا تکلف اور تصنع مذموم ہے حدیث شریف
مین ہے کہ اَنَا وَاَتْقِیَاءُ اُمَّتِی بُرَآءُ مِنَ التَّکَلُّفِ اور فرمایا اِنَّ اَبْغَضَکُمْ اِلَیَّ وَاَبْعَدَکُمْ مِنِّی مَجْلِسًا اَلثَّرْثَارُوْنَ
اَلْمُتَفَیْهِقُوْنَ الْمُتَشَدِّقُوْنَ فِی الْکَلَامِ اور حضرت فاطمہ فرماتی ہین کہ آپنے فرمایا شِرَارُ اُمَّتِی الَّذِیْنَ غُذُّوْا بِالنَّعِیْمِ
یَاْکُلُوْنَ اَلْوَانَ الطَّعَامِ وَیَلْبَسُوْنَ اَلْوَانَ الثِّیَابِ یَتَشَدَّقُوْنَ فِی الْکَلَامِ اور فرمایا اَلَا هَلَکَ الْمُتَنَطِّعُوْنَ اور اس جملہ کو تین بار ارشاد
فرمایا تنطع کے معنے تعمق اور مبالغہ کے ہین اور حضرت عمر رض فرماتے ہین کہ کلام مین بلبلانا شیطان
کیطرف سے ہے اور حضرت عمر بن سعد ایک روز اپنے باپ کیخدمت مین کچھ حاجت لیکر آئے
اور اوسکے لیے ایک تمہید بیان کی حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جتنی لمبی حاجت آج تمنے
بیان کی کبھی نہین کی تھی مین نے سنا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ لوگون پر
ایک ایسا زمانہ آویگا کہ کلام کو ایسا چاہین گے جیسے گاے گھاس چابتی ہے اس سے معلوم ہوا
کہ حضرت سعد کو بیٹے کی تمہید حاجت سے پہلے بری معلوم ہوئی اور اوسکو سراسر تصنع اور تکلف جانا
اور یہ مذموم ہے اور آفات نفسانی سے ہے اور جو قافیہ بندی کہ عادت سے خارج ہو وہ سب اسمین
داخل ہے گفتگو اور بول چال مین بھی ایسا تکلف ممنوع ہے چنانچہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے ایک بچہ مردہ کے عوض غلام آزاد کرنے کا حکم فرمایا تو ایک شخص اول لوگون مین سے بول
اٹھا جسکے سبب سے وہ بچہ ضائع ہوا تہا کہ ہم ایسے کا کسطرح خون بہا دین جسنے پیا نہ کھایا نہ رویا
نہ چلایا ایسا خون بہا معاف ہین کیون نہ آیا آپ نے فرمایا کہ کیا جاہلون کی سی فقرہ بندی کرتے ہو غرض
آپ کو یہ قافیہ اثناے گفتگو مین برا معلوم ہوا اور واقع مین ایسے کلام مین اثر تکلف کا صاف
معلوم ہوتا ہے پس ضرور ہے کہ کلام اسطرح کرے کہ مقصود حاصل ہو جاوے اور مطلب صرف
دوسرے کو سمجھانے سے ہے اسکے سوا جو کچھ ہے وہ تکلف مین داخل ہے جسکی مذمت شرع مین
موجود ہے ہان اسمین وہ قافیہ بندی داخل نہین جو خطبہ یا وعظ مین بے افراط و مبالغہ کرتے
ہین کیونکہ مقصود وعظ و تذکیر سے دلون کا شوق دلانا اور تحریک اور قبض و بسط ہے اور الفاظ
کی خوبی کو اسمین بڑی تاثیر ہے تو وہ سمین عمدہ الفاظ و موقعہ کا ہونا بجا ہے مگر جو محاورے کہ
روزمرہ کی حاجات مین بولے جاتے ہین اونمین وزن و قافیہ کی کچھ ضرورت نہین تو اونمین

تکلف اور زبان امنٹھنے سے لیا فائدہ وہ سراسر مذموم ہے اور باعث اس تمام تصنع کا ریا اور اپنی فصاحت و بلاغت کا اظہار ہوتا ہے جو شرعاً ناجائز اور ممنوع ہے۔

ساتوین آفت فحش کہنا اور گالی اور بیہودہ بکنا ہے یہ بہی مذموم اور ممنوع ہے اور بُرا اسکا منشا خبث باطنی اور کمینہ پن سے ہوتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایاکم والفحش فَاِنَّ اللہَ تعالیٰ لَایُحِبُّ الْفُحْشَ وَلَا التَّفَحُّشَ اور بدر کی لڑائی مین جو مشرک مارے گئے تہے اونکے حق مین بہی گالی دینے سے منع فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ انکو گالی ندو کیونکہ جو کچہ تم انکو کہتے ہو انکو تو لگتی نہین زندہ کو ایذا ہوتی ہے اور خبردار رہو کہ برا کہنا کمینہ پن ہے اور ایک حدیث شریف مین فرمایا لَیْسَ الْمُؤْمِنُ بِالطَّعَّانِ وَلَا اللَّعَّانِ وَلَا الْفَاحِشِ وَلَا الْبَذِیِّ اور فرمایا اَلْجَنَّۃُ حَرَامٌ عَلٰی کُلِّ فَاحِشٍ اَنْ یَّدْخُلَہَا اور نیز فرمایا کہ چار آدمی ایسے ہونگے کہ دوزخ کے لوگون کو باوجود اپنی ایذا کے اور ایذا دینگے یعنی وہ تو اپنی مصیبت مین ہونگے کہ کہولتے پانی اور آگ مین دوڑتے ہونگے اور اپنی خرابی و تباہی پکار رہے ہونگے اونسے وہ چارون اور زیادہ جانونکو جلاوینگے اونمین سے ایک شخص ایسا ہوگا کہ اوسکے منہ سے پیپ اور خون بہتا ہوگا تو اوس سے پوچہین گے کہ اے بدکار سے ہوئے کہ تیرا کیا حال ہے تونے ہمکو دکہہ پر دکہہ دیا وہ کہیگا کہ جو کلمہ برا اور فحش مجہے سوجہتا تہا اوسکو منہ سے کہکر جماع کا سا مزا لیا کرتا تہا اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ اے عایشہ اگر فحش کوی آدمی ہوتا تو بُرا بد ہوتا اور فرمایا کہ اَلْبَذَاءُ وَالْبَیَانُ شُعْبَتَانِ مِنَ النِّفَاقِ اس حدیث مین بیان کے کئی معنے ہو سکتے ہین ایک تو یہ کہ جو شئے ظاہر کہنے کی نہو اوسکو بیان کرنا یعنے ظاہر کہنا مراد ہو دوسرے یہ کہ بیان سے مبالغہ غرض ہو یعنی چیز کو ایسا مبالغہ کے ساتہہ کہنا کہ تکلف مین داخل ہوجاے تیسرے یہ کہ امور دینی اور صفات الٰہیہ کا بیان مراد ہو کیونکہ ان چیزون کا مجملاً عوام کی کان مین ڈالدینا اچہا ہے بہ نسبت اسکے کہ انمین مبالغہ کیا جاوے اسلیے کہ غایت درجہ کے بیان سے شک و شبہ پیدا ہوتا ہے اور وسوسے اٹہتے ہین اور مجمل کہدینے سے دل جہٹ پٹ اوسکے ماننے کیطرف مائل ہو کر مطمئن ہو جاتا ہے مگر چونکہ حدیث شریف مین اس لفظ کو بیہودہ گوئی کے پاس ذکر فرمایا ہے تو غالب یہی معلوم ہوتا ہے کہ بیان سے غرض یہی ہے کہ جس بات سے شرم آتی ہو اوسکو پکار کر کہے اور یہ شعبہ نفاق اس وجہ سے ہے کہ ایسے امور مین اغماض اور تغافل ہی برتنا چاہیے کشف اور بیان نہ کرے اور ایک حدیث مین ہے کہ ان اللہ

لَا یُحِبُّ الْفَاحِشَ الْمُتَفَحِّشَ الصَّیَّاحَ فِی الْاَسْوَاقِ اور حضرت جابر بن سمرہ فرماتے ہین کہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین بیٹھا ہوا تھا اور میرے باپ میرے آگے بیٹھے ہوے تھے آپ نے فرمایا کہ اِنَّ الْفُحْشَ وَالتَّفَحُّشَ لَیْسَا مِنَ الْاِسْلَامِ فِی شَیْئٍ وَاِنَّ اَحْسَنَ النَّاسِ اِسْلَامًا اَحَاسِنُہُمْ اَخْلَاقًا ابراہیم بن میسرہ فرماتے ہین کہ ایسا سنا ہے کہ فحش اور بہکڑ روز قیامت کو کتے کی صورت یا اوسکے پیٹ مین ہوکر آوے گا اور احنف بن قیس رح فرماتے ہین کہ مین تمکو سب سے زیادہ مرض بتلائے دیتا ہون وہ زبان بہکڑ بازاری کمینی عادت ہے پس یہ تو مذمت فحش کی ہوئی اب اوسکی تعریف کو سنا چاہیے کہ فحش اسکا نام ہے کہ امور قبیحہ کو صریح الفاظ سے ذکر کرنا مثلاً شرمگاہ کا نام لینا وغیرہ جیسا کہ اکثر مسخرے دن رات کا کرتے ہین اور نیکبخت لوگ ایسی چیزونکا کنایۃً نام لینے سے بچتے ہین ضرورت کے وقت رمز کے طور پر ذکر کرتے ہین حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ اللہ جل شانہ حیا والا ہے گناہ کو معاف کرتا ہے اور اشارہ بیان فرماتا ہے دیکھو صحبت کو لمس کی لفظ سے ارشاد کیا ہے پس جماع کے لیے صحبت اور وقاع اور لمس و دخول وغیرہ الفاظ کنایات ہین کہ جنمین فحش نہین مگر اسکے لیے بعض الفاظ ایسی کہ مستعمل ہین کہ ناگفتہ بہ ہین اکثر گالی وغیرہ دینے مین اوسکا استعمال ہوتا ہے اور اونمین سے بھی بعض مین فحش زیادہ ہے اور بعضون مین کم اور ہر ملک و دیار مین عادت کے اختلاف سے انمین بھی اختلاف ہی بہر صورت اونمین سے کمتر درجہ کے مکروہ ہین اور زیادہ درجہ کے ممنوع اور ان دونون کے درمیان کے الفاظ ہین کہ وہ بھی خالی از خرخشہ نہین اور کچھ یہ فحش جماع ہی پر موقوف نہین ہر ایک امر مکروہ کو ایسا ہی خیال کرنا چاہیے مثلاً قضاء حاجت کے لیے اگر پاخانہ اور پیشاب کہین تو اور الفاظ کی نسبت بہتر ہے غرضکہ جو الفاظ مکروہ ہین اونکو صراحۃً ذکر کرنا نچاہیے ورنہ فحش مین داخل ہوگا اسیطرح عورتون کا ذکر بھی کنایۃً مناسب ہی مثلاً یون نہ کہنا چاہیے کہ تمہاری جورو نے یہ کہا بلکہ اسطرح بولنا چاہیے کہ گھر مین سے یہ کہا یا پردہ سے یہ آواز آئی یا لڑکون کی مانے کہا خلاصہ یہ کہ ایسے الفاظ مین کنایہ ہی اچھا ہے تصریح سی فحش ہوجاوے گا علی ہذا القیاس جب کسیکو کوئی گھن کی بیماری ہو مثل برص و جذام و بواسیر وغیرہ کے تو انکا ذکر کرنا اچھا نہین بلکہ ایسی طرح ذکر کرے کہ جسکو سخت بیماری ہے یا اور کوئی ایسا ہی لفظ کہے تصریح سے بیان کرنا فحش ہے اور آفت لسان مین داخل ہے علاء بن ہارون کہتے ہین کہ حضرت عمر بن عبد العزیز کے ایکبار بغل مین نکالا نکلا اور اونکی عادت تھی

نہ زبان کی حفاظت بہت کرتے تھے ہم اونکی عیادت کو گئے کہ دیکھین آمین کیا کہین گے ہم نے
پوچھا کہ کہان نکلا ہے اونہون نے فرمایا کہ ہاتھ کے اندر کیطرف اور سبب فحش کا یا ایذا دہی ہے
یا بُرون کی صحبت سے عادت پڑجاتی کہ اکثر اونکی عادت گالی کی ہوتی ہے ایک اعرابی نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ مجھکو کچھ وصیت فرمائیے آپ نے فرمایا کہ خدا سے ڈرتا
رہ اور اگر تجھہ مین کچھ بات دیکھکر کوئی تجھکو عار دلاوے تو تو اوسکی بات دیکھکر اوسکو عار مت دلا
یعنی اگر کوئی کچھ کہے تو اوسکے جواب مین ویسا ہی مت کہہ اسمین اوسکے اوپر وبال رہے گا اور تجھکو
ثواب ملے گا اور کسی چیز کو گالی مت دینا اعرابی کہتا ہے کہ پھر مین نے کبھی گالی ندی اور عیاض
بن حمار رضہ نے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ ایک آدمی جو مجھسے رتبہ مین کم ہے مجھکو گالیان
دیا کرتا ہے تو اسکا کچھ مضائقہ تو نہین کہ مین بھی اوس سے بدلا لے لون آپ نے فرمایا کہ گالی
گلوچ کہنے والے دونون شیطان ہوتے ہین ایک دوسرے کو جھٹلاتے ہین اور تہمت لگاتے ہین
اور ایک حدیث مین ہے فرمایا سِبَابُ الْمُؤْمِنِ فُسُوْقٌ وَقِتَالُهُ كُفْرٌ اور فرمایا کہ گالی لڑنے والے جو کچھ
کہتے ہین وہ اوسی پر پڑتی ہے جسنے ابتدا کی ہو بشرطیکہ مظلوم حد سے نہ بڑھجاوے اور فرمایا
کہ جو کوئی اپنے والدین کو گالی دے اوسکو خدا کی پھٹکار ہے اور ایک روایت مین ہے کہ یہ سب
کبیرون سے بڑا گناہ ہے کہ آدمی اپنے ماباپ کو گالی دے لوگون نے عرض کیا کہ حضرت آدمی
ماباپ کو کیسے گالی دیگا آپ نے فرمایا کہ دوسرے کے ماباپ کو گالی دی اور وہ جواب مین اوسکے
ماباپ کو کہے تو گویا اس گالی کا باعث یہی ہوا

آٹھوین آفت لعنت کرنا یہ امر حیوان اور انسان اور جمادات کے لیے سب کے لیے برا ہے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْمُؤْمِنُ لَيْسَ بِلَعَّانٍ اور فرمایا لَا تَلَاعَنُوْا بِلَعْنَةِ اللّٰهِ
وَلَا بِغَضَبِهٖ وَلَا بِجَهَنَّمَ اور حضرت حذیفہ رضہ فرماتے ہین کہ جس قوم نے ایک دوسرے کو لعنت
کی اوپر خدا کی مار بیشک ہوئی اور حضرت عمران بن حصین رضہ فرماتے ہین کہ ایکبار آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم ایک سفر مین تھے ایک انصاری عورت ایک اونٹنی پر سوار تھی اوسنے جو کچھ بدی کی
تو عورت نے کہا کہ تجھپر خدا کی لعنت ہے آپ نے فرمایا کہ اس اونٹنی کا بوجھہ وغیرہ اوتار کر ننگا
کردو کہ اب تو وہ ملعون ہوچکی راوی کہتے ہین کہ وہ اونٹنی گویا میری نظرون مین پھرتی ہی ہے
کہ لوگون مین پھرتی تھی اور کوئی اوس سے مزاحمت نہ کرتا تھا اور حضرت ابو درداء رضی اللہ
عنہ فرماتے ہین کہ جب کوئی زمین کو لعنت کرتا ہے تو وہ کہتی ہے کہ جو ہم مین زیادہ نافرمان

اللہ جل شانہ کا ہوا وہ سیر لعنت ہوا اور حضرت عایشہ رض روایت کرتی ہین کہ ایکبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رض کو سنا کہ کبھی اپنے غلام کو لعنت کرتے تھے آپ ونکیطرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اے ابو بکر کیا صدیق بھی لعنت کیا کرتے ہین کَلَّا وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ اس جملہ کو کئی بار ارشاد فرمایا حضرت ابو بکر رض نے اوسی روز اوس غلام کو آزاد کر دیا اور آپ کیخدمت مین آکر عرض کیا کہ اب مین کبھی ایسی خطا نکرونگا اور ایک حدیث مین فرمایا کہ اِنَّ اللَّعَّانِیْنَ لَا یَکُوْنُوْنَ شُفَعَآءَ وَلَا شُھَدَآءَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اور حضرت انس رض فرماتے ہین کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب اونٹ پر جاتا تھا اوسنے اپنے اونٹ کو لعنت کی آپ نے فرمایا کہ ای ابو عبد اللہ ملعون اونٹ پر ہمارے ساتھ مت چلو اور یہ اسلیے فرمایا کہ اوسکو معلوم کرا دین کہ لعنت کرنا برا معلوم ہوا اور لعنت کے معنے یہ ہین کہ خدا کے یہان سے دور نکال دینا پس یہ لفظ اوسی شخص پر بولنا درست ہوگا کہ جسمین ایسی صفت پائی جاوے جس سے اللہ تعالی سے بعد ہوتا ہو اور وہ صفت کفر و ظلم کی ہے تو یہ کہنا جائز ہے کہ ظالمون پر خدا کی لعنت اور کافرون پر خدا کی لعنت غرض جسطور پر شرع مین وارد ہے اونہین الفاظ سے کہنا چاہیے کیونکہ لعنت مین خطر بھی ہے اسلیے کہ یہ غیب دانی کا دعوے ہے کہ اسکے ملعون کو خدا نے دور کر دیا یہ بات تو سوا خدا کے اور کوئی نہین جان سکتا یا اگر خداوند کریم نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلا دے تو اونکو اسکا علم ہو سکتا ہے غیر کو کسطرح علم ہو سکتا ہے اب معلوم کرنا چاہیے کہ جو صفات مقتضی لعنت کے ہین وہ تین ہین کفر اور بدعت اور فسق اور انمین لعنت کرنیکے تین طور ہین پہلا تو یہ کہ وصف عام کے ساتھ لعنت کرے مثلاً یون کہے کہ کافرون اور بدعتیون اور فاسقون پر خدا کی لعنت ہو دوسرا یہ کہ وصف کو اس سے کچھ خاص کرکے کہے جیسے خدا کی لعنت یہود و نصاری و مجوس و قدریہ و خوارج و روافض و زانی و ظالم و سود خور پر اور یہ دونون شقین جائز ہین مگر اہل بدعت پر لعنت کہنے مین تردد ہے کیونکہ بدعت کا پہچاننا امر مشکل ہے اور حدیث شریف مین کوئی لفظ اوسکے لیے وارد نہین تو عوام کو اس سے روکنا چاہیے ورنہ لوگون مین نزاع اور فساد پیدا ہوگا تیسرا طور لعنت کا یہ ہے کہ کسی شخص معین پر ہو اور یہ محل خطر ہے مثلاً زید اگر کافر یا فاسق یا بدعتی ہے تو اوسکو کہنا چاہیے کہ زید پر لعنت ہو اور اوسکی تفصیل یہ ہے کہ جس شخص پر شرع مین لعنت ثابت ہوئی ہو اوسکے کہنے مین مضائقہ نہین مثلاً یون کہنا فرعون خواہ ابو جہل پر خدا کی لعنت کیونکہ شرعاً ثابت ہے کہ یہ دونون کفر پر مرے لیکن اسزمانہ کی

کسی شخص معین کو گو کافر ہی کیون نہو لعنت کرنا اچہا نہین شاید وہ مرنے سے پہلے توبہ کرلے اور
ایماندار ہو جاوے تو پہر کسطرح اوسکو خدا کی رحمت سے دور کہہ سکتے ہین پس اگر کوئی یون کہے
کہ جیسا مسلمان کو حالت اسلام مین رحمہ اللہ کہہ سکتے ہین ایسلیہی کافر کو بہی جب وہ کفر کی
حالت مین ہو لعنت کرنا درست چاہیے اور جیسا کافر مین احتمال ہے کہ مسلم ہو کر مرے ویسا ہی
مسلمان مین شبہ ہے کہ کافر ہو کر مرے تو اسکا جواب یہ ہے کہ رحمہ اللہ سے مراد یہ ہے کہ خدا اوسکو
مرتے دم تک مسلمان رکہے جس سے قابل رحمت ہو اور یہ بات لعنت مین ممکن نہین یعنی نہین
کہہ سکتے کہ خدا فلانے کو کافر رکہے جو لعنت کا سبب ہو اسلیے کہ یہ کفر کا سوال ہے اور ایسا سوال
خود کفر ہے ہان اگر یون کہے تو ہوسکتا ہے کہ اگر کفر پر مرے تو خدا کی لعنت ہو اور نہ اگر اسلام پر
مرے تو لعنت نہو اور یہ طور بہی مخطور ہے اسیلیے کہ تردد ہی رہا یہ حال معلوم کیسے ہوسکتا ہے کہ خاتمہ
کیسا ہوگا اور لعنت نکرنے مین کچہہ بہی خطرہ نہین پس جب کافر کا یہ حال ہو تو ظاہر ہے کہ فاسق
اور بدعتی کو بطریق اولی لعنت نکرنا چاہیے اس لیے کہ آدمی کا حال ہمیشہ یکسان نہین
رہتا کیا معلوم ہے کہ انجام کو کیسا ہو جاوے البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معلوم کرسکتے تہے
کہ اسکا انجام کیسا ہوگا اسلیے جنکا حال معلوم ہوگیا تہا اونکے لیے بددعا کیا کرتے تہے اور فرماتے تہے
اَللّٰهُمَّ عَلَيْكَ بِاَبِيْ جَهْلِ بْنِ هِشَامٍ وَعُتْبَةَ بْنِ رَبِيْعَةَ اور جو لوگ کہ جنگ بدر مین کافر مارے گئے تہے
اونکو بہی لعنت و بددعا مین شامل فرماتے تہے مگر جسکا انجام معلوم نتہا جب اوسکو لعنت کرے
تو خدا تعالی نے منع فرمایا چنانچہ آپ مہینہ بہر دعاے قنوت مین اون لوگون کو لعنت کرتے تہے
جنہون نے بیر معونہ کے لوگون کو مارا تہا اوسیوقت یہ آیت اتری لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ
عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظَالِمُوْنَ یعنی شاید وہ مسلمان ہی ہو جاوین تم نے کیسا جانا کہ وہ ملعون
ہین اسی طرح اگر ہمکو بہی کسی کا حال معلوم ہو جاوے کہ خاتمہ کفر پر ہوا ہے تو اوسکو لعنت اور
برا کہنا درست ہے بشرطیکہ اوسمین کسی مسلمان کو ایذا نہوتی ہو ورنہ اوسپر بہی لعنت درست نہین
چنانچہ ایکبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طائف کو تشریف لیے جاتے تہے حضرت ابوبکر رض سے
ایک قبر کا حال پوچہا کہ یہ کسکی قبر ہے آپ نے عرض کیا کہ یہ قبر سعید بن عاص کی ہے یہ شخص خدا
اور رسول سے سرکش رہا تہا اوسکا لڑکا عمرو بن سعید جو ہمراہ تہا اس بات سے غصہ ہوا اور عرض کیا
کہ یا رسول اللہ یہ قبر اوس شخص کی ہے کہ ابوبکر رض کے باپ ابو قحافہ سے زیادہ کہانا کہلاتا تہا
اور اوسکی نسبت زیادہ شجاع تہا پس حضرت ابوبکر رض نے عرض کیا کہ آپ ملاحظہ فرماوین کہ یہ مجہسے

کیسی بات کہتا ہے آپ نے اوسکو منع کر دیا اور ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ جب کفار کا ذکر کیا کرو تو عام طور پر کہا کرو ورنہ تخصیص مین و نکی اولاد برا مانے گی تو لوگون نے خاص برا کہنا چھوڑ دیا اور نعیمان شراب پیکر آتا کئی بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مین اوسکو سزا ہوئی پس بعض صحابہ نے کہا کہ خدا کی لعنت اس شخص پر اکثر یہی پکڑا آتا ہے آپ نے فرمایا کہ لا تکونوا عونا للشیطان علی اخیکم اور بعض روایت مین ہے کہ آپ نے فرمایا لا تقل ھذا فانہ یحب اللہ ورسولہ غرض کہ شخص معین کی لعنت سے اوسکو روکدیا اس سے معلوم ہوا کہ معین آدمی فاسق کی لعنت جائز نہین حاصل کلام یہ ہے کہ معین لوگون کی لعنت مین خرابی ہے اوس سے اجتناب کرنا چاہیے اور اگر کوئی بالفرض شیطان ہی کو لعنت نکرے اور سکوت اختیار کرے تو کچھ اندیشہ نہین شیطان سے بڑھکر تو کوئی اور کیا ہوگا رہا یزید کی لعنت کا حال کہ اگر اوسنے حضرت امام حسین علیہ السلام کو قتل کیا یا اجازت قتل دی تو اوسکو لعنت کہنا درست ہی یا نہین تو اسکا یہ حال ہے کہ قتل و اجازت دونون پایہ ثبوت کو نہین پہنچے لعنت کا تو کیا ذکر ہے جب تک اوسکا قتل و اجازت ثابت نہو تب تک اوسکو قاتل اور اجازت دہ بھی نکہنا چاہیے اسلیے کہ قتل گناہ کبیرہ ہے اوسکی نسبت مسلمان کیطرف بلا ثبوت کامل نہین ہو سکتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی کسی کو کافر یا فاسق کہے اگر وہ ایسا نہو گا تو لفظ کہنے والی ہی پر لوٹ آویگا اور فرمایا ما شھد رجل علی رجل بالکفر الا باء بہ احدھما ان کان کافرا فھو کما قال وان لم یکن کافرا فقد کفر بتکفیرہ ایاہ اور اوس تہمت کی مسلمان جان بوجھکر کافر کہی لیکن اگر بدعت وغیرہ کے سبب اوسکو کافر کہا تو خطا وار ہوگا کافر نہوگا اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ مین تجھکو منع کرتا ہون کہ مسلمان کو گالی نہ دینا اور امام عادل کی نافرمانی نکرنا اور مردون کی حال سے تعرض کرنا بہت سخت ہی مسروق فرماتے ہین کہ مین حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت مین گیا تو انہون نے کہا کہ فلانے شخص کا کیا حال ہے اوسپر خدا کی لعنت ہو مینے عرض کیا کہ وہ مر گیا اونہون نے فرمایا کہ تو خدا اوسپر رحم کرے مینے پوچھا یہ کیا بات ہی اونہون نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لا تسبوا الاموات فانھم قد افضوا الی ما قدموا اور فرمایا ہے لا تسبوا الاموات فتؤذوا بہ الاحیاء اور نیز فرمایا ایھا الناس احفظونی فی اصحابی واخوانی واصھاری ولا تسبوھم ایھا الناس اذا مات المیت فاذکروا منہ خیرا اب اگر کوئی یون کہے کہ یہ بھی کہنا جائز ہے یا نہین

کہ قاتل امام حسین علیہ السلام یا قتل کی اجازت دہندہ پر خدا کی لعنت ہو اسکا جواب یہ ہی کہ بہتر ہی کہ یون کہی کہ اگر قاتل یا اجازت دہندہ قبل توبہ مرا ہو تو اوسپر خدا کی لعنت کیونکہ یہ احتمال ہے کہ شاید بعد توبہ مرا ہو دیکھو کہ وحشی ہنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو حالت کفر مین شہید کیا تہا مگر پہر مسلمان ہو کر کفر اور قتل سے سب سے توبہ کر لی اب نہین ہو سکتا کہ کوئی اونکو لعنت کرے علاوہ اسکے قتل گناہ کبیرہ ہے اس سے کافر مطلق تو ہو ہی نہین جاتا اسلیے کہ اگر توبہ کی قید نہ لگائے گا تو لعن مین موجب خطر ہے اور سکوت مین کچہہ بہی خطر نہین تو سکوت ہی بہتر ہے اور ہمنے جو یزید کی لعنت کا بیان ذکر کیا تو اسی لیے کیا لوگ لعن کے باب مین بہت زبان کہولدیتے ہین حالانکہ حدیث شریف مین آچکا ہے کہ مومن لعنت کنندہ نہین ہوتا تو چاہیے کہ جو شخص کفر پر مر گیا ہو اوسکے سوا پر زبان نہ کہولین اور اگر لعنت ہی کو دل چاہے تو معین شخص کا ذکر نکرین وصف عام کے طور پر لعنت کرین جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اس سے تو یہی بہتر ہے کہ آدمی کچہہ ذکر خدا کرے اور اگر نہو سکے تو چپ ہی مین سلامتی ہے ع خموشی معنی دارد کہ در گفتن نمی آید ہ مکی بن ابراہیم کہتے ہین کہ ہم ابن عون کے پاس تھے انہین بلال بن ابی بردہ کا ذکر چلا تو لوگ لعنت و مذمت کرنے لگے ابن عون چپکے سنا کیے لوگون نے اونسے کہا کہ تمہین یاد ہے اسنے تمہارے ساتہہ کیا معاملہ کیا تہا آپ اوسکو برا کیون نہین کہتے آپ نے فرمایا کہ قیامت کو نامۂ اعمال مین بہی دو باتین ہونگی ایک لا الہ الا اللہ اور دوسرے فلانے فی فلان کو لعنت کی تو مجکو یہی اچہا معلوم ہوتا ہے کہ میرے نامہ اعمال مین اول کلمہ نکلے دوسرا نہ نکلے اور ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ مجہکو کچہہ وصیت فرمایے آپ نے فرمایا کہ یہی وصیت ہی کہ بہت لعنت مت کیا کر اور ابن عمران رض فرماتے ہین کہ خدا کے نزدیک سب سے زیادہ دشمن وہ ہے جو کثرت سے لعن و طعن کیا کرے اور بعض اکابر کا قول ہے کہ مومن کو لعنت کرنا اوسکے قتل کے برابر ہے اور حماد بن زید جو اس قول کے راوی ہین کہتے ہین کہ اگر اس قول کو مین حدیث کہون تب بہی کچہہ مضائقہ نہین اور فی الواقع مین ابی قتادہ رض عنہ سے اسی مضمون کی حدیث نقل بہی ہے کہ مَنْ لَعَنَ مُؤْمِنًا فَهُوَ مِثْلُ أَنْ يَقْتُلَهُ اور کسی کو کوسنا بہی لعنت کے قریب ہی ہے یہانتک کہ ظالم کے حق مین یون کہنا کہ خدا اوسکو اچہا اور تندرست نہ کرے اور اوسکو موت آوے وغیرہ بہی برا ہے چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ اِنَّ الْمَظْلُوْمَ لَيَدْعُوْ عَلَى الظَّالِمِ حَتّٰى يُكَافِيَهٗ ثُمَّ يَبْقَى لِلظَّالِمِ عِنْدَهٗ فَضْلَةٌ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

نوین آفت راگ اور شعر ہی باب سماع مین ہم لکھہ چکے ہین کہ راگ مین سے کونسا حرام اور کونسا حلال ہے اوسکے دوبارہ لکھنی کی ضرورت نہین اور شعر کا حال یہ ہے کہ اوسمین سے اچھا اچھا ہے اور برا برا اگر اسطرح کہنا کہ اوسیکا ہو رہے یہ البتہ مذموم ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لِاَن يَمْتَلِئَ جَوْفُ اَحَدِكُمْ قَيْحًا حَتّٰى يَرِيَهُ خَيْرٌ لَهُ مِنْ اَنْ يَمْتَلِئَ شِعْرًا اور مسروق رضی سے کسی نے کوئی بیت پوچھی تو اونکو برا معلوم ہوا لوگون نے سبب پوچھا آپ نے فرمایا کہ مجھے اچھا نہین معلوم ہوتا کہ میرے نامہ اعمال مین شعر نکلے اور بعض اکابر سے کسی نے کوئی شعر پوچھا تو آپنے فرمایا کہ اسکی عوض خدا کا ذکر کرو تو بہتر ہو خلاصہ یہ کہ شعر پڑھنا اور بنانا حرام نہین ہی بشرطیکہ اوسمین کوئی کلام بیجا نہو کیونکہ حدیث صحیح ہے کہ اِنَّ مِنَ الشِّعْرِ لَحِكْمَةً مگر اتنی بات ہی کہ شعر مین اکثر مدح اور ہجو اور عورتون کا ذکر ہوتا ہے اور اسمین دروغ کو گنجایش ہے ورنہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان بن ثابت انصاری رضہ کو ارشاد فرمایا تھا کہ کفار کی ہجو بیان کرو اور مدح مین مبالغہ کرنے سے گو کسیقدر جھوٹ بھی ہو جاوے حرمت نہین ہوتی مثلاً سخاوت کی تعریف مین اسطرح کہا جاوی ع

جو مانگے جان کوئی اوس سے کچھ نہ عذر کرے + ولے ضرور ہے سائل کو بھی خدا کا خوف

تو اگر ممدوح سخی نہو گا تو شاعر جھوٹا ہے ورنہ اگر سخی ہو گا تو مبالغہ شعر مین کچھ اوہی نمک مرچ لگا دیتا ہے اوسکا اعتقاد تو مقصود ہوتا ہی نہین علاوہ اسکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی اشعار ایسے پڑہے گئے ہین کہ اگر اونمین تلاش کیجاوے تو مضامین مبالغہ کے نکلین گے حالانکہ آپ نے منع نہین فرمایا حضرت عائشہ رضہ سے مروی ہے کہ مین ایک روز سوت کات رہی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جوتی ٹانک رہے تھے مین نے جو آپ کیطرف دیکھا تو یہ نظر آیا کہ پیشانی مبارک عرق آلودہ ہے اور قطرات عرق روشنی مین کہکشان کی بہار دکھا رہے ہین مین دیکھتی ہی اوس حسن خداداد پر حیران رہ گئی آپ نے جو میری حیرانی کیطرف ملاحظ فرمایا تو پوچھا کہ ایسی مبہوت کیون ہو رہی ہو مین نے عرض کیا کہ آپ کی آب جری پیشانی سے جو نور کی لہر اٹھہ رہی ہے اسکے ورطۂ حیرت مین ہون اگر آپ کو ابو بکر ہذلی دیکھتا تو جانتا کہ اوسکے شعر کی مصداق آپ ہی ہین آپنے فرمایا کہ اوسکے شعر کیا ہین مین نے عرض کیا کہ یہ دو بیتین ہین ع

وَمُبَرَّءٍ مِنْ كُلِّ غُبَّرِ حَيْضَةٍ ۔ وَفَسَادِ مُرْضِعَةٍ وَدَاءٍ مُغْيِلِ
وَاِذَا نَظَرْتَ اِلٰى اَسِرَّةِ وَجْهِهِ + بَرَقَتْ كَبَرْقِ الْعَارِضِ الْمُتَهَلِّلِ ۔ انکا خلاصہ یہ ہے ع

ترا بقالب خورشید و ماہ ریختہ اند	ضمیر مائیہ صحبت از صفا بدینت
در آفتاب قیامت نمودہ پروین را	بچہرہ عرق آلودہ نگر کہ سحر

حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین کہ آپ نے اپنا کام چھوڑ کر میری پیشانی پر بوسہ دیا اور فرمایا کہ جزاک اللہ خیرًا یا عایشہ تو مجھسے اتنی خوش نہین ہوئی ہوگی جتنا مین تجھسے راضی ہوا اور جب جنگ حنین مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت تقسیم فرمایا تو عباس بن مرداس کو چار اونٹ مرحمت فرمائے وہ چلے گئے اور ایک قصیدہ شعر اپنی زیادتی استحقاق اور شکایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لکھا آپ نے لوگونسے فرمایا کہ اسکی شکایت دفع کرو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اوسکو اپنے ساتھہ لے گئے یہانتک کہ اونہون نے سو اونٹ پسند کیے پھر تو بہت مین زیادہ وہی راضی خوش تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اب بھی کچھہ شعر کہا کرتے ہو اونہون نے عذر و معذرت کرنی شروع کی اور عرض کیا کہ میری ماباپ آپ پر قربان ہون مین اپنی زبان پر شعر کو ایسا پاتا ہون جیسے چیونٹی چلتی ہو جب وہ چیونٹی کی طرح میری زبان مین کاٹنے لگتی ہے تو کچھہ کہہ لیتا ہون بے کہے چارہ نہین آپ متبسم ہوئے اور فرمایا کہ عرب کے لوگ شعر گوئی نہ چھوڑین گے جب تک کہ اونٹ بلبلاتے رہین گے

دسوین آفت ہنسی ٹھٹھا ہے اصل مین یہ بھی بری اور ممنوع ہے مگر تھوڑے سی کا مضائقہ نہین حدیث شریف مین آیا ہے لا تمار اخاک ولا تمازحہ پس اگر یہ کہو کہ بات کاٹنی اور اعتراض کرنے مین تو ایذا ہوتی ہے کہ دوسرے کو جھوٹا یا جاہل قرار دیتے ہین مزاح مین تو یہ بات نہین اوس سے صرف چہل اور دل لگی ہوتی یہ کیون ممنوع ہے پس جاننا چاہیے کہ ہنسی کی افراط اور مداومت ممنوع ہے مداومت سے تو دل ہمیشہ کھیل اور ہزلیات مین مصروف ہوجاتا ہے اور کھیل اگرچہ مباح ہی ہے مگر ہمیشہ اوسکا مرتکب ہونا ممنوع ہے اور افراط ہنسی سے قہقہہ سوجھتا ہے جس سے دل مرجاتا ہے اور دلمین بغض پیدا ہوتا ہے اور ہیبت و وقار اٹھہ جاتا ہے اور اگر ہنسی ان عیوب سے پاک ہو تو مذموم نہین چنانچہ حدیث شریف مین ہے کہ آپنے فرمایا اِنّی لَاَمْزَحُ وَلَا اَقُوْلُ اِلَّا حَقًّا پس یہ آپ ہی کا کام تھا کہ اس بات پر قادر تھے کہ ہنسی و دل لگی مین امر حق کو فروگذاشت نہ کرین دوسرا شخص اگر اسکی سلسلہ جنبانی کرتا ہے اوسکا مقصود تو یہی ہوتا ہے کہ جس طرح پڑے لوگون کو ہنسایے حالانکہ حدیث شریف مین ہے کہ آدمی وہ بات کرتا ہے جس سے اوسکے پاس والے ہنسین اور اسکی باعث دوزخ مین ثریا سے بھی دور جا پڑتا ہے

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ جو بہت ہنستا ہے اوسکی ہیبت کم ہوتی ہے اور جو ہنسی
کرتا ہے نظرون مین سبک ہو جاتا ہے اور جو ایک چیز کو زیادہ کرتا ہے وہ اوسکی حقیقت کو
جان جاتا ہے اور جو زیادہ بولتا ہے وہ زیادہ غلطی کرتا ہے اور جو زیادہ غلطی کرتا ہے اوسمین
حیا کم ہوتی ہے اور جو حیا کم رکھتا ہے اوسکا ورع بھی کم ہوتا ہے اور جو پرہیز کم کرتا ہے اوسکا دل
مرجاتا ہے اور ایک وجہ یہ ہے کہ ہنسی کسی باعث آخرت سی غفلت پائی جاتی ہے آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین لو تعلمون ما اعلم لبکیتم کثیرا و لضحکتم قلیلا اور ایک شخص نے
اپنے بھائی سے کہا کہ تمکو یہ بھی خبر ہی کہ دوزخ مین جانا پڑے گا اوسنے جواب دیا کہ ہان
معلوم ہے اوسنے کہا یہ بھی معلوم ہے کہ اوسمین سے نکلنا بھی نصیب ہوگا جواب دیا کہ یہ تو
معلوم نہین کہا کہ پھر خوشی کس چیز سے کر رہے ہو کہتے ہین کہ پھر کسی نے اوسکو دم تک
ہنستے نہ دیکھا اور یوسف بن سباط کہتے ہین کہ حسن رضی اللہ عنہ تیس برس تک نہ ہنسے
اور عطا سلمی کی نقل ہے کہ وہ چالیس برس تک نہ ہنسی اور وہب بن الورد نے کچھ لوگون کو
دیکھا کہ عید فطر مین ہنس رہے ہین آپ نے فرمایا کہ اگر انکی مغفرت ہوگئی ہے تو یہ فعل شکر کرنیوالون کا
سا نہین اور اگر مغفرت نہین ہوئی تو یہ کام خوف کرنیوالونکا سا نہین اور حضرت عبداللہ بن
ابی یعلی فرماتے ہین کہ میان ہنستے کیا ہو شاید کفن دہوبی کے یہانسے دہل کر آگیا ہو یعنی موت بہت
جلد آوبانے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ جو گناہ کر کے ہنستا ہے وہ دوزخ
مین روتا جاویگا اور محمد بن واسع فرماتے ہین جب کوئی جنت مین جا کر روئے تو خواہ مخواہ تعجب
کی بات ہے لیکن جو دنیا مین ہنستا ہے اور اپنے خاتمہ اور انجام کا حال نہین جانتا یہ جنت کے
رونے سے بھی زیادہ تر عجیب بات ہے یہ آفتین ہنسی کی ہین مگر ہنسی مین سے وہی قسم بری ہے
جو آواز کے ساتھ ہو یعنے مسکرانے سے زیادہ اور مسکرانا جسکو تبسم کہتے ہین اور بے آواز ہوتا ہے
وہ اچھا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسیطرح تبسم فرماتے تھے حضرت قاسم سے روایت ہے
کہ ایک اعرابی ایک سرکش اونٹ پر سوار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا
اور سلام کیا پھر جب اونٹ کو آگے بڑہانے کا ارادہ کیا کچھہ پیچھے اونٹ نے بھاگنا شروع کیا
کئی بار ایسا ہی ہوا صحابہ یہ دیکھکر ہنسنے لگے آخر کو یہانتک نوبت پہونچی کہ وہ سوار گر کر مر گیا لوگون
نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ اونٹ نے اوس اعرابی کو ٹپکدیا
اور وہ مر گیا آپ نے فرمایا وہ تو مر گیا مگر اوسکا خون تمہارے منہ مین بھرا ہوا ہی اور جس ہنسی کی

اگر تم جانتے جو مین جانتا ہون تو بہت سا روؤ اور تھوڑا ہنسو (بخاری و مسلم ...)

ہیبت و وقار جاتا ہو وہ بھی مذموم ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ جو ہنسی کرتا ہے
خفیف ہو جاتا ہے اور محمد بن منکدر رح فرماتے ہین کہ میری ماں نے مجھکو نصیحت کی ہے کہ لڑکون سے
چہل ست کرنا ورنہ اونکی نظرون مین ہلکا ہو جاویگا اور سعید بن العاص رح نے اپنے بیٹے کو
فرمایا کہ نہ تو شریف آدمی سے ہنسی کر کہ تجھسے دشمنی کریگا اور نہ کمینے سے ہنسی کر کہ تجھپر جرأت کریگا
اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح فرماتے ہین کہ خدا سے ڈرو اور ہنسی سے کوسون بھاگو کہ اوس سے
کینہ ہوتا ہے اور انجام برا ہوتا ہے قرآن کا ذکر کیا کرو اور اگر اون سے معلوم ہو تو عمدہ حالات
مردونکے بیان کیا کرو اور حضرت عمر رض نے فرمایا کہ تمکو یہ معلوم ہے کہ ہنسی کا نام مزاح کیون ہوا
لوگون نے عرض کیا کہ ہمکو نہین معلوم آپ نے فرمایا کہ اسوجہ سے کہ مزاح مشتق زح سے ہے جسکے
معنے دوری کے ہین تو اس سے یہ غرض ہوئی کہ مزاح حق سے دور کرتا ہے اور بعض اکابر کا قول
ہے کہ مزاح سے عقل سلب ہو جاتی ہے دوست الگ ہو جاتے ہین اب معلوم کرنا چاہیے
کہ اگر شاذ و نادر کوا ایسا شخص ہو کہ مزاح مین حق کے سوا کچھ نہ کہے کسی کو ایذا نہ دے اور نہ
افراط کرے بلکہ کبھی کبھی کیا کرے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اونکے اصحاب رض
کا دستور تھا تو اسطرح کی مزاح مین کچھ مضائقہ نہین مگر بڑی غلطی کی بات ہے کہ آدمی مزاح
اپنا پیشہ دائمی کرلے اور خوب افراط کے درجہ کو پہونچا دے اور پھر دعوے کرے کہ مین حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم اور اونکے اصحاب رض کا اتباع کرتا ہون اوسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی
دن بھر طوائف کے ساتھہ اونکو تاکتا پھرے اور ناچ دیکھے اور کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے بھی حضرت عایشہ رض کو عید کے روز ناچ دیکھنے کی اجازت دی تھی حالانکہ یہ غلط ہے
اسلیے کہ گناہ صغیرہ پر اصرار کرنے سے کبیرہ ہو جاتا ہے بلکہ مباح چیزون پر اصرار بھی بعض
اوقات گناہ صغیرہ ہو جاتا ہے اس بات کو خوب یاد کرلینا چاہیے ہان آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم جسطرح مزاح فرماتے تھے وہ بیان لکھے دیتے ہین تاکہ دہوکا نہ پڑے حضرت ابو ہریرہ
رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ لوگون نے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ
علیک وسلم آپ ہمسے مزاح کرتے ہین فرمایا کہ البتہ اگر کبھی مزاح کرتا ہون تو سچ بات کے سوا
کچھ نہین کہتا اور عطار رح روایت کرتے ہین کہ ایک شخص نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے
پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مزاح بھی کیا کرتے تھے یا نہین آپ نے فرمایا کہ کرتے تھے پھر اونے
پوچھا کہ کسطرح کرتے تھے آپ نے فرمایا کہ ایک روز آپ نے اپنی ازواج مطہرات مین سے کسیکو ایک تہان

اور ارشاد فرمایا کہ اسکو پہنو اور خدا کا شکر کرو اور اسمین سے دلہن کے دامن بناؤ اور حضرت
انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ازواج مطہرات اور لوگونکی
نسبت زیادہ چہل فرماتے تھے اور یہی روایت ہے کہ آپ اکثر تبسم فرمایا کرتے تھے اور حضرت
حسن سے روایت ہے کہ ایک بڑہیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت مین حاضر ہوئی آپنے
اوس سے فرمایا کہ جنت مین بڑہیا کوئی نجائیگی وہ رونے لگی آپنے فرمایا کہ اوسوقت بڑہیا نرہے گی
خدا تعالے فرماتا ہے اِنَّا اَنْشَأْنَاهُنَّ اِنْشَاءً فَجَعَلْنَاهُنَّ اَبْكَارًا اور زید بن اسلم رح روایت کرتے ہین
کہ ایک عورت ام ایمن نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت مین آئی اور عرض کیا کہ آپکو
میرا شوہر بلاتا ہے آپ نے فرمایا کہ تیرا شوہر وہی نہین جسکی آنکھ مین سفیدی ہے اوسنے عرض کیا
کہ اوسکی آنکھین تو اچھی ہین اونمین سفیدی نہین آپ نے فرمایا کہ بیشک ہے اوسنے قسم کہا
کہ نہین آپ نے فرمایا کہ کوئی ایسا شخص نہین جسکی آنکھ مین سفیدی نہین یعنے حدقہ چشم ہر ایک
انسان کا سیاہی اور سفیدی دونون رکھتا ہے اور ایک اور عورت آپ کی خدمت مین
حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ مجکو ایک اونٹ سواری کو ملے آپ نے فرمایا کہ مین تیری سواری
کے لیے اونٹ کا بچہ دونگا اوسنے عرض کیا کہ بچہ لیکر مین کیا کرونگی وہ مجھے کیسے اوٹھا ویگا
آپ نے فرمایا جو اونٹ ہوتا ہے وہ اونٹ ہی کا بچہ ہوتا ہے پس آپ کا مزاح ایسی طرح کا
ہوتا تھا اور نیز حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کا ایک
لڑکا تھا اوسکا نام ابو عمیر تھا ایک لال اوسنے پالا تھا اور اوس سے کھیلا کرتا جب آپ اوسکے
گھر جاتے تو اوس لڑکے سے فرماتے یَا اَبَا عُمَیْرٍ مَا فَعَلَ النُّغَیْرُ اور حضرت عائشہ رض فرماتی ہین
کہ جنگ بدر مین مین بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھی آپ نے فرمایا کہ آؤ ہم تم دوڑین
دیکھین کون آگے نکلجائے مینے اپنا دوپٹا مضبوط باندھلیا اور ایک نشان کھینچکر اوسپر کھڑی
ہوئی اور دوڑی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آگے نکل گئے اور فرمایا کہ یہ ذی المجاز کا بدلہ ہے
ذی المجاز ایک جگہ کا نام ہے جب حضرت عائشہ رض چھوٹی تھین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
نے اونکو کچھ لینے کو بھیجا تھا آپ نے فرمایا کہ یہ چیز مجھے دے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انکار
کیا اور لیکر نہا گین آپ اونکے پیچھے دوڑے مگر وہ ہاتھ نہ آئین اوسی قصہ کو حضرت نے اوسوقت
یاد دلایا چنانچہ ایک دوسری روایت مین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہے کہ اول مین دوڑ
جو مین آپ کے ساتھ دوڑی تو آگے نکل گئی مگر دوبارہ جب مین فربہ ہوگئی اور دوڑی تو آپ آگے

نکل گئے اور فرمایا کہ یہ اوس دفعہ کا بدلہ ہے اور نیز فرماتی ہین کہ ایک روز آپ میرے گہر مین تہے
اور بی بی سودہ رضی اللہ عنہا بہی موجود تہین مین نے حلیہ تیار کیا اور سودہ سے
کہا کہ کہاؤ اونہون نے کہا کہ مجہے اچہا نہین معلوم ہوتا مین نے کہا کہاؤ ورنہ کہاؤ نہین تو
تمہارے منہ پر ملدونگی اونہون نے کہا کہ مین تو نہین کہاؤنگی مین نے پیالہ مین سے
لیکر اونکے منہ پر پیس دیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہم دونون کے بیچ مین بیٹہے تہے اپنا پانو
بیچ مین سے ہٹا لیا تاکہ وہ بہی اپنا عوض مجہسے لین اونہون نے پیالہ مین ہاتہہ ڈالکر میرے
مُنہ پر پہیر دیا آپ بیٹہے ہنستے رہے اور ضحاک بن سفیان کلابی نہایت بدصورت آدمی تہے
جب وہ بیعت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوئے تو حضرت عائشہ رض
بہی موجود تہین اور اوسوقت تک پردہ کا حکم نہوا تہا بیعت کے بعد اونہون نے عرض کیا
کہ میرے پاس دو بی بیان اس سرخ عورت یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سی بہی اچہی ہین
اگر آپ نکاح کرین تو ایک کو مین آپ کی واسطے بہیجدون حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے
اونسے پوچہا کہ وہ خوبصورت ہین یا تم اونہون نے کہا کہ مین اونسے کہین اچہا ہون
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سوال وجواب سے ہنس پڑے کہ ایسی صورت ہونے پر
اپنے آپ کو خوبصورت جانتے ہین اور حضرت علقمہ روایت کرتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم حضرت امام حسن علیہ السلام کو گود مین لیے ہوئے اونکے سامنے اپنی زبان نکال دیتے تہے
اور وہ زبان مبارک کو دیکہہ دیکہہ خوش ہو رہے تہے اتنے مین عیینہ بن بدر فزاری نے کہا
کہ میرے جو لڑکا ہوتا ہے اوسکی داڑہی نکلنے تک بہی مین کبہی پیار نہین کرتا آپ نے فرمایا
مَنْ لَا يَرْحَمُ لَا يُرْحَمُ پس اسطرح کی ہنسی عورتون اور لڑکون سے آپ کیا کرتے تہے اور یہ گویا
کہ ان دونون فریق کے ضعف دل کے علاج کے طور پر تہے نہ ٹہٹہے وغیرہ کے طور پر اور ایکبار
صہیب رض کی آنکہہ مین درد تہا اور خرما کہاتے تہے آپ نے فرمایا کہ تمہاری آنکہہ دکہتی ہے اور
خرما کہاتے ہو اونہون نے عرض کیا کہ حضرت مین دوسری داڑہ سے کہاتا ہون آپ اتنی ہنسے
کہ کچلیان ظاہر ہونے لگین اور روایت ہے کہ خوات بن جبیر انصاری بنی کعب کی عورتون مین
مکہ معظمہ کی راہ پر بیٹہے ہوے تہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر اوس طرف ہوا فرمایا کہ تم
ان عورتون مین کیون بیٹہے ہو اونہون نے عرض کیا کہ میرے پاس ایک اونٹ شریر ہے اوسکی
لیے انسے رسی بٹوا رہا ہون آپ اپنے کام کو تشریف لے گئے جب وہان سے پہرے تو پہر اونکی

فرمایا کہ اوس اونٹ نے ابھی شرارت نہین چھوڑی خوات کہتے ہین کہ مجھے شرم آگئی اور چپ
ہو رہا اور اسکے بعد جہان کہین حضرت کو دیکھتا شرم کے مارے بھاگ جاتا یہانتک کہ مین مدینہ
منورہ مین آکر مشرف باسلام ہوا ایک روز مین مسجد مین نماز پڑھ رہا تھا کہ آپ تشریف لائے
اور میری طرف بیٹھ گئے مینے بڑی رکعتین پڑھنی شروع کین آپ نے فرمایا کہ طویل نماز مت
پڑھو مین تمہارا منتظر ہون جب مین نے سلام پھیرا تو آپ نے فرمایا کہ اوس اونٹ نے اب تک
شرارت نہین چھوڑی مین مارے شرم کے کچھہ نہ کہہ سکا آپ تشریف لے گئے مگر میرا یہ حال تھا
کہ آپ سے بھاگتا پھرتا تھا ایک روز آپ دراز گوش پر سوار مجھکو ملے کہ دونون پاے مبارک
ایک ہی طرف کو کرکے تھے فرمایا کہ اے ابو عبد اللہ اب تک اونٹ نے شرارت چھوڑی
کہ نہین مینے عرض کیا کہ قسم ہے اوس ذات کی جسنے آپ کو رسول برحق کیا ہے جس روز سے
مین مسلمان ہوا ہون اوس روز سے کبھی بد ذاتی نہین کی آپ نے فرمایا اللہ اکبر اللہ اکبر
الٰہی اس شخص کو ہدایت فرما اللہ تعالے نے اونکو ہدایت کی اور بڑے اچھے مسلمان ہوئے اور
نعیمان انصاری ایک ہنسوڑ آدمی تھا مگر شراب بہت پیتا تھا جب حضرت کی خدمت مین
اوسکو لاتے تو آپ اپنی جوتی سے اوسکو مارتے اور اصحاب کو فرماتے وہ بھی جوتیان لگاتے
جب بہت دفعہ پیا تو ایک شخص نے اصحاب رضی اللہ عنہم سے کہا کہ خدا تجھپر لعنت کرے
آپ نے اوسکو فرمایا کہ یون مت کہو یہ آدمی اللہ و رسول سے محبت رکھتا ہے اور حال نعیمان
کا یہ تھا کہ مدینہ منورہ مین جب کبھی دودہ یا کوئی نئی چیز آتی تو اوسمین سے خرید کر آنحضرت صلعم
کی خدمت مین لاتا اور کہتا کہ یا حضرت یہ چیز مینے آپ ہی کے لیے مول لی ہے اور یہ لایا ہون
جب اوس چیز کا مالک دام مانگنے آتا تو اوسکو بھی آپ کی خدمت مین لاتا اور عرض کرتا
کہ فلان چیز کے اوسکو دام عنایت فرمایئے آپ فرماتے کہ وہ تو تو نے ہدیہ دی تھی عرض کرتا
کہ میرے پاس دام نتھا مگر میرا دل یون چاہتا تھا کہ آپ اسکو کھاوین اسلیے کہہ گیا تھا آپ اسکے
دام دلوا دیتے پس اس طرح کے مطایبات کبھی کبھی جائز ہین لونپر دوام کرنا برا ہے اور زیادہ
ہنسی سے دل مرجاتا ہے

گیارہوین آفت مسخراپن اور دوسرے کو بنانا اور ٹھٹول کرنا ہی اگر اس سے دوسرے کو ایذا ہو
تو حرام ہے جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّن قَوْمٍ عَسَىٰ أَن يَكُونُوا
خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّن نِّسَاءٍ عَسَىٰ أَن يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ اور تمسخر کے معنی یہ ہین کہ دوسری کی

اہانت وحقارت کرنی اور اوسکے عیب ونقصان اسطرح بیان کرنی جس سے ہنسی آوے اور
یہ کبھی بطور ہو سکتا ہے یا اوسکے فعل کی نقل کرنے سے یا قول کی نقل سے یا اشارہ وایما سے
پس اگر پیٹھ پیچھے ہو تو غیبت ہے ورنہ تمسخر اور استہزا نام ہے گو یہ غیبت نہین مگر دونون کا
حاصل ایک ہی ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین کہ مینے ایک آدمی کی نقل اوتاری
تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھسے فرمایا واللہ ما احب انی حاکیت انسانا ولی کذا وکذا
اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر مین یاویلتنا ما لهذا الکتاب
لا یغادر صغیرة ولا کبیرة الا احصاها یہ ارشاد کیا ہی کہ صغیرہ سے مراد تبسم ہے مومن کی تمسخر پر اور
کبیرہ سے مراد کھلکھلانا ہے تمسخر پر اس تفسیر سے معلوم ہوا کہ لوگون پر ہنسنا گناہ مین داخل ہی
اور عبد اللہ بن زمعہ فرماتے ہین کہ مینے خطبہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ
گوز پر ہنسنے کے باب مین نصیحت فرماتے تھے کہ جس بات مین آدمی خود مبتلا ہے اوسپر دوسری کو
کیون ہنستا ہے اور ایک حدیث مین ہے کہ جو لوگ دنیا مین لوگون پر ہنستے ہین قیامت کو انسے
بہی ہنسی ہوگی کہ ایک دروازہ جنت کا کہولدیا جاویگا اور اونکو کہا جاویگا کہ یہان آؤ یہان
آؤ وے مصیبت کے مارے جب دروازہ کے قریب پہونچین گے تو بند کر دیا جاویگا اور دوسرے
دروازہ سے بلایا جاوے گا جب وہان جاوینگے تو یہی حال پاوینگے اسیطرح ہوتا رہیگا
یہانتک کہ آخر کو تہک کر نہین جاوینگے اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من عیر اخاه بذنب قد تاب منه لم یمت حتی یعمله اور ان سب کا
مآل ایک ہی ہے یعنے دوسرے کی حقارت واہانت وذلت اور اوسپر ہنسی اور استہزا کرنا
آیت گذشتہ مین اسپہ تنبیہ موجود ہے کہ عسی ان یکونوا خیرا منهم یعنی براہ حقارت دوسرے
پر ہنسنا نچاہیے کیا معلوم شاید وہی اچھا ہو غرضکہ دوسرے پر ہنسنا اوسی صورت مین حرام ہے
کہ اوسکو ایذا ہوتی ہو اور اگر کوئی اس امر سے خوش ہوتا ہو تو اوسپر ہنسنا اوسکے حق مین
حکم مزاح کا رکھتا ہے جسکا حال بتفصیل اوپر بیان ہوا حرام وہی استہزا ہے جسمین کسیکو ایذا
ہو مثلاً اگر کلام مین کسی سے کچھ خبط نکل جاوے تو اوسپر ہنسنے لگنا یا افعال پر استہزا کرنا
کہ خط کیا خوب لکھتے ہین یا فلانا کام کیا اچھا کرتے ہین یا قد وقامت وصورت پر ہنسنا
جیسے بوتے یا لنبے آدمی کو ہنسا کرتے ہین یا کوئی عیب ونقصان دیکھکر ہنسنا وغیرہ سب
داخل تمسخر ہین اور ان سے شرعاً اجتناب چاہیئے

بارہوین آفت راز کا ظاہر کردینا بھی ممنوع ہے اسلیے کہ اسمین بھی ایذا ہوتی ہے اور حق معرفت و دوستی برباد ہوجاتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اذا حدث الرجل الحدیث ثم التفت فھی امانۃ اور یون بھی ارشاد فرمایا ہے کہ الحدیث بینکم امانۃ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کسی بھائی کا راز کھولدینا بھی خیانت مین داخل ہے روایت ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ولید بن عتبہ سے کوئی راز کہا اونہون نے اپنے باپ سے کہا کہ مجھسے آج حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے ایک راز کہا ہے اور یقین ہے جب مجھسے کہدیا ہے تو تم سے کیون چھپا رہے گا اونہون نے کہا کہ اوس بات کا ذکر مجھسے مت کرو اسواسطے کہ جب تک آدمی راز کو چھپائے رکھتا ہے تب تک اوسکے قابو مین ہے اور جب کہدیا تو دوسرے کے اختیار مین چلا گیا مین نے کہا کہ کیا یہ معاملہ باپ بیٹے مین بھی ہوتا ہے اونہون نے کہا کہ ہر چند باپ بیٹے مین نہین ہوتا مگر مین یہ چاہتا ہون کہ تیری زبان راز کے بیان کرنے پر نہ کھلے اور تجکو افشاء راز کی عادت نہو پھر مینے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کیخدمت مین جاکر سب ماجرا بیان کیا اونہون نے فرمایا کہ تیرے باپ نے تجکو خطا کی غلامی سے آزاد کردیا خلاصہ یہ کہ راز کا فاش کرنا ایک خیانت ہے اور اگر اوسمین کسیکا ضرر ہوتا ہو تو حرام ہے اور اگر ضرر نہوتا ہو تو بھی کمینہ پن ہے اور راز کے پوشیدہ رکھنے کا حال ہم باب آداب صحبت مین لکھ چکے ہین ضرورت دوبارہ لکھنے کی نہین

تیرہوین آفت جھوٹا وعدہ کرنا ہے زبان وعدہ کے لیے پیش قدمی کیا کرتی ہے مگر نفس پر پورا کرنا ناگوار ہوتا ہے تو وعدہ جھوٹا ہوجاتا ہے اور یہ امر نفاق کی علامت ہے چنانچہ اللہ تعالے فرماتا ہی یا ایھا الذین امنوا اوفوا بالعقود اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وعدہ کرنا عطا مین شمار ہے اور فرمایا الوای مثل الدین یعنے وعدہ بھی ایک طرح قرض ہے اور خداوند کریم نے اپنے نبی اسمعیل علیہ السلام کی تعریف اپنی کتاب مجید مین یون فرمائی ہے انہ کان صادق الوعد روایت ہے کہ ایک جگہہ مین ایک شخص سے وعدہ کیا تھا وہ شخص بھول گیا آپ اوسکے انتظار مین اتنی مدت وہان ہی رہے اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو جب موت کا وقت قریب آیا تو فرمایا کہ ایک قریشی شخص نے مجھسے میری لڑکی کی درخواست کی تھی اور مینے کچھ مذبذب وعدہ کرلیا تھا پس بخدا مین خدا کے سامنے تہائی نفاق لیکر نہ جاؤنگا تم گواہ رہو کہ مینے اوس شخص کو اپنی لڑکی بیاہ دی اور عبد اللہ بن ابی الحمساء روایت کرتے ہین کہ مینے قبل بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک معاملہ کیا تھا اور آپ کا کچھ دام

میری طرف رہگیا تھا میں نے عرض کیا کہ ابھی لائے دیتا ہوں آپ یہان ٹھہریے
مگر میں اوس روز اور اگلے روز بھول گیا تیسرے روز جو آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو
اوسی جگہ پایا آپ نے فرمایا کہ میان صاحب آپ نے تو بڑی مصیبت میں جان ڈالی کہ یہان
تین روز سے تمھارے انتظار میں ہون اور ابراہیم بن ادہم سے روایت ہے کسی نے
دریافت کیا کہ اگر کوئی شخص کسی سے وعدہ کر جاوے اور میعاد پر نہ آوے تو کیا کرے آپ نے
فرمایا کہ یہانتک انتظار کرے کہ نماز آیندہ کا وقت آجاوے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
جب کسی سے وعدہ فرماتے تو شاید کا لفظ فرماتے تھے اور حضرت ابن مسعود رض ہر ایک وعدہ
کے ساتھ انشاء اللہ کہا کرتے تھے اور یہی بہتر بھی ہے پھر اگر اسکے ساتھ پختہ ارادہ بھی ہو تو پورا
کرنا چاہیے اگر معذور نہو اور اگر وعدہ کے وقت اس امر کا قصد پختہ کر لیا کہ پورا نہین کرونگا
تو اسکا نام نفاق ہے چنانچہ حضرت ابوہریرہ رض روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ جس شخص مین تین باتین ہون وہ پکا منافق ہے گو نماز روزہ ادا کرے اور زبان سے کہے جائے
کہ مین مسلمان ہون وہ تین باتین یہ ہین بات کہے تو جھوٹی وعدہ کرے تو پورا نکرے کوئی کچھ
امانت اوسکے پاس رکھ جاوے تو اوسمین خیانت کرے اور حضرت عبداللہ بن عمر رض فرماتے ہین
کہ آپ نے فرمایا جسمین چار چیزین ہون وہ منافق کامل ہے اور جسمین ایک چیز اونمین کی ہو اوسمین
اوسیقدر نفاق بھی ہوگا جب تک کہ اوسکو ترک نکرے اول یہ کہ بات کہے تو جھوٹی کہے دوسرے
وعدہ کے خلاف کرے سوم عہد کرکے فریب دغا کرے چہارم خصومت کیوقت گالیان سناوے اور یہ
اوسیکا حال ہے کہ وعدہ کرتے وقت نیت وفا کی نہووے عذر وفا نکرے مگر جو شخص وعدہ کے وقت
پورا کرنیکا ارادہ رکھتا ہے اور کسی عذر کے باعث پورا نکرے گا وہ منافق نہوگا اگرچہ صورت نفاق
ہی کی سی آپڑی ہے اس لیے جیسا کہ نفاق اصلی سے بچنا ضرور ہے اسیطرح اس صورت نفاق سے
بھی احتراز واجب ہے اور بے ضرورت شدید اپنی نفس کو معذور نہ کرنا چاہیے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے ابوالہیثم بن التیہان کو ایک غلام دینے کا وعدہ فرمایا تھا جب غنیمت مین تین غلام
آئے تو دو آپ نے دیدیے ایک رہگیا حضرت فاطمہ رض تشریف لائین اور عرض کیا کہ دیکھیے
میرے ہاتھ مین چکی پیستے پیستے گھٹے پڑگئے ہین یہ غلام مجکو عنایت ہو آپ کو وعدہ ابوالہیثم
کا یاد آگیا اور صاحبزادی کو فرمایا کہ اگر تمکو غلام دیدون تو وعدہ خلاف ہوگا غرض وہ غلام
ابوالہیثم ہی کو مرحمت فرمایا اور حضرت فاطمہ رض کو وعدہ پر ترجیح ندی باوجودیکہ اونکو تارک اونھون مین

لمتی بھی تھے اور ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوازن کی غنیمت حنین مین تقسیم فرماتے تھے ایک آدمی آکر کھڑا ہوا اور عرض کیا کہ آپ نے مجھسے ایک وعدہ فرمایا تھا آپ نے فرمایا کہ درست ہو جو تجکو چاہیے وہ لے اوسنے اسی بھیڑین مع اونکے چرانے والے کے پسند کین آپ نے دیدین اور فرمایا کہ تونے کچھہ بھی مانگا تجھسے تو وہ عورت زیادہ ہشیار تھی جسنے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام کی ہڈیان بتائین تھین اور جسے حضرت موسیٰ نے اوس سے کہا تھا کہ مانگ کیا مانگتی ہو اوسنے کہا کہ میرا سوال یہ ہے کہ مین پھر سے جوان ہو جاؤن اور آپ کے ساتھہ جنت مین جاؤن کہتے ہین کہ لوگون کو اوس شخص کا مانگنا حضرت سے ایسا کم معلوم ہوا کہ اوسکی بات ضرب المثل ٹھہرائی انشح من صاحب الثمانین والراعی اور ایک حدیث شریف مین وارد ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خلف وعدہ اسکا نام نہین ہے کہ آدمی وعدہ کرے اور نیت مین ہو کہ اوسکو پورا کر دیگا اور دوسری روایت مین ہے کہ جب آدمی دوسرے سے وعدہ کرے اور نیت پورا کرنیکی ہو مگر کسی مانع سے نہ پورا کر سکے تو اوسپر کچھہ گناہ نہین

چودھوین آفت جھوٹ بولنا اور قسم کھانی اور یہ عیب فاحش اور گناہ عظیم ہے اسمٰعیل بن واسطرح کہتے ہین کہ بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مین نے حضرت ابوبکر صدیق رض سے سنا کہ خطبہ مین فرماتے تھے کہ اوّل سال ہجرت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی جگہہ کھڑے ہوئے جہان مین کھڑا ہوون یہ فرما رہے تھے اتنا کہکر حضرت صدیق رض رونے لگے ؎

در نماز م خم ابروی توچون یاد آمد	حالتی رفت کہ محراب بفریاد آمد

پھر یہ حدیث بیان فرمائی اِیَّاکُمْ وَالْکَذِبَ فَاِنَّہٗ مَعَ الْفُجُوْرِ وَھُمَا فِی النَّارِ وَعَلَیْکُمْ بِالصِّدْقِ فَاِنَّہٗ مَعَ الْبِرِّ وَھُمَا فِی الْجَنَّۃِ اور حضرت ابو امامہ یون روایت کرتے ہین کہ آپ نے فرمایا کذب ایک دروازہ ہے نفاق کے دروازون مین سے اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ اختلاف ظاہر و باطن اور قول و فعل اور مدخل و مخرج کا نفاق کہلاتا ہے اور جس اصل پر کہ اسکی بنیاد ہے وہ جھوٹ ہے اور ایک حدیث شریف مین ہے کہ کَبُرَتْ خِیَانَۃً اَنْ تُحَدِّثَ اَخَاکَ حَدِیْثًا ھُوَ لَکَ بِہٖ مُصَدِّقٌ وَاَنْتَ لَہٗ بِہٖ کَاذِبٌ اور حضرت ابن مسعود رض سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا لَا یَزَالُ الْعَبْدُ یَکْذِبُ وَیَتَحَرَّی الْکَذِبَ حَتّٰی یُکْتَبَ عِنْدَ اللّٰہِ کَذَّابًا اور ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر دو شخصون پر ہوا کہ وہ ایک بکری کا معاملہ کر رہے تھے ایک بقسم کہہ رہا تھا کہ مین اتنے سے کم نہ لونگا

پھر دوسرا یہ قسم کہتا تھا کہ میں اتنے سے زیادہ نہ دونگا پھر جو آپ نے ملاحظہ فرمایا تو وہ بکری خریدار نے مول لے لی آپ نے فرمایا کہ ان میں سے ایک پر گناہ اور کفارہ دونون لازم ہوے اور نیز آپ نے فرمایا ہے الکذب ینقص الرزق اور فرمایا التجار ھم الفجار یعنی تاجر فاجر ہوتے ہین لوگون نے عرض کیا کہ یا حضرت اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کیا اور سود کو حرام پس انکے فاجر ہونیکا کیا سبب ہے آپ نے فرمایا کہ یہ وجہ ہے کہ قسم کھا کھا کر گناہ گار ہوتے ہین اور کچھ کہتے ہین تو جھوٹ بولتے ہین اور فرمایا کہ تین شخص ایسے ہین جنسے خدا تعالیٰ قیامت کے دن بات نکریگا اور نہ اونپر نظر شفقت ہوگی ایک وہ کہ کسی کو کچھ دیکر احسان جتاوے دوسرا وہ کہ جھوٹی قسم کھا کر اپنا مال بیچے تیسرے وہ پاجامہ ٹخنون سے نیچے رکھے اور فرمایا کہ اگر کوئی خدا کی قسم کھا کر کچھ کہے اور مچھر کے پر کے برابر اوسمین اپنی طرف سے کوئی چیز ملا دے تو اوسکے دل پر ایک سیاہ دھبا قیامت تک رہیگا اور حضرت ابو ذر رضی روایت کرتے ہین کہ آپ نے فرمایا تین آدمیون کو اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے ایک وہ کہ صف قتال مین اپنا سینہ بڑھا کر کھڑا ہو جاے یہان تک کہ یا شہید ہو یا اوسکی جیت ہو دوسرے وہ کہ کسی موذی کی پڑوس مین رہکر اوسکی ایذا پر صبر کرے حتیٰ کہ موت یا سفر کے سبب دونون مین جدائی ہو جاے اور ایک وہ شخص کہ سفر مین ایک قافلہ کے ساتھ ہو اور وہ اتنا چلکہ زمین پر لیٹنے سے ترس گئے پھر اوتر پڑے اس شخص نے کنارہ ہو کر نماز پڑھنی شروع کردی تا کہ کوچ کیواسطے اونکو جگا دے اور تین آدمیون سے خدا دشمنی رکھتا ہے ایک سوداگر یا بیچنے والا کہ بہت قسم کھاوے دوسرا فقیر متکبر تیسرا بخیل ہو دیکر احسان جتاوے اور فرمایا ویل للذی یحدث فیکذب لیضحک بہ القوم ویل لہ ویل لہ اور فرمایا کہ مین نے خواب دیکھا کہ گویا ایک آدمی میرے پاس آیا اور مجھسے کہا کہ چل مین اوسکے ساتھ ہو لیا اتنے مین دو آدمیونکو دیکھا کہ ایک بیٹھا ہوا ہے اور دوسرا کھڑا اور اس دوسرے کے ہاتھ مین ایک لوہے کا آنکڑا ہے کہ بیٹھے ہوے کی باچھ مین ڈالکر اتنا چیرتا ہے کہ وہ اوسکے کندھے تک آجاتی ہے پھر دوسری باچھ مین ڈالکر ایسا ہی کرتا ہے اتنے مین پہلی باچھ جون کی تون ہو جاتی پس جو شخص مجھکو لیگیا تھا اوس سے مین نے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے اوسنے جواب دیا کہ یہ دروغگو آدمی ہے اسکو قیامت تک یہی عذاب قبر مین ہوتا رہیگا اور عبداللہ بن جراد سے روایت ہے کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ مومن زنا کیا کرتا ہے آپ نے فرمایا کہ کبھی ایسا

بھی ہوتا ہی مین نے عرض کیا کہ مومن جھوٹ بولتا ہی آپ نے فرمایا کہ نہین بعد اسکے یہ آیت پڑھی اِنَّمَا
یَفْتَرِی الْکَذِبَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ اور ابوسعید خدری رض فرماتے ہین کہ مین نے
آپ کو سنا کہ یون دعا مانگتے تھے اَللّٰھُمَّ طَھِّرْ قَلْبِیْ مِنَ النِّفَاقِ وَفَرْجِیْ مِنَ الزِّنَا وَلِسَانِیْ
مِنَ الْکَذِبِ اور ایک حدیث مین وارد ہے ثَلَاثَۃٌ لَا یُکَلِّمُھُمُ اللّٰہُ وَلَا یَنْظُرُ اِلَیْھِمْ
وَلَا یُزَکِّیْھِمْ وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ شَیْخٌ زَانٍ وَمَلِکٌ کَذَّابٌ وَعَائِلٌ مُسْتَکْبِرٌ اور عبداللہ بن عامر رض
فرماتے ہین کہ ایکبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے مین اوسوقت
لڑکا تھا کھیلنے چلا گیا میری ماں نے پکارا کہ یہان آ یہ لے آپ نے فرمایا کہ کیا دینے کو بلایا ہے
اونہون نے عرض کیا کہ خرما آپ نے فرمایا کہ اگر تم کچھ نہ دیتین تو ایک جھوٹ تمپر لکھا جاتا
اور نیز فرمایا اگر اللہ میرے اوپر فضل کرے اور ان کنکرون کے برابر اونٹ غنیمت مین
دیوے تو مین سب تمکو دیڈالون اور تمکو معلوم ہو جاوے کہ مین بخیل اور نامرد اور دروغ گو
نہین ہون اور ایکبار آپ تکیہ لگائے ہوئے تھے فرمایا کہ تمکو سب مین بڑا کبیرہ بتاتا ہون
شرک خدا اور نافرمانی والدین ہے پھر آپ سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا کہ جانو کہ جھوٹا قول
بھی سب مین بڑا کبیرہ ہے اور حضرت ابن عمر رض فرماتے ہین کہ آپ نے فرمایا کہ جب آدمی جھوٹ
بولتا ہی تو ایسی بو اوسکی پھیلتی ہے کہ فرشتہ ایک کوس دور چلا جاتا ہے اور حضرت انس رض
فرماتے ہین کہ آپ نے فرمایا اگر چھ باتین میری مان لو تو مین تمہارے لیے جنت کا کفیل
ہوتا ہون لوگون نے عرض کیا کہ وہ کیا ہین آپ نے فرمایا ایک یہ کہ جب بات کہو جھوٹ نہ بولو
دوسرے یہ کہ وعدہ کرو تو خلاف نکرو تیسرے یہ کہ امانت مین خیانت نکرو چوتھے یہ کہ بدنگاہ
نکرو پانچوین یہ کہ ہاتھ سے کسی کو ایذا نہ دو چھٹے یہ کہ شرمگاہ کی حفاظت رکھو اور فرمایا
کہ شیطان کے لیے چٹنی اور سرمہ اور خوشبو مقرر ہے اوسکی چٹنی تو
جھوٹ ہے اور کثرت خواب سرمہ اور غضب خوشبو اور حضرت عمر رض نے
اپنے خطبہ مین ایک روز فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جہان مین کھڑا
ہون یہان کھڑے ہو کر یون فرماتے تھے اَحْسِنُوْا اِلٰی اَصْحَابِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ
یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ یَفْشُوا الْکَذِبُ حَتّٰی یَحْلِفَ الرَّجُلُ عَلَی الْیَمِیْنِ وَلَمْ یُسْتَحْلَفْ
وَیَشْھَدَ وَلَمْ یُسْتَشْھَدْ اور ایک حدیث مین ہے کہ مَنْ حَدَّثَ عَنِّیْ بِحَدِیْثٍ وَھُوَ یَرٰی
اَنَّہٗ کَذِبٌ فَھُوَ اَحَدُ الْکَاذِبِیْنَ اور فرمایا مَنْ حَلَفَ عَلٰی یَمِیْنٍ بِاِثْمٍ لِیَقْتَطِعَ بِھَا مَالَ امْرِئٍ مُسْلِمٍ

بِغَیْرِ حَقٍّ لَقِیَ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ وَھُوَ عَلَیْہِ غَضْبَانُ اور روایت ہی کہ آپنے ایکبار ایک شخص کی شہادت صرف ایکدفعہ کے جھوٹ کے سبب سے رد فرما دی اور نیز فرمایا کہ یُطْبَعُ الْمُؤْمِنُ عَلٰی کُلِّ خَصْلَۃٍ یَطْبَعُ اَوْ یُطْوٰی عَلَیْھَا الْمُؤْمِنُ اِلَّا الْخِیَانَۃَ وَالْکِذْبَ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھوٹ سے زیادہ کوئی بری عادت نہ معلوم ہوتی تھی اور آپ کا دستور یہ تھا کہ جب کسی اصحاب کا دروغ معلوم ہوتا تھا تو دل مین سے کدورت نجاتی تھی جب تک کہ یہ معلوم ہو کہ اوسنے تہ دل سے خدا کے سامنے جھوٹ سے توبہ کی اور حضرت موسی علیہ السلام نے جناب باری مین عرض کیا کہ تیرے بندون مین باعتبار عمل کے کون اچھا ہے ارشاد ہوا کہ جسکی زبان جھوٹ نہ بولے اور قلب فجور نہ کرے اور شرمگاہ زنا نہ کرے اور حضرت لقمانؑ نے اپنے بیٹے کو فرمایا کہ جھوٹ مت بولنا کو وہ چڑیا کے گوشت کی طرح مزہ دار ہوتا ہے الا تھوڑی سی بات مین متکلم کو اوسکی برائی معلوم ہو جاتی ہے اور سچ بولنے کی تعریف مین یہ حدیث وارد ہی کہ اَرْبَعٌ اِذَا کُنَّ فِیْکَ فَلَا یَضُرُّکَ مَا فَاتَکَ مِنَ الدُّنْیَا صِدْقُ حَدِیْثٍ وَحِفْظُ اَمَانَۃٍ وَحُسْنُ خُلُقٍ وَعِفَّۃُ طُعْمَۃٍ اور حضرت معاذ فرماتے ہین کہ آپ نے مجکو ارشاد فرمایا اُوْصِیْکَ بِتَقْوَی اللّٰہِ وَصِدْقِ الْحَدِیْثِ وَاَدَاءِ الْاَمَانَۃِ وَالْوَفَاءِ بِالْعَھْدِ وَبَذْلِ الطَّعَامِ وَخَفْضِ الْجَنَاحِ اور اس باب مین آثار بھی بہت وارد ہین چنانچہ حضرت علیؓ فرماتے ہین کہ خدا کے نزدیک بڑی خطا زبان کاذب ہی اور سب سے زیادہ ندامت قیامت کے روز کی پشیمانی ہے اور عمر بن عبد العزیز رحمہ فرماتے ہین کہ جب سے مجکو تمیز پاجامہ باندھنے کی ہوئی ہے مین کبھی جھوٹ نہین بولا اور حضرت عمرؓ فرماتے ہین کہ جب تک ہم سے ملاقات نہین ہوتی تب تک تو تم مین سے زیادہ اچھا وہ معلوم ہوتا ہی جسکا نام اچھا ہو اور جب ملاقات ہو جاتی ہے تو وہ اچھا معلوم ہوتا ہے جو عادت اچھی رکھتا ہو اور معاملہ کرنیکے بعد وہ اچھا معلوم ہوتا ہے جو بات کا سچا امانت کا پکا ہو اور میمون بن ابی شبیب فرماتے ہین کہ ایک روز مین خط لکھتا تھا ایک ایسا لفظ معلوم ہوا کہ اگر اوسکو لکھدون تو خط کی زینت ہو جاوے مگر اوسکے ساتھ ہی جھوٹ بھی ہو مین نے ارادہ اوسکو چھوڑ دیا اوسیوقت گھر کی ایک طرف سے آواز آئی یُثَبِّتُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ اور حضرت شعبیؒ فرماتے ہین کہ مجکو معلوم نہین کہ دوزخ مین بخل اور جھوٹ مین سے کونسا دور پڑے گا اور ابن السماک رحمہ فرماتے ہین کہ مجکو یہ گمان ہے کہ جھوٹ چھوڑنے سے مجکو کچھ ثواب نہوگا کیونکہ مین اوسکو دنیا کی حمیت کے لیے چھوڑتا ہون

یعنی تجکو وصیت کرتا ہون خدا سے تقوی کی اور راست گفتاری کی اور ادای امانت اور عہد کے پورا کرنے اور کھانا دینے اور تواضع کی ۱۲ دو نعیم در حلیہ ۱۲

ف مضبوط کرتا ہی اللہ ایمان والون کو مضبوط بات سے دنیا کی زندگی مین اور آخرت مین ۱۲

اور خالد بن صبیح سے کسی نے پوچھا کہ کیا ایک دفعہ کے جھوٹ بولنے سے بھی آدمی جھوٹا کہلاتا ہے
اونھون نے فرمایا کہ بیشک اور مالک بن دینار فرماتے ہین کہ کسی کتاب مین میری نظر سے گذرا ہے
کہ واعظ کا وعظ اوسکے عمل سے مطابق کیا جاویگا اگر عمل ویسا ہی ہوا تو خیر اور اگر جھوٹ ہوا تو اوسکے
ہونٹھ آگ کی مقراضون سے کاٹے جاوینگے جتنی دفعہ کٹینگے پھر ویسے ہی ہو جاوینگے
اور یہ بھی اونھیں کا قول ہے کہ سچ اور جھوٹ آدمی کے دل مین لڑتے رہتے ہین یہانتک
کہ ایک غالب ہوکر دوسرے کو نکالدیتا ہے اور ایکبار عمر بن عبد العزیز رح نے ولید بن عبد الملک
سے کچھ کہا اوسنے کہا کہ آپ جھوٹ کہتے ہین اونھون نے فرمایا کہ بخدا جب سے کہ مجھے معلوم
ہوا ہے کہ جھوٹ سے جھوٹے آدمی کو عیب لگتا ہے تب سے مین نے کبھی جھوٹ نہین بولا۔

فائدہ اون مقامات کا ذکر جہان جھوٹ بولنے کی اجازت ہے واضح ہو کہ جھوٹ اپنی
ذات سے حرام نہین بلکہ اس جہت سے حرام ہے کہ اوس سے دوسرے کو ضرر پہونچتا ہے اسلیے
کہ ادنی مرتبہ یہ ہے کہ مخاطب ایک غیر اصل بات کا اعتقاد کرے اور حقیقت شے سے جاہل رہے
اور اس سے کبھی دوسرے کا نقصان بھی ہو جاتا ہے پس اگر حقیقت امر کے جاہل رہنے مین نفع اور
مصلحت معلوم ہو تو جھوٹ کی اجازت ہونی چاہیے بلکہ بعض صورتون مین واجب ہونا چاہیے
میمون بن مہران کا قول ہے کہ جھوٹ بعض مقامات مین سچ سے اچھا ہوتا ہے مثلاً اگر کوئی شخص
بھاگ کر ایک گھر مین تمھارے سامنے چھپ جاوے اور دوسرا شخص اوسکو ناحق مار ڈالنے کے لیے
تلوار لیے پیچھے سے آوے اور تم سے پوچھے کہ فلانا شخص کہان ہے تو ایسی صورت مین جھوٹ بولنا
واجب ہے اور اسکی تفصیل یہ ہے کہ جو عمدہ مقصود جھوٹ اور سچ دونون سے حاصل ہو سکتا ہے
تو وہان جھوٹ بولنا حرام ہے اور اگر صرف جھوٹ ہی سے وہ مطلب حاصل ہو سکتا ہو تو
جھوٹ مباح ہے بشرطیکہ وہ مطلب بھی مباح ہو اور اگر مطلب واجب ہے تو جھوٹ بھی واجب ہے
جیساکہ اوپر کی مثال مین خون ناحق سے بچانا واجب تھا تو جھوٹ بولنا بھی وہان واجب ہوا
اور چونکہ مقصود لڑائی کا اور آپس مین صلح کرانیکا بدون جھوٹ کے راست نہین آتا تو ایسی مقامات
مین جھوٹ بولنا مباح ہے مگر حتی الوسع اس سے بھی بچنا چاہیے کیونکہ جھوٹ کی عادت ہونے
سے اس بات کا خوف ہے کہ جس جھوٹ کی حاجت نہو وہ بھی زبان سے نکلجاوے یا مقدار
ضرورت سے زیادہ کہدے اس سے معلوم ہوا کہ اصل مین جھوٹ حرام ہے مگر ضرورت کے لیے
جائز ہو سکتا ہے چنانچہ حضرت ام کلثوم سے روایت ہے کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے

کسی میں سنا کہ جھوٹ کی اجازت دی ہو مگر تین جگہہ میں ایک کہ دو شخصوں کو درمیان صلح
کرنے میں دوسری لڑائی میں تیسرے میان بی بی کے آپس میں اور یہ بھی انھیں سے روایت ہو کہ
آپ نے فرمایا لَیْسَ بِکَذَّابٍ مَنْ اَصْلَحَ بَیْنَ اثْنَیْنِ فَقَالَ خَیْرًا اَوْ نَمٰی خَیْرًا اور اسماء بنت
یزید سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کُلُّ الْکِذْبِ یُکْتَبُ عَلَی ابْنِ اٰدَمَ اِلَّا رَجُلٌ کَذَبَ
بَیْنَ مُسْلِمَیْنِ لِیُصْلِحَ بَیْنَهُمَا اور حضرت ابو کاہل رض روایت کرتے ہیں کہ دو اصحاب میں گفتگو
بڑھی یہان تک کہ کشت و خون پر تیار ہوے مجھسے جو ایک صاحب ملے تو مین نے اون سے کہا کہ تم
فلان شخص سے کیون لڑتے ہو وہ تو تمھاری تعریف کرتے تھے پھر دوسرے سے ملکر ایسا ہی
کہا یہان تک کہ دونون مین صلح ہوگئی پھر مین نے اپنے دل مین سوچا کہ مین نے ان دونون کو
راضی کردیا مگر میری جان کو بنگئی کہ جھوٹ بولا اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
مین حاضر ہوکر ماجرا بیان کیا آپ نے فرمایا کہ اے ابو صالح آپس مین صلح کرانا چاہیے گو جھوٹ سے
ہی ہو اور عطاء بن یسار فرماتے ہین کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا
کہ مین اپنی زوجہ سے جھوٹ بولا کرون آپ نے ارشاد فرمایا کہ جھوٹ مین خیر نہین اوسنے عرض
کیا کہ مین اوس سے وعدہ کرلیا کرون فرمایا کہ اسکا مضائقہ نہین اور روایت ہو کہ عہد خلافت حضرت
عمر رض مین ایک شخص ابو عروہ دؤلی کا بیٹا تھا اوسکی عادت یہ تھی کہ عورتون سے نکاح کرکے خلع
ڈالیا کرتا تھا لوگون مین اسکا چرچا ہوا تو حضرت عمر رض کو برا معلوم ہوا جب اونکو اطلاع ہوئی تو
عبد اللہ بن ارقم کا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے آیا اور اپنی زوجہ سے کہا کہ مین تجکو قسم دیتا ہون
کہ تو مجھسے بغض رکھتی ہے یا نہین اوسنے جواب دیا کہ قسم سے مت پوچھو اوسنے کہا کہ قسم ہی سے
پوچھتا ہون سچ بتانا اوسنے کہا کہ بغض تو رکھتی ہون اوسنے ابن ارقم سے کہا کہ آپ نے
اسکا قول سنا پھر دونون حضرت عمر رض کی خدمت مین آئے اور اوسنے عرض کیا کہ آپ سب
لوگ فرماتے ہین کہ مین اپنی زوجہ پر ظلم کرتا ہون اور چھوڑ دیتا ہون آپ ابن ارقم سے پوچھیے
آپ نے اون سے حال پوچھا اونھون نے ماجرا بیان کیا تب آپ نے اوسکی عورت کو بلوایا وہ
اور اوسکی پھوپھی حاضر ہوئین آپ نے اوس سے پوچھا کہ تو نے ہی اپنے خاوند سے کہا کہ مین تجکو
برا جانتی ہون اوسنے عرض کیا کہ حضرت مین نے ابھی توبہ کرکے رجوع الی اللہ کیا ہے اس نے مجھسے قسم
دیکر پوچھا اسواسطے مین جھوٹ نہ بول سکی کیا مین جھوٹ بولا کرون آپ نے فرمایا کہ البتہ اگر عورتون کو مرد پسند
نہ آوے تو اوس سے ہرگز ذکر نہ کرین کیونکہ گھر کی آبادی دوستی پر منحصر ہے لوگون کو چاہیے

کہ اسلام اور احسان تھی ساتھ زندگی کرین اور نواس بن سمعان کلابی سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا
مالی اراکم تتھافتون فی الکذب تھافت الفراش فی النار کل الکذب یکتب علی ابن
ادم لا محالۃ الا ان یکذب الرجل فی الحرب فان الحرب خدعۃ او یکون بین الرجلین
شحناء فیصلح بینھما او یحدث امرأتہ یرضیھا اور حضرت ثوبانؓ فرماتی ہین کہ سب جھوٹون
مین گناہ ہوتا ہے مگر اوسمین کہ کسی مسلمان کا فائدہ یا دفع ضرر ہو اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے
ہین کہ جب تین کوئی روایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتا ہون تو آسمان سے گرنا اچھا
معلوم ہوتا ہے اوسمین جھوٹ بولنا اچھا نہین معلوم ہوتا اور جب آپسکی نزاع کی کچھ بات
کہتا ہون تو لڑائی مین فریب ہوتا ہے پس یہ تین مقام حدیث مین مستثنی ہوے ہین اور اگر کوئی
اور جگہ بھی ایسی ہی ہو کہ جسمین اسکا یا دوسرے کا مقصود صحیح نکلتا ہو وہ بھی اسمین داخل ہے مثلا
کوئی ظالم کسی کو پکڑکے پوچھے کہ تیرا مال کہان ہے تو اوسکو کہنا جائز ہے کہ مین نہین جانتا یا کوئی زبردست
حاکم پکڑکر پوچھے کہ کوئی اپنا فعل شنیع جو خفیہ کیا ہو اوسکو ظاہر کر تو جائز ہے کہ انکار کردے اور
کہدے کہ مین نے نہ کبھی زنا کیا نہ شراب پی وغیرہ اس لیے کہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ جو کوئی
ان پلید چیزون کا مرتکب ہو جاوے تو اوسکو چاہیے کہ پوشیدہ رکھے خدا اوسکے عیب چھپاوے گا
اور ایک اور وجہ یہ ہے کہ گناہ کا ظاہر کرنا بھی ایک گناہ ہے تو ضرور ہوا کہ آدمی اپنی نفس و مال کو
ظلم سے بچاوے اور اپنی عزت کو زبان سے محفوظ رکھے گو دروغ ہی سے ہو اور دوسرے شخص کے
مطلب کے لیے جھوٹ بولنے کی یہ مثال ہے کہ کوئی شخص کسی کا راز پوچھنا چاہے تو کہدے
کہ مین نہین جانتا یا دو شخصون مین صلح کرادے جیسا کہ پہلے گذرا یا دو سوتون مین صلح کرادے کہ ہر ایک سے
یہ کہدے کہ مین تجھی کو زیادہ چاہتا ہون یا عورت کی رضا کے واسطے کسی ایسی چیز کا وعدہ کرلے جو اپنی طاقت
سے زیادہ ہو یا کسی شخص سے عذر کرے اور جانے کہ جب تک یہ نہ کہونگا کہ آگے کو پھر ایسی خطا نہوگی
اور زیادہ دوستی نہ جتلاؤنگا تب تک وہ نہین مانیگا تو جھوٹ بولنے مین کچھ مضائقہ نہین مگر چونکہ
جھوٹ بولنا برا ہے اگر سچ بولنے سے ان جگھون مین خرابی ہوتی ہو تو چاہیے کہ دونون برائیوں کو
مقابلہ کرکے اچھی طرح دیکھے اگر سچ بولنے سے برائی مین زیادتی ہوتی ہو بہ نسبت جھوٹ
بولنے کے تو جھوٹ بولے اور اگر جھوٹ بولنے سے مقصود کم حاصل ہوتا ہو بہ نسبت سچ
بولنے کے تو سچ بولنا واجب ہے اور بعض اوقات دونون امر ایسی مساوی ہین کہ اونمین تردد ہو جاتا ہے
اسصورت مین سچ بولنا ہی چاہیے اس لیے کہ جھوٹ ضرورت یا حاجت مہم کے واسطے مباح ہے

پس اگر حاجت کی اہم ہونے مین تردد ہو تو اصل مین جھوٹ حرام ہے ایسی جگہہ اصل ہی کیطرف رجوع چاہیے
اور ازانجا کہ مراتب مقاصد کی بہت باریک ہین کہ ہر کسیکو معلوم نہین ہو سکتی لہذا انسان کو حتی الوسع جھوٹ سے
احتراز چاہیے بلکہ اگر اپنی حاجت بھی ہو تو اوسکو ترک کرے اور جھوٹ سے باز آوے لیکن اگر دوسرے کا مطلب ہو
تو اوسکی لیے چشم پوشی اور ضرر ناحق پہونچانا نہین چاہیے اور آج کل جو لوگ جھوٹ بولتے ہین تو صرف اپنے حظ
نفسانی کے لیے اور زیادتی مال وجاہ کے لیے بولتے ہین اور وہ ایسی باتین ہوتی ہین کہ اگر فوت ہو جاوین
تو کچھ خرابی لازم نہین آتی یہانتک کہ عورت مثلاً اپنی سوت کے جلانے کو ایسی باتین جھوٹی خاوند کیطرف سے کہتی ہے
کہ اوسکو یقین ہو جاوے مثلاً کہدیتی ہے کہ مجھے اتنا زیور بنا دیا یا کپڑے بنا دیے وغیرہ ایسا جھوٹ حرام ہے
چنانچہ اسما بنت یزید روایت کرتی ہین کہ عورت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ میری ایک
سوت ہے مین اوسکے جلانے کو کہدیتی ہون کہ خاوند نے مجھکو بہت کچھہ دیا ہے تو مجھے کچھہ گناہ ہوگا آپ نے فرمایا
کہ جسکو کچھہ نہین ملتا اور کہتا ہے کہ مجھکو ملا وہ ایسا ہے کہ کپڑے مین فریب دینے کے لیے آستین یا پردہ دوسرا
لگائے جسمین لوگونکو معلوم ہو کہ دو کپڑے پہنے ہوئے ہے اور یہ کتنی حدیث مین وارد ہے مَنْ يَطْعَمُ بِمَا لَا يَطْعَمُ
أَوْ قَالَ لِي وَلَيْسَ لَهُ أَوْ أُعْطِيتُ وَلَمْ يُعْطَ كَانَ كَلَابِسِ ثَوْبَيْ زُورٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اور اسمین یہ بھی داخل ہے کہ کوئی
عالم بلا تحقیق کچھہ فتوے دیدے اور جس حدیث کا کچھہ ثبوت معلوم نہین اوسکو روایت کرے کیونکہ سارا مطلب
اوسکا یہ ہوتا ہے کہ اپنا فضل ظاہر ہو اسی واسطے یہ منہ سے نہین نکلتا کہ مین نہین جانتا اور یہ حرام ہے اور عورتون
ہی کا سا حکم لڑکونکا ہے وہ بھی بلا ترغیب وعدہ یا جھوٹے ڈر آوی کے مکتب مین نہین جاتا پس اوسکی لیے ایسا
امر مباح ہے ہان اخبار سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسطرح کے امر سے بھی جھوٹ نامۂ اعمال مین لکہا جاتا ہے
لیکن کذب مباح کا بھی حساب کتاب ہوتا ہے اور اس بات کی بازپرس ہوتی ہے کہ مقصود اسکا صحیح تھا
یا نہین پھر معاف ہو جاتا ہے اسلیے کہ قصد اصلاح کے لیے اوسکو مباح ٹھہرایا گیا ہے مگر اسمین دہوکا بڑا
پڑتا ہے کیونکہ اوسکا باعث کبھی اپنی غرض نفسانی ہی ہوتی ہے اور اصلاح کے بہانہ سے جھوٹ کا مرتکب
ہوتا ہے حالانکہ اوسکی حاجت نہین ہوتی اسی واسطے اسطرح کے جھوٹ نامۂ اعمال مین درج ہوتی ہین غرض
کہ جو آدمی جھوٹ کا مرتکب ہوتا ہے تو اوسکو یہ وقت آپڑتی ہے کہ جس سبب سے جھوٹ بولا ہے وہ شرعاً بہ نسبت
سچ بولنے کے اہم اور مقصود تھا یا نہین اور اس بات کا معلوم ہونا بہت مشکل ہے تو احتیاط اسی مین ہے
کہ جھوٹ نہ بولے الا اوس صورت مین کہ واجب ہو جاوے اور کسیطرح اوسکا چھوڑنا جائز نہو مثلاً جھوٹ
نہ بولنے سے کسی کی گردن ناحق ماری جاتی ہو یا گناہ عظیم مین مبتلا ہوتا ہو تو یہان جھوٹ بولنا ہی واجب ہے
اور بعض لوگ یہ خیال کرتے ہین کہ فضائل اعمال اور سختی معصیت کے باب مین احادیث کا وضع کرنا درست ہے

اور اونکو گمان یہ ہے کہ اسکا مقصود صحیح ہے پس یہ بڑی خطا ہے اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
مَنْ کَذَبَ عَلَیَّ مُتَعَمِّدًا فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ اور اس حدیث پر بے ضرورت عمل چھوڑا نہین جاتا
اور وعدہ و وعید کے لیے کچھ ضرورت وضع احادیث کی نہین اسلیے کہ جو مضامین احادیث و آیات صحیحہ مین
وارد ہین وہ کیا تھوڑے ہین جو جھوٹی احادیث کی ضرورت ہو اور یہ جو لوگ بیان کرتے ہین کہ احادیث و آیات
صحیحہ کو سنتے سنتے اونکا رعب جاتا رہا ہے اور خوف اتنا نہین ہوتا جتنا نئے مضمون سے حاصل ہوتا ہے تو یہ خیال
خام ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خداوند کریم پر افترا کرنے سے کوئی گناہ بڑا نہین اور اس سے ایسے امور
بھی واقع ہوتے ہین کہ بالکل شریعت کو درہم برہم کر دین تو نیکی برباد گناہ لازم کا مضمون ہوتا ہے حضرت کے
جھوٹ اور افترا ایسا گناہ کبیرہ ہے کہ اوسکے سامنے سب گناہ گرد ہین خدا ہمکو اور سب مسلمانونکو اوس سے بچاوے
تنبیہ اس بات کے بیان مین کہ کنایۃً بھی جھوٹ نہ بولنا چاہیے جاننا چاہیے کہ سلف کا قول ہے کہ کنایۃً جھوٹ
بولنا کذب نہین کہلاتا چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اگر آدمی کنایۃً کچھ جھوٹ کہے تو کذب سے
بچ جاتا ہے اور اسیطرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ سے منقول ہے مگر ان لوگون کی غرض یہ ہے
کہ جب آدمی جھوٹ بولنے کے واسطے مضطر ہو تو کنایۃً کہے ورنہ بلا ضرورت و حاجت جھوٹ بولنا نہ صراحۃً جائز ہے
نہ کنایۃً مگر کنایۃً مین آسانی ہے اور مثال کنایۃً کے یہ ہے کہ مطرف ایک بار زیاد کے پاس گئے اوسنے کہا کہ دیر
کیون آئے تو ایک مرض کا بہانہ کرکے کہا کہ جب سے مین تمہارے پاس سے گیا تھا کروٹ نہین لی الا ماشاء اللہ
یا کسی آدمی سے تمہاری طرف سے کسی نے کچھ کان بھر دئے اور تمکو منظور ہوا کہ جھوٹ نہ بولین تو اوسوقت ایسا
جواب دو کہ وہ کچھ اور سمجھے اور تمہارا مطلب کچھ اور ہو تو یہ کنایہ کہلاویگا غرض کنایۃً اوسے کا نام ہے کہ سامع
اوس سے کچھ سمجھے اور متکلم کا مطلب کچھ اور ہو مثلاً حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد مین ایک
جگہہ کے عامل تھے جب وہان سے آئے تو اونکی بی بی نے کہا کہ جیسے اور عامل اپنے گھر کچھ لاتے ہین تم بھی لائے
یا نہین انہون نے جواب دیا کہ میرے ساتھ ایک ناظر مقرر تھا اونکی مراد یہ تھی کہ خدا تعالے ناظر تھا مگر اونکی
بی بی نے سمجھا کہ شاید حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انکے ساتھ کسیکو نگاہبانی کے لیے بھیجا ہوگا اس خیال سے کہنے لگی
کہ سبحان اللہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک امین تھے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نزدیک
امین تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمہارے ساتھ ناظر مقرر کیا یہ چرچا تمام عورتون مین پھیلا یہانتک کہ حضرت
عمر رضی اللہ عنہ سے بھی جاکر شکایت کی آپ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا کہ مینے کب تمہارے
ساتھ ناظر بھیجا تھا اونہون نے عرض کیا کہ مینے آپ کے بھیجنے کا تو ذکر نہین کیا یہ کہا تھا کہ میرے ساتھ ناظر
تھا اور اوسکی سوا کوئی اور مجھکو عذر نہ سوجھا پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہنس پڑے اور اونکو کچھ عنایت فرماکر کہا

دلوا اور اپنی بی بی کو راضی کرو اور نخعی رحمہ اللہ اپنی بیٹی سے یہ کبھی نہ کہتے کہ مین تجھے شکر لے دونگا بلکہ یون کہتے
کہ اگر مین تجھے شکر لے دون کیونکہ اکثر اونکو خریدنے کا اتفاق نہوتا تھا اور بعض اوقات جو کوئی پکارنے آتا
اور اوسکے واسطے نکلنا گہر سے منظور نہوتا تو لونڈی سے کہدیتے کہ کہدے کہ مسجد مین تلاش کرو اور یہ مت
کہیو کہ یہان نہین ہین تاکہ جھوٹ نہو جاوے اور شعبی رحمہ کا یہ دستور تھا کہ جسکے لیئے نکلنا منظور نہوتا اپنے
پاس ایک دائرہ کھینچتے اور لونڈی سے فرماتے کہ اس دائرہ مین انگلی رکھکر کہدے کہ یہان نہین ہین چاہئے
یہ تمام باتین کنایہ کی ضرورت وحاجت کیوقت ہین ورنہ بے ضرورت انکا ارتکاب بھی نہین چاہیے کیونکہ
ایک حیلہ وبناوٹ ہے اس سے دوسرا شخص خلاف واقع سمجھتا ہے گو لفظون مین جھوٹ نہو تب بھی فی الجملہ
مکروہ ہے عبداللہ بن عتبہ کہتے ہین کہ مین اپنے والد کے ساتھ حضرت عمر بن عبدالعزیز رح کی خدمت مین گیا
اور لباس اچھا پہنے ہوئے تھا جب وہان سے نکلا تو اوس کپڑے کو دیکھکر لوگ کہنے لگے کہ یہ تمکو امیر المومنین
نے عنایت کیا ہے مین نے کہا کہ اللہ تعالی اونکو جزائے خیر دیوے پس میرے باپ نے کہا کہ دیکھو خبردار جھوٹ
مت کہو حالانکہ یہ جملہ کچھ جھوٹ نہ تھا مگر اس خیال سے کہ دعا بادشاہ کے حق مین اکثر انعام کے مقابلہ مین
ہوتی ہے لوگ اس جملہ سے یہی سمجھتے ہونگے کہ بادشاہ نے دیا ہے تو گویا ایک جھوٹی اور بے اصل بات پر
اونکو جتانا ہوا اس لیے اونکو منع کیا کہ ایسا نکرین اسمین فائدہ کیا ہے بجز اسکے کہ شیخی اور فخر ہو کہ ہمکو بادشاہ نے
دیا یہان سے یہ ملا ہان کنایات تھوڑے سے مطلبونکی بغرض مزاح کے طور پر مباح ہین جیسے قول آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ بڑہیا بہشت مین نجاویگی اور تیرے خاوند کے آنکھ مین سفیدی ہے اور تجکو اونٹ کے
بچہ پر سوار کرینگے وغیرہ لیکن صریح جھوٹ جس سے ایسا ضرر ہو کہ دل کو ایذا پہونچے وہ حرام ہے جیسا نعیمان
انصاری نے اندہے کو بہکا دیا تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اوس سے کہدیا کہ یہ نعیمان ہین یا جیسا
لوگونکی عادت ہوتی ہے کہ بعض احمقونکو فریب دیا کرتے ہین کہ فلانی عورت تم پر عاشق ہے اور اگر ایذا
منظور نہو صرف دل لگی منظور ہو تو اگرچہ فاسق تو نہین ہوتا پھر بھی درجہ ایمان سے کچھہ گھٹ جاتا ہے کیونکہ حدیث
شریف مین وارد ہے لَا يَكْمُلُ لِلْمَرْءِ الْإِيمَانُ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ وَحَتَّى يَجْتَنِبَ الْكَذِبَ فِي مِزَاحِهِ
اور یہ جو حدیث مین مذکور ہے کہ آدمی بعض اوقات ایسی بات کہتا ہے کہ لوگ اوس پر ہنسین اور اوس کے
سبب سے دوزخ مین ثریا سے بھی دور جا پڑتا ہے تو اس سے مراد وہی کلام ہے جسمین غیبت اور ایذائے قلب
ہو مطلق مزاح مراد نہین ایک جھوٹ جس سے فاسق نہین ہوتا یہ ہے کہ عادۃً بطور مبالغہ کہے مثلاً
کہے کہ ہم نے تمکو سو دفعہ طلب کیا یا ہزار دفعہ یہ کہدیا کہ ایسا مت کرو تو اس سے غرض شمار عدد منظور نہین
ہوتی بلکہ کثرت بطور مبالغہ مقصود ہوتی ہے پس اگر ایک ہی بار کہا یا بلایا ہو تو بیشک جھوٹ ہوگا اور اگر

عادت سے زیادہ دفعہ کہلایا بلایا ہوگا تو گناہ گار نہوگا گو اوتنی دفعہ نکہا ہو جتنی تعداد لکھی ہے اوران
دونون کے درمیان اور درجے ہین کہ جو کوئی اپنی زبان مبالغہ سے نروکی وہ خطرہ کذب سے خالی نہوگا
اورایک جھوٹ جسکی عادت اورسہل انگاری لوگونمین شائع ہے یہ ہے کہ جب آدمی سے کہا جاوے کہ کھانا
کہاؤ تو جواب دے کہ مجھے بھوکھ نہین اور یہ بھی ممنوع اور حرام ہے بشرطیکہ کوئی غرض صحیح اس سے متعلق
نہو مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ اسماء بنت عمیس سے روایت ہی کہ شب زفاف حضرت عایشہ رضی عنہا
مین موجود تھی اور اونکو مینے ہی بنایا سنوارا تھا اور میرے ساتھ کچھ اور عورتین بھی تہین حضرت عایشہ رضی عنہا
کو جب حضرت صلعم کے پاس ہم لے گئے تو آپ کے یہان بجز ایک پیالہ دودہ کے اور کچھ موجود نہ تھا پس اوسمین سے
آپ نے کچھ پیا اور پہر حضرت عائشہ رضہ کو دیا اونکو حیا دامنگیر ہوئی تو مین نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کا ہاتھ مت ہٹاؤ اور لو اونہون نے اوسی شرم کی حالت مین لیا اور پیا پہر آپنے فرمایا کہ اپنی
ساتھیونکو دیدے عورتون نے عرض کیا کہ ہمکو بھوکھ نہین آپ نے فرمایا کہ اپنے پیٹ مین بھوکھ اور جھوٹ دونون
کو ساتھ مت کرو مینے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر کسی چیز کو ہمارا دل ہوتا ہو اور ہم کہدین
کہ ہمکو نہین کیا یہ بھی جھوٹ مین داخل ہے آپنے فرمایا کہ جھوٹ جھوٹ ہی لکھا جاتا ہی حتی کہ اگر تھوڑا سا جھوٹ ہوگا تو وہ
تھوڑا سا لکھا جاویگا اور اہل ورع اس جیسے جھوٹ مین بھی تسامح سے بچتے تھے چنانچہ لیث بن سعد کہتے ہین کہ سعید
بن مسیب رضی اللہ عنہ کی آنکھونمین اتنا کیچڑ رہتا تھا کہ باہر بھی آجاتا تھا لوگ اوسنے عرض کرتے تھے کہ آپ اپنی
آنکھین پونچھ ڈالیے آپ فرماتے کہ طبیب کی قول کیا کرون کہ جسنے کہا ہے کہ آنکھون کو ہاتھ مت لگاؤ
یعنی وعدہ جو معالج سے ہاتھ نہ لگانیکا کرچکا ہون وہ خلاف ہوجاویگا اب ہم کہتے ہین کہ واقع مین اہل ورع
اسیطرح حفاظت اپنی زبان کی فرماتے ہین اور جو شخص حفاظت کو ترک کریگا اوسکی زبان بے اختیار جھوٹ
مین مبتلا ہوگی اور اوسکو خبر بھی نہوگی خوات تیمی فرماتے ہین کہ ربیع بن خثیم کی بہن میرے لڑکے کی عیادت کو
آئین اور اوسپر جھک پڑین اور پوچھنے لگین کہ بیٹا کیا حال ہے پس اونکی بھائی ربیع نے اوسنے پوچھا کہ تمنے
اس لڑکے کو دودہ پلایا ہے اونہون نے کہا نہین اونکی بہائی نے فرمایا کہ پہر تمہارا بیٹا کیسے ہوا یون کیون
نکہا کہ بھتیجے کیسا ہے جو جھوٹ نہوتا اور ایک عادت یہ بھی ہوتی ہے کہ جو بات اپنی آپ کو معلوم ہو اوسمین
کہتے ہین کہ خدا جانتا ہے حالانکہ حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہین کہ خدا کے نزدیک بڑی گناہون مین
سے ہے کہ جسکی بات کو نجانتا ہو اوسکو کہے کہ خدا جانے اور نیز بعض لوگ جھوٹا خواب کہا کرتے ہین یا اوسمین
کچھ اپنی طرف سے ملا کر کہتے ہین اسمین بھی بڑا گناہ ہے چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہے اِنَّ مِنْ اَعْظَمِ
الْفِرْيَةِ اَنْ يَدَّعِيَ الرَّجُلُ اِلٰى غَيْرِ اَبِيْهِ اَوْ يُرِيَ عَيْنَهُ فِي الْمَنَامِ مَا لَمْ يَرَ اَوْ يَقُوْلَ عَلَيَّ مَا لَمْ اَقُلْ اور دوسری

حدیث مین ہے مَنْ کَذَبَ فِی حُلُمِہٖ کُلِّفَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اَنْ یَعْقِدَ شَعِیْرَۃً وَلَیْسَ بِعَاقِدٍ

پندرہوین آفت غیبت ہے اور اسمین سات بیان ہین

بیان اول غیبت کی مذمت دلائل شرعی سے اللہ تعالے نے اپنی کتاب مجید مین اسکی برائی کا ذکر فرمایا اور غیبت کرنے والے کو مردار کھانے والے سے مشابہت دی ہے چنانچہ ارشاد ہے وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُکُمْ بَعْضًا اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْہِ مَیْتًا فَکَرِہْتُمُوْہُ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کُلُّ الْمُسْلِمِ عَلَی الْمُسْلِمِ حَرَامٌ دَمُہٗ وَمَالُہٗ وَعِرْضُہٗ اور عرض مین غیبت بھی آگئی مال اور خون کے ساتھ اوسکو بھی خدا تعالے نے اکٹھا فرما دیا اور حضرت ابو ہریرہ اس حدیث کو روایت کرتے ہین لَا تَحَاسَدُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَلَا یَغْتَبْ بَعْضُکُمْ بَعْضًا وَکُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰہِ اِخْوَانًا اور حضرت جابر اور ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ آپ نے فرمایا اِیَّاکُمْ وَالْغِیْبَۃَ فَاِنَّ الْغِیْبَۃَ اَشَدُّ مِنَ الزِّنَا اسکی وجہ یہ ہے کہ زنا کرکے تو آدمی اگر توبہ کرے تو اللہ تعالے توبہ قبول کرلیتا ہے اور غیبت والے کی مغفرت جب تک نہین ہوتی جب تک جسکی غیبت کی ہے وہ معاف نکرے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ شب معراج کو میرا گذر ایسے لوگون پر ہوا کہ اپنے چہرہ کو ناخنون سے نوچ رہے تھے مین نے حضرت جبریل سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہین اونہون نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہین کہ لوگونکی غیبت کیا کرتے تھے اور ان کی آبرو مین گفتگو کرتے تھے اور حضرت سلیمان بن جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت مین حاضر ہوا اور عرض کیا کہ کوئی ایسی عمدہ شے تبلایئے جس سے مجکو فائدہ ہو آپ نے ارشاد فرمایا کہ کسی اچھی بات کو حقیر نسمجھنا گو اتنی ہے کیون نہو کہ اپنے ڈول مین سے پیاسے کے برتن مین پانی ڈالدو اور یہ کہ اپنے بھائی مسلمان سے بکشادہ پیشانی ملنا چاہیے اور اوسکے پیچھے اوسکی غیبت نکرنی چاہیے اور براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ اس زور سے پڑھا کہ گھرونکی عورتون نے بھی سنا اوسمین فرمایا یَا مَعْشَرَ مَنْ اٰمَنَ بِلِسَانِہٖ وَلَمْ یُؤْمِنْ بِقَلْبِہٖ لَا تَغْتَابُوا الْمُسْلِمِیْنَ وَلَا تَتَّبِعُوْا عَوْرَاتِہِمْ فَاِنَّہٗ مَنْ تَتَبَّعَ عَوْرَۃَ اَخِیْہِ تَتَبَّعَ اللّٰہُ عَوْرَتَہٗ وَمَنْ تَتَبَّعَ اللّٰہُ عَوْرَتَہٗ یَفْضَحْہُ فِیْ جَوْفِ بَیْتِہٖ اور حضرت موسی علیہ السلام پر اللہ تعالے نے وحی فرمائی کہ جو شخص غیبت سے توبہ کرکے مرگیا سب سے پیچھے جنت مین جاویگا اور جو بے توبہ مرے گا تو سب سے اول دوزخ مین جاوے گا اور حضرت انس رضی فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز روزہ رکھنے کو ارشاد فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ جب تک مین اجازت ندون تب تک کوئی افطار نکرے غرض لوگون نے روزہ رکھا اور جب شام ہوئی تو آپ کی خدمت مین ایک ایک آدمی نے آنا شروع کیا اور عرض کرتے گئے مینے روزہ رکھا تھا مجکو اجازت افطار کی

ہو آپ اجازت دیتے تھے ایک شخص نے آکر عرض کیا کہ یارسول اللہ علیہ وسلم دو عورتین ہین کہ
اونہون نے بھی روزہ رکھا تھا اونکو آپ اجازت دین تو افطار کرین آپ نے منہ پھیر لیا اوسنے دوبارہ
عرض کیا دوبارہ بھی منہ پھیر لیا اوسنے پھر عرض کیا آپ نے فرمایا کہ اونہون نے روزہ نہین رکھا جو آدمی
دن بھر لوگونکا گوشت کھاوے اوسکا روزہ کیسے ہوگا تو جا کر اوسنے کہدے کہ تمہارا روزہ ہی تو قی
کروا اوسنے اون عورتونکو حضرت کا حکم سنا دیا اونہون نے قی کی تو ہر ایک کے منہ سے جما ہوا خون نکلا اوسنے
آکر آپکی خدمت مین ماجرا بیان کیا آپ نے فرمایا کہ قسم ہے اوس ذات کی جسکے قبضہ قدرت مین میری جان ہے
اگر یہ خون کے لوتھڑے اونکے پیٹو نمین رہجاتی تو اونکو دوزخ کھا جاتی اور ایک روایت مین یون ہے
کہ جب آپنے منہ پھیر لیا تو وہ شخص دوبارہ آیا اور عرض کیا کہ بخدا وہ عورتین قریب المرگ ہین آپ نے فرمایا
کہ اونکو میان بلالاؤ جب وہ آئین تو آپ نے ایک بڑا بادیہ منگا کر ایک کو اونمین سے کہا کہ اسمین قے کر
اوسنے پیپ اور خون کی قے یہانتک کی کہ پیالہ بھر لیا پھر دوسری سے کہا کہ قے کر اوسنے بھی ویسا ہی
قی کی آپ نے فرمایا کہ ان دونون نے جس چیز کو اللہ تعالے نے حلال کیا اوس سے تو روزہ رکھا اور جسکو
حرام کیا تھا اوس سے افطار کیا ایک دوسرے کے پاس بیٹھکر لوگونکا گوشت کھانا شروع کیا اور حضرت
انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ مین ذکر سود کا فرمایا اور ارشاد کیا ایک
درم سود کا آدمی لے تو خدا کے نزدیک گناہ مین چھتیس زنا سے بڑھکر ہے اور سود سے بھی بڑھکر مسلمان
آدمی کی آبرو ہے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ ہم آپ کے ساتھ ایک سفر مین تھے پس آپ
دو قبرون پر گذرے کہ جنکے مردونکو عذاب ہو رہا تھا آپ نے فرمایا کہ ان لوگون نے کوئی بڑا گناہ نہین کیا تھا
اور عذاب ہوتا ہے ایک تو لوگونکی غیبت کیا کرتا تھا اور دوسرا پیشاب سے نہین بچتا تھا پھر آپنے ایک تر
لکڑی یا دو منگا کر اونکو توڑا اور دونون قبرون پر گاڑدیا اور فرمایا کہ جب تک یہ تر رہیگی اونکو عذاب مین
تخفیف رہیگی اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ماعز کو زنا کے باعث سنگسار کیا تھا ایک آدمی نے
اپنے ساتھی سے کہا کہ اسکو کتے کیطرح اوسی جگہ مار ڈالا پھر راہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ایک
مردار پر ہوا تو اون دونون شخصون کو فرمایا کہ اسمین دانت لگاو اونہون نے عرض کیا کہ کیا مردار ہم دانت
مارین آپنے فرمایا کہ جو ذکر ماعز کا تم نے کیا تھا وہ تو اس سے بھی زیادہ برا تھا غرضکہ صحابہ رضوان اللہ
علیہم اجمعین آپسمین بکشادہ پیشانی ملتے اور غیبت کسی کی نکرتے اور غیبت نہ کرنے کو افضل اعمال جانتے
اور اوسکے خلاف کو عادت منافقین تصور کرتے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ جو آدمی
دنیا مین اپنے بھائی کا گوشت کھاتا ہے تو آخرت مین بھی اوسکے سامنے وہی گوشت کیا جاویگا اور حکم ہوگا

کہ جیسا زندگی مین تو نے کھایا تھا اب بھی کھا تو ناچار کھاوے گا اور منہ بناوے گا چلاوے گا اور یہ مضمون
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی مروی ہے اور ایک بار دو آدمی مسجد کے کسی دروازہ کے پاس بیٹھے
تھے کہ وہان کو گذر ایک مخنث کا ہوا جسنے اپنا کام چھوڑ دیا تھا ان دونون نے اوسکو دیکھکر آپسمین کہا
کہ ابھی اسمین اثر خنث پنے کا باقی ہے اتنے مین نماز کے لیے تکبیر ہوئی یہ دونون بھی جماعت مین شریک ہوئے
مگر دلمین یہ خیال رہا کہ ہمنے اوس شخص کی نسبت ایسا کلام کہا ہے نہ معلوم نماز ہوئی یا نہین اس لیے
عطا رحمہ اللہ سے یہ ماجرا کہا اونہون نے فرمایا کہ دوبارہ وضو کر کے پھر سے نماز پڑھو اور اگر روزہ بھی تھا
تھا تو روزہ کو بھی قضا کر و اور وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ کی تفسیر مین حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہین
کہ ہمزہ سے وہ شخص مراد ہے کہ جو طعن و اعتراض لوگون پر کرے اور لمزہ سے غیبت کرنے والا مراد ہے
اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ ہمکو ایسا پہونچا ہے کہ عذاب قبر کے تین حصہ ہین ایک تہائی
تو غیبت سے ہوتا ہے اور ایک تہائی چغلی سے اور ایک تہائی پیشاب سے نہ بچنے سے اور حضرت حسن رضی
فرماتے ہین کہ بخدا غیبت کا اثر مسلمان کے دین مین آکلہ بیماری کے اثر سے بھی زیادہ ہوتا ہے یعنی جیسا
مرض آکلہ آدمی کے تن بدن کو کھا لیتا ہے ویسے ہی غیبت دین کو چٹ کرتی ہے اور یہ بھی اونہین کا قول
ہے کہ ہمنے سلف کو اسی حال پر پایا کہ نماز و روزہ کو کسی کو عبادت نہین سمجھتے تھے بلکہ ترک غیبت کو
عبادت جانتے تھے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ جب تمہارا دل چاہے کہ لوگونکی
عیب بیان کرو تو اپنے عیب یاد کرو اور بعضونکا قول ہے کہ تم لوگ لوگون کی آنکھہ کا تنکا بھی دیکھہ
لیتے ہو مگر اپنی آنکھہ کا شہتیر بھی نہین سوجھتا اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے کہ اے ابن آدم حقیقت
ایمان پر جبھی پہونچیگا کہ جو برائی تجھہ مین ہے اوسپر دوسرونکو برا نہ کہے گا اور اپنی برائی کی اصلاح پہلے کریگا
اور جب پہلے اپنے نفس کی اصلاح مقدم جانے گا تو یہی شغل کافی ہے دوسرونکی طرف التفات کی
نوبت آنی بھی مشکل ہے اور اللہ کے نزدیک محبوب تر وہی بندہ ہے جسکا حال ایسا ہی ہوا اور حضرت
عیسے علیہ السلام کا گذر معہ حواریون کے ایک مرے کتے پر ہوا تو حواریون نے کہا کہ اس کتے مین سے کیا
بری بو آتی ہے آپ نے فرمایا کہ اسکے دانتون کی سفیدی کتنی تیز ہے اس سے گویا حضرت عیسی عم نے
اونکو کتے کی غیبت سے بھی منع فرمایا اور تنبیہ کی کہ اللہ کی مخلوق مین سے اچھی شے کے سوا اور کچھہ ذکر
نہ کرنا چاہیے اور حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو سنا کہ دوسرے کی غیبت
کرتا تھا آپ نے فرمایا کہ خبردار غیبت مت کرنا یہ خبر اون لوگون کا سالن ہے جو انسانون مین سے کتے
ہین اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خدا تعالے کا ذکر کیا کرو کہ اسمین شفا ہے لوگونکا ذکر مت کیا کرو

کہ اوسمین روگ ہے اللہ ہمکو حسن توفیق عنایت فرمادے

دوسرا بیان معنی غیبت اور اوسکی تعریف مین

غیبت کی تعریف یہ ہے کہ دوسرے کا ایسا ذکر کرنا کہ اگر وہ سنے تو برا جانے خواہ نقصان بدن کا ذکر ہو یا نسب کا یا خلق کا یا قول وفعل کا یا دین کا یا دنیا کا یا کپڑے اور گھر اور سواری وغیرہ کا۔ بدن کا عیب تو یہ ہے کہ کسی کو یون کہو کہ جسکی آنکھین چندھی یا آنسو ڈہال یا بھینگی ہین یا چوگنجا یا بونا یا لمبا یا کالا یا پیلا وغیرہ جو ایسے عیب معلوم ہون کہ اگر وہ سنے گا تو برا مانے گا۔ اور نسب کا عیب اسطرح کہ اوسکا باپ غلام ہے خواہ سیس ہے یا بدکار ہے یا موچی یا گوبر والا یا اور کسی مکروہ پیشہ والا ہے اور خلق کا عیب اسطرح کہ فلان شخص بد مزاج ہے یا بخیل یا متکبر یا ریاکار یا غضبناک یا نامرد یا بزدلا یا اور کوئی ایسا ہی لفظ کہا جاوے اور ان افعال مین عیب جو دین سے متعلق ہین یون ہوتا ہے کہ وہ چور جھوٹا شراب خوار خائن ظالم ہے یا نماز و زکوۃ مین سستی کرتا ہے یا رکوع و سجدہ اچھی طرح نہین ادا کرتا یا نجاست سے نہین بچتا یا والدین سے سلوک نہین کرتا یا زکوۃ کو بےموقع صرف کرتا ہے یا اچھی طرح نہین تقسیم کرتا یا روزہ مین جماع و غیبت لوگونکی برائی کا ذکر کیا کرتا ہے۔ اور جو افعال متعلق دنیا سے ہین اونکا عیب اسطرح ہے کہ فلان شخص بے ادب ہے لوگونکی تعظیم نہین کرتا اپنا حق سب پہ جانتا ہے اپنے اوپر کسی کا حق نہین سمجھتا یا بڑا بکی ہے یا خوار یا بہو ہے کہ بے وقت سوتا ہے اور بے موقع بیٹھ جاتا ہے اور کپڑے کے عیب اسطرح کہ اوسکی آستینین چوڑی ہین یا دامن لنبے ہین یا کپڑے میلے رکھتا ہے۔ اور بعض لوگ کہتے ہین کہ دین کے باب مین جو کسی کو کچھہ کہتے ہین تو یہ داخل غیبت نہین اسلیے کہ جس چیز کو خدا نے برا کہا ہے اوسکی مذمت کرتے ہین تو ایسے شخص کو گناہ کے باعث برا کہنے مین کیا خرابی ہے۔ دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب ذکر اوس عورت کا ہوا جو بہت نماز و روزہ کیا کرتی تھی اور اوسکی ساتھہ ہی ہمسایونکو اپنی زبان سے ستاتی تھی تو آپ نے فرمایا کہ وہ دوزخ مین جاویگی اور اسیطرح ایک عورت کا ذکر آپکے سامنے ہوا کہ وہ بخیل ہے آپ نے فرمایا کہ اوسمین کچھہ اچھی بات نہین تو اگر اس قسم کی برائی ممنوع ہوتی تو آپ لوگون کو منع فرما دیتے کہ ایسے الفاظ سے ذکر مت کیا کرو ہم کہتے ہین کہ یہ قول و دلیل اون لوگونکی ٹھیک نہین اسلیے کہ اصحاب رضی اللہ عنہم جو لوگون کا ذکر ان الفاظ سے آپکے سامنے کرتے تھے تو اونکی غرض یہ نہ تھی کہ اونکا ہتک یا برائی ہو بلکہ تحقیق مسائل منظور ہوتی تھی اور سوا مجلس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی جگہ اسکی ضرورت نہ تھی اسواسطے صرف اوسی مجلس مین ایسا ذکر تحقیق کے لیے ہوجاتا تھا اور ان امور کی غیبت مین داخل ہونیکی یہ سند ہے کہ تمام علمائے امت کا اجماع ہے کہ دوسرے

ابن حبان حاکم بروایت ابوہریرہ ۱۲

دوسی کو ایسا کھنا کہ وہ سنے تو برا مانے اسی کا نام غیبت ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غیبت کی تعریف
مین ایسا ہی ارشاد فرمایا ہے اور یہی سبب ہے کہ جو بات کسیکی بیان کی ہے وہ اوسمین موجود ہو تو اسیحال
بات کہنے سے غیبت کا بھی مرتکب ہوگا اور خدا کا نافرمان اور اپنے بھائی کا گوشت کھانے والا بھی ہوگا
اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمکو معلوم ہے کہ غیبت کسکو کہتے ہین لوگون نے عرض کیا
کہ خدا تعالی اور اوسکا رسول زیادہ جانتا ہے آپ نے فرمایا کہ اَلْحِمَاذِکْرُکَ اَخَاکَ بِمَا یَکْرَھُہٗ لوگون نے عرض کیا
کہ جو بات کسی کی کہی جاوے اگر اوسمین ہو آپ نے فرمایا کہ اگر وہ بات اوسمین ہو تو غیبت ہے ورنہ بہتان
ہے اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ ایک شخص کا ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے
ہوا تو لوگون نے کہا کہ وہ بڑا عاجز ہے آپ نے فرمایا کہ تم نے اوسکی غیبت کی انھون نے عرض کیا کہ حضرت
جو بات اوسمین تھی ہمنے تو وہ بیان کی ہے آپ نے فرمایا کہ اگر ایسی بات کہتے جو اوسمین نہ تھی تو بہتان کرتے
اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا نے ایک عورت کا ذکر آنحضرت صلعم
کے سامنے کیا اور بیان کیا کہ وہ چھوٹے قد کی ہے آپ نے اونکو فرمایا کہ تو نے اوسکی غیبت کی اور حضرت
حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ دوسرے کا ذکر کرنا تین طرح ہوتا ہے غیبت اور بہتان اور افک اور
ہر ایک کتاب اللہ عزوجل مین موجود ہے غیبت تو ایسی چیز کو کہتے ہین کہ جو بات دوسرے مین ہو اوسکو
بیان کرین اور بہتان یہ ہے کہ جو بات اوسمین نہو اوسے بیان کرین اور افک یہ ہے کہ جیسا سنین ویسا
کہدین اور ابن سیرین رحمہ اللہ نے ایک آدمی کا ذکر کیا تو منہ سے وہ کالا آدمی نکل گیا تو کہا استغفر اللہ مینے
اوسکی غیبت کی اور ایکبار ابراہیم نے ایک حشیم کا ذکر کیا تو نخعی کہتے ہین کہ اپنا ہاتھ آنکھ پر رکھلیا اور یک چشم
نہ کہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین کہ کسی کی غیبت مت کرو مینے ایک عورت کو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کہدیا تھا کہ اسکے دامن لنبے لنبے ہین آپ نے فرمایا کہ تھوک تھوک مینے
جو تھوکا تو منہ مین سے گوشت کا لوتھڑا نکلا اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ غیبت زبان سے ہی کہنے پر موقوف
نہین بلکہ جسطرح دوسرا شخص کسی کا عیب سمجھ جاوے وہ غیبت ہی مین داخل ہے خواہ کنایہ اور رمز سے ہو
یا حرکت و فعل سے یا تصریح و قول سے پس سب حرام اور ناجایز ہین چنانچہ حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا
فرماتی ہین کہ ایک بار ایک عورت آئی جب وہ چلی گئی تو مین نے ہاتھ سے اوسکے قد کا اشارہ کیا کہ وہ کیسے
سے قد کی تھی یعنی بونی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے اوسکی غیبت کی اور اسی مین داخل
ہے اگر لنگڑے آدمی کی نقل کرے اور خود اوسکی چال چلنے لگے بلکہ نقل کرنا غیبت سے بھی بڑھکر ہے اسلیے
کہ اس سے زیادہ تر صورت دوسرے شخص کی ذہن بن آتی ہے گویا تصویر پیش نظر ہو جاتی ہے جب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ ایک عورت کی نقل کی تو آپ نے فرمایا ما یسرنی انی حاکیت انسانا ولی کذا وکذا اور یہی حال لکھنے کا ہے کہ قلم بھی نصف زبان ہے پس اگر کوئی مصنف ایک شخص معین کی نسبت کچھ برا لکھے یا اوسکا کتاب مین نقل کرے تو داخل غیبت ہے مگر اوس صورت مین کہ کوئی وجہ یا عذر لکھدے جیسا کہ آگے اوسکا بیان آتا ہے ہان اسطرح پر کہنا کہ کچھ لوگ ایسا کہتے ہین داخل غیبت نہین غیبت اوسی کلام کا نام ہے کہ شخص معین کی طرف اشارہ پایا جاوے خواہ زندہ ہو یا مردہ اور یہ بھی غیبت ہی ہے کہ اسطرح کہے جس سے آج ملاقات ہوئی تھی یا جو شخص ہمارے پاس آیا تھا وغیرہ بشرطیکہ مخاطب اوس سے شخص معین سمجھے کیونکہ مقصود یہی ہے کہ مخاطب سمجھ جاوے یہ مقصود نہین کہ کسی طور خاص سے سمجھانے سے غیبت ہوتی ہے لیکن اگر شخص معین مخاطب کی ذہن مین نہ آویگا تو جائز ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کسی آدمی کا فعل برا معلوم ہوتا تو فرماتے کہ لوگونکا کیا حال ہے کہ ایسا کرتے ہین معین کرکے کچھ نہین فرماتے تھے پس کلام مین کوئی ایسا لفظ کہدینا کہ جس سے شخص معین ہی سمجھا جاوے غیبت ہوگی اور سب سے زیادہ بری غیبت وہ لوگ کرتے ہین جو پڑھے ہوے اور ریاکار ہین کہ مقصود بھی اپنا ظاہر کردین اور اچھے کے اچھے بنے رہین اور لوگون کو یہ معلوم ہو کہ یہ غیبت نہین کرتے حالانکہ وہ خود جہالت سے یہ نہین جانتے کہ دو خطا کے مرتکب ہوے ہین غیبت کی غیبت کسب ہے اور ریا اوسپر علاوہ ہو مثلاً کسی شخص کا ذکر اگر اونکے سامنے ہو تو کہتے ہین خدا کا شکر ہے کہ ہمکو حکام سے غرض نہین ڈالی نہ انکو اپنی دنیا کے واسطے ذلیل کیا یا یون کہتے ہین کہ بے شرمی سے بھی خدا بچاوے تو ان لفظون سے غرض بھی ہوتی ہے کہ دوسرا شخص معیوب ہے مگر اوسکو شکر اور دعا کے پیرایہ مین بیان کرتے ہین اور بعض اوقات اوس شخص کی مدح بھی کرتے ہین اور کہتے ہین کہ فلانا شخص کتنا اچھا ہے افعال سب درست عبادت مین چست مگر ایک ایسی ہی بلا مین مبتلا ہے کہ ہم سب کے سب اسمین گرفتار ہین وہ یہ ہے کہ صبر کم کرتا ہے پس اول اپنے نفس کو ذکر کرلیتے ہین اور اوسکی ضمن مین غرض صرف دوسرے کی مذمت ہوتی ہے اور اپنے آپ کو صلحا سے مشابہ کرتا تو اسصورت مین تین خطا جمع ہو جاتی ہین غیبت اور ریا اور اپنے نفس کو صاف جاننا اور خود یہی سمجھتے ہین کہ ہم نیک ہین کسی کی غیبت سے سروکار نہین رکھتے اسی بنا پر جو آدمی کہ جانے عبادت کرتے شیطان اونکو مسخرہ بنالیتا ہے اونکو لاعلمی کے سبب کچھ خبر نہین ہوتی وہ جسطرح چاہتا ہے اونپر ہنستا ہے اور انکے اعمال کو اپنے فریب سے گھیر لیتا ہے اور اسمین یہ بھی ہے کہ کسی جلسہ مین ایک آدمی کی عیب کا ذکر کرتے ہین اور بعض شخص اوسپر کان نہین دھرتے تو کہہ اوٹھتے ہین کہ سبحان اللہ عجیب و غریب بات ہے تاکہ لوگ خوب متوجہ ہوکر سنین اپنے خبث باطن کے اظہار مین خدا کا نام لیا جاتا اوسکو بھی

دھوکھا دینا چاہتے ہین وہ تو دلونکی بات جانتا ہے کہ انکی کیا غرض ہے اور بعض اوقات کہتے ہین
کہ ہمارے دوست پر جو یہ حال گذرا ہمکو نہایت رنج ہوا کہ اونکو سبکی ہوئی خدا تعالی اوسکو اسکے عوض
راحت دے تو غم کا دعوی اور دعا کا اظہار دونون جھوٹے ہوتے ہین کیونکہ اگر دعا کا قصد ہوتا تو خلوت
مین بعد نماز اوسکے لیے دعا کرتے اور اگر واقع مین اوسکے رنج سے رنج ہوتا تو جس چیز کے اظہار سے اوسکو
برا لگے وہ کیون ظاہر کرتے اسیطرح کبھی کہتے ہین کہ وہ بیچارہ بڑی آفت مین پہنسگیا ہے خدا تعالی اوسکو اور ہمکو
دونونکو توبہ نصیب فرماوے ظاہر مین تو یہ دعا ہے مگر اللہ تعالی خبث باطن پر خوب مطلع ہے کہ دلمین کیا بھرا ہے مگر اپنی
جہالت کی باعث نہین معلوم ہوتا کہ یہ امر جاہلون سے بھی بڑھکر ہے اور غیبت کو سنکر تعجب کرنا بھی غیبت ہے اسلیے کہ تعجب کرنے
سے غیبت کنندہ خوش ہوتا ہے اور زیادہ کہنے کو تیار ہوتا ہے مثلاً جب کسی نے دوسرے کا عیب بیان کیا اور سننے والے
نے کہا کہ بھائی ہم اوسکو ایسا نہین جانتے تھے آج تک ہمکو اوسکی نسبت اور ہی کچھ خیال تھا یہ تو تم نے عجب حال اوسکا
سنایا خدا بچاوے پس اس سے وہ شخص غیبت کنندہ اور ویسی ہی باتین اوسکی کرنے لگتا ہے کہ زیادہ تر موجب تعجب ہوگا
اور یہ بھی ہان جی ہان جی کہنے لگتا ہے غرض کہ غیبت کا سننا اور تصدیق کرنا بھی داخل غیبت ہے بلکہ جو چپکا
سنا کرے وہ بھی شریک غیبت ہے چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہے اَلْمُسْتَمِعُ اَحَدُ الْمُغْتَابَیْنِ
اور ایکبار حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ مین سے ایک نے دوسرے سے ذکر کیا کہ فلانا شخص بڑا سوتا ہے پھر دونون
صاحبونؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روٹی کے لیے سالن مانگا آپ نے فرمایا کہ سالن تو تم لے چکے
اونھون نے عرض کیا کہ ہمکو تو معلوم نہین کب لیا آپنے فرمایا کہ تم اپنے بھائی مسلمان کا گوشت کھا چکے
دیکھو باوجودیکہ وہ کلمہ ایک صاحب نے فرمایا تھا مگر آپ نے دونونکو شریک کیا اسیطرح ماعزؓ کے رجم
مین جب دو شخصون نے آپسمین کہا تھا کہ کتے کی طرح اوسی جگہہ مارا گیا تو آپنے مردار دیکھکر
دونونکو ارشاد فرمایا تھا کہ اسمین دانت مارو حالانکہ کہنے والا ایک ہی تھا دوسرا سنتا تھا اس سے معلوم
ہوا کہ سننے والا بھی غیبت کی گناہ مین شریک ہے مگر اوس صورت مین کہ زبان سے کہنے والے کو منع کردے
اور اگر زبان سے منع کرنے کا خوف ہو تو دلمین برا سمجھے اور اگر آپ اوس مجلس سے اٹھہ سکتا ہے یا کہنے
والے کو دوسری بات مین لگا سکتا ہے مگر یہ دونون باتین نہ کیین تو گناہ بیشک ہوگا اور اگر زبان سے
تو منع کیا لیکن دلمین خواہش سننے کی رہی تو اس کا نام نفاق ہے گناہ سے جبھی بچیگا جب دل سے برا سمجھیگا
اور منع کرنے مین اسیقدر کافی نہین کہ ہاتھ سے یا ابرو یا آنکھ کے اشارہ سے روکدے اسمین سہل انگاری
سی معلوم ہوتی ہے بلکہ یون چاہیے کہ بخوبی منع کرے کہ خبردار ایسا ذکر ہرگز مت کرنا حدیث شریف مین وارد ہے
مَنْ اُذِلَّ عِنْدَهٗ مُؤْمِنٌ فَلَمْ یَنْصُرْهُ وَهُوَ یَقْدِرُ عَلٰی نَصْرِهٖ اَذَلَّهُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ عَلٰی

رُدّ بین الخلائق اور حضرت ابو درداء رض فرماتی ہین کہ آپ نے فرمایا مَنْ رَدَّ عَنْ عِرْضِ اَخِیْہِ بِالْغَیْبِ کَانَ حَقًّا عَلَی اللّٰہِ اَنْ یَرُدَّ عَنْ عِرْضِہٖ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اور نیز فرمایا مَنْ ذَبَّ عَنْ عِرْضِ اَخِیْہِ بِالْغَیْبِ کَانَ حَقًّا عَلَی اللّٰہِ اَنْ یُعْتِقَہٗ مِنَ النَّارِ اور غیبت کیوقت مسلمانکی نصرت کی بابمین اور اوسکی فضیلت مین بہت سی احادیث ہین جنکو ہم باب آداب صحبت اور حقوق اہل اسلام مین بیان کر چکی ہین اب اعادہ کرنا امر زائد ہے

تیسرا بیان اسباب غیبت کے ذکر مین

جاننا چاہیے کہ غیبت کے سبب بہت ہین مگر گیارہ سبب مین وہ سب آجاتے ہین آٹھہ تو اونمین عوام کے حق مین عام ہین اور تین دینداروں کے لیے خاص ہین آٹھہ سببونمین سے اول یہ ہے کہ غصہ کے وقت دل کی پھپولے پھوڑنے منظور ہون یعنی جب کوئی ایسا سبب ہوجاوے کہ آدمی کو دوسرے پر غصہ آوے تو ہیجان غضب مین اوسکی برائی کرنے لگتا ہے اور دل کی کسر نکالتا ہے یہ امر اقتضاے طبع سے ہوتا ہے بشرطیکہ دین کا تعلق نہو اور کبھی بظاہر یہ نہین کہتا مگر دلمین کینہ رہتا ہے اس سے گویا آیندہ کو ہمیشہ کے لیے برا کہنے کی بنا پڑتی ہے پس کینہ اور غضب دونون غیبت کے بڑے سببون مین سے ہین دوسرا سبب اورونکی دیکھا دیکھی اور ہان مین ہان ملانا ہے مثلاً اگر اپنے رفیق اور اہل جلسہ کسی کی برائی کرین تو اوسوقت یہ سمجھتا ہے کہ اگر انکی طرح نہ کہونگا تو یہ ناراض ہوجاوینگے یا مجھکو برا سمجھینگے اور کنارہ کشی کرینگے تو اونکی سی یہ بھی کہنے لگتا ہے اور اس امر کو حسن معاشرت اور ملنساری جانتا ہے تو جب وے غصہ کیحالت مین کسیکو برا کہتے ہین یہ بھی غصہ اونکی دیکھا دیکھی کرکے برا کہنے لگتا ہے تیسرا سبب یہ ہے کہ پیش بندی منظور ہو یعنی جب کسیکو معلوم ہو کہ یہ شخص کسی بڑے آدمی کے سامنے میری برائی کریگا یا میرے خلاف گواہی دیگا تو پہلی ہی سے اوسکی برائی کرنے لگے کہ پھر وہ اگر اوس کی نسبت کچھ کہے تو شنوائی نہو اول سے یہ بات مخاطب کے دلمین جم جاوے کہ یہ آدمی لغو اور فضول گو ہے یا اول اول کچھ اوسکے سچے حالات بیان کیے بعدہ جھوٹے معاملے بھی اوسکی طرف لگا کر کہدے تاکہ پہلے حالات کیطرح انکو بھی مخاطب صحیح تصور کرے اور اوسکا جھوٹ اور فریبی ہونا اسطرح مشہور ہوجاوے اور اوسکو اسیطرح بیان کرتا ہے کہ میری عادت جھوٹ بولنے کی نہین مگر مینے تم سے فلان فلان حال بیان کیے سب سچے ہی نکلے جیسے مینے کہے تھے چوتھا سبب یہ کہ کسی عیب سے اپنا بری ہونا مقصود ہوتا ہے تو اوسوقت دوسرے شخص کا نام لیکر کہتا ہے کہ اوسنے بھی ایسا ہی کیا یا وہ بھی میرے ساتھہ شریک تھا اس مین معذور ہون اور چاہیے یون تھا کہ اپنے آپ کوئی عذر بیان کرتا دوسرے کا نام نہ لیتا پانچوان سبب اراوہ فخر و مباہات ہے کہ دوسرے کے ناقص تبلانے سے اپنا افضل ہونا ثابت کرے مثلاً کسی کو یہ کہنا کہ وہ جاہل

آدمی ہے اوسکی سمجھ اچھی نہین کلام پوچ کرتا ہے اس سے غرض یہی ہوتی ہے کہ ہم اوسکی نسبت زیادہ
جانتے ہین یا یہ خوف ہوا کہ شاید میری سی تعظیم کہین اسکی نہونے لگے اسلیے اوسمین عیب نکالنی شروع
کیے چھٹا سبب حسد ہے یعنی جب لوگون کو دیکھا کہ کسیکی تعریف و تعظیم کرتے ہین اور اوس سے محبت رکھتے
ہین تو رگ حسد جوش کرتی ہے اور یہ دل چاہتا ہے کہ یہ نعمت اوسکی پاس نرہی تو اور تو کچھ نہین بن
پڑتا اوسکا عیب ظاہر کرنا شروع کرتا ہے تاکہ لوگونکی نزدیک اوسکی عزت نرہی اور تعظیم و اکرام مدح
سے باز آوین اسلیے کہ اسکو تعریف کا سننا اور تعظیم ناگوار گذرتی ہے اس کا نام حسد ہے یہ غصہ اور کینہ
کے علاوہ ہے کیونکہ غصہ اور کینہ مین تو یہ ہوتا ہے کہ دوسرا شخص کچھ اپنا بگاڑ کرتا ہے جب غصہ اور کینہ آتا ہے
اور حسد بگاڑ پر موقوف نہین دوست محسن اور رشتہ دار موافق پر بھی ہوا کرتی ہے ساتوان سبب کھیل اور دل لگی
ہے کہ دوسرے کی برائی بیان کر کر ہنسنا اور ہنسانا اور وقت ٹالنا منظور ہوتا ہے آٹھوان سبب دوسرے کی
حقارت کے لیے اوسکو بنا لینا مقصود ہوتا ہے اور یہ سامنے اور پیٹھ پیچھے دونون طرح ہوتا ہے اسمین اپنی
برائی اور دوسرے کی ذلت منظور ہوتی ہے اور وہ تین سبب جو خاص لوگونمین باعث غیبت ہوتی ہین
وہ بڑے دقیق و باریک ہین خیر کے پہلو مین شیطان اونکو ڈالتا ہے اونمین خیر واقع مین ہوتی ہے مگر
شیطان شر بھی خلط کر دیتا ہے پہلا سبب یہ ہے کہ دین کے باعث کسیکی قصور پر مطلع ہو کر تعجب معلوم ہوتا ہے کہنے
لگتا ہے کہ دیکھو فلان شخص سے ہمکو عجیب بات معلوم ہوئی ہرچند دیندار آدمی سے کسی قسم کی خطا دیکھ کر فی الحقیقت موجب
تعجب ہوتی ہے مگر دوسرے شخص کو یون چاہیے تھا کہ تعجب تو کرتا مگر نام کسی کا نہ لیتا اپنے نام کا لو انا شیطان
کا کام ہے ایسی سبب سے یہ داخل غیبت ہو گیا اور نادانستہ گنہگار ٹھہرا اور اسمین یہ بھی داخل ہے کہ کسیکو کہین
کہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ اوس جب شخص ایسی بدصورت عورت سے محبت کرے یا جاہلونمین جا کر بیٹھے دوسرا
سبب کسی کی خطا دیکھکر رحم آنا اور رنج کرنا مثلا جب کبھی کو کسی امر معیوب مین مبتلا دیکھا تو برا و رحم کہا کہ
ہمکو اوسکی حال پر بڑا افسوس ہے کہ وہ اس بلا مین گرفتار ہو گیا تو اگرچہ دعوی افسوس اسکی جانب سے
صحیح ہے مگر چونکہ غم مین اوسکا نام لیدیا اتنی ہی بھول سے داخل غیبت ہو گیا پس ہرچند کسی مسلمان کی
خطا دار ہونے سے غم کرنا اور رحم کھانا اچھی بات ہی لیکن شیطان نے اسمین یہ شر بھی ملا دے کہ اوسکا نام لیدیا
بدون نام کے لیے بھی تو رنج درحم و تعجب ممکن ہے الا شیطان نے اسکے ثواب سے محروم رکھنے کے لیے نام لوا دیا
تیسرا سبب اللہ کیواسطے غصہ کرنا یعنے جب کسی آدمی کو بری بات کرتے سنا یا دیکھا تو براہ حمیت دینی غصہ
آتا ہے اسمین اگر اوسکا نام لیکر غصہ کریگا تو غیبت مین داخل ہوگا بلکہ واجب ہے کہ امر معروف اور نہی منکر
کے لیے اظہار غضب خاص اوس شخص پر کرے اسکی اطلاع دوسرے کو نہوا یا اظہار غضب کیوقت اوسکا نام

اور برا نہ کہے یہ تین سبب ایسے ہین کہ انکا معلوم ہونا عوام کو تو کیا علما کو بھی بہت مشکل ہے کیونکہ ظاہر اسباب
یہ معلوم ہوتا ہے کہ تعجب اور رحمت اور غضب جب اللہ کیواسطے ہونگے تو تعین نام مین ایک عذر قوی
ہوگا حالانکہ یہ غلط ہے بلکہ غیبت کے باب مین حاجات مخصوص ہین کہ اونمین ذکر نام کی گنجایش نہین
جیساکہ آگے مذکور ہوگا عامر بن واثلہ رض روایت کرتے ہین کہ ایک شخص ایک مجمع پر آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی حیات مین گذرا اور اونکو سلام کیا سبھون نے جواب سلام دیا جب وہ آگے بڑھا ایک آدمی
نے مجمع مین سے کہا کہ اس شخص کے ساتھ بغض للہ ہے لوگون نے کہا کہ یہ تم نے بہت برا کہا ہم اوسکو
مطلع کرتے ہین اور اوسیوقت ایک آدمی سے کہا کہ اوس شخص سے جا کر کہدے کہ فلان شخص تمہاری نسبت
یون کہتا ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا وہ شخص سنتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت مین حاضر ہوا اور اوس شخص
کا قول اپنی نسبت عرض کیا آپ نے اوسکو بلوا کر پوچھا کہ تو نے ایسا کلمہ اسکی نسبت کہا ہے اوسنے عرض کیا
کہ ہان آپنے فرمایا کہ پھر وجہ بغض کی کیا ہے اوسنے عرض کیا کہ مین اس شخص کا ہمسایہ ہون اسکے حال کو
خوب جانتا ہون یہ شخص سوای نماز فرض کے اور کوئی نماز نہین پڑھتا اوسنے عرض کیا کہ آپ یہ دریافت
فرمائی کہ فرض نماز مین مینے کبھی دیر کی ہے یا وضو اچھی طرح نہین کیا یا رکوع سجدہ برا کیا ہی جب آپ نے اوس سے
پوچھا تو عرض کیا کہ یہ بات تو نہین ہوئی پھر عرض کیا کہ یا حضرت سوای ماہ رمضان مبارک کی اور کبھی
روزہ رکھتے مینے اسکو نہین دیکھا اور اس مہینے کے روزے تو اچھے برے سبہی آدمی رکھتے ہین اوسنے جواب مین
عرض کیا کہ آپ دریافت فرمائیے کہ کبھی مینے کسی رمضان کے روزہ نرکھے ہون یا کچھ اور جنکا حق ادا نہ کیا ہو آپنے
جو دریافت فرمایا کہا کہ یہ بات تو نہین ہوئی پھر عرض کیا کہ مینے اسکو کبھی سائل اور مسکین کو دیتے نہین دیکھا اور نہ
خدا واسطے کبھی کچھ خرچ کرتے دیکھا البتہ زکوۃ مال کی دیا کرتا ہی سو سبھی دیتے ہین اوسنے عرض کیا کہ آپ یہ پوچھین
کہ کبھی یہ بھی دیکھا ہی کہ مینے زکوۃ کم دی ہو یا وقت سے ٹال گیا ہون آپ نے جو دریافت فرمایا اوسنے عرض کیا
کہ یہ بات تو کوئی نہین ہوئی پس آپ نے ارشاد فرمایا کہ چلا جا شاید یہی شخص تیری نسبت بہتر ہو اس سے بغض کیون رکھتا ہے

چوتھا بیان اوس تدبیر کے ذکر مین جس سے زبان غیبت سے باز رہے

جاننا چاہیے کہ کل اخلاق بد کا علاج معجون علم و عمل سے ہوتا ہے اور ہر مرض کی دوا اوسکی سبب کے
خلاف ہوتی ہے یعنی سبب مرض اگر برودت ہو تو علاج حرارت سے ہوگا اور اگر حرارت ہو تو برودت سے
اور چونکہ سبب غیبت کے اوپر مذکور ہوے اب معلوم کرنا چاہیے کہ روکنا زبان کا غیبت سے دو طرح ممکن ہے
ایک طور تو اجمالی ہے اور ایک تفصیلی اجمالی تو یہ ہے کہ آدمی یہ یقین کرلے کہ غیبت کی باعث غضب
الٰہی مین گرفتار ہونگا جیسے کہ اخبار و آثار سے معلوم ہوا اور یہ کہ اسکی باعث قیامت کے روز نیکیان بکلی

ہو جاوینگے اسلیے کہ غیبت مین جس شخص کی تہتک کی ہوگی نیکیان اوسکو مل جاوینگے اگر نیکیان غیبت کنندہ
کے پاس نہونگی تو دوسرے شخص کی برائیان اسکے نامہ اعمال مین لکہدی جاوینگی اور غضب الٰہی اسکی علاوہ ہوگا
کہ خدا کے سامنے گویا شخص مردار خوار ہوگا بلکہ اگر پلہ بدیون کا جھک گیا تو دوزخی ہی ہوا فرض کرو کہ اس کی
نیکیان اور بدیان برابر تہین لیکن غیبت کی باعث اگر ایک نیکی دوسرے شخص کو مل گئی یا ایک بدی اوسکی طرف
آملی تو ظاہر ہے کہ دونون صورتون مین پلہ بدیونکا بھاری ہوجاویگا اور اوسوقت نتیجہ بجز دوزخی ہونیکے
اور کیا ہے اور کمتر درجہ یہ ہے کہ اعمال کا ثواب کم ملے یعنے جب مواخذہ اور بازپرس اور سوال وجواب حساب
کتاب ہو چکے اور کچھ نیکیان مثلاً باقی رہین تو جتنا ثواب اسکو بسبب غیبت ان کے عوض ملنا غیبت ہونے سے
وتنا نہین ملے گا حدیث شریف مین آیا ہے مَا النَّارُ فِي الْيُبْسِ بِاَسْرَعَ مِنَ الْغِيْبَةِ فِي حَسَنَاتِ الْعَبْدِ
اور ایک روایت مین ہے کہ کسی نے حضرت حسن رحمہ اللہ سے پوچھا کہ مینے یون سنا ہے کہ آپ میری
غیبت کیا کرتے ہین آپ نے فرمایا کہ میری نظرون مین تمہاری ایسی قدر نہین کہ اپنی نیکیان تمکو حوالہ کرون
عرض کہ جب آدمی اون احادیث کو جو غیبت کے باب مین وارد ہین یقین کرلے گا تو ڈر کے مارے غیبت
پر زبان نہ کھلے گی اور ایک تدبیر یہ بھی ہے کہ جب غیبت کا خیال آوے تو اپنے نفس مین فکر کرے کہ
کوئی عیب مجھمین بھی ہے یا نہین اگر کوئی عیب پاوے تو اوسکے دور کرنے مین مشغول ہوجاوے اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول مبارک کو یاد کرے طُوْبٰى لِمَنْ شَغَلَهُ عَيْبُهُ عَنْ عُيُوْبِ النَّاسِ اور جب آدمی
مین خود عیب ہو تو چاہیے کہ اس امر کی شرم کرے کہ اپنے نفس کو تو برا نہ کہے اور اونکو برا کہے بلکہ یہ جانے
کہ جیسا مجھسے اپنی نفس کا عیب دور نہوسکا ویسا ہی یہ شخص بھی مجبور ہوگا ورنہ خود رافضیحت و دیگری را
نصیحت کی کیا معنی اور یہ بھی اوسوقت ہے کہ دوسرے شخص مین عیب اس قسم کا ہو جو اوسکی فعل اور
اختیار سے ہوا ہو ورنہ اگر کوئی امر جبلی خواہ اعضاء ظاہری مین ہوگا تو اوسپر برا کہنا تو خالق کو برا
کہنا ہے معاذ اللہ منہا جیسا کہ منقول ہے کہ ایک شخص نے کسی حکیم سے کہا کہ اے بدصورت اوسنے جواب
دیا کہ صورت کا بنانا میرے اختیار مین نہین تھا کہ مین اوسکو اچھا کرلیتا اور اگر اپنے نفس مین کوئی عیب
نپاوے تو خدا کا شکر کرے اور غیبت مین جو سب مین بڑا عیب ہے مبتلا نہو مردار کے گوشت کھانے سے زیادہ
برائی کونسی ہوگی پس اگر اپنے آپ کو عیوبنسے صاف جانتا ہے تو دہن زبان کو ایسی غلیظ وکثیف چیز مین
بھی آلودہ نہ کرے اور اگر بنظر انصاف دیکھو تو کوئی آدمی عیب سے خالی نہین اگر کوئی اپنے آپ کو عیب سے
پاک تصور کرے یہ محض حماقت اور نادانی ہے پس یہی بہتر ہے کہ دوسرونکی غیبت کے وقت اپنی نفس کی اصلاح
کیا کرے اور ایک تدبیر یہ بھی ہے کہ یہ خیال کرے کہ اگر کوئی شخص میری غیبت کرے تو مجھکو کتنا برا معلوم ہوگا

اسیطرح اگر مین دوسرے کی غیبت کرونگا تو اوسکو بھی ویسا ہی رنج ہوگا پس جیسا یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا
کہ اپنی غیبت کوئی کرے ایسا ہی اوسکو بھی ناپسند کرنا چاہیے کہ خود دوسرے کی غیبت کا مرتکب ہووے
تدبیرین اجمالی تہین اور معالجہ تفصیلی اسطرح ہے کہ جونسا سبب غیبت کا ہوا اوسکو دور کرنا چاہیے اسلیے
کہ بیماری جبھی دور ہوتی ہے جب اوسکا سبب منقطع ہوجاتا ہے پس اگر سبب غیبت کا غضب ہو تو اوس سے
اسطرح بچنا چاہیے کہ دلمین یون تصور کرے کہ اگر مین اسپر غصہ نکالونگا تو خدا تعالی غیبت کی سبب مجھپر
غصہ نکالے گا اسلیے کہ اوسنے فرمادیا تھا مگر مینے اوسکی عدول حکمی کی اور اوسکی روکنے کی کچھ حقیقت نہ سمجھی اور
حدیث شریف مین ہے کہ اِنَّ لِجَهَنَّمَ بَابًا لَا يَدْخُلُ مِنْهُ اِلَّا مَنْ شَفٰى غَيْظَهُ بِمَعْصِيَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى
اور فرمایا مَنِ اتَّقٰى رَبَّهُ كَلَّ لِسَانُهُ وَلَمْ يَشْفِ غَيْظَهُ اور فرمایا کہ جو شخص غصہ نکالنے پر قادر ہوکر اوسکو پی جاوے
اللہ تعالی قیامت کے روز سب لوگون کے سامنے اوسکو بلاکر ارشاد فرماوے گا کہ حور عین مین سے جونسی
چاہے پسند کرے اور بعض انبیا علیہم السلام کے صحیفون مین ہے کہ خداوند جل وعلی فرماتا ہے کہ اے ابن آدم
جب تو غصہ کرے مجکو یاد کیا کر مین اپنے غصہ کیوقت تجکو یاد کرونگا یعنے تباہ کارون کے ساتھ تجکو تباہ
نہین کرونگا اور اگر باعث غیبت یار آشنا کی موافقت اور دیکھا دیکھی ہو تو یون جاننا چاہیے کہ جس بات سے
خدا ناخوش ہے اوسمین اگر مخلوق راضی ہوئی تو کیا ہوگا یہ کسطرح ہوسکتا ہے کہ بندہ دوسرے کے خاطر
اپنے آقا سے بگاڑ کرے اور اگر ایسا کرے تو اوس جیسا نادان اور حرام کوئی نہین ہان یہ چاہیے کہ غصہ للہ کیواسطے
اور اوسمین بھی اسباب کا خیال رہے کہ جس پر غصہ ہوا اوسکی نسبت کچھ کلمہ بیجا نہ نکلے بلکہ رفقا سے اگر کوئی کلام اوسکی
نسبت بیجا صادر ہو تو اون پر بھی غصہ کرے اسلیے کہ وہ لوگ بڑے گناہ کے مرتکب ہوئے جسکا نام غیبت ہے
اور اگر باعث غیبت اپنے نفس کا پاک وبری کرنا ہے یعنے دوسرے کا نام کسی گناہ مین اسلیے لیتا ہے
کہ لوگ اوسکو بری تصور کرین اس خیال سے کہ ایسا کام اور اچھے لوگ بھی کرتے ہین تو اسکا علاج یہ ہے
کہ خیال کرے کہ مخلوق کی ناراضی کی نسبت خدا تعالی کی ناراضی بہت سخت ہے اور غیبت کی سبب خدا تعالی
کی ناراضی تو قطعا ہوتی ہے مگر جس مطلب کیواسطے غیبت کرتا ہون وہ امر موہوم ہے اسلیے کہ کیا معلوم
ہے کہ لوگ بعد غیبت اسکو بری تصور کرینگے یا نہین پھر صورت اسمین خدا تعالی کا غصہ اور آخرت مین تباہ ہونا
اور نیکیون کا نقصان تو نقد اور حقیقت مین موجود رہتے اور دنیا کے نزدیک سرخرو ہے اور لوگونکی زبان
بندی ایک وہمی بات بمنزلہ ادھار کے ہے تو ایسے معاملہ مین سراسر جہالت وذلت ہے اس کہنے سے کیا فائدہ
کہ مین حرام کھایا تو کیا ہوا فلانا شخص بھی کھاتا ہے یا مین نے یہ قصور کیا تو تنہا نہین ہون فلان شخص بھی
ایسا ہی کرتا ہے اسلیے کہ تقلید اور اقتدا ایسے ہی شخص کی مقبول ہوتی ہے جو خدا تعالی کی مرضی کے موافق

کام کرتا ہو اور اگر اوسکے خلاف ظلم کرتے تو ایسی کی اقتدا ہرگز نہین چاہیے خواہ کوئی کیون نہو ؎

کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید	خلاف پیمبر کسے رہ گزید

فرض کرو کہ کوئی آدمی جلتی آگ مین کود پڑے اور تمکو قدرت اوس آگ سے بچنے کی حاصل ہو تو کبھی پہلے
شخص کا ساتھ ندوگے اور اگر دوگے تو بیوقوف کہلاؤگے غور کرنیکی بات ہے کہ اپنا عذر بیان کرنے مین
جو شخص دوسرے کا نام لیتا ہے تو اوسکے ذمہ دو گناہ ہوتے ہین ایک تو غیبت دوسرے اوس گناہکی زیادتی
کیونکہ عذر گناہ بدتر از گناہ مشہور ہے پس ایسے شخص پر جہالت اور غباوت دونون ختم ہین اور اوسکی مثال
ایسی ہے کہ کوئی بکری ایک بز کوہی کو پہاڑ کی چوٹی سے گرتے دیکھکر آپ بھی اوسکے ساتھ گر پڑے اب اگر
مثلا اوسکی زبان گویا ہو جاوے اور اپنے گرنیکی وجہ یون کہی کہ چونکہ بکرا مجھسے زیادہ دانا تھا اور وہ پہلے
گرا تھا اسواسطے مین بھی گر پڑی تو بیشک سننے والونکو ہنسی آویگی کہ کیسی جہالت کا جواب ہے مگر حضرت انسان
کا بعینہ یہی حال ہے اپنے نفس پر ہنسی نہین آتی کہ خطا کا عذر کیسا نامعقول کرتے ہین اور اگر باعث
غیبت یہ ہو کہ دوسرے کی نسبت اپنا فضل زیادہ ہو اور لوگ اوسکی برائی سے آگاہ ہو کر اوسکی تعظیم کم
کرین تو اسکا علاج یہ ہے کہ غیبت کرنے سے جو مرتبہ خدا کے نزدیک تھا وہ تو جاتا رہا اب لوگونکے نزدیک
فضل ہونا احتمالی بات ہے بلکہ ممکن ہے کہ وہ بد اعتقاد ہو جاوین جبکہ یہ معلوم ہو کہ یہ شخص لوگونکی برائی
کرتا رہتا ہے بہرصورت اپنی قدر خدا کے یہان کی یقیناً دی ڈالی اور دنیا کی عزت وہمی کا خریدار رہا اور اگر
بالفرض لوگونمین کچھہ عزت وتعظیم ہوئی بھی تو قیامت مین کیا کام آویگی وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيدٌ وہان
کوئی اپنا یا بیگانہ کچھہ نفع نہین کریگا اور اگر غیبت کا سبب حسد ہو تو دو عذاب اور دوہری مصیبت اپنے اوپر لیتی ہے
دنیا مین تو حسد کے باعث جلتا رہیگا چنانچہ کسی شاعر کا قول ہے ؎

رنج حسد ہے جان ہے جبتک کہ جان مین	حاسد کو ایکدم نہین راحت جہان مین

اور اسپر بھی قناعت نہ کی غیبت کرکے عذاب آخرت بھی گردن پر لیا اور خسر الدنیا والآخرة ہوا ارادہ تو
یہ کیا کہ دوسرے کا برا ہو مگر اپنا برا ہو رہا اور دوسرے کے شگون بد کے لیے اپنی ناک کٹ گئی کہ نیکیان
اوسکو ملین گی خواہ اوسکی خطائین اپنے اوپر آئینگی دونون صورتین گویا اوسکے ساتھ تو دوستی ہوئی
اور اپنے نفس کے ساتھ دشمنی اسکے سوا کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ حسد اور غیبت سے دوسرے کا فضل اور
زیادہ مشہور ہو جاتا ہے تب اور زیادہ حماقت اور جہالت پر ندامت ہوتی ہے اور اگر باعث غیبت استہزا
ہو تو جاننا چاہیے کہ گو سردست ایک شخص خاطر خواہ بن جاتا ہے لوگونمین رسوا ہوتا ہے مگر غیبت کرنیوالا
خدا کے نزدیک رسوا ہوتا ہے اور فرشتون اور انبیا کے سامنے ذلت اوٹھاتا ہے پس اگر آدمی اوسکے انجام کو

سوچے کہ کسطرح کی حسرت اور ذلت اور خجالت قیامت کے دن اوٹھانی پڑیگی جب دوسرے کے گناہ اوسکے سر پڑینگے اور یہ بھاری گٹھری لیکر دوزخ مین ڈالدیا جاویگا تو اسطرح کا خوف دلمین سماوے گا کہ پھر کسی آدمی کے بتانے کو دل نچاہیگا اسلیے کہ دنیا مین دوسرے کو بنانا صرف چند آدمیون کے سامنے ہوگا اور دنیا کی رسوائی تمام خلق کے سامنے ہوگی اوسوقت دوسرا شخص اپنی غیبت کنندہ کو دیکھیگا کہ گدھے کیطرح بوجھ لدا ہوا دوزخ مین چلا جاتا ہے تو وہ اس رسوائی کو دیکھکر خوش ہوگا اور کہیگا کہ ہنسی کا مزا پایا دیکھو خدا نے میری کیسی مدد کی اور کیسا بدلا لیا اور اگر باعث رحمت غیبت کرتا ہے کہ دوسرے کے گناہ پر اسکو رحم آیا اسواسطے منہ سے غیبت نکلی تو رحم کہانا کسیکی مصیبت پر تو اچھا ہے مگر شیطان چونکہ انسان کا حاسد ہے وہ ایسا کلمہ منہ سے نکلوا دیتا ہی جس سے اوس مرحوم کے گناہ کم ہوجاوین اور غیبت کنندہ کے ذمہ پڑین پس اسصورت مین اگر سچ پوچھو تو وہ مرحوم و قابل رحم نرہا اسلیے کہ اوسکی خطا کا نقصان غیبت کنندہ کی نیکیون سے جاتا رہا بلکہ اب قابل رحم غیبت کنندہ ہے کہ بیچارہ کو کیسی کی دینی بڑی ثواب کا ثواب گیا اور نیکیان کم ہوگئین اسیطرح اگر غصہ اللہ کیواسطے کیا جاتا ہے تو موجب غیبت نہین ہوتا مگر شیطان فریب دیکر اوس غصہ کا ثواب کھونیکے لیے منہ سی ایسی بات نکلوا دیتا ہی جس سے ناراضمندی خالق ہوا اور تعجب سے جو غیبت آدمی کرتا ہے تو چاہیے کہ اپنے نفس پر تعجب کرے کہ دوسرے کے دین مین دنیا کے واسطے کیسے اپنا دین برباد کردیا اور اسپر طرہ یہ ہے کہ دنیا کی عذاب سے بھی بالکل امن نہین کیونکہ ہوسکتا ہے کہ جیسے اسنے دوسرے کا ہتک کیا خدا تعالی اسکا کیا اسکے آگے لاوے اور یہ بھی ویسا ہی ہوجاوے خلاصہ یہ کہ سب سببون کا علاج صرف انجام کا جان لینا ہے کہ یہ باتین مذکورہ بالا اوسکی دلمین جمجاوین پس جس کسی کا ایمان ان سب باتون پر پکا ہوگا اوسکی زبان بیشک غیبت سے باز رہیگی

بیان پانچوان اس امر کا کہ دل سے بھی غیبت کرنی حرام ہے

واضح ہو کہ بدگمانی حرام ہے جسطرح کہ برا کہنا ناجائز ہے مثلاً جیسا دوسرے کی غیبت زبان سے ذکر کرنی نچاہیے ویسا ہی یہ بھی نچاہیے کہ دلمین اوسکی طرف سی بدگمانی کرے اور بدگمانی سے ہماری غرض یہ ہے کہ دل سے قصداً دوسرے کو بد سمجھنا چاہیے اگر کسی کی برائی خواطر اور حدیث نفس کے طور پر گذر جاوے تو وہ معاف ہے بلکہ شک بھی عفو مین داخل ہے ممنوع جو چیز ہے وہ ظن ہے یعنے دل کا میلان بدی کیطرف جسکی واسطے اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ اور سوء ظن کے حرام ہونیکی یہ وجہ ہے کہ اسرار قلوب کو سوا علام الغیوب کے اور کوئی نہین جانتا پس بندہ کو نہین پہونچ سکتا کہ دوسرے کیطرف سے بدی کو دلمین جمالے ہان اوس صورت مین کہ بدی کا معاینہ ایسی طرح پر ہوجاوے جسمین محل تاویل نرہے تو البتہ اوسکے خلاف دلمین جمنا و شوار ہے مگر جب تک کسی کا حال نہ دیکھا ہو

نہ سنا خواہ دلمین اوسکی طرف سے بدگمان ہونا کام شیطان کا ہے ایسی صورت مین اوس اعتقاد کو جھوٹا
کرنا چاہیے اور اس وسوسہ شیطانی کی تکذیب کردے یہ کہنا چاہیے یہ بڑا فاسق ہے اور فاسق کی خبر ماننے کا
حکم نہین جیسا کہ اللہ تعالے فرماتا ہے یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنْ جَاۗءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْۤا اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ
اس سے معلوم ہوا کہ شیطان کی خبر کو سچ نجاننا چاہیے اور اگر اسکے ساتھ کچھ بات ایسی بھی ہو جس سے کہ اعتقاد
فاسد ٹھہرتا ہو یا خلاف کا احتمال نکلتا ہو تب تو بطریق اولی سچ نماننا چاہیے کیونکہ ممکن ہے کہ فاسق خبر سچ
ہی کہتا ہو لیکن بالتحقیق اوسکی تصدیق کیسے ہوسکتی ہے فرض کرو کہ ایک شخص کے منہ سے شراب کی بو آتی ہے
تو اوسپر حد شراب کی جاری نہوگی اسلیے کہ ہوسکتا ہے کہ شراب سے کلی کی ہو یا غرارہ کیا ہو یا زبردستی کسی نے
منہ مین لگا دی ہو اور پیا نہو پس احتمالات کی ہوتے ہوئے تصدیق قلبی کرنی اور مسلمان پر سوءظن کرنا نچاہیے
چنانچہ حدیث شریف مین ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ مِنَ الْمُسْلِمِ دَمَهٗ وَمَالَهٗ وَاَنْ یَّظُنَّ بِهٖ ظَنَّ السَّوْءِ
اس سے معلوم ہوا کہ جن دلیلون سے مال اور خون مباح ہوتا ہے اونہین دلیلون سے سوءظن بھی مباح ہوتا ہے
یعنی جب آنکھ سے دیکھ لے یا گواہ عادل سے ثابت ہوا ور جب اسطرح نہوا ور بدگمانی کا خطرہ دلمین آوے تو اوسکو
نفس سے دور کرنا چاہیے اور نفس کو سمجھانا چاہیے کہ اس شخص کا حال تجھسے آج تک مخفی رہا ہے اور جس وجہ
سے تو اب سوءظن کرتا ہے اوسمین بھی احتمال خیر و شر کا ہے پس بفایدہ شر کیطرف جانا اور اوسی کا وسواس دلمین
لانا کیا ضرور ہے اب اگر یہ کہو کہ شک تو آدمی کے دلمین خلجان کرتی ہی رہتے ہین اور حدیث نفس بھی آتی ہی
رہتی ہے تو ظن کو ہم کسطرح جانین کہ اس چیز کا نام ظن ہے اوسکی علامت تبلانی چاہیے تو معلوم کرو کہ ظن کے
مستقل و مستحکم ہونیکی یہ علامت ہے کہ پہلے سے جسطرح کا اعتقاد ایک شخص کی ساتھ ہو ظن کے ہوتے ہوئے
وہ بات نرہی بلکہ اوس سے کسی قدر نفرت دلمین سما جاوے اور اگر پاس بیٹھے تو گران معلوم ہو عنایت اور
مہربانی و اکرام و تعظیم مین سستی کرنے لگے اور اگر وہ کچھ گناہ کرے تو اوسکا رنج نہو یہ نشان استحکام ظن کے ہین
اسنے جان لے کہ مجھکو دوسرے کی نسبت سوءظن ہے ایک حدیث شریف مین مذکور ہے ثَلَاثٌ فِی الْمُؤْمِنِ
وَلَهٗ مِنْهُنَّ مَخْرَجٌ فَمَخْرَجُهٗ مِنْ سُوْءِ الظَّنِّ اَنْ لَّا یُحَقِّقَهٗ یعنی سوءظن سے نکال کی صورت یہی کہ ظن کو
ٹھہرنے اور جمنے نہ دے نہ دل مین نہ اعضاء ظاہری مین دلمین جمنے کی صورت تو یہ ہے کہ اوسکے باعث نفرت
اور کراہت کرنے لگے اور اعضاء ظاہری مین یہ صورت ہے کہ اونسے بھی اعمال دل کے ظن کے موافق صادر
ہون غرضکہ شیطان ادنے سی بات مین لوگون کی برائی دلمین ڈالدیتا ہے اور ساتھ ہی اوسکی یہ بھی تعلیم
دلمین ڈالتا ہے کہ تمنے کیا خوب جلد دوسرے کو جان لیا کیسے عقیل اور ذکی ہین اور کیون نہو مومن تو خدا
کے نور سے دیکھا کرتا ہے حالانکہ حقیقت مین شیطان کے دھوکے سے دیکھتا ہے اوسکا اندھیرا آنکھ مین چھایا ہوا ہے

بیان نور چند اگمان البتہ اگر کوئی گواہ عادل کچھ خبر سنا دے اور دل اوسکی تصدیق کیطرف مائل ہو تو
معذور ہے اس لیے کہ اگر اوس عادل کو جھوٹا سمجھیگا تو اوسکی نسبت سوءظن ٹھہرتا ہے اور ایسی جگہ ترجیح بلا مرجح
ہو نہین سکتی کہ ایک کیطرف سوءظن ہو اور دوسرے کیطرف حسن ظن تو ایسی صورتمین آدمی کو چاہیے کہ اس بات کی
تلاش کرے کہ اون دونون مین عداوت یا حسد وغیرہ تو نہین کہ تہمت کو دخل ہو اور تہمت کی باعث
باپ اگرچہ عادل ہو اوسکی گواہی بیٹے کے نفع کے لیے شرعاً جائز نہین اور اوسی سبب دشمن کی شہادت
غیر مقبول ہے پس جب تک یہ اچھی طرح معلوم نہو تب تک عادل کی خبر پر بھی توقف چاہیے نہ اوسکو سچا جانے
نہ جھوٹا بلکہ دلمین یہ سوچے کہ جس شخص کا حال اسنے کہا ہے اب تک بدستور سابق مجھکو اوسکا کچھ علم نہین
ہوا جیسا پہلے تھا ویسا ہی ہے اور بعض اوقات آدمی ظاہر مین عادل تو ہوتا ہے اور اوسمین اور دوسرے
شخص مین عداوت وغیرہ بھی نہین ہوتی مگر اسکی عادت اسطرح کی ہے کہ لوگونکی برائی کیا کرتا ہے لوگ [illegible]
اوسکے اعمال کو دیکھکر جانتے ہین کہ یہ شخص عادل ہے مگر واقع مین عادل نہین ہے اسلیے کہ غیبت کرتا ہے اور
غیبت کنندہ فاسق ہوتا ہے جسکی عادت غیبت کی ہوتی ہے اوسکی گواہی نہین چاہیے مگر لوگون کو غیبت کے
باب مین ایسی سہل انگاری ہے کہ اسکی کچھ پروا نہین کرتے ایک دوسری کی برائی کرتے رہتے ہین خلاصہ
کہ جب کسی مسلمان کیطرف سوءظن دلمین ہو تو آدمی کو چاہیے کہ پہلے کی نسبت اوسکی مراعات زیادہ کرے
اور اوسکے لیے دعای خیر کرے اس سے سوءظن جاتا رہیگا اور شیطان کو برا معلوم ہوگا پھر کبھی کسی کیطرف سے
سوءظن دلمین نہ ڈالیگا اس ڈر سے کہ مبادا یہ اوسکے لیے دعا خیر اور زیادتی رعایت مین مصروف ہو جاوے
اور جب کبھی کسی شخص مسلمان کی لغزش دلیل سے پایہ ثبوت کو پہونچ جاوے تو اوسوقت چاہیے کہ شیطان
کے فریب مین آکر اوسکی غیبت نہ کرنے لگے بلکہ اوسکو خفیہ نصیحت کرے اور نصیحت مین بھی یہ خیال رہے
کہ اس بات کی خوشی ظاہر نہو کہ ہمکو دوسرے کا دینی عیب معلوم ہو گیا اور ہمکو رتبہ وعظ و نصیحت حاصل ہو ہمارا
مرتبہ اس سے بڑا ہے اسکو ہماری تعظیم چاہیے بلکہ جسطرح اپنے آپ مین کوئی نقصان دینی ہونے سے رنج ہوتا ہے
ویسا ہی رنج کرکے یہ قصد کرے کہ یہ گناہ اوس سے چھوٹ جاوے اور بدل یہی اچھا معلوم ہو کہ بدون میرے
نصیحت کیے وہ راہ راست پر آجاوے جب اسطرح پر آدمی کام کریگا تو تین ثواب کا مستحق ہوگا اول دوسرے کو
نصیحت کرنیکا دوم اوسکی خطا پر غم کرنیکا سوم دین پر اوسکی مدد کرنے کا اور جاسوسی کرنا بھی سوءظن کا نتیجہ
ہے یعنے جب کسی کی طرف سے کچھ ظن ہوتا ہے تو دل کو اوسپر قناعت نہین ہوتی درپے تحقیق ہو کر اوسکے
حال کی جاسوسی کرتا ہے یہ بھی ممنوع ہے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے ولا تجسسوا ایک ہی آیت مین غیبت
اور سوءظن اور تجسس کو منع فرمادیا اور جاسوسی کے یہ معنی ہین کہ جو شخص مستور الحال ہے معلوم نہین کہ کیا کرتا ہے

اوسکے حال کے دریافت کے درپے ہونا اور اوسکی خفیہ واقعات کی تلاش مین پڑنا یہانتک کہ اوسکے ایسے حال معلوم ہو جاوین کہ اگر وہ نہ معلوم ہوتے تو دل و دین کے لیے بہتر ہوتے اور علم جاسوسی کا اور اوسکی حقیقت مفصل باب امر بالمعروف مین گذر چکی ہے وہان دیکھنا چاہیئے ۱۲

چھٹا بیان اون عذرونکا جنکے سبب غیبت درست ہے

جاننا چاہیے کہ اگر دوسرے شخص کی برائی بیان کرنے مین شرعًا کوئی مقصود صحیح ہو تو اوس غیبت کا گناہ نہین ہوتا اور وہ چھ باتین ہین اول ظلم کی دادرسی کے لیے غیبت کرنی مثلًا مظلوم آدمی اگر حاکم اعلے سے کہے کہ فلان حاکم ادنی نے میرے اوپر ظلم کیا یا خیانت کی یا رشوت لی تو یہ داخل غیبت نہین کیونکہ بدون اسکی دادرسی نہین ہوگی مگر سوا مظلوم کے اور کوئی شخص ایسا کہے تو غیبت ہوگی مظلوم کو ظالم کا برا کہنا درست ہے چنانچہ حدیث شریف مین ہے کہ اِنَّ لِصَاحِبِ الْحَقِّ مَقَالًا اور مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ اور لَيُّ الْوَاجِدِ يُحِلُّ عُقُوبَتَهُ وَعِرْضَهُ دوسرے یہ کہ بری بات کو دور کرنے کے لیے یا گناہگار کے راہ راست پر آنے کے لیے استعانت منظور ہو جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ جب آپ حضرت عثمان یا حضرت طلحہ کے پاس کو گذرے تو السلام علیکم کہا اونہون نے جواب نہ دیا آپنے اونکی شکایت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خود تشریف لیجا کر صلح کرا دی تو یہ شکایت صحابہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک داخل غیبت نہ تھی کیونکہ اس سے مقصود اوسکی صلح تھی اسیطرح جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خبر پہونچی کہ شام کے ملک مین ابو جندل نے شراب خواری شروع کر دی ہے تو اونکو یون لکھا بسم اللہ الرحمن الرحیم حٰمٓ تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيدِ الْعِقَابِ اونہون نے اسکے پڑھتے ہی توبہ کی تو جس شخص نے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ ماجرا کہا تھا بطور غیبت نہین کہا تھا اور نہ آپ نے اوسکو غیبت تصور کیا بلکہ اوس کا مقصود یہ تھا کہ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سنینگے تو اس حرکت کو برا جانکر اونکو نصیحت فرماوینگے اور اس باب مین جیسی آپکی نصیحت کارگر ہوگی دوسرے کی نہوگی اور ایسا ہی ہوا غرضکہ مقصود صحیح شرط ہے ورنہ غیبت کے حرام ہونے مین کیا کلام ہے تیسرے یہ کہ کسی مسئلہ مین حکم شرع پوچھنا منظور ہو مثلًا مفتی سے جاکر سوال کرے کہ میرے باپ بھائی یا زوجہ وغیرہ نے مجھپر ظلم کیا ہے مجھکو کیا کرنا چاہیے جو اس ظلم سے رہائی پاؤن اور اسمین بھی احتیاط یہی ہے کہ کنایۃً استفسار کرے مثلًا یون پوچھے کہ آپ اس باب مین کیا ارشاد فرماتے ہین کہ ایک شخص پر اوسکے کسی رشتہ دار نے ظلم کیا تو اوسکو کیا کرنا چاہیے اور اگر اسکے علاوہ کے باعث تصریح اور تعیین بھی کریگا تو جائز ہے چنانچہ روایت ہے کہ ہند عتبہ کی بیٹی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین اپنے شوہر کی شکایت کی کہ ابو سفیان مرد بخیل ہے مجھکو اسقدر نہین دیتا کہ مجھکو اور اولاد کو کافی ہو

اگر اجازت ہو تو مین اوس سے چھپا کر لے لیا کرون آپ نے فرمایا کہ جسقدر ٹھیک ٹھیک تجکو اور تیری اولاد
کو کافی ہو اوسقدر لے لیا کر تو باوجودیکہ اوسنے اپنے شوہر کا بخل اور ظلم ذکر کیا مگر آپ نے اوسکو منع نہین فرمایا
کیونکہ غرض اوسکی مسئلہ کا دریافت کرنا تھا چوتھی یہ کہ کسی مسلمان کو شر سے بچانا منظور ہو مثلاً جب کسی فقیہ
دیندار کو دیکھا کہ ایک بدعتی یا فاسق کے پاس آتا جاتا ہے اور یہ خوف ہوا کہ کہین اوسکی بدعت یا فسق مین
یہ بھی مبتلا نہو جاوے تو جائز ہے کہ اوس بدعتی یا فاسق کی بدعت وفسق کا اظہار اوس فقیہ سے کردے اس
غرض سے کہ اوسکا اثر اوسمین نہو جاوے اور کسیطرح جائز نہین اسلیے کہ اسمین دہوکا بھی ہوجاتا ہے کیونکہ کبھی
حسد کے سبب سے دوسرے کی بدعت وفسق کہنے کی نوبت آتی ہے اور شیطان یہی سوجھاتا ہے کہ لوگونکا بچاؤ
اس بدعتی و فاسق سے منظور ہے ایسا ہی اگر کوئی کسی شخص کو نوکر رکھنا چاہتا ہے اور اوس نوکر کا عیب آقا
کے کسی دوست کو معلوم ہے تو اوسکو چاہیے کہ آقا سے اوسکا حال کہدے گو اسمین نوکر کا ضرر ہے مگر آقا کی فایدہ
پر اور نقصان نہونے پر اول لحاظ چاہیے اسیطرح اگر کوئی حاکم گواہی کے باب مین کسی کا حال پوچھے کہ یہ
شخص گواہ کیسا ہے عادل ہے یا نہین تو اوسوقت بھی اگر اوسکی برائی معلوم ہو تو بیان کردینی چاہیے
اسلیے کہ گواہونکی گواہی پر دار مدار مقدمہ کا ہوتا ہے اگر یہ سچ نکہے گا تو کیا عجب ہے کہ دوسرے کا نقصان
ہوجاوے ایسا ہی اگر کوئی شخص نکاح کے باب مین خواہ ودیعت رکھنے کے باب مین دوسرے کا حال پوچھے
تو جیسا جانتا ہو ویسا ہی کہے اسصورت مین اظہار عیب داخل غیبت نہین اسواسطے کہ مقصود خیرخواہی مشورہ
چاہنے والے کی ہے نہ دوسرے کو برا کہنا اور اسی لحاظ سے اگر یہ جانے کہ میرے صرف منع کرنے سے یہ باز رہیگا
تو فقط یہی کہدے کہ ایسا مناسب نہین معلوم ہوتا اور اگر یہ جانے کہ بدون دوسرے کی برائی زبان پر لائے
یہ ہرگز باز نہ آویگا تو اوسوقت اوسکا حال صاف صاف کہدے چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہے اترغبون
عَنْ ذِكْرِ الْفَاجِرِ بِمَا فِيهِ اهتكوه حتى يعرفه الناس اذكروه بما فيه حتى يحذره الناس اور اکابر سلف کا قول ہے
کہ تین آدمیونکی برائی کرنی غیبت نہین ہے اول امام ظالم دوم بدعتی سوم فاسق معلن پانچوین یہ
کہ کوئی شخص ایسے لقب سے معروف ہو گیا ہو جسمین کوئی عیب ہو جیسے لنگڑا یا اندہا یا گنجا وغیرہ تو اسصورت مین
بھی گناہ نہین احادیث کی روایت مین ایسا پایا جاتا ہے مثلاً روے ابو الزناد عن الاعرج وسلیمان عن
الاعمش اور ضرورت کے واسطے علمانے ایسا کیا کہ مقصود تصریح راوی کی تھی اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ
لقب اونکے ایسے ہو جاتے ہین کہ اونسے وہ لوگ برا نہین مانتے تاہم ایسے القاب کو کنایۃ بولنا بہتر ہے اسیواسطے
اندہے کو بصیر کہا کرتے ہین کہ نقصان کا ذکر نہ آوے چھٹے یہ کہ جسکی برائی کرین وہ فاسق معلن ہو یعنے
فسق علانیہ کرتا ہو کسی پر اوسکی برائی مخفی نہو جیسے مخنث یا شراب خوار یا بھنگڑ یا لوگون کو ڈانڈ لینے والے

لنظاہر طور پر یہ کام کرتے ہون اور اگر کوئی اونکی یہ خطا بیان کرے تو برا نمانتے ہون تو ایسے لوگونکی غیبت جائز ہے چنانچہ حدیث شریف مین ہے کہ مَنِ الْقٰی جِلْبَابَ الْحَیَاءِ عَنْ وَجْهِهٖ فَلَا غِیْبَةَ لَهٗ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ فاجر کی کچھہ حرمت وعزت نہین یعنی جو شخص کہ کھلم کھلا بدکاری کرتا ہے اوسکو برا کہنے سے ہتک عزت اور داخل غیبت نہین الا جو چھپا کر کرتا ہے اوسکی حرمت کی رعایت چاہیے اور صلت بن طریف کہتے ہین کہ مینے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ اگر مین فاسق معلن کی برائی کرون اور جو بات اوسمین ہے اوسکو بیان کرون تو غیبت ہوگی یا نہین اونہون نے فرمایا کہ غیبت تو نہین مگر کچھہ بزرگی بھی نہین اور یہ بھی اونہین کا قول ہے کہ تین شخصونکی برائی غیبت نہین صاحب ہوا نفسانی اور فاسق معلن اور امام ظالم کیونکہ یہ لوگ اپنے افعال ظاہر کرکے کرتے ہین بلکہ اکثر اوقات اونسے فخر کرتے ہین تو برا کیون ماننے لگے تھے ہان جو بات چھپا کر کرتے ہون اوسکے ذکر سے البتہ گناہ ہوگا اور عوف رحمہ اللہ لکھتے ہین کہ مینے ایکبار حضرت ابن سیرین کی خدمت مین حاضر ہوکر حجاج بن یوسف کو برا بھلا کہا تو انہون نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ حاکم عادل نے جیسا حجاج سے انتقام اوسکے ظلم کا لے گا ایسا ہی کوئی اوسکی غیبت کرتا ہے اوس سے اوسکا عوض لیگا اور یاد رکھو کہ کل کو جب اوسکے سامنے جاؤگے تو تمہارا یہ چھوٹا گناہ حجاج کے بڑے گناہوں سے بھی سخت معلوم ہوگا

ساتوان بیان غیبت کے کفارہ کے ذکر مین

غیبت کنندہ پر لازم ہے کہ غیبت سے توبہ کرے اور نادم ہوکر اپنے فعل پر تاسف کرے تاکہ اللہ تعالیٰ کے حق سے بری الذمہ ہو پھر جس شخص کی غیبت کی ہے اوس سے معاف کرا دے تاکہ اوسکی حق سے بھی بری ہو مگر حزین اور نادم اور متاسف ہوکر قصور معاف کراوے اسلیے کہ ریاکار آدمی اسلیے بھی عفو کی خواہان ہوتے ہین کہ کوئی اونکو پرہیزگار جانے حالانکہ دلمین ذرا ندامت کا نام نہین ہوتا تو اس سے ایک دوسرا گناہ ہوتا ہے اور حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ جس شخص کی غیبت کی ہی اوسکی حق دعا مغفرت کافی ہے معاف کرانیکی ضرورت نہین اور اسکی وجہ اس حدیث کو کہتے ہین جو انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کَفَّارَةُ مَنِ اغْتَبْتَهٗ اَنْ تَسْتَغْفِرَ لَهٗ اور حضرت مجاہد رض فرماتے ہین کہ کفارہ کسی کے گوشت کہانیکا یہی ہے کہ اوسکی ثنا کرے اور اوسکے لیے دعاء خیر کرے اور عطاء بن ابی رباح سے پوچھا گیا کہ غیبت سے توبہ کس طرح ہوتی ہے اونہون فرمایا کہ اسطرح ہے کہ جسکی غیبت کی ہے اوسکے پاس جاوے اور کہے کہ جو کچھہ مینے کہا تھا جھک مارا تھا تیرے حق مین ظلم و زیادتی ہوئی اب مین حاضر ہون چاہو مجھسے بدلا لو چاہو معاف کردو اور یہی قول عطاء کا اصح ہے اور یہ جو بعض

لوگ کہتے ہین کہ آبرو کا کچہ عوض نہین اوس سے عفو چاہنا واجب نہین جیسا مال کی صورت مین معاف کرانی کی ضرورت ہوتی ہے تو یہ ایک قول پوچ ہے اسلیے کہ آبرو ایسی چیز ہی کہ اوسکے واسطے گالی مین سزا دیجاتی ہے اور بازپرس ہوتی ہے بلکہ حدیث شریف مین اسکی تصریح ہے موجود ہے کہ آپنے فرمایا مَن كَانَتْ لِأَخِيهِ عِندَهُ مَظْلَمَةٌ فِي عِرْضٍ أَوْ مَالٍ فَلْيَتَحَلَّلْهَا مِنْهُ مِن قَبْلِ أَن يَأْتِيَ يَوْمٌ لَيْسَ هُنَاكَ دِينَارٌ وَلَا دِرْهَمٌ إِنَّمَا يُؤْخَذُ مِنْ حَسَنَاتِهِ فَإِن لَّمْ تَكُن لَهُ حَسَنَاتٌ أُخِذَ مِن سَيِّئَاتِ صَاحِبِهِ فَزِيدَتْ عَلَى سَيِّئَاتِهِ اور حضرت عائشہؓ نے ایک عورت کو فرمایا جسنے کہ دوسری عورت کو کہا تہا کہ بڑے لنبے دامن والی ہے کہ تونے اوسکی غیبت کی اوس سے اپنا قصور معاف کرا اس سے معلوم ہوا کہ عفو کرانا بیشک چاہیے بشرطیکہ ممکن ہو اور اگر وہ شخص مفقود الخبر ہو یا مر گیا ہو تب البتہ اوسکے لیے زیادہ تر دعا خیر کرے اور اوسکو نیکیون کا ثواب بخشا کرے اب باقی رہا یہ کہ معاف کرنا دوسرے کے ذمہ واجب ہی یا نہین تو اوسکا حال یہ ہے کہ واجب تو نہین اسلیے کہ یہ ایک طور کا احسان کرنا ہے البتہ مستحب ہے اگر معاف کر دے گا تو ثواب پاویگا ورنہ مستحق عتاب نہین اور معاف کرانیکی سبیل یہ ہے کہ اوس شخص کی خوب سی تعریف کرے اور اوس سے دوستی پیدا کرے اسیطرح روز مرہ کرتا رہے یہانتک کہ اوسکا دل اسکی طرف سے صاف ہو جاوے اور قصور معاف کرے اور اگر بالفرض طبیعت صاف نہو گی تب بہی اسکا عذر کرنا اور دوست بنجانا خالی ثواب سے نہوگا عجب کیا ہے کہ غیبت کی مقابلہ مین یہی نیکی ہو جاوے اور بزرگان سلف مین سے بعضے لوگ معاف نہین کیا کرتے تہے چنانچہ حضرت سعید بن مسیب فرماتے ہین کہ جو شخص مجہپر زیادتی کرتا ہے مین اوسکو معاف نہین کرتا اور حضرت ابن سیرین فرماتے ہین کہ غیبت کو کچہ مینے تو حرام کیا ہی نہین خدا تعالی نے حرام کیا ہے پس مین معاف کر کے اوسکو حلال کیون کرون اب اگر کوئی یون کہے کہ یہ جو حدیث شریف مین وارد ہے کہ کیا تم مین سے کسی سے نہین ہو سکتا کہ مثل ابی ضمضم کے ہو جاوے وہ جب گہر مین سے نکلتا تہا تو کہتا تہا کہ الہی مینے لوگون پر اپنی آبرو خیرات کر دی تو آبرو کا صدقہ کر دینا کیسے ہوتا ہے اور اگر یہ صدقہ جائز ہو تو ایسے شخص کو لوگ برا بہلا کہہ سکتے ہین یا نہین اور اگر صدقہ نا جائز ہو تو حدیث مین اس کی ترغیب کیون ہے تو اوسکا جواب یہ ہے کہ معنے ابی ضمضم کے قول کے یہ ہین کہ مین قیامت کو اسکا طالب نہوگا کہ فلانے نے میری غیبت کی تہی اوس سے میرا حق دلاوے اور اس کہنے سے نہ تو غیبت ایسے شخص کی جائز ہے اور نہ گناہ سے بری ہو سکتا ہے اسواسطے کہ پہلے وجوب سے عفو کے کیا معنی بلکہ یہ ایک وعدہ کی سی صورت ہی کہ اگر کوئی مجہکو برا کہیگا تو مین قیامت مین خصومت نکرونگا پس اگر وہ اس عہد سے پہر جاوے اور اپنے حق کا طالب ہو تو مثل اور حقوق کے یہ بہی ہو سکتا ہے چنانچہ فقہا نے اسکی تصریح

فضیحت کردی ہے کہ جو کوئی اپنے آپ کو گالی دنیا لوگون کے لیے مباح کردے تو اس سے اوسکا حق
ساقط نہین ہوتا اور آخرت کے حقوق ایسے ہی ہین جیسے دنیا کے حاصل یہ کہ معاف کرنا افضل ہے
حضرت حسن یہ فرماتے ہین کہ جب قیامت کے روز تمام قومین اللہ عزوجل کے سامنے گھٹنون کے بل
پڑی ہوئی ہونگی اوسوقت سرادقات کبریائی سے ندا ہوگی کہ جسکی مزدوری اللہ جل شانہ پر باقی ہو وہ اٹھے
اوسوقت صرف وہی لوگ اوٹھینگے جنہون نے دنیا مین لوگونکے قصور معاف کیے ہونگے اور اللہ جل شانہ
فرماتا ہے خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی
تفسیر حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھی اونہون نے فرمایا کہ یون حکم ہے کہ جو شخص تم پر ظلم کرے اوسکو
معاف کرو اور جو تم سے نہ ملے اوس سے خود ملو اور جو تمکو نہ دے اوسکو دو اور ایک شخص نے حضرت
حسن سے کہا کہ فلان شخص نے آپکی غیبت کی ہے تو آپ نے غیبت کنندہ کے پاس کچھ خرمای تر ایک
طباق مین بھیجے اور کہلا بھیجا کہ مین نے سنا ہے تم نے اپنی نیکیون مین سے کچھ مجکو ہدیہ کی ہین تو مین نے
اوسکا بدلہ چاہا مگر چونکہ پورا عوض نہین ہوسکا اس لیے جسقدر ہوسکا مکافات کی معذور رکھنا

سولھوین آفت چغلی ہے اللہ تعالی فرماتا ہے هَمَّازٍ مَشَّاءٍ بِنَمِيمٍ پھر فرمایا عُتُلٍّ بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيمٍ
عبداللہ بن المبارک فرماتے ہین کہ زنیم کے معنے ہین وہ ولد الزنا جو بات نہ چھپاوے اور اس آیت سے
اونہون نے یہ بھی استنباط کیا ہے کہ جو شخص بات نہ چھپاوے اور چغلی کہاوے وہ ولد الزنا ہی اور نیز
فرمایا اللہ جل شانہ نے وَيْلٌ لِكُلِّ هُمَزَةٍ لُمَزَةٍ اس آیت مین ہمزہ سے بعضون نے چغل خور مراد لیا ہی اور فرمایا
حَمَّالَةَ الْحَطَبِ کہتے ہین کہ ابولہب کی بی بی چغل خور تھی تو معنے یہ ہونگے کہ حمالۃ للحدیث اور فرمایا
فَخَانَتَاهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللَّهِ شَيْئًا یہ آیت حضرت لوط اور حضرت نوح علیہما السلام کی بیبیون
کی شان مین ہے حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی جب کبھی اونکے یہان کوئی مہمان آتا قوم مین جاکر
خبر کردیتی وہ لوگ خبر پاکر اوس مہمان سے خواستگار لواطت ہوتی اور حضرت نوح علیہ السلام کی
بی بی لوگون سے کہتی کہ آپ مجنون ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ
نَمَّامٌ اور دوسری روایت مین نمام کی جگہ قتات ہی جسکے معنی بھی نمام ہی کے ہین اور حضرت ابوہریرہ
رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ آپ نے فرمایا اَحَبُّكُمْ اِلَى اللّٰهِ اَحَاسِنُكُمْ اَخْلَاقًا الْمُوَطَّئُوْنَ اَكْنَافًا الَّذِيْنَ يَأْلَفُوْنَ
وَيُؤْلَفُوْنَ وَاِنَّ اَبْغَضَكُمْ اِلَى اللّٰهِ الْمَشَّاؤُوْنَ بِالنَّمِيْمَةِ الْمُفَرِّقُوْنَ بَيْنَ الْاِخْوَانِ الْمُلْتَمِسُوْنَ لِلْبُرَاءِ الْعَثَرَاتِ اور
فرمایا کہ کیا مین تمکو سب سے زیادہ شریر نہ بتادون صحابہ علیہم السلام نے عرض کیا کہ آپ ارشاد فرماوین
وہ کون لوگ ہین آپ نے فرمایا کہ جو چغلی کہا کر دوستون مین بگاڑ کرتے ہین اور صاف

آدمیون کے عیب کی تلاش مین رہتے ہین اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مروی ہے کہ
آپ نے فرمایا مَنْ اَشَارَ عَلٰی مُسْلِمٍ بِكَلِمَةٍ يُشِيْنُهٗ بِهَا بِغَيْرِ حَقٍّ شَانَهُ اللّٰهُ بِهَا فِي النَّارِ فِي الْقِيَامَةِ اور یہ حدیث
بھی اونہین سے مروی ہے مَنْ شَهِدَ عَلٰی مُسْلِمٍ بِشَهَادَةٍ لَيْسَ لَهَا بِاَهْلٍ فَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ اور کہتے ہین
کہ سوم حصہ عذاب قبر کا چغلی سے ہوتا ہے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے یہ بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب جنت کو پیدا کیا تو اوسکو ارشاد ہوا کہ کچھ کہہ تو اوس نے
عرض کیا کہ جو شخص میرے اندر آویگا وہ سعید ہے اللہ جلشانہ نے ارشاد فرمایا کہ قسم ہے اپنی عزت و جلال
کی آٹھ قسم کے لوگ تجھہ مین نہین رہین گے ایک ہمیشہ شراب پینے والا دوم زنا پر اصرار کرنے والا سوم
چغل خور چہارم دیوث پنجم ظالم سپاہی چھٹا مخنث ساتوان قاطع رحم آٹھوان جو خدا کی قسم کسی کام کی
کرنے کے لیے کھاوے اور پھر قسم پوری نکرے اور کعب احبار رض سے روایت ہے کہ بنی اسرائیل مین
ایکسال خشکی ہوئی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کئی بار مینہ کے لیے دعا کی مگر نہ برسا خدا تعالیٰ نے وحی
بھیجی کہ دعا تمہاری اور تمہارے ساتھہ والونکی اسلیے مقبول نہین ہوتی کہ تم مین ایک چغل خور ہے
کہ وہ چغلی پر اصرار کرتا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ الٰہی وہ کون ہے مجکو بتلادے
تاکہ ہم اوسکو اپنے گروہ سے نکالدین ارشاد ہوا کہ اے موسیٰ مین چغلی سے منع کرتا ہون اور پھر مین
ہی چغلی کھاؤن پس سب ہمراہیون نے ایک ساتھہ توبہ کی اور باران رحمت نازل ہوا اور روایت ہے
کہ ایک شخص سات سو کوس بخیتہ چلکر ایک حکیم کے پاس آیا اور اوس سے کہا کہ چونکہ تمکو اللہ تعالیٰ نے
علم دیا ہے مین بنظر استفادہ سات باتین پوچھنے آیا ہون اونکا جواب شافی عنایت فرماؤ اول
سوال یہ ہے کہ آسمانون سے زیادہ بھاری کیا چیز ہے اوس نے جواب دیا کہ صاف آدمی پر بہتان
باندھنا اوس نے دوسرا سوال کیا کہ زمین سے زیادہ چوڑی کیا چیز ہے اوس نے کہا کہ حق اوس نے تیسرا
سوال پوچھا کہ پتھر سے زیادہ سخت کیا چیز ہے حکیم نے کہا کہ کافر کا دل اوس نے چوتھا سوال پوچھا کہ آگ
سے گرم کیا شے ہے جواب دیا کہ حسد اور حرص پانچوان سوال کیا کہ زمہریر سے زیادہ ٹھنڈی کیا چیز ہے
جواب دیا کہ کسی قریب رشتہ دار سے حاجت کا نہ پورا ہونا اوس نے چھٹا سوال کیا کہ سمندر سے زیادہ بے پروا چیز کیا ہے
حکیم نے کہا کہ جس دلمین فراغت ہو ساتوان سوال کیا کہ یتیم سے زیادہ کون ذلیل ہے اوس نے جواب دیا
کہ وہ چغل خور ہے جب اوسکا حال ظاہر ہو جاتا ہے تو یتیم سے زیادہ ذلیل ہوتا ہے اب تعریف چغلی کی اور
جو چیز اسکے دور کرنے کے لیے ضروری ہے اوسکو لکھا جاتا ہے واضح ہو کہ چغلی کی تعریف لوگون مین یہ مشہور ہے کہ
ایک آدمی دوسرے سے جا کر یہ کہدے کہ فلانا شخص تمکو یہ کہتا تھا اور چغلی واقع مین اسی پر منحصر نہین بلکہ تعریف

۱ جو شخص کسی مسلمان پر ایک لفظ سے اشارہ کرے تاکہ اوسکو ناحق عیب لگاوے اللہ تعالیٰ اوسی لفظ سے اوسکو قیامت کے دن دوزخ مین عیب لگاویگا ابن ابی الدنیا و طبرانی و ابن ماجہ و بیہقی در مکارم الاخلاق از ابو درداء سند مین عبد اللہ بن میمون ۱۲

۲ جو شخص گواہی دے کسی مسلمان پر ایسی بات کی کہ اوسکا اہل نہین تو چاہیے کہ تلاش کرے اپنا ٹھکانا دوزخ مین احمد و ابن ابی الدنیا ۱۲ بسند ضعیف بیہقی نے ۱۲

وصل یہ ہے کہ جس چیز کا ظاہر کرنا برا ہو اوسکو ظاہر کر دے خواہ جسکی طرف سے کہا ہے اوسکو برا لگی یا جس
سے کہا ہے اوسکو برا معلوم ہو خواہ کسی تیسری آدمی کو ناگوار گذرے اور ظاہر کرنا بھی خواہ قول سے ہو
یا لکھنے سے یا رمز و کنایہ سے اور جو چیز ظاہر کی ہے وہ بھی خواہ عمل ہو یا کلام خواہ عیب و نقصان دوسرے کا
ہو یا نہ ہو غرضکہ چغلی افشاء راز اور مکروہ بات کی اظہار کا نام ہے پس جب آدمی کی نظر لوگون کی حال پر پڑے تو چاہئے
کہ سکوت کرے مگر ایسی بات جسمین فائدہ کسی مسلمان کا یا دور کرنا کسی گناہ کا پایا جاتا ہو اوسمین البتہ بولنا چاہئے
مثلاً جب کسی شخص کو دیکھے کہ کسی کا مال لیے لیتا ہی تو چاہیے کہ اوسکی واسطے گواہی دے اسمین رعایت مال
والے کی ہوگی لیکن اگر کوئی اپنا مال چھپا کر رکھتا ہو اوسکو اگر ظاہر کر دیگا تو چغلی ہوگی اور اگر کسیکا عیب و
نقصان ذکر کرے گا تو دو گناہ ہونگی ایک غیبت کا دوسری چغلی کا اور باعث چغلی کا یا تو یہ ہوتا ہے کہ جسکی
بات کہی اوسکو کچھ برائی پہونچے یا یہ کہ جس سے بیان کرتا ہی اوسکی دوستی کا اظہار منظور ہو یا باتون مین
دل لگی کے طور پر مذکور ہو جاوے یا فضول و باطل بکنے کا شوق ہو بہر صورت جب کسی شخص کی سامنے اس
قسم کی کوئی چغلی پیش ہو مثلاً یون کہا جاوے کہ فلان شخص تمکو ایسا ایسا کہتا تھا یا تمہاری باب مین یہ
کی ہے یا تمہاری بگاڑ کی فکر مین ہے یا تمہاری دشمن سے ساز رکھتا ہی یا اور کوئی ایسی ہی بات کہے تو سننے والے کو
چھ باتین چاہیین اول تو یہ کہ اوسکو سچا نجانے کیونکہ چغل خور فاسق ہی اوسکی شہادت نامقبول ہے چنانچہ
اللہ تعالی فرماتا ہے یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَیَّنُوا أَن تُصِیبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ دوسرے یہ کہ
کہنے والے کو منع کرے کہ پھر میری سامنے ایسا مت کہنا اور اوسکو نصیحت کی راہ تبلا دے کہ یہ حرکت بیجا ہے
جیسا کہ قرآن مجید مین ہے وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنكَرِ تیسرے یہ کہ اوس سے اللہ کیواسطے بغض رکھے
کیونکہ اوس سے خدا تعالی بغض رکھتا ہے اور جس سے خدا بغض رکھے اوس سے بغض رکھنا واجب ہے چوتھی یہ کہ
غائب شخص سے صرف اسکی کہنے سے بدگمانی نکرے جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے اجْتَنِبُوا كَثِیرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ
الظَّنِّ إِثْمٌ پانچوین یہ کہ اوسکی کہنے سے درپے تحقیق و تلاش نہو اللہ تعالی فرماتا ہے وَلَا تَجَسَّسُوا چھٹے یہ کہ جس بات
سے کہ چغل خور کو منع کیا ہی اوسمین آپ مبتلا نہو مثلاً لوگون مین ذکر نکرے کہ فلان شخص نے مجھسے ایسا ایسا
کہتا تھا ورنہ غیبت اور چغلی ہوگی اور اسی سے اوسکو منع کیا تھا روایت ہی کہ ایک شخص حضرت عمر
بن عبد العزیز کی خدمت مین آیا اور ایک دوسرے شخص کا حال اونکی سامنے بیان کیا آپ نے فرمایا کہ
اگر تو کہے تو اس بات کو امتحان کرین اگر جھوٹ نکلی تو تو اس آیت کا مصداق ٹھہرے گا إِن جَاءَكُمْ
فَاسِقٌ بِنَبَإٍ اور اگر سچ نکلے تو اس آیت کا هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِیمٍ اور اگر کہے تو معاف کر دین اوسنے عرض کیا کہ یا امیر
المومنین مجھسے خطا ہوئی پھر کبھی ایسا نکرونگا معاف فرمائیے اور روایت ہے کہ ایک حکیم کا کوئی بھائی ہو کر

پاس آئی اور اوسکو کسی دوست کا کچھ حال کہا اونہون نے سنکر جواب دیا کہ تم بہت دنون کے بعد آئے اور تین بری باتین ساتھ لائے اول تو یہ کہ میرے دوست سے بغض پیدا کر دیا دوسرے میرا دل فارغ اور چین سے تھا اوسمین ایک تردد ڈالدیا تیسرے تمکو امین جانتا تھا اب بے اعتبار جاتا رہا اور روایت ہے کہ سلیمان بن عبدالملک کے پاس زہری بیٹھے ہوئے تھے اور اونکو پاس حضرت زہری بھی بیٹھے تھے اتنے مین ایک شخص آیا سلیمان نے اوس سے کہا کہ مینے سنا ہے کہ تو نے میرے حق مین ایسا ایسا کہا ہے اوس نے عرض کیا کہ یہ حرکت مجھ سے نہین ہوئی اور نہ مینے کچھ کہا سلیمان نے کہا کہ جسنے مجھ سے کہا ہے وہ سچا آدمی ہے زہری نے کہا کہ نمام سچا نہین ہوتا سلیمان نے کہا کہ واقع مین آپنے درست فرمایا اور اوس شخص سے کہا کہ سیج سلامت چلے جاؤ اور حضرت حسن کا قول ہے کہ مَنْ نَمَّ اِلَيْكَ نَمَّ عَلَيْكَ اسکا ترجمہ ہے جو شیخ سعدی رحمۃ اللہ فرماتے ہین

ہر کہ عیب دگران پیش تو آورد و شمرد		بیگمان عیب تو پیش دگران خواہد برد

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نمام سے بغض رکھنا چاہیے اور اوسکی قول کو معتبر اور سچا نجاننا چاہیے کیونکہ وہ جھوٹ اور غیبت اور غدر وخیانت اور بغض وحسد اور نفاق اور لوگون مین بگاڑ ڈالنے سے خالی نہین رہتا جس چیز کے پیوند کا خدا تعالے نے حکم فرمایا ہے اوسکو کاٹتا رہتا ہے وَيَقْطَعُوْنَ مَا اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ اور اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ اور چغل خور بھی ایسے ہی لوگون مین سے ہے اور حدیث شریف مین ہے اِنَّ مِنْ شِرَارِ النَّاسِ مَنِ اتَّقَاهُ النَّاسُ لِشَرِّهٖ اور چغل خور بھی ایسا ہی ہوتا ہے اور فرمایا لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ اسمین بعضون نے تو قاطع سے مراد قاطع رحم لی ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ اِس سے وہ شخص مراد ہے جو لوگون مین چغلی سے بگاڑ کرے اور حضرت علی رض کے سامنے ایک شخص نے دوسرے کی چغلی کی آپ نے فرمایا کہ ہم اسکی تحقیقات کر دیتے ہین اگر سچ بات ہوئی تو تجھ سے ناراض ہونگے اور اگر جھوٹ ہوئی تو سزا دینگے اور اگر چاہے تو معاف کر دین اوسنے عرض کیا کہ حضرت آپ معاف فرماوین اور محمد بن کعب قرظی سے کسی نے پوچھا کہ کونسی خصلت سے ایماندار کی قدر کم ہوتی ہے اونہون نے فرمایا کہ بہت باتین کرنی اور راز کی فاش کرنی اور ہر ایک کی بات مان لینی اور ایک شخص نے عبداللہ بن عامر سے اونکی عہد امارت مین پوچھا کہ مینے سنا ہے کہ فلان شخص آپ سے کہہ گیا ہے کہ مینے آپکو برا کہا ہے اونہون نے کہا کہ کہا تو ہے اوس نے کہا کہ جو کچھ وہ کہہ گیا ہے آپ مجھ سے ذکر کرین تاکہ مین اوسکا جھوٹ ظاہر کرون اونہون نے کہا کہ مجھے یہ منظور نہین کہ اپنی زبان سے اپنے آپکو گالی دون اسمین یہی کافی ہے کہ مین اوسکی بات سچ نجانون گا اور تم سے ملاقات نہین چھوڑونگا اور بعض علما سے منقول ہے کہ اون کے سامنے چغلی کا ذکر ہوا اونہون نے فرمایا کہ لوگون کو کیا ہوا ہے کہ یہ ایک قوم کی لوگون سے سچ بات پسند کرتے ہین یعنی چغل خور کا

جھوٹی بات کیون اچھی معلوم ہوتی ہے اور حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتی ہین ہما
یہ اعتقاد ہے کہ چغلی کی نسبت چغلی کا ہان لینا زیادہ بُرا ہے اسلیے کہ چغلی مین تو صرف بتلانا ہی ہے
اور ماننے مین اجازت پائی جاتی ہے کہ اور کہا کرا ور دونون مین بہت فرق اسلیے چغل خور سی کنارہ کرنا چاہیے
کیونکہ اگر بالفرض اوسکا قول صحیح ہی تب بھی کمینگی سے خالی نہین کہ اوسنے حرمت کی حفاظت
نہ کی اور عیب پوشی کو کاربند نہوا اور ایک حدیث مین ہے کہ الساعی بالناس بغیر رشدہ یعنی
چغل خور حلال زادہ نہین ہوتا اور ایک شخص سلیمان بن عبدالملک کی پاس آیا اور زیاد الاعجم کی
چغلی کی سلیمان نے دونون کو صلح کے واسطے اکٹھا کیا تو زیاد اوس شخص کیطرف مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ

یہی شرط مروت تھی و دیانت اوسکو کہتے ہین		امانت مین خیانت کی جو جیہ بولی سو سب آہی

اور ایک شخص نے عمرو بن عبید سے کہا کہ تمہارا رفیق اسواری ہمیشہ اپنی مکانات مین تمکو برا کہا کرتا ہی اونہون
نے جواب دیا کہ بڑے تعجب کی بات ہی کہ تو نے نہ تو اوسکی رفاقت اور ہمنشینی کا حق سمجھا کہ بری کہنی لگا
اور نہ میرا حق خیال کیا کہ مجھکو اوسکا حال ایسا بتلایا جو مجھکو نہ معلوم ہو خیر اگر یون ہی ہے تو اوس سے
کہدینا کہ موت ہم دونونکو آوی گی اور قبر ہم دونونکو کھپا وے گی اور قیامت مین اکٹھے ہونگے
اور احکم الحاکمین فیصلہ فرمائے گا اور منقول ہی کہ بعض چغل خورون نے صاحب بن عباد کو ایک پرچہ
لکھا کہ جو یتیم آپ کی تربیت مین ہے اوسکی پاس مال بہت ہی اگر داخل خزانہ ہو تو مناسب ہے اونہون نے
اوس پرچہ کی پشت پر لکھا کہ چغلی بہت بری چیز ہے گو درست ہی کیون نہو خدا تعالی مرد متوفی
پر رحمت کرے اور یتیم کو عوض عنایت فرماوے اور اوسکے مال کو بڑہاوے اور چغل خور پر لعنت کرے
اور حضرت لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو فرمایا کہ تجکو ایسی عادتین سکھا دیتا ہون کہ اگر اونپر کاربند
ہوگا تو ہمیشہ سردار بنا رہے گا وہ یہ ہین کہ قریب و بعید سے بخلق پیش آیا کر اور اپنا جہل کریم و لئیم سے
ظاہر مت کر اور لوگونکی حرمت کا لحاظ رکہنا اور اپنے یگانونسے ملا کر اور جو شخص تجہ مین اور لوگون مین
بگاڑ ڈالا چاہے اور فریب دیا چاہے اوسکی بات کبھی مت مان اور اپنا بھائی اور دوست اوسکو جان
کہ جب علیحدہ ہو جاوے تو نہ تو اوسکی برائی کرے نہ وہ تیری اور بعضون نے کہا ہی کہ چغلی جھوٹ
اور حسد اور نفاق سے بنی ہے اور یہی تینون چیزین ذلت کی بنا اور ارکان ہین اور بعض اکابر کا قول ہے
کہ چغل خور اگر بالفرض سچ ہی کہتا ہے تو واقع مین گویا گالی وہی دیتا ہی اسواسطے کہ جسکی طرف سے بیان
کرتا ہی وہ اگر سچ پوچھو تو قابل رحم ہے کہ اوسکو اتنی ہمت و جرات نہوئی کہ سامنی کہتا بلکہ اپنے خود اپنی
زبانسے تمکو نہ دیا حاصل یہ کہ چغلی کی بدی قابل بچنے کی ہے بڑی بلا ہی اسمین سی بڑے بکھیڑے ہو جاتے ہین

چنانچہ حماد بن سلمہ کہتی ہین کہ ایک شخص نے غلام بیچا اور مشتری سے کہا کہ اسمین کوئی عیب نہین ہے
مگر چغل خور ہے خریدار نے کہا کہ مجکو منظور ہے غرض اوسکو خرید لیا چند روز کے بعد اوس غلام نے اپنے آقا کی
بیوی سے کہا کہ تمہارا شوہر تمکو نہین چاہتا اب وہ کوئی حرم اپنے گھر مین ڈالا چاہتا ہے مجھے ایک منتر آتا ہے جس سے
تمہارا شوہر سو رہے استرہ سے گدی کی بال تھوڑی سی لیکر مجکو دینا تو اون پر وہ منتر پڑھ دونگا تو تمہارا ہو
رہیگا اوسے منظور کرلیا اور منتظر سونے کی ہوئی اور اس چالاک نے آقا سے خفیہ یہ کہا کہ تمہاری بیوی کسی
دوسرے سے آشنائی رکھتی ہی فرصت کی وقت تمہارے مارنیکی فکر مین ہے امتحان کرنا چاہو تو سونے کے بہانے سے
لیٹ کر دیکھ لو وہ شخص اسی طرح لیٹ رہا کہ گویا جانے سوتا ہے عورت تو منتظر ہی تھی استرہ لیکر اوسکے پاس گئی
جونہین وہ گردن کی طرف جھکی مرد نے جانا کہ بیشک گلا کاٹا چاہتی ہے فوراً اٹھتے ہی اوسکو مار ڈالا اوسکی سسرال
والون نے خبر سنکر اوسکو صاف کردیا پھر یہ فساد مرد و عورت کی کنبہ مین پھیل گیا ایک ذراسی چغلی سے اتنا بکھیڑا ہوا

ستترہوین آفت دورخی بات کہنی مثلاً جو شخص دو دشمنون سے ملتا ہے تو جسکے سامنے جاتا ہے اوسیکی موافق
گفتگو کرتا ہے اور یہ کم ہوتا ہے کہ دو عداوت والونسے ملے بھی اور ایسی بات کہنے سے بچا رہے اسیکا نام صین نفاق
ہے حضرت عمار بن یاسر رض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ مَنْ كَانَ لَهُ وَجْهَانِ فِي الدُّنْيَا
كَانَ لَهُ لِسَانَانِ مِنْ نَارٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اور حضرت ابوہریرہ رض سے یہ حدیث مروی ہے کہ آپ نے فرمایا تَجِدُونَ
مِنْ شَرِّ عِبَادِ اللهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ذَا الْوَجْهَيْنِ الَّذِي يَأْتِي هَؤُلَاءِ بِحَدِيثٍ وَهَؤُلَاءِ بِحَدِيثٍ
اور ایک روایت مین بحدیث کی جگہ بوجہ ہے اور یہ بھی حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہین کہ دورخا آدمی خدا کی
نزدیک امین نہین ہوتا اور مالک بن دینار رح فرماتے ہین کہ مینے توریت مین پڑھا ہے کہ آدمی اپنے یارونسے دورخی
بات کہتا ہے اور پھر امانت کا طالب ہے امانت درکنار قیامت کو خدا تعالیٰ ایسے منہ کو ہلاک کرے گا جس سے
دورخی بات نکلی ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ أَبْغَضُ خَلِيقَةِ اللهِ إِلَى اللهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
الْكَذَّابُونَ وَالْمُسْتَكْبِرُونَ وَالَّذِينَ يُكْثِرُونَ الْبَغْضَاءَ لِإِخْوَانِهِمْ فِي صُدُورِهِمْ فَإِذَا لَقُوهُمْ
تَخَلَّقُوا لَهُمْ وَإِذَا دُعُوا إِلَى اللهِ وَرَسُولِهِ كَانُوا أَبْطَاءَ وَإِذَا دُعُوا إِلَى الشَّيْطَانِ وَأَمْرِهِ كَانُوا سِرَاعًا
حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ تم مین سے کوئی رکابیا مذہب مت ہو کہ جدھر کی ہوا دیکھی
اودھر ہی پھر گئے غرض کہ اسپر سب کا اتفاق ہے کہ دو شخصون سے دورخی ملاقات کرنی نفاق ہے
اور نفاق کی بہت سی علامتین ہین اونمین سے ایک یہ بھی روایت ہے کہ ایک شخص صحابہ رضی اللہ
عنہم مین سے مرگیا تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ رازدار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسکی جنازہ کی
نماز نہ پڑھی حضرت عمر رض نے اونکو فرمایا کہ بڑی تعجب کی بات ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم مین سے کوئی مرے

اور تم نماز نہ پڑہو اونہون نے فرمایا کہ یا امیر المومنین انہ منہم یعنی یہ منافقون مین سے ہی آپنے فرمایا کہین تم سے بقسم پوچہتا ہون کہ مین تو منہم مین نہین ہون اونہون نے فرمایا کہ نہین مگر بعد تمہارے مجھے اونکا کنکا ہے اب یہ جاننا چاہیے کہ آدمی دو رخا کن باتون سے ہوتا ہے پس اگر دو دشمنون کے پاس جا کر ہر ایک سے اچہی طرح ملا اور گفتگو بہی راست راست کی تو نہ دو رخا ہوگا اور نہ منافق اس لیے کہ ممکن ہے کہ دو عداوت والونسے سچی بات کہی جاوے اور دوستی نہ ہو گو اس قسم کی دوستی ضعیف ہی سے درجہ بہائی چارے کو نہین پہونچتی کیونکہ پکی دوستی سے تو دوست کی دشمن کے ساتھ عداوت کرنی پڑتی ہے جیسا کہ آداب صحبت اور بہائی چارہ کے بیان مین گذرا بلکہ دو رخا جب ہوتا ہی کہ دو عداوت والون مین سے ہر ایک کی بات دوسرے سے جا کہے اور یہ امر چغلی سے زیادہ برا ہے اسواسطے کہ چغل خور تو ایک ہی طرف کی بات نقل کرنے سے ہو جاتا ہی یہان تو دونون طرف کی بات ایک دوسرے سے کہتا ہی اور اگر کلام ایک دوسرے کی نقل نکرے بلکہ ہر ایک سے یہی کہے کہ تم جو فلان شخص سے عداوت رکہتے ہو یہ بہت اچہی بات ہی یا ہر ایک سے وعدہ کرے کہ مین تمہارے ہی ساتھ ہون یا دشمنی کے سبب ہر ایک کی تعریف کرے تو ان سب باتونسے دو رخا کہلاویگا ایسا ہی اوس صورت مین ہوگا کہ جب منہ پر اچہا کہے اور سامنے سے علیحدہ ہو کر برا کہے بلکہ سزاوار یہی ہے کہ چپ رہے یا حق والے کی تعریف کرے خواہ اوسکے سامنے یا پیچہے یہانتک کہ اوسکے دشمن کے سامنے بہی اوسکی تعریف کرے ورنہ اگر منہ پر کچہہ اور پیٹہہ پیچہے کچہہ کہے گا تو منافق ہوگا حضرت ابن عمر رضہ سے کسی نے سوال کیا کہ ہم لوگ جب اپنے امیرونکے سامنے جاتے ہین تو اور کچہہ کہتے ہین اور جب وہان سے نکلتے ہین تو اور کچہہ کہتے ہین اسکا کیا حال ہے آپ نے فرمایا کہ ہم اس امر کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک مین نفاق جانا کرتے تھے پس جس صورت میں کہ امیر کے یہان جانیکی حاجت نہو اور خواہ نخواہ چلا جاوے پہر خوف کے مارے اونکے سامنے خوشامد اور تعریف کرے تو نفاق مین داخل ہے اسلیے کہ بے ضرورت کیون گیا تہا اگر اسکے پاس کہانے پینے کی اشیاء وغیرہ ضروریات بمقدار قناعت تہین تو پہر کیا حاجت تہی خود کردہ علاج نیست مال وجاہ کے لیے بدنہاد کی تعریف کرنی پڑی اسلیے منافق ہوا اور یہی غرض ہے اس حدیث شریف میں حُبُّ الْمَالِ وَالْجَاهِ يُنْبِتَانِ النِّفَاقَ فِي الْقَلْبِ كَمَا يُنْبِتُ الْمَاءُ الْبَقْلَ لیکن اگر اونکے پاس بضرورت گیا اور ڈر کے مارے تعریف کی تو معذور ہے اس لیے کہ شر سے بچنا جائز ہے چنانچہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ بعض لوگون کے سامنے ہم اونکو دکہلانے کو ہنس دیتے ہین مگر ہمارے دل اون کو لعنت کرتے ہین اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین ایکبار ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کی خدمت مین حاضر ہونیکی اجازت چاہی آپ نی فرمایا کہ اوسے آنے دو سب قوم مین ایہی شخص ہے
پہر جب وہ سامنے آیا تو آپ نی نہیت ملایمت سی گفتگو فرمائی جب وہ چلا گیا تو پہلے آپ کی خدمت
مین عرض کیا کہ آپ تو اسکی حق مین کچہ اور ہی کہتے تہے پہر گفتگو نرم کیون فرمائی آپ نی فرمایا کہ اِنَّ
شَرَّ النَّاسِ الَّذِیْ یُکْرَمُ اِتِّقَاءَ شَرِّہٖ لیکن یہ حال صرف متوجہ ہونے اور تبسم کرنے کا ہی مگر تعریف
کرنا صریح جہوٹ ہی وہ بلے ضرورت شدید ہرگز درست نہین جب تک ایسی صورت نہ پیش آوی کہ
جس سے جہوٹ بولنا مباح ہوجاتا ہی جیسا کہ آفت جہوٹ مین گذرا تب تک تعریف درست نہین بلکہ
اوسکی تصدیق اور سر ہلانا بہی نہین چاہیے ایسا ہی حال ہر ایک کلام باطل کا ہے کسی کی تصدیق
مین سر کا ہلانا اور ہان ہان کرنا نہین چاہیے اگر ایسا کرے گا تو منافق ہوگا بلکہ یون چاہیے کہ اوسکو
روکدے اور اگر روکنی کی قدرت نہو تو زبان سے چپ رہے اور دل سے برا جانے

اٹھارہوین آفت تعریف و مدح ہے یہ بہی بعض موقعون پر ممنوع ہے اور ہجو تو عین غیبت ہے
جسکا بیان پہلے گذرچکا تعریف مین چہہ آفتین ہین چار تو اوس سے متعلق ہین جو مدح کرتا ہے اور
دو ممدوح سے تعریف کرنے والے سے جو چار متعلق ہین وہ یہ ہین اول یہ کہ تعریف مین افراط و زیادتی
یہانتک کرتا ہے کہ جہوٹ ہوجاوے خالد بن معدان کہتے ہین کہ جو شخص کسی کی تعریف مجمع مین
ایسی بات سے کرے جو ممدوح مین نہو تو خدا تعالی اوسکو قیامت مین تو تلا اوٹہاویگا دوسرے یہ
کہ مدح مین کبہی ریا کو دخل ہوتا ہے مثلاً تعریف مین اظہار محبت ممدوح ہوتا ہے مگر دلمین اوسکی محبت
کچہہ بہی نہین ہوتی تو اس سے ریاکار اور منافق ہوتا ہے تیسرے یہ کہ بعض باتین اور اوصاف ایسے
بیان کرتا ہے کہ اوسنے واقف بہی ہوتا کہ یہ ممدوح مین ہین یا نہین اور نہ اوپر آگاہ ہونے کی
کوئی سبیل ہے چنانچہ حدیث شریف مین ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کی تعریف آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے سامنے کی آپ نے مادح کو فرمایا وَیْحَکَ قَطَعْتَ عُنُقَ صَاحِبِکَ لَوْ سَمِعَہَا مَا اَفْلَحَ
ثُمَّ قَالَ اِنْ کَانَ اَحَدُکُمْ لَا بُدَّ مَادِحًا اَخَاہُ فَلْیَقُلْ اَحْسِبُ فُلَانًا وَلَا اُزَکِّیْ
عَلَی اللّٰہِ اَحَدًا حَسِیْبُہُ اللّٰہُ اِنْ کَانَ یَرٰی اَنَّہٗ کَذٰلِکَ غرض کہ ایسے اوصاف
تعریف کرنا جو دلیلون سے معلوم ہوتے ہین وہ اس آفت مین داخل ہین مثلاً یون کہنا
کہ فلان شخص متقی اور پرہیزگار اور زاہد و خیرات کرنے والا و عادل و راضی برضا وغیرہ
ہے تو اس طرح کے اوصاف خفی ہوتے ہین اور باطن سے متعلق ہین جب تک آدمی
باطن کا امتحان نکرلے تب تک یقیناً ان اوصاف کا حال نہین کہنا چاہیے ہان اگر

کریون کہے کہ مینے اوسکو تہجد پڑہتے دیکہا ہے یا حج مین دیکہا ہے یا صدقہ دیتے دیکہا ہے تو یہ باتین
نہین کہہ سکتا ہی اسلیے کہ ظاہر سے متعلق ہین صرف دیکہنے سے اونکا یقین ہو جاتا ہے حضرت عمر رضہ نے ایک
شخص کو دوسرے کی تعریف کرتے سنا آپ نے تعریف کرنیوالے سے پوچہا کہ تونے اوسکے ساتہہ سفر کیا ہے
یا کبہی بیع وشرا و داد وستد کا معاملہ کیا ہے یا اوسکا ہمسایہ ہے کہ صبح شام اوسکے پاس رہتا ہوا وسنے عرض کیا
ان باتون مین سے تو کوئی نہین آپ نے فرمایا کہ تو پہر اوسکی تعریف ست کر چہٹی یہ کہ ممدوح کو باوجود ظالم و
فاسق ہونیکے اپنی تعریف سے خوش کرتا ہی اور یہ ناجائز ہی جیسا کہ حدیث شریف مین مروی ہی کہ جب فاسق کی
کوئی تعریف کرتا ہی تو خدا تعالی غصہ ہوتا ہی اور حضرت حسن فرماتے ہین کہ جو کوئی ظالم کے لیے درازی عمر کی
دعا کرتا ہی وہ اس بات کو پسند کرتا ہی کہ اللہ تعالی کی زمین مین زیادہ نافرمانی ہو اس سے معلوم ہوا کہ ظالم
فاسق ایسی بات کا مستحق ہے کہ اوسکی مذمت کی جاوے تاکہ اوسکو رنج ہو اوسکی تعریف سے اوسکا خوش
کرنا نہ چاہیے اور دو باتین جو ممدوح کی ضرر کی ہین او مین سے ایک تو یہ ہی کہ تعریف سے اوسکو کبر وعجب پیدا ہوتا ہے
اور یہ دونون صفتین مہلک ہین حضرت حسن رح سے روایت ہی کہ حضرت عمر رضہ ایکبار درہ لیے بیٹہے تہے اور لوگ
آپکو حلقہ کیے تہے کہ اتنے مین جارود بن منذر آیا ایک شخص نے اوسکو کہا کہ یہ بیعہ کی قوم کا سردار ہی جب آپ نے او
لوگون نے اسکو سنا اور وہ قریب آیا تو آپ نے آہستہ آہستہ اوسکو درہ سے مارا اوسنے عرض کیا کہ یہ کیا بات ہی
آپ نے فرمایا کہ تو نے سنا نہین تہا تجکو فلان شخص نے کیا کہا تہا اوسنے عرض کیا کہ سنا تو تہا آپ نے فرمایا کہ مجہے خوف
ہوا کہ ایسا نہو تجہہ مین اوسکی شیخی آجاوے اسواسطے مینے تیرے نفس کو کم کرنا چاہا دوم یہ کہ جب تعریف
سے یہ معلوم ہوگا کہ مین اچہا ہوگیا تو اپنی بہتری مین سستی کریگا کیونکہ عمل مین کوشش وہی خوب کرتا ہی جسکو
یہ معلوم ہو کہ میرے نفس مین قصور و کمی ہے اور جب لوگونکی زبان سے تعریف ہی سنیگا تو خیال کریگا کہ مین
کامل ہوگیا اب عمل کی حاجت نہین اسیواسطے حدیث مذکورہ بالا مین ارشاد تہا کہ تونے اپنے یار کی گردن کاٹ
ڈالی اگر وہ سنیگا تو فلاح نہ پاویگا اور ایک حدیث مین ہے کہ اِذَا مَدَحْتَ اَخَاكَ فِیْ وَجْهِهٖ فَكَاَنَّمَا مَرَرْتَ
عَلٰی حَلْقِهٖ مُوْسٰی رَمِیْضًا اور ایک شخص مادح کو فرمایا عَقَرْتَ الرَّجُلَ عَقَرَكَ اللّٰهُ اور مطرف فرماتے ہین کہ جب
کبہی مینے کسی سے مدح وثنا سنی ہے میرا نفس میرے نزدیک ذلیل ہوگیا ہے اور زیاد بن ابی مسلم کا قول ہی
کہ جب کوئی شخص اپنی تعریف و مدح سنتا ہی تو شیطان اوسکو فخر اور شیخی مین مبتلا کرتا ہی مگر ایماندار آدمی
اس بات سے محفوظ رہتا ہی حاصل یہ کہ عوام کے حق مین تعریف ہی قاتل ہے اور خواص اوسکی آفت سے بچے
رہتے ہین اور ایک حدیث مین ہے کہ لَوْ مَشٰی رَجُلٌ اِلٰی رَجُلٍ بِسِكِّيْنٍ مُرْهَفٍ كَانَ خَيْرًا لَّهٗ مِنْ اَنْ يُّثْنِیْ عَلَيْهِ
فِیْ وَجْهِهٖ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ مدح کرنا بمنزلہ ذبح کے ہی اور یہ اسلیے فرمایا کہ ذبح کی

بعد کوئی کام نہین ہوسکتا ایسا ہی تعریف سے بھی سستی پیدا ہوجاتی ہے اور عمل سے باز رہتی ہے یا یہ
مدح کے باعث کبر و عجب جو صفات مہلکہ سے ہین پیدا ہوتے ہین اور یہ بھی گویا ذبح کرنا ہی ہے پس اگر
تعریف ان سب آفتون سے خالی ہو تو اوسمین کسیطرح کا مضائقہ نہین بلکہ اسطرح کی تعریف مستحب ہے چنانچہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رض کی تعریف فرمائی ہے حضرت ابوبکر صدیق رض کی شان مین فرمایا
لَوْ وُزِنَ اِيْمَانُ اَبِيْ بَكْرٍ بِاِيْمَانِ الْعَالَمِ لَرَجَحَ اور حضرت عمر رض کی شان مین فرمایا لَوْ لَمْ اُبْعَثْ لَبُعِثْتَ
يَا عُمَرُ اور اس سے زیادہ اور کونسی تعریف ہوگی لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب نور بصیرت سے
معلوم ہوگیا تو ایسا فرمایا علاوہ ازین آن حضرات کا رتبہ اتنا بڑا تھا کہ اس تعریف سے گرد کبر و عجب کی
اونکے دامن دل پر نہین بیٹھ سکتی تھی اسی لحاظ سے اپنے منہ سے اپنی بڑائی کرنی بری ہے اسمین کبر اور
فخر پایا جاتا ہے چنانچہ حدیث شریف ہے کہ اَنَا سَيِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ وَلَا فَخْرَ یعنے مین یہ قول براہ تفاخر نہین
کہتا ہون جیسا اور لوگ کہا کرتے ہین کہ اپنے منہ آپ میان مٹھو بنتے ہین اور ظاہر ہے کہ افتخار آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب الی اللہ کی جہت سے تھا نہ اس سبب سے کہ سرداری اولاد آدم کی ہوئی اور
لوگون کی نسبت مقدم ہوئے اسکو ایسا سمجھنا چاہیے کہ کوئی بادشاہ کسی شخص کو زیادہ تر مقبول فرماوے
تو اوسکو بادشاہ کی معتمد اور مقرب بننے کا فخر ہوتا ہے اس وجہ سے خوش نہین ہوتا کہ رعایا کی اوپر فضیلت
ہوئے جبکہ تفصیل آفات کی معلوم ہوگئی تو اب معلوم ہوگیا کہ مدح کی برائی کس سبب سے ہوتی ہے اور
اسپر جو احادیث مین ترغیب پائی جاتی ہے اوس سے کیا غرض ہے مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
ایک شخص مردہ کی شان مین فرمایا وَجَبَتْ یعنی یہ ضرور جنتی ہوا اول لوگون نے اوسکا ذکر خیر کیا تب آپنے
یہ لفظ فرمایا اس سے صاف ظاہر ہے کہ ذکر خیر ہی دوسرے کا کرنا چاہیے اور مجاہد رض فرماتے ہین کہ آدمی کے
جلیس فرشتے ہوتے ہین جب کوئی مسلمان کسی مسلمان کا ذکر خیر کرتا ہے تو فرشتے کہتے ہین کہ تجھے بھی خدا
ایسا ہی کرے اور جب کسیکو برائی سے ذکر کرے تو فرشتے کہتے ہین کہ اے ابن آدم خدا نے تیرے عیب پوشیدہ رکھے
تو اسی پر بس کر اور اللہ کا شکر کر اب یہ بات رہی کہ ممدوح کو تعریف کے بعد کیا کرنا چاہیے پس اوسکو چاہیے
کہ یون تامل کرے کہ خاتمہ کا وقت نازک اور پرخطر ہے اور اعمال پر بھروسا کچھ کرنا نہین چاہیے صدہا آفات
ریا وغیرہ کی لگی ہوئی ہین اور اپنے عیوب کو بھی سوچے جنکو خود جانتا ہے اور تعریف کرنے والے کو اونکا
علم نہین اگر اوسکو اپنے اسرار اور خواطر کا حال معلوم ہوگا تو تعریف کرنے والے کو مدح سے باز رکھیگا اور پھر
خود اس تعریف پر اظہار کراہت کرے اور مادح کو ذلیل و پشیمان کرے چنانچہ حدیث شریف مین ہے اُحْثُوا فِيْ وُجُوْهِ
الْمَدَّاحِيْنَ التُّرَابَ اور سفیان بن عیینہ فرماتے ہین کہ جو شخص اپنے نفس کو جانتا ہے اوسکو مدح سے ضرر نہین ہوتا

ایک مرد صالح کی کسی نے تعریف کی تو انہون نے فرمایا کہ الٰہی یہ لوگ مجکو نہین جانتے اور تو میرے حال کو خوب
جانتا ہے اور ایک دوسرے بزرگ نے تعریف کی بعد فرمایا کہ الٰہی تیرے اس بندہ نے میری نزدیکی ایسی بات سے
چاہی ہے جسمین تو ناخوش ہو مین تجکو گواہ کرتا ہون کہ مین اوس سے ناخوش ہون اور حضرت علی رض کی تعریف
کسی نے کی تو آپ نے فرمایا الٰہی جس بات کو یہ لوگ نہین جانتے اور میری نسبت کہتے ہین اوسکا مجھسے مواخذہ مت
فرما اور مغفرت کر اور مجکو انکی عندیہ سے بہتر کردے اور ایک شخص کا حال آپکو معلوم تہا کہ جیسا کہتا ہے ویسے جیسا نہین
تعریف کی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو تو زبان سے کہہ رہا ہے اس سے تو مین کم ہون اور جو بات تیرے دل کے اندر ہے اوس سے
زیادہ ہون اور ایک شخص نے حضرت عمر رض کی تعریف کی تو آپ نے فرمایا کہ تو مجکو اور اپنے آپکو دونونکو ہلاک کیا چاہتا ہے

انیسوین آفت فحوای کلام مین باریک غلطیون سے غافل ہوجانا خصوصا جو باتین کہ اللہ تعالےٰ اور اوسکی
صفات سے متعلق ہین یا امور دین سے لگاو رکھتی ہین تو عالم آدمی اوس کے الفاظ کو درست کرکے بولتے ہین اور عوام
جنکو علم کم ہوتا ہے اونمین لغزش کر جاتے ہین مگر جہالت کے سبب اللہ تعالی معاف فرماتا ہے اور وہ باتین ایسی ہین
جیسے حضرت حذیفہ رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا یَقُلْ اَحَدُکُمْ مَا شَاءَ اللّٰہُ وَشِئْتَ
وَلٰکِنْ لِیَقُلْ مَا شَاءَ اللّٰہُ ثُمَّ شِئْتُ یعنی اللہ تعالی کی مشیت اور خواہش کے ساتھہ دوسرے کو شریک کرکے
نہ بولنا چاہیے کہ خدا اور مین چاہونگا تو یون ہوگا کہ اسمین بے تعظیمی اور بے ادبی پائی جاتی ہے بلکہ یون
کہنا چاہیے کہ مقدم تو مشیت ایزدی ہے پھر میرا ارادہ ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے
ہین کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور گفتگو مین بول اوٹھا کہ جو خدا اور اوسکے رسول
نے چاہا آپ نے فرمایا کہ تو مجکو خدا کا شریک کرتا ہے یون کہہ ماشاء اللہ وحدہ اور ایک شخص نے آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کے سامنے خطبہ پڑہا اوسمین کہا مَنْ یُطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ یَعْصِہِمَا فَقَدْ غَوٰی
تو آپ نے فرمایا کہ اسطرح کہہ وَمَنْ یَعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ غَوٰی یعنی صیغہ تثنیہ جو مشارکت اور برابری پر دلالت
کرتا ہے اوسکو بہی آپ نے برا جانا اور ابراہیم رح اس بات کو برا جانتے تہے کہ کوئی کہے خدا کی پناہ اور تیری
پناہ بلکہ یون کہنا جائز ہے کہ خدا کی پناہ پہر تیری پناہ اور بعضے لوگ یون کہنا برا جانتے ہین کہ الٰہی دوزخ
سے ہمکو آزاد کرنا اور وجہ یہ بیان کرتے ہین کہ آزاد کرنا بعد دوزخ مین داخل ہونے کے ہوگا اسواسطے کہنا ضرور
ہے کہ ایسا لفظ کہین یون کیون نہ کہین کہ الٰہی ہمکو دوزخ سے بچا اور پناہ مین رکہہ اور ایک شخص نے دعا مانگی
کہ الٰہی تو مجکو اون لوگون سے کر جنکو شفاعت شافع روز جزا محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیب ہوئی ہے حضرت
حذیفہ رض نے فرمایا کہ اللہ تعالی مومنونکو آنحضرت صلعم کی شفاعت سے غنی فرماویگا آپکی شفاعت گناہگاران امت
کو ایسی ہوگی سه چہ غم دیوار امت را کہ باشد چون تو پشتیبان * چہ باک از موج بحر آنرا کہ باشد نوح کشتیبان * اور ابراہیم رح فرماتے ہین جب آدمی دوسرے

گدہا یا سور کہتا ہے تو قیامت کو اوس سے پوچھا جاویگا کہ تبا تو سہی مینے اوسکو گدہا بنایا تہا یا سور تو ان الفاظ سے اوسکو ذکر کرتا تہا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ تم مین سے بعضے آدمی ایسا شرک کرتے ہین کہ کتے تک کو شریک کر دیتے ہین اور کہتے ہین کہ اگر یہ کتہ نہوتا تو آج رات لٹ ہی گئے تہے حافظ حقیقی کا خیال نہین کرتے اور حضرت عمر رض فرماتے ہین کہ جب سے مینے یہ کلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ إِنَّ اللّٰهَ يَنْهَاكُمْ أَنْ تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ مینے کبھی اسطرح قسم نہین کہائی اور ایک حدیث شریف مین ہے کہ لَا تُسَمُّوا الْعِنَبَ كَرْمًا إِنَّمَا الْكَرْمُ الرَّجُلُ الْمُسْلِمُ اور حضرت ابو ہریرہ رض سے یہ حدیث مروی ہے کہ تم مین سے کوئی یون مت کہے کہ یہ میرا بندہ ہے اور میری لونڈی ہے کیونکہ بندے سب اللہ کے ہین اور لونڈیان بھی سب اوسیکی ہین بلکہ یون کہا کرو کہ یہ میرا غلام یا چھوکرا اور اصیل یا چھوکری ہے اور غلام بھی اپنے آقا کو رب اور ربہ یعنی پرورش کنندہ نکہے بلکہ آقا اور سردار کہے اسلیے کہ پرورش کنندہ سبکا خدا تعالی ہے اور فرمایا کہ لَا تَقُولُوا لِلْمُنَافِقِ سَيِّدَنَا فَإِنَّهُ إِنْ يَكُنْ سَيِّدَكُمْ فَقَدْ أَسْخَطْتُمْ رَبَّكُمْ اور فرمایا کہ جو شخص یون کہے کہ مین اسلام سے بری ہون تو اگر سچا ہے تو ویسا ہی ہوگا جیسا کہا اور اگر جہوٹا ہے تو اسلام کیطرف کبھی سلامت نہ پہریگا غرض کہ اسطرح کی باتین جو رات دن آدمی کے منہ سے نکلتی ہین سب اس آفت مین داخل ہین اور تامل سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسی باتین روزمرہ صدہا نکلجاتی ہونگی اور جو شخص کہ آفات زبان کو بغور دیکھے اوسکو یقین ہوجاویگا کہ اگر زبان کو نہین روکونگا تو بیشک نہین بچونگا اور اسوقت اس حدیث شریف کی حکمت معلوم ہوگی کہ مَنْ صَمَتَ نَجَا اسلیے کہ آفات سبکے سب مہلک ہین اور بولنے والیکی راہ مین ہین اگر وہ چپ رہیگا تو ان سب سے بچا رہیگا اور اگر بولے گا تو اپنے نفس کو خطرہ مین ڈالیگا لیکن اگر زبان فصیح اور بہت سا علم اور تقوی اور مراقبہ دوام اور قلت کلام رکہتا ہے تو شاید بچا رہے اور باوجود ان باتونکے بھی خطرہ سے خالی نہوگا پس اگر آدمی سے یہ نہوسکے کہ گفتگو کرنے سے کچھ فائدہ حاصل کرے تو سکوت اختیار کرنا اولی ہے جس سے اور کچھہ نہوگا تو ان آفات سے تو بچا رہیگا یہی غنیمت ہے ع خموشی معنی دارد کہ در گفتن نمی آید

بیسوین آفت عام لوگون کا سوال کرنا

اللہ تعالی کے صفات اور کلام اور حروف سے کہ یہ قدیم ہین یا حادث ہین حالانکہ عوام کو اسی قدر چاہیے کہ جو کچھ قرآن کے اندر احکام ہین اونکے بموجب عمل کرین مگر یہ بات نفس پر گران گذرتی ہے اور بیہودہ باتین دلپر آسان معلوم ہوتی ہین اور عامی آدمی دخل در معقولات کرنے سے خوش ہوتی ہین اسواسطے کہ شیطان اون کے دلمین جما دیتا ہے کہ تم عالم و فاضل ہو اور یہان تک اس امر کو اون کے دل مین پختہ کرتا ہے کہ بعض دفعہ کلمات کفر بھی زبان سے نکلجاتے ہین اور اون کو خبر نہین ہوتی اور عامی کے لیے گناہ کبیرہ کا ارتکاب بہ نسبت علمی کلام کے زیادہ اچھا ہے خصوصاً جو باتین کہ اللہ تعالی اور اوسکے صفات کے متعلق ہین اون مین تو اون کو

کلام کرنا ہی نچاہیے اونکو تو یہ چاہیے کہ جو کچھہ قرآن مجید مین اترا ہے اوسپر ایمان لاوین اور عبادات مین مشغول ہون اور جو کچھہ اللہ تعالی نے اپنے رسول کے ذریعے سے ہم تک بہیجا اوسکو مان لین کچھہ بحث و تکرار نہ کرین اور جو امور کہ عبادات سے متعلق نہین اونکا پوچھنا بے ادبی ہے اوس سے مستحق غصہ الٰہی کے ہوتے ہین اور کفر کے خطرہ مین پڑتے ہین اور اونکی مثال ایسی ہی جیسے گہوڑون کے سائیس بادشاہی رازون کو دریافت کرنا چاہین اور یہ نہین سوچتے کہ

زغن را بہر طاوسی نزاوند	مگس را فر عنقا کے نزاوند

پس جو کوئی کسی ایسے علم دقیق کا سوال کرے گا کہ اسکی عقل نہین پہونچتی اور فہم اوس درجہ تک واصل ہے تو وہ شخص بھی اوس علم مین بمنزلہ عامی و جاہل کے ہے ایسے سوال کرنے سے مستحق عقوبت اور قابل مذمت ہوگا اسیواسطے حدیث شریف مین آیا ہو کہ ذَرُوْنِیْ مَا تَرَکْتُکُمْ فَاِنَّمَا هَلَکَ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ بِسُوَالِهِمْ وَاخْتِلَافِهِمْ عَلٰی اَنْبِیَائِهِمْ مَا نَهَیْتُکُمْ عَنْهُ فَاجْتَنِبُوْهُ وَمَا اَمَرْتُکُمْ بِهٖ فَاْتُوْا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ اور حضرت انس رض روایت کرتے ہین کہ ایک دفعہ لوگون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہانتک سوال کثرت سے کیے کہ آپ تنگ ہو کر غصہ ہوئے اور منبر پر چڑہکر فرمایا کہ خوب پوچھو جو پوچھوگے بتاؤنگا پس ایک شخص آپ کے سامنے کہڑا ہو کر پوچھنے لگا کہ میرا باپ کون ہے آپ نے فرمایا کہ تیرا باپ حذافہ ہے پھر اور دو بھائی کہڑے ہوئے اونہون نے سوال کیا کہ ہمارا باپ کون ہے آپ نے فرمایا کہ جسکے تم بیٹے کہلاتے ہو پھر ایک اور شخص اوٹھا اور اوسنے پوچھا کہ مین جنت مین جاؤنگا یا دوزخ مین آپ نے فرمایا دوزخ مین جب لوگون نے آپکا غصہ اور جلال دیکھا تو خاموش ہو گئے اور کسیکو کچھہ جرأت نہوئی حضرت عمر رض سامنے کہڑے ہو کر عرض کرنے لگے رَضِیْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَبِیًّا آپ نے فرمایا کہ اے عمر تو بیٹھہ جا تجکو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تجکو توفیق رفیق ہے اور ایک حدیث صحیح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بحث اور مال کے تلف کرنے اور کثرت استفسار سے منع فرمایا اور یہ بھی وارد ہی کہ آپنے فرمایا مجھے ایسا معلوم ہوتا ہی کہ لوگ کثرت سے سوال کرتے کرتے یون کہنے لگین گے کہ خلق کو تو خدا نے پیدا فرمایا خدا کو کسنے پیدا کیا پس جب یہ قول کہین تو چاہیے کہ سورۂ اخلاص پوری پڑہین اور بائین طرف تین بار تہتکارین اور شیطان رجیم سے جناب باری مین پناہ مانگین اور حضرت جابر رض فرماتے ہین کہ متلاعنین کی آیت یعنی جو سورۂ نور کے اول رکوع مین ہے صرف کثرت استفسار کی باعث نازل ہوئی اور حضرت موسیٰ اور حضرت خضر کے قصہ سے تو صاف ثابت ہی کہ بے موقع سوال کبھی نکرنا چاہیے اور جس بات کا اپنے آپ کو سمجھنے کا شعور نہو اوسکو ہرگز دریافت نکرنا چاہیے حضرت موسی علیہ السلام سے خضر علیہ السلام کا یہ وعدہ تہا

لیتا ہون کہ جب تک مین نہ کہون کسی بات کو مجھسے مت پوچھنا مگر جب اونہون نے اول کشتی کا حال پوچھا تو اونکو برا معلوم ہوا اور وعدہ یاد دلایا انہون نے عذر کیا کہ بہولے سے مینے پوچھا اسکو معاف کرو لیکن جب تین بار ایسا ہی ہوا تو حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَبَيْنِكَ اور اونکو چھوڑ کر چلے گئے حاصل یہ کہ عوام لوگونکے تئین باریک علمی باتون کا پوچھنا بڑی آفت ہی اور اس سے بہت سے فتنہ پیدا ہوتے ہین اسلیے اونکو روکنا ہی مصلحت ہے اور حروف قرآنی مین اونکا بحث کرنا ایسا ہی کہ کوئی بادشاہ کسی شخص کے پاس اپنا شقہ بھیجے اور ضروری کام اوسمین لکھے وہ اون باتون کیطرف تو متوجہ نہو بلکہ اپنا وقت اسمین رائگان کرے کہ اس شقہ کا کاغذ پرانا ہے یا نیا اس امر سے بیشک وہ مستحق سزا ہوگا اسیطرح جاہل آدمی بہی اگر کلام مجید کی عبادات ضروری کو چھوڑ کر حروف کی بحث مین اوقات تلف کرے تو اوسکا بہی وہی حال ہوگا اور یہی حال اوصاف الٰہی کا جاننا چاہیے باب آفات زبان خدا کی عنایت سے پورا ہوا وللہ الحمد

باب پنجم غضب اور حقد وحسد کی برائی کے بیان اس مین ۱۶ بیان ہین

رباعی ہے حقد وحسد سے ظلمت دل حاصل	ازا دجو ان سے ہو وہی ہے کامل
یہ دونون رہ سلوک مین ہین رہزن	سالک نہ رہے اسلئے کسی دم غافل

جاننا چاہیے کہ غضب جسکو غصہ کہتے ہین وہ اوس آگ مین کا ایک شعلہ ہے جسکی صفت یہ آیت ہے نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْئِدَةِ اور جیسے آگ راکھہ مین چھپی رہتی ہے اسیطرح غصہ کی آگ دل کے تہون مین مخفی رہتی ہے اور جسطرح چقماق لگنے ہی آگ ظاہر ہو جاتی ہے اوسیطرح یہ آگ بہی کبر کی اونی چوٹ سے جو دلمین رہتی ہی ظاہر ہو جاتی ہی اور ارباب مکاشفہ کو نور یقین سے یہ بات دریافت ہوئی ہے کہ آدمی مین ایک رگ شیطان کی مشابہت کی پائی جاتی ہے پس جو شخص غصہ کی آگ سے جل اٹھتا ہے اور حق سے مائل ہو جاتا ہے وہ اپنا نسب اور قرابت شیطان کی طرف پکا کرتا ہے اسلیے کہ اوسنے یہی کہا تہا کہ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ مٹی کی شان سے یہ ہے کہ ساکن اور وقار سے رہے اور آگ کی شان یہ ہے کہ سلگے اور شعلہ زن ہو کر متحرک ومضطرب ہو پس آدمی مین بہی اگر حرکت واضطراب وقت غصہ پایا جاوے تو معلوم ہوتا ہے کہ اسکی ساخت مٹی سے نہین بلکہ خمیر آگ کا ہے جس سے شیطان بنا ہے اور غضب کا نتیجہ حقد وحسد یعنے کینہ اور دوسرے کا برا چاہنا ہے ان دونون سے اکثر لوگ تباہ وبرباد ہوئے ان کا سبب بہی وہی مضغہ گوشت یعنی دل ہے اور ازانجا کہ ان تینون چیزون سے انسان تباہ ہوتا ہی تو نہایت ضرور ہوا کہ ہلاک کی جگہہ بتلا دی جاوین تاکہ اوس سے پرحذر رہے اور اونکی پاس نہ پہٹکے اور اگر دلمین یہ چیزین جم گئی ہون

ف۱ چھپی ہوئی [illegible] اور بھڑکتی ہین ۱۲
ف۲ آگ کی ہوا [illegible] سلگانی [illegible] جیسا کہ [illegible] ۱۲
ف۳ جگہ بتایا تو آگ [illegible] بتایا [illegible] ۱۲

تو اوسکو بہی صاف کرے اور جہانتک بنے علاج کے درپے ہو اسلیے کہ جب تک بری بات کو آدمی نہین جانتا
اوسمین مبتلا ہوجاتا ہی اور صرف جاننا بہی کافی نہین جب تک اوس سے بچنے کا علاج وتدبیر معلوم نہو
لہذا ہم اس باب مین سولہ بیان لکہین گے اول کے آٹھہ بیانون مین تو غضب کی برائی اور اوسکی حقیقت
اور اسباب اور علاج اور حلم کا ثواب وغیرہ اور باقیومین حقد وحسد کی معنے اور نتیجے اور مذمت و اسباب و تدابیر اور
جو اُنسے متعلق ہے لکہے جاوینگے

بیان اول غصہ کی بُرائی مین

اللہ تعالی فرماتا ہے اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَأَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ
وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اس آیت مین اللہ جلشانہ نے کفار کی مذمت اسلیے فرمائی کہ انہون نے امر باطل پر غیرت
کی ماری اتفاق کرلیا تہا اور غیرت بہی غصہ ہی سے ہوا کرتی ہے اور مومنین کی تعریف سکینت اور وقار
اوترنے پر فرمائی حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہین کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین
عرض کیا کہ مجکو کوئی تہوڑا سا عمل بتلا دیجیے آپ نے فرمایا لَا تَغْضَبْ یعنی غصہ نہو اگر پہر دوبارہ اوسنے
پوچہا تو وہی جواب دیا اور حضرت ابن عمر رض سے بہی اسی مضمون کے قریب قریب مروی ہے وہ فرماتے ہین
کہ مینے حضرت سے عرض کیا کہ میرے واسطے ایک بات تہوڑی سی ارشاد فرمادیجیے کہ اوسپر تمسک کرون اور
عمل کرون آپ نے فرمایا کہ غصہ نکیا کر مینے دوبارہ بہی سوال کیا آپ نے یہی جواب دیا اور یہ بہی اونہین کا
قول ہے کہ مینے آنحضرت صلعم سے پوچہا کہ مجکو خدا کے غضب سے کیا چیز بچاویگی آپ نے ارشاد فرمایا کہ خود غصہ مت
کیا کر اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ ایکبار آنحضرت صلعم نے حاضرین سے پوچہا کہ تم لوگ پہلوان زبردست
کسکو سمجہتے ہو سبہون نے عرض کیا کہ ایسے شخص کو جانتے ہین جو کسی سے پچہاڑ نکہاوے آپ نے فرمایا کہ وہ پہلوان
نہین پہلوان زبردست وہ ہے جو غصہ کی وقت اپنے نفس کو دبائے رکہے اور حضرت ابوہریرہ رض سے بہی اسی
مضمون کی حدیث مروی ہے کہ آپ نے فرمایا لَيْسَ الشَّدِيْدُ بِالصُّرْعَةِ وَاِنَّمَا الشَّدِيْدُ الَّذِيْ يَمْلِكُ
نَفْسَهٗ عِنْدَ الْغَضَبِ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ آپ نے فرمایا مَنْ كَفَّ غَضَبَهٗ سَتَرَ اللّٰهُ
عَوْرَتَهٗ اور حضرت سلیمان بن داود علیہما السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ بہت غصہ سے بچنا چاہیے کیونکہ
غصہ کی کثرت مرد حلیم کے دلکو خفیف کردیتی ہے اور حضرت عکرمہ تفسیر آیت وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا
مِّنَ الصَّالِحِيْنَ مین فرماتے ہین کہ سید سے وہ شخص مراد ہے جسپر غصہ غالب نہو اور حضرت ابودردا
فرماتے ہین کہ مینے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک مین عرض کیا کہ مجکو کوئی ایسا
عمل بتلایئے جس سے جنت مین جاون آپ نے فرمایا کہ غصہ نکر اور حضرت یحیی عم نے حضرت عیسی علیہ السلام

ارشاد فرمایا کہ غصہ نہ کیا کرو اونہون نے فرمایا کہ یہ تو مجھسے نہین ہوسکتا مین آدمی ہون آپنے
فرمایا کہ مال مت جمع کرو اونہون نے فرمایا کہ شاید ہوسکے گا اور ایک حدیث مین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ غصے سے ایمان ایسا بگڑتا ہے جیسے ایلوہ سے شہد خراب ہوجاتا ہی اور فرمایا کہ جو کوئی
غصہ کرتا ہے جہنم کے کنارہ جا لگتا ہے اور ایک شخص نے آپ سے سوال کیا کہ سب مین زیادہ سخت
کیا چیز ہے آپ نے فرمایا کہ خدا کا غضب اوسنے عرض کیا کہ مجکو کون چیز اوس سے دور کرے گی آپ نے فرمایا
کہ غصہ نکیا کر آثار حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ ای ابن آدم تو غصہ مین اتنا اچھلتا ہے کہ یہ ڈر ہوتا ہے
کہ شاید اب کی اچھال مین دوزخ مین جا پڑے اور حضرت ذی القرنین سے روایت ہی کہ اونسے ایک فرشتہ
ملا انہون نے پوچھا کہ مجکو کوئی علم ایسا بتاؤ جس سے میرا ایمان ویقین زیادہ ہو فرشتہ نے کہا کہ غصہ
نکیا کر کیونکہ شیطان آدمی پر جتنا غصہ مین اختیار رکھتا ہے اور کسی حالت مین نہین رکھتا پس غصہ
پی جایا کرو اور تاخیر سے اوسکو ساکن کیا کرو اور جتنا ہوسکے جلدی سے بچو جلدی مین بہتر وافی
نہین ملتا اور قریب وبعید سے سہولت ونرمی کے ساتھہ رہو اور جابر اور سرکش مت رہو اور وہب
بن منبہ سے روایت ہی کہ ایک راہب اپنی عبادت گاہ مین تہا شیطان نے اوسکو گمراہ کرنا چاہا مگر وہ
اپنی بات پر بکار رہا تو شیطان ایکبار اوسکے حجرہ کے پاس آیا اور اوسکو پکار کر کہا کہ دروازہ کھول اوسنے
جواب ندیا شیطان نے پھر کہا کہ دروازہ کھولدی ورنہ اگر مین چلا جاؤنگا تو پچتاوے گا اوسنے تو بھی
کچہہ توجہ نکی پھر کہا کہ مسیح ہون راہب نے کہا کہ مسیح ہی تو مین کیا کرون مسیح نے ہمکو عبادت وریاضت کا حکم
فرمایا ہے اور قیامت مین ملنے کا وعدہ کیا ہی اگر خلاف وعدہ قیامت سے پہلے آج ہی چلے آوینگے تو ہم کب
مانتے ہین پھر شیطان نے اوس سے کہا کہ مین شیطان ہون تجھے بہکانا چاہا تہا سو نہوسکا اب اسواسطے آیا تہا
کہ جو تو پوچھے تو بتادون اوسنے کہا کہ مجھے کچہہ پوچھنا منظور نہین پس شیطان وہانسے پھرا اتنے مین راہب نے کہا
کہ سنتا ہی یا نہین اوسنے کہا کہ سنتا ہون کہا کہ مجھے یہ بتلادے کہ آدمی کی عادتونسے کونسی تیری زیادہ مددگار ہی
اوسنے کہا کہ تیزی اور غصہ آدمی جب غصہ ہوتا ہی تو ہم اوسکو ایسا لوٹ دیتے ہین جیسے لڑکے گیند کو لڑکاتے ہین اور
خیثمہ فرماتے ہین کہ شیطان کا مقولہ ہی کہ ابن آدم مجھپر کیسے غالب ہوسکتا ہی جب وہ راضی رہتا ہی تو مین اوسکے
دلمین رہتا ہون اور جب غصہ ہوتا ہی تو اڑکر اوسکے سر مین چلا جاتا ہون اور حضرت امام جعفر صادق فرماتے
ہین کہ غضب ہر ایک برائی کی کنجی ہی اور بعض انصار کا قول ہی کہ تیزی بیوقوفی کی جڑ ہی اور اوسکا منشا غصہ ہوتا ہی اور
جو جہالت سے خوش رہی اوسکو حلم کی کچہہ حاجت نہین کیونکہ حلم زینت اور نفع کی چیز ہے اور جہالت عیب وضرر کی
اور خاموش رہنا احمق کے جواب مین یہی اوسکا جواب ہوتا ہے ع جواب جاہلان باشد خموشی اور حضرت مجاہد فرماتے ہین

شیطان کا قول ہے کہ ... [illegible] ... ایک تو اون مین سے
جب کوئی نشہ مین ہووے گا تو اوسکی تکمیل ہمارے ہاتہ مین ہوگی جہان چاہین گے لیجاوین گے کام ہماری مرضی کے
موافق کرے گا ایک جب غصہ ہوگا تو قول ایسا کہے گا جسکو جانتا بھی نہو اور کام وہ کرے گا کہ جس سے ندامت
ہو ایک یہ کہ پاس کی چیز مین ہمیشہ بخل کی ترغیب دیتے رہتے ہین اور ایسی باتون کا چاؤ دلاتے ہین جن پر اوسکو
قدرت نہو اور ایک حکیم سے کسی نے کہا کہ فلانا شخص اپنے نفس پر خوب قابو رکہتا ہے اسنے جواب دیا کہ تو اب
اوسکو شہوت رسوا نہ کریگی اور ہواے نفسانی سے پچہاڑ نہ کہاوے گا اور غصہ اوسکو نہ دباوے گا اور بعضون کا
قول ہے کہ غصہ سے بچنا چاہیے کیونکہ انجام کو معذرت کی ذلت اوٹہانی پڑتی ہے اور بعضون نے کہا ہے کہ
غضب سے ڈرتے رہو اس سے ایمان بگڑ جاتا ہے جیسے ایلوہ سے شہد بگڑتا ہے اور حضرت ابن مسعود سے
روایت ہے کہ مرد کا حلم غصہ کیوقت دیکہنا چاہیے اور امانت کو طمع کیوقت جانچنا چاہیے اور جب غصہ نہو
اوسوقت کی حلم کا کیا اعتبار ہے اسیطرح بدون طمع کے امانت کا اعتبار نہین اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح
نے اپنے عامل کو لکہا کہ غصہ کیوقت کسیکو سزا مت دینا بلکہ جب کسی مجرم پر غصہ آوے تو اسکو قید کرنا اور جب غصہ
جاتا رہے تب روبکاری کر کے موافق جرم کے سزا دینا اور سزا بہی پندرہ کوڑہ سے زیادہ کی نہو اور علی بن الحسین
انہین کے حال مین لکہتے ہین کہ ایک بار ایک قریشی شخص نے ان سے سخت کلامی کی تو انہون نے بڑی دیر
سر نیچا کر لیا اور پہر فرمایا کہ تمہاری مرضی یہ تہی کہ حکومت کی جوش مین مین شیطان کے ہاتہون خفیف ہو کر
آج تمہارے ساتہہ وہ بات کرون جسکو کل تم میرے ساتہہ کرو اور بعض اکابر نے اپنے بیٹے سے کہا کہ غصہ کیوقت
آدمی کی عقل ٹہکانے نہین رہتی جیسا کہ جلتے تنور مین زندہ کی روح نہین رہتی پس جو شخص غصہ کم کرے وہی
عقیل زیادہ ہے اور غصہ اگر دنیا کے واسطے ہے تو اسکا نام مکر و فریب ہی اور اگر آخرت کے لیے ہے تو اوسکو حلم
اور علم کہتے ہین کیونکہ لوگ ایسا کہتے ہین کہ غصہ عقل کا دشمن جانی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ خطبہ مین
ارشاد فرماتے کہ تم مین سے فلاح کو پہونچا وہ شخص جو طمع اور ہواے نفسانی اور غضب سے بچا رہا اور بعض
اکابر کا قول ہے کہ جسنے شہوت و غصہ کی اطاعت کی یہ دونون اوسکو دوزخ کیطرف کہینچینگے اور حضرت حسن
فرماتے ہین کہ مسلمان کی پہچان یہ ہے کہ دین مین پکا ہو اور ایمان کا یقین رکہتا ہو اور علم مع حلم اور دانائی
ملایمت کے ساتہہ اور حقوق کی داد و دہش بجا لاوے اور تونگری مین میانہ روی اور فاقہ کے وقت
تحمل اور قدرت کے وقت احسان اور شدت مین صبر کرے غصہ اور شہوت اوسپر غالب نہو اور ننگ و
حمیت اوسپر سرکشی نکرین حرص و پیٹ کی باعث ذلیل نہو اور نیت مین کسیطرح کا قصور و فتور نہ واقع ہو مظلوم
کی نصرت و مدد کرے ضعیف پر رحم کرے نہ بخیل ہو نہ مسرف جب اوسپر کوئی ظلم کرے تو معاف کرے اور جاہلون سے درگذر کیا کرے

اسکا نفس ہمیشہ اوسکے ہاتھہ سے تنگ رہے مگر لوگ اوس سے سب راضی رہین اور کسی نے حضرت عبد اللہ بن مبارک سے پوچھا کہ آپ حسن خلق کو مجملاً ایک لفظ مین ارشاد فرمائیے آپ نے فرمایا کہ ترک غضب کا نام حسن خلق ہے اور ایک نبی نے انبیا علیہم السلام مین سے اپنے ساتھیونسے کہا کہ کوئی ایسا ہے کہ جو مجھسے اس بات کا ذمہ کرے کہ کبھی غصہ نکرونگا اور میرے ساتھہ جنت مین درجہ پاوے اور میرے بعد خلیفہ اور جانشین ہو ایک جوان نے عرض کیا کہ مین کبھی غصہ نکرونگا پھر آپ نے دوبارہ کہا تو پھر اوسی شخص نے کہا کہ مین ایسا ہون اور اونکی زندگی بھر اپنے عہد کو پورا کیا بعد اونکی وفات شریف کے اونکے خلیفہ ہوئے یہ شخص ذو الکفل علیہ السلام تھے یعنے ضمانت والے کہ جس بات کا ذمہ کیا تھا اوسکو پورا کیا اور وہب منبہ فرماتے ہین کہ کفر کے چار رکن ہین ایک غضب دوسرے شہوت سوم حمق چہارم طمع

بیان دوم غضب کی حقیقت مین

ازانجا کہ خداوندکریم نے حیوان کو ایسا بنایا ہے کہ اسباب داخلی اور خارجی سے فنا اور ہلاک ہو جاتا ہے تو اپنے فضل و انعام سے ایک ایسی شی بھی عنایت فرمائی ہے کہ جسکے سبب وقت مقرری تک فنا سے محفوظ رہے داخلی اسباب کیطرف جو غور کرو تو معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی ترکیب حرارت اور رطوبت سے ہے جنمین باہم دائما عداوت اور ضد پائی جاتی ہے حرارت ہمیشہ رطوبت کو تحلیل اور خشک کرتی رہتی ہے کہ اوسکی اجزا بخار بنکر اڑجاوین پس اگر رطوبت کو غذا سے مدد نملے اور جسقدر تحلیل اور خشک ہو جاتی ہے اوسقدر جبر نقصان نہو تو حیوان فنا ہو جاوے اسلیے خداوندکریم نے غذا موافق بدن حیوانی کے پیدا کی اور حیوان میں اوسکی اشتہار کہدی کہ جس سے غذا کہایا کرے اور نقصان کا تدارک ہوکر ہلاک نہونے پاوے اور اسباب خارجی جو موجب ہلاک ہین وہ ہتیار مثل تلوار وغیرہ اور دوسرے مہلکات ہین اونکے لیے اللہ تعالی نے ایک قوت غضب پیدا کی ہے جو باطن سے جوش کرتی ہے اور مہلک چیزون کو اپنے آپ سے دفع کرتی ہے اوسکو خدا تعالی نے آگ سے بنا کر آدمی کی سرشت مین خمیر فرما دیا ہے پس جب آدمی کسی مطلب سے روکا جاتا ہے یا اوسکے خلاف مرضی کوئی چیز پیش آتی ہے تو وہ آگ بھڑک اٹھتی ہے اور اوسکا شعلہ ایسا تیز ہوتا ہے کہ دل کی اندر کا خون جوش کہا کر رگون مین اوپر کیطرف چڑہتا ہے جیسا کہ آگ کا شعلہ اونچا اٹھتا ہے یا ہنڈیا کا جوش اوپر کو اوبلتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ غصہ کیوقت آدمی کا چہرہ اور آنکھین سرخ ہو جاتی ہین چونکہ چہرہ کا پوست نرم و صاف ہوتا ہے اسلیے خون کی جہلک اسمین خوب نمایان ہو جاتی ہے جیسا شیشہ کی اندر کی چیز معلوم ہوا کرتی ہے اور یہ حال اوسوقت ہوتا ہے جسوقت کہ اپنے سے کم رتبہ آدمی پر غصہ آوے اور یہ بھی جانتا ہو کہ اس پر میرا قابو ہے اور جسوقت کہ غصہ اپنے سے زیادہ پر آوے یا انتقام نہ لیسکتا ہو تو ایسی صورت مین خون ظاہر جلد سے بستہ ہوکر قلب کیطرف کو رجوع کرتا ہے اور باعث رنج و غم ہوتا ہے اسی

چہرہ زرد رنگ ہو جاتا ہے اور اگر کسی برابر والے پر غصہ آتا ہے تو یہ دونون کیفیتین نمود ہوتی ہین لال پیلا رنگ ہوا کرتا ہے اور اضطراب پیش آتا ہے پھر صورت غضب کی جگہہ قلب ہے اور اوسکے معنی یہ ہین کہ جوش کرنا خون دلکا بدلہ لینے کے واسطے اور یہ قوت موذی چیزونکے دفع کے لیے تو اول ہی متوجہ ہوتی ہے یعنے قبل ایذا اونکا دفعیہ چاہتی ہے اور بعد ایذا انتقام اور تشفی دل کے لیے پیدا ہوتی ہے اور اس قوت کی غذا اور اشتہا انتقام ہے اور اسی مین اوسکو لذت ملتی ہے اور بدون انتقام چین نہین لیتی اب اس قوت مین ابتدای پیدایش سے آدمیونکی تین درجہ ہین اول درجہ تفریط یعنے کمی کا ہے اور یہ مذموم ہے ایسے ہی شخص کو بے غیرت کہا کرتے ہین حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ جس شخص کو باوجود غصہ دلانے کے غصہ نہ آوے تو وہ گدہا ہے اس سے معلوم ہوا کہ غصہ اور حمیت کا بالکلیہ نہونا بہت نقصان کی بات ہے اللہ تعالے نے اصحاب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف مین ارشاد فرمایا أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ اور شدت اور غلظت غضب کے بعد ہوا کرتی ہے دوسرا درجہ افراط یعنے زیادتی کا ہے وہ یہ ہے کہ غصہ اشد درجہ غالب ہو کہ عقل اور دین کی طاعت وسیاست سے نکل جاوے اور غصہ کیوقت آدمی مین بصیرت اور تامل اور فکر اور اختیار کچھہ نرہے مضطر کی طرح ہو جاوے اور غلبہ غضب کا سبب یا تو پیدایشی ہوتا ہے کہ شروع پیدایش سے ڈراؤنی صورت اور زود رنج اور زود غضب ہوتا ہے پھر مزاج کی گرمی اوسکو اشتعال دیتی ہے اور شعلہ مذکور دو بالا ہو جاتا ہے اور سردی مزاج سے البتہ اوسکی تیزی کم ہو جاتی ہے یا غلبہ غضب کا سبب عادت ہوتی ہے کہ ایسے لوگون مین نشست اور برخاست رہی جو مغلوب الغضب اور سریع الانتقام ہین اور ان باتونکو شجاعت اور جوانمردی جانتے ہین اور فخر یہ کہتے ہین کہ ہمکو ذرا برداشت نہین اور ہم کو کوئی ذرا سی بات کہے تو نہین سہ سکتے حالانکہ حقیقت مین گویا یہ کہہ رہین کہ ہمکو ذرہ عقل وحلم نہین مگر بیوقوفی سے اسکو فخر جانتے ہین پس جو شخص ایسے لوگون سے اسطرح کی باتین سنتا رہتا ہے اوسکے دل مین غصہ کی خوبی جم جاتی ہے اور چاہتا ہے کہ مین بھی ایسا ہی ہو جاؤن اسلیے غصہ بڑھجاتا ہے اور جب غصہ کی آگ بھڑک اوٹھتی ہے تو غصہ والے کو پھونک دیتی ہے اور نصیحت سننے سے بہرا کر دیتی ہے بلکہ نصیحت سے اور زیادہ غصہ ہوتا ہے اور اگر اپنی عقل ونفس سے کچھہ استفادہ کرے یہ بھی نہین ہو سکتا اسلیے کہ نور عقل گل ہو جاتا ہے خواہ غصہ کی دہوین سے ایسا دھندلا ہو جاتا ہے کہ کام کا نہین رہتا اسلیے کہ آدمی دماغ سے فکر کیا کرتا ہے مگر جب غصہ کے مارے دلمین خون جوش کرتا ہے تو اوس سے ایک کالا دہوان دماغ کیطرف چڑہکر فکر کی جگہہ مین پھیل جاتا ہے بلکہ بعض اوقات حواس کی جگہہ کو بھی گھیر لیتا ہے کہ آنکھہ سے کچھہ نہین دیکھتا اور کان سے کچھہ نہین سنتا دنیا تاریک معلوم ہوتی ہے اور اس حال مین دماغ کی ایسی صورت ہو جاتی ہے جیسے

کسی غار میں آگ جلائی جاوے اور تمام غار میں دہوان بھر جاوے اور زمین بھی تیز ہو جاوے تو کیسی حالت ہو
اگر کوئی چراغ جلتا ہوا ہوگا تو اوس سے کیا سوجھی گا وہ تو دھندلا ہو جاوے گا یا گل ہو جاوے گا اور جو
شخص اس غار میں ہوگا وہ نہ تو اوس میں ٹھہر سکتا ہے نہ کوئی کلام سن سکتا ہے نہ صورت دیکھ سکتا ہے
اور نہ اس دہوین کو اندر یا باہر سے فرو کر سکتا ہے بلکہ جب تک جلنے کی چیز جل نہ جاویگی تب تک صبر کرنا پڑے گا یہی حال
غصہ کا دل و دماغ کے ساتھ ہوتا ہے بلکہ بعض اوقات غصہ کی آگ ایسی تیز ہوتی ہے کہ اوس سے وہ رطوبت
جس سے کہ دل کی زندگی ہے فنا ہو جاتی ہے اور آدمی ہلاک ہو جاتا ہے جیسے کہ غار کی آگ بعض اوقات
زیادہ ہو کر اوسکے ٹکڑے کر دیتی ہے اور اوپر سے نیچے کو بیٹھ جاتا ہے یعنے غار کی دیوارون اور طرفون میں جو قوت
قائم رہنے کی ہے شدت گرمی سے وہ جاتی رہتی ہے اور گر پڑتا ہے اسیطرح یہان بھی غصہ کی آگ سے رطوبت
قلبی دور ہو کر باعث موت ہو جاتی ہے اور اگر واقع میں پوچھو تو سمندر کی موجون میں طوفان کیوقت کشتی کا
ہونا بہت بہتر ہے اوس حال سے جو غصہ کیوقت آدمی کے دل کا ہوتا ہے اسلیے کہ کشتی کے بچنے کی توقع ہوتی ہے
کیونکہ اوسمین جو لوگ سوار ہین وہ اوسکے ٹھہرانیکی بیسیون تدبیرین کرینگے اور یہان تو نفس کی کشتی کا ناخدا
دل تہا وہی غصہ کے سبب اندہا اور بہرا ہو گیا پھر تدبیر کون کرے اب جاننا چاہیے کہ شدت غضب کی نشان ظاہر میں
یہ ہین رنگ کا بدل جانا ہاتہہ پاؤن کا کانپنا افعال کا بے ترتیب و انتظام صادر ہونا کلام میں گڑگڑانا یہانتک
کہ باچھون میں جھاگ آجاوین اور آنکھین سرخ ہو جاوین نتہنا پھر جاوے شکل بدل جاوے اور اگر غصہ والا اپنی
صورت کو غصہ کیوقت دیکھے تو شرم کے مارے غصہ جاتا رہے کہ کیسی بری صورت ہو گئی اور از انجا کہ صورت ظاہری
صورت باطنی کا عنوان ہوا کرتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ باطن اور بھی زیادہ برا ہو جاتا ہو گا کیونکہ اول
صورت باطن ہی بگڑتی ہے اور وہی بگاڑ ہوتے ہوتے صورت ظاہری پر پہیل جاتا ہے تو گویا تبدل صورت
ظاہری فرع ہے اور صورت باطنی کی برائی اصل تو فرع کی صورت سے اصل کو قیاس کرنا چاہیے غرض کہ
تمام جسم مین تو یہ علامات ہوتی ہین اور زبان مین غصہ کا اثر یہ ہے کہ گالیان بکنے لگتا ہے اور ایسے کلام فحش
اور برے بولتا ہے کہ جس سے خردمندونکو شرم آوے بلکہ خود غصہ والا بدون غصہ کیوقت کے کبھی اونکو بولتے
ہوئے شرم کرے اور اس فحش کی ساتھہ ہی یہ بھی ہوتا ہے کہ لفظون میں اضطراب اور بندش بالکل خراب ہوتی ہے
اور اعضا پر تاثیر غضب یہ ہوتی ہے کہ بے تامل مار پیٹ نوچ کھسوٹ قتل و زخم کرنے لگتے ہین اگر
جس شخص پر غصہ آیا ہے وہ سامنے ہوا اور اوس پر بس چلا تو یہ باتین اوسکے ساتھہ ہون گی اور اگر وہ
بہاگ گیا یا کسی اور سبب سے بے قابو ہو گیا تو غصہ خود اپنے اوپر لوٹتا ہے کہ کپڑے پہاڑتا ہے اور اپنا سینہ پیٹتا ہے
یا زمین پر ہاتہہ دے مارتا ہے یا نشہ والون اور مدہوشون حیرانون کی طرح دوڑتا ہے اور کبھی غصہ کی مارے

ایسا کرتا ہے کہ اٹھنے اور دوڑنے کی طاقت نہین رہتی اور غش سا آجاتا ہے کبھی جمادات وحیوانات کو مارتا ہے مثلاً برتن توڑ ڈالا دسترخوان پھاڑ ڈالا گاے بیل گھوڑے کو گالیان دینے لگا اور اونسے ایسی باتین کرنے لگا جیسے سمجھدار سے کہا کرتے ہین اور اگر کوئی جانور لات مار دے تو غصہ مین آپ بھی اوسکو لات مارتا ہے حالانکہ یہ حرکات مجنونون کی سی ہین اور دل پر تاثیر غصہ کی یہ ہے کہ جسپر غصہ ہوا ہے اوسکی طرف سے کینہ رکھنا اور حسد کرنا اوسکی برائی چاہنا اور اوسکی برائی سے خوش ہونا اور بھلائی سے رنجیدہ ہونا اور اوسکے بھید ظاہر کر دینا اور درپے ہتک ہونا اور مسخرہ بنانا وغیرہ پس شدت غضب کے ثمرات یہ ہین اسیطرح ضعف غضب کا نتیجہ بھی اچھا نہین یعنی اوسکا ثمرہ بے غیرتی ہے کہ جو بات آدمی کے گھر والون کی مثلاً ماں بہن بیوی وغیرہ کی قابل غیرت کی ہو اوس سے غیرت نہ کرے اور کمینون سے ذلت اٹھاوے اور خوار اور رسوا رہے اور بے غیرتی مثل مخنث ہونیکی ہے چنانچہ حدیث شریف مین ہے کہ اِنَّ سَعْدًا لَغَيُوْرٌ وَاَنَا اَغْيَرُ مِنْ سَعْدٍ وَاللّٰهُ اَغْيَرُ مِنِّی علاوہ ازین غیرت نسبونکی حفاظت کی لیے پیدا ہوئی ہے اگر غیرت مین لوگ تساہل کرین تو انساب مین فتور اور خلط واقع ہو اور اسی بنا پر یہ قول مشہور ہے کہ جس قوم کی مردونمین غیرت ہوتی ہے اونکی عورتونمین حفاظت رہتی ہے اور بری بات کو دیکھکر سکوت کر جانا بھی منجملہ ضعف غضب سے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین خَيْرُ اُمَّتِي اَحِدَّاءُهَا یعنی جو دین مین سخت ہون اور اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے وَلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ بلکہ آدمی اگر اپنے نفس کی ریاضت کر سکے تو یہ بھی اسی بات کی علامت ہی کہ غصہ نہین رکھتا اسلیے کہ ریاضت جبھی ہو سکتی ہے جب غصہ کو شہوت پر مسلط کر دے یہانتک کہ اگر نفس کمی شہوات پر جھکے تو اوسی وقت اوس پر غصہ کرے تیسرا درجہ غصہ کا جو اچھا اور محمود ہے وہ یہ ہی کہ غصہ منتظر اشارۂ عقل کا رہے اور دین کا مطیع ہو جس جگہہ حمیت شرعاً واجب ہے وہان غصہ آوے اور جس جگہہ حلم اور غصہ کا پینا چاہیے وہان حد اعتدال سے نہ بڑہے ایسے ہی غصہ سے خداوند کریم نے اپنے بندونکو مکلف کیا ہے اور یہ وہی درجہ ہے جسکی صفت اس حدیث شریف مین ہے خَيْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَاطُهَا اس سے معلوم ہوا کہ اگر آدمی مین غصہ ایسا سست ہو کہ غیرت بھی کم ہو اور نفس کو ذلت اور ظلم بموقع کی برداشت ناگوار نہو تو اوسکو چاہیے کہ اپنے نفس کا علاج کرے یہانتک کہ غصہ مین قوت آجاوے اور جس شخص مین غصہ حد اعتدال سے زیادہ ہو کہ نوبت تہور اور بے عقلی سے بری کامونمین گھسنے کی پہونچادے اوسکو بھی علاج نفس کا چاہیے تاکہ غصہ ایک عمدہ اور درمیانی حالت پر آجاوے جسکا نام صراط مستقیم ہے ہرچند صراط مستقیم بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے لیکن جو اوس کو نباہ سکے اوسکو لازم ہے کہ جس قدر اسکے قریب آسکے اوتنی کوشش کرے جیسا کہ اللہ تعالے فرماتا ہے

ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء ولو حرصتم فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقۃ

اس لیے کہ یہ ضرور نہیں کہ جس سے ہمہ تن خیر نہو سکے وہ ہمہ تن شر ہی کیا کرے بلکہ بعض بدی بعض کی نسبت ہلکی ہوتی ہے اور بعض نیکیاں بعض کی نسبت زیادہ رتبہ رکھتی ہیں پس اگر بڑی نیکی نہو سکے چھوٹی کے دیے ہوا اور اگر شر سے محفوظ نرہ سکے تو جسمین ضرر کم ہو اوسی پر قناعت کیجیو

تیسرا بیان اس بات کا کہ ریاضت سے اصل غضب دور ہونا ممکن ہے یا نہیں

جاننا چاہیے کہ بعض لوگ تو یہ خیال کرتے ہیں کہ ریاضت سے بالکلیہ محو کرنا غضب کا ہو سکتا ہے اور مقصود بھی ریاضت سے یہی ہے اور بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ غضب کا کچھ علاج ہی نہیں اور یہ اون لوگوں کا قول ہے جو یہ تصور کرتے ہیں کہ عادات بھی مثل پیدائش ظاہر کے ہیں جیسا اعضا ظاہر کے نقصان کو آدمی درست نہیں کر سکتا ویسا ہی خلق بھی قابل علاج نہیں اور یہ دونوں قول ضعیف ہیں بلکہ اصل اس باب میں یہ ہے کہ آدمی اپنے جیتے جی ایک چیز سے محبت رکھتا ہی اور ایک چیز کو برا جانتا ہے تو غصہ بھی ضرور ہی ہوگا اسیلیے کہ کوئی چیز اسکے مزاج کے موافق ہوگی اور کوئی مخالف موافق اسکی خاطر خواہ ہوگی اور مخالف پر اسکو غصہ آویگا مثلاً فرض کرو کہ کسی نے اوسکی محبوب چیز لے لی تو غصہ ہوگا یا کسی نے اوسکو ضرر پہونچانا چاہا تو بیشک غصہ ہوگا مگر جس شے کی ساتھہ کہ آدمی کو محبت ہوتی ہے اوسکی تین قسمیں ہیں ایک تو ایسی شے جو سب کے لیے ضروری ہے مثلاً غذا اور مکان اور لباس اور صحت بدن پس جو شخص کہ آدمی کی ایسی چیزونکو دور کرنا چاہے مثلاً کھانیکی غذا چھین لے یا پانی پینے کا گرا دیوے یا کپڑا جو مقدار ستر عورت ہی تہا اوسکو چھین لے یا رہنیکے مکان سے نکالدے تو چونکہ ایسی چیزین ہر ایک شخص کی ضروریات میں داخل ہیں اسلیے انکا علیحدہ ہونا برا معلوم ہوتا ہے اور جو کوئی ان چیزون کا مزاحم ہوتا ہے اوسپر غصہ آتا ہے دوسری قسم وہ ہے کہ کسیکے لیے بھی ضروری نہو جیسے بہت سا مال اور جاہ و جلال اور خدم و حشم و سواری وغیرہ کہ یہ چیزین عادت کی سبب محبوب ہیں ضرورت میں داخل نہیں لوگونکو علت غائی چیزون کی معلوم نہین جہالت سے ایسے اشیا سے محبت کرتے ہیں دیکھو چاندی سونا خود اتنے محبوب ہو گئے ہین کہ اونکو گاڑ رکھتے ہیں اگر کوئی اونکو بیجا صرف کر ڈالے تو اوسپر غصہ آتا ہے حالانکہ یہ دونوں کھانیکی چیز نہیں پس اس قسم کی چیز کے لیے جو غصہ ہوتا ہے وہ اس قابل ہے کہ انسان سے بالکلیہ منقطع ہو سکے مثلاً اگر کسی کے پاس ایک مکان زائد از حاجت ہو اور اوسکو کوئی ظالم گرا دیوے تو ہو سکتا ہے کہ اوسکے گرانے پر غصہ نہ آوے اسطرح کہ مکان والا کوئی شخص دانا بینا ہو جسکو زائد از حاجت کی ساتھہ محبت ہی نہو پس اگر اوسکو ظالم نے گرا دیا تو بوجہ محبت نہونیکے غصہ نہ آویگا لیکن اگر محبت ہوگی تو بیشک غصہ آویگا اور بالفعل جو دیکھا جاتا ہے لوگ

لوگونکا غصہ ایسی ہی باتون پر ہوتا ہے جو ضروری نہین ہوتین مثلاً شہرت اور جاہ پر اور مجلس مین
شخص ہو کر بیٹھنے پر اور علم سے فخر کرنے پر تو جب آدمی کو اس بات کا ذرا بھی چسکا اور محبت ہوتی ہے وہ ضرور
غصہ ہو جاتا ہے اگر محفل مین اوسکی نشست فرا بدلی جبھی لال پیلا ہو جاتا ہے اور جسکو صدر بیٹھنے کا شوق
نہین وہ اگر جوتیون مین بیٹھ جاوے تب بھی غصہ نہین کرتا اور سہ صدر ہر جا کہ نشیند صدر است پر عمل
کرتا ہے غرض کہ اکثر لوگون کی محبت ایسی ہی عادات ردی اور خراب سی ہو گئی ہے اسی لیے غصہ بھی
بات بات پر کرتے ہین نہین سمجھتے کہ جتنے شہوات اور ارادے زیادہ ہوتے ہین اوتنا ہی آدمی مین نقصان زیادہ
ہے اسلیے کہ حاجت صفت نقصانی ہے جسقدر اسکی زیادتی آدمی مین ہوگی اوسی قدر نقصان بھی زیادہ ہوگا
نادان آدمی ہمیشہ اسی بات پر کوشش کرتا ہے کہ حاجات زیادہ پوری ہون اور ارزوئین بہت آمد ہون
حالانکہ یہی چیزین ذخیرہ غم اندوہ کا ہوتی ہین اور بعضے تو ایسے بحر جہالت مین ڈوبے ہوتے ہین کہ اگر اونکو
بری بات کا بھی عیب بتایا جاوے تو اوسپر بھی غصہ ہوتے ہین مثلاً کوئی یون کہے کہ تمکو مرغ لڑانا خوب نہین آتا
یا شطرنج اچھی نہین کھیلتے یا شراب بہت نہین پی سکتے یا کھانا زیادہ نہین کھا سکتے تو یہ باتین ایسی ہین
کہ اگر آدمی مین نہون تو خوبی کی بات ہے مگر ان پر بھی بعض جاہل بگڑ بیٹھتے ہین کہ ہمکو یون کیون کہا
خلاصہ یہ کہ اس قسم کی چیزون پر جنکی محبت ضروری نہین غصہ بھی ضروری نہین تیسری قسم وہ اشیا ہین
کہ بعض کے حق مین ضروری ہون اور بعض کے غیر ضروری مثلاً کتاب عالم کے واسطے محبوب چیز ہے اوسکو
اسکی ضرورت رہتی ہے اسی لیے اوس سے محبت رکھتا ہے اور اگر کوئی اوسکو جلا دے یا ڈبو دے یا ضایع
کر دے تو اوسپر غصہ ہوتا ہے یہی حال اوزارونکا ہے بہ نسبت پیشہ والون کے کہ ہر پیشہ والے کو غذا کا ملنا
بدون اوزار کے اور اپنے کام کے مشکل ہے پس چونکہ اوزار ضروری چیز یعنے غذا وغیرہ کے حصول کے وسیلے
ہین اس جہت سے پیشہ والے کو اونسے محبت ہوتی ہے اور اونکو ضروری جانتا ہے حالانکہ محبت ضروری
وہ ہے جسکی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث شریف مین اشارہ فرمایا ہے مَنْ اَصْبَحَ اٰمِنًا
فِی سِرْبِہٖ مُعَافًی فِی بَدَنِہٖ عِنْدَہٗ قُوْتُ یَوْمِہٖ فَکَاَنَّمَا حِیْزَتْ لَہُ الدُّنْیَا بِحَذَافِیْرِھَا پس جو شخص کہ حقائق امور سے
واقف ہو اور یہ تینون باتین مذکورہ حدیث اوسکو حاصل ہون تو ہو سکتا ہے کہ وہ ان چیزون کے سوا
مین غصہ نکرے یہ تین قسمین تو بیان ہو چکین اب ریاضت کے باعث جو اثر ہر ایک قسم مین ہوتا ہی اوسکو
سننا چاہیے قسم اول مین تو ریاضت اس بات کو مفید نہین ہوتی کہ دل کا غصہ بالکل نیست و نابود ہو جاوے
بلکہ ریاضت اسلیے ہوتی ہے کہ دلمین ایسا ملکہ ہو جاوے جس سے مطیع غضب کا نہ ہے اور بظاہر اوسکا
استعمال اوسی درجہ تک کرے جسکو شرع اور عقل مستحسن جانے اور یہ امر مجاہدے اور کوشش سے ممکن ہے

کہ بتکلف حلم کیا کرے اور مدت تک برداشت کرتا ہے یہانتک کہ حلم وبرداشت مثل امور طبعی کی عادت
راسخ ہوجاوین الا بیخ وبن سے غصہ کو دلمین سے نکالنا غیر ممکن ہے اور خلاف مقتضاے طبع پان
تیزی کا توڑنا اور اوسکا کمزور کردینا ہوسکتا ہے کہ باطن مین اوسکا جوش نہونے پاوے اور یہانتک
ضعف آجاوے کہ اوسکا اثر منہ پر کچہہ بہی محسوس نہو گو یہ امر نہایت سخت ہی تاہم امکان سے باہر نہین
اور یہی حال قسم سوم کا بہی ہے اسلیے کہ اوسمین بہی آخر بعض لوگون کے حق مین تو وہ اشیا ضروری ہین
ریاضت سے اونکو بہی یہ فائدہ ہوگا کہ غصہ کی شدت باطن مین نہوگی اور صبر کی سختی زیادہ محسوس نہوگی
اور دوسری قسم کی اشیا پر جو غصہ ہوتا ہے تو ریاضت سے اوسکا قطعاً استیصال ہوسکتا ہے یعنی جب
دلمین سے محبت غیر ضروری چیزونکی دور ہوجاویگی تو اوسکے ساتہہ ہی غصہ بہی علیحدہ ہوگا کہ محبت اور وہ
لازم وملزوم ہین اور اوسمین ریاضت کا طور یہ ہے کہ آدمی یون تصور کرے کہ میرا وطن قبر تاریک ہے اور پہر رہنے
کی جگہہ آخرت ہے دنیا صرف ایک گذرگاہ ہے کہ اس سے گذر جانا قطعی ہوگا اور یہان جو مین آیا ہون
صرف اسلیے کہ توشۂ آخرت حاصل کرون ؎

	ہر چہ گیرید مختصر گیرید		کار دنیا کسے تمام نہ کرد

بقدر ضرورت اشیا کے سوا سب کو یہ جانے کہ وطن اصلی اور مستقر حقیقی مین یہ چیزین باعث وبال
ہونگی ان خیالات سے دنیا مین زہد اختیار کرکے محبت دنیا دلسے محو کر ڈالے تو یقین ہے کہ اسطرح کی
ریاضت سے بالکل اصل غصہ کی جاتی رہے اور کچہہ نہوگا تو اسقدر تو ضروری ہوگا کہ غصہ کو ظاہر نہ کریگا
اور اوسکے بموجب عمل نہ کریگا اس لیے کہ غصہ تابع محبت کا ہی اگر محبت جاتی رہی گی تو یہ بہی فنا ہوجاویگا
مثلاً ایک آدمی کے پاس کتا ہے جس سے کہ اوسکو محبت نہین اگر کوئی دوسرا شخص اس کتے کو مارے
تو اسکو غصہ نہ آوے گا کیونکہ محبت اوسکی نہین بہرحال جڑ سے جاتا رہنا غصہ کا تو بہت ہی مشکل ہے
الا ضعیف ہوجانا اور اوسکے بموجب عمل کا نہونا بہی غنیمت ہے یہان یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ قسم
اول یعنی ضروری اشیا کی جانے سے درد ورنج ہوتا ہے کہ حاجت کی چیز جاتی رہی یہ ضرور نہین کہ غصہ
بہی آوے مثلاً اگر کسی نے بکری کہانے کے لیے پالی ہو اور وہ مرجاوے تو اوسکو رنج اوسکے مرنیکا
البتہ ہوگا مگر غصہ کسی پر نہین کرنے کا اور یہ امر ضروری بہی نہین کہ ہر رنج کے ساتہہ غصہ بہی ہوا کرے دیکہو
خون نکلوانے مین تکلیف اور درد تو ہوتا ہے مگر فصد کہولنے والے یا پچہنے لگانے والے پر غصہ نہین آتا
پس جس شخص پر توحید کا غلبہ ہو یہانتک کہ سب اشیا کو قبضۂ قدرت الٰہی مین دیکہے اور سب کچہہ اوسی
کی طرف سے جانے تو وہ غصہ نہین کریگا اسواسطے کہ وہ مخلوق کو صرف ایک واسطہ جانیگا جیسے لکہنے والے

ہاتھ میں قلم ہوتا ہے تو اگر بادشاہ مثلاً کسی آدمی کی گردن مارنے کا فرمان لکھدے تو وہ قلم پر غصہ نہین
کرے گا اسیطرح جو شخص اوسکی بکری ذبح کر ڈالے اوسپر بھی غصہ نہوگا کیونکہ ذبح اور موت کو خدا ہی کیطرف
سے جانتا ہے تو غلبۂ توحید میں غصہ نہ آنا چاہیے علاوہ ازین خدا کے ساتھ حسن ظن بھی اسی بات کا مقتضی
ہے یعنے جب یہ تصور کیا کہ خداوند کریم میرے حق میں جو بہتر ہے وہی کرتا ہے تو اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ
شاید میرے بھوکھا یا بیمار یا زخمی رہنے ہی میں اوسکی نزدیک بہتری ہوگی پس غصہ کی کوئی وجہ نہین جیسے
خون نکال لینے والے پر غصہ نہین آتا کیونکہ اپنی بہتری اوسیمین متصور ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ واقع میں غلبہ
توحید سے یہ بات ممکن تو ہے مگر اس درجہ کی توحید ہمیشہ نہین رہا کرتی اور دیرپا نہین ہوتی بلکہ آنا فانا بجلی کی
چمک جاتی ہے اور انجام کو دل وسیلون ہی کیطرف رجوع کیا کرتا ہے اور یہ بات دلمین جبلی اور طبعی ہے اور
اگر توحید دیرپا ہوا کرتی تو اشرف المخلوقات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور یہی ہوتی حالانکہ
آپ کو غصہ آتا تھا یہانتک کہ رخسار مبارک سرخ ہوجاتے تھے اور خود ارشاد فرمایا کہ الٰہی میں آدمی ہون
آدمی کیطرح مجکو بھی غصہ آتا ہے پس جس کسی مسلمان کو مینے گالی دی ہو یا لعنت کی ہو یا مارا ہو تو تو میری
ان باتونکا اوسکے لیے رحمت کر دے اور باعث تقرب بنا دے کہ جسکے سبب قیامت میں اوسکو تیرا تقرب حاصل
ہوا اور حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رض فرماتے ہین کہ مینے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم جو کچھ کلام آپ غصہ اور خوشی کی حالت میں فرمایا کرتے ہین اوسکو میں لکھون آپ نے فرمایا کہ لکھا
قسم ہے اوس ذات کی جسنے مجکو رسول برحق بنایا اس سے یعنے زبان سے سوای حق کے کچھ نہ نکلیگا اور یہ نہ فرمایا
کہ میں غصہ نہین ہوتا ہون بلکہ یہ فرمایا کہ غصہ مجکو حق سے تجاوز نہین کرنے دیتا یعنے میں اوسکی مقتضا
کے بموجب عمل نہین کرتا ہون اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایکبار غصہ ہوئین تو آپ نے فرمایا کہ تجھے
کیا ہوا تیرا شیطان تیرے پاس آیا ہے اونہون نے عرض کیا کہ کیا آپ کا شیطان نہین آپ نے فرمایا کہ کیون
نہین مگر مینے اللہ سے دعا مانگی تو وہ مسلمان ہوگیا مجکو خیر کے سوا کچھ نہین کہتا یہ نہ فرمایا کہ میرا شیطان
نہین ہے بلکہ فرمایا کہ وہ مجکو بدی کا امر نہین کرتا اور یہان شیطان سے شیطان غضب مراد ہے
اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کیواسطے کبھی غصہ نہ آتا تھا
اور اگر امر حق میں غصہ فرماتے تھے تو کسیکو خبر نہین ہوتی تھی اور نہ کوئی اسکے تاب مقابلہ لا سکتی تھی
یہانتک کہ حق کا انتقام لے لین اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ گو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا غصہ
اسم ہی کیواسطے امر حق پر ہوتا تھا تاہم فی الجملہ التفات وسیلون کیطرف پایا جاتا ہے اسیطرح جو شخص کسیکی
قوت اور حاجت دینی کی چیز چھین لے اور وہ اوسپر غصہ کرے تو یہ غصہ خدا کیواسطے ہوگا اسطرح غصہ کا علیحدہ ہونا ممکن نہین

ہان بعض اوقات جب کوئی شخص کسی زیادہ ضروری مہم مین مشغول رہتا ہے تو ضروری چیز چین جاوے
بھی غصہ نہین کرتا کیونکہ دل اور طرف مشغول ہوتا ہے اوسمین گنجایش غصہ کی نہین ہوتی اپنے استغراق کے
باعث اور چیز کو خیال مین بھی نہین لاتا چنانچہ حضرت سلمان رضؓ کو جب کسی نے گالی دی تو آپ نے فرمایا
کہ اگر میزان اعمال مین میرے عمل کم ہوے تو جو کچھ تو کہتا ہے مین اوس سے بھی بدتر ہون اور اگر پلہ بھاری ہے
تو اوس کہنے سی میرا کچھ ضرر نہین پس چونکہ آپ کا قلب آخرت مین مصروف تہا گالی سے متاثر نہ ہوا ہی طرح
کسی نے ربیع بن خثیم کو گالی دی تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تیرا قول سنتا ہے جنت سے اسطرف ایک گہاٹی ہے
اگر مین اوسکو طے کر لی تو تیری بات سی مجہے کچھ ضرر نہوگا اور اگر وہ طے نہ ہوئی تو جو کچھ تو کہتا ہو اوس سے بھی
بدتر ہون اور ایک شخص نے حضرت ابو بکرؓ کو گالی دے آپ نے اپنے نفس کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ تیرے
جن عیبونکو خدا تعالے نے چہپا رکہا ہے وہ بہت ہین تو گویا آپ اپنے نفس کی تقصیر و نقصان کے دیکھنے مین
مشغول تھے یعنی یہ بات مدنظر تہی کہ خدا تعالے کو حق معرفت نہ پہچانا اور جسقدر اوس سے ڈرنیکا حق تہا
اوتنا خوف نہ کیا پس اس حال مین اگر کسی دوسرے نے اونکے نفس کو ناقص کہا تو اسکی تاثیر نہوئی اسلیے
کہ وہ تو خود پہلے ہی سے باوجود شان صدیقی اپنے نفس کو نقصان کی آنکہ سے ملاحظہ فرماتے تھے اور ایک
عورت نے مالک بن دینارؒ کو کہا کہ او ریاکار آپ نے فرمایا کہ تیری سوا مجہے اور کسی نے نہین پہچانا تو گویا وہ
اپنے نفس سے آفت ریا دور کرنیمین مشغول تھے اور اوسکو یہ سمجہاتے تھے کہ ریا تجہسے چہوٹا نہین جو کچھ ہے
شیطان کا فریب ہی جب اوس عورت نے ریاکار کہا تو چونکہ نفس کو پہلے ہی سے ریاکار جانتے تھے اسلیے
غصہ نہ ہوے اور حضرت شعبی کو کسی نے برا کہا آپ نے فرمایا کہ اگر تو سچا ہے تو خدا میرے حال پر رحم کرے
اور اگر تو جہوٹا ہے تو تیرے حال پر رحم کرے ان حکایات سے صاف ثابت ہو کہ ان لوگون نے جو غصہ نہ کیا
تو یہی وجہ تہی کہ انکے دل اور اور مہمات دینی مین مصروف تھے اور یہہ بھی احتمال ہے کہ ان باتون نے اونکے
دل پر تاثیر کی ہو مگر وہ اوسکی طرف متوجہ نہ ہوے جو بات اونکے دل پر غالب تہی اوسی کی طرف التفات کیا
غرض کہ دل اگر کسی امر مہم مین مشغول ہو تو محبوب چیزونکے جاتے رہنے مین ہیجان غضب سی محفوظ رہتا ہی
پس غصہ کا نہ ہونا دو باتون سے ممکن ہو ایک تو یہ کہ دل اور کسی مہم مین مصروف ہو دوسری پلہ غلبہ وحدانیت سے
اور ایک تیسرا سبب بھی غصہ کے نہونیکے لیے ہی وہ یہ ہے کہ یون جانے کہ خدا کو میرا غصہ ناپسند ہے پس محبت
الہی کے باعث آتش غضب فرو ہو جاویگی اور یہ امر بھی محال نہین کبھی کبھی ایسا ہوا کرتا ہے خلاصہ اس
سب تقریر کا یہ ہے کہ آتش غضب سے رہائی اسی مین ہے کہ محبت دنیا یک لخت دل سے مٹا دیگا اور محبت کا
دور کرنا دنیا کے فریبون اور مہلکات کو پہچاننے سے ہوتا ہے جنکا بیان دنیا کی برائی کے باب مین انشاء اللہ تعالی

مذکور ہوگا اور جو شخص ریا کی محبت دل سے دور کردے وہ بہت سے اسباب غضب سے محفوظ رہتا ہے
اور غضب کے اسباب مین سے جو سبب ایسا ہے کہ وہ بالکلیہ مٹ نہین سکتا اوسکی تیزی کم ہوسکتی ہے اور سبب کے
ضعیف ہونے سے غضب کا ضعیف ہونا بھی آسان ہوجاتا ہے خدا تعالے ہمکو بھی اپنے لطف وکرم
سے توفیق غصہ کے دفع کی عنایت فرماوے +

چوتھا بیان غصہ کے سببون کے ذکر مین اور اونکے دور کرنے کی تدبیر مین

چونکہ دور ہونا ہر مرض کا اوسکے علت کے دور ہونے سے ہوتا ہے اسلیے غصہ کا دور ہونا بھی اوسکے
سبب کے دور ہونے پر ہی منحصر ہے اسواسطے اوسکے اسباب کو اور انکے دور کرنیکی تدبیر کو معلوم کرنا چاہیے
حضرت یحیی علیہ السلام نے حضرت عیسی علیہ السلام سے پوچھا کہ سب مین سخت تر کیا چیز ہے آپ نے فرمایا
کہ غضب الہی نہایت شدید ہے پھر اونہوں نے پوچھا کہ اوسکے لگ بھگ کیا ہے آپ نے فرمایا کہ آدمی کا غصہ
پھر پوچھا کہ غضب کس بات سے ظہور ونشوونما پاتا ہے آپ نے فرمایا کہ تکبر اور فخر اور عزت طلبی اور حمیت سے
غصہ آیا کرتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ اشتداد غصہ کے اسباب یہ چیزین ہین کبر اور عجب اور مزاح اور لغو کہنا
اور دوسرے کو بنانا عیب لگانا اور بات کاٹنا اور ضد کرنی اور فریب کرنا اور حصول مال وجاہ مین کثرت سے
حرص کرنی اور یہ سب باتین عادات بد ہین اور شرعا مذموم انکے رہتے ہوے غضب کا جانا ممکن نہین
اسلیے ضرور ہوا کہ ان عیبونکو آدمی انکے مقابل کی چیزون سے کھودے یعنی تکبر کو تواضع سے دور کرے
اور عجب کو اپنے نفس کی پہچان سے زائل کرے چنانچہ اسکا بیان باب کبر وعجب مین آویگا اور فخر کو یون
دور کرے کہ مین بھی آدمی ہی ہون جیسے اور میرے باندی غلام ہین آخر سب کا باپ تو ایک ہی تھا پیچھے کے
تو مین جدا جدا ہوگئین آدم زاد ہونے مین سب یکسان ہین فخر عمدہ بات مین کرنا چاہیے کبر اور عجب اور بخیلی تو
کمینگی کے عادات ہین انسے کیا فخر کرنا چاہیے بلکہ یہ باتین سب رذائل کی اصل ہین اگر انہین کو اپنے آپ سے
دور نہین کیا فخر کس بات کا ہے ناک آنکھ کان جسم نسب مین تو سب برابر ہی ہین اور مزاح اسطرح دور کرے
کہ ایسے مہمات دینی مین مصروف ہو کہ عمر بھر اونسے فرصت ہی نہ ملے جو نوبت مزاح کی پہونچے اور لغویات سے
اس طرح بچے کہ عمدہ فضائل اور اخلاق حسنہ کی طلب مین اور علوم دینیہ کی تحصیل مین کوشش کرے جس سے
کہ سعادت اخروی میسر ہو اور دوسرے کو بنانے مین یہ خیال کرے کہ کہین ایسا نہو کہ یہی حال میرے ساتھ پیش آوے
چاہ کن را چاہ درپیش مشہور مثل ہے اور علاوہ ازین لوگونکو ایذا ایک امر معیوب ہے اسکو اختیار کرنا برا ہے
اور عیب جوئی مین یہ سمجھے کہ بری بات کا منہ سے نکالنا برا ہے اسکے سوا اگر کوئی جواب ترکی بہ ترکی دیگا
تو تمکو معلوم ہوگا اور علی ہذا القیاس بات کاٹنے اور ضد کرنے اور فریب دینے مین تصور کرے کہ انسے صبر

بنی نوع کا نقصان ہے انکا مرتکب نہونا چاہیے اور کثرت مال وجاہ کی حرص کو اسطرح مٹادے کہ بقدر
ضرورت پر قناعت کرے تاکہ استغنا بہی حاصل ہو اور حاجت کی ذلت سے محفوظ رہے اور یہ جتنی باتین
اوپر لکھی گئین انمین سے ہر ایک کی علاج مین بہت سی ریاضت وتحمل مشقت چاہیے مجملا یہ ہے کہ ان
اخلاق کی برائیون اور آفتون سے واقف ہونا چاہیے تاکہ دل کو انسے نفرت ہو اور پہر جو باتین انکی
مقابل لکھی گئی ہین انپر مدام عامل رہے کہ رفتہ رفتہ انکا عادی ہوکر نفس پر شاق نہ معلوم ہون
بلکہ انس والفت ہوجاوے جب یہ بری عادتین چہوٹ جائین اور نفس انسے پاک صاف ہوجاوے
تو غصہ بہی جو انہین چیزون سے پیدا ہوتا ہے جاتا رہیگا اور ایک بڑا سبب غصہ کا جاہلون مین یہی ہے کہ غصہ کا
نام شجاعت اور جوانمردی اور جرات وعلو ہمت رکہا ہے اور اسطرح کے اچہے اچہے لقب اوسکو دیے ہین
یہانتک کہ نفس براہ جہل اوسکیطرف میل کرتا ہے اور اچہا جانتا ہے اور کبہی اوسکی تقویت یون بہی
ہوتی ہے کہ اکابر کی تعریف کی مقام مین جو شدت غضب کو شجاعت سے بیان کرتے ہین تو چونکہ لوگون کو
اکابر کی مشابہت کا شوق ہوتا ہے اس لیے دلمین ہیجان غضب ہوتا ہے اور اس جوش غضب کو شجاعت
اور علو ہمت کہنا جہالت ہی یہ تو ایک مرض قلب اور نقصان عقل ہے جو نفس کے ضعف ونقصان سے
پیدا ہوتا ہے اور اس وجہ سے جن لوگون کا نفس یا عقل ضعیف ہے یا نقصان رکہتا ہے انکو یہ مرض
بہت جلد ہوتا ہے دیکہو بیمار کو بہ نسبت تندرست کی جلد غصہ آتا ہے اور عورت کو بہ نسبت مرد کے
اور لڑکے کو بہ نسبت بالغ کے اور بوڑہے کو بہ نسبت جوان کے اور بری عادت والے کو بہ نسبت اہل فضل کے
جلد جوش آجاتا ہے کمینہ آدمی اگر ایک لقمہ نہ پاوے یا بخیل سے اگر ایک دانہ چہوٹ جاوے تو کیسا غصہ
ہوتا ہے یہانتک کہ اپنے بال بچون اور اہل وعیال سے بہی غصہ ہی کرتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ نقصان
وضعف عقل باعث غصہ کا ہے زبردست وہی ہے جو غصہ کیوقت اپنے نفس کو قابو مین رکہے جیساکہ حدیث شریف
مین ہے لیس الشدید بالصرعة انما الشدید الذی یملک نفسه عند الغضب اور جو شخص ایسا ہو تو اوسکے
سامنے اہل حلم وعفو کی حکایتین بیان کرنی چاہیین تاکہ وہ اپنے نفس کا علاج کرین غرض کہ غصہ کا پینا انبیا
اور اولیا اور حکما اور علما اور عمدہ بادشاہون اور فضلا سے منقول ہے اور اوسکا عکس ترکون اور جاہلون
اور غبیون اور بے عقلون سے منقول ہے

پانچوان بیان غصہ کے علاج کا بعد جوش کے

ابتک جو بیان ہوا وہ یہ تہا کہ غصہ کے اسباب کو دور کرنا چاہیے تاکہ جوش وشدت نہونے پاوے لیکن
اب یہ ذکر ہوتا ہے کہ اگر کسی وجہ سے غضب پر جوش آجاوے تو اسطرح استقلال کیا جاوے کہ نقصان نہ

غضب ظاہر ہو کر اوسکے بموجب بری طرح پر کام نہ کر بیٹھے اور یہ استقلال جوش غضب مین معجون علم
و عمل سے حاصل ہوتا ہے علم کے متعلق تو چھہ باتین ہین اول یہ کہ جو اخبار کہ غصہ کے پینے اور عفو و حلم
کی فضیلت مین وارد ہین جنکا بیان عنقریب کیا جاوے گا اونکو سوچے اور اونکے ثواب کی رغبت
کرے پس کیا عجب ہے کہ ثواب کے حرص ہی جوش جاتا رہے اور انتقام سے درگذرے حضرت مالک بن
اوس فرماتے ہین کہ ایکبار حضرت عمرؓ کسی شخص پر غصہ ہوئے اور اوسے پیٹنے کا حکم فرمایا اوسوقت مین
یہ آیت پڑہی خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ پس حضرت عمرؓ اس آیت کو بار بار
پڑہتے تہے اور سوچتے تہے اور آپکا دستور تہا کہ جب کوئی آیت آپ کے سامنے پڑہی جاتی تو بہت دیر تک
تامل اوسکے سمجھنے مین کیا کرتے تہے اوسی معمول کے موافق سوچکر اوس شخص کو رہا کیا اور حضرت عمر
بن عبد العزیز رح نے ایک شخص کے مارنے کا حکم کیا اور پہر یہ ارشاد الٰہی زبان پر لائے وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ
وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ اوسیوقت خادم سے کہا کہ اوسکو جانے دو دوسرے یہ کہ اپنے نفس کو عذاب الٰہی
سے ڈراوے اور یون کہے کہ جتنی میری قوت اس شخص پر ہے اوس سے زیادہ خدا کا زور مجہپر ہے اگر مینے
آج اسپر غصہ چلا لیا کل قیامت کو خدا کے غضب سے کون بچاوے گا آخر مجہے بہی اوسوقت شدت سے حاجت
عفو کی ہوگی تو دوسرونکو معاف کرنے سے شاید نجات ملجاوے چنانچہ بعض حدیثون مین مذکور ہے
کہ خداوند کریم ارشاد فرماتا ہے کہ اے آدم زاد جسوقت تو غصہ کرے مجکو یاد کر لیا کر جسوقت مین غصہ ہونگا
تو تجکو یاد کرونگا اور تباہ کارونکے ساتہہ ہلاک نہ کرونگا اور ایکبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
ایک خادم کو کسی کام کیلیے بہیجا اوسنے دیر کی جب سامنے آیا تو آپ نے فرمایا کہ لَوْلَا الْقِصَاصُ
لَأَوْجَعْتُكَ یعنی اگر قصاص قیامت نہوتا تو تجکو خوب دکہہ دیتا اور روایت ہے کہ بنی اسرائیل مین
جتنے بادشاہ ہوئے ہین سبکے ساتہہ ایک حکیم رہتا تہا جب بادشاہ غصہ ہوتا وہ حکیم ایک پرچہ بادشاہ
کے حوالہ کرتا اوسمین لکہا ہوتا تہا کہ مسکین پر رحم کر اور موت سے ڈر اور قیامت کو یاد کر اس پرچہ کے دیکہنے
سے اوسکا غصہ فرو ہوجاتا تہا تیسرے یہ اگر خوف عذاب اخروی نہو تو رنج و مصائب دنیاوی جو غصہ
کے باعث ہوتے ہین اونہین کو تامل کرے کہ جس شخص پر غصہ کرونگا وہ میرا مخالف ہوجاوے گا
اور طرف مقابل بنکر درپے تخریب اور ایذا رسانی اور شماتت و ہتک وغیرہ کے ہوگا اور تامل اس
تامل کا یہ ہے کہ شہوت سے غضب کے روکنا ہوتا ہے یعنے دنیا کی ایک خرابی کو دوسری خرابی کی
فکر سے ہٹانا چاہتا ہے اسی لیے اعمال آخرت مین شمار نہین ہونے کا اور نہ اسپر کچہہ ثواب ہوگا
ہان اگر دنیا کی تشویش سے علم و عمل کے لیے دل کو فراغت حاصل نہو اور آخرت کے لیے مدد ملے

تو البتہ ایسی تشویش دنیاوی کو دور کرنے مین ثواب ہوگا چوتھے یہ کہ غصہ کیوقت دوسرے لوگون کی جیسے صورت
بُری بنجاتی ہے اپنی صورت کو بھی غصہ مین ویسا ہی خیال کرے اور تصور کرے کہ خود غصہ ایسی بلا ہی کہ جسکے
آنے سے اوسکی شکل باولے کتے یا درندہ کیسی ہو جاتی ہے اور اوسکے برخلاف حلیم صاحب وقار و تارک غضب کی
صورت انبیا اور اولیا اور علما و حکما کیسی ہوتی ہے اب چاہیے جونسی صورت اختیار کرے خواہ کتون اور
درندون اور کمینون کی شکل بنے یا علما و حکما و انبیا سے مشابہ ہو اگر ذرا بھی عقل ہوگی تو اچھی ہی لوگون کی
عادت و اقتدا کو دستور العمل ٹھہراوے گا پانچوین یہ کہ جس سبب سے انتقام لیا چاہتا ہے اور غصہ کو پی نہین سکتا
اوسمین فکر کرے کہ وہ کیا وجہ ہے آخر کوئی نہ کوئی وجہ تو ہوگی مثلاً شیطان بہکاتا ہے کہ اگر تو نے انتقام
نہ لیا تو دوسرا شخص جانے گا کہ دبگیا اور لوگون کے نزدیک بھی ایک نوع ذلت اور رسوائی ہوگی پس اگر یہی سبب
ہو تو چاہیے کہ اپنے نفس کو سمجھاوے کہ بڑی تعجب کی بات ہے کہ بردباری تجکو ایسی بری معلوم ہوتی ہے رسوائی
قیامت کے روز کی بری نہین معلوم ہوتی جب دوسرا شخص ہاتھ پکڑ لے گا اور اپنا بدلہ لینا چاہے گا اور لوگون کی
نظرون مین حقارت کا اتنا خوف ہے خدا کی نظرون مین اور فرشتون اور انبیا کی نظرون مین حقیر ہونے کا خوف نہین
آدمیون سے کیا مطلب اونکا ہے کہ اونکا خیال زیادہ ہے خدا کے واسطے غصہ پی جانے مین تو مرتبہ زیادہ ہوگا علاوہ اسکے
اگر بعض کسی دن اپنا جرم ہو گیا ہے تو بسبب [illegible] انتقام لیا چاہتا ہے قیامت کو اوس سے زیادہ اوسکی ذلت ہوگی
تو بھی کیون نکرے کہ غصہ پیجاوے اسمین تو ہر طرح اپنا ہی بار جیتتا ہے کیا اسکو یہ اچھا نہین معلوم ہوتا کہ جب
قیامت کو پکارنیوالا پکارے کہ جسکی اجرت خدا پر ہو وہ کھڑا ہو جاوے اور اوسوقت سوا معاف کرنیوالون کے
کوئی نہ اٹھے گا ایسے وقت مین یہ مستحق کھڑا ہونے کا ہو لیکن اس طرح کی باتین ایسے متعلق ہین انکو چاہیے کہ دلمین
خوب ٹھان لے چھٹے یہ کہ یون جانے کہ میرا غصہ اس سبب سے ہے کہ کام میری مرضی کے موافق کیون نہوا خدا کی
مرضی کے موافق کیون ہوا اور ظاہر ہے کہ یہ ایک نہایت بیوقوفی کی بات ہے کہ اپنی مرضی کو خدا کی مرضی پر ترجیح
دے بلکہ یہ ممکن ہے کہ اس سبب سے خدا تعالی کا غضب میرا اوسکے غصہ سے بڑھکر ہو اور عمل غصہ کی دفعہ کا یہ ہے کہ
زبان سے کہے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ غصہ کیوقت یہی کہنے کا حکم حدیث شریف مین بھی ہے اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب حضرت عایشہ رضہ غصہ ہوتین تو آپ اونکی ناک پکڑتے اور فرماتے
اے عویش یون کہہ اَللّٰھُمَّ رَبَّ النَّبِیِّ مُحَمَّدٍ اغْفِرْ لِیْ ذَنْبِیْ وَاَذْھِبْ غَیْظَ قَلْبِیْ وَاَجِرْنِیْ مِنْ مُضِلَّاتِ
الْفِتَنِ تو اس دعا کا کہنا بھی مستحب ٹھہرا اگر اس زبانی قول سے غصہ نجاوے تو یہ کرے کہ اگر کھڑا ہو تو بیٹھ جاوے
اور بیٹھا ہو تو لیٹ جاوے یعنے اپنے آپکو زمین کی خاک سے قریب کردے تاکہ یہ معلوم ہو کہ مین اس سے پیدا ہوا ہون
اور انجام کو بھی اسمین جانا ہے اس عمل سے اپنے نفس کی خاکساری سمجھ مین آجاویگی اور بیٹھنے خواہ لیٹنے سے

غصہ ساکن ہوجاویگا اسلیئے کہ غصہ حرارت سے ہوتا ہے اور حرارت سے تو جب بیٹھنے یا لیٹنے سے حرکت دور ہوگی تو توقع ہے کہ حرارت غضب بھی دور ہوجاوے اور یہ عمل بھی حدیث شریف میں وارد ہے جیسا کہ فرمایا اِنَّ الْغَضَبَ جَمْرَةٌ تُوْقَدُ فِي الْقَلْبِ اَلَمْ تَرَوْا اِلٰى اِنْتِفَاخِ اَوْدَاجِهٖ وَحُمْرَةِ عَيْنَيْهِ فَاِذَا وَجَدَ اَحَدُكُمْ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَاِنْ كَانَ قَائِمًا فَلْيَجْلِسْ وَاِنْ كَانَ جَالِسًا فَلْيَنَمْ اور اگر اس سے بھی غصہ نجاوے تو ٹھنڈے پانی سے وضو کرے یا نہاوے کیونکہ آگ بدون پانی کے نہیں بجھ سکتی چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ اِذَا غَضِبَ اَحَدُكُمْ فَلْيَتَوَضَّأْ بِالْمَاءِ فَاِنَّمَا الْغَضَبُ مِنَ النَّارِ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ اِنَّ الْغَضَبَ مِنَ الشَّيْطَانِ وَاِنَّ الشَّيْطَانَ خُلِقَ مِنَ النَّارِ وَاِنَّمَا تُطْفَأُ النَّارُ بِالْمَاءِ فَاِذَا غَضِبَ اَحَدُكُمْ فَلْيَتَوَضَّأْ حضرت ابن عباس رض سے یہ حدیث مروی ہے اِذَا غَضِبْتَ فَاسْكُتْ اور حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہیں کہ حضرت کی عادت شریف تھی کہ غصہ کیوقت اگر کھڑے ہوتے تو بیٹھ جاتے اور اگر بیٹھے ہوتے تو لیٹ جاتے تھے اس سے آپکا غصہ فرو ہوجاتا تھا اور حضرت ابوسعید خدری سے یہ حدیث منقول ہے اَلَا اِنَّ الْغَضَبَ جَمْرَةٌ فِي قَلْبِ ابْنِ اٰدَمَ اَلَا تَرَوْنَ اِلٰى حُمْرَةِ عَيْنَيْهِ وَانْتِفَاخِ اَوْدَاجِهٖ فَمَنْ وَجَدَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَلْيُلْصِقْ خَدَّهٗ بِالْاَرْضِ اس حدیث میں اشارہ سجدہ کیطرف ہے یعنے بدن کا جو اعلیٰ اور اشرف عضو ہے اوسکو سب سے ذلیل جگہ یعنی خاک پر رکھنا چاہیے تاکہ نفس اپنی ذلت و خاکساری کو سمجھکر عزت و تکبر سے جو باعث غضب ہیں باز آوے اور حضرت عمر رض ایک وقت غصہ ہوئے تو پانی منگا کر ناک میں پانی دینا شروع کیا اور فرمایا کہ غصہ شیطان کیطرف سے ہوتا اور اس سے جاتا رہتا ہے اور عروہ بن محمد فرماتے کہ جب میں حاکم مین ہوا تو میرے باپ نے مجھسے پوچھا کہ تو والی ہوا ہے مینے کہا کہ ہان انہون نے فرمایا کہ جب تجھے غصہ آوے تو آسمان اور زمین کو دیکھکر اونکے خالق کی عظمت بجالانا یعنی سجدہ کرنا اور حضرت ابوذر رض نے ایک شخص کو جس سے کچھ خصومت تھی کہا کہ اے لال عورت کے بیٹے یہ خبر آنحضرت صلعم کو پہونچی آپنے اونسے پوچھا کہ مینے سنا ہے کہ تو نے اپنے مسلمان کو ماں کی گالی دی انہوں نے عرض کیا کہ البتہ اور یہ کہکر وہاں سے چلے کہ اوس شخص کو راضی کرین کہ اتنے میں اوسی شخص نے سبقت کرکے اونسے سلام علیک کی انہون نے یہ ماجرا آنحضرت صلعم کی خدمت مین عرض کیا آپ نے فرمایا کہ اے اباذر اپنا سر اوٹھا کے دیکھ پھر یہ جان لے کہ زمین کے پرے دے پر تجکو فضیلت نہ کسی لال پر ہے نہ کسی کالے پر جب تک کہ عمل اچھے نہون پھر ارشاد فرمایا کہ غصہ کیوقت اگر تو کھڑا ہو تو بیٹھ جایا کر اور بیٹھا ہو تو تکیہ لگالیا کر اور تکیہ لگائے ہو تو لیٹ رہا کر اور معتمر بن سلیمان رح سے روایت ہے کہ ایک شخص پہلے لوگون میں مغلوب الغضب تھا اوسنے تین پرچے لکھکر تین شخصونکو دیدئے ایک سے کہا کہ جب مجھے غصہ آوے یہ پرچہ دیدینا دوسرے سے کہا کہ جب میرا غصہ کچھ کم ہو تب اپنا پرچہ دینا تیسرے سے کہا کہ جب بالکل غصہ جاتا رہے جب پرچہ دینا ایک روز اوسکو نہایت شدت سے غصہ آیا تو پہلا پرچہ اوسکو دیا گیا اوسمین لکھا تھا کہ تو اس شخص کے کیون پیچھے پڑا ہے تو اسکا خدا نہیں بلکہ البتہ کوئی دن ایسا ہوگا کہ تیری بکری خود تجھی کو کہا لینگے اس سے اوسکا غصہ کچھ کم ہو گیا تو دوسرا پرچہ دیدیا گیا اوسمین لکھا تھا کہ

تو نجنتاب نیکی کن براہل زمین ہو		کہ رحمت کند رب عرش برین

کی تدبیر اسپر چھوڑ دیا تو اوسمین یہ تہا کہ لوگون کو حق کے ساتھہ مواخذہ کرنا چاہیے اونکی صلاح کار
سی مین ہے یعنی حدود شرعی سزای جرم کے لیے خود مقرر ہین اونہین کے بموجب مواخذہ او سزا کافی
ہے او خلیفہ مہدی ایک شخص پر غصہ ہوا تو شبیب نے کہا کہ خدا کے واسطے اتنا غصہ کرنا چاہیے جتنا
اوس شخص نے اپنے نفس کیواسطے کیا ہے خلیفہ نے فرمایا کہ اوسکو جانے دو

چھٹا بیان فضائل غصہ پینے کے

اللہ تعالے مدح کے طور پر ارشاد فرماتا ہے وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین
مَنْ كَفَّ غَضَبَهُ كَفَّ اللّٰهُ عَنْهُ عَذَابَهُ وَمَنِ اعْتَذَرَ اِلٰى رَبِّهِ قَبِلَ اللّٰهُ عُذْرَهُ وَمَنْ خَزَنَ لِسَانَهُ سَتَرَ اللّٰهُ عَوْرَتَهُ اور فرمایا
اَشَدُّكُمْ مَنْ غَلَبَ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ وَاَحْلَمُكُمْ مَنْ عَفَا عِنْدَ الْقُدْرَةِ اور فرمایا مَنْ كَظَمَ غَيْظًا وَلَوْ شَاءَ
اَنْ يُمْضِيَهُ اَمْضَاهُ مَلَاَ اللّٰهُ قَلْبَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رِضًا اور ایک روایت مین ہے کہ مَلَاَ اللّٰهُ قَلْبَهُ اَمْنًا وَاِيْمَانًا اور حضرت
ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ہے کہ آپ نے فرمایا مَنْ جُرْعَةٍ عِنْدَ اللّٰهِ اَعْظَمُ اَجْرًا مِنْ جُرْعَةِ غَيْظٍ كَظَمَهَا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ تعالی
اور حضرت ابن عباس [illegible] فِي الْجَنَّةِ بَابًا لَا يَدْخُلُهُ اِلَّا مَنْ شَفَى غَيْظَهُ بِمَعْصِيَةِ اللّٰهِ تعالی
اور فرمایا کہ خدا کے نزدیک کسی گھونٹ کا پینا اتنا محبوب نہین جتنا غصہ کا پینا ہے جو کوئی غصہ پیتا ہے اللہ تعالے
اوسکا دل ایمان سے بھر دیتا ہے اور فرمایا کہ جو کوئی باوجود قدرت انتقام غصہ پیتا ہے خدا تعالے اوسکو
سب خلقت کے سامنے بلا کر اختیار دے گا کہ جو حور تیری پسند آوے لے لے حضرت عمر رض فرماتے ہین کہ جو شخص
خدا سے ڈرتا ہے وہ خدا کی معصیت مین اپنا غصہ جاری نہین کرتا بلکہ اپنا خاطر خواہ کام بھی نہین کرتا
اور اگر قیامت نہوتی تو جو کچھ حال اب دیکھہ رہے ہو اسکے خلاف ہوتا اور لقمان حکیم رح نے اپنے
بیٹے سے کہا کہ اپنی آبرو سوال سے مت کھونا اور غصہ کا انتقام اپنی فضیحت کے سبب نہ لینا اور اپنی
لیاقت کو جانے رکھنا کہ زندگی مین مفید ہوگا اور ایوب رح فرماتے ہین کہ ایک گھڑی کا حلم کرنا بہت سے
شر کو دور کرتا ہے اور ایک بار حضرت سفیان ثوری اور ابو خزیمہ یربوعی اور فضیل بن عیاض رح جمع ہوے
اور زہد کا ذکر آپسمین ہوا تو سب نے اس بات پر اتفاق کیا کہ افضل اعمال غصہ کیوقت حلم کرنا اور طمع کیوقت
صبر کرنا ہے اور ایک شخص نے حضرت عمر رض کو کہا کہ آپ انصاف سے حکم نہین کرتے اور بہت نہین
دیتے آپ کو یہان تک غصہ آیا کہ چہرہ پر اوسکا اثر معلوم ہوا تب ایک شخص نے عرض کیا کہ یا امیر المومنین
آپ کا کدہر خیال ہے یہ شخص جاہل ہے اور اللہ تعالے فرماتا ہے خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ
عَنِ الْجَاهِلِينَ آپ نے فرمایا کہ تو نے درست کہا اور گویا ایک آگ کو بجھا دیا اور محمد بن کعب کہتے ہین کہ تین باتین

ایسی ہین کہ اگر کسی مین جمع ہون تو ایمان کامل ہو جاوے ایک یہ کہ جب خوش ہو تو حالت خوشی مین
امور باطل مین نہ داخل ہو دوسرے یہ کہ جب غصہ ہو تو غضب اوسکو حق سے تجاوز نکرنے دے تیسرے
یہ کہ جب قابو پاوے تو جو چیز اپنی نہو وہ نہ لیوے اور ایک شخص سلیمان رحمہ اللہ کے پاس آیا اور کہا کہ
ای بندہ خدا مجکو کچھ وصیت کر آپ نے فرمایا کہ غصہ مت کیا کر اوسنے کہا کہ یہ تو مجہ سے نہین ہو سکتا
آپ نے فرمایا کہ اتنا ہی کیا کر کہ غصہ کیوقت اپنی زبان اور ہاتھ روک لیا کر

ساتوان بیان حلم کی فضیلت

جاننا چاہیے کہ حلم اسکو کہتے ہین کہ غصہ جوش پر نہ آوے اور اگر آوے بہی تو اوسکے فرو کرنے مین کچھ
تعب اور مشقت نہو اور یہ غصہ کے پینے سے بہتر ہے اسواسطے کہ غصہ کا پینا بزور و تکلف حلیم بننا ہی
کہ جسوقت غصہ کی شدت ہو بڑے مجاہدہ اور کوشش سے اوس کو پیجاوے تو غصہ کا پینا ایک تکلف اور
بناوٹ ہے اور حلم طبعی عادت جبلی ہے جس سے کمال عقل ثابت ہوتا ہے اور قوت غضبی فرمان بردار
اور مغلوب رہتی ہے مگر ابتدا مین بزور و تکلف غصہ پینے اور حلیم بننے سے یہ عادت حاصل ہوتی ہے
چنانچہ حدیث شریف مین ہے اِنَّمَا الْعِلْمُ بِالتَّعَلُّمِ وَالْحِلْمُ بِالتَّحَلُّمِ وَمَنْ يَّتَخَيَّرِ الْخَيْرَ يُعْطَهُ وَمَنْ يَّتَوَقَّ الشَّرَّ يُوْقَهُ
اس سے معلوم ہوا کہ حصول حلم کا ذریعہ اول اول تحلم یعنے بتکلف حلیم بننا ہے جیسے تحصیل علم کا وسیلہ
تعلم ہوتا ہے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَاطْلُبُوا مَعَ الْعِلْمِ السَّكِيْنَةَ وَالْحِلْمَ وَلِيْنُوْا لِمَنْ تُعَلِّمُوْنَ وَلِمَنْ تَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنْ جَبَابِرَةِ
الْعُلَمَاءِ فَيَغْلِبَ جَهْلُكُمْ عِلْمَكُمْ اسمین اسبات کیطرف اشارہ ہے کہ باعث ہیجان غضب تکبر اور تجبر ہین اور یہی
مانع نرمی اور حلم کے ہوتے ہین اور آپ دعا مین یون فرماتے اَللّٰهُمَّ اَغْنِنِيْ بِالْعِلْمِ وَزَيِّنِّيْ بِالْحِلْمِ
وَاَكْرِمْنِيْ بِالتَّقْوٰى وَجَمِّلْنِيْ بِالْعَافِيَةِ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ آپنے فرمایا کہ
خدا کی نزدیک علو مقام کے طالب ہو لوگون نے عرض کیا کہ وہ کیا باتین ہین آپ نے فرمایا کہ تَصِلُ مَنْ
قَطَعَكَ وَتُعْطِيْ مَنْ حَرَمَكَ وَتَحْلُمُ عَمَّنْ جَهِلَ عَلَيْكَ اور فرمایا کہ پانچ باتین سنت مرسلین سے ہین حیا اور حلم اور پچھنے
لگوانے اور مسواک کرنی اور عطر ملنا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ آپ نے فرمایا کہ مسلمان آدمی کو
حلم کے باعث وہ درجہ ملتا ہے جو شب بیدار اور روزہ دار کو ملتا ہے اور وہی جبار عنید بہی لکھا جاتا ہے
باوجودیکہ اپنے گہر والونکے سوا اور کسی کا مالک نہین ہوتا یعنی اگر حلم نہ اختیار کرے اور حضرت ابوہریرہ
سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ میرے رشتہ دار ایسے ہین کہ مین تو انسے ملتا ہون
وہ مجہسے کنارہ کرتے ہین مین انسے نیکی کرتا ہون وہ مجہسے بدی کرتے ہین مین حلم کرتا ہون وہ جہالت کرتے ہین آپ نے فرمایا کہ اگر یہی حال ہے

تو تم اونکے پیٹو نمین آگ بہرتے ہو یعنی تمہاری واہش اونکے حق مین اچھی نہین ہوگی اور جب تک تم ایسا کرتے رہوگے خدا کیطرف سے تمکو مدد و پشتی رہیگی اور ایک شخص نے جناب باری مین عرض کیا کہ الٰہی میرے پاس کچھ دینے کو تو ہی نہین جو صدقہ اور خیرات کرون مین یہی کہتا ہون کہ جو مسلمان میری ہتک کرے مینے اوسکو معاف کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی کہ ہمنے اوس بندہ کو بخشدیا اور ابو ضمضم کی روایت جو حدیث مین ہے وہ پہلے مذکور ہوئی وہ بھی بیان چسپان ہے اور قرآن مجید مین جو لفظ ربانین واقع ہے اوسکی تفسیر مین بعض کہتے ہین کہ اس سے عالم اور حلیم مراد ہین اور حضرت حسن رح اس آیت مین وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلَامًا فرماتے ہین کہ اس سے حلیم مراد ہین کہ اگر اوسنے کوئی بجہالت پیش آوے تو وہ جہالت نہین کرتے اور عطا بن ابی رباح یمشون علی الارض ھونا سے بھی حلیم مراد لیتے ہین اور ابن حبیب کہلا و من الصالحین کی تفسیر مین کہتے ہین کہ کہل انتہا حلم سے مراد ہے اور مجاہد رح وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا کے معنی کہتے ہین کہ جب ایذا دیے جاوین معاف کردین اور ایک بار حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ایک لغو امر سے کنارہ ہو کر گذرے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبح کو تو ابن مسعود تہا اور شام کو کریم ہوگیا پہر راوی حدیث ابراہیم بن میسرہ نے یہ آیت پڑہی وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا اور ایک حدیث شریف مین ہے کہ لَا یَدْرِکُنِیْ وَلَا اَدْرَکَهٗ زَمَانٌ لَا یَتَّبِعُوْنَ فِیْهِ الْعَلِیْمَ وَلَا یَسْتَحْیُوْنَ فِیْهِ مِنَ الْحَلِیْمِ قُلُوْبُهُمْ قُلُوْبُ الْعَجَمِ وَاَلْسِنَتُهُمْ اَلْسِنَةُ الْعَرَبِ اور فرمایا لِیَلِیَنِیْ مِنْکُمْ ذَوُو الْاَحْلَامِ وَالنُّهٰی ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ وَلَا تَخْتَلِفُوْا فَتَخْتَلِفَ قُلُوْبُکُمْ وَاِیَّاکُمْ وَهَیْشَاتِ الْاَسْوَاقِ اور روایت ہے کہ اشج رض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوئے پس اپنا اونٹ بٹھلا کر اوسکو باندہ دیا اور بدن کے کپڑے اوتار کر چادانی مین سے ایک جوڑا نکالکر آپکے سامنے پہنا اور پہر آپکیطرف کو چلے جب پاس آگئے تو آپ نے فرمایا کہ تم مین دو باتین ایسی ہین کہ اللہ اور اوسکے رسول کو اچھی معلوم ہوتی ہین اونہون نے عرض کیا کہ وہ کونسی ہین آپ نے فرمایا کہ حلم اور درنگ اونہون نے عرض کیا کہ یہ دونون خلق ہین کہ مین نے اختیار کیے ہین یا پیدایشی ہین آپ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ ہی نے تمکو ایسا پیدا کیا ہے جبلی ہی باتین ہین اونہون نے عرض کیا کہ شکر ہے اوس خالق کو جسنے مجکو ایسی دو باتین پیدایش ہی سے عنایت کین جنکو وہ اور اوسکا رسول پسند کرتا ہے اور ایک حدیث مین ہے اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْحَلِیْمَ الْحَیِیَّ الْغَنِیَّ الْمُتَعَفِّفَ التَّقِیَّ وَیُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبَذِیَّ السَّائِلَ الْمُلْحِفَ اور حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین کہ آپ نے فرمایا تین باتین ایسی ہین کہ اگر کسی مین ان تینون مین سے ایک بھی نہو تو اوسکے عمل کا کچھ اعتبار نکرو تقوی کہ

عَنْ مَعَاصِی اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَحِلْمٌ یَکُفُّ بِهِ السَّفِیْهَ وَخُلُقٌ یَعِیْشُ بِهٖ فِی النَّاسِ اور فرمایا کہ جب روز
قیامت مین خدا تعالی خلق کو جمع کرے گا تو ایک پکارنے والا پکاریگا کہ اہل فضل کہان ہین تو تہوڑے سے لوگ
اٹہینگے اور جنت کیطرف کو دوڑینگے فرشتے جو انکو ملینگے تو کہین گے کہ تم دوڑکر چلتے ہو وہ کہینگے کہ ہان
ہم اہل فضل ہین وہ پوچہین گے کہ تم مین کیا فضل تہا جواب دینگے کہ ہمارا یہ حال تہا کہ ہم پر اگر ظلم ہوتا تو ہم
صبر کرتے اور اگر کوئی ہم سے سلوک بد کرتا تو بخشدیتے اور اگر جہالت کرتا تو حلم کرتے فرشتے کہین گے کہ تو جنت
مین تشریف لیجاؤ نِعْمَ اَجْرُ الْعَامِلِیْنَ آثار حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ علم کو سیکہو اور اوسکے
لیے وقار اور حلم کو سیکہو اور حضرت علی ع فرماتے ہین کہ خیر و برکت اسکا نام نہین کہ آدمی کی دولت بڑہجاوے
اور اولاد کی کثرت ہو برکت اسکا نام ہے کہ علم اور حلم بہت سا ہو اور اگر فخر کرے خدا کی عبادت سے بندون پر
فخر کرے اور جب نیک کام کرے تو خدا کا شکر کرے اور جب بد کام کرے تو توبہ و استغفار کرے اور حضرت حسن
فرماتے ہین کہ علم کی تحصیل کرو اور اوسکو وقار اور حلم سے زینت دو اور اکثم بن صیفی فرماتے ہین کہ عقل کا
رکن حلم ہے اور سب بات مین اصل صبر ہے اور حضرت ابو درداؓ فرماتے ہین کہ لوگونکو مین نے ایسا دیکہا تہا
کہ ہمہ تن پتے تہے کانٹا نام کو نہ تہا اور اب ہمہ تن خار ہین پتے کا پتہ نہین اگر اونکو کچہ کہیے مقابلہ کو تیار
ہوتے ہین اور اگر اونسے درگذر کیجیے وہ ہرگز درگذر نہین کرتے لوگون نے پوچہا کہ پہر ایسے لوگون کے
ساتہہ ہم کسطرح معاملہ کرین آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی تمکو برا کہے اوسکا جواب نہ دو یہ بات قیامت کے روز جب
تم مفلس ہوگے تمہارے کام آویگی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ حلیم کو حلم کے سبب اول عوض تو
یہی ملتا ہے کہ سب آدمی اوسکی طرفدار ہوکر اوسکے بدخواہ کے درپے ہوتے ہین اور حضرت معاویہ رحمہ اللہ
فرماتے ہین کہ آدمی اچہا دا اور غور کے درجہ کو نہین پہونچتا جب تک کہ حلم جہل پر غالب نہو اور صبر شہوت
پر اور یہ بات بزور علم حاصل ہوتی ہے اور نیز انہون نے عمرو بن اہتم سے پوچہا کہ مردونمین سے بہادر کون ہے
انہون نے فرمایا کہ جو اپنے علم کے سبب سے جہل کو ہٹا دے پہر پوچہا کہ زیادہ سخی کون ہے اونہون نے
فرمایا کہ جو دنیا کو دین کی بہتری کے لیے خرچ کرڈالے اور حضرت انس بن مالک اس آیت کی تفسیر مین
فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ کَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ وَمَا یُلَقّٰهَا اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وَمَا یُلَقّٰهَا اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ
ارشاد فرماتے ہین کہ اس سے وہ شخص مراد ہے کہ جب اوسکو اوسکا کوئی بہائی گالی دے تو وہ یون کہے
کہ اگر تو جہوٹا ہے تو خدا تجکو بخشے اور اگر سچا ہے تو مجکو بخشے اور بعض اکابر فرماتے ہین کہ ایک شخص کو بصرہ
کے لوگونمین سے کسی نے گالی دی اونہون نے حلم کیا تو مجکو گویا مدت تک بندہ زرخرید کرلیا اور حضرت معاویہ
نے عرابہ بن اوس انصاری سے پوچہا کہ تم اپنی قوم مین سردار کیسے ہوئے اونہون نے کہا کہ مین او

چاہلوسے حسن سلوک کرتا ہون اونکو دیتا ہون حاجات مین سعی کرتا ہون پس جو کوئی میرے برابر کام کرے گا وہ مجھہ جیسا ہوگا اور اگر مجھسے کچھہ زائد کریگا تو اوسکو مجھپر فضیلت ہوگی اور اگر کم کرے گا تو مین اوس سے بہتر ہون اور حضرت ابن عباس رض کو کسی شخص نے گالی دی جب وہ دے چکا تو آپ نے اپنے خادم عکرمہ رض کو فرمایا کہ دیکھو تو اگر اوسکی کچھہ حاجت ہو تو دیدو اوس شخص پر گویا گھڑے پانی کے پڑ گئے سر نیچا کر لیا اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح کو کسی نے کہا کہ مین گواہی دیتا ہون کہ تم فاسق ہو آپ نے فرمایا کہ تیری گواہی مقبول نہین اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہے کہ اونکو کسی نے گالی دی آپ نے اپنی چادر اوسکی طرف پھینک دی اور سو درم دلوائے بعضون نے فرمایا ہے کہ آپ نے اس تھوڑی سی دنیا کی چیز سے پانچ عمدہ باتین حاصل کین اول حلم دوسرے دفع کرنا ایذا کا تیسرے اوس شخص کو ایسی بات سے رہائی دینی جو اللہ سے دور کرے چوتھے اوس شخص کا پشیمان ہونا اور اپنے کیے سے توبہ کرنی پانچوین اوسکا تعریف کرنا بعد برائی کے اور ایک شخص نے حضرت امام جعفر علیہ السلام سے پوچھا کہ مجھمین اور کچھہ لوگون مین جھگڑا ہے مین چاہتا ہون کہ اوسکو دفع کرون مگر لوگ کہتے ہین کہ جھگڑا چھوڑنے مین ذلت ہے آپ نے فرمایا کہ ذلیل ظالم ہوا کرتا ہے تجکو کچھہ ذلت نہین اور خلیل بن احمد کا قول ہے کہ یون مشہور ہے کہ اگر کوئی شخص بدی کرے اور اوسکی عوض مین اوس سے سلوک کیا جاوے تو اوسکی دلمین خود بخود ایک ایسا امر پیدا ہوگا کہ پھر وہ ویسی بدی نہ کرے گا اور احنف بن قیس کہا کرتے کہ مین حلیم تو نہین مگر بزور حلم کرتا ہون اور وہب بن منبہ فرماتے ہین کہ جو شخص رحم کرتا ہے اوسپر رحم کیا جاتا ہے اور جو خاموش رہتا ہے وہ بچ جاتا ہے اور جو جہالت کرتا ہے وہ غالب ہوتا ہے اور جو جلدی کرتا ہے وہ خطا کرتا ہے اور جو شر کی حرص کرتا ہے وہ اوس سے محفوظ نہین رہتا اور جو بات تو نہین دخل دیا کرتا ہے اوسکو گالیان ملتی ہین اور جو بری بات کو برا نہین جانتا وہ گنہگار ہوتا ہے اور اگر برا سمجھتا ہے تو اوس سے بچا رہتا ہے اور جو اللہ تعالی کے ارشاد کی بموجب چلتا ہے وہ محفوظ رہتا ہے اور جو اوس سے خوف کرتا ہے مامون رہتا ہے اور جو اوسکو دوست رکھتا ہے وہ ہر دل عزیز ہوتا ہے اور جو اللہ سے نہین سوال کرتا وہ محتاج ہو جاتا ہے اور جو اوسکے عذاب سے نہین ڈرتا ذلت اوٹھاتا ہے اور جو اوس سے مدد چاہتا ہے فتح پاتا ہے اور ایک شخص نے مالک بن دینار رح سے کہا کہ مینے سنا ہے کہ آپ نے مجکو کچھہ برا کہا ہے آپ نے فرمایا کہ تب تو تم میرے نزدیک میری جان سے افضل ٹھہرے یعنی نیکیاں کین میرے نفس نے اور اونکو تمہارے لیے مینے ہدیہ کر دیا اور بعض علما کا قول ہے کہ حلم بہ نسبت عقل کے زیادہ رتبہ رکھتا ہے اسواسطے کہ خدا کا نام حلیم بولتے ہین عقیل نہین کہتے اور ایک شخص نے کسی حکیم کو کہا کہ تمکو ایسی گالی دونگا کہ قبر مین بھی ساتھہ جاوے اونھون نے

جواب دیا کہ البتہ تیری قبر مین ساتھہ جاویگی اور حضرت عیسی علیہ السلام یہود کی قوم پر گذرے تو اونہون نے آپکو برا کہا آپ نے اونکو کلمہ خیر فرمایا لوگون نے عرض کیا کہ حضرت وہ تو آپکو برا کہتے ہین آپ نے فرمایا کہ ہم مین سے ہر ایک وہی دیتا ہے جو اوسکے پاس ہے ع می تراود ہر چہ کہ در اوند مین ست اور لقمان حکیم رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ تین شخص تین باتون مین پہچانے جاتے ہین حلیم تو غصہ کیوقت اور بہادر لڑائی کے وقت اور دوست حاجت کے وقت اور ایک حکیم کے یہان اوسکا ایک دوست آیا اوسنے ماحضر پیش کیا حکیم کی بی بی بدمزاج تھی دسترخوان تو اوٹھا لیا اور شوہر کو گالیان دینی شروع کی وہ مہمان غصہ ہوکر اوٹھ گیا حکیم اوسکے پیچھے گیا اور کہا کہ تمکو یاد ہے کہ ایک بار ہم تمہارے گھر کھانا کھاتے تھے اتنے مین ایک مرغی آئی اور اوسنے دسترخوان پر کی چیز کو خراب کر دیا ہم مین سے کوئی غصہ ہوا تھا اوسنے کہا کہ کوئی نہین حلیم نے کہا کہ تو اب بھی اپسا ہی تصور کرو وہ شخص ہنس پڑا اور خفگی جاتی رہی اور کہنے لگا کہ حکما کا قول درست ہے کہ حلم ہر درد و چوٹ کی دوا ہے اور ایک شخص نے ایک حکیم کے پاؤن مین ضرب ایسی ماری کہ اوسکو دکھہ معلوم ہوا مگر غصہ نہوا لوگون نے اسکا سبب پوچھا اوسنے کہا کہ مینے یہ سمجھہ لیا کہ میرا پاؤن کسی پتھر سے پھسل گیا اور چوٹ لگ گئی اس وجہ سے غصہ نہین کیا اور محمود وراق نے ایک قطعہ عربی مین کہا ہے جسکا ترجمہ یہ ہے قطعہ

کوئی برا کہے مجکو تو مین معاف کرون — جو گالیان ہی دے بالفرض وہ جدو پایان
بدین سبب کہ ہین عالم مین تین قسم کے لوگ — یکم شریف دوم ارذل و سوم اقران
شریف و برتر اگر کچھہ کہے تو ہے برجا — سکوت اسلیے ٹھہرا مناسب و شایان
جواب ارذل و کمتر کا ہے نہ دینا خوب — اسی سے کہتے ہین وابستہ حفظ حرمت و جان
رہا جو ہمسر اگر کچھہ کہے وہ بھولے سے — تو میرے فضل کو بس ہے اگر کرون احسان

آٹھوان بیان اوس مقدار کلام کا جو انتقام و تشفی کے لیے جائز ہے

یہ تو ناجائز محض ہے کہ ظلم کے بدلہ مین ظلم کیا جاوے یا بدی کا مقابلہ بدی سے کیا جاوے ع

بدی را بدی سہل باشد جزا — اگر مردے احسن الی من اسا

مثلاً غیبت کے عوض غیبت کرنا اور گالی کے عوض گالی دینا اور جاسوسی کے عوض جاسوسی کرنا اور علی ہذا القیاس سب معصیتون مین ویسا ہی تدارک ناجائز ہے ہان بقدر قصاص جسکی مقدار شرع مین وارد ہے اور

قصہ میں اوسکی تفصیل لکھی ہے اوسیقدر جائز ہے اور گالی کے بدلے میں گالی تو کسی طرح نہیں چاہیے کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ اِنْ اَمْرُؤٌ عَیَّرَکَ بِمَا فِیْکَ فَلَا تُعَیِّرْہُ بِمَا فِیْہِ اور فرمایا کہ اَلْمُسْتَبَّانِ شَیْطَانَانِ یَتَهَاتَرَانِ اور ایک شخص نے حضرت ابو بکر رض کو آپ کے سامنے برا بھلا کہا آپ چپکے سنا کیے جب حضرت ابو بکر رض نے انتقام کے لیے کچھ بولنا شروع کیا جبھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اٹھہ کھڑے ہوئے اونھون نے عرض کیا کہ جب وہ شخص مجھکو برا کہتا تھا آپ چپ تھے اب جو مین نے بدلہ چاہا تو آپ اٹھہ کھڑے ہوئے آپ نے فرمایا کہ جب تک تم چپ تھے فرشتہ تمہاری طرف سے جواب دیتا تھا جب تم بولے فرشتہ چلا گیا شیطان آیا تو مجھے ایسی مجلس مین بیٹھنا منظور نہین جہان شیطان ہو اور بعض لوگ فرماتے ہین کہ مقابلہ مین ایسے لفظ کہنے جس مین جھوٹ نہو درست ہین اور حدیث مین جو ممانعت ہے وہ احتیاطاً ہے یعنے ترک ایسے الفاظ کا بھی اولے اور افضل ہے لیکن اگر کہیگا تو گناہگار نہوگا اور وہ اس قسم کے کلمات ہین کہ تم کون ہو اور تم فلانے ہی کی اولاد نہین ہو جیسا کہ سعد رض نے حضرت ابن مسعود رض کو کہا تھا کہ تم بنی ہذیل ہی مین سے نہین ہو اونھون نے جواب مین کہا کہ تم بنی امیہ مین سے نہین ہو یا یہ کہ کسی کو احمق کہین اسلیے کہ بموجب قول مطرف رح کے سب لوگ خدا کے معاملات مین بے وقوف ہین مگر بعضے کم حماقت رکھتے ہین اور بعضے زیادہ اور حدیث شریف مین حضرت ابن عمر رض سے ایسا ہی کچھ مروی ہے حَتّٰی تَرَی النَّاسَ کُلَّھُمْ حَمْقٰی فِیْ ذَاتِ اللّٰہِ تَعَالٰی اسیطرح کسی کو جاہل کہدینا ہے کیونکہ کسی قسم کی جہالت ہر ایک شخص مین ہوتی ہے غرض اس قسم کے کلمات ایسے ہین کہ اسنے دوسرے کو ایذا پہونچتی ہے مگر واقع مین جھوٹ نہین ہوتی علے ہذا القیاس بدخلق اور بے حیا اور عیب جو وغیرہ کہدینا بشرطیکہ یہ باتین اوسمین ہون یا یہ کہنا کہ اگر تم مین شرم ہوتی تو ایسا نہ کہتے اور تم اپنی حرکت سے میری آنکھو نمین نہایت حقیر ہوگئے اور خدا تم سے عوض لے یا تمکو سمجھے وغیرہ لیکن چغلی اور غیبت اور ماں باپ کی گالی باتفاق حرام ہین چنانچہ حضرت خالد بن ولید رض اور حضرت سعد رض کے درمیان کچھ بات ہوگئی تھی ایک شخص نے حضرت سعد رض کے سامنے حضرت خالد رض کو کچھ کہنا چاہا آپ نے فرمایا کہ سنو صاحب ہمارے اونکے جو بات ہے اوسکی نوبت ابھی دین تک نہین پہونچی یعنی ایک دوسرے سے وہ بات نہین ہوئی جس سے گناہگار ٹھہرین غرضکہ اونھون نے برائی کا سننا نہ مانا کہنے کا تو کیا ذکر ہے اور اس بات کی دلیل کہ جو بات جھوٹ اور حرام نہو وہ انتقام مین کہنی جائز ہے یہ روایت حدیث ہی کہ حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین کہ سب ازواج مطہرات رض نے حضرت فاطمہ زہرا رض کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت مین بھیجا آپ تشریف لائین اور عرض کیا کہ آپ کی ازواج نے مجھکو آپکے پاس بھیجا ہے اس غرض سے کہ عایشہ رض کو بھی اونکے برابر ہی سمجھیے زیادہ نہ سمجھیے آپ لیٹے ہوئے تھے فرمایا

کہا اے فاطمہ جسکو مین چاہتا ہون اوسکو تو بہی چاہیگی اونہون عرض کیا کہ البتہ آپ نے فرمایا کہ تو عایشہؓ سے محبت کر حضرت فاطمہ نے ازواج سے جا کر ماجرا بیان کیا اونہون نے کہا کہ تم نے تو کچہہ بہی نہ کیا ویسے ہی پہر آئین پہر زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو بہیجا حضرت عائشہ فرماتی ہین کہ انکو محبت مین دعوے میرے برابری کا تہا اونہون نے آکر کہنا شروع کیا ابوبکر کی بیٹی ایسی ابوبکر کی بیٹی ایسی اور یہی کہتی رہین اور مین چپکی سنا کی مگر اس بات کی منتظر تہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجکو اجازت جواب دین آپ نے جو اجازت دی تو مین نے اتنا کچہہ کہا کہ میری زبان سوکہہ گئی تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب کو فرمایا کہ ابوبکر کی بیٹی کو دیکہا ایسی ہی یعنی تمکو تاب مقاومت نہین اور یہ گفتگو جو حضرت عایشہ رضی نے حضرت زینب رض سے کی تہی اسمین فحش نہ تہا صرف جواب او نکے کلام کا ٹہیک ٹہیک تہا اور ایک حدیث مین فرمایا المستبان ما قالا فعلے البادی منہما حتی یعتدی المظلوم اس سے ثابت ہوا کہ مظلوم کو انتقام پہنچتا ہے بشرطیکہ حد سے تجاوز نکرے بس اکابر سلف نے جو اجازت دی ہے وہ اسیقدر ہے کہ جسقدر اسکو اول ایذا ہوی ہو اوسقدر یہہ بہی عوض لے لے مگر اس مقدار کا بہی ترک ہی افضل ہے اس لیئے کہ اس سے نوبت زیادتی کی پہنچ جاتی ہے اور مقدار واجب پر کفایت کرنا نہین بن سکتا کہ انتہا شروع ایک امر مخفی ہے اس لیے جواب دینے سے سکوت افضل ہے اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ بعض لوگ شدت غضب مین اپنے نفس کو روک نہین سکتے کو جلد بحالت اصلی آجاتی ہین اور بعض ایسے ہوتے کہ ابتدا مین تو نفس کو روک لیتے ہین مگر ہمیشہ کو کینہ و بغض دل مین رکہتے ہین اس اعتبار سے لوگونکی چار قسمین ہین اول وہ لوگ کہ گہاس کیطرح جلد جل جاوین اور جلد بجہہ جاوین دوم وہ کہ پتہر کے کوئلے کیطرح دیر کو سلگین اور دیر ہی مین بجہین تیسرے وہ کہ تر لکڑی کیطرح دیر مین جلین مگر جلد بجہہ جاوین یہ حالت بہت اچہی ہے بشرطیکہ نری بے غیرتی نہو چوتہے وہ کہ جلد بہڑک جاوین اور دیر مین ٹہنڈے ہون یہ سب مین خراب ہین اور حدیث شریف مین ہے کہ ایماندار کو جلد ہی غصہ آتا ہے اور جلد ہی راضی ہو جاتا ہے تو اس عادت کا تدارک اس سے ہو جاتا ہے اور حضرت امام شافعی فرماتے ہین کہ جس شخص کو غصہ دلایا جاوے اور اوسکو غصہ نہ آوے تو وہ گدہا ہے اور جسکو منایا جاوے اور وہ نہ منے تو وہ شیطان ہے اور حضرت ابو سعید خدری رض فرماتے ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی مختلف اقسام کے ہین بعض دیر مین غصہ ہوتے ہین اور جلد رجوع کرتے ہین اور بعض کہ جلد غصہ آتا ہی جلد ہی فنا ہو جاتا ہے ایک بات کا تدارک دوسرے سے ہوتا ہے اور بعض جلد غصہ کرتے ہین اور دیر مین غصہ جاتا ہے اور سب مین بہتر وہ ہے کہ دیر کر خفہ ہو اور جلد منجاوے اور سب سے بدتر وہ ہین کہ جلد غصہ ہون اور دیر مین راضی ہون اور از انجا کہ ہر ایک انسان پر جوش غضب کی تاثیر ضروری ہوتی ہے تو بادشاہونکو

ضرور ہوا کہ غصہ کی حالت میں کسی کو سزا نہ دیں ورنہ کیا بعید ہے کہ سزا مقدار واجبی سے زیادہ ہو اور بمقتضاے غضب انتقام حد سے گذر جاوے اسلیے واجب ہے کہ سزا صرف قصور خداوندی پر دیا کرے اپنی غرض کے لیے سزا نہ دیوے چنانچہ حضرت عمر رضنے ایک مست کو دیکھا اور چاہا کہ پکڑ کر اوسکو سزا دین اوسنے آپ کو کچھ برا کہا آپ پھر آئے لوگون نے عرض کیا کہ آپ نے برا کہنے سے اوسکو کیون چھوڑ دیا آپ نے فرمایا کہ اوسکے برا کہنے سے مجکو غصہ آگیا تھا اگر مین اوسکو مارتا تو اپنے نفس کے غصہ کا بھی لگاؤ رہتا اور مجکو یہ منظور ہے کہ کسی مسلمان کو اپنے نفس کی حمیت و غیرت سے نہ مارون اسیطرح حضرت عمر بن عبد العزیز کو جب ایک شخص نے غصہ کر دیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر تو مجکو غصہ نہ دلاتا تو مین سزا دیتا

نوان بیان حقد یعنی کینے کے معنے اور ثمرہ کا اور عفو اور نرمی کی فضیلت کا

واضح ہو کہ جب آدمی غصہ کے وقت بمجبوری انتقام نہین لے سکتا اور غصہ پینا پڑتا ہے تو یہ باطن مین گر کر حقد بنجاتا ہے اور حقد کے معنے یہ ہین کہ کسی کو ثقیل و گران جاننا اور اوس سے بغض و نفرت کرنی ہمیشہ دل کے ساتھ ہو اور یہ امر ممنوع ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْمُؤْمِنُ لَیْسَ بِحَقُوْدٍ اور حقد غضب کا نتیجہ ہے اور اوس سے آٹھ باتین پیدا ہوتی ہین اول حسد یعنے کینہ کے باعث اس بات کی تمنا ہو کہ دوسرے کی پاس سے نعمت جاتی رہے اور اگر اوسکو کچھ نعمت ملے تو اپنے آپ غم کرے اور اگر اوسپر مصیبت آوے تو خوش ہو اور حسد فعل منافقین کا ہے اسکی برائی عنقریب لکھی جاویگی دوسرے زیادہ ہونا حسد کا باطن مین کہ ہر ایک بلا جو اوسپر آوے شماتت کرنیکو تیار رہے تیسرے دوسرے علحدہ ہونا اور قطع کرنا گو وہ ملنے کا طالب اور پاس آنیکا مائل ہو مگر خود اوس سے اینٹھے رہنا چوتھے اوسکو حقیر و ذلیل سمجھنا پانچوین اوسکے باب مین کلمات ناجائز زبان پر لانے مثل غیبت اور جھوٹ اور فاحش کرنے راز اور پردہ دری وغیرہ کے چھٹے باتوں مین اوس سے ٹھٹول اور تمسخر کرنا ساتوین اوسکو مار وغیرہ سے ایذا جسمانی پہنچانی آٹھوین اگر اوسکا حق اپنے ذمہ ہو اوسکے ادا سے باز رہنا مثلاً قرض کا نہ دینا یا صلہ رحم بجا نہ لانا یا کوئی چیز اوسکی دبالی ہو وہ واپس نہ کرنا وغیرہ یہ آٹھون چیزین حرام ہین اور ادنی درجہ کینہ کا یہ ہے کہ آدمی آٹھون باتوں سے احتراز کرے اور خدا کی نافرمانی تک کی نوبت نہ پہنچے لیکن صرف دل مین دوسرے کو برا جانے یہان تک کہ جیسے پہلے باتین کیا کرتا تھا وہ نہ کرے مثلاً دیکھکر خوش ہونا اور نرمی اور عنایت کرنی اور اوسکی حاجتوں کے وقت کام آنا اور اوسکے ساتھ بیٹھکر ذکر الہی کرنا اور اوسکی نفع مین مددگار رہنا ان امور مین سے کوئی بجا نہ لاوے یا صرف اوسکے لیے دعا نہ مانگے یا تعریف نہ کرے یا ترغیب نیکی کی اوسکو نہ کرے تو یہ باتین ایسی ہین کہ ان سے آدمی کا درجہ دین مین گھٹ جاتا ہے اور بڑے فضل اور ثواب کو مانع ہوتی ہین گو مستحق عذاب نہین کرتین

دیکھو حضرت ابوبکرؓ نے مسطح کے لیے قسم کھائی تھی کہ اوسکو کبھی کچھ نہ دونگا یہ شخص آپ کا قریب تھا مگر حضرت عائشہؓ کی تہمت مین کچھ اسنے بھی کہا تھا اسلیے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی تھی مگر جب یہ آیت اتری وَ لَا یَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَ السَّعَةِ اَنْ یُّؤْتُوْۤا اُولِی الْقُرْبٰى وَ الْمَسٰكِیْنَ وَ الْمُهٰجِرِیْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ لْیَعْفُوْا وَ لْیَصْفَحُوْا اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ تو آپ نے فرمایا کہ ہان ہم اللہ کی مغفرت کو دوست رکھتے ہین اور پھر جو کچھ دیا کرتے تھے وہ بدستور دینے لگے اس سے معلوم ہوا کہ بہتر یہی ہے کہ جیسے معاملات پہلے کیا کرتا تھا ویسے ہی بدستور جاری رکھے اور اگر نفس پر کوشش کرکے شیطان کی مخالفت کی باعث سلوک کچھ زیادہ کرے تو یہ مقام و رتبہ صدیقین کا ہے اور مقربین کے اعمال مین سے بڑھکر یہی ہے کیونکہ قدرت کیوقت کینہ ور کے تین حال ہوتے ہین ایک تو یہ کہ جتنا اپنا آتا ہو اوسیقدر لے کمی و زیادتی دوسرے سے لے اوسکو تو عدل کہتے ہین دوسرے یہ کہ اپنا حق معاف کرے اور زیادہ صلہ رحم کرے اسکا نام فضل ہے تیسرے یہ کہ جو حق اپنا نہین وہ اوس سے ظلماً لے لیوے اوسکو جور و ظلم کہتے ہین اور یہ پیشہ اراذل اور کمینون کا ہی اور امر اول صلحا کی درجہ کی انتہا سمجھنی چاہیے اور امر دوم حال صدیقین کا ہے۔

دسوان بیان فضیلت عفو اور احسان مین

عفو کے معنے یہ ہین کہ اپنا حق جو دوسرے کے ذمہ ہو اوسکو چھوڑ دیوے مثلاً قصاص یا قرض وغیرہ جو کسی کے ذمہ ہو اوسکو اوس سے بری کر دی اور اسکی تعریف و ثنا بہت آئی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے خُذِ الْعَفْوَ وَ اْمُرْ بِالْعُرْفِ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِیْنَ اور فرمایا وَ اَنْ تَعْفُوْۤا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ تین باتین ہین کہ مین بقسم کہہ سکتا ہون اول یہ کہ صدقہ سے مال کم نہین ہوتا صدقہ دینا چاہیے

زکوٰۃ مال بدر کن کہ فضلہ رزرا	خو باغبان بدرد بیشتر دہد انگور

دوسرے یہ کہ اگر کوئی شخص اپنا حق صرف خدا کیواسطے چھوڑ دے تو اللہ تعالیٰ اوسکی باعث قیامت کو اوسکی عزت بڑہا دیوے تیسرے یہ کہ جو آدمی اپنے اوپر سوال کا دروازہ کھولتا ہے اللہ تعالیٰ اوسپر محتاج ہونے کا دروازہ کشادہ کرتا ہے اور ایک حدیث مین ہی کہ اَلتَّوَاضُعُ لَا یَزِیْدُ الْعَبْدَ اِلَّا رِفْعَةً فَتَوَاضَعُوْا یَرْفَعْكُمُ اللّٰهُ وَ الْعَفْوُ لَا یَزِیْدُ الْعَبْدَ اِلَّا عِزًّا فَاعْفُوْا یُعِزَّكُمُ اللّٰهُ وَ الصَّدَقَةُ لَا تَزِیْدُ الْمَالَ اِلَّا كَثْرَةً فَتَصَدَّقُوْا یَرْحَمْكُمُ اللّٰهُ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین کہ مینے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی حقوق کا انتقام لیتے نہین دیکھا جب تک کہ خدا تعالیٰ کے محارم مین سے کوئی نہ ٹوٹتی اور جب ایسا ہوتا تو سب سے زیادہ غصہ آپ کو آتا تھا اور جب کبھی دو باتون کا آپکو اختیار دیا جاتا تو جو سی دونون مین سے آسان ہوتی اوسکو اختیار کرتے بشرطیکہ اوسمین گناہ نہوتا اور حضرت عقبہؓ فرماتے ہین کہ ایک روز مین آپکی خدمت مین حاضر ہوا تو معلوم نہین کہ مینے آپ کا ہاتھ اول پکڑ لیا یا آپ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور یہ ارشاد فرمایا کہ اے عقبہ دنیا و آخرت

لوگون کے اخلاق مین سے جو افضل ہین وہ مین تجکو بتاتا ہون تَصِلُ مَنْ قَطَعَكَ وَتُعْطِي مَنْ حَرَمَكَ
وَتَعْفُو عَمَّنْ ظَلَمَكَ اور نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان فرمایا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام
نے جناب باری مین عرض کیا کہ الٰہی بندون مین سے تیری نزدیک کونسا زیادہ تر عزیز ہے ارشاد ہوا کہ جو شخص
قدرت کر کے معاف کردے اور حضرت ابو درداء رض سے جب لوگون نے پوچھا کہ سب سے زیادہ عزت کسکی
ہے تو آپ نے یہی فرمایا کہ جو قابو پاکر معاف کردے وہ زیادہ عزت والا ہے تم بھی معاف کیا کرو خدا تمکو
عزت دیگا اور ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک مین حاضر ہوا اور کسی حق کا ناشی ہوا آپ نے اوسکو
حکم بیٹھنے کا دیا اور منظور یہ تہا کہ اسکا حق دلوا دیا جاوے مگر سبیل تذکرہ اوس سے ارشاد فرمایا کہ اِنَّ
الْمَظْلُوْمِيْنَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اوس شخص نے یہ حدیث سنکر اپنا حق چھوڑ دیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا
سے یہ حدیث مروی ہے مَنْ دَعَا عَلٰى مَنْ ظَلَمَهُ فَقَدِ انْتَصَرَ اور حضرت انس رض فرماتے ہین کہ آپ نے فرمایا اِذَا بَعَثَ اللّٰهُ
الْخَلَائِقَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ نَادٰى مُنَادٍ مِنْ تَحْتِ الْعَرْشِ ثَلَاثَةَ اَصْوَاتٍ يَا مَعْشَرَ الْمُوَحِّدِيْنَ اِنَّ اللّٰهَ
قَدْ عَفَا عَنْكُمْ فَلْيَعْفُ بَعْضُكُمْ عَنْ بَعْضٍ اور حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد فتح مکہ کے خانہ کعبہ کا طواف کیا اور دوگانہ گذار کر بیچ کعبہ مین تشریف لائے اور چوکھٹ پکڑکر
لوگون سے پوچھا کہ اب تمہارا میری نسبت کیا قول وگمان ہے اونہون نے عرض کیا کہ ہم یہ کہتے ہین کہ آپ
ہمارے بھائی ہین اور چچازاد ہین حلیم ہین رحیم ہین تین بار یہی الفاظ کہے آپ نے فرمایا کہ مین وہ قول کہتا ہون
کہ جو یوسف علیہ السلام کہا تہا لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ راوی
فرماتے ہین کہ اس قول کو سنکر لوگ ایسے نکل پڑے جیسے قبرون مین سے نکلتے ہین اور مسلمان ہوگئے اور
سہیل بن عمرو اسی قصہ کو اسطرح نقل فرماتے ہین کہ جب آپ مکہ معظمہ مین تشریف لائے تو لوگ آپ کے گرد تھے
آپ نے اپنے دونون ہاتھ کعبہ کی چوکھٹ پر رکھکر یہ دعا پڑہی لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ
صَدَقَ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ اور پہر لوگونکی طرف مخاطب ہو کر فرمایا اے گروہ قریش تمہارا
میری نسبت کیا قول وگمان ہے راوی کہتے ہین کہ مینے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم اچہا کہتے ہین
اور گمان بھی اچہا ہی ہے یعنے آپ ہمارے بہائی کریم ہین اور بھتیجے رحیم ہین اور ہم سب آپ کے قابو مین ہین تو آپ نے
فرمایا کہ مین وہ بات کہتا ہون جو میرے بہائی یوسف علیہ السلام نے کہی تھی لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ
الخ حضرت انس رض فرماتے ہین کہ آپ نے فرمایا کہ جب قیامت مین بندے کھڑے ہونگے ایک پکارنے والا پکارے گا
کہ جسکی مزدوری اللہ پر ہو وہ چلے اور داخل جنت ہو تو پوچھا جاویگا کہ ایسا کون ہے جسکی مزدوری خدا پر
ہو وہ کہے گا کہ وہ لوگ ہین جنہون نے لوگون کو معاف کردیا پہر بہت سے آدمی اوٹھینگے اور بلا حساب جنت مین

داخل ہونگے اور حضرت ابن مسعود رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا یَنْبَغِیْ لِوَالِی اَمْرٍ
اَنْ یُؤْتٰی بِحَدٍّ اِلَّا اَقَامَهٗ وَاللّٰهُ عَفُوٌّ یُحِبُّ الْعَفْوَ اور یہ آیت پڑہی وَلْیَعْفُوْا وَلْیَصْفَحُوْا آخر تک
اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ آپ نے فرمایا کہ تین باتین ایسی ہین کہ جو کوئی انکو ایمان سے ادا کرے
تو جنت کی جونسے دروازہ سے چاہے اندر چلا جاوے اور حور عین مین سے جس سے چاہے نکاح کرے اور جہان
چاہے وہان رہے اول تو یہ قرض پوشیدہ کو ادا کرے دوسرے سورۂ اخلاص ہر نماز کے بعد دس بار پڑہاکرے
تیسرے اپنے قاتل کا خون معاف کر دے حضرت ابو بکر رضہ نے پوچہا کہ خواہ انمین سے ایک کوئی بجا لاوے
آپ نے فرمایا کہ خواہ ایک ہی کرے **آثار** حضرت ابراہیم تیمی رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ اگر کوئی شخص مجہپر ظلم
کرتا ہے تو مین اوسپر رحم کرتا ہون کہ قیامت کو یہ بیچارہ اس ظلم کے باعث پکڑا جاویگا اور مواخذہ و بازپرس
ہوگی اسکو کچہہ جواب نہ بن پڑے گا یہ درجہ عفو سے بڑہکر ہے اسکو احسان کہتے ہین اور بعض اکابر کا قول ہے
کہ جب خدا تعالی کسی بندے کو تحفہ دیا چاہتا ہے تو اوسپر ایسا شخص معین کر دیتا ہے جو ظلم کرے یعنی ظلم کی
وجہ سے ظالم کی حیات مظلوم کے پاس آجاتی ہین تو بدون عمل انکا آجانا گویا خدا کیطرف سے ہدیہ ہے اور ایک شخص نے
حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ کے پاس آکر شکایت کرنی شروع کی کہ مجہپر فلان شخص نے ظلم کیا ہے اور اوسکو برا کہنا
شروع کیا آپنے فرمایا کہ اگر تو خدا کے سامنے یہ ظلم جون کا تون لیجاوے تو اوس سے بہتر ہے کہ اوسکا عوض یہان
لیکر جاوے اور یزید بن میسرہ فرماتے ہین کہ اگر کوئی شخص اپنے ظالم کو کوستا ہے تو خدا تعالی مظلوم کو
فرماتا ہے کہ جسپر تونے ظلم کیا ہے وہ تجہے کوس رہا ہے اور تو اپنے ظالم کو کوستا ہے تو اگر تیجا ہو منظور ہو تو ہم
دونون کو سنونگو سین اور اگر چاہے تو قیامت تک تاخیر کرے دونوں اپنے دامن عفو مین جگہہ دین
اور مسلم بن یسار رحمہ نے ایک شخص سے کہا جسنے اپنے ظلم کرنے والے پر بد دعا دی تہی کہ ظالم کا ظلم اوسکی
حوالہ کر تیری بد دعا سے پہلے اوسکو لگے گا بشرطیکہ کسی کام عمدہ سے اوسکا تدارک نہ کرے اور لائق و مناسب
اوسکے حال کے تو یہی ہے کہ تدارک نہین کرے گا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ
سے روایت کرتے ہین کہ اونہون نے فرمایا کہ ہمکو یہ حدیث پہنچی ہے کہ قیامت کو خدا تعالی ایک منادی کا
حکم فرماوے گا کہ یون پکارے جسکا خدا کے پاس کچہہ رہا ہو وہ کہڑا ہو تو اہل عفو کہڑے ہونگے اور جو کچہہ
انہون نے لوگون سے درگذر کی ہوگی اللہ تعالی اوسکے مکافات مین انسے درگذر فرماوے گا اور ہشام بن
محمد کہتے ہین کہ خلیفہ نعمان بن منذر کے پاس دو شخص حاضر کیے گئے ایک نے تو بڑی خطا کی تہی اوسکو تو معاف
کر دیا اور دوسرے نے چہوٹی تقصیر کی تہی اوسکو سزا دی اور یہ دو شعر پڑہے جنکا ترجمہ یہی ہے رباعی

سلطان جو بڑا قصور کرتے ہین معاف		اور چہوٹے سے جرم پر سزا دیتے ہین صاف

ہے شہرت حلم ورعب لو یہ انصاف		نادان وجہل سے نہین یہ معمول شہ

اور مبارک بن فضالہ کہتے ہین کہ سوار بن عبداللہ نے مجکو بصرہ والون کے ساتھہ ابوجعفر خلیفہ کے پاس بہیجا مین اونکے پاس بیٹھا تھا کہ اتنے مین ایک آدمی پکڑا آیا اونہون نے اوسکی قتل کو حکم کیا مینے اپنی دلمین کہا کہ میرے سامنے اس بیچارہ مسلمان کا خون ہوگا پہر اوسنے کہا کہ امیرالمومنین مین ایک حدیث نقل کرتا ہون جسکو مینے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے سنا ہے اونہون نے کہا کہ وہ کونسی حدیث ہی مینے کہا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالی لوگونکو ایک ایسی میدان مین جمع کرے گا کہ دیکھنے والا اونکو دیکھہ سکے اور پکارنے والے کی آواز سن سکین پہر ایک پکارنے والا پکاریگا کہ جسکا خدا پر کچھہ حق ہو وہ کہڑا ہو تو سوا معاف کرنے والون کے اور کوئی نہین اوٹھے گا اسکو سنکر ابوجعفر نے کہا کہ حدیث صحیح تمنے حضرت حسن رض سے سنی ہے مینے کہا کہ بیشک مینے اونسے سنی ہے پس اپنے آدمیونسے کہا کہ اس مجرم کو جانے دو اور حضرت معاویہ رض فرماتے ہین کہ جب تک تمکو انتقام کا قابو اور موقع نملے تب تک حلم اور برداشت کرو اور جب موقع ملجاوے تو عفو اور احسان کرو اور روایت ہی کہ ایک راہب ہشام بن عبدالملک کی پاس آیا اونہون نے پوچھا کہ تم بتاؤ کہ ذوالقرنین نبی تھے یا نہین اوسنے کہا کہ نبی تو نتھے مگر جو رتبہ اونکو ملا صرف چار خصلتون کے باعث ملا ایک تو یہ کہ جب انتقام پر قدرت ہوتی معاف کردیتے دوسرے یہ کہ وعدہ پورا کرتے تیسرے یہ کہ سچ بولتے چوتھے یہ کہ آج کا کام کل پر نچھوڑتے اور بعضے اکابر کا قول ہے کہ حلیم اوسکا نام نہین کہ ظلم کیوقت تو حلیم ہوئے جب قدرت پاوے تو بدلہ لے بلکہ حلیم وہ ہے کہ ظلم کیوقت حلم کرے اور قدرت کیوقت معاف کرے اور زیاد رح کہتے ہین کہ قدرت اور قابو پانا کینہ اور غصہ کو کہو دیتا ہے اور ہشام بن عبدالملک کے پاس ایک شخص گرفتار ہوکر آیا جسکی کوئی بات اوسکے کان مین پہونچی تھی جب سامنے آیا تو اپنی حجت بیان کرنے لگا خلیفہ نے فرمایا کہ تو بہی بولتا ہے اوسنے کہا کہ یا امیرالمومنین اللہ تعالے فرماتا ہے یَوْمَ تَاْتِیْ کُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِہَا کیا خدا کے سامنے تو جہگڑینگے آپ کے سامنے نہ بولین گے اونہون نے کہا کہ خیر کہو جو کہتے ہو اور روایت ہی کہ ایک چور حضرت عمار بن یاسر کے خیمہ مین گہسا اور پکڑا گیا لوگون نے اونکی خدمت مین عرض کیا کہ اسکا ہاتہہ کاٹ ڈالیے آپ نے فرمایا کہ نہین مین اسکی پردہ پوشی کرونگا اللہ تعالے میری پردہ پوشی فرماوے اور ایکبار حضرت ابن مسعود بازار مین بیٹھے ہوئے کچھہ سودا لیتے تھے دام دینے کیواسطے عمامہ مین سے درم نکالنے چاہے تو معلوم ہوا کہ کسی نے کہول لیئے آپ نے فرمایا کہ جب مین یہان بیٹھا ہون تب تک موجود تھے لوگ لینے والے کو بد دعا دینے لگے کہ الٰہی اوسکے ہاتہہ کٹ پڑین اور اوسکا برا ہو پس آپ نے فرمایا کہ الٰہی اگر اوسکو کچھہ حاجت تھی اور لے گیا ہے تو اوسکو برکت دے کہ اوسکا کام نکلجاوے

اور اگر گناہ پر جرأت کے سبب سے کیا ہو تو اسی گناہ کو اوسکا پچھلا گناہ کر دے کہ آگے کو پھر ایسا نکرے۔ اور فضیل بن عیاض رح فرماتے ہین کہ خراسان کے ایک شخص کی بہ نسبت مین نے کوئی زیادہ زاہد نہین دیکھا وہ میرے ساتھ مسجد حرام مین بیٹھا تھا طواف کو اوٹھا اسمین اوسکے دینار چوری گئے تو رونا شروع کیا مین نے پوچھا کہ دینارون کے واسطے روتے ہو اوسنے کہا نہین بلکہ اسوقت مجکو یہ تصویر بندھ گئی کہ مین اور چور خدا کے سامنے موجود ہین اور اوسکو کچھہ حجت نہین کہ پیش کرے اسلیے مجکو رحم آیا اور رو پڑا۔ اور حضرت مالک بن دینار رح کہتے ہین کہ ہم اسوقت حکم بن ایوب بصرہ کے حاکم تھے اونکے گھر رات کو گئے اور حضرت حسن رح بھی خوف زدہ سے آئی اور ہم اونکے ساتھ ہی اونکے پاس گئے مگر ہم حضرت حسن رح کے ساتھ بچے سے معلوم ہوتے تھے پس حضرت حسن رح نے قصہ حضرت یوسف علیہ السلام کا بیان کیا کہ بھائیون نے اونکو بیچا اور کوئین مین ڈالا اور کیا کیا اسکے کیا عوض کہ بھائی کو بیچا اور باپ کو رنج دیا پھر عورتون کے مکر سے قید مین مبتلا ہوئے مگر دیکھو تو خدا نے اونسے کیا کیا سب سے زیادہ ذی شروت دعوت بنایا اور اونھین کا بول بالا رہا اور زمین کے خزانون کا مالک کر دیا ان سب باتون کے بعد جب حکومت پوری ہوگئی اور گھر بار سب وہان آگئے تو یہ ارشاد فرمایا لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ اس قصہ سے غرض حضرت حسن رح کی یہ تھی کہ حکم بن ایوب بھی انکے ساتھیونکو معاف کر دین پس یہ قصہ سنکر حکم نے کہا کہ مین بھی یہی کہتا ہون کہ لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ اور اگر میرے پاس بدن کے کپڑون کے سوا اور کچھہ ہوتا تو مین انھین مین تمکو چھپا لیتا۔ اور ابن مقنع نے کسی اپنے دوست کو کسی بھائی کی سفارش کا خط لکھا مضمون یہ تھا کہ فلان شخص اپنے قصور سے گریز کرکے تمھاری عفو کا خواہان ہے اور تمھارے غصہ سے ڈر کر تمھاری ہی پناہ چاہتا ہے۔ اور معلوم رہے کہ جتنا گناہ بڑا ہوتا ہے وتنا ہی عفو کا فضل زیادہ ہے ؎ گر عظیم ست از فرو ستان گناہ ✤ از بزرگان عفو کردن اعظم ست ✤۔ اور عبد الملک بن مروان کے پاس جب ابن اشعث کے قیدی آئے تو رجاء بن حیات سے خلیفہ نے اونکے باب مین صلاح لی اوسنے عرض کیا کہ خداوند کریم نے جو چیز تمکو پسند تھی یعنی فتح عنایت فرمائی اوسکے عوض مین جو اوسکو پسند ہے وہ تم کرو یعنے اللہ تعالے عفو کو پسند فرماتا ہے تم بھی معاف کرو پس سب قیدیون کا قصور معاف کر دیا اور روایت ہے کہ زیاد نے ایک خارجی کو پکڑا اتفاقا وہ بھاگ گیا زیاد نے اوسکے بھائی کو پکڑ لیا اور کہا کہ یا تو اپنے بھائی کو حاضر کرو ورنہ مین تجکو مار ڈالونگا اوسنے کہا کہ اگر مین امیر المومنین کا شقہ لا دون تب تو چھوڑ دوگے کہا کہ البتہ اوسنے کہا کہ مین عزیز حکیم کا شقہ لاتا ہون اور اوسپر دو پیغمبرون کی گواہی گذرانتا ہون پھر یہ آیت پڑھی أَمْ لَمْ يُنَبَّأْ بِمَا فِي صُحُفِ مُوسَىٰ وَإِبْرَاهِيمَ الَّذِي وَفَّىٰ أَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ زیاد نے کہا کہ اسکو جانے دو اسکو حجت خوب سوجھی

حاشیہ: یہ آیت پڑھی ... [illegible]

اور روایت ہے کہ انجیل مین مذکور ہے کہ جو اپنے ظالم کے لیے مغفرت کی دعا کرے شیطان اوس سے بھاگتا ہے
اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عفو کا تتمہ نرمی کے فضائل پر کیا جاوے

فضیلت نرمی کی۔ نرمی کا مقابل تیزی اور رنگ چڑھا ہونا ہے نرمی ایک صفت عمدہ ہے جو حسن خلق کا نتیجہ ہے اور اوسکے برعکس تیزی نتیجہ غصہ اور درشتی کا ہے اور کبھی تو تیزی غصہ سے ہوتی ہے اور کبھی شدت حرص اور اوسکے غلبہ سے ہوتی ہے کہ اوسمین آدمی کو سوچ سمجھ نہین رہتی اسیواسطے استقلال جاتا رہتا ہے مگر نرمی بہرصورت ثمرہ حسن خلق ہی کا ہے اور حسن خلق جبھی میسر ہوتا ہے کہ قوت غضب اور قوت شہوت کو حد اعتدال پر روکا جاوے اسی بنا پر رفق یعنے نرمی کی تعریف مین حدیث شریف مین بہت مبالغہ ہے چنانچہ فرمایا یا عائشۃ انہ من اعطی حظہ من الرفق فقد اعطی حظہ من خیر الدنیا والاخرۃ ومن حرم حظہ من الرفق فقد حرم حظہ من خیر الدنیا والاخرۃ اور فرمایا اذا احب اللہ اھل بیت ادخل علیہم الرفق اور فرمایا ان اللہ لیعطی علی الرفق ما لا یعطی علی الخرق فاذا احب اللہ عبدا اعطاہ الرفق وما من اھل بیت یحرمون الرفق الا حرموا محبۃ اللہ تعالی اور حضرت عائشہ فرماتی ہین کہ آپ نے فرمایا ان اللہ رفیق یحب الرفق یعنے اللہ تعالے رفیق ہے اور رفق ہی کو پسند فرماتا ہے اور ملایمت پر وہ چیز عطا فرماتا ہے جو درشتی کے ساتھ نہین دیتا۔ اور حضرت عائشہ رض کو فرمایا کہ اے عائشہ ملایمت کیا کر اسلیے کہ جب اللہ تعالے کسی خاندان کی بزرگی چاہتا ہے تو اونکو ملایمت کی راہ سوجھا دیتا ہے اور ایک حدیث مین ہے کہ من یحرم الرفق یحرم الخیر کلہ جسکو ملایمت نملی وہ بالکل خیر سے محروم رہا اور فرمایا کہ جو حاکم اپنی عمد مین ملایمت و نرمی برتے گا اوسکے ساتھ قیامت کو سہولت برتی جاوے گی۔ اور فرمایا کہ تمکو معلوم ہے کہ دوزخ کن لوگون پر حرام ہے کل ھین لین سھل قریب اور فرمایا الرفق یمن والخرق شوم اور فرمایا التانی من اللہ والعجلۃ من الشیطان اور ایک روایت مین ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ سب مسلمان تو خدائے تعالے کی عنایت سے آپ سے مستفید ہوتے ہین کوئی عمدہ بات میرے لیے بھی خاص کر دیجیے آپ نے دو یا تین بار الحمد للہ فرما کر اوس شخص کی طرف متوجہ ہو کر دو یا تین بار پوچھا کہ تو ہی نصیحت چاہتا تھا اوسنے عرض کیا کہ ہان آپ نے فرمایا کہ جب تو کسی بات کا ارادہ کرے تو اوسے سوچ لیا کر اگر اچھی ہو تو کیا کر ورنہ باز رہا کر اور ایک بار حضرت عائشہ رض سفر مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھین اور اونکی سواری مین ایک اونٹ شوخ تھا تو اوسکو کبھی داہنے کبھی بائین پھراتی تھین پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہ سہولت اور ملایمت کر یہ ایسی شی ہے کہ جس چیز مین ہو تو اوسکی زینت ہو جاوے اور جس مین نہو اوسکو معیوب کر دے آثار حضرت عمر بن خطاب کو یہ خبر پہنچی کہ بعض عامل

ظلم کرتے ہین آپ نے اونکو طلب فرمایا جب وے حاضر ہوگئے تو آپ نے بعد حمد وثنا کے ارشاد فرمایا کہ
اے رعیت ہمارا حق تم پر یہ ہے کہ پیٹھ پیچھے خیرخواہی کرو اور اچھی بات پر مددگار رہو اے عاملو رعیت کا
تمپر حق ہے پس جان لو کہ جیسی نرمی امام کی اور اوسکا حلم الله کو پسند ہی ویسا کوئی حلم محبوب اور عام نہین
اسی طرح کوئی چیز الله تعالے کے نزدیک امام کے ظلم و جہل سے بری نہین اور یہ بھی جان رکھو کہ جو شخص
اپنے سامنے والون کو عافیت سے رکھتا ہے اوسکو غائب لوگون کی طرف سے بھی عافیت اور آسایش پہونچتی ہے
اور وہب بن منبہ فرماتے ہین کہ ملایمت حلم کا ہم پلہ ہے۔ اور ایک حدیث موقوف اور مرفوع مین وارد ہے
کہ علم مومن کا دوست جانی ہے اور حلم اوسکا وزیر اور عقل اوسکی رہنما اور عمل سربراہ کار اور رفق اوسکا والد اور نرمی
بھائی اور صبر سپہ سالار ہے۔ اور بعض اکابر کا قول ہے کہ علم ایمان کو کیا خوب زینت دیدیتا ہے اور اوس
علم کا تو کیا پوچھنا ہے جسکو عمل سے زیبایش ہوئی ہو اور کتنا خوب وہ عمل ہے جسکی آراستگی رفق سے ہوئی ہو
غرض کہ جیسا جوڑ علم اور حلم کا ہے ایسا کوئی نہین۔ اور حضرت عمرو بن العاص رض نے اپنے بیٹے عبد الله سے
سوال کیا کہ رفق کیا چیز ہے اونھون نے جواب دیا کہ جس صورت مین آدمی حاکم ہو تو عاملون سے نرمی برتے
اونھون نے پوچھا کہ خرق یعنے جہالت و درشتی کیا شئی ہے آپ نے فرمایا کہ امام سے اور ایسے لوگون سے جنکو
اختیار و قابو ضرر پہونچانے کا ہو دشمنی اور عداوت رکھنی۔ اور حضرت سفیان ثوری رح نے اپنے یارون سے
پوچھا کہ رفق کو تم لوگ جانتے ہو انھون نے عرض کیا کہ آپ ہی ارشاد فرمائیے فرمایا کہ ہر ایک امر کو اوسکے موقع
مقام پر برتنا شدت کی جگہہ شدت اور نرمی کی جگہہ نرمی اس سے معلوم ہوا کہ نرمی کے ساتھ درشتی کا اختلاط
بھی ضرور چاہیے جیسا کہ شیخ سعدی شیرازی فرماتے ہین ؎ درشتی و نرمی بہم دربہ است ✤ چو فاصد کہ جراح
و مرہم نہ است ✤ خلاصہ یہ کہ اور اخلاق کی طرح یہان بھی درجۂ اوسط درشتی و نرمی مین محمود ہے مگر چونکہ
انسان کی طبیعت درشتی کی طرف زیادہ مائل ہے بدین لحاظ ترغیب بغایت درجہ رفق کی ضروری ہے
اسی لیے شرع مین صفت رفق کی بہت سی ہے درشتی کی مدح نہین پائی جاتی گو اپنے اپنے موقع پر
حسب مصلحت وقت دونون اچھی ہین مگر جس جگہہ درشتی ضروری ہوتی ہے وہان حق بات ہوا ے
نفسانی مین مل جاتی ہے اور رفق کی شکر سے بھی زیادہ مزہ معلوم ہوتا ہے ایسا ہی حضرت عمر بن عبد العزیز رح کا
قول ہے۔ اور روایت ہے کہ عمرو بن العاص رض نے حضرت امیر معاویہ رض کو خط لکھا اور اوسمین اونپر
اس بات کا عتاب تھا کہ تم تاخیر و سستی بہت کرتے ہو اونھون نے اوسکے جواب مین لکھا کہ امر
خیر مین تامل اور فکر سے بہتری اور ہدایت زیادہ ہوتی ہے اور رشید وہی شخص ہے کہ
جو جلدی کو چھوڑکر راہ راست پر آوے اور محروم وہ آدمی ہے جو وقار سے محروم رہے

اور مستقل آدمی ہمیشہ صواب کو پہونچتا ہے اور جلد باز مدام چوک جاتا ہے اور جسکو رفق سے بہرہ نہین ہوتا اوسکو حماقت سے نقصان ہوتا ہے اور جو تجربون سے مستفید نہین ہوتا وہ عالی رتبہ نہین ہو سکتا۔ اور ابو عون انصاری رح فرماتے ہین کہ جو کلمات سخت لوگ آپس مین بولتے ہین اونکے ساتھ ہی ایسے بھی الفاظ ہوتے ہین کہ اوسی مطلب کے مفید ہون اور اونکی نسبت نرم ہون یعنی ؎ چو کاری برآید بلطف وخوشی + چہ حاجت بہ تندی و گردنکشی + اور ابو حمزہ کوفی رح فرماتے ہین کہ کاروباری آدمی کو زیادہ حاجت سے رکھنا نچاہیے اس لیے کہ ہر ایک آدمی کے ساتھ ایک شیطان لگا ہوا ہے اور جان لینا چاہیے کہ سختی سے لوگ اپنا کام نہین کرتے جیسا نرمی سے کرتے ہین۔ اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ مومن تہین ہوتا ہے اور ٹھہر ٹھہر کر کام کرتا ہے رات کی لکڑی جمع کرنے والے کی طرح نہین ہوتا کہ جو ہاتھ مین آیا خاک خس جمع کر لیا پس علمانے رفق کی اسقدر تعریف اسی لیے کی ہے کہ یہ ایک عمدہ چیز اور اکثر اوقات بکار آمد ہے اور درشتی کی کبھی شاذ و نادر حاجت پڑتی ہے کامل آدمی وہی ہے جو موقع درشتی و نرمی کا پہچانے اور ہر ایک کام مین جو مناسب ہو وہ بجا لاوے لیکن اگر اوسکی بصیرت مین قصور ہو یا معلوم نہو کہ فلان مقدمہ مین کیا کرنا چاہیے تو چاہیے کہ رفق ہی کیطرف میل کرے اسلیے کہ غالبا فلاح اسمین ہوتی ہے اب حسد کی برائی اور اوسکی حقیقت و اسباب علاج کا بیان کیا جاتا ہے اور یہ کہ اسکا دور کرنا نہایت ضروری ہے

گیارھوان بیان حسد کی برائی

واضح ہو کہ حسد بھی کینہ کی شاخ ہے اور کینہ غصہ کی شاخ ہے تو حسد غصہ کی شاخ در شاخ ہوئی اور غصہ اصل اصول ٹھہرا پھر حسد مین اتنی بڑی شاخین پھیلتی ہین کہ جنکا حصر بھی گویا کہ نہین ہو سکتا اور اوسکی مذمت مین بہت سی حدیثین وارد ہین چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْحَسَدُ یَاْکُلُ الْحَسَنَاتِ کَمَا تَاْکُلُ النَّارُ الْحَطَبَ اور ایک حدیث مین حسد اور اوسکے نتائج و اسباب سے منع کرنے مین فرمایا لَا تَحَاسَدُوْا وَلَا تَقَاطَعُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَکُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰہِ اِخْوَانًا اور حضرت انس رض فرماتے ہین کہ ایک روز ہم آپ کی خدمت مین بیٹھے تھے کہ آپ نے فرمایا کہ اب اس راہ سے ایک آدمی جنتی تمھارے سامنے آوے گا اتنے مین ایک شخص انصار بائین ہاتھ مین جوتیان لیے ہوئے ڈاڑھی مین سے وضو کا پانی ٹپکتا ہوا نمودار ہوا اور السلام علیکم کہا جب دوسرا روز ہوا تو پھر آپ نے وہی کلمات فرمائے اوس روز بھی وہی شخص آیا تیسرے روز بھی یہی ماجرا گذرا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تو حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص اوس شخص کے پیچھے گئے اور اوس سے کہا کہ مجھہ مین اور میرے باپ مین کچھہ تکرار ہو گیا ہے

اس پر مینے قسم کہالی ہی کہ تین دن اونکی پاس رہونگا اگر آپ اجازت دین تو مین دن تک آپ کی مکان مین سو رہا
کرون اونہون نی کہا کہ کیا مضایقہ ہے حضرت عبداللہ رض تین رات اونکی گہر مین رہی تو دیکہا کہ وہ رات کو نہین
اوٹھتے بجز اسکی کہ ہر کروٹ پہ ذکر الٰہی کر لیتی ہین اور صبح کی نماز کیوقت تک بستر پر سی نہ اٹھے البتہ اتنا معلوم ہوا کہ کبھی
کلمہ کہا تو بہتر ہی کہا جب تین دن گذر گئی تو حضرت عبداللہ فرماتے ہین کہ میری جی مین اونکا عمل کچھہ وقعت
نہ آئی اور تہوڑا سا عمل معلوم کیا تہا تو مینے اونسے کہا کہ ای بندہ خدا تجہہ مین اور میری باپ مین کچھہ خفگی کی
بات نہین ہوئی تہی لیکن مینے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سی تمہاری شان مین یہ کلمات سنے
تہی اسواسطے یہ منظور تہا کہ مین بہی دیکہون کہ تم کیا عمل کرتی ہو جس سے جنتی ہوئی ہو تو عمل تو تمہارا کچھہ بہت نہین
یہ فرمائیے کہ یہ درجہ کسطرح ملا اونہون نی فرمایا کہ یہی ہی جو تمنے دیکہا مین اونکی پاس سے چلا جب تہوڑی دور گیا
تو اونہون نی مجہکو بلایا اور کہا کہ بہائی عمل تو یہی ہی جو تمنے دیکہا مگر اتنی بات ہی کہ جو شے اللہ تعالی کسی
مسلمانکو عطا فرماتا ہی اوسپر میری دلمین کچہہ کدورت اور حسد نہین آتی مینے کہا کہ بس وہ بات یہی ہی جس سے
تمکو رتبہ ملا یہ بات ہمسی نہین ہو سکتی اور ایک حدیث مین ہی کہ آپ نی فرمایا تین باتین ایسی ہین کہ جس سے کوئی
خالی نہین ایک ظن دوسری بدفالی تیسری حسد مگر مین تمکو انسی نجات کیصورت بتائی دیتا ہون کہ جب کوئی
ظن دلمین گذری تو اوسکو ٹہیک بنانا چاہیے اور جب شگون بد ہو تو اپنا کام کیے جاو اور جب حسد آوے
تو خواہش نکرو اور ایک روایت مین یون ہی کہ تین باتین ایسی ہین کہ کمتر اوس سی کوئی خالی ہوگا اس روایت
مین امکان حسد سی خالی ہونیکا پایا جاتا ہی اور ایک حدیث شریف مین ہے کہ آپ نی فرمایا کہ ایک مرض
تم مین پہلی امتونکا چلا آیا ہی یعنی حسد اور بغض اور بغض مونڈنی والی چیز ہے اور اس سی یہ غرض نہین کہ
بال مونڈتی ہی بلکہ دین کی صفائی بتلاتی ہے قسم ہے اوس ذات پاک کی جسکے قبضہ قدرت مین محمد کا نفس
ہی کہ تم جنت مین ہرگز نہ داخل ہوگی جب تک مومن نہوگی اور مومن نہوگی جب تک آپسمین دوست نہوگی اور مین
تمکو ایسی بات بتاتا ہون جس سی بنا دوستی تم مین مستحکم ہو وہ یہ ہی کہ آپسمین طریقہ اسلام کو خوب رائج کرو
اور فرمایا کَادَ الْفَقْرُ اَنْ یَکُوْنَ کُفْرًا وَکَادَ الْحَسَدُ اَنْ یَغْلِبَ الْقَدَرَ اور نیز فرمایا کہ عنقریب میری امت مین
اور امتونکا مرض پہیلیگا لوگون نی عرض کیا کہ اور امتونکا مرض کیا ہی آپ نی فرمایا کہ اَلْاَشَرُ وَالْبَطَرُ وَالتَّکَاثُرُ
وَالتَّنَافُسُ فِی الدُّنْیَا وَالتَّبَاعُدُ وَالتَّحَاسُدُ حَتّٰی یَکُوْنَ الْبَغْیُ ثُمَّ یَکُوْنُ الْهَرْجُ اور فرمایا لَا تُظْهِرِ الشَّمَاتَةَ
لِاَخِیْكَ فَیُعَافِیْهِ اللّٰهُ وَیَبْتَلِیْكَ روایت ہی کہ حضرت موسیٰ جب پروردگار عالم سی باتین کرنے گئے
تو ایک آدمی کو عرش کی سایہ مین دیکہا دلمین اوسکی رتبہ کی غبطہ ہوئی کہ اسکی نسبی جگہہ مجہی بہی ملتی یہ کوئی بڑا عالی
رتبہ ہی جناب باری مین عرض کیا کہ اسکا نام مجکو بتلایا جاوے حکم ہوا کہ نام سی کیا غرض ہے اسکا کام

بتایا جاتا ہے کہ تین باتین کیا کرتا تہا ایک تو یہ کہ لوگون پر انعام خداوندی دیکہکر حسد نکرتا تہا دوسرے یہ کہ اپنے ماباپ کی نافرمانی نہین کرتا تہا تیسرے یہ کہ لوگونکی چغلی ایک دوسرے سے نہین کہا کرتا تہا اور حضرت زکریا علیہ السلام فرماتے ہین کہ اللہ جلشانہ ارشاد فرماتا ہے کہ حاسد میری نعمت کا دشمن ہی کہ میرے حکم پر غصہ ہوتا ہی اور جو کچہہ مینے لوگون کے حقمین مقدر کر دیا ہے اوسپر راضی نہین ہوتا اور ایک حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجہے زیادہ تر خوف اپنی امت پر اسبات کا ہے کہ اونکے پاس مال کی کثرت ہو اور آپسمین حسد کرکے کشت وخون کرین اور فرمایا اِسْتَعِیْنُوْا عَلٰی قَضَاءِ الْحَوَائِجِ بِالْکِتْمَانِ فَاِنَّ کُلَّ ذِیْ نِعْمَۃٍ مَحْسُوْدٌ اور فرمایا کہ اللہ کی نعمتون کے دشمن ہین لوگون نے عرض کیا کہ وہ کون لوگ ہین آپ نے فرمایا کہ جو لوگون پر نعمت دیکہکر حسد کرین اور فرمایا کہ چہہ آدمی حساب کے پہلے ہی چہہ چیزونکے سبب دوزخ مین جاوینگے لوگون نے عرض کیا کہ وہ کونسے لوگ ہین آپ نے فرمایا کہ امیر ظلم کی باعث اور عرب عصبیت یعنی اصرار بیجا کے سبب اور دہقان تکبر کی جہت سے اور تاجر خیانت کے سبب اور روستائی جہالت کی باعث اور علما حسد کے سبب آثار بعض متقدمین کا قول ہے کہ اول خطا جو واقع ہوئی وہ حسد ہی یعنی ابلیس لعین نے حضرت آدم علیہ السلام کے رتبہ پر حسد کرکے سجدہ سے انکار کیا اور صرف حسد ہی کی باعث خدا کی نافرمانی مین مبتلا ہوا اور روایت ہی کہ عون بن عبد اللہ فضل بن مہلب کے پاس اوس زمانہ مین تشریف لے گئے کہ وہ واسط کے حاکم تہے اور یہ کہا کہ مین تمکو ایک نصیحت کرتا ہون اونہون نے کہا فرمائیے آپ نے فرمایا کہ ایک تو تکبر سے بچنا کیونکہ اول نافرمانی خدا تعالی کی اسی کی بدولت ہوئی چنانچہ تصدیق اسکی کلام مجید مین موجود ہے وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ اَبٰی وَاسْتَکْبَرَ وَکَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ دوم یہ کہ حرص سے محترز رہنا یہ وہ بلا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو جب خداوند کریم نے جنت مین جگہہ دی جسکا عرض آسمانون اور زمین کے برابر ہے اور سب چیزونکے کہانے کی اجازت دی صرف ایک درخت سے منع کر دیا تو اونہون نے حرص کی بدولت اوسمین سے کہایا اور جنت سے نکالے گئے حکم ہوا کہ اِهْبِطَا مِنْهَا جَمِیْعًا بَعْضُکُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ تیسرے یہ کہ حسد سے بچنا یہ وہ چیز ہے کہ قابیل نے اسی کی باعث ہابیل کو مارا تہا چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے وَاتْلُ عَلَیْهِمْ نَبَاَ ابْنَیْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ یُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ قَالَ لَاَقْتُلَنَّکَ اور ایک بات یہ ہے کہ جب ذکر اصحاب رضی اللہ عنہم کا ہو تو سکوت کرنا اور تقدیر اور نجوم کے ذکر کیوقت بہی سکوت کرنا اور بکر بن عبد اللہ کہتے ہین کہ ایک شخص کسی بادشاہ کے سامنے کہڑا ہو کر یہ جملہ کہا کرتا کہ محسن کے احسان کے مکافات مین اوسکے ساتہہ سلوک کرنا چاہیے کیونکہ بدی کرنے والے کو تو خود اوسکی بدی ہی تیری طرف سے کفایت کرے گی اس شخص پر اور اوسکے رتبہ پر ایک آدمی کو حسد ہوئی یہانتک کہ بادشاہ سے

اوسکی چغلی کی کہ جو آدمی حضور کے سامنے کہڑا ہو کر جملہ کہا کرتا ہے وہ یون کہتا ہے کہ بادشاہ گندہ دہن
ہے بادشاہ نے کہا کہ اوسکی تصدیق کیسے ہو اوسنے کہا کہ جب وہ شخص آپکے سامنے کہڑا ہو اوسکو اپنے پاس
بلا لیجیے جب آپکے قریب آویگا تو اپنی ناک بند کرلے گا کہ منہ کی بدبو نہ آوے بادشاہ نے کہا اچھا ہم
کل امتحان کرینگے ادہر تو بادشاہ سے یہ کہہ گیا ادہر اوس شخص کی دعوت کر کے ایسا کہانا کہلایا
جسمین بہت سا لہسن تہا اتنے مین دربار کا وقت آگیا وہ شخص حسب دستور بادشاہ کے سامنے جا کہڑا
ہوا اور وہی جملہ کہا بادشاہ نے اوسکو پاس بلایا اسنے اس خوف سے کہ کہین بادشاہ کو میرے منہ کی لہسن
کی بو نہ آوے اپنے منہ پہ ہاتہہ رکہہ لیا اور پاس گیا بادشاہ کو گمان ہوا کہ کل جو فلان شخص اسکی
نسبت کچہہ کہہ گیا تہا وہ درست ہے اوسیوقت اپنے ایکعامل کو شقہ دستخط خاص سے لکہا کہ جب حامل ہذا تیرے
پاس آوے اسکو قتل کرکے اسکے چمڑے مین بہس بہروا کر ہمارے پاس بہیجدینا اور شقہ کو حوالہ اوس شخص کے کیا
کہ فلان عامل کے پاس لیجا یہ شخص شقہ لیکر دربار سے نکلا اور اس بادشاہ کا دستور یہ تہا کہ شقہ دستخطی
خاص صرف واسطے انعام اور خلعت کے لکہا کرتا تہا اثناء راہ مین وہ حاسد ملا اسکے ہاتہہ مین شقہ دیکہکر
پوچہا کہ یہ شقہ کیسا ہے اوسنے کہا کہ فلان عامل کے نام کا دستخطی خاص شقہ ہے اوسکے پاس لیجاتا ہون
اوسنے سمجہا کہ ضرور اسمین کچہہ انعام وجاگیر کو لکہا ہوگا اس لالچ سے اوس شخص سے کہا کہ یہ شقہ مجہکو
دیدال کہ مین لیجاؤن اوسنے کہا کہ مینے تجہکو ہبہ کیا لیجا جب رقعہ لیکر عامل کے پاس گیا اوسنے پڑہکر حامل
سے کہا کہ اس شقہ مین یہ حکم ہے کہ حامل کو قتل کرے اور کہال کہچوا کر اوسمین بہس بہر کے حضور مین بہیجدو
تب تو یہ بہت گہبرایا اور کہنے لگا کہ اسکا اصل حامل تو وہ شخص ہے مین نہین ہون خدا کیواسطے مجہے یہ شقہ
دیدو کہ مین بادشاہ کے پاس واپس لیجاؤن عامل نے کہا کہ بادشاہ کا شقہ واپس نہین ہو سکتا غرض
اوسکو ذبح کر کے پوست اتروا کر بادشاہ کیخدمت مین بہیجدیا اب اوس شخص کا حال سنیے کہ وہ بدستور
وقت مقرری پر پہر بادشاہ کے سامنے گیا اور جو جملہ کہا کرتا تہا وہی کہا بادشاہ نے حیران ہو کر پوچہا کہ شقہ کو
کیا کیا اوسنے عرض کیا کہ راہ مین فلان شخص مجہکو ملا اوسنے مجہسے مانگا مینے اوسکو ہبہ کر دیا بادشاہ نے کہا کہ
وہ یون کہتا تہا کہ تو مجہکو گندہ دہن کہتا پہرتا ہے اوسنے کہا کہ مینے ہرگز نہین کہا بادشاہ نے پوچہا کہ پہر جب
مینے تجہکو اپنے پاس بلایا تہا تو نے اپنا ہاتہہ منہ پر کیون رکہہ لیا تہا اوسنے کہا کہ اوہی شخص نے مجہکو
ایسا کہانا کہلا دیا تہا جسمین لہسن تہا مینے منہ اسواسطے بند کیا تہا کہ حضور کو لہسن کی بو نہ معلوم
ہو بادشاہ نے کہا کہ خیر اپنا کام کر بدی کرنے والے کو اوسکی بدی ہی تیری طرف سے کفایت کر گئی
اور حضرت ابن سیرین رح فرماتے کہ مینے امر دنیا کے لئے کسی پر حسد نہین کیا اسواسطے کہ اگر وہ شخص اہل جنت

مین سے ہی تو دنیا پر اوسکی لیا حسد کرون جنت مین دنیا کی کیا قدر ہے اور اگر وہ دوزخی ہے تو دنیا کی امر پر اوسکا حسد فضول ہے اسلیے کہ اوسکا انجام دوزخ ہوگا اور ایک شخص نے حضرت حسن رح سے پوچھا کہ مومن حسد بھی کیا کرتا ہے آپ نے فرمایا کہ کیا حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹون کا حال بھول گئے مومن حسد کرتا ہے لیکن چاہیے کہ صرف سینہ ہی مین اوسکو پوشیدہ رکھے اسلیے کہ جب زبان و ہاتھ سے اوسکا اظہار نہ کرے گا تو حسد سے کچھ نقصان نہین ہوگا اور حضرت ابو درداء رض فرماتے ہین کہ جو آدمی موت کو کثرت سے یاد کریگا اوسکی ہنسی اور حسد دونون کم ہوجاوینگے اور حضرت معاویہ رض فرماتے ہین کہ مین سب آدمیون کی راضی کرنے پر قدرت رکھتا ہون مگر حاسد نعمت کہ وہ بدون زوال نعمت راضی ہی نہین ہوتا

	حسد ورا چہ کنم کو زخود برنج درست		توانم آنکہ نیازارم اندرون کسی

اور بعض حکما کا قول ہے کہ حسد ایک زخم ہے کہ کبھی نہین بھرتا اور جو کچھ حاسد پر گذرتا ہے اوسکو وہی کافی ہے اور ایک اعرابی کا قول ہے کہ مینے کسی ظالم کو مظلوم کے مشابہ سواے حاسد کے نہین دیکھا کہ جب دوسری کی نعمت دیکھتا ہے گویا اوسکی چھریان لگتی ہین اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ آدمی دوسرے پر کیون حسد کرتا ہے اگر اوسکو خدا تعالی نے لائق سمجھکر نعمت دی ہے تو جسکو خدا تعالی بزرگی دی اوس پر حسد کیا ضرور ہی اور اگر اوسکا کچھ معاملہ ہے تو ایسی چیز پر کیا حسد کرنی چاہیے جسکا مآل دوزخ ہو اور بعض اکابر کا قول ہے کہ حاسد کو مجلسون مین تو ذلت اور مذمت ملتی ہے اور فرشتون سے بغض و لعنت اور خلق سے غم و غصہ اور نزع مین ہول و شدت اور قیامت مین عذاب و فضیحت

بارہوان بیان حسد کی حقیقت اور حکم اور اقسام اور مراتب کی ذکر مین

یہ تو ظاہر ہے کہ حسد نعمت ہی پر ہوا کرتی ہے پس جب اللہ تعالی کسی بندہ کو کوئی نعمت عطا فرما دے تو دوسرے شخص کی دو حال ہوتے ہین اول تو یہ کہ وہ نعمت اوسکو بری معلوم ہو اور یون چاہے کہ اسکے پاس نرہے اس حالت کا نام تو حسد ہے اس بیان سے معلوم ہوا کہ حسد کی تعریف و حقیقت یہ ہی کہ دوسری کی نعمت کو برا جاننا اور اوسکی پاس سے جاتے رہنے کا خواہان ہونا دوسرا حال یہ ہے کہ نہ تو وہ نعمت بری معلوم ہو اور نہ اوسکی زوال کا خواہان ہو بلکہ یون دل چاہے کہ ایسی ہی نعمت ہمکو بھی ملے اسکا نام غبطہ اور منافست ہے اور کبھی منافست اور حسد ایک دوسری کی جگہ بھی بولی جاتی ہین اور اسکا کچھ مضائقہ نہین معنی کے رو سے ایسا اکثر ہوتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْمُؤْمِنُ یَغْبِطُ وَالْمُنَافِقُ یَحْسُدُ پس حسد تو ہر حال مین حرام ہے مگر ایسی نعمت پر جو کسی فاجر یا کافر کے ہاتھ لگی ہو اور وہ اوس سے فتنہ و فساد اور ایذا رسانی کرتا ہو تو ایسی نعمت کو اوس شخص پر

حکایت ابن سیرین ... نہ ابن عباس ... فضیل بن عیاض ...

برا جاننا اور اوسکے زوال کا خواہان ہونا کچھ گناہ نہین اسلیے کہ خود نعمت پر تو یہ حسد نہین بلکہ اس وجہ سے
ہے کہ وہ سامان فتنہ و فساد کا ہے اور اگر اوس سے وہ فساد و فتنہ نہ کرے تو کچھ بھی برا نہ معلوم ہو اور حسد
کی مذمت مین جو حدیثین وارد ہین اونکا ذکر پہلے ہو چکا ہے اونسے صاف ظاہر ہے کہ حسد کا حکم حرمت ہی ہے
علاوہ اسکے گویا دوسرے کی نعمت کو برا جاننا خدا تعالے کے حکم سے غصہ ہونا ہے کہ اپنے بعض بندون کو
بعض پر فضیلت کیون دی اور یہ ایک ایسی بات ہے کہ اسکے لیے نہ کوئی عذر ہے کہ اوس سے خدا کی احکام
بیناء رضامندی ظاہر کی جاوے اور نہ اسکی اجازت ہی غور کی بات ہے کہ اس سے بڑھکر کونسا گناہ ہوگا کہ کسی
مسلمان کی راحت بری معلوم ہو حالانکہ اوسمین اپنا کچھ ضرر نہو اللہ جل شانہ نے بھی حسد کی مذمت جابجا
ارشاد فرمائی ایک جگہ ارشاد فرمایا اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَفْرَحُوا بِهَا
یہ خوشی شماتت کی باعث تھی اور شماتت و حسد لازم ملزوم ہین اور فرمایا وَدَّ كَثِيرٌ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ
لَوْ يَرُدُّونَكُمْ مِنْ بَعْدِ اِيمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ اسمین یہ بتلایا کہ کفار جو زوال نعمت ایمان چاہتے ہین
حسد کے سبب ہے اور فرمایا وَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ كَمَا كَفَرُوا فَتَكُونُونَ سَوَاءً اور حضرت یوسف ع کی بھائیون کی
حسد جہان ذکر فرمائی ہے تو اونکے دلکی بات کو یون ارشاد فرمایا ہے اِذْ قَالُوا لَيُوسُفُ وَاَخُوهُ اَحَبُّ اِلَى اَبِينَا
مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّ اَبَانَا لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ اُقْتُلُوا يُوسُفَ اَوِ اطْرَحُوهُ اَرْضًا يَخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيكُمْ یعنی جب باپ
کی محبت حضرت یوسف ع کے ساتھ بھائیونکو اچھی نہ معلوم ہوئی تو اوسکی زوال کی فکر کی اور اونکو اونکی
نظر سے غائب کر دیا اور فرمایا وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِمَّا اُوتُوا اسمین حسد نکرنیوالونکی تعریف ہے
یعنی اونکے دل تنگ نہین ہوتے اور رنج کرتے ہین اور مقام انکار مین ارشاد فرمایا اَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَى مَا آتَاهُمُ
اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ اور فرمایا كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَاحِدَةً اس کلمہ تک اِلَّا الَّذِينَ اُوتُوهُ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَاتُ
بَغْيًا بَيْنَهُمْ اسکی تفسیر مین بغیا کی معنی حسد کی لیے ہین اور فرمایا وَمَا تَفَرَّقُوا اِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ یعنے
علم اونکو اسلیے عطا ہوا تھا کہ بجا آوری طاعت الٰہی مین متفق ہو کر آپسمین مانوس و مالوف ہوتے اوسکی برخلاف حسد
اور اختلاف کرنے لگے کہ ہر ایک کو یہی منظور ہوا کہ ریاست ہمین ملے دوسرے کے پاس نجاوے اور سب لوگ ہمارا ہی کہنا مانین
اسی رد و بدل مین پڑ گئے حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین کہ قبل رسالت آنحضرت صلعم کے یہود جب کسی قوم سے لڑتے تو یون
دعا مانگتے کہ الٰہی بطفیل اوس پیغمبر کے کہ جسکے بھیجنے کا تونے ہمسے وعدہ کیا ہے اور اوس کتاب کی طفیل سے جسکو تو اوسپر اتاریگا
ہمکو فتح دے اور اونکی فتح ہوا کرتی جب آنحضرت صلعم حضرت اسمعیل ع کی اولاد مین سے ہوئے تو یہود انکار کر گئے چنانچہ
اللہ تعالی فرماتا ہے وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَمَّا
جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ پھر اوسکے آگے فرمایا اَنْ يَكْفُرُوا بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ

یعنی حسد۔ اور حضرت ام المومنین صفیہ بنت حیی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ ایک روز میرا باپ اور چچا آپ کی پاس سے گھر گئے تو میرے باپ نے چچا سے پوچھا کہ تم حضرت کی شان میں کیا کہتے ہو او نہون نے جواب دیا کہ میری دانست مین یہ وہی نبی ہین کہ جنکی بشارت حضرت موسی علیہ السلام دے چکے ہین پھر میرے چچا نے میرے باپ سے پوچھا کہ تمہارا کیا عقیدہ ہے اوسنے کہا کہ مین تو زندگی بھر ان کا دشمن ہی ہون گا اب منافست کا حکم سننا چاہیے کہ وہ حرام نہین جیسا کہ قرآن مجید مین ارشاد ہے وَفِي ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ اور فرمایا سَابِقُوا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ اسمین بھی منافست ہی مراد ہے اسلیے کہ سبقت وہان ہی ہوتی ہے جہان چیز کے جاتے رہنے کا خوف ہو مثلاً دو غلام اپنے آقا کی خدمت کے لیے ایک دوسرے پر سبقت کیا چاہین تو مقصود ہر ایک کا یہی ہے کہ ایسا نہو میرا ساتھی آقا کے سامنے اول جا کر ایسی چیز لے لے کہ مجکو نہ ملے اور حدیث شریف مین تو تصریح ہی اسکی موجود ہے چنانچہ فرمایا لَا حَسَدَ اِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَسَلَّطَهٗ عَلٰى هَلَكَتِهٖ فِي الْحَقِّ وَرَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ عِلْمًا فَهُوَ يَعْمَلُ بِهٖ وَيُعَلِّمُهُ النَّاسَ پھر اسکی تفسیر حدیث ابی کبشہ انماری مین اسطرح فرمائی مَثَلُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ مَثَلُ اَرْبَعَةٍ رَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا وَعِلْمًا فَهُوَ يَعْمَلُ بِعِلْمِهٖ فِي مَالِهٖ وَرَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ عِلْمًا وَلَمْ يُؤْتِهٖ مَالًا فَيَقُوْلُ رَبِّ لَوْ اَنَّ لِيْ مِثْلَ مَالِ فُلَانٍ لَكُنْتُ اَعْمَلُ فِيْهِ بِمِثْلِ عَمَلِهٖ فَهُمَا فِي الْاَجْرِ سَوَاءٌ اور یہ اسلیے ہے کہ وہ صرف اسی بات کو چاہتا ہے کہ فلانے جیسا مال مجھے بھی ملے یہ نہین چاہتا کہ اوسکی پاس سے جاتا رہے پھر اسی حدیث کا تتمہ یہ ہے وَرَجُلٌ اٰتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَهُوَ يُنْفِقُهٗ فِي مَعَاصِي اللّٰهِ وَرَجُلٌ لَمْ يُؤْتِهِ اللّٰهُ مَالًا فَيَقُوْلُ لَوْ اَنَّ لِيْ مِثْلَ مَالِ فُلَانٍ لَكُنْتُ اَعْمَلُ فِيْهِ بِمِثْلِ عَمَلِهٖ فَهُمَا فِي الْوِزْرِ سَوَاءٌ پس مذمت کرنا آنحضرت صلعم کا اس مفلس کو اس جہت سے ہے کہ اوسنے مال سے تمنای معصیت کی نہ اس جہت سے کہ اوسنے دوسرے جیسا مال کیون چاہا اس سے معلوم ہوا کہ جو کوئی دوسری کی نعمت پر غبطہ کرے اور اپنے واسطے بھی ویسا ہی چاہے اور دوسرے سے اوسکا دور ہونا پسند نکرے اور نہ اوسکے پاس اوس نعمت کا ہمیشہ رہنا برا معلوم ہو تو اسمین کچھ حرج نہین ہان یہان یہ بات رہی کہ حدیث مذکورہ بالا مین لفظ حسد ہے اور ذکر اباحت منافست کا تھا تو اسکا حال ہم پہلے ہی لکھ چکے ہین کہ حسد اور منافست ایکدوسرے کی جگہہ بولے جاتے ہین اور بقرینہ مقام معنی لے لیے جاتے ہین منافست کی جگہہ تو حسد کا استعمال اس حدیث مین ہے اور حسد کی جگہہ منافست کا لفظ اس روایت مین موجود ہے کہ جب قثم بن عباس اور فضل رض نے یہ چاہا کہ آنحضرت صلعم کی خدمت مبارک مین جا کر اس امر کی درخواست کرین کہ حکومت صدقات کی ہمارے سپرد فرمائیے تو حضرت علی رض نے اونسے فرمایا کہ وہان جانا فضول ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمکو یہ عہدہ عطا نفرماوین گے انہون نے جواب دیا کہ یہ بات تم منافست یعنی حسد کی

تے ہو حالانکہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمکو اپنی بیٹی فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا بیاہ دی تو ہمکو
تم پر کچھہ منافست یعنی حسد نہین کی تھی اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ جس نعمت پر آدمی غبطہ کرتا ہے اگر وہ
نعمت دینی اور واجب ہے مثلاً ایمان اور نماز اور زکوۃ وغیرہ ہیں اسپر غبطہ کرنا واجب ہے یعنی یہ چاہنا
کہ مجکو بھی یہ دولت نصیب ہو واجب ہے اسلیے کہ اگر واجب چیزونکو اپنے لیے نچاہیگا تو خدا کی نافرمانی
سے گویا خوش ہے اور یہ امر حرام ہے اور اگر نعمت مذکورہ فضائل مین سے ہو جیسے عمدہ باتونمین
خواہ صدقات نفل مین روپیہ صرف کرنا وغیرہ تو ایسی نعمت مین غبطہ مستحب ہے اور اگر نعمت صرف ایسی
ہے کہ اوس سے بقدر مباح بہرہ ور اور لذت یاب ہو سکے تو اوسمین منافست بھی مباح ہے اور ان سبکا مآل یہ ہے کہ
آدمی یون چاہتا ہے کہ مین دوسرے کے برابر ہو جاؤن اور اس نعمت مین اوسکا شریک ہون اور نعمت کو
برا جاننا اسمین داخل نہین تو گویا اس نعمت مین دو باتین ہین اول تو جسکو یہ عطا ہوئی ہے اوسکا آرام اور
دوسرے اوس شخص کی سوا جتنے اوس نعمت سے محروم ہین اونکا نقصان ظاہر ہونا تو غبطہ کرنیوالا امر اول کو
کو برا نہین جانتا بلکہ اپنا ناقص ہونا اور سب سے پیچھے رہنا برا جانتا ہے اور نعمت والے کی برابری چاہتا ہے اور اسمین
کچھہ مضائقہ نہین کہ آدمی مباحات مین اپنے نقصان اور پیچھے رہنے کو برا سمجھے ہان ایسی باتون سے
فضل اوسکا ناقص ہے گا ہر چند اسطرح کی باتین زہد اور توکل اور رضا کے برخلاف ہین اور مقامات
بلند کے لیے ایک حجاب تاہم موجب نافرمانی نہین ہین اور یہان ایک اور باریک دقیقہ ہے وہ یہ ہے
کہ جب آدمی اس بات سے نا امید ہوتا ہے کہ مجکو فلان جیسی دولت ملے اور اپنا کمتر رہنا برا معلوم
ہوتا ہے تو بالضرور اپنے نقصان کو پورا کرنا چاہیگا اور اوسکے نقصان جاتے رہنے کی دو ہی
صورتین ہین یا یہ کہ دوسرے شخص کے پاس بھی وہ نعمت نرہے اور دونون برابر ہو جاوین یا انکے
پاس ویسی نعمت آجاوے اور مساوی ہو جاوین اور جب ایک صورت نہین بن پڑتی تو بالضرور
بمقتضاے بشریت آدمی کا دل دوسری صورت کیطرف میل کریگا حتی کہ اگر بالفرض دوسرے کے
پاس سے وہ نعمت جاتی رہے تو یہ بات زیادہ اسکے جی کو لگیگی بہ نسبت اسکے کہ دوسرے کے پاس وہ نعمت
ہمیشہ رہے کیونکہ اوسکے دور ہونے سے یہ اور وہ برابر ہو جاوینگے اور یہ ایک ایسی بات ہے کہ بہت کم دل
اس سے خالی ہوتے ہین اس صورت مین یہ تدبیر اولی ہے کہ غبطہ کا حال یون دریافت کرے کہ اگر مثلاً
دوسرے کی نعمت کا اختیار مجکو حاصل ہو تو مین کیا کرون اگر یہ بات دلمین گذرے کہ میرا بس ہو تو مین
اس نعمت کو اوس سے دور کردون تو معلوم کرنا چاہیے کہ یہ خواہش حسد ہے اور اگر یہ خیال ہو کہ باوجود
قابو و اختیار کے بھی تقوی اس امر کا مانع ہوگا کہ دوسرے کی نعمت کو اوس سے علیحدہ کیجیے تو پھر غبطہ

جائز ہے اسلیے کہ اپنے عقل و دین کے رو سے یہ نہین چاہتا کہ دوسرے سے یہ نعمت جاتی رہے بلکہ اسکو یہ منظور ہے کہ مجکو بھی ویسی ہی نعمت ملجاویگی اور یہ نکتہ باریک جو ہم نے لکھا شاید اس حدیث سے یہی غرض ہے ثلاث لاینفک المؤمن عنہن الحسد والظن والطیرۃ اور پہر فرمایا ولہ منہن مخرج اذا حسدت فلا تبغ معنی اسکے یہ ہین کہ اگر تیرے دلمین کچھ گذری بھی تو اوسکے بموجب عمل مت کر اور نفس الامر مین انسان سے بعید ہے کہ جب اپنی آپ کو دوسرے کا ہمسر لیا چاہے اور نعمت سے خالی ہو جاوے تو اس بات کا خیال نہ کرے کہ یہ نعمت اوسکے پاس بھی نرہے بلکہ اسکا واہمہ گذرتا ہی ہے ورنہ دوسرے پر نعمت کے ہمیشہ رہنے سے تو ہمیشہ یکتہ ہی رہے گا پس اسطرح کی منافست جائز جسکی ہم نے بیان کیا ہے تو ضرور رہو کہ اسمین احتیاط کیجاوے کیونکہ یہ خطر کا مقام ہے آدمی اکثر اپنی اقارب و یگانون ہی سے بعضونکو اعلی رتبہ پر دیکھتا ہے تو اونکی برابری چاہتا ہے اسی سے کبھی اوس حسد مین مبتلا ہو جاتا ہے جو شرعاً ممنوع ہے اسلیے کہ آخر اس حسد کا باعث تو خوف تفاوت اور ظہور نقصان ہی ہوتا ہے جو کبھی حسد مذموم مین بھی پہنچا دیتا ہے بشرطیکہ قوت ایمانی اور زور تقوی نہو یعنی رفتہ رفتہ جب اپنی آپ بیسی نعمت نہین پاتا اور مساوی ہونے کو دل چاہتا ہے تو انجام کو یہی سوجہتا ہے کہ اسکے پاس بھی نرہے تو برابر ہو جاوین اسطرح کی منافست کی ہرگز اجازت نہین بلکہ یہ قسم حرام ہے خواہ امور دینی مین ہو یا دنیا مین لیکن اگر دل ہی دلمین یہ بات گذر جاوے اور اسپر عامل نہو تو امید ہے کہ معاف ہو جاوے اور اس بات کو بزور عقل و دین برا جاننا ہی کفارہ دل کے وسوسہ کا ہو جاوے اب مراتب حسد معلوم کرنی چاہیین کہ وہ چار ہین اول تو یہ کہ دوسرے کی نعمت کا زوال چاہے گو وہ نعمت اسکے پاس نہ آوے یہ درجہ سب مین زیادہ برا ہے دوسرے یہ کہ اوس نعمت کا اپنے پاس آنا چاہتا ہے اس سے غرض نہین کہ دوسرا اس سے کیون مستفید ہے اور نہ یہ چاہتا ہے کہ کسیکی پاس سے جاتی رہے مثلاً کوئی عمدہ مکان یا حکومت وغیرہ ہے اوسکو اسکا دل چاہتا ہے کہ یہ میرے پاس آجاوے یہ نہین چاہتا کہ دوسرا اسپر کیون مسلط ہے تیسرے یہ کہ خاص اوس نعمت کو اپنے لیے نہین چاہتا بلکہ اوسکا مثل اپنے لیے چاہتا ہے اور اگر مثل نملے تو اوسکا زوال چاہتا ہے تاکہ مساوات و برابری ہو جاوے چوتھے یہ کہ نعمت کا مثل اپنے لیے چاہتا ہے اور اگر نملے تو اوسکا زوال دوسرے سے نہین چاہتا پس صورت اخیر جائز اور معاف ہے اگر نعمت دنیاوی مین ہو اور اگر نعمت دینی مین واقع ہو تو مستحب ہو اور مرتبہ دوم بین بین ہے اسمین کچھ بھلائی ہے اور کچھ برائی یعنے زوال کسی کی نعمت کا نچاہنا تو اچھی بات ہے مگر جس شے پر دوسرا قابض ہے اوسکا اپنے واسطے چاہنا اچھا نہین جیسا کہ اللہ تعالے فرماتا ہے

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ اور تیسرا مرتبہ دوسری کی نسبت برا ہی اور پہلا تو نرا برا ہی ہے
اور مرتبہ ثانی کو اور رابع کو حسد مجازاً کہدیتے ہین

تیرہوان بیان منافست اور حسد کے اسباب مین

منافست کا سبب تو صرف محبت اوس چیز کی ہوتی ہی اگر وہ شے امر دینی ہے تو اوسکا سبب اللہ تعالے کی محبت اور اوسکی طاعت کی محبت ہوا اور اگر امر دنیوی ہی تو اوسکا سبب دنیا کی مباحات کی محبت اور اونسے لذت پانیکا چسکا ہی اور ہمکو غرض حسد مذموم کی اسباب بیان کرنے ہی اوسکے اسباب تو بہت ہین مگر اکثر سات سبب ہوتے ہین اول عداوت دوم برابر والے کی عزت کا ناگوار ہونا سوم دوسرے کی حقارت چہارم تعجب پنجم مقصد مطلوب فوت ہوجانے کا خوف ششم محبت ریاست ہفتم خبث وبخل نفس کیونکہ آدمی جو نعمت کو دوسرے پر برا جانتا ہے یا تو اسلیئے ہی کہ وہ اوسکا دشمن ہے تو دشمن کی خیر کیون مناوی اور یہ سبب یعنے عداوت حسد کی اور اسباب کی نسبت بہت سخت ہی اسلیئے کہ دستور ہے کہ جب کسیکو کوئی شخص کسی وجہ سے ستاتا ہے خواہ اوسکی مطلب مین کچھہ خلل انداز ہوتا ہے تو وہ اوس سے دل مین کینہ اور بغض رکھتا ہے اور اوسپر غصہ کرتا ہے اور کینہ وغضب کے باعث انتقام کا خواہان رہتا ہے اگر اپنے آپ انتقام سے عاجز ہے تو پھر یہ چاہتا ہے کہ زمانہ ہی اس سے انتقام لے یہانتک کہ اگر بالفرض اوسکو کوئی بلا پیش آوے تو یہی جانتا ہے کہ یہ امر صرف میرے اوپر ظلم کرنے سے ہوا اور کہنے لگتا ہے کہ خدا نے میری سن لی غرض کہ بغض کے باعث جہالت کے مارے اپنی کرامت سمجھنے لگتا ہے اور اگر کچھہ نعمت دشمن کو ملجاوے تو برا معلوم ہوتا ہے اور اس سے یہ وسوسہ کرتا ہے کہ خدا کے یہان میری کچھہ پوچھہ نہوئی کہ میرے دشمن سے باوجود میری ایذا کے انتقام نہ لیا بلکہ اور انعام دیا حاصل یہ کہ بغض وعداوت کو حسد لازم ہے اور یہ کچھہ برابر والے پر موقوف نہین ادنے کمینہ آدمی بادشاہ سے حسد کرنے لگتا ہی یعنی بغض کی جہت سے یہ چاہتا ہے کہ اوسکی دولت جاتی رہے اور پرہیزگار محتاط کو یہ چاہیے کہ اسطرحکی حسد کو اپنے دل سے برا جانے اور یہ وہ چیز ہے کہ کافرون کی صفت مین اللہ جلشانہ نے ارشاد فرمایا وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْا آمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ اور فرمایا اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَفْرَحُوْا بِهَا اور فرمایا وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ اور حسد عداوت کی باعث جو ہوتی ہی اس سے کبھی نوبت کشت وخون یا نزاع کی پہنچ جاتی ہی اور تمام عمر نعمت کی دور کرنیکی تدبیرین سوچنے مین گذر جاتی ہی یا ہمیشہ چغلی اور پردہ دری یا اور ایسی ہی باتین کرتے رہتے ہین یا حسد اس سبب سے ہوتی ہے کہ حاسد کو یہ گمان ہوتا ہے کہ اگر اپنے کسی برابر والے

پاس نعمت ہوگی تو وہ اوسکی جہت سے بڑائی کرنے لگے گا اور اوسکو برداشت اوسکی کبر و فخر کی نہین کرتا ہے نفس کی عزت سمجھتا ہے تو یہ دوسرا سبب حسد کا ہے اوسکو تعزز کہتے ہین مثلاً اگر کوئی برابر والا کسی حکومت یا مال یا علم پر حاوی ہو جاوے تو حاسد کو خوف ہوتا ہے کہ کہین یہ اس بات سے فخر و تکبر نکرنے لگے تو اوسکو خود تو تکبر منظور نہین ہوتا مگر دوسرے کی شیخی کی چونکہ برداشت نہین اسلیے حسد کرنے لگتا ہے کہ دوسرا شخص مجھسے زیادہ کیون ہو یا حسد اس لیے ہوتی ہے کہ دوسرے کو حقیر اور ذلیل سمجھتا ہے اور متوقع اوس سے خدمت اور فرمان برداری کا ہے جب اوسکو اتفاقاً نعمت ملتی ہے تو حاسد کو یہ خوف ہوتا ہے کہ شاید وہ شخص اب میری بات نہ سنے یا برابری کا دم بھرے تو ہماری شیخی کر کری ہو جاویگی یہ تیسرا سبب حسد کا ہے اوسکو تکبر کہتے ہین اور انہین دو سببون یعنے تکبر اور تعزز کے سبب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اکثر کفار حسد کیا کرتے تھے جیسا کہ قرآن مجید اسکا شاہد ہے فرمایا کہ لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ یعنی اگر آپ بڑے آدمی ہوتے تو ہمکو اتباع اور فرمان برداری شاق نہوتی ایک یتیم لڑکے کے سامنے گردن جھکانا کسطرح ہوسکی ان نامعقولون نے قدر اوس در شاہوار کی جانی اور یہ خیال نہ کیا ؎

در اگر یتیم شد بیش بود بہای او		زانکه خرد فزون نهد در یتیم را بها

اسطرح قریش کا قول اللہ جل شانہ نقل فرماتا ہے اَهٰٓؤُلَاۗءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا ۭ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ اس قول کو براہ حقارت اور اپنی عزت کی کہتے تھے یا حسد کا سبب تعجب ہے یعنی حاسد سبب کسی شخص پر کوئی بڑی نعمت یا بڑا عہدہ دیکھتا ہے تو اوس جیسے آدمی پر اسطرح کا رتبہ کہتے ہوئے تعجب کرتا ہے کہ باوجود دیکہ مین بھی اوسی جیسا ہون مگر اوسکو یہ رتبہ مل گیا جیسا کہ اللہ تعالی نے پہلی قوم کی حالات مین ارشاد فرمایا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا اور فَقَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا اور وَلَىِٕنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ان آیات مین اونکے تعجب کا مذکور ہے کہ جو شخص ہم ہی جیسا ہے وہ رتبہ رسالت اور وحی اور قرب الی اللہ پر کیسے پہونچ گیا اسی بنا پر رسولون سے حسد کی اور چاہا کہ نعمت نبوت ان سے جاتی رہے اسلیے کہ یہ خوف ہوا کہ ایسا نہو کہ جو آدمی ہماری ہی طرح ہے وہ ہمسے بہتر اور افضل ہو جاوے اسمین اسباب حسد مین سے اور کوئی سبب نہتا کہ پہلے سے عداوت ہو یا تعزز اور تکبر اور طلب ریاست وغیرہ مقصود ہو بلکہ صرف تعجب کی راہ سے یہ حسد تھی جیسا اور مقولے مذکور ہین اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا اور لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰۗىِٕكَةُ اور اللہ تعالی نے خود اونکے تعجب کو واشگاف فرما دیا اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَاۗءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰي رَجُلٍ مِّنْكُمْ یا حسد کا باعث مقصود کی فوت ہونیکا خوف ہوتا ہے یعنی دوسرے کی نعمت کی

باعث اپنا مطلب جاتا رہے گا وہ نعمت کی باعث حاسد کی غرض پوری نہونے دیگا اور یہ قسم حسد کی
ایسی مقصود و مطلب پر ہوتی ہے جسکے مدعی دو ہون پس جب کسی کو ان دونون مین سے کوئی ایسی
چیز ملجاوے جس سے کہ مطلوب کا ملنا سہل ہوجاوے تو دوسرے کو خواہ نخواہ اوسپر حسد ہوتی ہے
کہ یہ ذریعہ مجکو کیون نملا اور یہی قسم حسد کی دو سوتون مین ہوتی ہے کہ مطالب زوجیت کی ہر ایک مدعی
ہوتی ہے اور دو بہائیون مین بہی واقع ہوتی ہے جبکہ ہر ایک کو باپ کی دلمین جگہہ کرنی منظور ہوتا کہ
اونکے نزدیک لائق متصور ہوکر مال وغیرہ کا مالک ہوجاوے ایساہی دو شاگرد ایک استاد کے
اس حسد مین مبتلا ہوجاتے ہین بشرطیکہ استاد کی آنکھونمین مرتبہ حاصل کرنا منظور ہو بادشاہی خواص
اور مصاحبونمین بادشاہ سے مال وجاہ کے حاصل کرنے کے لیے یہی حسد ہوتی ہے جو واعظ کہ وعظ
سے مال جمع کرتے ہین اور خلق کے دلون مین عزیز بنا چاہتے ہین اونکو بہی یہی نوبت پیش آتی ہی پانچوان سبب حسد
کا موجب ریاست وجاہ کی محبت ہی یعنے اس بات کو چاہنا کہ جیسا ہمکو کوئی فن آتا ہے ایسا دوسرا
نہ نکلے اور کوئی غرض خاص نہو مثلاً کوئی شخص یہ چاہے کہ کسی فن مین طاق بے نظیر ہوجاوے
اور لوگ میری تعریف کیا کرین موجب اس امر کا اوسکو غلبہ ہوگا اور لوگون کے قول اپنی نسبت سننے کا
کہ تم اپنے فن مین یکتاء دہر اور کامل زمانہ ہو آج کوئی تمہارا مقابل نہین تو ایسا شخص جب کبھی روے
زمین پر اپنا نظیر سنے گا تو اوسکو برا معلوم ہوگا اور یہ چاہیگا کہ یا وہ مرجاوے یا اوسکے پاس سے فن نرہے کہ
جسکے سبب میرا سہیم وشریک ہی وہ فن کوئی سا ہو خواہ شجاعت ہو یا علم یا عبادت یا پیشہ یا جمال
یا ثروت وغیرہ غرض اپنے آپ کو فرد جاننے کے سبب جو خوشی ہوتی ہے اسکی محبت سے یہ حسد واقع ہوتی ہے
ورنہ اور اسباب حسد یہان مقصود نہین نہ پہلے کی عداوت ہے نہ تکبر اور تعزز منظور ہے نہ مطلوب کے
فوت ہونے کا خوف ہی بلکہ وہی دعوی یک فنی اور اختصاص ہے کہ ہمچو من دیگرے نیست اور یہ محبت
جاہ کی اوس سے علاوہ ہے جو بعض علما کیا کرتے ہین کہ سوا ریاست کی اپنے اور کام نکالنے کیواسطے
لوگون کے دلونمین گھر کرتے ہین علماء یہود خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پہچاننے اور اتباع کا انکار کرتے تھے
اونکو بہی خوف تہا کہ جب ہمارا علم منسوخ ٹھہرے گا تو ہماری ریاست اور بڑائی تباہ ہوجاویگی کوئی ہمارا
پیرو نہوگا یا حسد کا سبب ان چہون اسباب گذشتہ مین سے کچہ بہی نہو صرف خبث نفس اور بخل طبع ہو
کہ اللہ تعالی کی نعمت اوسکی بندون پر بری معلوم ہوتی ہے اکثر آدمی ایسے پائے جاتے ہین کہ اونکو شوق
ریاست بہی نہین نہ تکبر اور نہ مال کے خواہان الا جب اونکے سامنے کسی آدمی کا ذکر کیا جاوے کہ فلان
شخص کو خدا تعالی نے یہ شی عطا کی اور اوسپر یہ فضل ہوا تو یہ امر اون پر شاق گذرتا ہے لیکن اگر لوگونکی

پریشانی اور بدبختی اور مقصود کا نہ ملنا اور عیش کا تلخ ہونا ذکر کیا جاوے تو خوش ہوتے ہین ایسے لوگ ہمیشہ
دوسرے کی بدبختی کو چاہتے رہتے ہین اور خدا تعالی کی نعمت بندون پر دیکھہ نہین سکتے گویا جتنا اونکو
ملتا ہے وہ سب ان کے خزانہ سے دیا جاتا ہے ایسے لوگ شحیح ہوتے ہین یعنے بخیل سے بھی بدتر اسواسطے
کہ بخیل تو اوسی کو کہتے ہین جو اپنا مال کسی کو نہ دے اور شحیح اوسکو کہتے ہین کہ دوسرے کے مال مین
بخل کرے یہی حال ان لوگون کا ہے کہ یہ خواہ نخواہ خدا کے دین پر ناخوش ہوتے ہین حالانکہ بندون
اور انمین کوئی رابطہ یا عداوت نہین ہوتی اور اسکا کوئی اور سبب ظاہری تو معلوم نہین ہوتا صرف
یہی ہے کہ اپنی رذالت اور خبث نفس سے اس بلا مین مبتلا ہین سچ ہے

نیش عقرب نہ از پے کین ست		مقتضای طبیعتش انیست

اور اس قسم حسد کا علاج نہایت سخت ہے اسلیے اور اسباب حسد کے عارضی ہین اونمین یہ خیال ہوتا ہے
کہ اگر سبب جاتا رہیگا تو حسد بھی جاتی رہیگی اور یہ تو بد اصلی کی خباثت ہے اسکا نکلنا بہت دشوار ہے بلکہ
قریب محال ہے یہ ساتون سبب حسد کے مفصلاً بیان ہوئے بعض اوقات انمین سے بعض خواہ اکثر یا سب کے
سب ایک ہی شخص مین جمع ہو جاتے ہین تو ایسی صورت مین وہ بڑی حسد کرتا ہے اور حسد کو ایک
تقویت اور زور ہو جاتا ہے جسکو حاسد چھپا نہین سکتا نہ کسی سے بمروت پیش آتا ہے بلکہ ملت و
محبت کو بالای طاق رکھکر علانیہ عداوت کرتا ہے اور فی زماننا جو حسد پائی جاتی ہے اکثر مین ان
اسباب مین کچھہ سبب اکٹھے ہی ہوتے ہین ایک سبب تنہا نہین ہوتا

چودھوان بیان اس بات کی وجہ کہ ہمسرون اور برابرون اور بھائیون اور یگانون مین
زیادہ حسد کیون ہوتی ہے اور غیرون مین کم اور ضعیف ہونے کا کیا سبب ہے واضح ہو کہ حسد انہین
لوگون مین زیادہ ہوتی ہے جنمین جو اسباب ہمنے ذکر کیے ہین اونکی زیادتی ہو اور قوت حسد کو اون
لوگون مین ہوتی ہے جنمین اون اسباب مین کئی کئی اکٹھے ہوگئے ہون کیونکہ ہوسکتا ہے کہ ایک ہی
شخص تعزز کے باعث حسد کرے اور وہی تکبر اور عداوت کی بہت سی حسد کری اور یہ سبب اون لوگون مین
زیادہ ہوتے ہین جنمین بہت سے روابط اور علاقہ ہون کہ اونکے باعث مجلسون مین بیٹھکر آپسمین گفتگو
کرتے ہین اور اپنی اپنی غرضین بیان کرتے ہین اوسوقت اگر کوئی شخص اونمین سے کسی کے مطلب کی خلاف
کہتا ہے تو مطلب والا اوس سے متنفر ہو کر بغض و کینہ دلمین رکھتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ کسیطرح
اسکا بدلہ لون اور جیسے اسنے میری غرض نہین پانے دی اوسکی غرض بھی نہونے دون پھر جہان
ایک سبب حسد کا ہوا سب اسباب ایک دوسرے کے پیچھے اکٹھے ہوتے جاتے ہین بہرحال حسد پاس

بیٹھنے اور غرض کی باتین کرنے سے پیدا ہوتی ہے اسی لحاظ سے اگر ایک شخص کسی شہر مین رہتا ہو اور
دوسرا کسی ہی بن او مین حسد نہین ہوتی بلکہ اگر دو دور محلو مین رہتے ہون تب بہی حسد نہین ہوتی البتہ
جب ایک مجلس مین یا مدرسہ یا مسجد یا بازار مین جمع ہون اور ایک ہی مطلب کے مدعی ہون تب حسد
اٹھتی ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اسیواسطے عالم شخص عالم کی حسد کرتا ہے عابد کی نہین کرتا سوداگر دوسرے
سوداگر سے حسد کرتا ہے موچی موچی ہی سے کرسکتا ہے بزاز سے نہین رکہتا وجہ یہی ہے کہ دونون ایک پیشہ مین
اکٹھے ہین اور اسی وجہ سے آدمی اپنے بہائی اور چچازاد سے بہ نسبت غیرونکی زیادہ حسد کیا کرتا ہے ذونون
سوتین آپسمین بہ نسبت ساس نندون کی زیادہ حاسد ہوتی ہین غرض جہان ہین دو شخصونکا مطلوب واحد ہوگا
اور اونمین اجتماع و نشست بہ خاست باہمد گر واقع ہوگی وہان حسد زیادہ ہوگی مثلاً فرض کرو کہ ایک
بزاز کپڑے کی دوکان کرتا ہے تو خریدارونکی کثرت چاہے گا جسمین کچہ فائدہ ہو تو جو شخص اس مطلب مین
اوسکا حریف ہوگا اوسکی ساتہہ حسد کریگا دوسرے سے کیا مطلب ہے اب اگر اوسکا حریف دوسرا بزاز اوسکے
پاس دوکان رکہتا ہو تو دور کے بزازونکی نسبت اوس سے زیادہ حسد ہوگی اسیطرح بہادر آدمی دوسرے
بہادر کی حسد کرتا ہے عالم کی نہین کرتا کیونکہ پہلوان و بہادر کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ جرأت و شجاعت مین
یکتا زمان مشہور ہو اور یہ صفت دوسرے مین نپائی جاوے پس اس صفت مین جو اوسکا سہیم و مزاحم
ہوگا اوسکی حسد کریگا عالم شخص اس مطلب مین اوسکا مخل نہین کہ اوسکی حسد کی نوبت پہونچی ہان عالم
شخص عالم کی حسد کرتا ہے اور انمین بہی واعظ آدمی واعظ کی حسد زیادہ کرتا ہے فقیہ و طبیب کی اتنی
نہین کرتا بہرحال بنا حسد دشمنی ہوتی ہے اور دشمنی کی اصل ایک مقصود مین شریک ہوتا ہے اور
شرکت مقصود دو دور کے شخصونمین معلوم نہین ہوتی پاس والون مین پہوٹ ڈالتی ہے اسیواسطے
پاس والون مین حسد زیادہ ہوتی ہے لیکن اگر کوئی ایسا شخص ہو کہ جسکو تمام جہان مین شہرت اور
آوازہ منظور ہو وہ البتہ دنیا مین جہان کہین اپنا ہم مقصود سنیگا اوسکی حسد کریگا غرض کہ جتنے
اسباب حسد ہین سب کا منشا اگر بنظر غور کیا جاوے تو محبت دنیا سے معلوم ہوتا ہے اسلیے کہ دنیا ہی کی
چیزین ایسی ہین کہ سہیمون اور شریکون کو وافی نہین ہوتین اگر ایک کے پاس گئین دوسرا خالی ہاتہہ
رہجاتا ہے مگر آخرت کی چیزون مین تنگی نہین اونمین بہت گنجایش ہے اور انکی مثال علم کی سی ہے
کہ شرکت کے باعث کم نہین ہوتا ایک ہی چیز کو لاکہون آدمی جانتے ہین پس جو کوئی اللہ کی معرفت
سے محبت رکہتا ہے اور اوسکی صفات اور فرشتون اور انبیا اور آسمان و زمین کے ملکوت سے واقف ہے
اس واقفیت و معرفت مین دوسرے کا حاسد نہین ہوتا کیونکہ معرفت مین تنگی نہین کہ ایک عارف

جو حال معلوم ہو جاوے تو دوسرے کو نہو بلکہ ایک حال والا کہون عارف جانکر خوش ہوتے ہین اور اوس سے
مزہ لیتے ہین ایک کی لذت و خوشی کا دوسرا ہارج نہین ہوتا بلکہ اجتماع و کثرت سے زیادہ انس و لذت
ہوتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ علماء دین مین حسد نہین ہوتی اسلیے کہ اونکا مطلب اللہ کی معرفت و قرب
الی اللہ ہے اور وہ دونون بڑے سمندر ہین جسکی انتہا نہین کیونکہ سب لذتون اور نعمتون سے بڑھکر
دولت دیدار خداوندی ہے جسمین کسی کو ممانعت اور روک ٹوک نہین نہ ایک کا دیکھنا دوسرے کا ہارج
بلکہ کثرت ناظرین سے کیفیت و لذت دوبالا ہوگی ہان اگر عالمون کی غرض علم سے مال و جاہ کا حاصل کرنا ہے
تو بیشک حسد پیدا ہوگی کیونکہ مال تو اجسام مین سے ہے جب ایک کی ہاتھہ مین رہتا ہے دوسرے کے
ہاتھہ مین نہین جا سکتا اور جاہ کے معنے دلونمین جگہہ ہونے کے ہین جب کسی آدمی کے دلمین ایک عالم
کی تعظیم بھر جاویگی دوسرے کی تعظیم سے پھر جاوے گا خواہ کم کرے گا یہی وجہ عداوت و حسد کی ہوگی
بخلاف معرفت کے کہ وہ اگر کسیکے دلمین بھری ہوگی تو اس بات کی مانع نہین کہ دوسرے کے دل مین نہ بھرے
اور اوسکو لذت حاصل نہو خلاصہ یہ کہ علم اور مال مین یہ فرق ہے کہ مال تو ایسی چیز ہے کہ جب تک ایک
ہاتھہ سے نہ نکلے گا دوسرے کو نہ ملے گا اور علم عالم کے دلمین رہتا ہے اور تعلیم کی جہت سے دوسرے کے
پاس بھی جا سکتا ہے علاوہ اسکے مال ایک شی منتہی ہے پس اگر بالفرض کوئی شخص تمام روی زمین کا
مالک ہو جاوے تو دوسرے کے واسطے کچھہ بھی نہ بچے گا اور علم وہ چیز ہے کہ جسکی کچھہ حد و انتہا نہین وہ سبکا
سب ایک شخص مین آجانا ہو ہی نہین سکتا پس جو شخص اس بات کا عادی ہو کہ خداوند کریم کے جلال و عظمت
اور ملکوت آسمان و زمین مین فکر کیا کرے تو یہ امر اوسکو ساری نعمتون سے لذیذتر معلوم ہوگا اور اسمین
کسی طرح کی روک ٹوک یا مزاحمت نہوگی اور اسی وجہ سے ایسے شخص کے دلمین کسی شخص کی حسد نہوگی کیونکہ
اگر کوئی اس شخص کی سی معرفت رکھتا ہوگا تو اوسکی لذت مین سے کیا کم ہوگا اوسکو تو اور زیادہ حظ
اور موانست ہوگی ان لوگون کو جو مطالعہ عجائب ملکوت ہمیشہ رہتا ہے اوسکی لذت اون لوگون سے
بڑھکر ہوتی ہے جو چشم ظاہری سے جنت کی درخت اور باغون کی سیر کرینگے اور مزے لوٹین گے اسلیے کہ
عارف کی جنت صرف اوسکی صفت ذاتی ہے جسکو معرفت کہتے ہین یہ جنت کبھی فنا نہین ہوتی اور عارف ہمیشہ
اسکے ثمرات سے بہرہ ور رہتا ہے اوسکی روح و قلب کی غذا علم کے ثمرات سے ہوتی ہے اور یہ وہ میوہ ہے
جسکی شان مین لَا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ اور قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ خدا تعالی فرماتا ہے اگر عارف آنکھین بند
کر لیتا ہے تو روح سے جنت عالیہ کی سیر و تماشا کرتا ہے اب اگر عارفین کی مثلاً کثرت ہو تو اسمین حاسد
نہونگے بلکہ اونکا حال یہ ہوگا جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ

اور یہ حال تو اونکا جبھی تک ہو جب تک دنیا مین رہین اس سے خیال کرنا چاہیے کہ جب قیامت مین پردہ اٹھا لیا جاویگا اور مشاہدہ محبوب کا کرینگے تو وہان کیا حال ہوگا اس بیان سے معلوم ہوا کہ جنت مین ایک دوسری کی حسد نہوگی اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ جو لوگ اہل جنت دنیا مین ہین اونمین بھی آپسمین حسد نہین ہوتی کیونکہ جنت بھی ایک غیر منتہی چیز ہے اوسمین کچھ تنگی اور مزاحمت نہین اور وہ نصیب ہوتی ہے جب دنیا مین معرفت ایزدی حاصل ہو اور چونکہ معرفت مین کسیطرح کی مزاحمت نہین اسی جہت سے جنت والون مین بھی حسد نہ دنیا مین ہوگی نہ آخرت مین بلکہ حسد تو وہ بلا ہے کہ اوسکی باعث اعلی علیین سے آدمی اسفل السافلین مین پہونچ جاتا ہے دیکھو شیطان لعین نے حضرت آدم علیہ السلام سے حسد کی کہ انکو ایسا رتبہ کیون ملا اور اسی وجہ سے سرکش و نافرمان ہوکر سجدہ نکیا تو کہان سے کہان پہنچا اور حاسد کہلایا اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ حسد جبھی ہوتی ہے جب ایسی مقصود پر توارد ہو کہ جو سب کو وافی نہوتا ہو اور جو چیز ایسی نہوگی وسمین حسد بھی نہوگی مثلاً تارون کی زینت دیکھنے مین کوئی کسیکا حاسد نہین ہوتا کہ وہ ایک وسیع چیز ہے البتہ باغون کی سیر مین حسد ہوتی ہے کہ یہ زمین کی ایک جزو ہی حصہ مین ہوتی ہے اور اگر تمام روی زمین کو آسمان کے مقابلہ مین دیکھو تو کچھ بھی نہین اس صورت مین جو شخص دانا ہو اور اپنے نفس کی خیر چاہے اوسکو چاہیے کہ ایسی ہی نعمت کا طالب ہو کہ جسمین زحمت نہ ہو اور ایسی لذت کا جویان ہے جو کبھی فنا نہو اور یہ بات دنیا مین سوا معرفت الہی اور اوسکی صفات و افعال کے اور کسی چیز مین نہین پائی جاتی اور آخرت مین بھی یہی بکار آمد ہوگی پس اگر آدمی کو شوق معرفت نہو اور نہ اوسمین مزہ ملے اور عقل بھی قاصر ہو اور رغبت کم تو ایسا شخص معذور ہے مثلاً نامرد آدمی کو شوق جماع نہین ہو سکتا لڑکا سلطنت کی لذت نہین جان سکتا اسلیے کہ یہ لذات مرد و بنے مخصوص ہین نامرد و لڑکے اوسکو کیا جانے

جو صاحب ہنر ہو وہ ہی ہنر کو پرکھے		جوہر نہو وے جسمین جوہر شناس کب ہے

اسیطرح کی لذت معرفت کے لیے بھی وہ لوگ مخصوص ہین جنکے حق مین قرآن مجید مین ارشاد ہے لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ اونکے سوا اور لوگ اس لذت سے محروم ہین اسلیے کہ اشتیاق معرفت کا بعد ذوق کے ہوا کرتا ہے جسکو ذوق اور مزہ نہوگا وہ معرفت کو کیا جانیگا اور جو معرفت کو نجانیگا وہ مشتاق بھی نہوگا اور بدون اشتیاق طالب ہونا معلوم اور بدون طلب مقصود تک پہونچنا دشوار ہے اور بغیر مقصود تک پہونچے سراسر محرومی اور اسفل السافلین مین رہنا ہوگا وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمَٰنِ نُقَيِّضْ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ

ف ۱ نہین غافل ہوتے سوداگری مین نہ بیچنے مین اللہ کی یاد سے ۱۲

ف ۲ اور جو کوئی آنکھین چرا دے رحمن کی یاد سے ہم اوسپر تعین کرین ایک شیطان پھر وہ رہے اوسکا ساتھی ۱۲

پندرہوان بیان اوس دوا کا جس سے حسد کا مرض دل سے جاتا رہے

جاننا چاہیے کہ حسد دل کے بڑے مرضون مین سے ہے اور امراض دلی کا علاج علم اور عمل سے ہوا کرتا ہے
حسد کی روگ کو جو علم مفید ہے وہ یہ ہے کہ آدمی اس بات کو یقیناً جان لے کہ حسد دنیا و آخرت مین
سراسر اوسکو مضر ہے اور جس سے حسد کرتا ہے اوسکا دین و دنیا مین کچھہ بھی ضرر نہین بلکہ فائدہ ہی فائدہ
ہے جب یہ بات اچھی طرح جان لے گا اور اپنے نفس کا دشمن اور دشمن کا خیر خواہ نہوگا تو بالضرور حسد چھوڑ دیگا
حسد کی باعث جو حاسد کو دین مین ضرر ہوتا ہے وہ یہ ہی کہ حسد کے سبب حکم خدا سے راضی نہین ہوتا
اور جس نعمت کو اوسنے اپنے بندون پر تقسیم فرمایا ہے اور اپنے عدل و حکمت سے کارخانے جاری کیے ہین
اونکو برا جانتا ہے پس اس سے بڑہکر دین مین اور کونسا گناہ ہوگا کہ خدا کی تقدیر پر راضی نہوا اور اوسپر طرہ
یہ ہے کہ ایک مرد مسلمان سے کینہ کی باعث یہ خیر خواہی پیش نہ آیا اولیا و انبیا کہ اللہ کے بندون کی خیر چاہتے
ہین اونکی زمرہ سے علحدہ ہوا اور ابلیس اور کافر جو مومنین کا برا چاہتے ہین اونکی گروہ مین داخل ہوا
یہ سب باتین دل کی بُری خباثتون مین سے ہین کہ اوسکی نیکیون کو ایسا کھا جاتی ہین جیسے آگ لکڑی کو
اور ایسا نشان مٹا دیتی ہین جیسے رات دن کا نشان کھو دیتی ہے اور دنیا مین حاسد کا ضرر یہ ہے
کہ ہمیشہ رنج و عذاب و غم و الم مین رہتا ہے اسلیے کہ اللہ تعالی اسکے دشمنون پر نعمتین دیتا رہتا ہے اور وہ
جلتا رہتا ہے جتنی اونسے مصیبتین ٹلتی ہین وتنا ہی اوسکو پریشانی خاطر اور تنگی سینہ ہوتی ہے اور مغموم
اور محروم بنا پہرتا ہے جو بات کہ یہ اپنے دشمنون کے لیے چاہتا تھا یا اسکے دشمن اسکے لیے چاہتے تھے اوسمین
خود مبتلا رہتا ہے اسکی تو تمنا ہی تھی کہ دشمنون کو رنج پہونچے مگر خود دم نقد رنج و غم مین پہنسگیا اور
جس سے حسد کی اوسکی نعمت بھی حسد سے نگئی اگر بالفرض آدمی کو قیامت اور حساب کتاب پر بھی ایمان
نہو تاہم مقتضای ہوشیاری عاقل کے لیے یہی ہے کہ حسد سے بچے جسمین خود اپنی جان کو رنج ہی
رنج ہوا اور کچھہ فائدہ نہوا اور اگر عذاب آخرت کو بھی جانتا ہو تب تو بطریق اولے بچنا چاہیے عاقل شخص
سے بہت عجیب ہے کہ بے فائدہ غضب الٰہی کا اپنے آپ کو ہدف کرے اور اپنے دین و دنیا تباہ کرے اور انواع
رنج و محن کا متحمل ہو اور حاصل حصول کچھہ بھی نہوا اور جس شخص کی حسد کرتا ہے اوسکو دین و دنیا مین
حسد کے باعث ضرر کا نہ پہونچنا صاف ظاہر ہے اسلیے کہ حسد کے باعث اوسکی نعمت دور نہین ہوتی
بلکہ جو کچھہ اللہ تعالی نے کسی کے لیے اقبال و نعمت مقدر کیا ہے وہ وقت مقررہ تک بیشک رہے گا
اوسکے دفع کا کوئی حیلہ نہین کُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهُ بِمِقْدَارٍ اور لِكُلِّ أَجَلٍ كِتَابٌ خود فرماتا ہے اسی بنا پر جب
ایک پیغمبر نے انبیا سے جناب باری مین ایک عورت کی شکایت کی جو خلق پر حاکم ہو کر ظلم کیا کرتی تھی

تو ارشاد ہوا کہ جو طبیعت ہمنے ازل مین مقدر کر دیا ہے اوسکی تبدیل کی کوئی صورت نہین جسکا اقبال و عمر کا
لکھا گیا وہ ضرور ہوگا تمکو اگر برا معلوم ہو اوسکے سامنے سے ٹل جاؤ غرض جب نعمت کا زوال حسد
سے نہین ہوتا تو محسود کو دنیا مین کیا ضرر ہے اور آخرت مین کونسا گناہ اور اگر یہ گمان ہو کہ شاید حسد کی
باعث نعمت اوسکے پاس سے جاتی ہی رہی تو ایسے مین اپنے نفس کا دشمن ہوتا ہے کیونکہ آخر کوئی حاسد
کا بھی دشمن ہوگا جو اوسپر حسد کرتا ہو تو اگر حسد ہی سے نعمت جاتی رہا کرے تو دنیا مین کوئی
بھی ایسا نرہے جسکے پاس خدا تعالی کی نعمت ہو بلکہ نعمت ایمان سے بھی کوئی بہرہ ور نہو کیونکہ کافر تو
مسلمانونکی حسد ایمان ہی پر کیا کرتے ہین جیسا کہ قرآن مجید مین ہے وَدَّ كَثِيرٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُمْ
مِنْ بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِهِمْ پس جسکو یہ تمنا ہو کہ میرے حسد کے باعث دوسری کی نعمت
جاتی رہی وہ گویا یہ چاہتا ہو کہ جیسے کفار کی حسد کی باعث نعمت ایمان سلب ہو جاوے اسیطرح اور نعمتونکو قیاس کرنا چاہیے
اور اگر حاسد جانتا ہو کہ میرے حسد سے تو اورونکی نعمت جاتی رہے گی مگر اورونکے حسد سے میری نعمت
نجاویگی تو یہ نہایت جہالت و بیوقوفی ہے ہر ایک حاسد احمق یہی چاہا کرتا ہے کہ نعمت خاص میری ہی
لیے رہے لیکن کوئی وجہ ترجیح اور اولویت کی نہین ہوتی کہ دوسرے کے پاس سے کیون اسکی پاس
آجاوے پس یہ انعام خداوندی کہ حسد کے باعث نعمت کو زوال نہین قابل شکر گذاری کے ہے جسکو جاہل
برا جانتے ہین اور محسود کا فائدہ دین و دنیا مین بھی ظاہر ہے دین مین تو اسلیے کہ اوسپر حاسد نے ظلم
و زیادتی کی خصوصاً ایسے حال مین کہ حسد کا اثر حاسد کے اقوال و افعال مین ہوا ہو اور محسود کی
غیبت و طعن و ہتک اور بدگوئی پر آمادہ کیا ہو ان باتونسے حاسد کے حسنات محسود کو ملین گے اور میت
کو نعمت آخرت سے ننگا منگا رہجاوے گا جیسا دنیا کی نعمت سے مفلس و محروم رہا تو محسود کو یہ فائدہ ہوا کہ
نعمت دنیاوی پر نعمت اخروی بڑھ چڑھکر ملی کہ نیکیاں ہوئین کسی سے اور اوسکو مفت ملین اور حاسد
کی جان کو شقاوت پر شقاوت ہوئی کہ دنیا مین حسد کی مارے جلتا رہا اور آخرت مین کیا کرایا دوسرے کو دیا گیا
اور محسود کا نفع دنیا مین یہ ہے کہ ہر کوئی یہ چاہا کرتا ہے کہ میرے دشمنونکو شقاوت اور برائی پہونچے اور ہمیشہ
رنج و تکلیف مین رہین سو یہ بات محسود کی دشمنی یعنے حاسد کو موجود ہے کوئی رنج و دکھ حسد کے رنج سے
بڑھکر نہین غایت تمنا دشمنونکی یہ ہوتی ہے کہ اپنے آپ چین کرین اور اونکے حاسد حسرت و غم مین مبتلا رہین
پس حاسد اونکی غرض و تمنا کے بموجب ہی رہتا ہے کہ وہ مزے لوٹتے ہین اور یہ جیتا ہی کڑھتا ہی اور یہی
وجہ ہے کہ دشمن اپنے حاسد کی موت نہین چاہتا بلکہ یہ چاہتا ہے کہ حاسد کی عمر زیادہ ہو تا کہ حسد
کی آگ مین مدام جلتا رہے وہ اپنی نعمت کی اتنی خوشی نہین کرتا جتنی حاسد کے رنج سے خوشی ہوتی ہے

اگر اوسکو معلوم ہو جاوے کہ حاسد کو رنج حسد سے نجات ہو گئی تو اوسپر گویا مصیبت ٹوٹ پڑی اب
اگر ان باتونکو حاسد تامل کرے تو جان لے کہ مین قطعی اپنے نفس کا دشمن ہون اور دشمن کا خیر خواہ اسلیے
کہ ایسی بات کی جسمین اپنا سراسر ضرر دنیا و آخرت مین ہوا اور دشمن کا نفع دونون جہان مین ہوا
اور خالق و مخلوق کے سامنے برا ٹھہرا اور حال و مآل مین بدبخت ہوا اور محسود کی نعمت جون کی
تون بنی رہی پھر اسی پر بس نہین کی کہ دشمن کا کام بنگیا بلکہ ایک اور زیادہ خرابی یہ ہوئی کہ جو سب سے
زیادہ دشمن ہے یعنی ابلیس اوسکو بھی نہایت شادمانی ہوئی اسلیے کہ شیطان جب کسی شخص کو علم
اور ورع اور جاہ اور مال کی نعمت سے مشرف پاتا ہے اور دوسرے کو محروم تو ڈرتا ہے کہ کہین ایسا
نہو کہ یہ دوسرا شخص اوس سے محبت کرنے لگے اور اوسکو بھی و تنا ہی ثواب ملے اسلیے اوسکے دل مین
بغض ڈالدیتا ہے کہ محبت کے ثواب سے بھی محروم رہے جیسا کہ عمل کے ثواب سے محروم رہا ہے اخبار سے ثابت ہے
کہ جو شخص مسلمانون کی بہتری چاہے اوسمین وہ بھی شریک رہتا ہے چنانچہ ایک اعرابی نے آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کیخدمت مین عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلان شخص قوم سے محبت رکھتا ہے حالانکہ
اونکے پلہ کا نہین آپ نے فرمایا اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ اور ایک روز اثناء خطبہ مین ایک اعرابی آپ کے سامنے
کھڑا ہو کر عرض کرنے لگا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کب ہوگی آپ نے پوچھا کہ تونے اوسکا کیا
سامان کیا ہے اوسنے عرض کیا کہ مینے اوسکے لیے کچھ بہت سی نمازین یا روزے تو نہین جمع کیے الا اللہ تعالے
اور اوسکے رسول کریم سے محبت رکھتا ہون آپ نے ارشاد فرمایا اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتَ حضرت انس رح
راوی حدیث فرماتے ہین کہ جیسی خوشی مسلمانونکو اوس روز ہوئی ویسی کبھی نہوئی تھی یعنی اِس
جہت سے کہ اکثر اونکا اعتماد اللہ و رسول کی محبت پر تھا

چہ غم دیوار امت را کہ باشد چون تو پشتیبان — چہ باک از موج بحر آنرا کہ باشد نوح کشتیبان

حضرت انس رض فرماتے ہین کہ ہم رسول کریم اور ابوبکر رض و عمر رض سے محبت رکھتے ہین گو اون کے سے
عمل نہین کرتے اسی محبت کی باعث خدا کی ذات سے توقع ہے کہ ہم اونکے ساتھ ہی ہونگے اور حضرت
ابو موسی رض فرماتے ہین کہ مینے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت مین عرض کیا کہ فلان شخص خود تو نماز
و روزہ ادا نہین کرتا مگر نمازیون اور روزہ دارون سے محبت رکھتا ہے آپ نے فرمایا ہُوَ مَعَ مَنْ اَحَبَّ
اور ایک شخص نے حضرت عمر بن عبد العزیز رح سے کہا کہ یہ بات پہلے سے مشہور ہے کہ اگر آدمی سے ہو سکے تو
عالم ہو عالم نہو سکے تو متعلم ہو متعلم بھی نہو سکے تو اونسے محبت ہی رکھے اور اگر محبت بھی نرکھ سکے تو بغض
ہی نکرے آپنے فرمایا سبحان اللہ خداوند کریم نے بڑی راہ نکالدی ہے اب تامل کرنا چاہیے کہ ابلیس نے بباعث

حسد کسطرح محبت کے ثواب سے محروم رکہا اور اسی پر اکتفا نکی بلکہ دوسرے کا بغض بہی دلمین ڈال کر
اوسکو نظروں مین برا کردیا یہانتک کہ گناہ گار ٹھہرایا اور حاسد کی گناہ مین کیا شک ہی شلاً اگر کبہی عالم سے
حسد کرے اور یہ چاہے کہ کسیطرح اس سے دین مین بہول ہو جاوے اور اوسکی چوک ظاہر ہو کر رسوا
ہو وے یا بولنے مین بند ہو جاوے یا بیمار پڑ کر درس و تدریس سے باز رہے تو اس سے بڑہکر اور کونسا
گناہ ہوگا ہان اگر آدمی عالم کے درجہ کو نہ پہونچے اور اس وجہ سے غمگین ہو تو گناہ اور عذاب اخروی سے
محفوظ رہیگا حدیث شریف مین ہے کہ جنت کے لوگ تین قسم ہین المحسن والمحب لہ والکاف عنہ
یعنی تیسری قسم وہ لوگ ہین کہ جو محسن سے ایذا دور کرین ایذا سے غرض ایذا جسمانی اور حسد اور بغض اور
کراہت وغیرہ ہین لیکن مثال مذکورہ بالا مین شیطان نے حاسد کو تینون قسمون مین سے ایک کو بہی
چہوڑا تو حاسد کے حسد نے تو دشمن پر کچہہ بہی اثر نکیا مگر شیطان کی حسد اوسکے نفس پر کام کر گئی یہانتک
کہ خواب یا بیداری مین حاسد کا حال اوسپر منکشف ہو جاوے تو یون معلوم ہوگا کہ اپنے دشمن کیطرف
تیر پہینک رہا ہے کہ اوسکو قتل کرے لیکن اول تیر جو مارا تو اوسکے لگا بلکہ اسیکی دہنی آنکہہ مین لوٹ کر آ لگا
پہر غصہ ہو کر دوسرا جو مارا وہ بہی اچٹ کر اسکی بائین آنکہہ مین لگا پہر اور جہنجہلا کر تیسرا تیر مارا وہ بہی ہٹ کر
اسیکے سر مین آ لگا اسیطرح بار بار یہ اوسکو تاک تاک مارتا ہے مگر ہر دفعہ اسیکے پہر کر لگتا ہے وہ بہر حال سالم
و محفوظ رہتا ہے اور اسکے حرکات پر ہنستا ہے اور تالیان بجاتا ہے تو محسود اور شیطان حاسد کا اسیطرح
تمسخر کرتے ہین بلکہ اگر غور کیا جاوے تو حاسد کا حال تیر انداز کی نسبت زیادہ برا ہے کیونکہ تیر سے صرف
نقصان آنکہون کا یا اور اعضاء ظاہری کا ہوتا ہے کہ اگر بالفرض اوسوقت نہ جاتی تو مرنے کی بعد فنا
ہو جاتے اور حاسد کے اوپر گناہون کی بوچہار ہوتی ہے کہ مرنے کے بعد بہی اسکا رنج ساتہہ رہیگا اور کیا
عجب ہے کہ غضب خداوندی دوزخ مین پہونچا دے پس دنیا مین اندہا ہو کر رہنا اس بات سے بہتر ہے کہ
آنکہونکے ہوتے دوزخ مین جاوے اور اونکو آتش دوزخ کہاوے اس بات کو خیال کرنا چاہیے کہ
اللہ تعالی نے حاسد سے کیا بدلہ لیا یہ یون چاہتا تہا کہ دوسرے کے پاس سے نعمت جاتی رہے خدا نے
اوسکے پاس سے تو نکہوئی اسیکے پاس سے کہودی یعنے گناہ سے بچا رہنا اور غم و الم سے سلامت رہنا
بڑی نعمت تہی حاسد کو اسنے محروم کر دیا چنانچہ خود فرماتا ہے وَلَا یَحِیْقُ الْمَکْرُ السَّیِّئُ اِلَّا بِاَہْلِہٖ اور کبہی
ایسا بہی ہوتا ہے کہ جس بات کی تمنا دشمن کے لیے کرتا ہے خود اوسمین مبتلا ہوتا ہے بلکہ ایسا بہت کم
ہوتا ہے کہ جو دوسرے کی برائی چاہے خود اوسمین مبتلا نہو چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین
کہ جو کچہہ مینے کبہی حضرت عثمان رض کیواسطے تمنا کی وہ مجہپر پڑی یہانتک کہ اگر مین اونکی قتل کی تمنا کرتی

تو خود مقتول ہوئی یہ تو حال صرف حسد کے گناہ کا ہے اِس سے اون چیزونکو خیال کرنا چاہیے جو حسد
باعث پیدا ہوتے ہین یعنے اختلاف اور انکار حق اور دست وزبان کا خواہش پر چلنا اندر دل کے پہلے
پہوڑنے وغیرہ غرضکہ یہ وہ مرض ہے جس سے پہلی قومین ہلاک ہوئی ہین یہانتک علاج علمی تہا پس جب
آدمی ذہن صاف اور حضور قلب سے اوسکو سوچے گا حسد کی آگ تہ دل مین فرو ہو جاویگی اور جانے گا
کہ یہ بلا میرے نفس کی مہلک ہے اور میرے دشمنون کی خوش کرنے والی اور پروردگار عالم کی ناخوش
کرنے والی اور عیش کی مکدر کرنے والی اب علاج عملی کو سننا چاہیے کہ جس کام کو حسد مقتضی ہو اوسکی
خلاف عمل کرے خواہ قول ہو یا فعل مثلاً اگر حسد اس بات کو چاہے کہ محسود کی برائی بیان کیجیے تو اپنی
زبان سے بزور اوسکی مدح وثنا کرے اور اگر حسد کے مارے تکبر کو جی چاہے تو بتکلف اوس سے بتواضع اور عذر
پیش آوے اور اگر حسد مقتضی اوسکی نہ دینے کے ہو تو جتنا پہلے دیتا تہا اوس سے زیادہ دینے کی عادت کرے
جب یہ باتین کوشش اور اجتہاد سے کرے گا اور محسود کو معلوم ہو جاوے گا تو وہ راضی ہو جاویگا
اور محبت کرنے لگے گا اور جب اوسکی طرف سے محبت ہوگی تو حاسد کو بہی خواہ نخواہ محبت پیدا ہوگی اور اسکے
اتفاق سے بالکل مادہ حسد کا منقطع ہو جاوے گا اسلیے تواضع اور مدح وثنا اور نعمت پر اظہار سرور سے
نعمت والے کا دل کہچ آتا ہے اور غلام بنجاتا ہے اور بہربانی پیش آتا ہے اور اوسکے عوض مین سلوک
کرنا چاہتا ہے جب اوسکی طرف سے سلوک ہوتا ہے تو دوسری طرف سے بہی انسان بندہ احسان کا مضمون
پیش ہو کر جو باتین بتکلف سرزد ہوتی تہین اب طبعاً ہونے لگتی ہین اور اس باب مین شیطان حاسد کو
یہ دہوکہا دیتا ہے کہ اگر تو تواضع اور ثنا کریگا تو محسود کی نظر مین عاجز یا ذلیل یا خوفناک یا منافق
ٹھہرے گا تو آدمی کو چاہیے کہ اس فریب مین نہ آوے بلکہ یون جانے کہ خوش معاملگی خواہ تکلفاً ہو یا طبعاً
عداوت طرفین کو فرو کر دیتی ہے اور حسد کے دانت کہٹے ہو جاتے ہین دل الفت ومحبت کی طرف
رجوع کرتا ہے اور رنج وعذاب حسد سے اور بغض کے دکہہ سے راحت پاتا ہے یہ علاج حسد کا ہے اور
نہایت مفید ہے اسلیے کہ شدت سے تلخ ہے اور جو کہ داروی تلخ بست دفع مرض خود مشہور ہے پس جو شخص
تلخی دوا پر صبر نہ کرے گا وہ شیرینی شفا بہی نہ چکہیگا اس دوا کی تلخی جبہی آسان معلوم ہوتی ہے جب آدمی
اون باتون کو سوچے جو اوپر مذکور ہوئین اور اللہ تعالی کے حکمون پر بزور راضی رہے اور ثواب رضا کا
طالب اور اپنے آپ کو وہی منظور ہو جو خدا کو منظور ہو اپنے نفس سے یہ بات نکالدے کہ کوئی چیز میری مرضی
کے خلاف نہو کیونکہ اگر یہ بات دل مین جمی رہیگی تو گویا ان ہوت بات کا خواہان ہوگا اسلیے کہ اس امر
کی طمع کرنی کہ سب کام میرے حسب مراد ہون سراسر فضول ہے اور چونکہ مراد کا نملنا بہی ایک طرح کی لت

اور رحست ہے اور اِس ذلت سے بچاؤ کی صورت دو ہی طرح پر ہے یا تو سب کام مرضی کے موافق ہون یا جو کچھ ہو جاوے اوسپر راضی ہو امر اول اپنے اختیار مین نہین نہ تکلف اور مجاہدہ اوسمین کار آمد اسلیے دوسری بات مجاہدہ و ریاضت سے حاصل ہو سکتی ہے ہر ایک عاقل کو اوسکا حاصل کرنا واجب ہے یہ علاج بطور اجمال بیان ہوا اور مفصل علاج جس سے اسباب حسد کی بیخ کنی ہو یعنی کبر اور عزت نفس اور امور بیہودہ پر اصرار بیجا وغیرہ انکی تفصیل اور ہر ایک سبب کا علاج انشا اللہ اپنے اپنے موقع پر آویگا کیونکہ اس مرض کا مادہ یہی اسباب ہین اور روگ بدون قطع مواد کے نہین جاتا پس شخص اون علاجونکو دستور العمل بناوے گا تو اور کچھ نہین تو اسقدر تو ضرور ہوگا کہ دل مین تسکین اور ٹھنڈک ہو جاوے اور مواد کے رہتے ہوئے تسکین حاصل ہونی باوجود سخت محنت کی بھی دشوار ہے مثلاً فرض کرو کہ کوئی شخص محبت جاہ رکھتا ہے جو اسباب حسد مین سے ہے تو ضرور اپنے حریف پر حسد کرے گا اور اوسکی نسبت لوگون کے دلون مین زیادہ جگہہ کرنی چاہے گا اور اگر وہ زیادہ تر مقبول ہوگا تو اوسکو البتہ رنج ہوگا غایت یہ کہ اپنے ہاتھہ و زبان سے اس غم کا اظہار نہ کرے اور پی جاوے مگر یہ نہین ہو سکتا کہ محبت جاہ بھی باقی ہو اور حسد نر ہے

سولھوان بیان اوس مقدار حسد کا جسکا دور کرنا دل مین سے واجب ہے

جاننا چاہیے کہ ایذا دہندہ کے اوپر آدمی کو طبعاً غصہ آتا ہے مثلاً اگر تمکو کوئی ایذا دے تو تم سے نہو سکیگا کہ اوس سے بغض نرکھو یا اوسپر کوئی نعمت آجاوے تو برا نجانو اور نیکی و بدی مین اوسکا حال اپنے نزدیک برابر سمجھو بلکہ دونون حالون مین ہمیشہ فرق معلوم ہوگا اور شیطان بھی علی الدوام حسد کی طرف کھینچتا رہے گا لیکن اگر اوسکا جذبہ غالب پڑ جاوے گا حتی کہ ظہور حسد تمہارے قول و فعل اختیاری مین ہونے لگے تو تم حاسد اور گناہگار ٹھہروگے اور اگر اپنے ظاہر کو بالکل ایسے امور سے روکے رکھوگے مگر باطن مین خواہان اسبات کے ہوگے کہ نعمت اوسکی جاتی رہے اور اسبات کو برا نجانتے ہونگے تب بھی حاسد اور عاصی ہوگے اسلیے کہ حسد قلب کی صفت ہے صفت فعل نہین جیسا کہ قرآن مجید مین ارشاد ہے

وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا [1] اور فرمایا وَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ كَمَا كَفَرُوا فَتَكُونُونَ سَوَاءً [2] اور فرمایا إِن تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ [3] اور فعل جو حسد سے سرزد ہوتے ہین مثل غیبت اور جھوٹ وغیرہ کے وہ عین حسد نہین ہین بلکہ محل حسد کا قلب ہی ہے اعضاء ظاہری اوسکے محل نہین ہان اتنا فرق ہے کہ اس قسم حسد مین جو اقوال و افعال ظاہری مین نہ آوے اور دل ہی مین رہے کوئی حق عبد نہین ہے کہ اوسکا معاف کرانا واجب ہو بلکہ خدا کے نزدیک گناہگار ٹھہرتا ہے اور معاف کرنا وہان

ف ۱ اور نہین پاتے اپنے دلون مین تنگی اوس چیز سے جو اونکو ملی ۱۲

ف ۲ چاہتے ہین کہ تم بھی کافر ہو جیسے وہ ہوئے پھر سب برابر ہو جاؤ ۱۲

ف ۳ اگر تمکو ملے کچھ بھلائی تو بری لگے اونکو

واجب ہوتا ہی جہان اسباب کا ظہور اعضاء ظاہری پر ہو اب اگر باوجود اعضاء ظاہری کے روکنے
کے اپنے نفس کے اوس حالت کو بہی برا سمجہو کہ دوسرے کی نعمت کا زائل ہونا کیون پسند کرتا ہی یہانتک
کہ گویا نفس میں اوسکی وجہ سے غصہ کرو تو یہ برا سمجہنا عقل کی جانب سے ہوگا یعنی طبیعت کیطرف سے جو خواہش زوال
نعمت پائی جاویگی اوسکو برا جاننا عقل کیطرف سے ہوگا اس صورت مین جو امر تمپر واجب تہا وہ کر گذرے
اگر اسسے زیادہ اور کچہہ اختیار مین نہین ہوتا اور اسطرح پر طبیعت کا بدلدینا کہ اوسکے نزدیک موذی
اور محسن ایک سے ہوجاوین اور خواہ اوسپر خوشی آوے یا مصیبت ٹوٹ پڑے اوسکا یکسان حال ہی یہ امر
طاقت طبعی سے باہر ہے بشرطیکہ آدمی دنیا کی لذات مین پہنسا ہے ہان اگر اسد تعالی کی محبت مین
ڈوبا رہیگا اور شراب عشق حقیقی سے متوالا بنے گا تو ایسا حال ہوجاوے گا کہ بندون کی جدے جدے
احوال کیطرف توجہ نرہے گی سبکو ایک ہی آنکہہ سے دیکہے گا یعنے سب پر نظر رحمت ہی کرے گا اور سب
کو مخلوق خدا اور اونکی افعال کو افعال خدا سمجہیگا اور کل مخلوق کو مسخر حکم الہی جانیگا اور یہ حال اگر
کسیکو میسر بہی ہوتا ہی تو دائمی نہین بجلی کی چمک کیطرح آنا فانا گذر جاتا ہے پہر قلب اپنی حالت
طبعی کیطرف آجاتا ہے اور دشمن جانی شیطان لعین پہر وہی وسوسہ ڈالنا شروع کرتا ہی ہان اگر اوس
مردود کے مقابلہ مین بزور عقل اوسکی باتکو برا جانیگا تو جو امر اسکے ذمہ واجب ہے اوسکو ادا کر چکا اور بعضون کا
قول ہے کہ جب تک حسد کا ظہور اعضاء ظاہرین نہو تب تک گناہ نہین ہوتا اسلیے کہ حضرت حسن رض
سے کسی نے حسد کو پوچہا تو آپ نے فرمایا کہ اوسکو پوشیدہ رکہنا چاہیے اسسے کچہہ ضرر نہین ہونیکا جب تک
کہ ظاہر نہ کروگے اور بعضون نے اس روایت کو اونسے موقوف اور مرفوع بیان کیا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا ثَلَاثَةٌ لَا يَخْلُو مِنْهُنَّ مُؤْمِنٌ وَلَهُ مِنْهُنَّ مَخْرَجٌ فَمَخْرَجُهُ مِنَ الْحَسَدِ أَنْ لَا يَبْغِيَ مگر
بہتر یہ ہے کہ اس سی مراد وہی لیجاوی جو ہم اوپر لکہہ چکے ہین یعنی دین اور عقل کی جانب سی بمقابلہ محبت
طبعی حسد باطنی کی برائی بہی دلمین ہو اور اسی برائی کی جہت سی بغی اور ایذا سے باز رہے کیونکہ جتنی
حدیثین کہ حسد کی مذمت مین وارد ہوئی ہین بظاہر اسی بات پر دلالت کرتے ہین کہ سب قسم کے
حاسد گنہگار ہین علاوہ اسکی حسد صفت قلب کا نام ہی نہ افعال کا اس سی صاف ظاہر ہے کہ جو
مسلمان کی برائی چاہے وہ بالضرور حاسد ہی خلاصہ یہ کہ اگر آدمی صرف دلسے حسد کرے اور ظاہر
مین اوسکا اثر نہو تو اسطرحکی حسد کی گناہ ہونے مین اختلاف ہی الا ظاہر آیات و احادیث سے وہی
معلوم ہوتا ہی جو ہم لکہہ چکے ہین اور بعضون دو جہت سے بہی کچہہ ایسا ہی سمجہا جاتا ہی اسلیے کہ بہت بعید
معلوم ہوتا ہی کہ ایک آدمی دوسرے مسلمان کی برائی کا دلسے خواہان ہو اور اس خواہش کو

برا بہی نجانے اور پہر معاف کر دیا جاوے اور اس بیان سے یہ ظاہر ہوا کہ آدمی کو دشمن کے ساتھہ تین
حال ہوتے ہین ایک تو یہ کہ بحسب مقتضائے طبع اوسکی برائی چاہے مگر اس برائی چاہنے کو عقل سے برا سمجھے اور اپنے نفس پر
غصہ کرے اور اس بات کا کوئی بہانہ ڈہونڈہے جس سے یہ خواہش دلسے جاتی ہے تو یہ قسم حسد
کی قطعاً معاف ہی اسلیے کہ آدمی کے اختیار مین اس زیادہ کچہہ نہین دوسرے یہ کہ دل مین اوسکی
نعمت کے زائل ہونے کی محبت ہو اور اوسکی برائی سے خوشی ظاہر کرے خواہ زبانسے یا اور اعضا
سے تو یہ حسد یقیناً ممنوع ہے تیسرے یہ کہ حسد صرف دلسے کرے اور اوسکو برا نسمجھے اور نہ اپنے نفس پر
اسوجہسے غصہ کرے الا اعضاء ظاہری پر حسد کا ظہور کچہہ نہو اور مقتضائے حسد سے کوئی فعل اختیاری
نکرے تو اس قسم مین اختلاف ہی اور ظاہر یہ ہے کہ اسی قسم مین بقدر قوت و ضعف محبت زوال النعمت
کے گناہ ہوگا واللہ اعلم والحمد رب العالمین وحسبنا اللہ ونعم الوکیل

چھٹا باب دنیا کی مذمت کے بیان مین اس مین پانچ بیان ہین

زبان سے ہی حمد و ثنا کا بحر واسع مشہور — اس واسطے ہی ہو پار کو دل کیا مقصود
احسن ہے کہ مین اوسکے بہو کر دریے — دنیا کی برائیان کرون پہلے مذکورہ

واضح ہو کہ دنیا اللہ کی اور اوسکے دوستون اور دشمنون کی سب کی دشمن ہے اللہ کی دشمن اسوجہ
سے کہ اللہ کے بندونکو اوسکا راستہ نہین چلنے دیتی ہے رہزنی کرتی ہی اسی جہت سے جب سے اللہ تعالی
نے اوسکو پیدا کیا ہے اوسکی طرف نگاہ بہر کر نہین دیکہا اور دوستان خدا کی اسوجہ سے دشمن ہے کہ اون
سامنے بڑی ترک اور آرایش سے بن بن کر آتی ہے اور اپنے پہلاوے دکہلاتی ہے کہ کسیطرح شیفتہ ہوجاوین
اونکو اسکے علیحدہ کرنے مین بہت سا صبر کرنا پڑتا ہے اور دشمنان خدا کی اسلیے دشمن ہے کہ انسے
اپنے مکر و فریب سے اونکو بتدریج پہنسا لیا یہانتک کہ وہ اسپر اعتماد کر بیٹھے لیکن پہر وہ ایسا اونکو
محتاج کریگی کہ بجز حسرت و ندامت کچہہ ساتھہ نہ لیجاوینگے اور ابد الآباد کی سعادت سے محروم رہینگے دنیا کی
جدائی سے جدا داغ بدل ہونگے اور اخروی مصائب مین جدا پا در گل اگر فریاد کرینگے تو جواب سنینگے
اخسئوا فیہا ولا تکلمون اور اس آیت کی مصداق بنینگی اولٰئک الذین اشتروا الحیوٰۃ
الدنیا بالاخرۃ فلا یخفف عنہم العذاب ولا ہم ینصرون حب دنیا کی آفات و شرور کا یہ حال ہے
تو اولا اوسکی حقیقت اور ماہیت کا پہچاننا بہت ضروری ہی اور یہ کہ باوجود عداوت کے اسکی پیدا ہونے
مین کیا حکمت ہی اور اسکی فریب اور شرور کے راستونکو بہی معلوم کرنا لابدی ہے اسلیے کہ جو بدی
کو جانتا ہی نہین اوس سے کسطرح بچیگا بلکہ تعجب نہین کہ اوسمین مبتلا ہو جاوے اسی لیے ہم دنیا کی مذمت اور

مثالیں اور حقیقت اور اوسکے معنونکی تفصیل اور اوسکی کاموں کی اقسام ذکر کرتے ہین اور نیز جس وجہ سے لوگ حاجت اوسکی طرف ہوتی ہے اور جس باعث سے کہ لوگ اوسمین مشغول ہوکر خدا سے پھر جاتے ہین اوسکو بھی لکھین گے

بیان اول دنیا کی مذمت مین

کلام مجید مین آیات مذمت دنیا کی بہت ہین اور اکثر جا لوگونکو اوسکی طرف سے اعراض کرنے اور آخرت کیطرف رجوع کرنے کا حکم ہے بلکہ انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بھیجنے سے بھی صرف یہی مقصود ہے اس لحاظ سے کلام اللہ سے اسکی استدلال کی ضرورت نہین صرف چند احادیث جو اس باب مین وارد ہین اونکو لکھے دیتے ہین ۔۔۔روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مردار بکری پر گذرے اور اصحاب سے فرمایا کہ یہ بکری اپنے مالک کی نزدیک ذلیل ہے یا نہین انہون نے عرض کیا کہ اگر ذلیل نہوتی تو یہان کیون ڈالدیتے آپ نے فرمایا کہ قسم ہے اوس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہے کہ دنیا اللہ کے نزدیک اس بکری سے بھی زیادہ ذلیل ہے اور اگر دنیا خدا کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر ہوتی تو کافر اوسمین سے ایک گھونٹ بھی نہ ملتا اور دوسری حدیث مین فرمایا اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ اور فرمایا اَلدُّنْیَا مَلْعُوْنَةٌ مَلْعُوْنٌ مَا فِیْهَا اِلَّا مَا كَانَ لِلّٰهِ مِنْهَا اور حضرت ابو موسی اشعری سے یہ حدیث مروی ہے مَنْ اَحَبَّ دُنْیَاهُ اَضَرَّ بِاٰخِرَتِهٖ وَمَنْ اَحَبَّ اٰخِرَتَهٗ اَضَرَّ بِدُنْیَاهُ فَاٰثِرُوْا مَا یَبْقٰی عَلٰی مَا یَفْنٰی اور فرمایا حُبُّ الدُّنْیَا رَأْسُ كُلِّ خَطِیْئَةٍ اور زید بن ارقم رض فرماتے ہین کہ ہم حضرت ابو بکر رض کے ساتھ تھے کہ اونھون نے پانی مانگا لوگ پانی شہد مین ملا ہوا لے آئے جب آپ نے منہ سے لگایا خوب روئے یہان تک کہ ساتھی بھی رونے لگے اور رو کر چپ ہوگئے مگر حضرت صدیق رض چپ نہ ہوئے اور برابر روا کیے حتی کہ لوگون نے جانا کہ ہم سبب گریہ بھی نہ پوچھ سکین گے پھر آپ نے اپنی آنکھین پونچھ ڈالین لوگون نے عرض کیا کہ اے نائب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کس سبب سے روئے تھے آپ نے فرمایا کہ مین ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا مینے دیکھا کہ آپ کسی سے فرماتے ہین کہ میرے پاس سے دور ہو حالانکہ وہان کوئی نہ تھا مینے عرض کیا کہ آپ کسکو دفع کرتے ہین آپ نے فرمایا کہ اسوقت دنیا مجسم ہوکر میرے سامنے آئی مین نے اوسکو کہا کہ مجھسے علیحدہ رہ وہ پھر آئی اور مجھسے کہنے لگی کہ اگر آپ مجھسے بچے رہین گے تو آپ کے بعد کے لوگ تو نہین بچین گے اور ایک حدیث مین ہے یَا عَجَبًا كُلَّ الْعَجَبِ لِلْمُصَدِّقِ بِدَارِ الْخُلُوْدِ وَهُوَ یَسْعٰی لِدَارِ الْغُرُوْرِ اور روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک گھوڑے پر کھڑے ہوئے اور لوگون کو ارشاد فرمایا کہ آؤ دنیا دیکھو اور اوس گھوڑے پر سے ایک سڑا ہوا کپڑا اور گلی ہوئی

تہ بیان لیکر فرمایا کہ ھٰذِہِ الدُّنیا اسمین یہ ارشاد ہے کہ زینت دنیا بھی ان کپڑونکی طرح جلد کہنہ ہوجاویگی
اور جو جسم دنیا مین پرورش پاتے ہین وہ ان ہڈیون کی طرح سڑگل جاوینگی اور ایک حدیث مین
فرمایا اِنَّ الدُّنیا حُلْوَۃٌ خَضِرَۃٌ وَاِنَّ اللّٰہَ مُسْتَخْلِفُکُمْ فِیْہَا فَنَاظِرٌ کَیْفَ تَعْمَلُوْنَ اِنَّ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ لَمَّا
بُسِطَتْ لَہُمُ الدُّنْیَا وَمُہِّدَتْ تَاہُوْا فِی الْحِلْیَۃِ وَالنِّسَاءِ وَالطِّیْبِ وَالثِّیَابِ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا
ارشاد ہے کہ دنیا کو اپنا مالک مت بناؤ وہ تمکو غلام بنالے گی اور اپنا خزانہ ایسے کے پاس جمع کرو
جو تلف نکرے یعنے دنیا مین خزانہ والے پر آفت کا خوف رہتا ہے جسکا خزانہ خدا کے پاس ہوگا اوسکو
کچھ آفت کا خوف نہین اور یہ بھی اونہین کا ارشاد ہے کہ اے گروہ حواریین مینے تمہارے لیے دنیا کو
اوندھے منہ کردیا ہے ایسا نہو کہ میرے بعد تم اوسکو اٹھا کھڑا کرو دنیا کی خباثت مین سے ہے کہ آدمی
اسکے لئے خدا کی نافرمانی کرتا ہے اور جب تک یہ نہین چھوٹتی آخرت نہین ملتی دنیا کو گذرگاہ سمجھو اور
مسافرون کی طرح سے اوسپر گذر جاؤ عمارت وغیرہ نہ بناؤ اور جان رکھو کہ سب برائیون کی جڑ دنیا کی
محبت ہی اکثر ایسا ہوتا ہی کہ ایک گھڑی کی خواہش نفس بہت دنون کے رنج کا موجب ہوتی ہی اور یہ بھی
اونہین کے ارشادات مین سے ہے کہ تمہارے لیے دنیا اوندھے منہ پڑی ہے اور تم اوسکی پشت پر بیٹھے ہو
تو چاہیے کہ دنیا کی باب مین بادشاہ اور عورتین تمہارا مقابلہ نکرین یعنے بادشاہون سے دنیا کے لیے مت جھگڑو
کیونکہ جب تم اونسے اور اونکی دنیا سے غرض نرکہوگے وہ تمہارے درپے نہونگے اور عورتون سے
بچاؤ کیصورت نماز و روزہ سے ہے اور یہ بھی فرمایا کہ دنیا بعضون کی خود طالب ہی اور بعضے اوسکی طالب
ہین پس جو لوگ طالب آخرت ہین اونکی تو دنیا زندگی بھر طالب ہے اور جو طالب دنیا ہین اونکو آخرت
بلاتی رہتی ہے یہانتک کہ موت آکر گردن پر سوار ہوجاتی ہے اور حضرت موسی بن یسار سے یہ حدیث
مروی ہے اِنَّ اللّٰہَ جَلَّ ثَنَاءُہٗ لَمْ یَخْلُقْ خَلْقًا اَبْغَضَ اِلَیْہِ مِنَ الدُّنْیَا وَاِنَّہٗ مُنْذُ خَلَقَہَا لَمْ یَنْظُرْ اِلَیْہَا
اور روایت ہے کہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام ایک بنی اسرائیل کے عابد کے پاس تشریف لیگئے
لشکر آپ کی ہمرکاب تہا دہنے بائین جن اور آدمی پرے باندھے تھے اور جانور اوپر سے سایہ کیے تھے
عابدنے عرض کیا کہ اے ابن داؤد خداوند کریم نے تمکو بڑی سلطنت عنایت فرمائی آپ نے سنکر فرمایا کہ مومن
کے نامۂ اعمال مین ایک دفعہ سبحان اللہ کہنا اس تمام کروفر سے بہتر ہے کیونکہ یہ جو مجھکو ملا ہی سب فانی
چیز ہے اور اللہ کا ذکر ہمیشہ رہنے والا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خداوند جل وعلا
ارشاد فرماتا ہے اَلْہٰکُمُ التَّکَاثُرُ اس سے یہ غرض ہے کہ آدمی کہا کرتا ہے کہ یہ میرا ہے یہ میرا ہے حالانکہ
اوسکا اوسیقدر ہے جو کہانے مین کہو دیا یا پہنکر اوڑا دیا یا خیرات دیکر جمع کردیا اور فرمایا اَلدُّنْیَا دَارُ

مَن لَا دَارَ لَهُ وَمَالُ مَن لَا مَالَ لَهُ وَلَهَا يَجْمَعُ مَن لَا عَقْلَ لَهُ وَعَلَيْهَا يُعَادِي مَن لَا عِلْمَ لَهُ وَعَلَيْهَا يَحْسُدُ مَن لَا فِقْهَ لَهُ وَلَهَا يَسْعَى مَن لَا يَقِينَ لَهُ اور فرمایا مَنْ اَصْبَحَ وَالدُّنْيَا اَكْبَرُ هَمِّهِ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِي شَيْءٍ وَاَلْزَمَ اللّٰهُ قَلْبَهُ اَرْبَعَ خِصَالٍ هَمًّا لَا يَنْقَطِعُ عَنْهُ اَبَدًا وَشُغْلًا لَا يَتَفَرَّغُ مِنْهُ اَبَدًا وَفَقْرًا لَا يَبْلُغُ غِنَاهُ اَبَدًا وَاَمَلًا لَا يَبْلُغُ مُنْتَهَاهُ اَبَدًا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجکو ارشاد فرمایا کہ مین تمکو دنیا اور مافیہا دکہاؤون مینے عرض کیا کہ ہان تب آپنے میرا ہاتہ پکڑا اور مدینہ مطہرہ کے ایک جنگل مین تشریف لائے وہان ایک جگہہ کہوپریان اور پاخانہ اور ہڈیان وچیتہڑے پڑے تہے آپنے فرمایا کہ اے ابو ہریرہ یہ کہوپریان ایسے ہی حاؤ کیا کرتی تہین جیسے تم کرتے ہو اور ایسے ہی امل کیا کرتی تہین جیسے تم کرتے ہو آج ایسی ہوگئین کہ اونپر چمڑا بہی باقی نہین اب چندروز مین راکہہ ہوجاوین گی اور پاخانہ جو دیکہتے ہو یہ اونکی غذا تہی نہ معلوم کہان کہان سے کماکر کہایا تہا آج ایسا ہوگیا کہ تمکو اس سے نفرت ہے اور یہ چیتہڑے اونکی پوشاک کے ہین کہ ہوا سے مارے مارے پہرتے ہین اور یہ نلیان اونکے چوپایون کی ہین جنپر چڑہ چڑہ شہر بشہر پہرا کرتے تہے پس جب یہ انجام اس دار ناپائدار کا ہے تو مقام عبرت وگریہ ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ ہم جبتک خوب نہ رولیے تب تک وہان سے نہ ٹلے

<table>
<tr><td>گذر ناگاہ جب میرا ہوا شہر خموشان مین</td><td></td><td>عجب نقشہ نظر آیا وہان شاہان عالم کا</td></tr>
<tr><td>کہین آئینہ زانو سکندر کا شکستہ تہا</td><td></td><td>کہین ٹوٹا پڑا تہا کاسہ سر خاک مین جمشید کا</td></tr>
</table>

اور روایت ہے کہ جب اللہ عزوجل نے حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا تو اونکو ارشاد فرمایا کہ اِبْنِ لِلْخَرَابِ وَلِدْ لِلْفَنَاءِ اور حضرت داؤد بن ہلال رحمۃ اللہ فرماتے ہین کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صحیفون مین مرقوم ہے کہ اے دنیا تو صلحا کے نزدیک بڑی ذلیل ہے جنکے لیے تو بن سنور کر سامنے ہوتی ہے مینے اونکے دلون مین تیرا بغض ڈالدیا ہے اور تیری طرف سے اعراض کوئی خلقت مینے تجہسے زیادہ ذلیل نہین بنائی تیری ہر ایک حالت ذلیل ہے اور آخر کو فنا ہوگی اور جس روز مینے تجکو پیدا کیا اوسی روز حکم کرچکا ہون کہ تو کبہی کسیکے پاس نرہیگی نہ کوئی تیرے پاس رہیگا گو کیسا ہی بخل وامساک کرے خوشا حال اون نیک لوگون کا جنکے دلمین میری رضا اور ضمیر مین راستی واستقامت ہو اونکا عوض اور ثواب میرے پاس یہ ہوگا کہ جب قبرون سے اوٹہکر میری طرف چلین گے تو آگے آگے نور ہوگا اور فرشتے گرد ہونگے جسقدر رحمت کی وہ مجہسی توقع کرتے ہونگے اوسیقدر اونکو عطا کرون گا اور ایک حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا کو جب سے اللہ تعالی نے پیدا کیا ہے جب سے اوسکی طرف نہین دیکہا

اوسکی طرف نگاہ نہین فرماتا قیامت کے روز عرض کریگی کہ الٰہی آج اپنے کسی ادنیٰ ولی کے لیے مجھہ مین سے حصہ عطا فرما ارشاد ہوگا کہ او ناچیز چپ رہ دنیا مین تو مینے تجکو اونکے لیے پسند ہی نہین فرمایا کیا آج پسند کرونگا کہ تو اونکے پاس ہو اور حضرت آدم علیہ السلام کے قصہ مین مذکور ہے کہ جب اونہون نے اوس درخت مین سے کہایا تو اونکے پیٹ مین کچھہ گڑبڑ ہوا اور یہ بات جنت کی دوسری غذاؤن مین نہ تھی کہ کہانے سے حاجت پاخانہ ہو صرف اوسی درخت مین یہ تاثیر رکھی گئی تھی اور اسی وجہ سے ممانعت بھی ہوئی تھی غرضکہ قضاء حاجت کے لیے گہومنا شروع کیا ایک فرشتہ کو حکم خداوندی ہوا کہ انسے پوچھو کیا چاہتے ہو حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے یہ منظور ہے کہ میرے پیٹ مین جو بلا ہے اوسکو کہین ڈالدون فرشتے نے بموجب ایماء ربانی کہا کہ یہان کونسی جگہہ اس قابل ہے فرش اور تخت اور نہرین اور درختون کی سایہ ہین انمین سے کوئی جگہہ اس قابل نہین اسکے لیے دنیا مین جاؤ اور ایک حدیث مین ہے کہ قیامت کے روز کچھہ لوگ ایسے آوینگے کہ اونکے عمل وادی تہامہ کے پہاڑون جیسے ہونگے اونکے لیے حکم ہوگا کہ دوزخ مین لیجاؤ لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلعم وہ لوگ نمازی ہونگے آپ نے فرمایا کہ ہان وہ نماز بھی پڑہتے ہونگے روزے بھی رکھتے ہونگے اور کچھہ رات سے جاگتے ہونگے الا اونمین یہ بات ہوگی کہ جب دنیا کی ادنےٰ چیز اونکے سامنے ہوتی تھی اوسپر کود پڑتے تھے اور بعض خطبون مین آپ نے ارشاد فرمایا اَلْمُؤْمِنُ بَیْنَ مَخَافَتَیْنِ بَیْنَ اَجَلٍ قَدْ مَضٰی لَا یَدْرِیْ مَا اللّٰہُ صَانِعٌ فِیْہِ وَبَیْنَ اَجَلٍ قَدْ بَقِیَ لَا یَدْرِیْ مَا اللّٰہُ قَاضٍ بِہٖ فَلْیَتَزَوَّدِ الْعَبْدُ مِنْ نَفْسِہٖ لِنَفْسِہٖ وَمِنْ دُنْیَاہُ لِاٰخِرَتِہٖ وَمِنْ حَیَاتِہٖ لِمَوْتِہٖ وَمِنْ شَبَابِہٖ لِھَرَمِہٖ فَاِنَّ الدُّنْیَا خُلِقَتْ لَکُمْ وَاَنْتُمْ خُلِقْتُمْ لِلْاٰخِرَۃِ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ مَا بَعْدَ الْمَوْتِ مِنْ مُسْتَعْتَبٍ وَلَا بَعْدَ الدُّنْیَا مِنْ دَارٍ اِلَّا الْجَنَّۃَ اَوِ النَّارَ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ارشاد فرماتے ہین کہ مومن کے دلمین دنیا و آخرت دونون کی محبت جمع نہین ہوتی جیسا ایک برتن مین آگ اور پانی نہین رہ سکتے اور روایت ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت نوح علیہ السلام کیخدمت مین عرض کیا کہ آپکی عمر سب انبیا سے زیادہ ہوئی آپ نے دنیا کو کیسا پایا آپ نے فرمایا کہ مجھے ایسا معلوم ہوا کہ ایک مکان کے دو دروازے ہین ایک مین سے مین اندر گیا اور دوسرے مین سے باہر نکل آیا ہے

دنیا خوابیست زندگانے در وے	یا خوابیست کہ در خواب بہ بینی آنرا

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت مین لوگون نے عرض کیا کہ آپ کوئی مکان بنوا لیجیے آپ نے فرمایا کہ ہمکو پہلے ہی لوگون کے کہنڈر کافی ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اِحْذَرُوا الدُّنْیَا فَاِنَّہَا اَسْحَرُ مِنْ ھَارُوْتَ وَمَارُوْتَ اور حضرت حسن رح سے مروی ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

اپنے اصحاب مین تشریف لاکر فرمانے لگے کہ کسی کو تم مین یہ منظور ہے کہ اللہ تعالی اوسکو بینا کر دے
اور اندہا پن جاتا رہے جان رکھو کہ جس شخص کی رغبت دنیا کیطرف ہوگی اور اوسمین طول امل
کرے گا تو اوسی قدر اللہ تعالی اوسکو اندہا کرے گا اور جو کوئی اپنے امل ہی مختصر رکھے گا اور دنیا مین
زہد کرے گا تو خداوند کریم اوسکو بے سیکھے علم دیگا اور بے کسی کے تبلائے ہدایت کرے گا اور یہہ بھی وہ کہو
کہ تمہارے بعد عنقریب ایسے لوگ ہونگے کہ اونکے پاس سلطنت بدون ظلم و کشت و خون نہ رہیگی
نہ تونگری بدون فخر اور بخل کے نہ محبت بدون غرض کے پس جو شخص تم مین سے وہ وقت پاوے اور باوجود
قدرت تونگری کے فقر پر صبر کرے اور دشمنی اور ذلت کو باوجود قدرت محبت وغیرہ کے برداشت کرے
اور اس صبر و تحمل سے بجز رضاء مولی اور کچھہ مطلب نہو تو ایسے شخص کو خدا تعالی پچاس صدیقون کا ثواب
عنایت فرماوے گا اور روایت ہی کہ ایک دفعہ حضرت عیسی علیہ السلام پر شدت سے مینہ پڑا اور بادل
بھی گرجتا تھا آپ نے چاہا کہ کسی جگہہ پناہ لیا چاہیے دور سے ایک خیمہ نظر آیا آپ اوسکے پاس آئے
معلوم ہوا کہ اوسمین کوئی عورت ہی اوسکو دیکھکر وہانسے دوسری طرف پہرے اور ایک پہاڑ کے
درہ مین قصد جانے کا کیا دیکھا تو اوسمین شیر ہے آپ نے اوسپر ہاتھہ رکھکر فرمایا کہ الہی سب کا تو نے ٹھکانا
بنایا ہے میرے لیے کوئی ٹھکانا نہین بنایا حکم ہوا کہ تیرا ٹھکانا میری رحمت مین ہے قیامت کو تیرا بیاہ سو
حورون سے کرونگا جنکو مینے اپنے ہاتھہ سے بنایا ہے اور چار ہزار برس تک تیری ولیمہ کی دعوت
کھلاونگا جنمین سے ایک دن دنیا کی عمر کی برابر ہوگا اور ایک منادی کو حکم کرونگا کہ پکارے جتنے دنیا کے
زاہد ہین چلو عیسی بن مریم تارک دنیا کے ولیمہ مین شامل ہو اور حضرت عیسی علیہ السلام ارشاد فرماتے ہین
کہ دنیا والے کے حال پر بڑا افسوس ہے کیسے اوسکے فریب مین آکر مرجاتا ہے اور اوسکو چھوڑ جاتا ہے
دنیا تو اوسکو دہوکا دیتی ہے اور وہ اوسپر اعتبار کرتا ہے اور بے خوف رہتا ہے اور بڑی حسرت اونپر ہے
جو دہوکا کہا کر جس چیز کو برا جانتے ہین وہی اونکے سامنے آتی ہے اور اپنی محبوب چیزونسے جدا ہوجاتے ہین
اور جو کچھہ اونسے وعدہ ہوا کرتا تہا وہ اوسوقت آپہونچا ہی اور افسوس ہے اوسپر جو دنیا کو مد نظر رکھے اور خطاؤن کو
دستور العمل بناوے کل کو گناہون کی فضیحت و رسوائی کا سامنا ہوگا اور روایت ہی کہ اللہ تعالی نے حضرت
موسی علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اے موسی تیرا اس ظالمونکے گھر مین کیا کام ہی یہ تیرا گھر نہین اپنی ہمت کو
اس سے علیحدہ کر اور اپنی عقل سے اس سے جدا ہو یہ برا گھر ہے ہان جو شخص اسمین اچھے کام کرے اوسکی
لیے یہ اچھا گھر ہے اے موسی مین ظالم کی تاک مین لگا ہون یہانتک کہ اوس سے مظلوم کا عوض لون
اور روایت ہی کہ حضرت ابو عبیدہ جراح کو انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بحرین مین بھیجا تہا وہانسے

جب آپ پہرے تو کچھہ مال لائے انصار نے جو اونکی تشریف آوری کا حال سنا پہلے سب کا صبح مین
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شریک ہوئے جب آپ نماز پڑھ چکے اور ارادہ تشریف لیجانے کا کیا
تو سب روک کر کھڑے ہو گئے آپ نے اونکو دیکھکر تبسم فرمایا اور کہا کہ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم نے
سنا ہوگا کہ ابو عبیدہ کچھہ لائے ہین انہون نے عرض کیا کہ ہان آپ نے فرمایا کہ مژدہ ہو تمکو خدا نے
تمسے تکلیف دفع کی بخدا کہ مین اس بات سے نہین خوف کرتا ہون کہ تم محتاج ہو جاؤ گے البتہ اس بات کا
ڈر ہے کہ مبادا تم پر دنیا کی زیادتی ایسی ہو جاوے جیسی تم سے پہلے لوگون پر ہوئی تھی اور انہین
کی سی رغبت تم مین بھی ہو جاوے اور پہر دنیا تمکو بھی اونہین کیطرح تباہ کر دے اور حضرت ابو سعید
خدری فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ اَکْثَرَ مَا اَخَافُ عَلَیْکُمْ مَا یُخْرِجُ اللّٰہُ
لَکُمْ مِنْ بَرَکَاتِ الْاَرْضِ لوگون نے عرض کیا کہ برکات الارض سے کیا غرض ہے آپ نے فرمایا
زَہْرَۃُ الدُّنْیَا اور ایک حدیث مین فرمایا لَا تَشْغَلُوْا قُلُوْبَکُمْ بِذِکْرِ الدُّنْیَا یہان مقام تامل ہے
کہ آپ نے ذکر سے بھی منع فرمایا اوسکا حاصل کرنا تو درکنار اور عمار بن سعید رضہ سے روایت ہے کہ حضرت
عیسے علیہ السلام کا گذر ایک گاؤن پر ہوا جسکے رہنے والے صحن اور راستون مین مرے پڑے تھے آپنے
حواریین سے ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ غضب الٰہی سے ہلاک ہوئے ہین ورنہ ایک دوسرے کو دفن کرتے
انہون نے عرض کیا کہ کسیطرح انکا حال ہمکو معلوم ہو جاتا تو خوب ہوتا آپ نے جناب باری مین
عرض کیا ارشاد ہوا کہ رات کیوقت انکو پکارنا تو جواب دینگے جب رات ہو گئی آپ نے ایک ٹیلے پر
کھڑے ہو کر پکارا کہ گاؤن والو وہان سے کسی نے جواب دیا کہ کیا ارشاد ہے اے روح اللہ آپنے
فرمایا کہ تمہارا کیا حال ہے اوسنے جواب دیا کہ شام کو اچھی طرح سوئے تھے صبح کو دوزخ مین جا پڑے
آپ نے پوچھا کہ اسکا سبب کیا تھا اوسنے عرض کیا کہ ہم لوگونکو محبت دنیا تھی اور گناہ گارون کی
فرمان برداری کیا کرتے تھے آپ نے فرمایا کہ دنیا کو کتنا چاہتے تھے اوسنے عرض کیا کہ جتنا لڑکا اپنی
ماکو چاہتا ہے کہ جب سامنے آئی خوش ہوا اور جب چلی گئی تو رنجیدہ ہو کر رونے لگا آپ نے پوچھا کہ
تیرے اور ساتھی جواب کیون نہین دیتے عرض کیا کہ اسلیے کہ اونکے منہ مین آگ کی لگام ہین اور انکی
باگین فرشتے کڑے تیز مزاج لیے ہوئے ہین آپ نے پوچھا کہ اونمین سے تو کسطرح بولتا ہے اونکے ساتھ کیا
لیکن اونمین تو نہ تھا لیکن چونکہ اونکے ساتھ رہتا تھا عذاب نے مجکو بھی پکڑ لیا اب مین دوزخ کی
کنارہ پر لٹکا ہوا ہون یہ نہین جانتا کہ اوس سے بچونگا یا اوسمین ڈھکیلا جاؤنگا آپ نے حواریین
کیطرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ جو کی روٹی نمک سے کھانی اور ٹاٹ پہننا اور گھوڑے پر سونا بہت ہے اگر دنیا

واٰخرت مین تندرستی ملے اور حضرت انس رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی عضباء
تیز تھی کہ کوئی سانڈنی اوس سے آگے نہ بڑھتی ایک اعرابی اپنی ایک اونٹنی لایا وہ اوس سے آگے
نکل گئی مسلمانونکو یہ امر نہایت ناگوار گذرا آپ نے فرمایا اِنَّهٗ حَقٌّ عَلَى اللّٰهِ اَنْ لَا يَرْفَعَ شَيْئًا مِنَ
الدُّنْيَا اِلَّا وَضَعَهٗ اور حضرت عیسی علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ کوئی شخص سمندر کی موج پر عمارت
نہین بنا سکتا موج سمندر سے غرض دنیا ہے اسلیے اُسکو اپنا قرارگاہ نہ سمجھو اور بعض حواریین نے
آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ آپ ہمکو ایک ہی بات تبلا دیجیے جس سے خدا ہمسے محبت کرنے
لگے آپ نے فرمایا کہ دنیا سے بغض کرو خدا تمسے محبت کریگا اور حضرت ابو درداء رض فرماتے ہین کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا اَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلًا وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيْرًا وَلَهَانَتْ عَلَيْكُمُ
الدُّنْيَا وَلَاٰثَرْتُمُ الْاٰخِرَةَ اور یہ خود اونکا قول ہے کہ جو مین جانتا ہون اگر تمکو معلوم ہو تو تم ٹیلون کے
تودون پر نکل نکل کر اپنے لیے روؤ اور اپنا مال ایسی طرح چھوڑ دو کہ کوئی اوسکا محافظ نہو اور نہ کوئی
اوسکا پرسان ہو صرف اوسقدر کہ داخل ضرورت ہو البتہ پوچھا جاوے مگر تمہارے دلون سے
آخرت کی یاد جاتی رہی اور امل سے پر ہو گئے اسلیے دنیا تمہارے اعمال پر چھا گئی اور تم جاہلونکی طرح
ہو گئے بعض تم مین سے بہائم سے بھی بُرے ہو گئے کہ عاقبت کے خوف سے اپنی تمنا نہین چھوڑتے تمکو کیا ہوا ہے
کہ آپسمین محبت و نصیحت نہین کرتے دین کے بھائی کہلاتے ہو تمہارے خبث باطن کی جہت سے تمہاری
آرزوئین جدا جدا ہین اگر اچھی بات پر اتفاق کر لیتے تو یقیناً ایک دوسرے سے محبت بھی کرتے
یہ کیا بات ہے کہ دنیا کے امور مین تو ایک دوسرے کی خیر خواہی کرتے ہو آخرت کی بات مین نہین کرتے
کسی سے خیر خواہی اپنے دوست کی نہین ہو سکتی نہ امر آخرت مین اوسکی اعانت بن آوے یہ باتین
ضعف ایمان کی باعث ہین اگر آخرت کی خیر و شر کو یقینی جانتے جیسے دنیا کی بھلائی برائی سمجھتے
ہو تو آخرت ہی کی طلب کو اختیار کر لیتے کہ اوس سے سب کام بنتے ہین اگر یون کہو کہ آخرت غائب ہے
اور دنیا موجود اسلیے نقد سردست کی محبت غالب ہے تو یہ وجہ بھی ہیچ ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہین کہ دنیا کی
جو باتین کہ تمہارے سامنے نہین ہین اونکے لیے صد ہا طرح کی مصیبتین اٹھاتے ہو اور رنج اور دکھہ سہتے
ہو اور بیسیون طرح کے حرفے اوسکے حصول کے لیے کرتے ہو اور جس واسطے کرتے ہو وہ امر موہوم ہی ہوتا ہے
شاید اس محنت سے بھی میسر نہو واقع مین دیکھو تو تم اچھے نہین ہو جس چیز سے کہ تمہارے ایمان کا کمال
معلوم ہوتا اوس پر تمہارا اعتقاد ٹھیک نہین بس اگر تمکو جو باتین کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہین
اونمین شک ہو تو ہمارے پاس آؤ ہم بیان کرین اور نور ایمانی سے وہ بات دکھلا دین جس سے

تمہارا اطمینان ہوجاوے بخدا تم عقل مین کم نہین ہو کہ ہم تمکو معذور جانین دنیا کے امور مین
تمہاری راے بہت پکی ہوتی ہے اور اپنے سب کام ہوشیاری سے کرتے ہو یہ کیا ہے کہ ذراسی دنیا
ملے تو اوسپر شاباش شاباش ہو اور اگر تہوڑی سی چیز جاتی رہے تو اوسکا رنج کرو یہانتک کہ چہرہ
پر اوسکے آثار معلوم ہوتے ہین اور زبان پر آجاتے ہین اور اوسکو مصیبت نام رکہہ چہوڑا ہے
اسکا بڑا سوگ کرتے ہو لیکن اکثرون نے تم مین سے بہت سا دین چہوڑ دیا اس سے نہ تمہارا چہرہ
بگڑتا ہے نہ حال بدلتا ہے مجہے ایسا سوجہتا ہے کہ خدا تعالی تمسے ناراض ہو گیا جب آپسمین ملتے ہو
تو اظہار فرحت کرتے ہو اور ہر ایک کو یہ اچہا نہین معلوم ہوتا کہ دوسرے کے سامنے اوسکو بری لگتی
بات کہے اس خوف سے کہ کہین وہ بہی اپنے ساتہہ اوسی طرح پیش نہ آوے غرض کہ کینہ کو ساتہہ لئے
رہتے ہو تمہاری باتین گہورے کی سی سبزی ہے اور بڑی بات کو چہوڑے ہوئے ہو مین جلد ہی چاہتا ہون
کہ مجکو تم سے نجات دے اور اوس شخص سے ملا دے کہ جسکے دیدار کا مین مشتاق ہون اور اگر وہ زندہ ہوتے
تو تمہاری برداشت ہرگز نہ کرتے اب اگر تم مین سے کچہہ بہلائی ہے تو مجہسے سن چکے اور اگر خدا کے
پاس کی چیز کے طالب ہو تو اوسکو آسان پاؤگے اوسکا حاصل ہونا کچہہ مشکل نہین اللہ تمکو اور مجکو
دونون کو مدد دے اور حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہین کہ اے گروہ حوارئین دین کو پورا اثاثہ بنا
لو اور تہوڑی سی دنیا پر قناعت کرو جیسے کہ دنیا کے لوگ دنیا پوری لیتے ہین اور تہوڑے سے
دین پر راضی ہوجاتے ہین ۔

مال دنیا دام مرغان ضعیف ۔ ملک عقبی دام مرغان شریف
سوی دریا عزم کن زین آبگیر ۔ بگذر و ترک این گرداب گیر

اور یہہ بہی حضرت موسی علیہ السلام کا قول ہے کہ اے وہ شخص جو دنیا کو اسواسطے طلب کرتا ہے
کہ اوس سے نیکی کرے تیرے حق مین اوسکا ترک کرنا ہی نیک ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
فرماتے ہین لَتَأْتِيَنَّكُمْ بَعْدِي دُنْيَا تَأْكُلُ إِيمَانَكُمْ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ اور حضرت موسی علیہ السلام
پر خداوند کریم نے وحی بہیجی کہ اے موسی محبت دنیا کی طرف میل نکرنا در کوئی گناہ کبیرہ میرے نزدیک
اس سے سخت نہوگا اور ایک بار آپ ایک شخص کے پاس کو گذرے کہ وہ رو رہا تہا جب پہر کر آئے
تب بہی روتے پایا حضرت موسی علیہ السلام نے جناب احدیت مین عرض کیا کہ الہی تیرا بندہ تیری
خوف سے روتا ہے حکم ہوا کہ اے ابن عمران اگر یہہ شخص روتے روتے اپنا دماغ بہی آنسوؤن کے
ساتہہ بہا دیگا اور ہاتہہ اٹہاتے اٹہاتے گر پڑینگے مین اسکی مغفرت نہ کرونگا اسلیے کہ محبت

دنیا مین مبتلا ہے اثار حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ جس شخص مین چھہ باتین جمع ہون اوسنے جنت کے لیے کوئی مطلب نہین اوٹھار کھا نہ دوزخ سے بچاؤ کے لیے کوئی دقیقہ فروگذاشت کیا اول کہ خدا کو پہچان کر اوسکی اطاعت کی دوسرے شیطان کو پہچانکر اوسکی نافرمانی کی تیسرے حق کو پہچان کر اوسکا اتباع کیا چوتھے باطل کو جانکر اوس سے بچا پانچوین دنیا کو معلوم کرکے اوسکو ترک کیا چھٹے آخرت کو جانکر اوسکی طلب کی اور حضرت حسن رض فرماتے ہین کہ خدا تعالے رحم کرے اون لوگون پر جنکے پاس دنیا امانت رہی اور اوسکے مستحقون کو سونپ کر خود ہلکے پہلکے چل دین اور نیز فرمایا کہ جو شخص تم سے دین کے باب مین منافست یعنی حرص حرصی کرے تو اوسکی حرص کرنی چاہیے اور جو دنیا کے باب مین حرص کرے تو حرص دنیا وہی اوسکے سینہ مین چھوڑ دو اور حضرت لقمان رحمہ نے اپنے بیٹے کو فرمایا کہ دنیا ایک گہرا سمندر ہے اوسمین بہت سے لوگ ڈوب گئے تم اپنی کشتی دنیا مین تقوی کو بناؤ اور ایمان کو اوسمین رکھو اور توکل کا بادبان چڑہاؤ تاکہ اس موجب سے نجات پاؤ گو مجھے معلوم نہین ہوتا کہ نجات ملے اور حضرت فضیل رض فرماتے ہین کہ مین اس آیت مین بہت تامل کرتا ہون اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْأَرْضِ زِينَةً لَهَا لِنَبْلُوَهُمْ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا وَإِنَّا لَجَاعِلُونَ مَا عَلَيْهَا صَعِيدًا جُرُزًا ف ۱ اور بعض حکما کا قول ہے کہ آدمی کو جو شے دنیا مین سے کسی روز ملتی ہے وہ ایسی ہوتی ہے کہ اوسکا پہلے بھی کوئی قابض تھا اور اوسکے بعد اوسکا کوئی مالک ہوگا اوسکو صرف اوسیقدر ملتا ہے جو صبح اور شام کھا پی لیا پس لقمہ کیواسطے تباہ ہونا نچاہیے بلکہ دنیا سے روزہ رکھے اور آخرت پر افطار کرے اور دنیا کا راس المال خواہش نفس ہے اور اوسکا نفع آتش دوزخ ہے اور بعض راہبون سے کسی نے پوچھا کہ دنیا کا کیا حال ہے اوسنے جواب دیا کہ بدنون کو پرانا کرتی ہے اور امیدون کو نیا اور موت کو نزدیک کرتی ہے اور آرزوؤن کو دور پھر پوچھا کہ دنیا کے لوگونکا کیا حال ہے جواب دیا کہ جسکو ملتی ہے وہ مشقت مین پڑتا ہے اور جسکو نہین ملتی وہ رنج اوٹھاتا ہے

بلائی زین جہان آشوب تر نیست	کہ رنج خاطر ست ار ہست ور نیست

اور بعض حکما کا قول ہے کہ دنیا تھی اور مین نتھا اور یہ رہیگی اور مین نہ ہونگا مین اوسکی طرف رغبت نہین کرتا اسلیے کہ اوسکی زندگی تلخ ہے اور اوسمین کدورت کا نام صفائی ہے اور اوسکے لوگون کو اوسکی طرف سے ایک نہ ایک خوف لگا رہتا ہے خواہ نعمت کے دور ہونیکا یا مصیبت کے آنیکا یا موت کے کام کر جانیکا اور بعضون کا قول ہے کہ دنیا کے عیبوں مین سے یہ ہے کہ کسیکو استحقاق کے بموجب نہین دیتی کمی بیشی خواہ نخواہ ہوتی ہے اور حضرت سفیان رح فرماتے ہین کہ دنیا کی نعمتون کو ملاحظہ کرو گویا

ف ۱ یعنی ہم نے بنایا جو کچھ زمین پر ہے اوسکی رونق تاکہ جانچین اونکو کون ہے اونمین اچھا کام کرنیوالا اور ہمکو کرنا ہے جو کچھ اوسپر ہے میدان چٹیل ۱۲

اونپر خفگی ہوئی اور نااہلون کے حوالہ کی گئی ہین آور حضرت ابو سلیمان دارانی رحمہ فرماتے ہین
کہ جو دنیا کو محبت سے طلب کرتا ہے جتنی اوسکو ملتی ہے اوس سے زیادہ ہی کا طالب ہوتا ہے ○

گفت چشم تنگ دنیادار را ۔ یا قناعت پُر کند یا خاک گور

اور جو آخرت کو محبت سے طلب کرتا ہے اوسکا بھی یہی حال ہے کہ جتنی ملے اوس سے زیادہ چاہتا ہے
نہ اسکی کچھ انتہا ہے نہ اوسکی آور ایک شخص نے ابو حازم رحمہ سے شکایت دنیا کی محبت کی کی کہ با وجود
مجھے اسمین رہنا نہین پھر بھی محبت اسکی ہے آپ نے فرمایا کہ جو کچھ تمکو خدا دے یہ دیکھہ لیا کرو کہ وجہ حلال
سے ملے اور پھر اوسکو جہان مناسب ہو وہان خرچ کیا کرو تو محبت دنیا ضرر نہ کریگی اور یہ اسلیے فرمایا
کہ اگر صرف محبت ہی پر نفس کو مواخذہ کیا جاوے تو مشقت عظیم ہوا ور تنگ ہو کر موت کی آرزو
کرنے لگے اور یحییٰ بن معاذ رحمہ فرماتے ہین کہ دنیا شیطان کی دوکان ہے اوسمین سے کچھہ مت چراؤ
نہین تو وہ تمہارے پیچھے لگے گا اور پکڑ لے گا آور حضرت فضیل رضہ فرماتے ہین کہ اگر دنیا سونے کی
ہوتی اور فنا ہوجاتی اور آخرت ٹھیکری ہوتی اور باقی رہتی تب بھی عقلا کو یہی چاہیے تھا کہ باقی
ہی چیز کو پسند کرتے اور فانی کو چھوڑتے مگر اب تو یہ فانی چیز ٹھیکری ہے اور باقی سونے کی نہین
معلوم کہ ہمنے ایسی واہیات چیز کو اوس عمدہ چیز سے کیون پسند کر رکھا ہے آور ابو حازم رحمہ فرماتے
ہین کہ اپنے آپ کو دنیا سے بچاؤ اسلیے کہ مجھکو یون روایت پہونچی ہے کہ قیامت کے روز دنیا کی
تعظیم کرنے والا کھڑا کیا جاویگا اور کہا جاوے گا کہ یہ وہ شخص ہے جسنے ایسی چیز کی تعظیم کی جس کو
خداتعالیٰ نے حقیر بنایا تھا آور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ ہر ایک انسان مہمان
ہے اور اوسکا مال امانت ہی پس مہمان ایک روز چل بسیگا اور امانت مالک کے پاس واپس جاویگی ○

مال اور اہل کو سمجھو کہ ودیعت ہین سب ۔ ہے ضروری کہ کبھی تمسے یہ واپس لیوین ؎

اور حضرت رابعہ رحمہ کے پاس اونکے مرید ملازمت کے لیے حاضر ہوئے اور دنیا کا ذکر کرکے اوسکی
مذمت کرنے لگے اونہون نے فرمایا کہ چپ رہو اسکا ذکر مت کرو اگر اسکی جگہہ تمہارے دلون مین
نہوتی تو کثرت سے ذکر کیون کرتے یہ بات ظاہر ہے کہ جو شخص کسی چیز کی محبت رکھتا ہے اوسکا ذکر
بہت کیا کرتا ہے آور حضرت ابراہیم ادہم سے کسی نے پوچھا کہ تمہارا کیا حال ہے اونہون نے ایک
قطعہ پڑھا جسکا ترجمہ یہ ہے قطعہ

بگاڑا دین کو اپنے کہین دنیا ہی ملی ہے ۔ نہ کچھہ دین ہی رہا باقی نہ دنیا کے مزے پائے
بڑی دولت ملے اوسکو جو ہو اللہ کا عاشق ۔ امید اجر عقبیٰ پر یہ دنیا اوس سے چھٹ جائے

اور ایک دوسرے کسی شاعر کے قطعہ کا ترجمہ یہ ہے **نظم**

طلب مین دنیا کے ہو گو کسی کی عمر دراز	رہا کرے سے عیش و سرور سے دمساز
ولیک اوسکے مثل اسطرح ہے آخر کار	بنا کے کوئی عمارت کو جو ابن کرے مسمار

اور اسی باب مین یہ اشعار ہین **نظم**

مملکت گر سے نماند جاودان	ای دلت خفتہ تو آن را خواب دان
ہیچ دیگر بر چنین ہیچے منہ	نام دولت بر چنین ہیچے منہ
تختہ بند ست آنکہ تختش خواندہ	صدر پنداری و بر در ماندہ
مرد باش و مسخرہ مردان مشو	رو سر خود گیر و سر گردان مشو

اور حضرت لقمان ؑ نے اپنے بیٹے سے کہا کہ اگر دنیا کو آخرت کے عوض مین ڈیڈالو گے تو دونون مین نفع رہے گا اور آخرت کو دنیا کے بدلہ مین دوگے تو دونون مین نقصان رہے گا اور مطرب بن شخیر فرماتے ہین کہ بادشاہون کے چین چان اور گدڑے فروش کو نہ دیکھنا چاہیے بلکہ یہ دیکھنا چاہیے کہ کیسے جھٹ پٹ چلے جاتے ہین اور انجام کیسا برا ہوتا ہے اور حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین کہ اللہ تعالی نے دنیا کے تین حصہ کیے ہین ایک حصہ مومن کے واسطے اور ایک منافق کے اور ایک کافر کے لیے مومن اوسکو توشہ آخرت بناتا ہے اور منافق ظاہر کی زینت کرتا ہے اور کافر اوس سے کامیاب ہوتا ہے اور بعضون کا قول ہے کہ دنیا مردار ہے جو کوئی اوس مین سے کچھ لینا چاہیے تو کتون کے ساتھہ رہنے پر صبر و تحمل کرے اور دنیا کی برائی مین حافظ شیراز فرماتے ہین ؎

مجو درستی عہد از زمان سست نہاد	کہ این عجوزہ عروس ہزار داماد است
فریب عشوۂ حسن از جہان پیر مخور	کہ ہر کہ کرد با و اختلاط ناشاد ست

اور حضرت ابو درداء رض فرماتے ہین کہ یہ بھی خدا کے نزدیک دنیا کی ذلت مین سے ہے کہ خدا کی نافرمانی دنیا ہی کے باب مین ہوتی ہے اور اوسکے پاس کی مدارج بے دنیا چھوڑے نہین ملتے ؎

جو خوب غور سے دنیا کو دیکھے کوئی لبیب	لباس دوست مین دشمن نظر پڑے اوسکو

اور اسی باب مین یہ اشعار ہین **نظم**

دنیا اک زال بیسوا ہے	بے مہر و حیا و بے وفا ہے
دستور ہے اوسکا سب نرالا	اللہ نہ ڈالے اوس سے پالا
رہتی نہین ایک جا یہ جم کر	پھرتی ہے بر نگ نرد گھر گھر

	خوشحال وہی نہ ہے جو ہے آزاد		جو اوسمین پھنسا ہوا وہ برباد	

اور حضرت ابو امامہ باہلی رضہ فرماتے ہین کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے شیطان
کا لشکر اوسکے پاس آیا کہ ایک نبی مبعوث ہوئے اور اونکی امت ظاہر ہوئی اوسنے پوچھا کہ اونکی
امت کو محبت دنیا بھی ہے لشکر نے کہا کہ ہان محبت دنیا ہے اوسنے جواب دیا کہ اگر محبت دنیا اونمین
ہے تو بت پرستی نکرنے سے کیا ہوتا ہے ابھی تین وجہ سے میری آمد و رفت اونکے پاس صبح و شام
رہیگی اول مال کا ناحق لینا دوم اوسکو بے موقع صرف کرنا سوم صرف کرنیکی جگہہ سے روک لینا اور تین
ایسی بات ہے کہ ساری برائی اسی کے پیچھے ہے اور ایک شخص نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا
آپ کچھہ وصف دنیا کا ارشاد فرمایئے آپ نے فرمایا کہ ایسے مکان کی کیا تعریف کرون کہ جو اوسمین
تندرست ہی بیماری سے نڈر نہین اور جو بیمار ہو وہ نادم ہوا اور جو مفلس ہو جاوے تو غم کرے اور
تونگر ہو تو بلا مین پھنسے مال حلال ہو تو حساب دینا پڑے اور حرام ہو تو عذاب مین مبتلا ہوا اور پھر
دوبارہ کسی نے آپ سے دنیا کا حال پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ کہو تو مختصر کہون اور کہو طویل بیان کرون
سائل نے کہا کہ مختصر فرمایئے آپنے فرمایا کہ اوسکے حلال کا حساب دینا ہوگا اور حرام کا عذاب سہنا
ہوگا اور حضرت مالک بن دینار رح فرماتے ہین کہ اس جادوگرنی یعنے دنیا سے بچے رہو یہ علما
کے دلون پر جادو کر دیتی ہے اور حضرت ابو سلیمان دارانی رح کا قول ہے کہ جب آدمی کے دلمین
آخرت ہوتی ہے تو دنیا اوسکا مقابلہ کرتی ہے لیکن اگر دنیا دلمین ہوتی ہے تو آخرت مقابل
نہین ہوتی اسلیے کہ آخرت شریف ہی اور دنیا کمینی کمینی کا مقابلہ شریف سے نہین ہو سکتا
اس قول مین بڑی شدت ہی ہمکو توقع ہے کہ اس باب مین قول سیار بن حکم کا صحیح ہو وہ فرماتے
ہین کہ دنیا و آخرت دونون دلمین اکٹھی ہوتی ہین جو غالب ہو جاتی ہے دوسری اوسکی تابع
رہتی ہے اور حضرت مالک بن دینار رح فرماتے ہین کہ جتنا دنیا کے لیے تردد کرو وتنا ہی آخرت
کا فکر دلسے جاتا رہتا ہے اور جتنا آخرت کا تردد کرو وتنا ہی دنیا کا فکر دل سے نکلتا ہے اور یہ
قول حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قول سے نکالا ہے کہ آپ فرماتے ہین کہ دنیا اور آخرت دو سوتین
ہین جتنا ایک راضی ہوگی اوسیقدر دوسری ناخوش ہوگی اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ ہمکو
ایسے لوگ ملے ہین جنکے نزدیک دنیا خاک پا سے بھی زیادہ ذلیل تھی اونکو اوسکی کچھہ پروا نتھی
کہ دنیا کدھر سے آئی اور کدھر کو چلی گئی اور کسکے پاس رہی اور کسکے پاس سے جاتی رہی اور ایک
شخص نے اونسے پوچھا کہ آپ اوس شخص کے باب مین کیا فرماتے ہین جسکو خدا نے مال دیا ہو

اور وہ اوسکو خیرات اور صلہ رحم اور اہل وعیال کی خبرگیری مین اچھی طرح صرف کرتا ہو اوسکو جائز ہے کہ خود بھی تنعم کرے یا نہین آپ نے فرمایا کہ نہین اگر ساری دنیا اوسیکی ہو جاوے تب بھی بقدر کفاف ہی اوسمین سے لے اور باقی کو اپنی احتیاج کے دن کے لیے یعنے قیامت کے لیے رکھہ چھوڑے اور حضرت فضیل رح فرماتے ہین کہ اگر بالفرض تمام دنیا میرے قبضہ مین وجہ حلال سے چلی آوے اور اوسکا حساب بھی آخرت مین مجھسے نہ لیا جاوے تب بھی مین اوسکو ناپاک سمجھون جیسے تم لوگ مردار کو سمجھتے ہو کہ کہین کپڑے کو نہ لگجاوے اور روایت ہے حضرت عمر رض جب شام مین پہونچے تو حضرت ابوعبیدہ رض بن جراح اونکے استقبال کو ایک اونٹنی پر تشریف لائے جسکی مہار رسی کی تہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ اونکے مکان پر تشریف لے گیے تو بجز ڈہال و تلوار اور اونٹنی کے زین کے اور کچہہ نہ دیکہا فرمایا کہ گہر کا سامان بنالو تو کیسا اونہون نے عرض کیا کہ یا امیر المومنین رض سامان بہی بجز خواب کے اور کیا حاصل ہوگا **ف** مترجم کہتا ہے کہ یہ قصہ اوسوقت کا ہے کہ حضرت عبیدہ رض شام کے لشکر کے سپہ سالار تہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ حسب استدعا رکفار صلح کے واسطے تشریف لے گئے تہے بعض روایتون مین ہے کہ حضرت رض کی دعوت سب رؤسا ے لشکر نے کی تہی مگر حضرت ابوعبیدہ رض نے نہین کی تہی آپ نے اونکو فرمایا کہ مین تمہارا مکان دیکہا چاہتا ہون اونہون نے عرض کیا کہ آپ میرے یہان تشریف لیجا کر رو دینگے آپ نے فرمایا کہ کچہہ مضائقہ نہین چنانچہ جب تشریف لے گئے تو وہی سیف و سپر دیکہا اور بیٹہنے کے لیے ایک چٹائی تہی اور ایک کوزہ پانی کا رکہا تہا آپکو یہ زہد اونکا دیکہتے ہی رونا آگیا اونہون نے عرض کیا کہ مین تو پہلے ہی کہہ چکا تہا کہ آپ میرے یہان گریہ فرماوینگے آپ نے فرمایا کہ مین تمہاری اس اوقات سے بہت خوش ہون تمنے طریقہ ہمارے دو یارون اور محبوبون کا نباہا غرضکہ دنیا کو کچہہ انہین لوگون نے پہچانا تہا اور احکام الٰہی کو دل سے سچا جانا اتباع رسول مقبول پر شیفتہ تہے اور محبت آخرت پر فریفتہ اور حضرت سفیان ثوری رح فرماتے ہین کہ دنیا کو بدن کی آسایش ضروری کے لیے لینا چاہیے اور آخرت کو دلکی راحت دائمی کیواسطے لینا چاہیے اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ بنی اسرائیل نے جو بعد خداپرستی بت پرستی اختیار کی صرف محبت دنیا کے باعث کی اور وہب رح فرماتے ہین کہ مینے بعض کتابون مین پڑہا ہے کہ دنیا ہوشیارون کے لیے غنیمت ہی اور جاہلون کے لیے غفلت یعنی دانا آدمی اوسمین اعمال نیک کرنے کو لوٹ اور مفت سمجھتے ہین اور نادان اوسکو پہچانتے نہین جب اوس سے انتقال کرتے ہین تو پہر نیکی تمنا کرتے ہین پہر لوٹنا کہان میسر ہوتا ہے اور حضرت لقمان رح نے اپنے بیٹے کو فرمایا

جب سے تو دنیا مین پیدا ہوا وہ ہٹتی چلی جاتی ہے اور آخرت منہ کے سامنے آتی جاتی ہے پس اپنے
آپ کو ایسی ہی جگہہ پہونچایا چاہیے جو نزدیک اور سامنے ہے دور کی جگہہ سے کیا فائدہ اور سعید بن
مسعود رح کا قول ہے کہ جب یہ معلوم ہو کہ کسی شخص کی دنیا بڑہتی جاتی ہے اور دین کم ہوتا جاتا ہے
اور وہ اس سے خوش ہے تو جان لو کہ وہ شخص بڑے ٹوٹے مین ہے کہ اوسکو دنیا نے مسخرہ بنا لیا ہی حالانکہ
اوسکو خبر بہی نہین اور حضرت عمرو بن العاص رض نے منبر پہ یہ ارشاد فرمایا کہ جس چیز مین آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم زہد کیا کرتے تھے اوسمین مین تمکو زیادہ راغب پاتا ہون بخدا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
پر تین دن ایسے کبہی نہین گذرے کہ آپ کی آمدنی قرض سے زیادہ ہو اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ
نے ایکبار یہ آیت پڑہی فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اور پہر فرمایا کہ جانتے ہو یہ کسکا قول ہے یہ اوسکا
قول ہے جسنے دنیا کو پیدا کیا اور اوسکا حال بہی وہی خوب جانتا ہے تمکو چاہیے کہ دنیا کے شغلون
سے کنارہ کرو اسمین بہت سی کاروبار رہتے ہین ایک کام جب آدمی کو درپیش ہوتا ہے تو دس
اور درپیش ہو جاتے ہین اور یہ بہی اونہین کا قول ہے کہ آدم زاد بڑا مسکین ہے ایسے مقام پر خوش ہے
کہ جسکے مال حلال مین حساب ہوا اور حرام مین عذاب اپنے مال کو کتنا ہی ہو کم جانتا ہے مگر اعمال کو
تہوڑا نہین سمجہتا دین مین اگر کوئی مصیبت پڑے تو خوش ہوتا ہے اور دنیا کی مصیبت پر واویلا مچاتا ہے
اور ایکبار انہون نے حضرت عمر بن عبد العزیز رح کو خط لکہا کہ بعد سلام معلوم ہو کہ اپنے آپ کو ایسا
سمجہو کہ موت نے مردونمین لکہہ دیا ہے اوسکا جواب اونہون نے لکہا کہ بعد سلام کے معلوم ہو کہ یون
سمجہو کہ دنیا مین کبہی تہے ہی نہین ہمیشہ آخرت ہی مین رہے اور حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ
کا قول ہے کہ دنیا مین آنا تو آسان ہی مگر نکلنا سخت مشکل ہے اور بعض اکابر کا قول ہے کہ جسکو معلوم
ہو کہ موت حق ہے بڑا تعجب ہے کہ وہ کسطرح خوش ہوتا ہے اور یہ بہی عجیب بات ہی کہ جسکو یقین ہو کہ دوزخ
حق ہے وہ کسطرح ہنستا ہے اور جو دنیا کے حالات بدلتی دیکہتا ہے وہ کیسے اوسپر اعتماد کرتا ہے اور جو
تقدیر کو برحق جانتا ہے وہ کسطرح رنج کرتا ہے اور حضرت معاویہ رض کے پاس ایک شخص نجران سے
آیا جسکی عمر دوسو برس کی تہی آپ نے اوس سے دنیا کی کیفیت پوچہی اوسنے عرض کیا کہ کچہہ برس مصیبت
مین کٹے اور کچہہ آرام مین دن رات یون ہی گذرتی جاتی ہین پیدا ہونے والے پیدا ہوتے جاتے ہین
مرنے والے مرتے جاتے ہین اگر نہ بچے پیدا ہون تو مخلوق تباہ ہو جاوے اور اگر موت نہ آوے تو دنیا
مین گنجایش آبادی کی نرہے آپ نے فرمایا کہ جو تیرا دل چاہے مانگ اوسنے عرض کیا کہ میری عمر گذشتہ
آپ دے سکتے ہین یا موت جو آنے والی ہے اوسکو روک سکتے ہین آپ نے فرمایا کہ یہ تو دونون باتین

نہین ہوسکتین اوسنے عرض کیا کہ تو پہر مجکو آپ سے کچہہ حاجت بہی نہین اور داؤد طائی رح فرماتے ہین
کہ اے انسان تو اپنی آرزو کے پورا ہونے سے خوش ہوتا ہے یہ نہین جانتا کہ عمر ضائع کرکے یہ آرزو ملی
عمل کے کرنے مین آج کل کرتا ہے شاید اوسکا نفع کسی اور کو ہوگا اور حضرت بشر رح فرماتے ہین کہ جو شخص
اللہ تعالی سے دنیا کی طلب کرتا ہے تو یہ چاہتا ہے کہ خدا کے سامنے زیادہ ٹھہرا ہون یعنی قیامت کو
اوتنا ہی حساب مین دیر لگیگی اور ابو حازم رح فرماتے ہین کہ دنیا مین خوشی کی کوئی ایسی چیز نہین
جسکے ساتھہ رنج نہو اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ آدمی کا دم دنیا سے تین حسرتون کے ساتھہ نکلتا ہے
اول یہ کہ جو جمع کیا تہا اوس سے سیر نہوا دوسرے جو تمنا تہی وہ پوری نہوئی تیسرے توشہ آخرت
اچھی طرح نہ کرلیا اور بعض عابد ولنے کسی نے کہا کہ تم تونگر ہوگئے اوسنے جواب دیا کہ تونگر وہ ہے
جو دنیا کی غلامی سے آزاد ہوجاوے اور حضرت ابو سلیمان رح کا قول ہے کہ دنیا کی خواہش سے وہی
صبر کرتا ہے جسکے دلمین شغل آخرت ہو اور مالک بن دینار رح فرماتے ہین کہ ہم سب مین دنیا کی محبت
آگئی کہ نہ ایک دوسرے کو امر معروف کرتے ہین نہ نہی منکر اور اس امر سے ہمکو خدا تعالی درگذر نہین
کریگا معلوم نہین کہ کونسا عذاب ہم پر نازل ہوگا اور ابو حازم رح فرماتے ہین کہ تہوڑی سی دنیا
بہت سی آخرت سے باز رکہتی ہے اور حضرت حسن رح کا قول ہے کہ دنیا کو ذلیل سمجہو جو کوئی اوسکو ذلیل
جانتا ہے اوسی پر یہ سب سے زیادہ گوارا ہوتی ہے اور جب اللہ کسی بندہ پر احسان کیا چاہتا ہے تو اوسکو
کچہہ دنیا عنایت کردیتا ہے جب وہ ہوچکتی ہے پہر دیدیتا ہے اور جب اوسکے نزدیک کوئی بندہ
ذلیل ہوتا ہے تو اوسپر دنیا کا بہت سا پہیلاوا کردیتا ہے اور بعض اکابر یون دعا مانگتے اے وہ
شخص کہ آسمانون کو زمین پر گرنے سے روکے ہوئے ہے مجسے دنیا کو روکدے اور محمد بن منکدر رحمۃ اللہ
کا قول ہے کہ بعضے لوگ ایسے ہونگے کہ تمام عمر روزہ رکہا ہوگا اور تہجد پڑہا ہوگا شب بیداری مین
فتور نہ کیا ہوگا مال خیرات کیا ہوگا اللہ کی راہ مین جہاد کیا ہوگا منہیات سے بچے ہونگے مگر قیامت
کو جب سامنے ہونگے تو یہ کہا جاویگا کہ انہون نے اپنے نزدیک اوس چیز کو بڑا سمجہا جسکو خدا نے
چہوٹا کیا تہا اور جسکو خدا نے بڑا کیا تہا اوسکو حقیر جانا دیکہا چاہیے ایسون کا کیا حال ہوگا ہم مین سے
کون ایسا ہے جسکا یہ حال نہو اور اوسپر طرہ یہ ہے کہ گناہونکا بار سر پر ہے اور ابو حازم رح کا
قول ہے کہ دنیا و آخرت دونون کی مشقت زیادہ ہے آخرت کی تو اس لیے ہے کہ کوئی یار و
مددگار نہین کہ وہان کام آوے اور دنیا کی اسوجہ سے کہ جس چیز مین ہاتہہ ڈالو اوسکو تم سے پہلے
کسی نہ کسی بدکار نے کرلیا ہے اور حضرت ابو ہریرہ رض فرماتے ہین کہ دنیا اوپر مین ٹھہری ہوئی ہے

جیسے پرانی مشک ٹپکتی ہو جسبغتسے اوسکو خدا نے پیدا کیا او رجب تلک فنا کرے گا یہی پکارتی ہے کہ الٰہی تو مجکو کیون برا جانتا ہے ارشاد ہوتا ہے کہ او ناچیز چپ رہ اور حضرت عبداللہ بن مبارک فرماتے ہین کہ محبت دنیا اور گناہونکی دل کو پراگندہ کردیتی ہے اوسمین خیر کسطرح پہونچے اور وہب بن منبہ رح کا قول ہے کہ جس شخص کا دل دنیا کی کسی چیز سے خوش ہوتا ہے وہ حکمت سے جاتا ہے اور جو شخص اپنی شہوت اپنے پاؤن تلے کرلیتا ہے شیطان اوسکے سایہ سے بہاگتا ہے اور جس کسی کا علم ہوا و نفسانی پر غالب ہوتا ہے وہ بڑا زبردست ہے اور حضرت بشر سے کسی نے کہا کہ فلان شخص مرگیا اونہون نے فرمایا کہ دنیا کو جمع کیا اور آخرت مین پہونچکر اپنی جان کہوئی لوگون نے کہا کہ وہ تو بہت سی نیکیان کیا کرتا تہا آپ نے فرمایا کہ دنیا کے جمع کرنیکے ساتہہ ان چیزونسے کیا فائدہ ہے اور بعض اکابر کا قول ہے کہ باوجودیکہ دنیا کو ہم دشمن سمجھتے ہین پہر بہی اوسکی محبت کرتے ہین اگر کہین دوست سمجھتے تو کیا جانے کیا حال ہوتا اور ایک حکیم سے کسی نے پوچھا کہ دنیا کسکو ملتی ہے اوسنے جواب دیا کہ جو اوسکو چہوڑ دے پہر پوچھا کہ آخرت کسکی ہے اوسنے جواب دیا کہ جو اوسکو طلب کرے اور ایک حکیم کا قول ہے کہ دنیا اجڑا ہوا مکان ہے اور اوس سے زیادہ تر وہ دل اُجاڑ ہے جو دنیا کا پہیلاؤ چاہے اور بہشت ایک آباد مکان ہے اور اوس سے زیادہ آباد وہ دل ہے جسمین جنت کی طلب ہو اور حضرت جنید بغدادی رح روایت کرتے ہین کہ امام شافعی رح نیکے مرید تہے دین کے باب مین حق کہتے ایکبار اپنے برادر دینی کو نصیحت کی طور پر خدا سے ڈرا کر یون فرمایا اے برادر دنیا جاے لغزش قدم ہے اور محل ذلت وندم اسکی آبادی کا مآل خراب ہوتا ہے اور رہنے والونکا انجام قبرونمین بیتاب ہونا جتنی جمعیت ہے اوسکو علیحدگی لازم ہے اور ہر تونگری کے ساتہہ فقیری قائم اسکی کثرت موجب تنگدستی ہے اور تنگدستی باعث فراخ دستی پس ہمہ تن متوجہ الی اللہ ہو اور اوسکی روزی پر قانع اس دار فنا کو دار بقا پر ترجیح مت دے زندگی ڈہلتا ہوا سایہ ہے یا جہکی دیوار اعمال کی کثرت کر اور امل کو کمتر اور حضرت ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ نے ایک شخص سے پوچھا کہ تمہین خواب مین چاندی کا سکہ ملے وہ اچہا ہے یا جاگتے مین سونے کا سکہ اوسنے جواب دیا کہ جاگتے مین سونے کا سکہ بہتر ہے آپ نے فرمایا یہ بات تمنے جہوٹ کہی اس لیے کہ جس چیز کو تم دنیا مین بہتر سمجھتے ہو وہ گویا خواب کی چیز کو بہتر جانتے ہو اور آخرت کی چیز کو جو اچہا نہین جانتے وہ گویا جاگنے کیوقت کی چیز کو اچہا نہین سمجھتے اور اسمعیل بن عیاش رح کا قول ہے کہ ہمارے ساتہی سب دنیا کو سوری کہا کرتے تہے کہ اے سوری ہم سے الگ رہ اور اگر کوئی نام

اس سے بھی بڑا اونکو ملتا تو اوسی نام سے پکارتے اور حضرت کعب رض کا قول ہے کہ دنیا تمکو یہانتک محبوب ہوگی کہ تم اوسکی اور اوسکے لوگونکی پرستش کرنے لگوگے اور حضرت یحیٰی بن معاذ رح فرماتے ہین کہ عاقل تین شخص ہین اول وہ کہ دنیا کو ترک کرے پہلے اس سے کہ دنیا اوسے ترک کرے دوسرے وہ کہ قبر اپنی پہلے قبر مین جانے سے بنالے تیسرے وہ کہ خالق کو پہلے حاضر ہونے سے راضی کرلے اور نیز فرمایا کہ دنیا مین اسقدر نحوست ہے کہ اگر اوسکی تمنا ہی کرو تو خدا تعالی کی طاعت سے باز رکہے اور بالکل اوسمین مصروف ہونا تو اس سے بڑہکر ہے اور بکر بن عبد اللہ رح کا قول ہے کہ جو کوئی دنیا کو اس غرض سے چاہے کہ مجھے دنیا کی حاجت نرہے تو اوسکی مثال ایسی ہے کہ آگ کو گہاس سے بجہانا چاہیے اور بندار رح کہتے ہین کہ جب دنیا دار زہد کے باب مین گفتگو کرین تو جان لو کہ شیطان نے اونکو مسخرہ بنا رکہا ہے اور یہ بھی انہین کا قول ہے کہ جو شخص دنیا پر حرص کریگا حرص کی آگ اوسکو جلا کر راکھہ کر دیگی اور جو کوئی آخرت کا متوجہ ہوگا تو آخرت کی حرارتسے پگہل کر ڈہلے ہوئے سونے کی طرح کام کا ہو جاویگا اور جو شخص اللہ تعالی کیطرف متوجہ ہوگا تو انوار توحید سے دُر بے بہا بنجاویگا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ ارشاد فرماتے ہین کہ دنیا مین چھہ چیزین ہوتی ہین کہانا پینا پہنا سواری نکاح خوشبو سب کہانون مین عمدہ شہد ہے وہ مکہی کا لعاب ہی اور پینے کی چیزونمین اچھا پانی ہی جسمین نیک و بد سب مساوی ہین اور پوشاک کی چیزونمین اشرف حریر ہے جو کیڑونکے ریشم سے بنتا ہے اور سواریون مین اشرف گہوڑا ہے جسپر لڑائی مین مارے جاتے ہین اور منکوحات مین سے اشرف عورت کی صحبت ہی جو پیشاب گاہ کا پیشاب گاہ مین جانا ہے عورت اپنی بدن سے اچھے اعضا کو بناتی سنوارتی ہے مگر اوسمین سے سب سے بُری چیز کی طلب ہوتی ہے اور سونگہنے کی چیزون مین عمدہ مشک ہے جو حیوان کے خون سے بنتا ہے غرضکہ سب چیزین ایسی ہی واہیات ہین

دوسرا بیان اون نصیحتونکا اور وعظونکا جنمین دنیا کی مذمت اور صفت مذکور ہی

بعض اکابر کا قول ہے کہ لوگو آہستہ عمل کرو اور اللہ سے ڈرو زندگی پر مت بہولو اور موت سے بے خبر ہو دنیا کے طالب نہو اور نہ اوسکے راغب کیونکہ وہ بڑی مکار ہے اور دغا شعار اول اپنے مغالطونکو چکناتی ہے پہر آرزون مین پہساتی ہے طالبین کیواسطے اوسکی زینت ایسی ہے جیسے جلوہ کیوقت دلہن کیصورت سب کی نگاہ اوسی پر پڑتی ہے تمام دل اوسکے شیفتہ ہین اور جانین اوسکی فریفتہ بہت سی عاشقونکو اوسنے خاک مین ملایا اور جسنے اوسپر اطمینان کیا اوسکو ذائقہ رسوائی چکہایا بہائیو اوسکو چشم حقیقت سے دیکہو کہ اوسمین کتنی آفتین ہین اس سی زیادہ اور کیا خرابی ہے کہ خود

خالق نے اوسکی مذمت کی ہے اوسمین جو نیا ہے وہ پرانا ہوگا اور جو موجود ہے وہ فنا عزیز ذلیل ہوگا اور کثیر قلیل ہر زندہ کو موت آویگی اور سب فوت ہوجاوے گی بہائیو خواب غفلت سے جاگو اور بیہوشی سے دور رہا گویا بیشتر اس سے کہ لوگ تمکو کہین کہ فلان شخص بیمار ہے اور مرض سخت مین گرفتار کوئی کچھہ دوا بتادو یا حکیم کو بلادو پہر طبیب تمہاری لیے آوین مگر تم مین توقع شفا کی نپاوین پہر یہ مشہور ہو کہ فلان شخص نے وصیت کی اور اپنے مال کو یون تقسیم کیا اور جسکے پاس سے اپنا لیا تہا اوس سے لیا پہر یہ کہین کہ لو صاحب اونکی زبان بند ہوگئی نہ بہائیوں سے بولین نہ ہمسایون کو پہچانین اور ذرا لب کہولین اور اوسوقت تمہاری پیشانی عرق سے تر ہوا اور سینہ پیاپی آہ سے مضطر اور نگاہ موت کا کرسی صدق پر جلوہ گر معلوم ہوا اور اپنا سفر تمکو بنظر یقین معلوم پلکین سفید ہونے سے اور زبان لفظ صحیح بولنے سے عاری ہون اور بہائی برادر سب مبتلا گریہ وزاری کوئی کہے کہ یہ تیرا فلان برادر ہے یہ تیرا بیٹا لخت جگر ہے مگر تم کچھہ جواب ندو زبان پر مہر خاموشی ہو پہر تم پر قضا نازل ہو اور اعضا مین سے روح نکلکر عالم بالا مین داخل اوسوقت تمام برادری جمع ہو اور کفن سیا جاوے اور غسل دیکر تمکو پہنایا جاوے عیادت کنندہ گہر بیٹھہ رہین اور حاسد خوب شاد کہین تمہارے گہر والونکی مد نظر تمہارا مال ہو اور تم پر جواب دہی اعمال **ف** اس مضمون کو شیخ سعدی شیرازی نے ایک طویل قطعہ مین بیان کیا ہی جسمین سے مترجم چند شعر ہدیہ ارباب نظر کرتا ہے

قطعہ

فریاد ازان زمان کہ تن ناتوان ما — بر بستر ہوان فتد و ناتوان شود
اصحاب را چو واقعہ ما خبر کنند — ہر دم کسی برسم عیادت روان شود
وانکس کہ مشفق ست و دلش مہربان ماست — در جستن دوا پی این وآن شود
وانکہ کہ چشم بر رخ ما افگند طبیب — در حال ما چو فکر کند بد گمان شود
یاران و دوستان ہمہ در فکر عاقبت — کاحوال بر چگونہ وحال از چہ شان شود
تا آن زمان کہ چہرہ بگردد ز حال خویش — وان رنگ ارغوانی ما زعفران شود
گویند این برادر تو دین عزیز تست — مارا بحال خود نہ سر حال شان شود
در ورطہ ہلاک فتد کشتی وجود ما — تیر از عمل بماند و بی بادبان شود
آمد شد ملائکہ در وقت قبض روح — چون سنگ بر ہم دیدہ ما خونفشان شود
فی الجملہ روح وجسم زہم منفترق شوند — مرغ از قفس بر آید و در آشیان شود

آوازہ در سرای بیفتد کہ خواجہ مرد
تابوت و منبر و کفن آرند و مردہ شو
از نعش تا بہ لب گور و بر کہ ہست
ہر کس رود بمصلحت خویش و جسم ما
میراث گیر کم خورد و آید بجستجو
تا مے زما بماند و اجزاء ما تمام
یارب مدد ببخش کہ ما را دران زمان
ایمان ما ز غارت شیطان نگاہدار
حرم دلے کہ در حرم آباد امن و عیش

وز بم و زیر چنانہ پر آہ و فغان شود
اورا دو ذکر آن ز کران تا کران شود
بعد از نماز باز سر خانمان شود
محبوس و مستمند دران خاکدان شود
پس گفتگوے بر سر باغ و دکان شود
در زیر خاک با غم و حسرت نہان شود
قول زبان موافق صدق جنان شود
تا از عذاب و خشم تو جان در امان شود
حق را بخوان لطف و کرم میہمان شود

اور بعض اکابر نے کسی بادشاہ سے فرمایا کہ دنیا کی مذمت اور دشمنی لوگون مین سب سے زیادہ اوسکو زیبا ہے جسکو وہ کثرت سے ملی ہو اور اوسکی کوئی حاجت پوری ہونے سے نہ رہی ہو کیونکہ ایسی شخص کو یہ توقع ہوتی ہے کہ کسی آفت سے میرا مال رائگان ہوجاوے گا یا میری جمعیت پریشان خواہ سلطنت کو زوال ہوگا یا جسم حوادث و امراض کا پامال یا ایسی چیز کے جانے کا رنج اٹھانا پڑے گا جسکو دوستون سے بھی چھپا چھپا رکھتا تھا غرضکہ دنیا کے ہونے سے اوسکو اتنی آفات درپیش ہوتے ہین اسلیے اوسکو زیبا ہے کہ دنیا کو برا جانے یہ وہ بلا ہے کہ جو کچھ اوسکو دے لیتی ہے مگر پھر ہٹا کر نہین دیتی اسکے حالات بدلتے رہتے ہین ابھی تو ایک آدمی کو ہنساتی ہے اسی اثنا مین دوسرونکو اوسپر ہنسی آتی اگر کوئی کسی پر روتا ہے تو تھوڑی دیر مین کوئی اور رونے والے پر نالان ہوتا ہے اگر کسی کو دینے پر آتی ہے تو بعد چندے واپس لینے کیواسطے ہاتھ پھیلاتی ہے آج اگر کسیکے سر پر تاج و افسر ہے تو کل کو سر تلے خاک اور پتھر کوئی جاوے اور کوئی رہے اوسکے نزدیک برابر ہے اگر جانے والے کا کوئی عوض رہے تو واہ وا اور اگر نہے تو واہ واہ

شعر

دنیا زنے ست عشوہ دہ و دلستان ولیک
با کس بسر نمی برد او عہد شوہری
البتہ نی کہ این ہمہ فرزند زاد و کشت
دیگر کہ چشم دارد ازین مہر مادری

اور حضرت حسن بصری رح نے حضرت عمر بن عبد العزیز رح کو خط لکھا کہ بعد حمد و صلوۃ کے واضح ہو کہ دنیا جاے سفر ہے نہ اقامت کا گھر حضرت آدم علیہ السلام جو جنت سے اوسمین اوتارے گئے تو صرف

عقوبت و سزا کے لیے اتارے گئے ہین اے امیر المومنین اس سے ڈرتے رہو اوسکو ترک کرو دنیا ہی زاد آخرت ہے اور اسمین محتاج رہنا غنا و ثروت ہر وقت ایک نہ ایک کو فنا کرتی رہتی ہے جو اوسکو عزیز جانتا ہے اوسکو ذلیل کرتی ہے اور جو اوسکو جمع کرتا ہے اوسکو فقیر کرتی ہے اسکا حال زہر کا سا ہے کہ جو نہین جانتا وہ کہاتا ہے اور ہلاک ہو جاتا ہے اسمین ایسی طرح رہنا چاہیے جیسے کوئی اپنے زخم کا علاج کرے کہ تہوڑے دنون پرہیز کیا کرتا ہے اس خوف سے کہ کہین مدت تک تکلیف نہ اٹھانی پڑے اور چندروز دوا کی تلخی پر صبر کرتا ہے کہ کہین درد مدت تک نرہے پس اس دار ناپائدار فریبی مکار جفا شعار سے بچتے رہو اسکی ظاہر کی زینت صرف دہوکا ہے اور لوگون کے پہسانے کو بڑا مغالطہ ہو اوسکی آرزوئین مبتلا ہوا اوسکو بے تباہ کیے نہین چہوڑتی اور سب کو توقع دلاتی رہتی ہے اسکی صورت دلہن کی سی ہے کہ آنکہون کی تاک اور دلون کا اشتیاق اور نفسون کا عشق اسی پر ہے

الاسنے سب اپنی شوہرونکو مار ڈالا ہے

عروس دہر نکو روی دختر یست ولے — وفا نمی کند این سست مہر با داماد

مگر افسوس کہ پس ماندون کو گذشتون سے عبرت نہین ہوتی اور جو لوگ خدای عز و جل کو پہچانتے ہین باوجودیکہ اوسنے اسکا حال فرما دیا ہے اونکو کچہہ نصیحت اثر نہین کرتی بہت سی اسکے عاشق ایسے ہین کہ جہان اونکی حاجت پوری ہوئی اور دنیا حسب دلخواہ ملی جبہی مغرور و سرکش ہو کر معاد کو بہول جاتے ہین اور اپنی عقل کو اتنا اسمین لگاتے ہین کہ اونکے قدم جادۂ مستقیم سے لغزش کہا جاتے ہین پہر جانکنی کیوقت بڑی ندامت اور نہایت حسرت سکرات موت کے ساتہہ اٹہاتے ہین اور جو شخص اسکی رغبت کرتا ہے اپنا مطلوب نہین پاتا نہ اوسکا نفس مشقت سے آرام پاتا ہے اسی حال مین بے توشہ چلد یتا ہے اے امیر المومنین تم اس سے ڈرتے رہو اور جسوقت کہ تمکو اسمین زیادہ خوشی ہو اوسی کا زیادہ خوف کیجیو اسواسطے کہ دنیا دار اگر کسی خوشی مین اوسپر اطمینان کرتا ہے تو وہ اوسکو رنج مین ڈالتی ہے جو دنیا مین خوش ہوتا ہے وہ اوسکے باشندونکو مغالطہ دیتا ہے اور جو آج اوسمین نفع پاتا ہے کل کو ضرر اٹہاتا ہے اوسمین وسعت عیش بلا ہے اور بقا کا مآل فنا ہے ہر خوشی غم آگین ہے اور ہر ایک راحت زحمت سے قرین جو اوسمین سے گذر جاتا ہے پہر واپس نہین آتا اور آیندہ چیز کا حال معلوم نہین کہ اوسکا انتظار ہو اوسکی سب آرزوئین دروغ ہین اور تمام امیدین بے فروغ صفائی ہمہ تن کدورت ہے اور زندگی بہمہ وجوہ حسرت آدمی اگر غور و تامل کرے تو معلوم ہو کہ اوسکی نعمتونکے جدا ہونے کا خوف جدا ہے اور مصیبت کا خوف جدا اگر بالفرض خدا تعالی نے دنیا کی خبر

نہ ارشاد فرمائی ہوتی اور نہ اوسکی مثل بیان کی ہوتی تب بہی دنیا سوتے کو جگا دیتی اور غافل کو
ہوشیار کر دیتی پہر جب کہ خدا تعالی نے اوس سے منع فرمایا ہو تب تو بطریق اولے اوس سے ہوشیاری
ضرور ہے اس فانی کی قدر قادر مطلق کے نزدیک کچہہ نہین اور جب سے اوسکو پیدا کیا اوسکی طرف نگاہ نہین
کی اس بات کو سوچو کہ یہ وہی پلید چیز ہے کہ تمہاری نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر مع خزائن و کلید پیش کی
گئی تہی اگر آپ اسکو قبول فرما لیتے تو خدا تعالے کی نزدیک آپ کے رتبہ مین سے مچہر کے پر کے برابر
بہی کم نہوتا مگر آپ نے قبول نفرمایا اسلیے کہ خدا تعالے کے امر کی مخالفت بڑی معلوم ہوئی اور جس
چیز سے اوسکو بغض ہے اوسکے ساتہہ محبت اچہی نجانی اور جو اوسکے نزدیک بے قدر تہے اوسکو قدر دینا
وا اب اوب سمجہا پس خدا تعالی نے جو دنیا کو نیک بختون سے علیحدہ رکہا ہے صرف امتحان کے لیے ہے
اور اپنے دشمنون کے لیے جو اوسکا پہیلاوا کیا ہے اونکے مغالطہ و دہوکے کے لیے یہی وجہ ہے کہ
جسکو دنیا پر قدرت ہوجاتی ہے اوسکو یہ گمان ہوتا ہے کہ خدا نے میری بڑی عزت کی اس شخص کو وہ
معاملہ یاد نہین جو اللہ تعالی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتہہ کیا تہا کہ بہوک کے مارے اپنے

شکم مبارک پر پتہر باندہا تہا ؎

فقر فخری نہ از گزاف ست ومجاز	بل ہزاران غرہ نہان ست وناز

اور ایک روایت حدیث قدسی کی آپ سے ہے کہ اللہ تعالے نے حضرت موسی علیہ السلام کو ارشاد فرمایا
کہ جب تم تونگری کو آتا دیکہو تو کہیو کہ کسی گناہ کی عقوبت جلد ہوئی ہے اور اگر مفلسی کو آتا دیکہو
تو کہیو کہ خوب ہوا کہ یہ نیکبختون کا شعار آیا اور اگر چاہو تو روح اللہ اور کلمۃ اللہ حضرت عیسی علیہ السلام
کی اقتدا کرو وہ یہ فرمایا کرتے تہے کہ میرا سالن بہوکہ ہے اور شعار خوف اور پوشاک اون جاڑے کی
اور حرارت آفتاب کی دہوپ اور چراغ چاند اور سواری دونون پاؤن اور کہانا اور میوہ نباتات
رات کو سوتا ہون جب کچہہ نہین ہوتا صبح کو اٹہتا ہون تب کچہہ نہین ہوتا اور روی زمین پر
مجہسے زیادہ توانگر اور کوئی نہین حضرت وہب بن منبہ رح فرماتے ہین کہ جب خداوند کریم نے
حضرت موسی اور ہارون علیہما السلام کو فرعون لعین کے پاس بہیجا تو اونکو ارشاد فرمایا کہ تم
اوسکے لباس دنیاوی سے مت ڈرنا اوسکی کل میرے ہاتہہ مین ہے بدون میرے حکم کے نہ بولتا ہے
نہ آنکہین بند کرتا ہے نہ سانس لیتا ہے اور تم اوسکے زرق برق سے کچہہ تعجب مت کرنا یہ صرف
دنیا ہی کی زیب ہے اور دولت مندون کی زینت اگر مین چاہون تو دنیا کی آرایش سے تمکو
بہی ایسا آراستہ کر دون کہ فرعون بہی دیکہے تو جان لے کہ مجہسے اتنی زیبایش ممکن نہین مگر مین

۱ ابن ابی الدنیا بروایت حسن مرسلاً مفصل کیساتہ اور احمد و طبرانی نے مسند بروایت ابی مخیمرہ ۱۲

۲ ابن ابی الدنیا بروایت حسن رض مرسلاً و بخاری بروایت جابر رض ۱۲

تمہارے لیے اسبات کو پسند نہین کرتا اور تم سے یہ سب آرایش علیحدہ رکھون گا مین اپنی دوستونکی
ایسا ہی کرتا ہون دنیا کی نعمتون سے اونکو ایسا علیحدہ رکھتا ہون جیسا کوئی شفیق چرواہا اپنے گلہ
کو مہلک چراگاہ سے بچاتا ہے یا کوئی مشفق ساربان اپنے اونٹون کو خارش والی اونٹون کے
پاس بیٹھلانے سے روکتا ہے اور یہ بات اسوجہ سے نہین ہے کہ وہ لوگ میرے نزدیک ذلیل ہون
بلکہ اس نظر سے ہے کہ میری کرامت و انعام کو صحیح و سالم توفیر کے ساتھ پورا حاصل کرین میرے
دوست جو میرے لیے زینت کرتے ہین انکسار اور خوف اور خضوع اور تقوے سے کرتے ہین
باتین اونکے دلونمین جمی رہتی ہین اور جسمون پر ظاہر ہوتی ہین یہی امور اونکے شعار و دثار ہین
اور یہی اونکی دلونکی متاع پائدار جس نجات پر کہ اونکی فلاح ہے اور جس رجا کی کہ اونکو توقع ہے یہی
باتین ہین اور جس بزرگی پر اونکا ناز ہے اور جس علامت سے کہ اونکی شناخت ہے وہ بہی یہی ہین
جب ایسے لوگ تمکو ملین تو اونکی تعظیم کرنا اور بانکسار دل و زبان پیش آنا اور جان لو کہ جو شخص میرے
کسی دوست کو ڈراتا ہے وہ مجھسے برسر پرخاش آتا ہے قیامت کو مین اوس سے اوسکا عوض لونگا
انتہی اور ایک روز حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اثناء خطبہ مین ارشاد فرمایا کہ ای لوگو جان لو
کہ تمکو مرنا ہے اور بعد موت کی اٹھنا اور اپنے اعمال پر وقوف پا کر اونکی جزا کو پہنچنا پس زندگی
دنیا پر مت پہولو اور ان باتون کو مت بہولو دنیا مصیبت کا گہر ہے فنا ہونا اسکا معروف ہے اور
دہوکا دینے مین موصوف اسکی ہر ایک چیز کا انجام زوال ہے اور اسکا کسیکے پاس ہمیشہ رہنا محال
نہ اسکے حالات تبدیل سے مامون ہین نہ اسکے باشندے آفات سے مصون جب آدمی کو اوسمین
راحت و سرور بہونچتی ہے یکایک مصیبت آدباتی ہے اسکے احوال مختلف با ہمدگر ہین اور مراتب
متغیر نہ اسکے عیش کو قیام ہے نہ راحت کو دوام باشندے دنیا کے ہدف ہین کہ جنکو اپنی تیرونکا
نشانہ بناتی ہے اور موت سے سب کی خاک اڑاتی ہے موت ہر ایک کے سر پر قائم ہے اور اوسکا چکھنا
سب کو لازم اے اللہ کے بندو آج دنیا مین تمہارا ایسا حال ہے جیسا تم سے پہلے لوگون کا تہا جو تمسے
عمر مین زیادہ اور قوت مین قوی اور آبادی مین اکثر اور مکانات مین اعلی تہے مگر دنیا کے طول انقلاب
سے اب اونکی آواز نہین نکلتی اونکے جسم سڑ گئے اور شہر لٹ گئے اور مکانات گر گئے یا وہ مکانات عالیشان
اور گاو تکیے اور عمدہ فرش تہے یا اب پتہر اور اینٹین اور خاک گور اور گوشہ لحد ہے جگہہ اون قبرونکی
ایک دوسرے کے قریب ہی اور اونکے رہنے والے اجنبی اور غریب ہین موحش عمارت والون
اور متشاغل اہل محلہ مین جا پڑے ہین کہ نہ اونکو آبادی سے موانست ہے نہ بہائی بندون اور ہمسایون

کیطرح اسمین ملاوٹ و غیبت ہر چند مکان قریب ہین مگر میل کی صورت نہین اسلیے کہ اونکو کنگلی نے پیس ڈالا اور پتھر و مٹی نے اونکا کچومر نکالا زندگی کی بعد اسیر پنجہ موت ہوئے اور اجسام نازنین راحت و آسودگی کے پیچھے ٹکڑے ٹکڑے ہوئے خاک مین اپنے یار و نمین جا ملے اور ایسے ملے کہ پہر کبھی نہ پہرے پہرنے کا کیا ذکر ہے جس صورت مین کہ خدا تعالی خود فرماتا ہے کَلَّا اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا وَمِنْ وَّرَائِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ اب تم بہی قطعًا جان لو کہ جیسے اونکا حال ہوا وہی تمہارا ہوگا وہی تنہائی ہوگی اور وہی خاک مین گلنا اوسی خواب گاہ مین سونا اور اوسی ٹھکانے رہنا علاوہ ازین تمکو حب کیسی بنے گی جب یہ باتین تمہارے پیش نظر ہونگی اور قبرون مین سے نکالے جاوگے جی کی باتین تحقیق کیجاوینگی بادشاہ علی الاطلاق کے سامنے روبکاری ہوگی گذشتہ گناہونکے خوف سے کلیجے پھٹے جاتے ہونگے اور دل تہراتے پردے تمہارے فاش ہونگے اور عیوب و چھپی باتون کو سامنے کیا جاویگا اور ع ہر عمل اجرے و ہر کردہ جزای دارد کا مضمون درپیش ہوگا چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَاۗءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى اور دوسری جگہہ فرماتا ہے وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰىهَا وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا خداوند کریم سے التجا ہے کہ ہمکو اور تمکو تابع اپنی کتاب کا اور پیرو اپنے احباب کا رکہے یہانتک کہ ہم سب کو اپنے فضل سے رہنے کی جگہ یعنی آخرت مین پہونچاوے وہی حمید اور صاحب بزرگی ہے انتہی اور بعض حکما کا قول ہے کہ زمانہ تیر انداز ہے اور آدمی نشانہ کہ ہر روز عمر کے دن رات کو اپنے تیر ونسے اڑاتا رہتا ہے یہانتک کہ تمام عمر پوری ہوجاتی ہے پس باوجود دنون کے گذرنے اور راتون کے جلد ہی جلدی بسر ہونے کے آدمی کب تک سلامت رہ سکتا ہے اگر آدمی کو اپنے اوپر زمانہ کی تاثیر معلوم ہو کہ ہر گہڑی نقصان عمر کرتا جاتا ہی تو دنون کے گذرنے سے نفرت ہو اور ساعات کے چلے جانے سے دہشت مگر خدا تعالی کی حکمت ہی کہ اسکا خیال نہین آتا ہے

غافل تجھے گھڑیال یہی دیتی ہے منادی	خالق نے تیری عمر سے ایک اور گھٹادی

اور یہین نظر کہ دنیا کی آفات سے آدمی مطمئن ہین اوسکی لذات کا مزہ اچھا معلوم ہوتا ہے حالانکہ وہ اندراین کے پہل سے بہی کڑوا ہے بشرطیکہ کوئی دانا چکہے اور اوسکے ظاہر افعال دیکھکر کوئی بیان کرنے والا بہی اوسکے عیب نہین بیان کرسکتا اور جو عجائب کہ دنیا بر روی کار لاتی ہے حیطہ تقریر واعظین سے زائد ہین خدا ہی راہ راست پر چلنا نصیب فرماوے اور بعض حکما سے جو دنیا کا وصف

ف ۱ کوئی نہین یہ بات ہرگز [illegible]

ف ۲ [illegible]

ف ۳ [illegible]

اور اوسکی بقا کی مقدار پوچھی گئی تو جواب مین فرمایا کہ دنیا اوس وقت کا نام ہے جسمین آدمی آنکھہ جھپکتا ہے اسواسطے کہ جو زمانہ اوس وقت سے پیشتر گذر چکا ہے وہ تو اوسکو مل نہین سکتا اور جو وقت ابھی آیا نہین اوسکا حال معلوم نہین کہ ملیگا یا نہین اور وقت کا حال یہ ہے کہ دن جب اچھی طرح گذر جاتا ہے تو رات اوسکے ماتم مین سیہ پوش ہوتی ہے اور گھڑی گھڑی ہوتے ہوتے طی ہو جاتا ہے اوسکے حوادث انسان پر برابر بستے ہین اور تغیر و نقصان پہونچاتے ہین اور زمانہ کا کام یہی ہے کہ جماعتون کو متفرق کرے اور جتھون مین ابتری ڈالے اور دولت کو ایک ہاتھہ سے دوسرے کے پاس پہونچاوے اور اوسکی امل بہت طویل ہے اور زندگانی بہت قلیل اور پھر سب کا رجوع رب جلیل کیطرف ہوگا اور حضرت عمر بن عبد العزیز رح نے اپنے خطبہ مین ارشاد فرمایا کہ اے لوگو جس بات کیواسطے تم پیدا ہوئے ہو اگر اوسکی تصدیق کرو تو تم بیوقوف ٹھہرتے ہو اور اگر تکذیب کرو تو ہلاک ہوتے ہو یعنے تمکو ہمیشہ رہنے کیواسطے پیدا کیا ہے مگر ایک عالم سے دوسرے عالم مین بھیجے جاؤگے ای بندگان خدا تم اب اوس جگہہ مین ہو کہ اگر اوسمین کہانا کہاؤ تو گلے مین اٹکے اور پانی پیو تو اچھو لگے کسی نعمت سے تمہاری خوشی پوری نہین ہوتی کہ دوسری نعمت کی جدائی سر پڑتی ہے جس سے تمکو رنج ہوتا ہے اب اپنی آگے کو سمجھو کہ کیا ہوتا ہے اور کہان ہمیشہ رہنا ہے پھر حضرت عمر بن عبد العزیز کو اس قول کے بعد اتنا گریہ غالب ہوا کہ منبر پر سے اتر آئے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے خطبہ مین ارشاد فرمایا کہ مین تمکو وصیت کرتا ہون کہ خدا تعالے سے ڈرو اور دنیا کو ترک کرو گو تمکو اوسکا چھوڑنا اچھا معلوم نہو مگر وہ تمکو چھوڑ دیگی تم اوسکو نیا کرنا چاہتے ہو اور وہ تمہارے جسمون کو پرانا کیے جاتی ہے تمہاری اور اوسکی مثل ایسی ہے جیسے مسافر کسی راہ مین چلین اور گویا اوسکو طے کرلین یا پہاڑ پر پہونچین اور اوسپر مثلاً چڑہ چکین راہ تو چلتے چلتے کسی حد پر ختم ہی ہو جاتا ہے اور اکثر ایسا ہی ہے کہ جسکی بات دنیا مین بنی ہوئی ہے موت کا جلد باز پیادہ اوسکے پیچھے ہے یہانتک کہ دنیا سے جدا ہو جاوے پس اوسکی تکلیف و نقصان مین مضطر نہونا چاہیے کہ آخر کو منقطع ہو جاوے گی اور نہ اوسکے متاع و دولت پر خوش ہونا چاہیے کہ وہ بھی انجام کو جاتی رہیگی مجھے طالب دنیا سے بڑا تعجب ہے کہ وہ تو دنیا کا طالب ہے اور موت اوسکی طالب اور غافل سے تعجب ہے کہ اوسکو غفلت ہے مگر اوسکے حال سے غفلت نہین کیجاویگی اور حضرت محمد بن حسین رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ جب عاقلون اور عالمون اور عارفون اور ادیبون کو معلوم ہوا کہ خدا تعالی نے دنیا کی حقارت کی اور اوسکو اپنے دوستون کے لیے اچھا نہین جانا اور وہ اوسکے نزدیک بہت حقیر و ادنی چیز ہے

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہی اوسمین زہد فرمایا اور اپنے یارون کو اوسکے فتنہ سے ڈرایا تو اونہون نے اوسمین سے میانہ روی کے طور پر کہایا اور زیادتی کو اپنا توشہ آخرت بنایا اوسمین سے بقدر کفایت لیا اور جس مقدار سے کہ لہو مین پڑین اوسکو ترک کیا پوشاک مقدار ستر عورت اختیار کی اور غذا مین سے اوسنے مقدار دفع گرسنگی کہائی دنیا کو اس نظر سے دیکہا کہ فانی ہے اور آخرت کو جانا کہ باقی ہے اسی وجہ سے دنیا مین سے اوسیقدر توشہ لیا جیسے مسافر لیتا ہے پس دنیا کو اجاڑا اور آخرت کو آباد کیا آخرت کی طرف چشم دل سے دیکہا اور جانا کہ عنقریب چشم ظاہر سے بہی دیکہین گے اسیلیے اوسکی طرف دل سے کوچ کیا اس خیال سے کہ آخر جسم سے بہی اوسی کی طرف جانا پڑے گا تہوڑی سی مشقت دنیا مین اٹہا کر بہت دنون کی عیش حاصل کی یہ سب باتین اونکو خدا تعالے کی توفیق سے ہوئین کہ جو کچہہ اوسنے اونکے لیے محبوب جانا اوسیکو انہون نے محبوب سمجہا اور جس چیز کو اوسنے برا سمجہا اوسکو انہون نے بہی برا تصور کیا

تیسرا بیان دنیا کی کیفیت کا مثالون مین

جاننا چاہیے کہ دنیا بہت جلد گذران ہے ہر کسی کو وعدہ بقا کرتی ہے الا اسکے خلف وعدہ کا کوئی نالان ہے ظاہر مین دیکہو تو ٹہہری معلوم ہوتی ہے حالانکہ بڑی تیز رفتار سے جلد جلد بہاگتی ہے اوسکی حرکت دیکہنے سے معلوم نہین ہوتی الا انقضاء سال وماہ سے محسوس ہوتی ہے اس باب مین اسکی **مثال** سایہ کی سی ہے کہ وہ بہی ظاہر مین حرکت کرتا معلوم نہین ہوتا مگر حقیقت مین متحرک رہتا ہے اوسکی حرکت آنکہہ سے نہین سوجہتی بلکہ عقل سے معلوم ہوتی ہے اور دنیا کو سایہ کے ساتہہ مشابہت اسکی فنا مین بہی دی ہے چنانچہ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کے سامنے جو ذکر دنیا کا ہوا تو آپ نے یون فرمایا ؎

ڈہلتا ہوا سایہ کہو یا خواب پریشان ٭ کہاتے ہین فریب اسکا وہی جو کہ ہین نادان

اور حضرت امام حسن علیہ السلام اکثر تشبیہ دنیا مین شعر پڑہتے ؎

یَا اَهْلَ اللَّذَّاتِ دُنْيَا لَا بَقَاءَ لَهَا ٭ اِنَّ اغْتِرَارًا بِظِلٍّ زَائِلٍ حُمُقٌ

اور مشہور یون ہے کہ یہ شعر حضرت علی کرم اللہ وجہہ اونکے والد بزرگوار کا ہے اور روایت ہے کہ ایک اعرابی کسی قوم مین مہمان ہوا اونہون نے اوسکو کہانا کہلایا پہر ایک خیمہ کے سایہ مین سو گیا اون لوگون نے خیمہ اوکہاڑ لیا اوسکو جو دہوپ لگی اوٹہہ کہڑا ہوا اور یہ شعر پڑہا ؎

دنیا ہے مثال سایہ قائم ٭ ڈہلنا اوسے ایکدن ہے لازم

اور چونکہ دنیا اپنے خیالات سے آدمی کو دہوکا دیتی ہے اور اوسمین سے نکلنے کے بعد کچہہ بہی ساتہہ نہین رہتا

اِس اعتبار سے اوسکی مثال خیالات خواب کی سی ہے چنانچہ حدیث شریف مین ہے الدنیا حلم واھلھا علیھا مجازون ومعاقبون اور یونس بن عبید رح کہتے ہین کہ مینے اپنے دلمین تشبیہ دنیاکی یون دی ہے کہ جیسے سوتا آدمی خواب مین کسی بُری یا بہلی بات سے رنجیدہ یا خوش ہوا کرتا ہے ایسی ہی لوگ بہی گویا خواب مین رنج و راحت دنیا وی دیکہہ رہے ہین مرنیکے بعد جو آنکہہ کہلیگی تو کچہہ نہ پاوینگے ؎

جب آنکہہ تہی تو دیکہتے تہے سب کچہہ — جب آنکہہ کہلی تو کچہہ نہ دیکہا ہمنے

اور تشبیہ دنیا مین بعضون کا یہ قول ہے ؎

دنیا خوابیست و زندگانی دروے — خوابیست کہ در خواب بینی آنرا

اور اِس اعتبار سے کہ دنیا اپنے اہل و اولاد کی دشمن جانی ہے اور اونکو تباہ و برباد کرتی ہے اوسکی مثال اوس عورت کی سی ہے جو مردون کے واسطے اپنے آپکو بنایا سنوارا کرے اور جب کسی سے بیاہی جاوے اوسکو ذبح کرڈالے یہی حال دنیا کا ہے کہ اول اول بہت اچہی و نرم و نازک معلوم ہوتی ہے مگر آخر کو تباہ کر دیتی ہے روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے دنیا ایک پوپلی بڑہیا کی صورت مین آئی ہر ایک طرح کی زینت سے آراستہ و پیراستہ تہی آپ نے پوچہا کہ تو نے کتنے شوہر کیے اوسنے جواب دیا کہ مجکو شمار نہین معلوم آپ نے فرمایا کہ وہ سب تجکو چہوڑ کر مرگئے یا تجکو طلاق دیدی اوسنے عرض کیا کہ مینے اونکو ذبح کرڈالا آپ نے فرمایا کہ پہر تیری باقی شوہرون کی خرابی ہے کہ پہلون کا حال دیکہکر عبرت نہین کرتی تو ایک ایک کو مارتی جاتی ہے اور وہ تجہسے نہین ڈرتی ؎

مجو درستی عہد از زمانِ سست نہاد — کہ این عجوز عروس ہزار داماد است

اور اِس اعتبار سے کہ دنیا کا ظاہر کچہہ اور باطن کچہہ ہے اوسکی مثال ایسی تصور کرنی چاہیے کہ ایک بڑہیا بدصورت اپنے اوپر خوب عمدہ پوشاک و زیور پہن لے اور منہ پر برقع ڈالکر لوگون کو فریب دے جب اونکو اوسکے باطن کا حال معلوم ہوا اور منہ پر سے گہونگٹ اوٹہا کر دیکہین تو اوسکے اتباع سے نادم و خجل ہون اور اپنی کم عقلی اور دہوکہا کہانے سے شرمندہ علا بن زیاد فرماتے ہین کہ مینے خواب مین ایک بڑہیا دیکہی جسکی کہال سکڑی تہی اور زیور و لباس مین لدی تہی آدمی اوسکی گرد تعجب سے دیکہہ رہے تہے مینے پاس آکر اوسکو دیکہا تو لوگونکی اوسکی طرف دیکہنے سے نہایت متعجب ہوا کہ یہ اسکی طرف کیون مائل ہین آخر اوس سے پوچہا کہ تو کون ہے اوسنے کہا کہ تم مجہے نہین پہچانتے مینے کہا کہ مین تو نہین جانتا تو کون ہے اوسنے جواب دیا کہ مین دنیا ہون مینے کہا کہ خدا تیرے شر سے بچاوے اوسنے کہا کہ اگر میرے شر سے بچا چاہتے ہو تو روپیسے کو برا جاننا اور ابوبکر بن عیاش رح کہتے ہین کہ مینے قبل اسکے کہ بغداد مین پہونچون دنیا کو خواب مین ایک بڑہیا بہوس

بدصورت دیکھی کہ تالیان بجا رہی ہے اور اوسکے پیچھے خلقت اوسکی خواستگار ہے وہ بھی تالیان بجاتے اور ناچتے ہین جب وہ میرے سامنے آئی تو میری طرف متوجہ ہو کر کہنے لگی کہ اگر مجھکو موقع ملا تو یہی حال تیرا بھی کرونگی جو انکا ہے اس خواب کو کہکر ابو بکر رو پڑے اور فضیل بن عیاض رح فرماتے ہین کہ حضرت ابن عباس رضہ نے فرمایا ہے کہ قیامت کو دنیا ایک بڑہیا بدصورت کیری آنکہون والی کی شکل مین لائی جاویگی دانت آگی کو نکلے ہونگے لوگون کے سامنے کرکے پوچھا جاویگا کہ تم اسکو بھی پہچانتے ہو عرض کرینگے کہ خدا پناہ دے کہ ہم اسکو جانین حکم ہوگا کہ یہ وہی دنیا ہے جسکے لیے تم فخر اور حسد اور بغض اور قطع رحم اور مکر و فریب کیا کرتے تھے اور اوسکے پہندے مین آگئے تھے پہر اوسکو دوزخ مین ڈالدیا جاویگا وہ عرض کریگی کہ الٰہی میرے اتباع اور گروہ کہان ہین حکم ہوگا کہ اونکو بھی اسکے ساتھہ کردو اور حضرت فضیل رح سے یہ بھی روایت ہے کہ ایک آدمی اپنی روح سے اوپر کو چڑہا راستہ مین اوسنے ایک عورت ہر ایک طرح سے آراستہ و پیراستہ دیکھی جو اوسکے پاس کو نکلتا ہے اوسکو زخمی کردیتی ہے پشت کیطرف سے دیکھو تو بہت ہی اچھی معلوم ہوتی ہے اور آگے سے بہت بڑی بڑہیا ہوس نکلی چند ہی آنکہون کی ہے اوسنے کہا کہ مجکو خدا تجہسے بچاوے اوسنے جواب دیا کہ بخدا اللہ تعالیٰ تجکو مجہسے نہین بچائیگا جب تک روپیہ پیسے کو برا نجانے اوسنے پوچھا کہ تو کون ہے جواب دیا کہ دنیا ہون اور اس اعتبار سے کہ آدمی کا گذر دنیا پر ہوتا ہے اوسکی کچھہ حقیقت ہی نہین اسلیے کہ آدمی کے تین حال ہین اول تو وہ زمانہ کہ جسمین پیدا نہین ہوا تھا یعنے ازل سی پیدایش کیوقت تک دوسرا مرنیکے بعد سے ابد تک جسمین دنیا کو نہ دیکھیگا تیسرا ایام حیات کا زمانہ جسکا نام دنیا ہے پس اگر اس زندگی دنیا کو ازل اور ابد کی نسبت کرکے دیکھو تو ایسی بہی نہوگی جیسے ایک سفر طول طویل مین تہوڑا سا مقام ہوتا ہے چنانچہ حدیث شریف مین ہے کہ مَالِیْ وَلِلدُّنْیَا وَاِنَّمَا مَثَلِیْ وَمَثَلُ الدُّنْیَا کَمَثَلِ رَاکِبٍ سَارَ فِیْ یَوْمٍ صَائِفٍ فَرُفِعَتْ لَهٗ شَجَرَةٌ فَقَالَ تَحْتَ ظِلِّهَا سَاعَةً ثُمَّ رَاحَ وَتَرَکَهَا اور جو کوئی دنیا کو اس نظر سے دیکھے کبھی اوسکی رغبت نہ کرے اور نہ یہ پروا کرے کہ دن کسطرح گذرتے ہین تنگی مین یا فراخی مین رنج مین یا راحت مین اور اینٹ پر اینٹ بھی نہ رکھے اور از انجا کہ دنیا کی کیفیت آنحضرت صلعم کو خوب معلوم تھی اسلیے زندگی بہر نہ مکان اینٹ کا بنایا نہ لکڑی کا بلکہ بعضے صحابہ کو لکڑی کا مکان بناتے دیکھکر فرمایا اَرَی الْاَمْرَ اَعْجَلَ مِنْ هٰذَا اور اونکا مکان بنوانا برا معلوم ہوا اور اسی کیطرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اشارہ فرماتے ہین کہ دنیا ایک پل ہے اوسپر سے گذر جاؤ اور عمارت نہ بناؤ اور یہ مثال خوب صاف ہی کیونکہ زندگی دنیا آخرت مین پہونچنے کے لیے ایک پل ہے جسکا ایک ستون مہد ہے اور ایک ستون لحد اور دونون کے

درمیان مسافت محدود ہے بعض لوگون نے اس پل کا نصف قطع کرلیا ہے بعض نے تہائی اور بعض نے دو تہائی اور بعض کو ایک قدم ہی طے کرنا باقی ہے مگر اوسکو معلوم نہین بہرحال اوسپر سے گذرنا تو ضروری ہے اور پل پر عمارت بنانی اور اوسکو اقسام زینت سے آراستہ کرنا اور پہر چہوڑ کر چلے جانا نہایت جہل اور ذلت ہے اور چونکہ دنیا مین خوض کرنا بہت آسان اور نرم ہے اسلیے دنیا دار کو معلوم ہوتا ہے کہ اس سے سلامت نکلجانا بہی ایسا ہی آسان اور مزہ دار ہوگا حالانکہ یہ بات نہین بلکہ اسکے اندر گہس جانا بہت سہل ہے اور سلامت نکلنا نہایت مشکل اسکی مثال حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو یون لکہی تہی کہ دنیا بمنزلہ سانپ کے ہے ظاہر مین اوسکو ہاتہہ لگاو تو نرم اور چکنا معلوم ہوتا ہے مگر اوسکا زہر آدمی کو مار ڈالتا ہے پس تمکو جو چیز اوسمین سے اچہی معلوم ہو اوسکی طرف سے منہ پہیر و کہ وہ تمہارے ساتہہ بہت کم رہیگی اور ازانجا کہ تمکو اوسکے فراق کا یقین ہے اسلیے اوسکی تردداتکو بہی برطرف کرو اور اوسکی سب سے زیادہ خوشی کی حالت سب سے زیادہ خوف کا مقام ہے کیونکہ دنیا مین جب کبہی کسیکو خوشی پہونچتی ہے اوسکے بعد ویسا ہی رنج بہی پہونچا کرتا ہے والسلام اور دنیا مین پہنسکر اوسکے آفات سے سلامت رہنے کی مثال اس حدیث مین ہے اِنَّمَا مَثَلُ صَاحِبِ الدُّنْیَا کَالْمَاشِیْ فِی الْمَاءِ هَلْ یَسْتَطِیْعُ الَّذِیْ یَمْشِیْ فِی الْمَاءِ اَنْ لَا تَبْتَلَّ قَدَمَاهُ

اس حدیث سے جہالت اون لوگون کی معلوم ہوئی جو یہ کہتے ہین کہ ہمارے جسم صرف لذات دنیا سے بہرہ ور ہین اور دل اوس سے پاک وصاف ہین دلون مین کسیطرح کا علاقہ نہین اور یہ ایک شیطان کا دہوکا ہے کہ اونکو فریب دیکر کہتا ہے اسلیے کہ اگر اونکو اس عیش ولذت سے علیحدہ کر دیا جاوے تو کیسا برا رنج کرتے ہین اگر دل کو علاقہ نہتا تو درد ورنج کسکو ہوتا ہے غرضکہ ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم درست ہے کہ جسطرح پانی مین چلنے سے قدم ضروری تر ہوتے ہین اسیطرح دنیا کی اختلاط سے بہی دلمین ایک علاقہ اور ظلمت پیدا ہوتی ہے بلکہ اس تعلق دنیاوی سے دل مین عبادت کا مزہ نہین ہوتا چنانچہ حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہین کہ مین سچ کہتا ہون کہ جیسے بیمار آدمی شدت درد مین کہانے کا مزہ نہین پاتا اسیطرح جسکو دنیا کا روگ ہے وہ عبادت کی حلاوت نہین اٹہاتا اور یہ بہی سچ کہتا ہون کہ جسطرح گہوڑا سوار نہوتے اور پہیر انجان نے سے بگڑجاتا ہے اور کام نہین دیتا ہے اسیطرح اگر دل بہی ذکر موت اور مشقت عبادت سے نرم اور روبراہ نکیا جاوے تو سخت اور بیکار ہوجاتا ہے اور یہ بہی درست بات ہے کہ مشک جب تک پہٹتی اور سوکہتی نہین اوسمین شہد بہرا کرتے ہین اسیطرح جب تک دل شہوات سے نہین پہٹتے اور طمع سے ناپاک اور لذت سے سخت نہین ہوتے تب تک حکمت

[1] دنیادار کی مثل ایسی ہے جیسے پانی مین چلنے والا تو کہین اوسکو ممکن ہے کہ پانی مین چلے اور اوسکے پاؤن تر نہون ۱۲ بیہقی در شعب وز ہد بروایت حسن عن انس ۱۲

اوسمین آسکتی ہے اور ایک حدیث مین ہے کہ اِنَّمَا بَقِیَ مِنَ الدُّنْیَا بَلَاءٌ وَفِتْنَةٌ وَاِنَّمَا مَثَلُ عَمَلِ اَحَدِکُمْ
کَمَثَلِ الْوِعَاءِ اِذَا طَابَ اَعْلَاهُ طَابَ اَسْفَلُهُ وَاِذَا خَبُثَ اَعْلَاهُ خَبُثَ اَسْفَلُهُ اور ایک حدیث مین
حضرت انس رض سے روایت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَثَلُ هٰذِهِ الدُّنْیَا مَثَلُ ثَوْبٍ
شُقَّ مِنْ اَوَّلِهٖ اِلَی اٰخِرِهٖ فَبَقِیَ مُتَعَلِّقًا بِخَیْطٍ فِیْ اٰخِرِهٖ فَیُوْشِكُ ذٰلِكَ الْخَیْطُ اَنْ یَنْقَطِعَ اس حدیث
مین اس بات کی مثال ہے کہ دنیا جسقدر باقی ہے بہ نسبت گذشتہ کے بہت کم ہے اور اس وجہ سے
کہ دنیا کا ایک علاقہ دوسرے کا باعث ہوتا ہے اور مرنے تک یہی سلسلہ رہتا ہے اسکی مثال
حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یون ارشاد فرمائی ہے کہ طالب دنیا کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص
پیاس کے لیے کہاری پانی پیوے کہ جتنا زیادہ پیے گا وتناہی پیاس زیادہ ہوگی یہانتک کہ آخر کو
مرجاوے گا اور اس باعث سے کہ دنیا کا آغاز اچھا معلوم ہوتا ہے اور انجام پلید ہوتا ہے اوس کی
مثال غذا کی سی ہے یعنے شہوات دنیاوی دلمین ایسی اچھی معلوم ہوتی ہین جیسے شہوت غذا معدہ مین
اور مرنیکے وقت دلکی شہوات دنیاوی سے آدمی کو کراہت اور بدبو ایسی ہی معلوم ہوگی جیسے غذا
سے جب معدہ مین پہونچکر اپنے کمال کو پہونچتی ہے مثلاً جسقدر غذا لذیذ و مزہ دار اور چکنی خواہ شیرین
ہوگی اوسیقدر اوسمین بدبو اور کثافت زیادہ ہوگی اسیطرح دل کے شہوات مین سے جو نسی شہوت
قوی اور لذیذ ہوگی اوسکی کراہت اور بدبو مرنیکے وقت زیادہ ہوگی بلکہ یہ بات زندگی مین ہی دیکھیو
کہ اگر کسی کا گہربار چہین جاوے اور مال و اولاد و زن و فرزند لٹ جاوین تو اوسکو مصیبت و درد
اوسی چیز کا زیادہ ہوگا جس سے محبت زیادہ تہی اور بہت لذیذ جانتا تہا اور کثرت سی حرص کرتا تہا
خلاصہ یہ کہ جسکا ہونا جسقدر اچہا معلوم ہوتا ہے اوسیقدر اوسکے نہونے سے رنج بہی ہوتا ہی اور
موت سی بہی غرض یہی ہے کہ دنیا کی نعمت جاتی رہی اور روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے ضحاک بن سفیان کلابی سے فرمایا کہ تم اپنی غذا نمک مرچ کے ساتھہ کہا کر پہر پانی اور دودہ پیتے ہو
اونہون نے عرض کیا کہ ہان آپ نے فرمایا کہ پہر اوس غذا کا کیا بنتا ہے انہون نے عرض کیا کہ وہ تو
آپ جانتے ہی ہین آپ نے فرمایا کہ اللہ جل شانہ دنیا کو اوسی چیز کی مشابہ فرماتا ہے جو انجام کو غذا سے
پہنچاتی ہے اور حضرت ابی بن کعب رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا اِنَّ الدُّنْیَا ضُرِبَتْ مَثَلًا
لِاِبْنِ اٰدَمَ فَانْظُرْ مَا یَخْرُجُ مِنِ ابْنِ اٰدَمَ وَاِنْ قَزَّحَهٗ وَمَلَّحَهٗ اِلٰی مَا یَصِیْرُ اور فرمایا اِنَّ اللّٰهَ ضَرَبَ الدُّنْیَا
لِمَطْعَمِ ابْنِ اٰدَمَ مَثَلًا وَضَرَبَ مَطْعَمَ ابْنِ اٰدَمَ لِلدُّنْیَا مَثَلًا وَاِنْ قَزَّحَهٗ وَمَلَّحَهٗ اور حضرت حسن رحمہ اللہ
فرماتے ہین کہ مین دیکھتا ہون کہ اول غذا مین خوب مصالحہ اور خوشبو ڈالتے ہین اور پہر اوسکو

کہان تک وبال آئے ہین اور اللہ تعالی فرماتا ہے فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰی طَعَامِہٖ اسکی تفسیر مین حضرت
ابن عباس فرماتے ہین کہ طعام سے مراد وہ صورت ہے جو غذا کے انجام کو ہوجاتی ہے اور ایک شخص نے
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ مین آپ سے کچھہ پوچھا چاہتا ہون مگر شرم آتی ہے آپ نے
فرمایا کہ شرمانا نچاہیے پوچھہ لو اوسنے عرض کیا کہ جب آدمی پاخانہ سے فارغ ہولیا اوسکو دیکھی اپنے
فرمایا کہ ہان فرشتہ اوسکو یون کہتا ہے کہ جس چیز کا بخل کیا کرتا تہا اوسکو دیکھہ کہ اوسکا انجام کیا ہوا
اور حضرت بشر بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے کہ لوگو چلو تمکو دنیا دکہاؤن اونکو کسی گھورے پر لیجا کر فرماتے
کہ یہ اونکے میوے اور مرغ اور شہد اور گھی ہے اور آخرت کی نسبت کر دنیا کی مثال اس حدیث
شریف مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا کی مقدار آخرت مین ایسی ہے جیسے
کوئی سمندر مین انگلی ڈالکر دیکھے کہ انگلی پر کسقدر پانی آیا یعنے آخرت کے سامنے دنیا ہیچ ہے اور
اس وجہ سے کہ دنیادار دنیا کی لذتون مین مبتلا ہوکر آخرت سے غافل رہتے ہین اور پہر بڑی بڑی حسرتین
اٹہاتے ہین اوسکی مثال ایسی ہے کہ جیسے کچھہ لوگ کشتی مین سوار ہون اور ایک جزیرہ مین پہونچین
وہان پہونچکر ملاح نے اونکو اجازت دی کہ جسکو قضاء حاجت منظور ہو وہ یہان اوتر جاوے مگر یہ
مقام خوفناک ہے یہانسے جلد اپنا کام کرکے واپس آنا ورنہ کشتی کہل جاوے گی یہ لوگ کشتی سے اوتر کر
اطراف جزیرہ مین پہیل گئے پہر بعضون نے تو ناخدا کے قول پر عمل کیا اور قضاے حاجت کرتے ہی
کشتی کی طرف چلے آئے اور کشتی کو خالی دیکھکر خوب فراغت کی جگہہ اور خاطر خواہ آسائش کا مکان لے لیا
اور بعضون نے جزیرہ مین توقف کرکے اوسکے شگوفون اور غنچون اور بیابانون اور نغمات دل آویز
اور جانورون کے چہچہے فرحت انگیز اور جواہر بوقلمون اور معادن گوناگون اور نقوش غریبہ اور
اشکال عجیبہ کی سیر کی مگر بخوف کشتی کے نہ ملنے کے سیر کرتی ہی جلد پہر آئے انکو پہلونکا سا مکان
وسیع تو نملا تاہم اچھی طرح بیٹھہ گیے اور بعضون نے جو ان اشیاء مذکورہ بالا کو دیکھا لٹو ہو گئے
اور صدف و جواہر اور میوہ و گل کی خوبی اسقدر دلمین کہبی کہ اونکے چہوڑنیکو دل نچاہا انمین سے
کچھہ ساتھہ لے لیے کشتی مین آکر مکانمین گنجایش اتنی بہی نہ دیکہی کہ خود اچھی طرح بیٹھہ سکین بوجھہ کے
رکھنے کا تو کیا ذکر ہے مجبوری اونکو اپنے سر پر لادکر کشتی مین بیٹھہ گئے مگر اپنی اس حرکت سے نادم
تہے کہ ناحق انکو لیا اور مفت مین دردسر اور وبال مول لیا اور کچھہ لوگ جنگلونمین گہسکر کشتی کو بالکل
بہول گیے اور اتنی سیر کی کہ ناخدا کی آواز بہی نہ سنی مگر باوجود اسکے درندون کا خوف دلمین تہا
اور یہ بہی سمجھتے تہے کہ اس فراز و نشیب مین لغزش بہی ہوگی اور مصیبت اٹہانی پڑیگی پاؤن اور کپڑون

مین کانٹے چبہین گے پہنیونسے بدن چرے گا آواز ہولناک سے کلیجہ کانپے گا جہاڑ و بنسے کپڑے
پہنسکر ننگے رہجاوینگے اور پہر اگر لوٹنا چاہینگے تو بن نہ آویگا اسی اثنا مین آواز کشتی والون کی
سنکر بوجہ کے گٹھے سر پر لیے جو کنارہ پر پہونچے تو اوسمین جگہہ نپائی کنارہ ہی پر بہوکے پیاسے مر گئے
اور بعضون کو کشتی والونکی بہی آواز نہ سنائی دے اور کشتی بہی چلدی تو انکا حال یہ ہوا کہ کچھ
تو خوراک درندون کی ہوئے اور کچھ حیران پریشان بہٹک بہٹک مرگیے بعضے دلدل مین جا گرے بعضون کو
سانپ بچہو کہا گئے غرض سب کی سب اسیطرح خوار و نزار مردار ہوگئے اب جو لوگ کہ کشتی مین بوجہہ سمیت
سوار ہوئے تھے اونکو اون چیزونکی حفاظت کا فکر ہوا مکان تنگ پہلی ہی سے تہا کچھ عرصہ کے بعد
پہول مرجہا گئے اور پتھر وغیرہ کے رنگ متغیر ہوگئے اور میوہ وغیرہ بگڑ کر سڑ گئے بدبو آنے لگی اور
یک نشد دو شد کا مضمون ہوا کہ پہلے صرف رکہنے ہی کی دقت تہی اب بدبو سے ایذا ہونے لگی پہر کوئی
علاج بنو جہا بجز اسکے کہ اوسکو دریا مین ڈالدیا مگر اوسکی بدبو اور خوراک سے اتنی تاثیر ہوئی کہ گہر پہونچنے
تک بیمار پڑ گئے اور بہت و نون ہنگ ہنگا لیے اور جو انمینے پہلے کشتی مین آئے تہے اونکو البتہ بیٹہنے
مین خاطر خواہ آسایش تو نملی الا وطن مین پہونچکر صحیح و سالم رہے کچھ دکھہ درد نہوا اور جو لوگ
اول ہی اول چلے آئے تہے وہ کشتی مین بہی چین سے رہا اور وطن مین بہی راحت و آرام سے رہے
پس اگر تامل دیکہو تو یہی حال دنیا کی لوگونکا ہے کہ وطن اصلی کو بہول کر اس جزیرہ کے گلزار و پتھرون
اور چاندی سونے پر ایسے غافل ہین کہ انجام کا فکر ذرا نہین کرتے یہ معلوم نہین کہ مرنیکے وقت یہ سب
زینت کی چیزین گردن پر وبال ہونگی گو اب انکی آنے کی خوشی اور جانیکا غم ہوتا ہے اور اس مصیبت
مین سبہی مبتلا ہین الا جسکو خدا بچاوے اور اس نظر سے کہ خلقت دنیا کے فریب مین آجاتی ہے
اور باوجود خدا تعالے کے خوف دلانیکے اللہ تعالی کے قول پر ایمان ضعیف رکھتی ہے اوسکی مثال
اس حدیث مین ہے جو حضرت حسن رض سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب رض
سے فرمایا کہ میری اور تمہاری اور دنیا کی مثال ایسی ہے جیسے کسی قوم کے لوگ کسی جنگل پرغبار مین
چلین اور چلتے چلتے یہ نوبت پہونچ جاوے کہ یہ بہی خبر نرہی کہ جتنا راہ طے کر چکے ہین وہ زیادہ ہے
یا جو باقی رہا ہے وہ زیادہ ہے پس اونکا کہانا پینا تمام ہوجاوے اور اسی جنگل مین کمر کہول بے زاد
و راحلہ پڑ رہین اور جینے سے ہاتھہ دہو بیٹہین جب اونکی یہ نوبت پہونچے تو دفعۃً ایک آدمی کی
صورت دیکہین کہ لباس پہنے چلا آتا ہے اور اوسکے کپڑون سے پانی ٹپکتا ہے گمان کرین کہ یہ شخص
کسی زرخیز زمین سے آتا ہے وہ جگہہ یہان سے قریب معلوم ہوتی ہے جب وہ پاس آکر انسے یون کہیگا

تمہارا کیا حال ہے اوس سے کہین کہ جو حال ہے وہ عیان ہے عیان را چہ بیان وہ جواب مین کہے
کہ بہلا اگر مین تمکو پانی اور باغ بتا دون تو کیا کروے جواب دین کہ ہم تیری اطاعت کسی چیز مین
فروگذاشت نکرینگے اوسنے کہا کہ اگر سچ کہتے ہو تو اس عہد کو پکا کرو اونہون نے خدا کی قسم کہا کر عہد مستحکم
کیا کہ ہم ہرگز نافرمانی کسی بات مین نہ کرینگے غرضکہ اس عہد کے بعد اوسنے عمدہ پانی اور باغ سبز حسب وعدہ
بتلا دیا اور چند روز خود اونمین رہا پہر اوسنے کہا کہ بہائیو سنتے ہو اونہون نے کہا کہ کہو کہا کہ یہان سے
جلد و پوچہا کہ کہان جائین کہا کہ ایسے چشمہ اور باغ مین جو اس سے کہین اعلی ہے اسکو سنکر بعضون
نے تو یہ کہا کہ خدا خدا کرکے تو ہمکو یہ جگہ نعمت غیر مترقبہ ملی ہے اس سے بہتر کو لیکے ہم کیا کرینگے
اور کم لوگون نے یہ کہا کہ صاحب اسکے ساتھہ عہد کر چکے ہو کہ کسی بات مین نافرمانی نہ کرینگے پہلی جو کچہہ
اس شخص نے کہا تہا ویسا ہی ہوا اب بہی اسکا قول بیشک درست ہی اور اسی خیال سے اوسکے ساتھہ
ہو لیے اور باقی لوگ وہان ہی پڑے رہے صبح کو دشمن نے تاخت کرکے بعضون کو قتل اور بعضون کو
اسیر کر لیا **ف** مترجم کہتا ہے کہ اس حدیث مین اوس شخص سے مراد ذات پاک رسول کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کی ہے کہ امت کو آخرت کیطرف بلاتے ہین پس جسنے وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ
کو سچ جانا اور دنیا سے دل برداشتہ ہو کر اونکا اتباع کیا وہ تو سلامت رہا ورنہ دشمن جانی شیطان کے
زمرہ مین داخل ہو کر خسر الدنیا والآخرۃ ہوا اور اس لحاظ سے کہ لوگ دنیا مین اول اول منہ اوٹہاتے ہین
اور آخر کو اوسکی جدائی سے درد سہتی ہین اوسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص مکان بناوے اور اوسکو
خوب آراستہ کرے اور پہر ایک ایک قوم کو جدا جدا اپنے یہان بلا کر دعوت کرے جب ایک قوم گہر مین
آوے تو ایک سونگہنے عطر دان مین اوسکے سامنے عطر وغیرہ رکہدے کہ اوسکو سونگہکر اورون کیواسطے
چہوڑ جاوے اوسنے رسم کی ناواقفیت سے یہ خیال کر لیا کہ یہ برتن سمیت ہمکو ملا ہے اسی سبب سے دل کو
خوب اوسپر متعلق کر لیا جب مالک خانہ نے وہ برتن واپس لے لیا تو تعلق دل کے باعث کمال رنج ہوا
اور جسکو دستور معلوم تہا اوسنے خوشبو بہی سونگہی اور مالک کا شکر گذار بہی ہوا اور خوشی سے وہ برتن
مالک کی حوالہ کیا اسیطرح جو شخص دنیا مین خدا تعالے کی عادت سے واقف ہے جانتا ہے کہ یہ ضیافت خانہ ہے
گذرنے والون پر وقف ہے اسلیے کہ اس سے توشہ آخرت لین اور جسطرح مسافر عاریت کی چیزون سے منتفع
ہوتے ہین اوسیطرح اشیاے دنیاوی سے فائدہ اوٹہاوین اور بہتن اوسمین مصروف نہون کہ
جدا ہونے کے وقت مصیبت سہین یہ ہین دنیا کی مثالین اور اوسکے آفات وغوائل کی تشبیہین خداوند
کریم ہمکو بہی توفیق اس سے بچنے کی عنایت کرے

چوتھا بیان دنیا کی حقیقت اور ماہیت کا بندہ کے حق مین

جاننا چاہیے کہ صرف مذمت دنیا کا جان لینا کافی نہین جب تک یہ معلوم نہو کہ قابل مذمت کونسی دنیا ہے اور کس دنیا سے اجتناب کرنا لازم ہے اسیواسطے ان دونون باتون کا بیان کرنا ضروری ہے کہ دشمن خدا اور راہزن معرفت یہی ہین پس کہتے ہین کہ دنیا وآخرت دل کے دو احوال کا نام ہے جو حال کہ ولسے قریب ہے یعنے موت سے پہلے اوسکو دنیا کہتے ہین کہ دنو بمعنے قرب سے مشتق ہے اور جو حال متاخر ہے یعنے بعد موت کے اوسکو آخرت بولتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ جو چیزین ایسی ہین کہ اونسے غرض اور خواہش اور لذت موت سے پہلے رہتی ہے وہ آدمی کے حق مین دنیا مین داخل ہین مگر اس سے یہ سمجھنا چاہیے کہ جس چیز کیطرف رغبت ہو وہ خواہ نخواہ بری ہے بلکہ اوسکی تین قسمین ہین اول تو وہ اشیا جو آخرت مین ساتھ رہین اور اونکا ثمرہ بعد موت کے معلوم ہو وہ دو چیزین ہین علم اور عمل علم سے مراد وہ علم ہے جس سے معرفت ذات وصفات وافعال الہی اور ملائکہ او کتابون اور رسولون اور زمین وآسمان کے ملکوت کی معرفت اور شریعت نبوی حاصل ہو اور عمل سے غرض عبادت خالص خاص خدا کی ہے پس عالم شخص اگرچہ بعض اوقات علم سے ایسا مانوس ہوتا ہے کہ سب چیزون سے زیادہ لذت علم مین پاتا ہے یہانتک کہ خواب وخور اور ملاقات زن وفرزند اسکے لیے چھوڑ دیتا ہے اور سب سے زیادہ اسی مین مزہ پاتا ہے اور یہ لذت اوسکو مرنے سے پہلے ہی ہوتی ہے تاہم اسکو ہم دنیاء مذموم مین شمار نہین کرتے بلکہ اسکو صرف دنیا مین ہی شمار کرنا نچاہیے آخرت ہی مین تصور کرنا چاہیے اسیطرح عابد بھی اپنی عبادت مین ایسی حلاوت ولذت پاتا ہے کہ اگر اوسکو بالفرض روکدیا جاوے تو سخت عذاب مین مبتلا ہو یہانتک کہ بعض عابدون کا قول ہے کہ موت سے اور تو کچھہ ڈر نہین اتنا خوف ہے کہ تہجد جاتا رہیگا اور ایک اور عابد دعا مانگتے تھے کہ الہی مجکو قبر مین قوت نماز ورکوع وسجدہ کی عنایت کرنا تو گویہ لذت سردست اوسکو حاصل ہے اور باعتبار اشتقاق کے دنیا اسے کہہ سکتے ہین لیکن جس دنیا کی مذمت وارد ہے وہ چیز یہ نہین اسیطرح حدیث شریف مین وارد ہے کہ حُبِّبَ اِلَیَّ مِنْ دُنْیَاکُمْ ثَلٰثَۃٌ اَلنِّسَآءُ وَالطِّیْبُ وَقُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ اسمین نماز کو بھی لذائذ دنیاوی سے ارشاد فرمایا اس باعث سے کہ اول تو وہ محسوسات مین سے ہے اور جتنے محسوسات ہین وہ دنیا کے عالم مین داخل ہین علاوہ ازین رکوع وسجود مین جو اعضا کی حرکت سے اونکو لذت ہوتی ہے یہ بھی دنیاوی لذت ہے مگر ہم اسجگہ ایسی لذتونسے تعرض نہین ہوتے اور اسکو دنیا تصور نہین کرتے بلکہ جس دنیا کی مذمت ہے اوسیکو بیان کرینگے دوسری قسم حظوظ اور لذات کی وہ ہے جس سے صرف

نتیجہ مین فائدہ ہو اور آخرت مین اوسکا ثمرہ ملے جیسے گناہون سے لذت یاب ہونا یا مباحات سے زائد از ضرورت مستفید ہونا جسکو رفاہیت اور رعونت کہتے ہین مثلاً بہت سے ڈہیر چاندی سونے سے اور گھوڑون اور چارپاؤن اور زراعت اور لونڈی غلام اور مکانات بلند اور لباس فاخرہ اور عمدہ غذاؤن سے متمتع ہونا ان سب کا حظ مرنے سے پہلے ہی ملتا ہے اسلیے دنیائے مذموم مین داخل ہین اور اسمین کلام طویل ہے انمین سے کسکو فضول تصور کرین اور کسکو داخل حاجت سمجھین کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ انہون نے حضرت ابو درداءؓ کو حمص پر عامل کر کے بھیجا تھا اونہون نے وہان دو درم صرف کر کے ایک پاخانہ بنایا پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اونکو یون لکھا کہ عمر بن خطاب امیر المومنین کیطرف سے عویمر کو معلوم ہو کہ فارس اور روم کی عمارتون مین وہ چیز موجود تھی جو تمکو کافی ہوتی دنیا کی آبادی کیون کی جسکے خراب کرنے کا حکم خدا تعالی نے دیا ہے اب بفور پہونچنے میرے خط کے تم مع اہل و عیال دمشق مین چلے جاؤ فقط حضرت ابو درداء زندگی بہر دمشق ہی مین رہے پس دیکھنا چاہیے کہ حضرت عمرؓ نے اسقدر کو بہی دنیا سے فضول سمجھا تیسری قسم لذات کی وہ ہے کہ ان دونون قسمون مین متوسط ہو مثلاً بقدر قوت غذا اور جوڑا موٹے کپڑے کا اور ایسی ہی لابدی اشیاء جنسے کہ آدمی علم اور عمل کو پہونچ جاوے تو اسطرح کی لذات دنیا مین نہ گنی جاوینگی بلکہ اس وجہ سے کہ یہ آخرت پر معین ہین یا وسیلہ حصول اخروی نعمتونکا ہین داخل قسم اول ہین جو شخص اونکو بقصد استعانت حاصل کریگا تو دنیا دار نہ کہلاوے گا اور علم و عمل پر استعانت کی نیت سے حاصل نہ کرے گا بلکہ غرض صرف لذت دنیاوی ہوگی تو داخل قسم ثانی ہونگی اور دنیا کی چیزون مین شمار ہونگے اور موت کی بعد آدمی کے ساتھہ تین چیزین رہتی ہین اول دل کا طاہر ہونا دنیا کے میل سے دوم الفت اللہ تعالی کے ذکر سے سوم محبت خدا تعالی کی انمین طہارت قلب بدون ترک شہوات دنیا کی نہین ہوتی اور الفت بدون کثرت و مداومت ذکر کے میسر نہین اور محبت بے معرفت حاصل نہین ہوتی اور معرفت الہی بدون مداومت فکر کی نہین ہوسکتی اور یہی تینون باتین یعنی طہارت والفت و محبت بعد مرنیکے موجب سعادت و نجات ہوتی ہین طہارت قلب شہوات دنیا سے اسوجہ سے نجات دہندہ ہے کہ عذاب مین اور آدمی مین حائل ہوجاتی ہی چنانچہ حدیث شریف ۱ مین وارد ہے کہ آدمی کے اعمال اوسکی طرف سے لڑینگے مثلاً جب عذاب پاؤنکی طرف سے آویگا تو تہجد اوسکو روکے گا اور جب ہاتہونکیطرف سے آوے گا تو خیرات اوسکو روکیگی اور انس و محبت اس باعث موجب سعادت ہین کہ انکے باعث شرف دیدار خداوندی نصیب ہوتا ہے اور بفور مرنیکے اس سعادت سے بہرہ ور ہوجاتا ہے

۱ طبرانی بروایت عبد الرحمن بن سمرہ اور اسکی سند مین خالد بن عبد الرحمن مخزومی ضعیف ہے اور ابو یعلی اور ابن عدی احمد سے بسند صحیح بروایت اسماء بنت ابی بکر صدیق نقل کیا ہے ۱۲

اور وقت دیدار تک جو جنت مین ہوگا یہی حال رہتا ہے تو مرتے ہی قبر رشک باغ ارم بنجاتی ہے
اور کیون نہو عاشق کا محبوب تو ایک ہی تہا جس سے عوائق دنیاوی مانع تہے جب موت سے وہ عوائق
دور ہوئے اور دنیا کی حولات سے چہوٹ گیا تو اب ذکر محبوب اور دیدار مطلوب کا کون مانع رہا اب تو
خوشی خوشی آفتون سے چہوٹ کر او رنج فراق سے مامون ہو کر اوسکے انوار سے مدام مقتبس رہے گا اور جو
دنیا دار کو قبر مین عذاب ہوتا ہے اس جہت سے کہ اوسکا محبوب صرف دنیا تہی جو موت کے باعث اس سے چہن
گئی اور کوئی حیلہ اوسمین پہر لگنے کا نرہا جب محبوب ہی پاس نرہا تو رنج و عذاب نہو گا تو اور کیا ہو گا
کسی نے سچ کہا ہے ؎

	یہ داغ وہ ہے کہ دشمن کو بہی نصیب نہو		جدا کسی سے کسی کا غرض حبیب نہو	

اور موت سے آدمی نیست نہین ہو جاتا بلکہ دنیا کی محبوب چیزین چہٹ جاتی ہین اور خدا کی سامنے
حاضری ہوتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ سالک طریق آخرت وہی ہے جو ان تینون صفات
یعنی ذکر اور فکر اور اوس عمل پر جس سے کہ شہوات دنیا چہوٹ جائین مداومت کرے اور تمام لذات
دنیاوی اوسکے نزدیک مکروہ معلوم ہون اور یہ باتین بدون صحت و تندرستی کے ممکن نہین اور
بدن کی صحت بدون غذا اور لباس اور مسکن کے ممکن نہین اور ہر ایک کیواسطے جدا سامان چاہیے
پس جو آدمی کہ غذا اور لباس اور مسکن بقدر ضرورت آخرت کے لیے حاصل کرے وہ دنیا دار کہلاوےگا
اور یہ دنیا اوسکے حقمین مزرعہ آخرت ہو گی اور اگر ان چیزونکو صرف حظ نفس کیواسطے اور تنعم کے لیے
پیدا کرے گا تو دنیا والون مین شمار ہوگا اور دنیا کا راغب کہلاوے گا لیکن رغبت حظ دنیاوی
بہی دو قسم ہے ایک تو وہ کہ جس سے رغبت کرنے والا عذاب آخرت کا مستحق ہوا اوسکو حرام کہتے ہین
دوسرے وہ کہ اوسکو اعلی درجہ تک نہ پہونچنے دے او طول حساب مین پہنساوے اوس کا نام
حلال ہے اور عاقل کے نزدیک صاف ظاہر ہے کہ میدان قیامت مین حساب کے لیے ٹھہرا رہنا بہی ایک
عذاب ہے جستے حساب مین الجہایا جاوے گا اوسکو کیسی تکلیف ہو گی چنانچہ حدیث شریف مین ہے
کہ حلالہا حساب وحرامہا عذاب اور نیز فرمایا کہ حلالہا عذاب الا انہ اخف من عذاب الحرام
بلکہ اگر بالفرض حساب نہو صرف ان خطوط نفسانی اور لذات فانی کی جہت سے رتبہ اعلی سے محروم
رہنا اور دل پر حسرت کا گذرنا بہی خالی از عذاب نہین اس امر کو دنیا ہی مین دیکہہ لو کہ جب کوئی اپنا ہمسر
سعادات دنیاوی مین بڑہجاتا ہے تو اپنے آپ کو کیسی حسرت ہوتی ہے حالانکہ اس دنیاوی رتبہ کو
کچہ قیام نہین یہ ہر وقت بدلتا رہتا ہے اور انجام کو بالضرور منقطع ہو جاتا ہے پس جب لذات دنیاوی کی

حسرت ہو تو سعادات اخروی پر تو بطریق اولی ہونی چاہیئے کہ وہان وہ نعمتین ہونگی جو نا پیدا اور خارج از وصف اور بے انتہا ہین نہ آنکھون دیکھی نہ کانون سنی ایسی نعمتون کے خطرے دل پر گذرے گا پس جو شخص دنیا مین لذت یاب ہوا اگرچہ کسی جانور ہی کی خوش آوازی سے کیون نہوا اوسکا حصہ آخرت مین بہت کم ہوجاویگا اسیطرح اگر کسی گلزار یا چمن کو دیکھکر یا سرد پانی پیکر لذت پائی قیامت کو اسکے عوض دو چند سہ چند کم ہوجاویگی اور یہی مراد ہے اس ارشاد مین جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا هٰذا مِنَ النَّعِيمِ الَّذِي تُسْأَلُ عَنْهُ یہ اشارہ ٹھنڈے پانی کیطرف فرمایا تھا غرضکہ سوال کے جواب دینے مین ذلت اور خوف اور مشقت انتظار ہے اور ان سب سے نقصان حظ آخرت متصور ہے اسیواسطے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پیاس لگی اور لوگ ٹھنڈا پانی شہد کا ملا ہوا لائے تو آپ اوسکو ہاتھہ مین پھراتے رہے پھر اوسکو نہ پیا اور فرمایا اِعْزِلُوا عَنِّي حِسَابَهَا یعنی مجسے اسکا حساب علیحدہ رکھو خلاصہ یہ کہ دنیا کا قلیل و کثیر اور حرام و حلال سب ملعون ہے مگر وہ مقدار کہ خدا سے خوف کرنیکی معین ہو کیونکہ وہ مقدار داخل دنیا ہی نہین اور جس شخص کی معرفت قوی تر ہوگی وہ لذت دنیاوی سے بھی زیادہ تر احتراز کرے گا یہانتک کہ حضرت عیسی علیہ السلام نے اپنا سر لیٹنے کے وقت ایک پتھر پر رکھہ لیا تھا مگر جب ابلیس نے متمثل ہوکر اونسے عرض کیا کہ تم نے بھی دنیا کی رغبت کی تو آپ اوسکو سر تلے سے نکالکر پھینک دیا اسیطرح حضرت سلیمان علیہ السلام لوگونکو نفیس غذائین کھلاتے اور اپنے آپ جو کی روکھی روٹی کھاتے ساری سلطنت کو اپنے نفس پر اس طور ذلیل و سخت کر لیا تھا اسلیئے کہ لذیذ کھانے سے باوجود قدرت کے صبر کرنا بہت سخت ہے اور یہی وجہ تھی کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خداوند کریم نے دنیا کی نعمتین علیحدہ رکھی تھین کئی کئی روز برابر کھانا نہ کھاتے[2] اور بھوکھہ کے سبب شکم مبارک پر پتھر باندہتے[2] اور یہی حال اور انبیا اور اولیا کے ساتھہ ہوتا ہے اور اسکی وجہ یہی ہے کہ آخرت مین اونکو حصہ کامل عنایت فرماوے جسطرح کہ پدر مشفق اپنے بیٹے کو میوہ وغیرہ سے باز رکھتا ہے اور فصد و حجامت سے اوسکو دکھہ دیتا ہے تو یہ کام اوسکا بخل سے نہین ہوتا بلکہ براہ شفقت و محبت ہوتا ہے اور اس بیان سے ثابت ہوگئی یہ بات کہ جو چیز مخصوص اللہ تعالی کے واسطے نہین ہے وہ دنیا ہے اور جو چیز مخصوص اللہ تعالی کے ساتھہ ہے وہ دنیا نہین ہے اگر تو سوال کرے کہ وہ کون چیز ہے جو مخصوص اللہ تعالی ہی کیواسطے ہے جواب مین اوسکے کہا جائے گا کہ اشیا سب تین قسم ہین ایک قسم وہ ہے جسکا اللہ تعالی کیواسطے ہونا تصور ہی مین نہین آسکتا اوس قسم مین وہ چیزین ہین جنکے بغیر گناہون اور منہیات سے ہوتے ہین اور اقسام نعمتین جو مباح ہین اور فقط بعض راحت و آسایش بدن استعمال

[2] ترمذی و ابن ماجہ بروایت ابن عباس ۱۲
[2] ویرگزری ۱۲

سے جاتے ہین اسکا نام دنیا مخصوص ہے اور غایت مرتبہ مذموم ہے اور یہی دنیا ظاہر اور باطن مین دونون طرح ہی دوسری قسم وہ کہ بظاہر تو خدا کیواسطے ہون اور غیر خدا کیواسطے بھی ہوسکتی ہون اور وہ تین چیزین ہین فکر اور ذکر اور شہوات سے باز رہنا پس یہ تینون باتین اگر خفیہ کرے اور کوئی وجہ سوا حکم خدا اور خوف آخرت کی نہو تو یہ خدا کے واسطے ہونگی اور دنیا مین شمار نہونگی لیکن اگر اُسنے غرض دنیاوی ہوگی مثلاً فکر سے طلب علم اسلیے کرتا ہے کہ لوگونمین مقبول اور ممتاز ہو یا ذکر اسلیے کرتا ہے کہ لوگون مین عارف مشہور ہو اور ترک شہوت سے یہ مطلب ہے کہ مال محفوظ رہے یا صحت بدن قائم رہے یا زاہد مشہور ہو تو ایسی نیت سے یہ باتین دنیا مین گنی جاوینگی ظاہر مین تو خدا کیواسطے معلوم ہوتی ہین مگر معنی کے اعتبار سے خدا کیواسطے نہین دنیا کیواسطے ہین تیسرے وہ اشیا کہ بظاہر حظ نفس کے لیے ہون مگر اونکو خدا کے لیے بھی معنی کے اعتبار سے کرسکتے ہین جیسے غذا اور نکاح یا اور چیزین جنسے اپنی اور اپنی اولاد کی زندگی مربوط ہے ان چیزونمین اگر نیت صرف حظ نفس ہے تو دنیا ہین اور اگر قصد استعانت تقوی پر ہے تو خدا کیواسطے ہین گو بظاہر دنیا کی سی صورت معلوم ہوتی ہے مگر معنی کے اعتبار سے دنیا نہین حدیث شریف مین ہے کہ مَنْ طَلَبَ الدُّنْيَا حَلَالًا مُكَاثِرًا مُفَاخِرًا لَقِيَ اللّٰهَ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضْبَانُ وَمَنْ طَلَبَهَا اِسْتِعْفَافًا عَنِ الْمَسْئَلَةِ وَصِيَانَةً لِنَفْسِهٖ جَاءَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَوَجْهُهٗ كَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ دیکھو کہ صرف قصد کے اختلاف سے حکم کیسا مختلف ہوگیا اس سے معلوم ہوا کہ دنیا اوسی حظ کا نام ہے جو زندگی مین ہوجاوے اور آخرت مین کام نہ آوے اسیکو ہوا نفس بھی کہتے ہین اور اسیکی طرف اشارہ ہے اس آیت مین قولہٗ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى اور ہوی پانچ چیزونکے مجموعہ کا نام ہے جو اس آیت مین مذکور ہین قولہٗ اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ اور چیزین کہ اونسے یہ پانچون حاصل ہوتی ہین وہ سات ہین جو اس آیت مین جمع ہین قولہٗ زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا جب یہ معلوم ہوچکا کہ جو چیز خدا کیواسطے ہے وہ دنیا مین سے نہین اور یہ کہ مقدار ضرورت خوراک و پوشاک و مکان کی اگر بقصد رضاء خدا تعالی کی ہو وہ خدا کیواسطے ہے اور ان اشیا مین سے زائد از حاجت لینا تنعم مین داخل ہے جو خدا کے واسطے نہین اور ان دونون کے بیچ مین ایک درجہ ہے جسکو حاجت کہتے ہین اوسکی بھی دو طرف ہین طرف اول حاجت کی وہ ہے جو حد ضرورت کی قریب قریب ہو اس سے کچھ ضرر نہین ہوتا کیونکہ کفایت حد ضرورت پر غیر ممکن ہے اسلیے جتنا اوسکے قریب پہونچ سکے وتنا ہی مفید ہے اور

دوسری طرف حاجت کی وہ ہے کہ تنعم کے قریب ہو اس سے احتراز کرنا چاہیے اوران دونون طرفون کی درمیان ایک درجہ ہے اوسکا نام حاجت ہے اور اوس حاجت کیواسطے دو کنارہ ہین اور ایک وسط ہے ایک کنارہ اوسکا قریب قریب ہی حد ضرورت سے اور وہ کسیطرح مضر نہین ہے اسواسطے کہ انسانونکو فقط حد ضرورت پر اقتصار کرنا اور اوسکی حد سے آگے نہ بڑہنا باوجود رکھنے حوائج بشری کے غیر ممکن ہین اور ایک طرف حاجت کا برابر ہی مرتبہ تنعم کے اور اوس سے قریب ہی بہتر یہ بات ہی کہ اسطرح سے کنارہ کیا چاہیے اور آدمی اپنے کو ہمیشہ اس سے بچاتا رہے اور جو شخص پہرا ہے گرد سختی کے اور مبتلا ہوا ہے کسیقدر تکالیف مین عجب نہین کہ وہ اسمین مبتلا ہو جاسے اور مضبوط رہنا پرہیز مین اور استواری کرنا تقوی مین اور فکر تقرب باری جل جلالہ کا ہمیشہ دلمین رکھنا یہ سب چیزین داخل حد ضرورت مین نہین جسقدر ممکن ہو اسواسطے کہ ان سب باتون مین اقتدا اور پیروی ہے انبیا علیہم الصلوۃ والسلام اور اولیای کرام کی کیونکہ یہ سب اپنے نفوس کو ہمیشہ مائل طرف حد ضرورت کے رکہا کرتے تہے چنانچہ حضرت اویس قرنی رض کی حکایت ہی کہ وہ اپنے کو اسقدر حد ضرورت کیطرف مائل رکھتے تہے اور یہانتک اپنے نفس پر تنگی کرتے تہے کہ تمام گھر والے اونکو مجنون جانتے تہے اونکے رہنے کو ایک کوٹھری گھر کے دروازہ پر بنادی تہی اوسمین رہا کرتے اور کبہی سال بھر اور کبھی دو برس کبھی تین برس کے بعد گھر مین آتے وہ بھی اسطرح سے کہ کوئی اونکا منہ دیکھنے پاتا بعد آخر وقت عشا گھر مین آتے اور قبل اذان فجر نکل جاتے کہانا اپنا یہ ٹھہرایا تہا کہ تمام دن خرما کی گٹھلیان چنتے اور جب کوئی سوکھا برا خرما اوسمین ملتا افطار کیواسطے اوٹھا لیتے اگر اسقدر پاجاتے کہ بقدر سد رمق قوت کو کافی ہو تو گٹھلیان چنی ہوئی فقیرونپر تصدق کردیتے اور اگر اسقدر برے خرمے اوسمین نپاتے تو وہ گٹھلیان بیچتے اور اوس سے کوئی چیز خرید کر کہالیتے کپڑے کا اونکے یہ حال تہا کہ کہورونپر کے پڑے ہوئے چیتھڑے چنتے اور اونہین فرات مین دہوتے اور دہو کر جوڑتے اور پہنتے یہ لباس تہا اکثر لڑکے اونکو کنکریان مارتے اور یہ سمجھتے کہ یہ مجنون ہین اوسوقت آپ اونسے ارشاد فرماتے کہ بہائیو اگر مجھے ڈھیلے مارتے ہو تو چھوٹی چھوٹی مارو مین ڈرتا ہون کہ تم مجھے مارو شاید خون نکلے اسمین وقت نماز کا آجاے اور مین پانی نپاؤن یہ خصلتین تہین حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی اسیواسطے جناب رسالتمآب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی بہت تعظیم فرمائی ہے اور ارشاد فرمایا ہے اِنِّي لَأَجِدُ نَفَسَ الرَّحْمٰنِ مِنْ جَانِبِ الْيَمَنِ[۱] حضرت موصوف قدس سرہ العزیز کیطرف اشارہ فرمایا جب زمانہ خلافت حضرت عمر فاروق

[۱] تحقیق کہ مین پاتا ہون نفس رحمٰن کا یمن کی جانب سے

کا آیا اور آپ امیر المومنین ہوئے آپنے تمام لوگونکو جمع فرماکر ارشاد فرمایا کہ تم سب مین جو عراق کا
رہنے والا ہو کھڑا ہو جاے اوسکو سنکر جتنے آدمی عراق کے تھے کھڑے ہو گئے پھر ارشاد فرمایا کہ تم
سب بیٹھ جاو مگر جو تم مین کوفہ کے ہون وہ کھڑے رہین وہ سب بیٹھ گئے پھر ارشاد فرمایا کہ تم
سب بیٹھے رہو سوا اون اشخاص کے جو قبیلہ مراد سے ہون پھر فرمایا تم سب بیٹھے رہو مگر وہ شخص
جو قرن سے ہو سب سنکر بیٹھے رہے مگر ایک شخص کھڑا ہو گیا اوس سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تو
قرن کا رہنے والا ہے اوسنے کہا ہان آپ نے فرمایا تو اویس بن عامر قرنی کو جانتا ہے اور اونکی کیفیت اوس سے
بیان فرمائی اوسنے کہا ہان جانتا ہون یا امیر المومنین آپ اوسکو کیون پوچھتے ہین قسم ہے خدا کی ہمارے
قبیلہ مین کوئی شخص اویس سے بڑھکر احمق اور مجنون نہین ہے اور نہ کوئی اوس سے زیادہ وحشی اور کم مرتبہ ہے
اوسکو سنکر روئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور فرمایا کہ مینے جو کچھ کہا ہے خود نہین کہا ہے بلکہ وہ کہا ہے جو سنا ہے مینے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ نے ارشاد فرمایا ہے یَدْخُلُ فِی شَفَاعَتِہٖ مِثْلُ رَبِیْعَۃَ وَمُضَرَ ہرم
بن حبان رضی اللہ عنہ کہتے ہین جسوقت مینے یہ قول حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سنا آیا مین کوفہ کو اور کوئی مطلب
مطلب تھا سوا اسکے کہ تلاش کرون مین اویس قرنی کو اور کچھ سوال کرون مین اونسے یہانتک
کہ پہونچا مین اونکے پاس وہ کنارہ فرات کے دوپہر کیوقت بیٹھے ہوئے وضو کر رہے تھے اور کپڑے دھو رہے تھے ہرم بن
حبان کہتے ہین کہ پہچانا مینے اون نشانیون سے جو مینے سنے تھین دیکھا مینے کہ وہ ایک شخص قوی الجثہ گندم گون
رنگ ہے سر کے بال منڈے ہوئے داڑہی بہت گھنی بھری ہوئی پریشان کریہ المنظر مینے اونکو سلام کیا
اونہون نے جواب سلام کا دیا اور میری طرف دیکھنے لگے مینے اونکی طرف مخاطب ہو کر ہاتھ مصافحہ کو بڑھایا
اونہون نے مجھسے مصافحہ کرنے مین انکار کیا مینے کہا رحمۃ اللہ کی اور مغفرۃ تمپر ہو اے اویس کیا حال ہے تمہارا
یہ سنکر میری محبت سے اونکے آنسو برابر گرنے لگے اوسوقت مینے اونکی عجیب کیفیت دیکھی کہ جسکو مین ہی اچھی طرح سے
جانتا ہون یہانتک کہ مین بھی خوب رویا اور وہ بھی روئے پھر فرمایا کہ خدا زندہ رکھے تجھے اے ہرم بن حبان تو کیسے
آیا تو اور کیا حال تیرا ہے میرا پتہ تجھے کسنے بتایا مینے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہارے تک آنے کی ہدایت
کی فرمایا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ سُبْحَانَ اللّٰہِ اِنْ کَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ابن حبان کہتے ہین کہ مین
سخت متعجب ہوا اس سے کہ اول مجھے پہچان لیا حال آنکہ قسم ہے باریتعالیٰ جل جلالہ کی کہ نہ کبھی
اونہون نے مجھے دیکھا تھا اور نہ مین نے اونہین مینے اونسے کہا کہ تمنے مجھے کہانسے اور کیونکر پہچانا اور میرے
باپ کا نام کیونکر جانا اب تک کبھی تمنے مجھے دیکھا نتھا فرمایا پہچانا مینے اپنے خدا سے جو علیم و خبیر ہے تم نہین
جانتے کہ روحونکو باہم ہوتی ہے ایک راہ میری روح نے تمہاری روح کو پہچانا جبکہ میرے نفس نے تمہارے

نفس سے مکالمت کی ارواح کیواسطے بھی نفوس ہین جیسے اجسام کیواسطے نفوس ہین اور مومنین ایک
دوسرے کو باہم پہچانتے ہین اور وہ سب باہم دوستی رکھتے ہین روح اللہ تعالی کے ساتھہ اگرچہ ملاقات
نہوئی ہو ایک دوسرے کو باہم پہچانتی ہین اور اونکے آپسمین مکالمت ہوتی ہے اگرچہ مکان ایک کا
دوسرے سے دور ہو اور بعد منازل درمیان مین واقع ہوا ہو ابن حبان کہتے ہین مینے کہا کہ کوئی
حدیث مجھسے بیان فرمائیے جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو مین اسے سننا چاہتا ہون
فرمایا مینے نہین دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور نہ مجھے اونکے حضور اقدس مین اتفاق حاضر
ہونیکا ہوا البتہ مینے اون لوگونکو دیکھا ہے جنہون نے صرف صحبت جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ
وسلم کا حاصل کیا ہے اون لوگون کی زبانی مینے حدیثین سنی ہین جیسے تمنے سنی ہین مین تہہ نہین
جانتا کہ اپنے پر اسکا دروازہ کہولون اور محدث اور مفتی اور قاضی ہون اے ہرم ابن حبان میری نفس کو
بے پروائی ہی آدمیو سنی پھر مینے کہا کہ کوئی آیت ہی پڑہیے کلام اللہ کی وہی سنو نمین اسے اور میرے حقمین کچھہ
دعا فرمایئے اور مجھے وصیتین کیجیے جسیمین یاد رکھون مجھے آپکی ساتھہ فقط برائے خدا سخت محبت ہے
ابن حبان کہتے ہین کہ اوٹھے اور میرا ہاتھہ پکڑ کر کنارہ فرات کی ٹہلنے لگے اور فرمایا اَعُوذُ بِاللّٰهِ
السَّمِیعُ الْعَلِیمِ مِنَ الشَّیطَانِ الرَّجِیمِ اور روئے پھر فرمایا کہ الحق قول ربی و اصدق
الحدیث حدیثہ و صدق الکلام کلامہ بعد اوسکے یہ آیت پڑہی وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَہُمَا
لَاعِبِیْنَ مَا خَلَقْنٰہُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَہُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ اور اس آیت لو انہ ہو العزیز الرحیم تک پڑہکر
ایسا نعرہ مارا کہ مجکو یہ گمان ہوا کہ اونکو غش آگیا پھر فرمایا کہ اے ابن حبان تیرا باپ جہان مرگیا او عنقریب
تو بھی مرے گا اور جنت یا دوزخ مین جاویگا شروع سے دیکھو کہ آدم اور حوا کی وفات ہوئی پھر حضرت
نوح علیہ السلام کا وصال ہوا پھر حضرت ابراہیم خلیل الرحمن کا انتقال ہوا پھر حضرت موسی علیہ السلام
نجی الرحمن کا وداع ہوا پھر حضرت داود خلیفۃ الرحمن علیہ السلام رہگرای عالم بقا ہوئی پھر مسند آرای سواد
لولاک باعث ایجاد سمک تا سماک محبوب رب العالمین شفیع المذنبین محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم شاہنشاہ
اعلی علیین ہوئے پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے رخت امامت فردوس برین مین ڈالا پھر حضرت عمر
رضی اللہ عنہ بھی میری بھائی او دوست او نہین کے ہمدم ہوئے یہ کہکر ہائے عمر ہائے عمر کہنے لگے مینے کہا
کہ خدا آپ پر رحم کرے حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو ابھی زندہ ہین مرے نہین اونہون نے فرمایا کہ خدا تعالے
نے اونکی وفات کی خبر مجکو پہونچا دی اور میرا نفس یہی یہی کہتا ہے پھر فرمایا کہ مین اور تم بھی گویا مردون
ہی مین ہین پھر حضرت کی روح پر فتوح پر درود پڑہکر بہت دعائین آہستہ آہستہ مانگین اور فرمایا

کہ اسے ای حبان میری وصیت یہ ہے کہ کتاب اللہ اور طریقہ صلحا کو اپنا دستور العمل رکہنا مجہے
تمہارے اور اپنے مرنے کی خبر پہنچ چکی ہے موت کو ہر دم یاد کرنا ایک لحظہ غافل نہونا اور جب اپنے
قوم میں جا کر جاؤ تو انکو خوف دلانا اور نصیحت کرنا سب امت کی خیر خواہی کرنا اور اگر جماعت سے ایک بالشت
علیحدہ ہوگے دین سے علیحدہ ہوجاؤگے اور تمکو خبر بھی نہوگی تو آخر کو دوزخ مین پڑوگے اپنے واسطے
اور میرے لیے دعا کرنا پھر فرمایا کہ الٰہی یہ شخص اپنی دانست مین مجکو تیرے لیے چاہتا ہے اور
تیرے ہی واسطے میری ملاقات کو آیا جنت مین بھی اوسکی صورت مجھے دکھلانا اور دار السلام
مین اوسکو میرے پاس بھیجنا اور جب تک جیتا رہے اسکی جان و مال کی حفاظت کرنا اور دنیا
سے تھوڑی سی چیز پر اوسکو راضی رکہنا اور جسقدر اوسکو دنیا عطا ہو اوسکا سامان اوسکے لیے
آسان کرنا اور اپنی نعمتون پر اوسکو شکر کی توفیق دینا اور میری طرف سے جزا خیر دینا
پھر فرمایا کہ ای ہرم بن حبان اب تمکو خدا کو سپرد کرتا ہون السلام علیک و رحمۃ اللہ برکاتہ
آج کے سوا پھر کبھی تمسے ملاقات نہوگی مجکو شہرت بری معلوم ہوتی ہے تنہائی اچھی لگتی ہے
جب تک مین زندہ ان لوگونکے ساتھ ہون مجکو بہت سا رنج و غم رہیگا مین دل سے تمہارے پاس
ہون گو نظر سے دور ہون پس ڈھونڈنے اور پوچھنے کی ضرورت نہین مجکو یاد کرکے میرے لیے دعا کرنا
مین بھی انشاء اللہ تعالیٰ ایسا ہی کرونگا لو اب مین ادہر کو جاتا ہون تم اودہر کو جاؤ مین نے چاہا
کہ تھوڑی دیر ان کے ساتھ چلون مگر اونہون نے نمانا اور خود بھی روئے مجھے بھی رلایا مین اونکو
تاکتا رہا یہانتک کہ کوچہ مین چلے گئے پھر اون کا حال مین نے ہرچند پوچھا مگر کسی نے نہ بتایا خدا
اونکی مغفرت کرے پس آخرت کی لوگون کا یہ حال تہا اسطرح دنیا سے کنارہ کرتے تہے اور دنیا
کے بیان گذشتہ اور سیرت انبیا و اولیا مذکورہ بالا سے معلوم ہوا کہ دنیا کی تعریف یہ ہے کہ جو چیز
آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر ہے سوا اون اشیا کے جو خدا کے واسطے ہون اور دنیا ضد
آخرت ہے اور اوسکی تعریف یہ ہے کہ جس سے اللہ تعالیٰ کی مرضی مراد ہو پس جو مقدار دنیا کی بقدر
ضرورت یعنی قوت طاعت خداوندی حاصل کیا وے وہ دنیا مین شمار نہوگی اور اس امر کو ایک
مثال فقہی سے سمجھائے دیتے ہین مثلاً کسی حاجی نے راہ حج مین قسم کہائی کہ سوائے حج کے اور کسی چیز
مین مشغول نہونگا حج ہی مین مصروف رہونگا پھر اپنے توشہ کی حفاظت اور سواری کے گہاس
دانہ مین یا توشدان کے سینے مین یا کسی اور ایسے ہی کام مین جو حاجیون کو ضرورت ہی مصروف
ہوگا تو قسم نہ ٹوٹے گی حج ہی مین مشغول رہیگا اسی طرح بدن بھی نفس کی سواری ہے جس سے

زندگی کی مسافت طے کرتا ہے پس اسکا کفیل ہونا او سقدر کہ علم اور عمل کی طاقت رہے دنیا مین شمار نہوگا بلکہ آخرت سے مقصود ہوگا ہان اگر بدن کا لذت دنیا ان اسباب سے محظوظ ہوگا تو آخرت سے منحرف ہوگا اور خوف اس امر کا ہے کہ دل سخت ہو جاوے طنافسی رحمہ اللہ کہتے ہین کہ مین مسجد کعبہ کے باب بنی شیبہ پر سات روز تک بھوکھا رہا آٹھوین شب کو مین اونگھتا سا تھا کہ ایک منادی نے آواز دی کہ جو کوئی دنیا مین سے ضرورت وحاجت کے سوا لے گا اللہ تعالے اوسکے دل کی آنکھہ کو اندھا کر دے گا یہی بیان دنیا کا آدمی کے حق مین اوسکو خوب غور کرلو انشاء اللہ ہدایت پاؤگے

پانچوان بیان دنیا کی حقیقت اور اوسکے شغلونکا ذکر جنمین خلق ایسی ڈوبی ہوئی ہے کہ اپنے نفس اور خالق کو اور دنیا مین اپنے آنے جانے کو بھولی ہوئی ہے

واضح ہو کہ دنیا اون اشیاء خارجی کا نام ہے جنسے انسان کو حظ ہوتا ہے اور اونکی درستی مین مصروف ہتا ہے پس یہ تین باتین ہین کبھی یہ گمان ہوتا ہے کہ دنیا انمین سے ایک کو کہتے ہین مگر ایسا نہین بلکہ دنیا ان چیزونکو مع دونون علاقونکے کہتے ہین جو چیزین کہ موجود ہین اور جنکو دنیا سے تعبیر کرتے ہین وہ زمین اور اوسکے اوپر کی چیزین ہین جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے قولہ تعالی اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا زمین تو آدمیون کا بچھونا اور مسکن اور قرارگاہ ہے اور اوسکے اوپر کی چیزین کھانی پینے پوشاک وصحبت مین مستعمل ہین اور تمام روی زمین کی چیزین تین قسم ہین معدنی اور نبات اور حیوان نبات کو آدمی اس غرض سے چاہتا ہے کہ اوس سے غذا اور دوا کرے اور معدنی چیزون کا اسوجہ سے طالب ہے کہ اونسے آلات اور برتن بناوے جیسا تانبے اور لوہے وغیرہ سے بنائے جاتے ہین یا نقد رکہنے کیلیے اونکا طالب ہے جیسے سونے چاندی کو اسی غرض کے لیے کر رکہا ہے یا اور غرضونکے واسطے اونکی طلب ہوتی ہے اور حیوان کی دو قسم ہین انسان اور بہائم بہائم کو گوشت کیلیے اور لادنے اور زینت کے واسطے رکہتے ہین اور انسان سے کبھی تو یہ غرض ہوتی ہے کہ اونسے خدمت لیوے جیسا غلامونسے لیتے ہین یا صحبت مراد ہو جیسے عورتون اور لونڈیون سے کرتے ہین یا دلونکو اپنی طرف کرنا منظور ہوتا ہے کہ وہ تعظیم واکرام کرین اسکو جاہ کہتے ہین یعنی مالک ہونا لوگون کے دلونکا جاہ کہلاتا ہے پس یہ چیزین ہین کہ جنکو دنیا بولتے ہین انہین کو خداوند کریم نے اس آیت مین اکٹھا کیا ہے زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِيْنَ یہ چیزین انسانونکی ہین وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ یہ معدنیات جواہر مین سے ہین

اور اسمین موتی و یاقوت وغیرہ بھی آگئی وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ یہ بہائم مین سے ہین واسطے سواری کے ٭
وزراعت مین سے ہے تو چیزین روی زمین کی تو یہی ہین مگر ان چیزونکو بندہ کے فعلکے ساتھہ دو علاقے
ہین ایک علاقہ تو دل کے ساتھہ ہے یعنی ان چیزونکی محبت اور حفاظت اور بعبہ تن ہمت کو انکی طرف
مصروف کرنا کہ گویا بندہ دنیا ہے اور اسی علاقہ مین تمام صفتین دلکی جو دنیا سے متعلق ہین داخل
ہین جیسے کبر اور کینہ اور حسد اور ریا اور شہرت اور بدگمانی اور دین کی سستی اور تعریف کی محبت اور
شیخی وغیرہ اور اس علاقہ کو دنیا باطنی کہتے ہین اور دنیا ظاہری اونہین چیزونکا نام ہے جنکا ذکر
ہوا دوسرا علاقہ بدن کے ساتھہ ہے یعنے بدن کو اون چیزونکی درستی مین مصروف کرنا تاکہ وہ قابل
اپنے اور غیر کے حظ اٹھانیکے ہون اس علاقہ مین تمام پیشے اور حرفے آگئے جنمین لوگ مشغول و مستغرق ہین
اور انہین دونون علاقون یعنے علاقہ قلبی اور علاقہ بدنی کی جہت سے خلقت کو نہ اپنے نفس کی خبر رہی نہ
ہین اپنے آغاز و انجام کی خبر اور اگر آدمی اپنے نفس کو اور اپنے پروردگار کو پہچانے اور دنیا کی
حکمت و اسرار کو جانے تو معلوم کر لے کہ یہ سب چیزین جنکو ہمنے دنیای ظاہری لکھا ہی اس لیے
پیدا ہوئی ہین کہ جس سواری پر خدا کیطرف جانا منظور ہے اوسکا گھاس دانہ انسے ہو جاوی اور سواری
سے ہماری غرض بدن انسانی ہی کہ وہ بدون کھانے پینے اور لباس و مسکن کے باقی نہین رہتا جیسے
حج کے رستہ مین اونٹ کو دانہ پانی اور جھول نملی تو وہ بھی زندہ نہین رہیگا اور جو آدمی کہ دنیا مین سے اپنا
نفس اور مقصود کو بھول جاتا ہے اوسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی حاجی منزلونمین ٹھہرے اور
ہمیشہ اپنی سواری کی گھاس دانہ اور رنبا و سنگار اور انواع خدمت مین مصروف رہے کہین کہین سے
گھاس لاوے کہین کا ٹھنڈا پانی پلاوے یہانتک کہ اسی فکر مین قافلہ سے علیحدہ رہجاوے اور اوسکو
معلوم بھی نہو کہ اگر ایسا کرونگا تو حج سے بھی رہجاؤن گا اور مع سواری لقمہ دام ہو دونگا اور جو حاجی
کہ ہوشیار ہوگا اوسکا دل تو کعبہ اور حج مین لگا رہے گا اور سواری کی خدمت بقدر ضرورت کریگا کہ
جس سے اوسمین طاقت رفتار بنی رہے اسیطرح جو شخص سفر آخرت مین دانا بینا ہوتا ہے وہ بدن کی خدمت
ضروری کرتا ہے جیسے کوئی پاخانہ مین حاجت کیوقت جا بیٹھتا ہے اور پیٹ مین کچھہ ڈالنے اور پھر اوسکو
پاخانہ کی راہ دور کرنے مین کچھہ فرق نہین دونون باتین ضرورت ہی کیواسطے ہوتی ہین بس ایک
کو دوسرے پر ترجیح دینا نچاہیے جیسی قضاء حاجت مین بقدر ضرورت مصروف ہوتے ہین شکم کے سیر
کرنے مین بھی بقدر ضرورت مصروف ہین اور اکثر جو آدمیونکو خدا کیطرف سے مشغول کرتا ہے وہ پیٹ ہے
اسلیے کہ غذا سب مین زیادہ ضروری ہے مسکن و لباس تو آسان ہین اگر لوگونکو ان چیزون کی طرف حاجت کا

کا سبب معلوم ہوا و بقدر حاجت ہی پر اکتفا کرین تو اشغال دنیا وی مین مستغرق نہون اون مین جو
مستغرق ہین تو یہی وجہ ہے کہ دنیا اور اوسکی حکمتون کو نہین جانتے اور اپنے حظوظ دنیا مین کسقدر
ہین اونکو نہین پہچانتے اسی جہالت و غفلت سے شغل پر شغل ہوتا جاتا ہے اور بے انتہا کام نکلتے
آتے ہین انہین شغلون مین حیران پریشان ہوکر اپنے مقصود کو بھول جاتے ہین ہم دنیا کے
کامون کی تفصیل اور یہ کہ کسطرح لوگونکو اونکی طرف حاجت ہوتی ہے اور لوگ اپنے مقصود مین
کسطرح دہوکھا کہاتے ہین مشرح بیان کرتے ہین تا کہ یہ بات معلوم ہو کہ دنیا کے کامون سے لوگ
اللہ تعالی کی طرف سے کیسے غافل ہوجاتے ہین اور اپنے انجام کار کو بھول جاتے ہین پس جاننا چاہیے
کہ دنیا کے اشغال حرفہ اور صناعات اور دوسرے کام ہین جنمین خلق ہمہ تن مشغول ہے اور سبب
شغلون کی کثرت یہ ہے کہ انسان کو تین چیزونکی حاجت ہوتی ہے غذا اور لباس اور مکان غذا
تو زندگی قائم رہنے کے لیے اور لباس گرمی سردی کے دور کرنے کو اور رہنے کی جگہہ گرمی سردی کے
دفع کو بھی اور اس لیے بھی کہ اہل و عیال و جان و مال حفاظت سے رہین اور خداوند کریم نے غذا و
لباس و مسکن انسانی ایسے نہین بنائی کہ جسمین انسان کی صنعت کو کچھہ دخل نہو البتہ یہ بات بہائم
کے لیے رکہی ہے مثلاً گہاس غذا ہے بہائم کی اوسکی پکانے کی کچھہ ضرورت نہین اسیطرح اونکی بدن کے بال بمنزلہ
پوشاک ہین حاجت لباس نہین اور اونکی پوست ایسی ہین جنمین حرارت اور برودت تاثیر نہین کرتی صحرا مین
رہ سکتی ہین اسلیے ضرورت مکان کی بہی نہین اور انسان کی خلقت اسطرح نہین اسی لحاظ سے پانچ
صنعتونکی ضرورت ہوئی جو اوائل صناعات اور اصول اشغال دنیوی ہین یعنے زراعت اور چرانا اور
اقتناص اور بننا اور عمارت بنانا فن عمارت تو مکان کیواسطے اور بننا اور اوسکے متعلقات مثل کاتنے
اور سینے کے لباس کے لیے اور چرانا بہائم کا واسطے سواری اور کہانے کے اور زراعت واسطے حاصل کرنے غذا کے
اور اقتناص یعنی حاصل کرنا اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزونکو مثل شکار اور معدنیات اور گہاس لکڑی وغیرہ
کے پس کشتکار غلہ پیدا کرتا ہے اور چرواہا حیوانات کی نگاہبانی کرکے اون سے بچے لیتا ہے اور مقتنص
ایسی چیزین لیتا ہے جنکی پیدایش مین آدمی کی صنعت کو دخل نہو اور ہماری غرض بہی اقتناص سے
یہی ہے کہ جن چیزونکی پیدایش مین آدمی کی صنعت کو دخل نہو خود بخود پیدا ہوئی ہون اونکو حاصل کرلے
اوسکی اندر بہت سے فن داخل ہین پہر ایمین سے ہر ایک فن کیواسطے آلات و اوزار کی حاجت ہے مثلاً
زراعت کی آلات اور بننے کے آلات اور عمارت کے اوزار اور شکار کے ادوات اور آلات یا تو نباتات یعنے
لکڑی کے ہوتے ہین یا معدنیات یعنے لوہے وغیرہ کے یا حیوانات کی چمڑے کے اب تین فنونکی اور ضرورت ہوئی

درودگری آہنگری اور چرم دوزی یہ لوگ آلات کے بنانے والے ہین درودگر سے ہماری غرض یہ ہے
کہ جو لکڑی کا کام کرے اسیطرح آہنگر سے وہ پیشہ مراد ہے جو معدنیات کا کام کرے خواہ لوہا ہو یا سنا
وغیرہ اور چرم دوز سے بھی یہی غرض ہے کہ چمڑے کا اور اجزاء حیوانات کا کام کرے خواہ کسیطرح کا ہو
اسلیے کہ یہان غرض اجناس کا بیان کرنا ہے مفردات پیشون سے مقصود نہین پس حق تعالیٰ نے
اصل مین ہر انسان کی پیدایش اسطرح کی ہے کہ تنہا نہین رہتا بلکہ اجتماع کا محتاج ہوتا ہے کہ کوئی دوسرا
شخص اسی کی جنس کا اسکے پاس رہے اور حاجت اجتماع دو وجہ سے ہے اول تو جنس انسانی کی باقی
رہنے کو کہ یہ بدون ساتھ رہنے مرد و عورت کے نہین ہو سکتی اور دوسری وجہ اجتماع کی یہ ہے کہ ایکدوسرے
تیاری سامان غذا و لباس و تربیت و پرورش اولاد مین مدد ہو سکے اسلیے کہ اجتماع سے اولاد تو ضرور
ہوگی تو ایک ہی آدمی سے نہین ہو سکتا کہ اولاد کی حفاظت بھی کرے اور سامان غذا بھی کرے اور یہ بھی
کافی نہین کہ ایک ہی شخص اپنے زن و فرزند ایک مکان مین لیکر بیٹھ رہے اسطرح تو زندگی دشوار ہے
بلکہ اجتماع ایک جماعت کا چاہیے کہ ایک ایک آدمی ایک ایک صنعت اختیار کرے مثلاً ایک شخص سے نہین
ہو سکتا کہ تنہا زراعت کرے اسلیے کہ زراعت کے لیے آلات چاہیین آلات کیواسطے بڑہی لوہار ضرور ہین
اور غذا کے واسطے پیسنے والا پکانے والا چاہیے اسیطرح تنہا لباس بھی نہین حاصل کر سکتا کیونکہ اوسمین
بھی اول زراعت روئی کی پھر کاتنے بنے کے آلات پھر سینے کا بکھیڑا درکار ہے خلاصہ یہ کہ انسان کا تنہا رہنا
دشوار ہے اجتماع جماعت کی ضرورت ہی اب اجتماع اگر مثلاً جنگل مین ہو تو حرارت اور سردی اور مینہ اور دہوپ کی
ایذا اٹھائین اسلیے ضرور ہوا کہ مکانات مستحکم بنا کر ایک ایک گھر لے لے مع اپنے آلات و سامان کے جدا
جدا رہین کہ اوپر کی سب مصیبتون سے محفوظ رہین اور بعض اوقات چونکہ یہ خوف ہوتا ہے کہ شاید باہر سے چور
آکر سب گھرونکو لوٹ لین پس اس خیال سے ضرورت فصیل اور شہر پناہ کے ہوتی ہے اور اسی ضرورت سے
شہرونکی بنا ہوئی جب لوگ شہرون مین اکٹھے ہو جاتے ہین اور آپسمین معاملات کرتے ہین تو جھگڑے بھی
باہم پیدا ہوتے ہین کیونکہ مثلاً زوج کو ولایت اور ریاست اپنی منکوحہ پر ہوتی ہے اور ماں باپ کو اپنی
اولاد پر اور عاقل پر ریاست و ولایت ہونے سے خصومت ضرور ہوتی ہے دیکھو بہائم پر ولایت ہونے سے
کچھ خصومت نہین ہوتی کیونکہ اونکو تاب مخاصمت و مقابلہ نہین اگرچہ اونپر کیسا ہی ظلم ہو لیکن عورت
اپنے خاوند سے اور بیٹا باپ سے جھگڑا کر بیٹھتا ہے بلکہ جب ایک شہر کے لوگ دوسرے سے معاملات کرتے ہین
تو بعض اوقات نزاع ہو جاتا ہے اگر اونکو حالت نزاع مین ہی چھوڑ دیا جاوے تو لڑ لڑ کر تباہ و برباد
ہو جاوین اسیطرح چرواہے اور زمیندار ایک ہی چراگاہ اور زمین کے مدعی ہوتے ہین جو دونکی

غرض کو وفا نہین کرتی تو اس سے بہی اونمین نزاع ہوتی ہے اور بعض اوقات کوئی شخص زراعت
اور صنعت سے بوجہ کسی مرض کے عاجز ہوتا ہے یا بڑہاپے کے سبب کچھہ نہین کر سکتا پس اگر ایسا شخص
یون ہی چہوڑ دیا جاوے تو ہلاک ہو جاوے اور اگر سب کے ذمہ اوسکی خبرگیری کیجاوے تب بہی شرکت کی
ہنڈیا چوراہے مین پہوٹے اور اگر کسی خاص کے ذمہ اوسکی خبرگیری ہو تو وہ کیون اطاعت بلا وجہ کریگا
ان وجوہات کی لحاظ سے اور بہت سی صنعتین پیدا ہوتی ہین اول پیمایش کا فن اس سے زمین کی مقدار
معلوم ہوتی ہے تاکہ نزاع کے وقت درستی سے مساوی تقسیم ہو سکے دوم فن سپہ گری جو بزور تلوار حفاظت
شہر کی چورون وغیرہ سے کرین سوم پنچایت وحکومت جس سے جہگڑے فیصل ہون چہارم فقہ یعنی
وہ قانون شرعی جس سے خلق کا انتظام ہو اور اوسکی حدود پر قائم رہین معاملات اونکے شروط مین
تجاوز نکرنے پاوین پس یہ باتین سیاست کے لیے ضروری ہین اور انمین سے ہر ایک امر کے لیے ایک آدمی مخصوص
صفت کا چاہیے جو علم وتمیز وہدایت مین ایک درجہ خاص رکہتا ہو اور جب ان کامونمین مصروف ہونگے
تو اور کام اونسے نہونگے اور معاش کے محتاج یہ لوگ بہی ہین اور شہر والونکو انکی ضرورت ہی مثلاً اگر شہر والے
ہی دشمن سے لڑین تو اور صناعت کون کرے اور اگر لڑنے والے ہی زراعت وغیرہ کرین تو حفاظت
کو کون کہڑا ہو پس ہر کاروبار کے ہر فرد کی ضرورت ہوئی اور ایک ایک کام ایک ایک کے حوالہ ہوا کچھہ لوگ
ایسے ہوئے جنکے وہ مال سپرد ہو جسکا کوئی مالک نہو خواہ دشمنونسے جو لوٹ آوے وہ اونکے پاس رہے
پس اگر یہ چلن سے چلے اور تہوڑے ہی مال پر قانع ہوے تو فیہا ورنہ ضرور ہوا کہ اور وںسے بطور خراج
کچھہ اونکو ملے تاکہ حفاظت وغیرہ بخوبی کر سکین اب اس صیغہ کے پیدا ہونے سے اور حاجتین درپیش ہوتی ہین
مثلاً ایک محصل چاہیے جو سب سے نرمی اور عدل کے ساتھہ لیوے اور ایک خراج کی مقدار مقرر کرنیوالا
چاہیئے جو عدل سے کاشتکارون ومالدارون پر کچھہ مقرر کرے اور ایک خزانچی چاہیے جسکے پاس خراج
جمع رہے ایک قاسم یعنے بخشی چاہیے جو وقت مقرری پر اوسکو اہل حاجت مین تقسیم کیا کرے اور یہ سب
کام ایسے ہین کہ اگر کسی ذریعہ سے تقسیم نہو تو انتظام ٹوٹ جاوے اسلیے حاجت ایک بادشاہ یا امیر
کی ہوئی جس سے یہ سب کام اچہی طرح ہو جاوین اور جس شخص کو جس لائق دیکہے اوسپر مقرر کر دے
اور انصاف وعدل خراج کے لینے اور دینے اور لشکر کے بہیجنے اور ہتہیار ونکی تقسیم اور لڑائی کیطرف مقرر
کرنے اور سپہ سالار اور ہر جماعت کی رئیس معین کرنے مین مد نظر رکہے اور لشکر کے ساتھہ اور بکہیڑے سلطنت
کے ہین مثلاً حفاظت ملک اور تعیین محرران وعاملان ومتصدیان وحسابدانان وخزانچیان وغیرہ
اور یہ سب لوگ محتاج معاش ہین اور کوئی حرفہ نہین کر سکتے اب انکی واسطے بہی مال کی ضرورت ہے

جو خراج کے ساتھہ وصول ہوتا ہے اوسکو فرع خراج کہتے ہین (جیسے چونگی اور چوکیداری وغیرہ بالفعل رائج ہین) اس سے معلوم ہوا کہ آدمی صنعت کے اعتبار سے تین قسم ہین اول تو کشتکار وچرواہے دوم اہل حرفہ سوم اہل سیف سوم وہ لوگ جو کشتکارون وغیرہ سے لیکر اہل سیف کو دیتے ہین اونکو اہل قلم کہنا چاہیے اب دیکہنا چاہیے کہ شروع مین حاجت صرف غذا اور لباس و مکان کی تہی انجام کو کتنا بکہیڑا ہو گیا دنیا کے سب باتونکا یہی حال ہے کہ ایک کام شروع کرو دس پیدا ہون اور اسیطرح ہوتے ہوتے بے انتہا ہو جاوین گویا دنیا ایک دوزخ ہے جسکے عمق کی کچہہ حد نہین جب آدمی اوسکی ایک گہری مین گرتا ہے اوس سے دوسرے مین فی ہلک جاتا ہے اسیطرح گرتا چلا جاتا ہے پہر یہ جتنے اوصنعتین ہوین مال اوزار کے نہین ہوسکتی اور مال اون چیزونکا نام ہے جو روی زمین پر ہین اور لوگ اونسے منتفع ہوتے ہین اونمین سے اعلی غذائین ہین پہر رہنے کے مکانات پہر سب معیشت کی جگہہ مثل دوکان وکہیت وغیرہ کی پہر لباس پہر اثاث البیت اور اوسکے آلات پہر آلات کی آلات اور آلات بہی بعض اوقات حیوان کی قسم سے ہوتے ہین جیسے کتا کہ آلہ شکار ہے یا بیل کشتکاری وغیرہ کا آلہ یا گہوڑا لڑائی کا آلہ اب بعض مواضع ایسے ہوتے ہین کہ اونمین کشتکاریکے آلات نہین ہوتے اور بڑہی اور لوہار بعض اوقات ایسے گاؤن مین رہتے ہین کہ جہان کہیتی نہین ہوتی تو بالضرور جنکی پاس آلات نہین انکو بڑہی لوہار کی حاجت پڑتی ہے اور اون دونون غلہ والی کی ضرورت ہوتی ہے اس ضرورت سے خرید و فروخت مروج ہوئی یعنے غلہ والا چاہتا ہے کہ اپنے پاس کی چیز دیکر آلات مول لیوے اور آلات والا اپنے آلات کی عوض مین غلہ خریدنا چاہتا ہے مگر یہ ضرور نہین کہ دونون خواہش ایکہی وقت ہو بلکہ ہوسکتا ہی کہ جسوقت بڑہی کوئی آلہ تیار کرکے کسان سے اوسکی عوض غلہ مانگے اوسوقت کسان کو ضرورت اوس آلہ کی نہو اسیطرح یہ بہی ممکن ہے کہ جب کسانکو ضرورت آلہ کی ہو تو بڑہی کو حاجت غلہ کی نہو تو ایسی صورتونمین طرفین کے مقصود بند رہنے کا خوف تہا اس لحاظ سے ایسی دوکانین مقرر کی گئین کہ جنمین ہر طرح کے آلات فروخت ہوا کرین اور غلون کے واسطے منڈیان مقرر ہوئین کہ جب کسانون اور اہل حرفہ کو ضرورت آلات خواہ غلہ کی ہو تو اوسی وقت مل سکے منڈی والے کسانونسے غلہ خرید لیتے ہین اور اہل حاجات کو اونکی خواہش کے وقت دیدیتے ہین اسیطرح دوکاندار بڑہی وغیرہ سے آلات خرید لیتے ہین اور طلب کیوقت کسانون کو دیتے ہین دوکاندار اونسے ارزان لیتے ہین اور اہل حاجت کو نفع کے لیے گران دیتے ہین اسی نفع کی توقع سے بازار اور گنج مقرر ہوئے سب صنعتونکا حال ایسا ہی تصور کرنا چاہیے پہر شہرون اور گاؤن مین آمد و رفت ہونی لگتی ہے تو گاؤن والی شہر مین سی آلات لیجاتی ہین اور شہر

والے گاؤن سے غلہ لاتے ہین اسیطرح خلقت کا دستور ہے کیونکہ نہ ہر ایک شہر مین سب آلات رہتے ہین
نہ ہر گاؤن مین سب غذائین تو بالضرور جو چیز ایک مین ہوگی اور دوسرے مین نہوگی اور دوسرا محتاج
اول کا رہیگا اس لیے لوگون نے یہی اختیار کر لیا کہ اپنے نفع کے لیے ایک جگہہ کی چیز دوسری جگہہ پہونچانے
مین مدرات کو سونا نہ دن کو آرام برابر سفر کرتے رہتے ہین اور یہ سب باتین دوسرونکی غرض کیواسطے کرتے ہین
اونکا خود کا مطلب صرف مال کا کہٹا کرنا ہوتا ہے جسکو ایک وزیا انہرن ہمین لیتے ہین یا کوئی حاکم
زبردستی لے لیتا ہے لیکن خدا تعالے نے اونکو یہ راز نہین بتایا وہ برابر غفلت وجہالت مین رہتے ہین
تاکہ اونکی غفلت ونادانی سے انتظام شہرونکا اور مصلحت وبہتری بندگان خدا کی بنی رہے بلکہ اگر سب
کامونکو دنیا کے دیکہو تو سب کا انتظام غفلت وخست ہمت سے ہے اگر لوگ ہوشیار ہوتے اور حوصلے
بہی عالی رکہتے تو دنیا کو ترک کر دیتے اور پہر وجہ معیشت بالکل جاتی رہتی اور سب لوگ معہ زاہدین تباہ
ہوجاتے پہر ان اموال کو جو ایک جگہہ سے دوسری جا لیجاتے ہین تو کبہی آدمی سے نہین اوٹہہ سکتی جانورون
پر لاد کر پہونچاتے ہین اور بعض اوقات مالک مال کے پاس جانور بار برداری کے نہین ہوتے تو وہ اون
لوگون سے معاملہ کرتا ہے جنکے پاس بار برداری ہو خواہ غلہ پہونچانے کا ٹہیکہ مقرر کر دیتا ہے یا کرایہ
معین ہوجاتا ہے پس کرایہ اور ٹہیکہ بہی ایک وجہ معیشت ہوجاتی ہے پہر معاملات اور معاوضات ہے
تعین مقدار کی بہی ضرورت ہوتی ہے مثلاً اگر کوئی شخص کپڑے کے عوض مین غذا خریدنی چاہے تو
اوسکو یہ کیسے معلوم ہوگا کہ اسقدر غذا کے عوض کسقدر کپڑا چاہیے اور معاملات ہر طرح کی اجناس مختلف
مین ہوتے رہتے ہین جیسے کپڑا کہانیکے عوض مین فروخت ہوتا ہے اور کپڑیکے عوض مین جانور فروخت
ہوتا ہے وغیرہ اور ان چیزونمین کچہہ مناسبت نہین جس سے مقدار معلوم ہوجایا کرے تو ضرور ہوا
کہ بائع ومشتری مین ایک مقدار عدل ہو جو ایک کی چیز کو دوسری کی چیز سے برابر کر دے اور یہ عدل
ایسی چیزونمین سے ہو کہ جو مالیت رکہتی ہون اور ہمیشہ کو رہ سکین اس لیے کہ انکی ضرورت تو ہمیشہ ہی
ہوا کرتی ہے اب مالونمین جو دیکہا تو سب سے زیادہ معدنی چیزونکو پایدار پایا اسلیے سونے اور چاندی اور
تانبے کو برابری کی غرض سے لیے نقد مقرر کیا پہر اونکی کمائی کے لیے سکہ اور ٹہپہ کی ضرورت ہوئی تو ٹکسال
اور صراف مقرر ہوئے اسیطرح اشغال واعمال ہے اور اشغال واعمال نکلتے گئے یہانتک کہ جو نوبت اب ہے
وہ نظرون ہی مین ہے اور چونکہ اکثر پیشے اسطرح کے ہین کہ بدون سیکہے اور محنت کے نہین آسکتے اور بعض لوگ
لڑکپن مین کوئی کام نہین سیکہتے خواہ کہیل کود وغفلت سے یا کسی اور وجہ سے تو بڑے ہوکر جب اپنے
آپکو ہنر سے عاری دیکہتے ہین تو یہ چاہتے ہین کہ دوسرونکی کمائی کہاوین اس مطلب کے لیے دو پیشے

علمی پیدا ہوتے ہین ایک چوری اور ایک گداگری ان دونون کا مال یہی ہے کہ دوسرون کی کمائی کہاوین اور از انجا کہ لوگ اپنا مال حتی الوسع چورون اور گداگرون سے بچاتے ہین تو ان دونون فریقون نے مال لینے کے حیلے اور تدبیرین نکالی چور تو بعض اوقات ایک دوسرے کی معاون و مددگار ہوکر راہزنی اور ڈاکہ زنی کرنے لگی اور جو اونمین کمزور ہین وہ نقب اور کمند لگاکر غفلت کیوقت گہرونمین گہس کر چرا لاتے ہین یا اور حیلے کرکے اوٹھائی گیری اچکے جیب کترے بنجاتے ہین اسیطرح گداگر اگر کسی کے پاس جاکر مانگتا ہے تو جواب پاتا ہے کہ تو ہٹا کٹا ہے جیسے اور لوگ محنت کرتے ہین تو کیون نہین کرتا تجھے کچھہ نہین ملیگا اسواسطے اوس فرقہ کے آدمیون نے بہی تدبیرین پیسہ لینے کی نکالین بعضونکا حیلہ تو ہوتا ہے کہ خود اپنی آنکہین اور اپنے بچون کی آنکہین پہوڑ لیتے ہین تاکہ لوگ معذور جانکر کچھہ دیدین اور بعضے صرف بہانہ کرتے ہین کہ ہمین کچھہ نہین سوجہتا یا بتکلف فالج زدہ اور مجنون اور بیمار بنجاتے ہین اور لوگونکی سامنے ایسے فریب کہتے ہین کہ یہ رنج ہمپر اتفاقی آپڑا تاکہ لوگ رحم کہاکر کچھہ دین اور بعض لوگ کچھہ فعل اور قول ایسے دیتے ہین کہ جنسے آدمی تعجب کرین اور جب اونکو مشاہدہ کرین تو ہنسین اور خوشی کیوقت شاید کچھہ دینے کو ہاتہہ بہائین گو دینے کے پیچہے اپنی حرکت پر نادم ہون لیکن اوسوقت کی ندامت ہی کیا فائدہ اور یہ قول و فعل کبہی تو مسخرے تور پر ہوتے ہین مثلاً حکایات عجیب بیان کرنی اور شعبدہ دکہلانا اور افعال و حرکات ایسی کرنے جنسے ہنسی آوے اور کبہی شعرخوانی کے طور پر کہ اشعار غریب خواہ کلام نثر کو خوش آوازی سے گاوین اور شعر موزون کی تاثیر دلمین زیادہ ہوتی ہے خصوص اوسوقت کہ اونمین کوئی تعصب متعلق مذہب کے ہو مثلاً اشعار مناقب صحابہ رضی اللہ عنہم یا اہل بیت رض کی یا اونمین کوئی بات عشق مجازی اور محبت باطل کی ہو جیسے ڈہول کی والے بازارونمین گاتے پہرا کرتے ہین اور اسی فرقہ مین وہ لوگ بہی ہین کہ جو جاہلون اور لڑکونکو فریب دیکر تعویذ و گنڈہ اور بوٹی اونکے ہاتہہ بیچڈالتے ہین وہ بیچارے اونکو ڈہیلے مول لے لیتے ہین حالانکہ کسی کام کے نہین ہوتی یا قرعہ اور فال دیکہنے پر اجرت لیتی ہین اور اسی جنس مین وہ لوگ بہی ہین کہ منبر و نیر بیٹہکر وعظ کہا کرتے ہین اور اونکی غرض صرف اپنی طرف لوگونکی دلونکا متوجہ کرنا اور اونسے مال لینا ہوتا ہے اور کوئی فائدہ علمی نہین منظور ہوتا اسیطرح گداگری کی ہزارون صورتین ہین اور سب بہت فکر دقیق سے نکلی ہین معیشت والونکو ذرات بہی فکر رہتا ہی ایسی تدبیرین جاری کرین پس یہ اشغال و اعمال خلقت کی ہین جنپر وہ گری ہوئی ہین اور منشا ان سب کا صرف حاجت خوراک و پوشاک کی ہے لیکن اسمین وہ اپنی جانونکو بہول گئے اور مقصود و مال بہی یاد سے جاتا رہا اسی سے حیران و سرگردان و گمراہ ہوگئے اور اونکی ضعیف عقلونپر دنیا کی شغلونکی کدورت سے خیالات فاسد جم گئی اسی کی جا

ہر ایک کا مذہب اور راے چند طور پر ہو گئی کچھ لوگ تو ایسے ہوئے کہ جہل اور غفلت کی باعث اونکی
آنکھین نہ کھلین اور انجام کار نسوجھا اور یہی جانا کہ مقصود یہی ہے کہ چند روز دنیا مین زندہ رہکر غذا کی حاصل
کرنے مین کوشش کرین اور کھا پیکر کمائی کے قابل ہوجاوین پھر کما کر کھاوین غرضکہ اونکی غذا کمائی کیواسطے
ہے اور کمائی غذا کے لیے اور یہ راے تو کسانون اور حرفہ والون کی ہے جو دنیا مین بھی آسایش سے نہین رہتے
نہ دین مین پاون دہرتے ہین دن بہر رات کی غذا کے لیے مشقت کرتے ہین اور رات کو دن کی مشقت
کیواسطے غذا کہاتے ہین یہ لوگ مرنے کیوقت تک تیلی کے بیل کیطرح اسی گردش مین رہتے ہین اور کچھ
لوگ یہ گمان کرتے ہین کہ ہم مطلب سمجھ گئے شریعت کا مقصود یہ نہین کہ انسان عمل ہی پر کفایت
کرے اور دنیا کی لذائذ سے محروم رہے بلکہ سعادت یہی ہے کہ شہوت شکم اور فرج سے پیٹ بھر کر حاجت
پوری کرے پس یہ لوگ اپنے نفسونکو بھول گئے اور تمامی ہمت عورتون کی صحبت اور لذیذ کھانون مین
صرف کی چوپایون کیطرح بجز خورد و خواب کے اور کچھ نجانا اور اسی کو غایت مقصود سمجھا نا خدا تعالی
اور قیامت کے دن سے غافل رہے اور ایک جماعت کا یہ گمان ہے کہ سعادت مال کی اور خزانون کی
کثرت سے ہے تو یہ لوگ رات دن جمع کرنے کی فکر مین رہتے ہین اور اس غرض کے لیے بڑی بڑی
محنتین اور طویل سفر اختیار کرتے ہین قدر ضرورت کے سوا بخل کے مارے کچھ نہین صرف کرتے کہ کہین مال کم نہو جاے
اور اسی ننانوے کے پھیر مین پڑے رہتے ہین یہانتک کہ مرنیکے بعد اونکی کمائی یا تو زمین ہی مین
رہتی ہے یا کسی کھاؤ اڑاؤ کے ہاتھ لگتی ہے یہ تو چین کرتا ہے اور جوڑ جوڑ کر مرنے والا اوسکی مصیبت و
وبال مین گرفتار ہوتا ہے لیکن جمع کرنے والے یہ حال اپنی آنکھون دیکھتے ہین اور عبرت نہین کرتے
اور ایک لوگونکو یہ خیال ہے کہ سعادت منحصر نیکنامی مین ہے کہ لوگ ہماری تجمل اور مروت کی ثنا اور
صفت بیان کرین یہ لوگ رات دن جو کچھ معاش پیدا کرتے ہین اپنے کھانے پینے مین بہت تنگی
کرتے ہین لیکن سب مال اچھی پوشاک اور نفیس سواری مین صرف کرتے ہین گھر کے دروازے یا جن چیزون
پر خلق کی نگاہ پڑے اونکو بہت منقش اور آراستہ رکھتے ہین تاکہ لوگ اونکو غنی اور مالدار کہین اور اسی
مین اپنی سعادت سمجھتے ہین اور بعضے یون تصور کرتے ہین کہ آدمی کی سعادت اسمین ہے کہ لوگونکی نظر مین
مقبول اور قابل تعظیم ہوجاوے اس خیال سے ہمہ تن اس بات مین کوشش کرتے ہین کہ لوگ ہماری
اطاعت کرین اور ہمین بلحاظ حکومت پر مرتے ہین اور سرکاری کام لینے سے بڑی خوشی ہوتی ہین
تاکہ اس وجہ سے کچھ لوگون پر حکومت ہوجاوے اور اسی کو غایت مقصود سمجھتے ہین اور یہ بات اکثر
غافل لوگون مین موجود ہے لوگونکی فرمان برداری کی محبت سے خدا کی فرمان برداری اور عبادت اونکی

سعادت آخرت کی فکر کو بھلا دیا ہے علاوہ ان جماعتون کی اور بہت سی فرقہ ہین جنکا شمار سرسری طور ہر ہے زیادہ ہے اور سبکے سب خود گمراہ ہین اور اورونکو صراط مستقیم سے بہکاتے ہین اور یہ صرف اس وجہ سے کہ کہانے اور لباس اور مسکن کی حاجت مین یہ بہول گئے کہ ان چیزونکی حاجت کیسلیے ہی اور یہ تینون سے کسقدر کافی ہین اور انکی اسباب ابتدای مین پڑکر انجام تک نوبت پہونچ گئی اور آخر کو اسمین گہر ہو گئی اور یہ نہین جانا چاہیے کہ اونمین سے نکلنا دشوار ہو گیا پس جو شخص کہ ان چیزونکی طرف حاجت کی وجہ جانتا ہو اور جو کچہہ دنیاوی کامونسے مقصود ہے اوس سے بہی واقف ہو ایسا شخص کام اوسی قدر کرے گا اونکی غرض اور مقصود کو جانتا ہو گا اور یہ بہی واقف ہو گا کہ میرا حصہ اس کام وحرفت سے صرف بدن کی خبرگیری ہے کہ غذا و لباس سے اسقدر اوسکو پہونچے کہ ہلاک نہو پس اگر اپنے اس حصہ مین بہی کمی کرے گا تو سب شغل اس سے دفع ہو جاوینگے اور فارغ البال ہو کر ہمہ تن متوجہ آخرت ہو گا اور اوسی کے لیے تیاریان کرے گا اور اگر حصہ مذکور یعنی مقدار ضرورت سے بڑہکر لے گا تو اشغال کا ہجوم ہو گا مسلسل بے انتہا کام نکل آوینگے اور طرح طرح کے ترددات مین مبتلا ہو گا اور جس شخص کو دنیاوی ترددات اسطرح رہتی ہین اوسکو معلوم نہین کہ خدا تعالی کونسے تردد مین ہلاک کر دے اور اس مثل کا مصداق بناوے ع چو میرد مبتلا میرد چو خیزد مبتلا خیزد یہانتک حال اون لوگونکا ہوا جو دنیا کے کامون مین مستغرق رہتے ہین اب یہ سننا چاہیے کہ بعض لوگ دنیا کے حال سے واقف ہو کر اوس سے اعراض کرتے ہین او پھر شیطان حسد کرکے اسی اعراض مین ایسی باتین اونکے دلمین جماتا ہے کہ بے گمراہ کیے نہین چہوڑتا مثلاً بعض لوگون کو یہ تصور ہوتا ہے کہ دنیا محنت و مصیبت کی جگہہ ہے اور آخرت سعادت کا مکان ہے جو آخرت مین پہونچا سعادت مین داخل ہوا خواہ عبادت کرے یا نہین اور اس بنا پر یہ اعتقاد کر لیا کہ محنت دنیاوی سے بچنے کے لیے اپنی جانون کو ہلاک کرنا بہتر ہے یہ عقیدہ ہند و عابدونمین سے ایک فرقہ کا ہے کہ اپنے آپ کو جلتی آگ مین گرا کر خاک کر ڈالتے ہین اور جانتے ہین کہ اس سے محنت دنیاوی اونپر سے ٹلجاویگی اور آخرت مین کہڑی سعادت مین پہونچینگے اور کچہہ لوگونکو یہ تصور ہے کہ خودکشی سے نجات نہین ہوتی بلکہ اول یہ ضرور ہے کہ صفات بشری کو معدوم کرنا اور نفس سے بالکل نیست و نابود کرنا چاہیے اور سعادت آخرت شہوت و غضب کی بالکل قطع کرنے مین ہے اسی خیال سے مجاہدہ کیطرف متوجہ ہوے اور اپنے نفس پر اتنی سختی کی کہ کچہہ تو کثرت ریاضت ہی مین مر گئے اور بعضونکی عقل فاسد ہو کر مجنون ہو گئے اور بعضے مریض ہو کر عبادت سے رہگئے اور بعضے بیخ کنی صفات بشری سے عاجز ہو کر جانتے لگے

کہ شریعت کی حکم اور تکلیف کی تعمیل محال ہے اور اوسکی کچہہ اصل نہین دہوکہا ہی دہوکہا ہے ان خیالات سے
بہک گئے اور بعضونکو یہ سوجہا کہ سب محنت خدا کے واسطے کیجاتی ہے مگر خدا تعالی کی ذات ہر چیز
سے غنی اور بے پروا ہے نہ کسی عابد کی عبادت سے اوسمین کچہہ زیادہ ہوا اور نہ کسی عاصی کی نافرمانی سے
اوسمین کم ہو یہ سوچکر احکام شرعی کو بالای طاق رکہدیا اور خواہش نفسانی کیطرف رجوع کی اور
جو چاہا سو کیا اور یہ سمجہے کہ ہمارا عقیدہ بہت صاف ہے کہ خدا کو ہم عابدون کی عبادت سے بے پروا
جانتے ہین اور کچہہ لوگ یہ خیال کرتے ہین کہ عبادت سے غرض مجاہدہ ہے اسقدر کہ آدمی کو معرفت
حاصل ہوجاوے اور معرفت ہونے پر وصل الی اللہ ہوجاتا ہے اس رتبہ کی بعد پہر حاجت وسیلہ
اور حیلہ یعنے عبادت کی نہین رہتی بلکہ اور چونکہ اس قسم کے لوگ اپنے آپکو معرفت مین کامل جانتے ہین
تو اسوجہ سے عبادت چہوڑ دیتے ہین اور کہتے ہین کہ تکالیف شرعی ہم لوگون کیواسطے نہین غرض اس قسم کی
ہین انکے سوا اور مذاہب باطلہ اور گمراہیان بہت سخت ہین کہ اونکے تعداد ستر سے کچہہ زیادہ پہونچتی ہے
مگر اونمین سے صرف ایک فرقہ نجات پاوے گا اور وہ وے لوگ ہین جو انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور
اونکے اصحاب رض کے طریق پر چلنے والے ہین یعنی جنکا عقیدہ یہ ہے کہ نہ بالکل دنیا کو ترک کرنا چاہیے
اور نہ بالکل بیخ کنی شہوات کی کرنی چاہیے بلکہ دنیا مین سے بقدر زاد لینا چاہیے اور شہوات مین
سے اوسقدر کا استیصال کرنا چاہیے جو حد شرع اور عقل سے خارج ہو خلاصہ یہ کہ نہ ہر ایک شہوات
کا در پے ہوا اور نہ ہر ایک کا تارک بلکہ طریق متوسط اختیار کرنا چاہیے اسیطرح نہ دنیا کی ہر چیز کا طالب
ہو نہ ہر ایک چیز کا تارک بلکہ جو چیز دنیا مین پیدا ہوئی ہے اوسکا مقصود جانکر اوسکی مقصود ہی تک
رہنے دے مثلاً غذا سے اوسیقدر لے کہ بدن عبادت پر قادر رہے اور مسکن سے اوسی قدر اختیار کرے
جو حرارت اور برودت اور چور وغیرہ کی حفاظت کو بس ہو اور علی ہذا القیاس لباس کو جاننا چاہیے پس
جب اسطرح بدن کے شغل سے فارغ ہوگا تمامی ہمت سے متوجہ الی اللہ ہو کر زندگی بہر ذکر و فکر مین
مشغول رہے گا اور ہمیشہ شہوات کی حفاظت اور سیاست کرتا رہے گا کہ ورع اور تقوی کی حد سے
تجاوز نکرنے پاوین اور اوسکی تفصیل جبہی معلوم ہوتی ہے جب اقتدا فرقہ ناجیہ یعنی اصحاب رضی اللہ عنہم
کا نصیب ہو چنانچہ حدیث شریف مین ہے جب آپ نے امت کا تہتر فرقومین متفرق ہونا فرمایا اور ایک فرقہ کو
ناجی ارشاد فرمایا تو لوگون نے اوس ناجی فرقہ کو پوچہا آپنے فرمایا کہ اہل السنۃ والجماعۃ پہر لوگون نے
عرض کیا کہ اہل سنت و جماعت سے کون لوگ مراد ہین آپ نے فرمایا کہ جنکا طریقہ وہ ہو جو میرا اور میرے
اصحاب رض کا ہے ۔

رواہ الترمذی بروایت عبداللہ بن عمرو و ابوداؤد بروایت معاویہ و ابن ماجہ بروایت عوف بن مالک ۱۲

خلاف شمیہ کسی راہ گزید	کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

اصحاب رضہ کا طریق متوسط تہا جیسا کہ ہم پہلے منفصل لکہہ چکے ہین یہ لوگ دنیا کو دنیا کی غرض سے نہ لیتے تہے بلکہ دین کی غرض سے اور راہب اور تارک دنیا بالکلیہ نہوئے تہے سب امور مین افراط و تفریط انکے مزاج مین نہ تہی بلکہ اونکا امر راستی اور درستی کے ساتہہ تہا جو طریقہ وسط او محبوب الٰہی تہا وہی ان لوگونکو پسند تہا اور درجہ اوسط کی بہتری چند جا پہلے بہی لکہی گئی ہے دنیا کی برائیون کا بیان تمام ہوا

والحمد للہ اولاً وآخراً وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ وسلم

ساتوان باب بخل کی مذمت اور مال کی دوستی کے بیان مین ۲ بیان مین

رباعی

کرتے ہین بخیل زندگی بہر ساک	اور مال کی دوستی کو سمجہین پاک
پر حیف کہ موت پر دہ اپنے ہمراہ	اس مال و منال سے نلیجا دین گے خاک

واضح ہو کہ دنیا کے فتنہ شاخ در شاخ اور نہایت وسیع و فراخ ہین مگر سب مین بڑا فتنہ دنیا کا اموال ہین اور انہین مین رنج و محنت بہی زیادہ ہے اور زیادہ تر خرابی کی وجہ یہ ہے کہ انسے نہ کسی کو بے پروائی اور نہ اونکے ہونے سے صورت سلامتی اگر مال نہو تب تو فقر کہ قریب کفر پہونچاتا ہے حاصل ہوتا ہے اور اگر مال ہو تو باعث سرکشی ہوتا ہے جسکا انجام بجز نقصان کچہہ نہین غرضکہ مال خالی فائدہ اور نقصان سے نہین مال کے فائدے منجیات داخل ہین اور اوسکے نقصان مہلکات مین اور مال مین سے یہ پہچان لینا کہ فلان مال بہتر ہے اور فلان برا ایسا مشکل ہے کہ سوا علماء راسخین اور ارباب دین کے اور لوگونکو نہین معلوم ہو سکتا اسلیے اسکا بیان جداگانہ بہت ضرور ہے پہلے باب مین جو مذمت دنیا کی بیان ہوئی تو عام دنیا کی مذمت تہی کچہہ مال کے اعتبار سے نہ تہی کیونکہ دنیا تو آدمی کے حظوظ زندگانی کا نام ہے اور اوسکی بہت حصے ہین ایک اونمین سے مال بہی ہے اور ایک جاہ ہے اور ایک اتباع شہوت شکم و فرج اور ایک غصہ و حسد کہ موجب دلکے پہپولے توڑنے اور ایک شیخی و تعلی غرضکہ اسیطرح بہت سی اجزا ہین جنسے آدمی کو حظ زندگانی ہوتا ہے اور اس باب مین ہم صرف مال کا بیان کرتے ہین اسلیے کہ اومین آفات اور ضرر بہت ہین اسکے نہونے سے تو آدمی مین فقر کا وصف آجاتا ہے اور اوسکے موجود ہونے سے تونگری کا وصف ہوتا ہے اور یہ دونون ایسے اوصاف ہین کہ ان سے آدمی کا امتحان ہوا کرتا ہے پہر مفلس کی دو حالتین ہین قناعت اور حرص ایک انمین سے اچہی ہے اور دوسری بری اور حریص کے بہی دو حال ہین یا تو لوگونکے مال مین طمع کرتا ہے یا دوسرونکے مال سے دست بردار ہو کر حرفہ اور پیشہ کے کرنے مین مستعد ہوتا ہے ان دونون حالتون مین ہر دوسرونکے

مال کی طمع بہت بری ہے اب تونگری کی بھی دو حال ہین ایک تو بخل کے سبب امساک کرنا دوسرے خرچ کرنا انمین بھی ایک صورت اچھی ہے اور ایک بری پھر خرچ کرنے والے کے بھی دو حال ہین ایک اسراف دوسرے میانہ روی اور عمدہ میانہ روی ہے اور یہ سب باتین باریک اور اکثر دوسرے سے متشابہ ہین اسلیے انکا واضح کرنا بہت ضرور ہے لہذا ہم اوسکی شرح چودہ بیانون مین کرتے ہین

بیان اول مال کی مذمت اور اوسکی محبت کی برائی

اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے یَا اَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا لَا تُلْهِکُمْ اَمْوَالُکُمْ وَلَا اَوْلَادُکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰهِ وَمَنْ یَفْعَلْ ذٰلِکَ فَاُولٰئِکَ هُمُ الْخَاسِرُونَ اور فرمایا اِنَّمَا اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَةٌ وَاللّٰهُ عِنْدَهُ اَجْرٌ عَظِیمٌ اور فرمایا مَنْ کَانَ یُرِیدُ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا وَزِینَتَهَا نُوَفِّ اِلَیْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِیهَا وَهُمْ فِیهَا لَا یُبْخَسُونَ اور فرمایا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰی اَنْ رَاٰهُ اسْتَغْنٰی اور فرمایا اَلْهٰکُمُ التَّکَاثُرُ اور حدیث شریف مین ہے کہ مال اور شرف کی محبت دلمین نفاق اسطرح اگاتی ہین جیسے پانی سے ساگ اگتا ہے اور دوسری حدیث مین ہے کہ اگر بکریون کے گلہ مین دو بھوکے بھیڑیے چھوڑ دیے جاوین تو وہ اوسمین اتنا نقصان نہین کرتے جتنا محبت مال اور شرف کی مسلمان آدمی کے دین مین نقصان کرتی ہی اور نیز فرمایا کہ هَلَکَ الْمُکْثِرُونَ اِلَّا مَنْ قَالَ بِهٖ فِی عِبَادِ اللّٰهِ هٰکَذَا وَهٰکَذَا اور لوگون نے جب آپ سے عرض کیا کہ آپکی امت مین سب سے زیادہ شریر کون لوگ ہین آپ نے فرمایا کہ تونگر اور ایک حدیث مین یہ ارشاد فرمایا کہ تمہارے بعد عنقریب ایسے لوگ ہونگے کہ غذائین لطیف اور طرح طرح کی کھائینگے اور گھوڑون مین سے عمدہ عمدہ تیز رفتار و نیز سوار ہونگے اور عورتونمین سے خوب صورت و شکیل سے نکاح کرینگے لباس فاخرہ انواع و اقسام کے پہنینگے اونکے پیٹ تھوڑی سی چیز سے پر نہونگے نہ نفس کثیر پر قانع دنیا ہی کے ہو رہینگے صبح و شام وہی مد نظر ہوگی خدا تعالی کے سوا اوسی کو اپنا معبود اور رب جانینگے پس جو شخص اوس زمانہ مین ہو تمہاری اولاد کی اولاد مین سے یا بعد کے لوگونمین سے اوسکو محمد بن عبد اللہ کیطرف سے قسم ہے کہ وہ نہ ایسے لوگونکو سلام کرے اور نہ اونکی بیمار کی عیادت کرے نہ اونکی جنازہ مین شریک ہو نہ بڑون کی تعظیم کرے اور اگر ایسا کریگا تو بناء اسلام کے گرانے مین ساعی اور مددگار ہوگا اور ایک حدیث مین فرمایا کہ دنیا کو دنیا دارون کے لیے چھوڑ دو اسلیے کہ جو کوئی دنیا مقدار کفایت سے زیادہ حاصل کریگا وہ اپنی موت حاصل کریگا اور اوسکو خبر بھی نہوگی اور دوسری حدیث مین فرمایا یَقُولُ ابْنُ آدَمَ مَالِی مَالِی وَهَلْ لَکَ مِنْ مَالِکَ اِلَّا مَا اَکَلْتَ فَاَفْنَیْتَ اَوْ لَبِسْتَ فَاَبْلَیْتَ اَوْ تَصَدَّقْتَ فَاَمْضَیْتَ اور ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین

عرض کیا کہ مین موت کو نہین چاہتا ہون آپ نے فرمایا کہ تیرے پاس کچھہ مال ہے اوسنے عرض کیا
کہ ہان آپ نے فرمایا کہ اپنے مال کو آخرت کیلیے دیڈال کیونکہ ایماندار کا دل مال کے ساتھہ رہتا ہے
اگر دیدیا ہوگا تو یہ چاہے گا کہ مین بھی اوس سے جاملون اور اگر پیچھے چھوڑ دیگا تو یہ چاہیگا کہ
کاش مین بھی اوسکے ساتھہ ہی دنیا مین رہتا اور فرمایا کہ آدمی کے دوست تین ہین ایک تو قبض
روح تک ساتھہ رہتا ہے دوسرا قبر تک تیسرا قیامت تک قبض روح تک کا ساتھی تو مال ہے اور
قبر تک کا ساتھی اوسکے گہر والے ہین اور قیامت تک کا ساتھی اوسکے اعمال ہین اور ایکبار حواریون نے
حضرت عیسی علیہ السلام کیخدمت مین عرض کیا کہ یہ کیا بات ہے کہ آپ پانی پر چلتے ہین اور یہ امر ہم
سے نہین ہو سکتا آپ نے فرمایا کہ تمہارے نزدیک کچھہ روپیہ اشرفی کی قدر ہے اونہون نے عرض
کیا کہ البتہ ہم اونکو اچھا جانتے ہین آپ نے فرمایا کہ میرے نزدیک وہ دونون اور ڈھیلے یکسان ہین
اور حضرت سلمان فارسی رض نے حضرت ابو داؤد رض کیخدمت مین ایکخط لکھا کہ اے برادر اتنی دنیا مت
جمع کرنا جسکا شکر تم سے ادا نہ ہو سکے مینے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ جس
مالدار نے اپنے مال کو خدا کے فرمانے کے بموجب صرف کیا ہوگا وہ قیامت کو حاضر کیا جاویگا اوسکا
مال سامنے ہوگا جب پل صراط پر ادہر اودہر جھکنے لگے گا تو اوسکا مال کہے گا کہ چلا کیون نہین جاتا
تو مجھہ مین سے اللہ کا حق دے چکا ہے پھر ایسا مالدار آویگا کہ جسنے حکم خدا کے موافق نہ کیا ہو اوسکا
مال اوسکے شانون پر رکہا ہوگا جب پل صراط پر جھکنے لگیگا تو اوسکا مال کہیگا کہ خرابی ہو تجکو تو نے مجھہ مین سے
خدا کا حق کیون نہ دیا اسی طور پر اوسکا حال رہے گا یہانتک کہ دہائی تہائی مچاوے گا اور باب زہد
و فقر مین جو ہمنے غنا کی مذمت اور فقر کی صفت لکہی ہے اون سب کا مآل مال کی برائی ہے اوسکو
یہان بیان کرنیکی حاجت نہین اسیطرح دنیا کی مذمت مین جو کچھہ بیان ہوا ہے وہ بھی مذمت مال کو
شامل ہے اسلیے کہ دنیا کے ارکان مین سے سب سے زیادہ مال ہی ہے لیکن اس باب مین وہی مذکور
ہوتا ہے جو خاصکر مال کے باب مین وارد ہے چنانچہ حدیث شریف مین ہے اِذَا مَاتَ الْعَبْدُ قَالَتِ
الْمَلآئِكَةُ مَا قَدَّمَ وَقَالَ النَّاسُ مَا خَلَّفَ اور فرمایا لَا تَتَّخِذُوا الضَّيْعَةَ فَتُحِبُّوا الدُّنْيَا اور ایک روایت ہے کہ کسی
شخص نے حضرت ابو درداء رض کے ساتھہ کچھہ برائی کی تو آپ نے یون فرمایا کہ الٰہی جسنے مجھسے برائی کی ہے اوسکو
صحیح و سالم رکہہ اور اوسکی عمر زیادہ کر اور مال کثرت سے دے یہان دیکھنا چاہیے کہ باوجود صحت بدن
اور زیادتی عمر کے کثرت مال کو نہایت امتحان تصور فرمایا کیونکہ اسکی کثرت سے نوبت سرکشی کی بالضرور
پہونچتی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک درم اپنی ہتیلی پر رکہہ کر فرمایا کہ تو ایسی چیز ہے جبتک میرے

پاس سے نہ نکلے کی مجکو نفع نہ دیگی اور روایت ہی کہ حضرت عمر رضنے حضرت زینب بنت جحش ام المومنین کی خدمت مین کچھ روپیے بہیجے اونہون نے پوچھا یہ کیسے ہین لوگون نے کہا کہ حضرت عمر رضنے آپکے لینے بہیجے ہین اونہون نے فرمایا کہ خدا تعالی عمر رضکی مغفرت کرے پھر ایک پردہ کو کہولکر اوسکو بچہایا اور اوسکی تہیلیان سیکر وہ تمام مال اپنے رشتہ دارون اور یتیمون مین بانٹ دیا پھر اپنے ہاتھہ اٹھا کر یون دعا مانگی کہ الہی اس سال کے سوا پھر میرے پاس عمر کی عطا نہ آوے اور ایسا ہی ہوا کہ ازواج مطہرات مین سے اول انتقال انہین کا ہوا اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ جسکو روپیہ عزت دیتا ہے اوسکو خدا ذلیل کرتا ہے اور روایت ہی کہ جب اول اول روپیہ اشرفی تیار ہوئے تو ابلیس نے اون دونون کو اٹھا کر اپنے ماتھے پر رکھا اور بوسہ دیا اور یہ کہا کہ جو تم سے محبت کرے گا وہ حقیقت مین میرا غلام ہوگا اور سمیط بن عجلان کہتے ہین کہ روپیہ اشرفیان منافقون کی باگین ہین جنسے دوزخ کیطرف کہنیچے جاینگے اور یحیی بن معاذ رح فرماتے ہین کہ روپیہ ایک بچہو ہے جسکو اسکا منتر نہ آتا ہو وہ اوسکو نہ لیوے کیونکہ اگر کاٹ لیگا تو اسکا زہر ہلاک ہو جاوے گا لوگون نے پوچھا کہ اوسکا منتر کیا ہے اونہون نے فرمایا کہ وجہ حلال سے حاصل کرنا اور حق پر صرف کرنا اور علاء بن زیاد رح کہتے ہین کہ دنیا میرے سامنے صورت بنکر آئی ہر طرحکی زینت سے آراستہ تہی مینے کہا کہ خدا تیرے شر سے بچاوے اوسنے جواب دیا کہ اگر تمکو منظور ہے کہ خدا میرے شر سے تمکو بچاوے تو روپیہ کو برا سمجہنا کیونکہ گویا تمام دنیا روپیہ ہی کا نام ہر اس جہت سے کہ روپیہ کے بدولت تمام اقسام دنیا حاصل ہو سکتی ہین جو اوس سے صبر کرے گا وہ گویا تمام دنیا سے صبر کرے گا جیسا کہ کسیکا قول ہے

زر جسکو میسر ہے وہ دنیا مین دہنی ہے	جو اوس سے کرے صبر وہ دنیا سے غنی ہے

اور مسلمہ بن عبد الملک حضرت عمر بن عبد العزیز رح کیخدمت مین نزع کی حالت مین گئے اور اونسے کہا کہ آپ نے ایسا کام کیا جو کسی نے تم سے پہلے نہین کیا وہ یہ ہے کہ اپنی اولاد کے لیے نہ روپیہ چہوڑا نہ اشرفی اور اونکے تیرہ بیٹے تہے مسلمہ کا قول سنکر اونہون نے فرمایا کہ مجکو ذرا اٹھلا دو جب آپ بیٹھ گئے تو فرمایا کہ یہ جو تم کہتے ہو کہ مینے اولاد کے واسطے کچھ نہین چہوڑا تو مینے اونکا حق کچھ نہین داب رکھا اور جو غیرونکا حق تہا وہ اونکو نہین دیا علاوہ ازین میرے بیٹے دو طرحکے ہین یا تو خدا کے فرمانبردار ہین تو ایسونکو تو خدا ہی کافی ہے چنانچہ خود فرماتا ہے وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ یا عاصی و نافرمان ہین اونکی مجھے کچھ پروا نہین جو ہو سو ہوا کرے اور روایت ہی کہ محمد بن کعب قرظی کو بہت سا مال ہاتھہ لگا لوگون نے کہا کہ اگر اوسکو اپنے بیٹے کیواسطے رکھہ چہوڑو تو مناسب ہے اونہون نے فرمایا کہ نہین بلکہ اوسکو

تو اپنے لینے خدا کے پاس جمع کر دونگا اور خدا کو اپنے بیٹے کے لیے چھوڑ جاونگا اور ایک شخص نے ابوعبد ربّ سے کہا کہ برادر ایسا نہو کہ تم دنیا سے بری طرح اٹھو اور مال اپنی اولاد کے واسطے چھوڑ مرو او نہون نے اپنے مال مین سے ایک لاکھ درم خیرات کر دیئے اور یحیٰی بن معاذ رح فرماتے ہین کہ آدمی کو مال مین مرنے کیوقت دو مصیبتین ایسی ہوتی ہین کہ پہلے اور پچھلے لوگون نے بھی ویسی ہی نہ سنی ہون لوگون نے پوچھا کہ وہ کیا ہین فرمایا کہ ایک تو یہ سب کا سب اس سے چھن جاتا ہے دوسری یہ کہ تمام وکمال کا اوس سے سوال ہوتا ہے یعنے حساب دینا پڑتا ہے

دوسرا بیان مال کی تعریف اور اوسکی مدح و مذمت مین تطبیق کی وجہ

جاننا چاہیے کہ خدا تعالی نے قرآن مجید مین مال کو چند جا لفظ خیر سے تعبیر فرمایا جیسا کہ ارشاد ہے اِن تَرَكَ خَيْرًا آخر آیت تک اور حدیث شریف مین نِعْمَ الْمَالُ الصَّالِحُ لِلرَّجُلِ الصَّالِحِ بہرصورت قرآن شریف و حدیث تو تعریف مال کی ثابت ہے علاوہ اسکے جو کچھہ صدقہ اور حج کے ثواب مین مذکور ہوا ہے وہ سب بھی مال ہی کی صفت ہے کیونکہ بدون مال نہ حج ہو سکے نہ خیرات اور یہ جو کلام اللہ مین ہے وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ اور دوسری جا بندون پر احسان کے طور پر سے ارشاد ہے وَيُمْدِدْكُم بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَيَجْعَل لَّكُمْ جَنَّاتٍ وَيَجْعَل لَّكُمْ أَنْهَارًا اور حدیث شریف مین ہے كَادَ الْفَقْرُ أَنْ يَكُونَ كُفْرًا یہ بھی مال ہی کی ثنا ہے اور رد و تطبیق کی درمیان مذمت و ثنا کے جب تک معلوم نہین ہو سکتی جب تک مال کی حکمت اور مقصود اور آفات اور ضررون کو نجانا جاوے یہ امر جاننے سے معلوم ہوتا ہے کہ مال ایک وجہ سے بہتر ہے اور ایک وجہ سے بدتر بہتری کی جہت سے قابل ثنا ہے اور برائی کے باعث قابل مذمت کیونکہ مال نہ تو بالکل خیر ہے نہ بالکل شر بلکہ دونون کا سبب ہوا کرتا ہی اور جو چیز سبب خیر و شر دونون کا ہو اوسکی کبھی ثنا ہوگی اور کبھی مذمت اور ہوشیار و عاقل شخص اس سے جان سکتا ہے کہ مال قابل مدح اور ہے اور قابل مذمت اور جو کچھہ ہمنے جلد چہارم کے باب الشکر مین خیرات کا بیان اور نعمت کی درجات کی تفصیل لکھی ہے وہان مفصل دیکھہ لینا چاہیے یہان اسقدر کافی ہے کہ داناؤن اور اہل بصیرت کا مقصود سعادت اخروی ہی اور واقع مین بھی وہی دولت جاوید اور نعمت پایدار ہے دانا اور بزرگ لوگ اوسیکے راغب ہوتی ہین چنانچہ حدیث شریف ہی کہ لوگون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ آدمیون مین سب سی زیادہ بزرگ اور دانا کون ہے آپ نے ارشاد فرمایا أَكْثَرُهُمْ لِلْمَوْتِ ذِكْرًا وَأَشَدُّهُمْ لَهُ اسْتِعْدَادًا اور سعادت اخروی دنیا مین بدون تین وسیلون کی نہین حاصل ہو سکتی ایک فضائل نفسی مثل علم اور حسن خلق کے دوسری فضائل جسمی مثل صحت و تندرستی کے تیسری وہ فضائل

کہ بدن سے خارج ہون جیسے مال و اسباب وغیرہ اور تینون مین نفس کی فضیلت سب مین اعلی ہے
اوسکے بعد جسمی فضائل ہین اوسکی بعد یعنی سب مین ادنی فضائل خارجی ہین غرضکہ مال بہی خارجی
چیزون مین سے ہے اور اونمین سے ادنی چیز اشرفی روپیہ ہے کیونکہ یہ خادم ہین انکا خادم کوئی نہین اور
دوسری چیزون کے لیے انکی خواہش ہوتی ہے خود انکی ذات مراد و مقصود نہین اسلیے کہ نفس ایک
جوہر نفیس ہے جسکی سعادت مطلوب ہے وہ علم او رمعرفت اور مکارم اخلاق کی خدمت کرتا ہے تاکہ یہ چیزین نفس کی
صفات ذاتیہ مین داخل ہون پہر نفس کی خدمت بدن بذریعہ حواس و راعضا کی کرتا ہی اور غذا
وخوراک وغیرہ بدن کیخدمت کرتے ہین اور چونکہ یہ بات پہلی گذر چکی ہے کہ غذا سے غرض بدن کا قائم
رکہنا ہے او رنکاح سے غرض نسل کا باقی رکہنا اور تندرستی سے مقصود نفس کی تکمیل اور تزکیہ
اور علم و اخلاق سے مزین کرنا ہے توجس کسی کو یہ ترتیب معلوم ہوگی وہ قدر مال کی اور وجہ
اوسکی بہتری کی جان لے گا کہ مال اسوجہ سے ضروری ہے کہ اوس سے غذا ولباس جو بدن کی بقا کے لیے
ضروری ہین حاصل ہوتے ہین اور بدن کی بقا کمال نفس کے لیے ضرور ہے اور کمال نفس مین خیر و سعادت
ہے پس جو شخص کسی چیز کا فائدہ اور غایت اور مقصود جانکر اوس چیز کا استعمال اسطرح کرے کہ وہی غایت
مد نظر ہے اوسکو بہولے نہین تو یہ استعمال اوسکے حق مین بہتر اور مفید ہے اور ازانجا کہ مال بہی بموجب مذکورہ
بالا ذریعہ کمال نفس ہو سکتا ہے اسلیے اوسکا کام مین لانا صرف اوسی غرض کی لیے اچہا ہے اور نیز مال
ذریعہ فاسد مقصدونکا بہی ہے یعنی اس سے ایسی باتین بہی ہو سکتی ہین جو سعادت اخروی سے باز رکہین
اور علم و عمل کی راہ بند کردین ایسی صورت مین مال کا استعمال برا ہے خلاصہ یہ کہ مال وسیلہ اور ذریعہ دوسرے
مقاصد کا ہوتا ہی جیسا مقصد ہوگا ویسا ہی مال کا بہی حال ہے اگر مقصد اچہا ہے تو مال بہی اچہا
ہوگا اور اگر برا ہے تو برا اس سے معلوم ہوا کہ حدیث مذکورہ بالا کے موافق جو شخص دنیا کو قدر کفایت سے
زیادہ لے گا تو نادانستہ گویا اپنی موت لیگا اور چونکہ طبیعتین اتباع شہوات کی مائل ہین اور شہوات اخذا
کے روکنے والی اور مال سے وے باسانی حاصل ہو سکتی ہین تو قدر کفایت سے زیادہ مال لینے مین بڑی
خوف کی جگہہ ہے اسی لحاظ سے انبیا علیہم السلام نے اوسکے شر سے پناہ مانگی ہے یہانتک کہ حدیث
شریف مین ہے کہ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ قُوْتَ اٰلِ مُحَمَّدٍ كَفَافًا دیکہو دنیا سے اوسی مقدار طلب فرمایا جو ضروری چیز
ہوا ور فرمایا اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ مِسْكِيْنًا وَاَمِتْنِيْ مِسْكِيْنًا وَاحْشُرْنِيْ فِيْ زُمْرَةِ الْمَسَاكِيْنِ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام
نے یون پناہ مانگی وَاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ اصنام سے غرض سونا چاندی ہے اس وجہ سے
کہ رتبہ نبوت اس بات سے پاک ہے کہ پتہرون کو خدا ہی کا اعتقاد کرے اور آیت مین جو لفظ اعبد مذکور ہی

عبادت سے غرض نقدین کی محبت اور غنا اور اونکی باعث ہو لگا لیا جاتا ہے جیسیکہ حدیث شریف مین ہے تَعِسَ عَبْدُ الدِّینَارِ تَعِسَ عَبْدُ الدِّرْہَمِ تَعِسَ وَلَا انْتَعَشَ وَاِذَا شِیْکَ فَلَا انْتَقَشَ اس حدیث سے ظاہر ہوا کہ دینار و درم کا محبت رکھنے والا اونکی عبادت کرنے والا ہے اور عابد کسی پتھر کا عابد بت کا ہے بلکہ جو غیر اللہ کی پرستش کرے وہ بت پرست ہے اور مشرک مگر اتنی بات ہے کہ شرک کی دو قسمین ہین خفی اور جلی شرک خفی موجب ہمیشہ دوزخ مین رہنے کا نہین اور اس سے ایماندار بھی کم خالی ہوتے ہین کیونکہ وہ چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ مخفی ہے اور شرک جلی سے ہمیشہ دوزخ مین رہنا ہوگا خدا تعالی ہمکو دونون قسم سے بچاوے

تیسرا بیان آفات مال اور اوسکے فوائد کی تفصیل مین

واضح ہو کہ مال مین سانپ کیطرح زہر بھی ہے اور زہر مہرہ بھی زہر اوسکے آفات ہین اور زہر مہرہ فوائد جس شخص کو فوائد و آفات دونون معلوم ہون اوس سے ہو سکتا ہے کہ مال کے شر سے بچے اور خیر کا طالب ہو پھر مال کے فوائد کی دو قسمین ہین دنیاوی اور دینی قسم اول یعنے فوائد دنیاوی کا ذکر کرنا فضول ہے اسلیے کہ تمام اقسام خلق مین مال کے فوائد مشہور و معروف ہین اگر وہ اوسمین فائدہ نجانتے تو اوسکی طلب مین کیون جان کہوتے لیکن فوائد دینی تین قسمون مین منحصر ہین قسم اول یہ کہ مال کو اپنے نفس پر خرچ کرے یا تو عبادت مین یا عبادت پر استعانت مین عبادت مین تو اسطرح کہ مثلاً حج یا جہاد مین خرچ کرے کیونکہ یہ دونون بدون مال کے نہین ہو سکتی حالانکہ اصول عبادت سے ہین محتاج و مفلس انکی ثواب کو نہین پاسکتا اور عبادت پر استعانت مین اسطرح کہ غذا و لباس و مسکن مین صرف کرے کہ اوس سے تقویت عبادت کی ہو کیونکہ یہ ایسی حاجات ہین کہ اگر میسر نہون تو دل انکی تدبیر مین لگا رہتا ہے دین کے لیے فراغت نہین ہوتی تو بقدر کفایت مال کا حاصل کرنا جس سے کہ استعانت و تقویت عبادت پر ہو فوائد دینی مین داخل ہے ہان تنعم اور زائد از حاجت صرف کرنا البتہ حظوظ دنیاوی ہی سے ہے قسم دوسری لوگون پر صرف کرے اور اس خرچ کی چار قسمین ہین صدقہ مروت کے طور پر حفظ آبرو کے لیے نوکر یا خدمتی کی اجرت صدقہ کا ثواب تو ظاہر ہے اس سے خدا تعالی کا غصہ فرو ہو جاتا ہے جیسا کہ اوسکے فضائل پہلے گذر چکے اور مروت کے طور پر خرچ کرنے سے ہماری مراد یہ ہے کہ غنی اور شریف لوگونکی دعوت اور ہدیہ اور اعانت وغیرہ مین صرف کرنا اسکو صدقہ نہ کہین گے کیونکہ صدقہ وہی ہوتا ہے جو محتاج کو دیا جاوے مگر پھر بھی اسطرح کا خرچ فوائد دینی سے ہے اسلیے کہ آدمی ایسے خرچ سے دوست اور بھائی بنا لیتا ہے اور ایسی ہی اخراجات سے سخاوت کی صفت حاصل ہوتی ہے اور سخیون کی جماعت مین شامل

ہوتا ہے کیونکہ صفت سخاوت جب تک نہین حاصل ہوتی جب تک احسان اور مروت سے لوگون سے
ساتھ پیش نہ آوے اور اسطرح کی خرچ مین بھی بڑا ثواب ہے چنانچہ بہت سی احادیث ہدیہ اور ضیافت اور
کھانا کھلانے کے ثواب مین وارد ہین یہ شرط نہین کہ جنکو دیا جاوے اون پر فقر و فاقہ بھی ہو اور حفظ آبرو کے
لیے جو خرچ ہوتا ہے اوس سے یہ غرض ہے کہ جس سے شاعر اور بے وقوف ہجو نہ کرین اور اپنی زبانین [illegible]
مین خرچ بھی گو اسکا فائدہ دنیا مین بھی ہے مگر دینی فوائد مین سے ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا مَا وَقَی بِہِ المَرءُ عِرضَہُ کُتِبَ لَہُ بِہِ صَدَقَۃٌ کیونکہ نہو اسی خرچ کی جہت سے غیبت والا غیبت سے رکر جاتا ہے
اور عداوت اور حسد سے جو باتین منہ سے نکلجاتی ہین وہ بھی ایسے خرچون سے موقوف رہتی ہین اور غیبت وغیرہ کے
جواب مین جو کچھ بطریق انتقام اپنی زبان سے نکلتا اوس سے بھی محفوظ رہتا ہے اور خدمتی کی اجرت کا
حال یہ ہے کہ آدمی اپنے سامان کی تیاری مین جن اعمال کا محتاج ہوتا ہے وہ بہت ہین اگر اون سب کو
خود ہی کیا کرے تو تضیع اوقات ہو اور چلنا راہ آخرت کا اور فکر اور ذکر بھی دشوار ہوگا جو اعلی مقامات سالکین
مین سے ہے اور جسکے پاس مال نہین وہ سب کام اپنے خود کرے گا مثلاً کھانا خریدنا اور پکانا اور گھر صاف
کرنا اور جب کتاب کی ضرورت ہو اوسکو لکھنا وغیرہ سب آپ ہی کرنے پڑینگے لیکن جو کام دوسرے کے
کرنے سے اپنی غرض نکل جاوے ایسے کام مین خود مصروف ہونا خسارہ مین پڑنا ہے مثلاً مالدار آدمی
اگر ایسے جزئیات کامونکی طرف خود درپے ہو تو اوس سے عمل اور علم اور ذکر و فکر کچھہ نہوسکے گا اور یہ
ہو نہین سکتا کہ علم پڑھا کرے کوئی اور شخص اور فائدہ ہو دوسرے کو مگر یہ ہو سکتا ہے کہ اگر کوئی روٹی
پکاوے تو دوسرا اوسکو کھالے غرض جو کام کہ غیر سے نکل سکتا ہو اوسمین اپنے آپ مصروف ہوکر علم وغیرہ
کی تضیع اوقات اور نقصان مین پڑنا ہے قسم تیسری وہ خرچ کہ کسی انسان معین پر نہو بلکہ اوس سے سبکو
فائدہ عام ہو جیسے مسجد اور پل اور سرا اور شفاخانہ و مدرسہ اور کنوان بنوانا یا خیرات کے لیے زمین جائداد
وقف مساکین کر دینا یہ ایسے خرچ ہین جنسے ہمیشہ کو مرنیکے بعد خیرات ہوتی ہے اور صلحی خرچ
کرنے والے کے حق مین مدتون دعا کیا کرتے ہین اس سے بڑھکر اور خیر کیا ہوگی پس مال مین
دین کے یہ فائدے ہین علاوہ انکے دنیاوی حظوظ بھی اس سے حاصل ہوتی ہین کہ سوال اور فقر کی ذلت سے
نجات پانا اور خلقت مین عزت و افتخار حاصل ہونا اور یار و مددگار بہت سے ہونے اور لوگونکے دلون مین
وقار و بزرگی ہونی سب فوائد دنیاوی ہین اور آفات مال بھی دو قسم ہین دینی اور دنیاوی آفات دینی
تین ہین اول یہ کہ مال کے ہونے سے نوبت معصیت کی پہونچتی ہے کیونکہ شہوات کا تقاضا آدمی پر
ہمیشہ رہتا ہی مگر بے مایگی سے کچھہ کر نہین سکتا اور مفلسی تک ہی بچ سکتا ہے کیونکہ جب تک کسی گناہ کا

سامان نہین ہوتا تب تک اوسکا شوق نہین ابھرتا اور جب اپنے آپ مین اوسکی قدرت پاتا ہی تو شوق
ابھرتا ہے اور چونکہ مال سے ایک طرحکی قدرت آجاتی ہے اسیواسطے تقاضا معصیت کا سلسلہ جنبانی
کرتا ہے اوسوقت اگر اپنی خواہش کے بموجب ارتکاب فجور کرنے لگیگا تو ہلاک ہوگا اور اگر صبر کریگا
تو رنج و تعب اوٹھاوے گا اسلیئے کہ باوجود قدرت صبر کرنا بہت سخت ہی اور تونگری کے وقت کا فتنہ و امتحان مفلسی
کے فتنہ اور امتحان سے بڑا ہوتا ہی دوم یہ کہ مباحات سے تنعم کی نوبت پہونچتی ہے یعنے یہ تو مال والا آدمی
ہو نہین سکتا کہ جو کی روٹی کہاوے اور موٹا کپڑا پہنے اور لذیذ کہانون سے بالکل پہلو تہی کرے جیسی
حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے اپنی سلطنت مین کیا تھا تو بالضرور یہی ہوگا کہ خوش خوراک
اور خوش پوشاک رہے گا اور اسی کا عادی ہوجاوے گا اور یہی امر اوسکی نزدیک محبوب اور مالوف ہوگا
کہ بدون اوسکے صبر نکر سکے گا اسیطرح رفتہ رفتہ ایک تکلف سے دوسرا سوجھے گا اور جب تنعم سے الفت انس
زیادہ ہوگا تو کبھی ایسا بھی ہوگا کہ حلال کمائی سے اوسکا مطلب حاصل نہو سکے اسلیئے مشکوک مال مین
راغب ہوتا ہے اور مداہنت اور جھوٹ اور نفاق اور دوسری روے اخلاق مین خوض کرتا ہی تاکہ اوسکی
دنیا بن جاوے اور تمنا بر آوے علاوہ اسکے جسکے پاس مال بہت ہوتا ہے اوسکو لوگون کی طرف بہت
حاجت ہوتی ہے اور جسکو لوگونکی طرف حاجت پڑتی ہے اوسنے ملاوٹ کی باتین ضرور کرتا ہی اور انکی
رضاجوئی مین خدا کی نافرمانی کرتا ہے اگر پہلی آفت سے آدمی بچ بھی جاوے تو اس آفت سے بچنا مشکل ہے
اور خلق کیطرف ضرورت پڑنے سے دوستی اور دشمنی پیدا ہوتی ہے دشمنی پر حسد اور حقد اور ریا و کبر اور کذب
اور چغلی اور غیبت اور دوسرے گناہ مبنی ہین جو کہ دل و زبان سے مخصوص ہین اور اور اعضا مین بھی انکا
اثر ہو ہی جاتا ہے اور یہ سب باتین مال ہی کی نحوست سے ہوتی ہین جسکی حفاظت و اصلاح کے لیئے خلق کیطرف
حاجت پڑتی ہے تیسری آفت جس سے کوئی خالی نہین وہ یہ ہی کہ آدمی مال کی اصلاح و درستی مین خدا کی
یاد سے غافل ہوجاتا ہے اور جو چیز کہ خدا کی یاد کی حارج ہو وہ نقصان کی شی ہے اسی بنا پر حضرت عیسیٰ
نے فرمایا کہ مال مین تین آفتین ہین ایک تو یہ کہ وجہ حلال سے نہ لی لوگون نے عرض کیا کہ اگر حلال کمائی
ہو آپ نے فرمایا کہ دوسری آفت مین مبتلا ہوگا کہ اوسکو حق طور پر خرچ نہین کرے گا لوگون نے عرض
کیا کہ اگر حق طور پر خرچ بھی کرے آپ نے فرمایا کہ تیسری آفت پیش آویگی کہ اوسکی سنبھالنے مین خدا سے
غافل ہوگا اور یہ مرض لاعلاج ہے اسلیئے کہ سب عبادتون کی اصل اور منشا خدا کا ذکر اور اوسکی جلال کا
فکر ہے اور ان دونون باتون یعنی ذکر و فکر کے لیئے دل فارغ چاہیئے مگر مال والے کی ذمہ بیسیون آفات
دنیاوی لگی رہتے ہین صبح و شام کہین کسانون اور شرکا کا جھگڑا کہین حساب کا بکھیڑا کہین پانی اور

حدود کی تکرار سرکاری لوگون سے خراج وضبطی کا بکھیڑا کہین معمار و مزدورونسے الجھنا کہ کام تھوڑا کیا کہین کسانون پر چوری اور خیانت دہرنا کہین اپنے شریک سوداگری سے اندیشہ اس بات کا لاحق کہ نفع زیادہ لیتا ہے اور کام کم کرتا ہے یا مال تلف کرتا ہے اور علی ہذا القیاس جسکے پاس مویشی ہون وہ بھی اپنے ہی کچھ ترددات مین رہتا ہے اور سب اموال کا یہی حال ہے مگر جیسا کہ شغل ظاہری زمین کے گڑے ہوئے نقد سے دور رہتا ہے ایسا اور کسی مال مین نہین رہتا گو دل کا تردد اوسمین بھی ہمیشہ ہے کہ اسکو کہان صرف کرون اور کیسے بچاؤن اور لوگون کو اسپر اطلاع نہو کوئی اسکی طمع کرے اسیطرح کے ترددات کی کچھ انتہا نہین لیکن جسکے پاس ایک روز کا کہانا موجود ہے وہ ان سب ترددات سے بری ہے علاوہ ان آفات دنیاوی کے اور بہت سی باتین ہین جو دنیا مین مال والونکو ہوتی ہین جیسے حاسدون کے دور کرنے مین مشقت اوٹھانی مال کی حفاظت اور پیدا کرنے مین سخت پرخطر مقامات مین جانا رنج وغم اور خوف والم برداشت کرنی وغیرہ اس سے معلوم ہوا کہ مال تریاق اوس صورت مین ہے کہ بسر اوقات کے لیے لیکر باقی کو خیرات کردیا جاوے اور اگر ایسا نہوگا تو وہ مال زہر اور آفات مین مشغول ہوگا

چوتھا بیان حرص وطمع کی مذمت اور قناعت اور لوگونسے توقع نرکھنے کی تمنا

جاننا چاہیے کہ فقیری عمدہ چیز ہے جیسا باب الفقر مین مذکور ہے مگر فقیر کو چاہیے کہ قانع ہو لوگونکے مال کا تاکو نہو اونسے کسی بات کی طمع نکرے اور کسی طرح کی مال کے پیدا کرنے کا حریص نہو اور یہ بات جبھی حاصل ہوگی جب غذا ولباس ومسکن سے بقدر ضرورت قانع ہووے

اگر جمعیت دل ہے تجہے منظور قانع ہو ۔ کہ اہل حرص کے کب کام خاطر خواہ ہوتے ہین

بلکہ یہی چاہیے کہ ان چیزونکی مقدار قلیل پر جو سب سے ادنیٰ قسم کی ہو اکتفا کرے اور اپنے امل کو ایک روز خواہ ایک مہینے سے نہ بڑہاوے اور دل کو ایک مہینے سے بعد کا ہرگز شغل نہ لگاوے پس اگر کثرت مال وطول امل کا شائق ہوگا تو قناعت کی عزت سے محروم رہے گا اور طمع کی ناپاکی مین آلودہ ہوگا اور طمع وحرص سے اور برے اخلاق اور خلاف مروت افعال کا مرتکب ہوگا اور آدمی کی پیدایش اور سرشت مین حرص وطمع داخل ہین چنانچہ حدیث شریف مین ہے لَوْ کَانَ لِابْنِ آدَمَ وَادِیَانِ مِنْ ذَهَبٍ لَابْتَغٰی وَرَاءَهُمَا ثَالِثًا وَلَا یَمْلَأُ جَوْفَ ابْنِ آدَمَ اِلَّا التُّرَابُ وَیَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰی مَنْ تَابَ[۱] اور اسی مضمون کو ابوواقد لیثی نے اسطرح بیان فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تہا کہ جب وحی آتی تو ہم آپ کی پاس حاضر ہوتے آپ ہمکو وحی کے احکام ارشاد فرمادیتے ایک روز ہم خدمت مین جاضر ہوئے

[۱] اگر ہوں دو جنگل سونے کے آدمی کو تو چاہے تیسرا اور نہین بھرتا پیٹ آدمی کا مگر مٹی اور جو توبہ کرے اسکی توبہ قبول فرماتا ہے بخاری و مسلم بروایت ابن عباس و انس ۱۲

تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہمنے مال اسلیے بھیجا ہے کہ لوگ نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیں اور اگر آدمی کے پاس سونے کا ایک جنگل ہو تو یہ چاہیگا کہ دوسرا اور ہو جب دوسرا ہو جاوے تو یون چاہیگا کہ تیسرا اور ہو اور آدمی کا پیٹ سوا خاک کی اور کسی چیز سے نہین سیر ہوتا اور جو شخص توبہ کرے اللہ تعالیٰ اوسکی توبہ قبول فرماتا ہے اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضہ فرماتے ہین کہ ایک سورت مثل سورہ براءۃ کے اتری تھی پھر اٹھہ گئی مگر اوسمین سے یہ آیت لوگونکو یاد ہے اِنَّ اللّٰہَ لَیُؤَیِّدُ ھٰذَا الدِّیْنَ بِاَقْوَامٍ لَا خَلَاقَ لَھُمْ وَلَوْ اَنَّ لِابْنِ اٰدَمَ وَادِیَیْنِ مِنْ مَالٍ لَتَمَنّٰی وَادِیًا ثَالِثًا وَلَا یَمْلَأُ جَوْفَ ابْنِ اٰدَمَ اِلَّا التُّرَابُ وَیَتُوْبُ اللّٰہُ عَلٰی مَنْ تَابَ اور ایک حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْھُوْمَانِ لَا یَشْبَعَانِ مَنْھُوْمُ الْعِلْمِ وَمَنْھُوْمُ الْمَالِ اور فرمایا یَھْرَمُ ابْنُ اٰدَمَ وَیَشِبُّ مَعَہٗ اثْنَتَانِ الْاَمَلُ وَحُبُّ الْمَالِ یا اسکے الفاظ کچہہ اور اسی معنی مین ہین اور چونکہ محبت مال آدمی کی سرشت مین داخل اور موجب گمراہی و ہلاک ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قناعت کی ثنا بیان فرمائی چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ طُوْبٰی لِمَنْ ھُدِیَ اِلَی الْاِسْلَامِ وَکَانَ عَیْشُہٗ کَفَافًا وَقَنَعَ بِہٖ اور فرمایا مَا مِنْ اَحَدٍ فَقِیْرٍ وَلَا غَنِیٍّ اِلَّا وَدَّ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ اَنَّہٗ کَانَ اُوْتِیَ قُوْتًا فِی الدُّنْیَا اور فرمایا لَیْسَ الْغِنٰی عَنْ کَثْرَۃِ الْعَرَضِ اِنَّمَا الْغِنٰی غِنَی النَّفْسِ اور شدۃ حرص سے اور طلب مین مبالغہ کرنے سے منع فرمایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ اَلَا اَیُّھَا النَّاسُ اَجْمِلُوْا فِی الطَّلَبِ فَاِنَّہٗ لَیْسَ لِعَبْدٍ اِلَّا مَا کُتِبَ لَہٗ وَلَنْ یَّذْھَبَ عَبْدٌ مِنَ الدُّنْیَا حَتّٰی یَاْتِیَہٗ مَا کُتِبَ لَہٗ مِنَ الدُّنْیَا وَھِیَ رَاغِمَۃٌ اور روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ الٰہی تیرے بندون مین سے زیادہ غنی کون ہے ارشاد ہوا کہ جو میرے دینے پر زیادہ تر قانع ہو پھر پوچھا کہ عادل زیادہ کون ہے فرمایا کہ جو اپنے نفس سے انصاف کرے یعنی برائی پر اوس سے بھی انتقام لے اور حضرت ابن مسعود رضہ سے یہ حدیث مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جبرئیل عہ نے میرے دلمین یہ پہونکا دیا ہے کہ کوئی نفس نہین مرنے کا جب تک اپنا رزق پورا نہ کرلے پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور طلب مین میانہ روی کرو اور حضرت ابو ہریرہ رضہ نے فرمایا کہ مجکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے ابو ہریرہ رضہ جب تجکو سخت بھوکہ لگے تو ایک روٹی اور ایک پیالہ پانی پر کفایت کر اور دنیا پر لات مار اور یہ بھی انہی سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ورع اختیار کر سب مین زیادہ عابد ہوجاویگا اور قناعت کر سب مین زیادہ شاکر ہوگا اور لوگون کے لیے وہی بات چاہ جو اپنے لیے چاہتا ہے اسسے ایماندار ہوجائیگا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طمع سے منع فرمایا چنانچہ ابو ایوب انصاری رضہ سے مروی ہے

کہ ایک اعرابی آپ کیخدمت مین حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجکو کلمہ نصیحت
مختصر ارشاد فرمائیے آپ نے فرمایا کہ نماز ایسی پڑھ جیسے کوئی رخصت ہونیوالا پڑھتا ہے (یعنے یہہ شاید اتفاق
پڑھنے کا نہوگا یہی نماز آخری ہے) اور ایسی بات کر جسکا کل کو عذر کرنا پڑے اور جو کچھہ لوگونکے پاس
موجود ہے اوس سے نا امید ہو یعنی کسی کے مال کی طمع مت رکھہ اور حضرت عوف بن مالک اشجعی رض
فرماتے ہین کہ ہم سات یا آٹھہ یا نو آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت مین تھے آپنے فرمایا کہ تم
رسول اللہ سے بیعت نہین کرتے ہمنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا ہم بیعت نہین کر چکے پہر آپ نے فرمایا
کہ تم خدا کے رسول سے بیعت نہین کرتے ہمنے ہاتھہ بیعت لیواسطے پہیلایا اسمین ہم مین سے کوئی کہہ
اٹھا کہ ہم تو پہلے بیعت کر چکے ہین اب یہ بیعت کونسی بات کیواسطے ہے آپ نے فرمایا کہ اس بات پر ہے
کہ خدا کی عبادت کرو اور اوسکا کوئی شریک نکرو اور پانچون وقت کی نماز پڑہو اور برضا و رغبت
اطاعت کرو اسکے بعد ایک کلمہ آہستہ سے فرمایا اور آدمیون سے کچھہ مت مانگو راوی کہتے ہین کہ ان
لوگونمین سے بعض شخصون نے اس بیعت کو ایسا نباہا کہ اگر اونکا کوڑا گر پڑتا تو لوگون سے نہ کہتے کہ اسے
اٹھا دو یعنے اسقدر سوال سے بہی احتراز کرتے اور حضرت عمر رض فرماتے ہین کہ طمع فقیری ہے اور لوگون سے
نا امید ہونا تونگری ہے جو اوس سے توقع منقطع کریگا وہ ان سے بے پروا رہیگا اور بعض حکماء سے کسی نے پوچھا کہ غنا
کیا چیز ہے کہا کہ کم کرنا تمنا کا اور بمقدار کفایت پر راضی و قانع ہونے کا نام غنا ہی جیسا کہ سعدی فرماتے ہین

ای قناعت توانگرم گردان		کہ ورای تو ہیچ نعمت نیست

اور محمد بن واسع خشک روٹی پانی مین تر کرکے کہاتے اور فرماتے کہ جو اسپر قناعت کرے اوسکو
کسی کی پروا نہین اور حضرت سفیان رح فرماتے ہین کہ تمہارے لیے دنیا جبہی تک اچھی ہے جب تک
اوسمین مبتلا نہو اور تمہارے مبتلا ہونے کی چیز بہتر اسیقدر ہے جو تمہارے ہاتھون سے نکلجاوے یعنے
مال دنیاوی مین سے بہتر وہ ہے جو خیرات مین صرف ہو اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ ہر روز
ایک فرشتہ پکارتا ہے کہ ای آدم زاد تجکو تہوڑا بقدر کفایت ملنا اس سے بہتر ہے کہ بہت ملے اور سرکشی
مین ڈالے اور سمیط بن عجلان رح فرماتے ہین کہ ای ابن آدم تیرا شکم بالشت بھر ہے پہر تجکو دوزخ مین
کیون ڈالتا ہے اور ایک حکیم سے کسی نے پوچھا کہ تمہارا مال کیا ہے اوسنے کہا کہ ظاہر مین تکلف نہ کرنا
او باطن سے میانہ روی اور لوگونکے مال سے توقع منقطع کرنی اور روایت ہے کہ اللہ تعالی جلشانہ فرماتا ہے
کہ اے ابن آدم اگر ساری دنیا تیری ہی ہوجاوے تب بہی تجکو غذا کے سوا اور کچھہ نملیگا پس اگر میں
تجکو صرف غذا ہی دون اور دنیا کا حساب اورون کی گردن پر رکھون تو یہ میرا تجھپر کمال احسان ہے

اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ جب تم مین سے کوئی کسی سے کچہہ حاجت چاہے تو چاہیے کہ بسہولت اوسکو مانگ لے یہ نکرے کہ دوسرے کے پاس جاکر کہنا شروع کرے کہ تم ایسے ہو تم ایسے ہو اسلیے کہ روزی تو جتنی مقدر ہے وہی ملیگی ناحق اتنی مشقت سے کیا حاصل اور بعض خلفاء بنی امیہ نے حضرت ابو حازم کو ایک خط لکہا اور اوسمین قسم دلائی کہ جو کچہہ آپ حاجت رکہتے ہون میرے پاس لکہہ بہیجیے اونہون نے جواب مین ارقام فرمایا کہ مینے اپنی سب حاجتین اپنے مولا کے سامنے پیش کین اونسنے جو منظور کی اوسکو مینے قبول کیا اور جو نامنظور کی اوسپر قناعت کی اور بعض حکماء سے کسی نے پوچہا کہ عاقل کے لیے زیادہ تر خوشی کی بات کیا ہے اور ایسی کونسی چیز ہے جس سے اوسکا غم غلط ہو اونسنے جواب دیا کہ اوسکے حق مین زیادہ خوشی کی بات عمل صالح کا توشہ بنانا ہے اور غم کے غلط ہونیکی چیز راضی ہونا خدا کے احکام پر اور بعض حکما کا قول ہے کہ مینے سب سے زیادہ غمگین حاسد کو پایا اور سب سے زیادہ خوش عیش قانع کو اور زیادہ تر صابر ایذا پر حریص طامع کو اور زیادہ تر سہل گذران تارک دنیا کو اور بزرگ تر ندامت مین عالم نا پرہیزگار کو ہے ؎

علم چندانکہ بیشتر خوانی　　چون عمل در تو نیست نادانی

واقع مین غنا و توانگری قناعت ہی کا نام ہے جیسا کہ سعدی شیرازی فرماتے ہین ؎

قناعت توانگر کند مرد را　　خبر کن حریص جہان گرد را

اور حضرت عمر رض نے ایکبار لوگونسے فرمایا کہ جسقدر خدا کی مال مین سے مین اپنے لیے حلال سمجہتا ہون تمکو بتائے دیتا ہون اول تو دو جوڑے کپڑے گرما و سرما کی لیے دوم سواری حج و عمرہ کی لیے سوم غذا جسطرح اور قریشی لوگونکی ہے نہ تو سب سے عمدہ کہاتا ہون نہ سب سے ادنی متوسط درجہ کی غذا ہے الا بخدا مجکو یہ معلوم نہین کہ میرے لیے اسقدر حلال ہے یا نہین یعنی حضرت عمر رض کو اس بات کا شبہہ تہا کہ کہین قدر کفایت سے یہ مقدار اشیا زیادہ نہو اور ایک اعرابی نے اپنے بہائی پر حرص کے باب مین عتاب کیا اور یہ کہا کہ بہائی تجکو کوئی چیز ڈہونڈہتی ہے اور تو کسی چیز کو ڈہونڈتا ہے جو تجکو ڈہونڈہتی ہے اوس سے تو نہین بچے گا یعنے موت آدمی کی طالب ہے جس سے کسی طرح مفر نہین اور جسکو تو ڈہونڈہتا ہے یعنے رزق وہ تجکو بے فکر و تردد پہونچے گا اور ایسا جان کہ موت جو نظر و نسے غائب ہے وہ گویا کہ موجود ہے اور جس حال مین تو اب ہے اوس سے تبدیل کیا جاوے گا معلوم ایسا ہوتا ہے کہ تم یہ جانتے ہو کہ حریص کبہی محروم نہین ہوتا اور زاہد کو رزق نہین ملتا یہ محض وہم و خیال ہے بلکہ اصل یہ ہے ؎

آنچہ نوشتہ قلم نشود بیش و کم　　پس حرکت ہم سکون ہست مساوی ہم ۱۲

اور شعبی سے روایت ہے کہ ایک صیاد نے ایک ہزار داستان پکڑی اوسنے پوچھا کہ تیرا مطلب مجھسے کیا ہے
اوسنے کہا کہ تجھے ذبح کرکے کھاونگا اوسنے کہا کہ مجھہ مشت پر سے تیرا شکم تو سیر ہونا معلوم نہیں لیکن
تین باتیں ایسی بتاتی ہون جو تجکو میرے کہانے سے بہتر ہون مگر ایک تو ابھی بتاونگی اور دوسری اُس
پیڑ پر جاکر کہونگی اور تیسری پہاڑ پر بیٹھکر بتاونگی اوسنے کہا کہ اول بات تو کہہ اوسنے کہا کہ گذری
بات پر افسوس مت کرنا پہر صیاد نے اوسکو چھوڑ دیا وہ اوڑکر پیڑ پر بیٹھی صیاد نے دوسری بات
پوچھی اوسنے کہا کہ جو بات نہو سکتی ہو اوسکو یقین مت کرنا پہر اوڑکر پہاڑ پر جا بیٹھی اور صیاد سے کہا
کہ تو بڑا بدنصیب ہے اگر مجھے ذبح کرتا تو میری پوٹی میں سے دو موتی ڈیڑہ ڈیڑہ چھٹانک کے نکلتے
وہ ہاتھ مل مل کر پچھتانے لگا اور کہا کہ تیسری بات بتا اسنے کہا کہ تو پہلی دونون باتون کو تو بھول
گیا تیسری کیسی بتاؤن دیکھہ میں نے کہا تہا کہ گذری بات پر افسوس نکرنا مگر تو نے میرے چھوڑنے پر
حسرت کی میں نے کہا تہا کہ غیر ممکن بات کا یقین نکرنا لیکن تو نے یقین کر لیا میرا گوشت پوست
و پر وغیرہ ملا کر ڈیڑہ چھٹانک نہونگے پس میری پوٹی میں دو موتی اتنے اتنے وزن کے کیسے ہوسکتے ہیں
یہ کہکر اوڑ گئی یہ مثال آدمی کی طمع کی زیادتی کی ہے کہ طمع کے مارے حق بات نہیں سوجھتی یہانتک
کہ غیر ممکن بات کو بھی مان لیتا ہے سچ ہے

بدوزد طمع دیدۂ ہوشمند		درآرد طمع مرغ و ماہی بہ بند

اور ابن سماک کا قول ہے کہ توقع ایک رسی دل میں ہے جس سے آدمی کے پاؤن میں پہندا پڑا
رہتا ہے اگر توقع دل سے نکال ڈالے تو پاؤن بھی پہندے سے نکل جاوے اور حضرت عبداللہ بن سلام
رضی اللہ عنہ نے کعب احبار رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ علماء کے دلوں میں سے بعد حفظ اور تعقل کے
علوم کو کون چیز کھو دیتی ہے فرمایا کہ طمع اور حرص نفس اور حاجتوں کا طلب کرنا ایک شخص نے
حضرت فضیل رض سے تفسیر حضرت کعب احبار کے ارشاد کی پوچھی اونہوں نے فرمایا کہ آدمی کسی چیز
کی طمع میں اپنا دین کھو بیٹھتا ہے اور حرص نفس کا حال یہ ہے کہ سب چیزوں کی طرف نیت ڈورتی
ہے یہ چاہتا ہے کہ ساری چیزیں میرے پاس آجاویں اسی غرض سے کبھی کسیکے پاس حاجت لیجاتا ہے
کبھی کسیکی جب وہ شخص حاجت پوری کر دیتا ہے تو گویا اب اسکی نکیل اوسکے ہاتھ میں ہے جہان چاہتا ہے
لیے پہرتا ہے اور جو چاہتا ہے وہ کام لیتا ہے مصرع مرا نان دہ وکفش بر سر بزن * کا قصہ ہوتا ہے
یہ شخص جہان اوسکو دیکھتا ہے خوشامد دنیاوی کے مارے سلام کرتا ہے اور بیمار پڑتا ہے تو اوسکی
عیادت کرتا ہے مگر خدا کیواسطے نہ سلام ہے نہ عیادت پس اگر حاجت نہوتی تو اوسکے لیے اچھا ہوتا

پہر حضرت فضیل نے فرمایا یہ قول حضرت کعب رضہ کا سو حدیثون مسلسل سے بہتر ہے اور بعض حکما کا قول ہے کہ انسان مین بڑی تعجب کی بات یہ ہے کہ اگر بالفرض اوسکو سنا دیا جاوے کہ تو ہمیشہ دنیا مین رہے گا تو اسقدر عمر کی درازی مین جتنی حرص اسکو ہوگی اوس سے زیادہ اب کرتا ہے حالانکہ اب تہوڑے ہی دنونکی زندگی ہے اور آخر کو فنا کی توقع ہے اور عبد الواحد بن زید سے روایت ہے کہ میرا گذر ایک راہب پر ہوا مینے پوچہا کہ آپ کو کہانا کہان سے ملتا ہے اوسنے جواب دیا کہ جس شخص نے یہ چکی یعنی میرے دانت بنائی ہین وہی اپنی عنایت کی کہلیان سے انمین ڈال دیتا ہے مجکو پسا پسایا ملتا ہے

پانچوان بیان حرص وطمع کا علاج اور اوس دوا کا ذکر جس سے کہ قناعت کی صفت حاصل ہو

واضح ہو کہ یہ دوا تین مفردات سے مرکب ہے صبر اور علم اور عمل اور پانچ باتون مین یہ سب آجاتی ہین اول عمل یعنی میانہ روی معیشت مین اور کفایت کرنی خرچ مین پس جو شخص بزرگی قناعت پر پہونچنا چاہے اوسکو چاہیے کہ حتی الوسع خرچ کے دروازے اپنے نفس پر بند کرے اور ضروریات صرف پر اکتفا کرے اسلیے کہ جسکا خرچ اور دہش زیادہ ہوگی وہ قناعت نہین کرسکتا تو ضرور ہوا اگر مثلاً اکیلا ہو تو ایک موٹے کپڑے پر قناعت کرے اور کسی غذا پر اکتفا کرے اور جب تک ہوسکے سالن کو کم کرے اور اسی کا عادی ہو اور اگر عیالدار ہے تو گہر کے لوگونمین سے ہر ایک کو ایسا ہی کرلے کیونکہ اتنی ہی مقدار معیشت ایک ادنیٰ محنت سے مل سکتی ہے اور اسمین طلب بہی تہوڑی ہوگی اور زندگی میانہ روی سے گذریگی جو قناعت کے باب مین اصل ہے اور اسی کا نام رفق فی الانفاق یعنے خرچ مین نرمی کرنی ہے جسکا مذکور اس حدیث مین ہے إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الرِّفْقَ فِي الْأَمْرِ كُلِّهِ اور فرمایا مَا عَالَ مَنِ اقْتَصَدَ اور فرمایا ثَلَاثٌ مُنْجِيَاتٌ خَشْيَةُ اللّٰهِ فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ وَالْقَصْدُ فِي الْغِنَى وَالْفَقْرِ وَالْعَدْلُ فِي الرِّضَى وَالْغَضَبِ اور روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابو درداء رضہ کو زمین پر سے دانہ چنتے دیکہا کہ آپ اوٹہاتے جاتے ہین اور یہ فرماتے ہین کہ آدمی کی سمجہ کی دلیل ہے اگر اپنی زندگی کو سہولت سے بسر کرے اور حضرت ابن عباس رضہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الاقتصاد وحسن السمت والهدي الصالح جزء من بضع وعشرين جزءًا من النبوة اور یہ بہی وارد ہے کہ التدبير نصف المعيشة اور فرمایا من اقتصد اغناه الله ومن بذر افقره الله ومن ذكر الله عز وجل احبه الله اور فرمایا اذا اردت امرا فعليك بالتؤدة حتى يجعل الله لك فرجا ومخرجا اس سے معلوم ہوا کہ خرچ مین کفایت کرنی بڑی ضرورت کی چیز ہے دوسرے یہ کہ اگر سردست بقدر کفایت آدمی کے پاس موجود ہو تو آیندہ کیلیے زیادہ اضطراب کرنا نہین چاہیے اور یہ بات آدمی مین

اور یہی سمجھ جاوے اگر اپنے امل کو مختصر کرے اور یہ تصور کرے کہ جو رزق مقدر مین ہی وہ ضرور پہونچیگا

ورنہ ستانی بستم می رسد	آنچہ نصیب است بہم می رسد

اسمین حرص کرنی نکرنی مساوی ہے کچہ حرص کرنے سے روزی نہین ملتی بلکہ خدا تعالی نے رزق پہونچانیکا پکا وعدہ فرمایا ہے قال تعالی وَمَا مِن دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا اور حرص آدمی مین شیطان کیطرف سے آتی ہے وہ ملعون دلمین ڈالتا ہے کہ زیادہ خرچ سے محتاج ہو جاویگا اگر رکھہ نچھوڑیگا تو بیماری اور عاجزی کیوقت در بدر بہیک مانگنی پڑیگی اور ذلیل و رسوا ہوگا اسی طرح ہمیشہ طلب مال کی مشقت مین مبتلا کرتا ہے اس خوف سے کہ کہین آئندہ کو مشقت ہو اور پہر خود اوسکی حرکات پر ہنستا ہے کہ وہی مشقت کے خوف سے کیسا غلطان پیچان ہو رہا ہے اور اپنے غافلی سے یہ کیسے معلوم ہوا کہ آگے کو مشقت ضرور ہوگی شاید کچہ بہی نہو اور روایت ہے کہ دو لڑکے حضرت خالد رضہ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت مبارک مین حاضر ہوئے آپ نے اونکو ارشاد فرمایا جب تک تمہارے سر ہلتے ہین یعنی زندگی بہر رزق سے ناامید مت ہو دیکہو انسان ماں کی پیٹ سے ننگا منگا پیدا ہوتا ہے پہر اللہ تعالی اوسکو روزی دیتا ہے اور ایکبار آپ کا گذر حضرت ابن مسعود رضہ پر ہوا وہ غمگین بیٹھے تہے آپ نے فرمایا کہ رنج کرنا بے فائدہ ہے شدنی ہیش آویگی اور جتنا رزق نصیب مین ہے وہ بیشک آویگا اور ایک حدیث مین ہے اَلَا يَا اَيُّهَا النَّاسُ اَجْمِلُوا فِي الطَّلَبِ فَاِنَّهُ لَيْسَ لِعَبْدٍ اِلَّا مَا كُتِبَ لَهُ وَلَنْ يَذْهَبَ عَبْدٌ مِنَ الدُّنْيَا حَتّٰى يَاْتِيَهُ مَا كُتِبَ لَهُ مِنَ الدُّنْيَا وَهِيَ رَاغِمَةٌ اور انسان حرص سے علحدہ نہین ہوتا مگر اوس صورت مین کہ خدا تعالی کی تدبیر پر خوب پکا ہو یعنی یقین واثق رزق کے مقدر ہونے کا رکھتا ہو اور یہ کہ اگر مین طلب مین اجمال کرونگا تو ضرور ہی ملیگا بلکہ یون تصور کرنا چاہیے کہ اکثر یہی ہے کہ خدا تعالی بندہ کو ایسی جگہہ سے رزق پہونچاتا ہے جہان سے اوسکو گمان بہی نہین ہوتا چنانچہ خود فرماتا ہے وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ پس ایسی صورت مین اگر کسی وجہ سے اوسکو روزی ملتی تہی اور وہ بند ہوگئی تو دلمین پیچتاب نہین کہانا چاہیے یون جاننا چاہیے کہ

کشاید بفضل و کرم دیگری	خدا گر بحکمت ببندد دری

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اَبَى اللّٰهُ اَنْ يَرْزُقَ عَبْدَهُ الْمُؤْمِنَ اِلَّا مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ اور حضرت سفیان رحمہ فرماتے ہین کہ خدا سے ڈرنا چاہیے میں نے کسی شخص کو جو خدا سے ڈرتا ہو محتاج نہین دیکہا یعنی خداوند کریم تقوی اور خوف والے کی ضرورتین ویسی ہی نہین

چھوڑ دیتا بلکہ مسلمانونکو دلمین ڈالدیتا ہے وے اوسکی روزی دیجاتے ہین اور مفضل ضبی فرماتے ہین
کہ مینے ایک اعرابی سے پوچھا کہ تمہاری وجہ معاش کیا ہے اوسنے کہا کہ حاجیون کے آنے سے
بسر کرتا ہون مینے پوچھا کہ جب حاجی چلے جاتے ہین تب کیا کرتے ہو وہ رو پڑا اور کہنے لگا کہ اگر
وجہ معاش معلوم ہی ہوا کرتی کہ فلان جگہہ سے ہوتی ہے تو زندگی ہی نہوتی اور حضرت ابو حازم
کا قول ہے کہ میرے نزدیک دنیا مین دو چیزین ہین ایک تو وہ جو میرے لیے ہے پس اوسکو تو مین
قبل وقت لا نہین سکتا گو آسمانون اور زمین کا زور لگاؤن اور ایک وہ جو اورون کی ہے پس وہ
نہ پہلے مجھکو ملی اور نہ آیندہ کو توقع کہ مجھے ملے اسلیے کہ جو شخص میرے حصہ کی چیز اورونسے بچاتا ہے
وہی اورونکی چیز مجھسے بچاتا ہے پھر ان دونون چیزون مین مین اپنی جان کیون کہودون یہ علاج امر
کے دور کرنے کے لیے ہے جو شیطان کیطرفسے افلاس کا خوف دل پر آتا ہے اسطرح جاننے اور خیال
کرنے سے یہ دفع ہوجاتا ہے تیسرے یہ کہ قناعت کی فائدہ سے آگاہ ہو کہ اسکے باعث استغنا اور بے پروائی
کی عزت حاصل ہوتی ہے اور حرص وطمع کی جہت سے رسوائی و ذلت جب یہ بات دلمین ٹھن جاویگی
تو قناعت کیطرف رغبت ہوگی کیونکہ حرص مین مشقت اور طمع مین ذلت سے نہین بچتا اور قناعت مین
صرف شہوات اور فضول سے صبر کرنیکی مشقت ہے اور یہ شفقت و تکلیف ایسی ہے کہ اسپر سوا خدا تعالی کے
اور کسی کو اطلاع نہین ہوتی اور اسی پر ثواب آخرت ہوتا ہے اور حرص طمع ایسی چیز ہے جسکو سب
لوگ دیکھہ سکتے ہین اور گناہ کا وبال اوسکے علاوہ ہے پھر کثرت طمع و حرص مین نفس کی بزرگی اور حق بات
کی متابعت کی قدرت مفقود ہے کیونکہ کثرت حرص وطمع مقتضی اسبات کی ہے کہ لوگون سے بہت سے
کام نکلین پھر ایسی صورت مین اونکو حق بات کا مائل کرنا کہان بن سکتا ہے بلکہ اونکی برائیان دیکھکر
مداہنت اور اغماض کرنا پڑے گا جس سے کہ دین کی خرابی ہے اور جو شخص کہ پیٹ کی خواہشون پر
نفس کی بزرگی کو ترجیح نہ دے وہ نرے وقوف اور ناقص الایمان ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ عِزُّ الْمُؤْمِنِ اسْتِغْنَاؤُهُ عَنِ النَّاسِ اس سے معلوم ہوا کہ آزادی اور عزت قناعت ہی سے ہے

شعر قناعت بہر حال اولے بود		کہ در ضمن آن چند معنی بود

اور اسی بنا پر کسیکا قول ہے کہ جس سے چاہو بے پروا ہوجاؤ اوسکی نظیر اور اوسکی مانند ہوجاؤگے
اور جسکی طرف دل چاہے حاجت لیجاؤ اوسکے پابند ہوجاؤگے اور جسپر چاہو احسان کرو اوسکے امیر
بنجاؤگے چوتھے یہ کہ یہود اور نصاری اور اراذل اور احمقون اور اجلاف اور نرے دیہون کی تنعم اور
اونکی معیشت مین تامل کرے پھر احوال انبیا اور اولیا اور خلفاء راشدین اور صحابہ اور تابعین کا دیکھے

اور اُنکے حالات سنے اور خود مطالعہ کرے اب چاہیے تو اجلاف کی مشابہت پیدا کرے خواہ اون لوگون کی اقتدا کرے جو خدا کی مخلوق مین سب سے زیادہ عزت رکھتے ہین اگر اقتدا عمدہ لوگونکی کریگا تو تھوڑی سی چیز پر قناعت کریگا اور قلیل پر صبر آسان ہوگا اور اس بات مین کوئی اسکا شریک بجز انبیا اور اولیا کے نہوگا لیکن اگر مراول اختیار کریگا تو کچھہ حاصل نہوگا مثلاً اگر شکم سیری کے غم مین پڑیگا تو اسبات مین گدہا اوس سے افضل ہوگا اور اگر جماع کی لذت پانی مین مصروف ہو تو سوٗر اس صفت مین بڑہکر ہے اور اگر زینت تن اور سواری مین تنعم منظور ہی تو اکثر کفار اسمین اوسکی بہ نسبت زیادہ ہونگے پانچوین یہ کہ مال کے جمع کرنے کا خطرہ سوچے کیسے چوری اور تلف اور لوٹ کھسوٹ کا خوف لگا رہتا ہے اور جب ہاتھہ خالی ہوتا ہے تو ان سب باتوں سے امن و چین مین رہتے ہین اور نیز آفات مال جو ہمنے ذکر کی ہین اونکو سوچے اور تصور کرے کہ اسکی بدولت جنت کے دروازہ سے پانسو برس تک دور رہونگا یعنے جب تھوڑی سی چیز بقدر کفایت پر قانع نہوگا تو اغنیا کے گروہ مین شامل ہوگا اور فقیرون کے دفتر سے خارج اور فقیر بہ نسبت مالدارونکے پانسو برس پہلے جنت مین داخل ہونگے چنانچہ احادیث اس مضمون پر ناطق ہین اور یہ تامل پورا اسطرح ہوگا کہ ہمیشہ دنیا مین اپنے سے کم کو دیکھے زیادہ کو ندیکھے کیونکہ شیطان ہمیشہ آدمی کو دنیا مین بہکا کر زیادہ مالدارونکی طرف رغبت دلاتا ہے اور کہتا ہے کہ تو کیون سستی کرتا ہے اور مالدار تو مزے اوڑاتے ہین اور خوراک و پوشاک اچھی رکھتے ہین اور دین مین آدمی کی نظر کمتر پر ڈالتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ تو اپنے نفس پر اتنی تنگی کیون کرتا ہے اور اسقدر خوف خدا کیون لیے ہے فلان شخص تو تجھسے زیادہ جانتا ہے تو وہ اتنا ڈرتا ہی نہین اور تمام لوگ تنعم مین مشغول ہین تو کیون اونسے جدا ہوتا ہے غرض کہ دنیا مین اپنے سے کم کو دیکھنا چاہیے چنانچہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ مجکو میرے دوست صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت فرمائی کہ دنیا مین اپنے آپ سے کم کو دیکھون زیادہ پر نظر نکرون اور حضرت ابو ہریرہ رض سے یہ حدیث مروی ہے کہ اذا نظر احدکم الی من فضلہ اللہ علیہ فی المال والخلق فلینظر الی من ھو اسفل منہ ممن فضل علیہ۔ پانچوین بات تو یہ ہے آدمی مین قناعت کی صفت آسکتی ہی اور سوا ایک بات یہ ہے کہ صبر کرے اور امل کو کوتاہ کرے اور یہ سمجھے کہ ابدالآباد کی تمتع اور مزہ اُٹھانے کے لیے دنیا مین صبر کرنا چند ہی روز کا ہے جیسے بیمار آدمی دوا کی تلخی پر اسلیے صبر کرتا ہے کہ آگے کو ہمیشہ اچھا ہو

چھٹا بیان سخاوت کی فضیلت مین

جاننا چاہیے کہ اگر آدمی کے پاس مال نہو تو قانع اور کم حرص رہنا چاہیے اور اگر مال ہو تو ایثار اور

سخاوت اور سلوک کرنے مین کوتاہی نکرے اور بخل و امساک سے کوسون دور رہے کیونکہ سخاوت انبیا علیہم السلام کی اخلاق مین سے ہے اور نجات کی اصل اصول بھی یہی ہے اور حدیث شریف مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو یون ارشاد فرمایا ہے کہ سخاوت جنت کی درختون مین سے ایک پیڑ ہے کہ اوسکی ٹہنیان زمین پر جھکی ہوئین ہین جو کوئی اونمین سے ایک ٹہنی پکڑ لیتا ہے وہ اوسکو جنت مین کہینچ لے جاتی ہے اور حضرت جابر رض سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجکو معرفت جبریل علیہ السلام کے یہ قول اللہ تعالی کا پہونچا ہے کہ اسلام وہ دین ہے جسکو مینے اپنے لیے پسند کیا ہے اور اوسکی صلاحیت سخاوت اور حسن خلق پر منحصر ہے پس تمکو چاہیے کہ ان دونون چیزون سے جسقدر ہوسکے اسلام کی تعظیم کرو اور ایک روایت مین یون ہے کہ جب تک اسلام کے ساتھہ رہو جب تک ان دونون باتون سے اوسکا اکرام کرو اور حضرت عایشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ خدا تعالی نے اپنے سب اولیا کو سخاوت اور حسن خلق ہی پر پیدا کیا ہے اور حضرت جابر رض سے روایت ہے کہ آپ سے کسی نے پوچھا کہ اعمال مین سے افضل کونسا عمل ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ صبر اور سخاوت اور حضرت عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو عادتین خدا تعالی کو اچھی معلوم ہوتی ہین اور دو بری جو عادتین کہ اوسکو محبوب ہین وہ حسن خلق اور سخاوت ہین اور جو اوسکو ناپسند ہین وہ خلق بد اور بخل ہین اور جب خدا تعالی کسی بندہ کی بھتری چاہتا ہے تو اوس سے لوگونکی حاجتین پوری کراتا ہے اور مقدام بن شریح اپنے باپ سے اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہین کہ انہون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک مین عرض کیا کہ مجکو کوئی ایسا عمل تبلائیے جس سے جنت مین جاون آپ نے فرمایا اِنَّ مِنْ مُوْجِبَاتِ الْمَغْفِرَةِ بَذْلُ الطَّعَامِ وَاِفْشَاءُ السَّلَامِ وَحُسْنُ الْكَلَامِ اور حضرت ابو ہریرہ رض سے یہ حدیث مروی ہے کہ آپ نے فرمایا سخاوت جنت مین ایک درخت ہے جو سخی ہوتا ہے وہ اوسکی ایک شاخ پکڑ لیتا ہے اور اوسیکے ذریعہ سے جنت مین داخل ہوتا ہے اور بخل بھی ایک درخت دوزخ مین ہے بخیل اوسکی ٹہنی پکڑتا ہے یہانتک کہ وہ شاخ اوسکو دوزخ مین ڈالدیتی ہے اور حضرت ابو سعید خدری رض سے یہ حدیث قدسی مروی ہے کہ آپنے فرمایا کہ خدا تعالی فرماتا ہے کہ میرے رحیم بندون سے عطا کی درخواست کرو اور اونکی پناہ مین زندگانی بسر کرو کہ مینے اونمین اپنی رحمت بھردی ہے اور سخت دل والون سے کچھہ مت مانگو اونمین مینے اپنا غضب نازل کیا ہے اور حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سخی کے گناہ سے درگذر کیا کرو اسلیے کہ جب وہ لغزش کرتا ہے

خدا اوسکا ہاتھ تہامتا ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ آپ نے فرمایا کہ کہانا کہلانے والے کے پاس اتنا جلد رزق پہونچتا ہے کہ اتنی جلد اونٹ کی گردن پر چہری بہی کارگر نہین ہوتی اور خداوند کریم کہانا کہلانیوالونسے فرشتوں پر فخر فرماتا ہے یعنی انسان مین اسطرحکے صفات ہین جو تم مین نہین اور ایک حدیث مین ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ جَوَادٌ یُحِبُّ الْجُوْدَ وَیُحِبُّ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ وَیَکْرَہُ سَفْسَافَہَا اور حضرت انس رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جس کسی نے اسلام پر کچھہ مانگا وہی اوسکو دیا جاتا تہا ایک شخص نے آپ سے سوال کیا آپ نے صدقہ کی بکریون مین سے بہت سی بکریان کہ دو پہاڑون کے درمیان مین تہین عنایت فرمائین وہ شخص اپنی قوم مین آکر کہنے لگا کہ لوگو مسلمان ہو جاؤ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسطرح دیتے ہین جیسے کسی کو فاقہ کا خوف نہین ہوتا ہے

اے کہ چون تو در زمانہ نیست کس	اللہ اللہ خلق را فریاد رس
شہرۂ ما در ضعف و شکستہ پری	شہرۂ تو در جود و مسکین پروری
داد دہ ما را ازین غم کن جدا	دستگیر ای دست تو دست خدا

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی نعمت اپنی بندونکو چہانٹ چہانٹ کر دیتا ہے کہ اونکے ہاتہہ سے اورونکا کام نکلے جو کوئی اونکے نفع پہونچانے مین بخل کرتا ہے اللہ تعالی اپنی نعمت اوس سے لیکر دوسرکیے حوالہ کرتا ہے اور ہلالی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بنی عنبر مین کے قیدی پکڑ کر آئے آپ نے سب کی قتل کا حکم فرمایا مگر ایک شخص کو مستثنے فرمایا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ خدا تعالی ایک ہی اوسکا دین بہی ایک ہی اور گناہ جو ان لوگون نے کیا ہی وہ بہی ایک ہی ہے پہر یہ شخص اپنی قوم سے کسطرح علیحدہ ہوا اور قتل سے بچ گیا آپ نے فرمایا کہ جبرئیل ع میرے پاس آئے اور کہا کہ ان سب کو قتل کرو اور اس شخص کو چہوڑ دو اللہ تعالی اسکی سخاوت کا مشکور ہے اور ایک حدیث مین ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ہر چیز کا ایک ثمرہ ہے اور احسان کا ثمرہ نجات کا جلد ہونا ہے اور نافع رح حضرت ابن عمر رض سے راوی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طَعَامُ الْجَوَادِ دَوَآءٌ وَطَعَامُ الْبَخِیْلِ دَآءٌ اور ایک حدیث مین ہے کہ جسکو خدا تعالی زیادہ نعمت دیتا ہی اوسکو لوگونکی زیادہ برداشت کرنی پڑتی ہے پس جو شخص کہ اس مشقت کا متحمل نہین ہو سکتا اوسکی نعمت کو خدا تعالی دور کر دیتا ہے اور حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہین کہ ایسی چیز کو بہت کیا کرو جسکو آگ نکہاوے لوگون نے پوچہا کہ وہ کیا ہے آپ نے فرمایا کہ احسان اور حضرت عائشہ رض فرماتی ہین

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت سخی لوگوں کا گھر ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ
روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ سخی اللہ سے اور جنت سے اور لوگوں سے قریب رہتا ہے اور دوزخ
سے دور اور بخیل اللہ اور جنت اور لوگوں سے دور رہتا ہے اور دوزخ سے قریب اور جاہل سخی خدا کے
نزدیک عالم بخیل کی نسبت زیادہ محبوب ہے اور سب دردوں میں زیادہ سخت بخل کا روگ ہے اور فرمایا
اِصْنَعِ الْمَعْرُوْفَ اِلٰی مَنْ هُوَ اَهْلُهٗ وَاِلٰی مَنْ لَّیْسَ بِاَهْلِهٖ فَاِنْ اَصَبْتَ اَهْلَهٗ فَقَدْ اَصَبْتَ
اَهْلَهٗ وَاِنْ لَّمْ تُصِبْ اَهْلَهٗ فَاَنْتَ مِنْ اَهْلِهٖ اور فرمایا کہ میری امت کے ابدال جنت میں کچھ روزہ
نماز کے سبب داخل نہ ہونگے بلکہ نفس کی سخاوت اور سینہ کی سلامتی اور مسلمانوں کی خیر خواہی کے باعث جنت
میں جاوینگے اور حضرت ابو سعید خدری رض سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا
کہ خداوند کریم نے اپنے بندوں کے لیے احسان کیواسطے کئی صورتیں بنا دی ہیں ایک یہ کہ جو سلوک کرنا
اونکو محبوب ہے دوم احسان و سلوک کرنے والوں کی محبت خلق کے دلمیں ڈالدی سوم احسان کے طالبوں کا
منہ محسنوں کی طرف پھیر دیا چہارم داد و دہش اونپر ایسی آسان کر دی جیسے خود اپنے خزانہ سے جیسے
کسی قحط زدہ خشک زمین پر مینہ عنایت فرماتا ہے اور زمین اور انسانوں کو اوسکے سبب سے زندہ کرتا ہے
اور فرمایا کہ آدمی کا ہر ایک سلوک داخل صدقہ ہے اور جو کچھ آدمی اپنے نفس اور اپنے اہل پر خرچ کرے وہ
بھی اوسکے حقمیں صدقہ ہی لکھا جاتا ہے اور جس خرچ سے آدمی اپنی عزت بچاوے وہ بھی صدقہ ہے اور انسان
کسیطرح کا خرچ کرے سب اوسکا عوض بخدا کے ذمہ ہے اور فرمایا کُلُّ مَعْرُوْفٍ صَدَقَةٌ وَالدَّالُّ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِهٖ وَاللّٰهُ
یُحِبُّ اِغَاثَةَ اللَّهْفَانِ اور فرمایا کُلُّ مَعْرُوْفٍ فَعَلْتَهٗ اِلٰی غَنِیٍّ اَوْ فَقِیْرٍ صَدَقَةٌ اور روایت ہے کہ خدا تعالی نے
حضرت موسیٰ کو وحی بھیجی کہ سامری کو قتل کرنا نہ چاہیے اسلیے کہ وہ سخی ہے اور حضرت جابر رض سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم
نے ایک لشکر بھیجا اور اوسپر قیس بن سعد بن عبادہ کو حاکم مقرر کیا جب جہاد ہوا تو حضرت قیس رض نے لشکریونکے لیے نو
اونٹونکو نحر کیے لوگوں نے یہ حال آنحضرت صلعم کی خدمت میں عرض کیا آپ نے فرمایا کہ سخاوت تو اس خاندان کی
خصلت ہے آثار حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ اگر آدمی کے پاس دنیا آتی ہو جب بھی اوسمیں سے
خرچ کرے کیونکہ وہ خرچ کرنے سے جاتی نہ رہے گی اور اگر دنیا جاتی ہو تب بھی خرچ کرنا چاہیے کیونکہ
نہ خرچ کرنے سے پھر نہیں جاویگی اور پھر یہ شعر پڑھے

قطعہ

لَا تَبْخَلَنَّ بِدُنْیَا وَهِیَ مُقْبِلَةٌ	فَلَیْسَ یَنْقُصُهَا التَّبْذِیْرُ وَالسَّرَفُ
وَاِنْ تَوَلَّتْ فَاَحْرٰی اَنْ تَجُوْدَ بِهَا	فَالْحَمْدُ مِنْهَا اِذَا مَا اَدْبَرَتْ خَلَفُ

اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسن علیہ السلام سے پوچھا کہ مروت و رفعت اور کرم کسکو کہتے

آپ نے فرمایا کہ مروت اسکا نام ہے کہ آدمی اپنے دین کی اور نفس کی حفاظت کرے اور اپنے کام کو اچھی طرح کرے اور منازعت اور مکروہات مین داخل ہونے تو بھی بخوبی انجام دے اور رفعت یہ ہے کہ ہمسایہ کی مصیبت کو ٹالی اور صبر کی جگہہ نہین صبر کرے اور کرم یہ ہے کہ بدون مانگے دوسرے کے ساتھہ سلوک کرے اور وقت پر کھانا کھلاوے اور باوجود مال دینے کے سائل پر عنایت و رافت کرے اور ایک شخص نے آپ کی خدمت مین کسی مطلب کیلیے عرضی لکھکر حوالہ کی آپ نے بدون پڑہے فرمادیا کہ تیری حاجت پوری کیجاویگی کسی نے عرض کیا کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے آپنے اوسکی عرض کو ملاحظہ کرکے ہی جواب دیا ہوتا آپ نے فرمایا کہ جتنی دیر مین اوسکی عرضی پڑہتا وہ میرے سامنے ذلیل کھڑا رہتا اور اسباب کی پوچھہ مجھسے خدا تعالی فرماتا کہ تونے سائل کو اتنی دیر کیون ذلیل کھڑا رکھا اور ابن سماک رحمہ اللہ کہتے ہین کہ مجکو بڑا تعجب ہے کہ آدمی اپنے مال سے تو غلام مول لیتے ہین اور آزاد انسان کو بندہ احسان نہین کرتے اور ایک عرب سے کسی نے پوچھا کہ تمہارا سردار کون ہے اوسنے کہا کہ جو ہماری گالی کی برداشت کرے اور ہمارے سائل کو دیوے اور جاہل سے اعراض کرے اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہین کہ جس آدمی مین یہ وصف ہو کہ مانگنے والونکو اپنا مال دیا کرتا ہو وہ سخی نہین ہے بلکہ سخی وہ ہے کہ جو حقوق خدا تعالی نے اپنے اہل طاعت کے لیے لکھدیے ہین اونکو پہلی ہی بدون طلب پہونچادے اور نفس مین محبت اوسکی شکریہ لینے کی نہو بلکہ اللہ تعالی کیطرف سے ثواب کامل عنایت ہونیکا یقین ہو یعنی ثواب کامل ملنے کے یقین کی جہت سے دینے کے عوض مین شکر کا طالب نہو اور حضرت حسن بصری رح سے کسی نے پوچھا کہ سخاوت کیا ہے آپ نے فرمایا کہ خدا کی راہ مین مال کا دیڈالنا پھر پوچھا کہ حزم و احتیاط کسے کہتے ہین فرمایا کہ خدا کی راہ مین مال کا ندینا پھر پوچھا کہ اسراف کیا ہے فرمایا کہ ریاست کی محبت کے لیے مال خرچ کرنا اور حضرت امام جعفر صادق رح فرماتے ہین کہ عقل سے زیادہ اعانت کرنے والا کوئی مال نہین اور کوئی مصیبت جہالت سے بڑھکر نہین اور مشورہ سے بڑھکر کوئی پشتی و تقویت نہین اور جان رکھو کہ خدا تعالی یون فرماتا ہے کہ مین جواد اور کریم ہون کوئی بخیل مجھسے نہ بچ سکیگا بخل کفر مین سے ہے اور اہل کفر دوزخ مین ہینگے اور جود و کرم ایمان مین سے ہے اور ایماندار جنت مین جاوینگے اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ بہت سے آدمی ایسے ہین کہ ظاہر مین بدکار اور معیشت سے تنگ ہین مگر سخاوت کی باعث داخل جنت ہونگے اور روایت ہے کہ احنف بن قیس نے ایک آدمی کے ہاتھہ مین روپیہ دیکھکر پوچھا کہ یہ کسکا ہے اوسنے کہا کہ میرا آپ نے فرمایا کہ تیرا تو یہ جب ہوگا جب تیرے ہاتھہ سے نکلجاویگا

مال جب تک ہاتھ سے جاتا نہین	آدمی کے کام مین آتا نہین ہے

اور واصل بن عطا کا نام غزال اس جہت سے پڑا کہ یہ غزالون یعنی کاتنے والون مین بیٹھتے اور جب کوئی عورت ضعیف دیکھتے تو اوسکو کچھہ دیدیا کرتے اور اصمعی سے روایت ہی کہ حضرت امام حسن علیہ السلام نے حضرت امام حسین علیہ السلام کو عتاب لکھا کہ شاعرونکو تم کیون دیتے ہو اونہون نے جواب مین لکھا کہ مال بہتر وہی ہے جس سے آدمی اپنی عزت بچاوے اور سفیان بن عیینہ سے جو کسی نے سخاوت کو پوچھا تو اونہون نے کہا کہ سخاوت یہ ہے کہ بہائیون کے ساتھہ سلوک کرے اور مال کو دیدے اور فرمایا کہ میرے باپ کو پچاس ہزار درم ترکہ سے پہنچے تھے اونکو تھیلیوںمین بہر بہر بہائیون مین تقسیم کردیے اور کہا کہ مین خدا تعالے سے اپنے بہائیون کے لیے جنت چاہا کرتا تہا کیا مال سے اونکی ساتھہ بخل کرون یہ کبھی نہو گا اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ موجود چیز کو بہمہ تن ہمت دیڈالنا نہایت درجہ کی سخاوت ہے اور بعض حکما سے کسی نے پوچھا کہ لوگون مین سے تمہارے نزدیک کونسا محبوب ہی اوسنے کہا جسنے مجھے زیادہ دیا ہو اوس شخص نے پوچھا کہ اگر ایسا شخص کوئی نہو جسنے تمسے زیادہ سلوک کیا ہو اوسنے کہا کہ پھر مجکو وہ محبوب ہی جس سے مینے زیادہ سلوک کیا ہو اور عبد العزیز بن مروان رحمہ اللہ کا قول ہے کہ جو آدمی مجکو اپنے ساتھہ سلوک کرنے دے تو جسقدر میرا احسان اوسپر ہوگا اوسیقدر مین اوسکا احسان اپنے اوپر جانتا ہون اور خلیفہ مہدی رح نے شبیب بن شیبہ سے پوچھا کہ میرے گھر مین تمنے لوگونکا کیا حال دیکھا اونہون نے کہا کہ اے امیر المومنین مینے یہ دیکھا کہ کوئی کسیطرح تمنا لیکر جب تمہارے یہان آیا راضی ہی ہوکر پہرا اور ایک شخص نے عبد اللہ بن جعفر رحمہ اللہ کے سامنے دو شعر پڑہے جنکا مضمون یہ تہا کہ احسان جبھی احسان ہوتا ہے جب اپنے موقع پر ہو اسلیے ضرور ہے کہ آدمی اگر احسان کرے تو خدا کی راہ مین دے یا اہل قرابت کو ورنہ احسان کرنا نچاہیے عبد اللہ بن جعفر نے کہا کہ اس مضمون سے تو آدمی بخیل ہوجاتا ہے مین تو بوچہار کیطرح لوگونکو دونگا اگر وہ اچھے لوگونکو پہنچیگا تو وہ اسکے مستحق ہی تھے اور اگر برونکو پہنچیگا تو میری ہی شان کے لائق ہوگا اب کچھہ حکایتین سخاوت والون کی لکہدی جاتی ہین محمد بن منکدر ام درہ سے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خادمہ تہین روایت کرتی ہین کہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے ایک لاکھہ اسی ہزار درم دو گونون مین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجے آپ نے ایک طباق منگا کر اونکو لوگون مین تقسیم کردیا جب شام ہوئی مجھسے کہا کہ ہماری افطاری لاؤ مینے روٹی اور زیتون کا تیل سامنے رکھدیا اور کہا کہ آج جو آپ نے اتنا کچھہ بانٹا یہ نہو سکا کہ ہماری افطار کے لیے ایک درم کا گوشت ہی منگا دیتین آپ نے فرمایا کہ اگر تم پہلے سے کہتین تو ایسا ہی کرتی

اور ابان بن عثمان رح سے روایت ہے کہ ایک شخص نے یہ چاہا کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما
کو کچہہ ضرر پہونچانا چاہیے اسکے لیے تمام سرداران قریش کے پاس جاکر کہدیا کہ عبد اللہ رضی اللہ
عنہ نے آپکو کہا ہے کہ صبح کا کہانا میرے یہان کہانا لوگون نے اسکے کہنے پر عمل کیا صبح کو سب سردار
حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے گہر مین جمع ہوئے کہ حتی کہ گہر مین جگہہ بہی نرہی آپ نے انکے
آنے کا حال پوچہا اونہون نے ماجرا بیان کیا کہ تمہارا پیام فلانے کی معرفت اسوقت کی دعوت کا
پہونچا تہا آپنے سنتے ہی میوہ خرید کر اونکے سامنے رکہدیا اور کچہہ لوگون کو کہانا پکانے کے لیے معین کیا
ہنوز میوہ نکہا چکے تہے کہ دسترخوان بچہایا گیا اور سب کہا پیکر چلے گئے آپ نے اپنے کارپردازون سے
پوچہا کہ جسقدر آج خرچ ہوا ہے اتنا ہر روز ہوسکتا ہے یا نہین اونہون نے کہا کہ البتہ ہوسکتا ہے
آپ نے فرمایا کہ تو ہر روز یہ لوگ صبح کو یہان ہی کہانا کہایا کرین اور مصعب بن زبیر سے مروی ہے کہ
ایک سال امیر معاویہ حج کو تشریف لے گئے اور وہان سے پہر کر مدینہ منورہ کا قصد کیا جب داخل ہوئے
تو حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے بہائی حضرت امام حسن علیہ السلام سے کہا کہ تم انکی ملاقات
نکرنا نہ سلام علیک کرنا جب وہ مدینہ منورہ سے نکلے تو حضرت امام حسن علیہ السلام نے فرمایا کہ امیر معاویہ
رضی اللہ عنہ کا ہمپر دین ہے ہم ضرور اونسے ملینگے چنانچہ سوار ہوکر تشریف لے گئے اور اثناء راہ مین
سلام علیک کرکے قرض اپنے ذمہ کا یاد دلایا اسی اثنا مین اسی ہزار دینار ایک اونٹنی پر لدے ہوئے
حضرت امیر کے پاس آئے اور اس پر اتنا بوجہہ دینارونکا تہا کہ چل نسکتی تہی زبردستی لوگ ہانک کر
لائے تہے اونہون نے پوچہا کہ اسمین کیا ہے لوگون نے بتلایا کہ اسی ہزار دینار ہین آپ نے فرمایا
کہ انکو معہ اس اونٹنی کے حضرت امام حسن علیہ السلام کے یہان پہونچا دو اور واقد اپنے باپ سے واقدی
کا حال بیان کرتے ہین کہ اونہون نے ایک رقعہ خلیفہ مامون رح کو لکہا کہ مجہپر قرض بہت ہے اور اب
مجہسے اسپر صبر نہین کیا جاتا خلیفہ نے اوسکی پشت پر حکم لکہا کہ تم ایسے آدمی ہو جسمین دو عادتین یعنی سخاوت
اور حیا جمع ہین سخاوت کی باعث تو تمہارے پاس کچہہ نرہا اور حیا کے باعث تمنے کبہی اپنا حال ہمسے کہا
اب مینے ایک لاکہہ درم تمکو دلوائی ہین اگر تمہارے خاطر خواہ اور کارروائی کے لائق ہون تو خوب
ہاتہہ پہیلاؤ اور لوگونکو دو ورنہ قصور تمہارا ہی ہے خود کردہ را چہ علاج اور جسوقت تم خلیفہ رشید کیطرف سے
قاضی تہے ایک حدیث تمنے مجہسے بیان کی تہی کہ محمد بن اسحاق زہری سے راوی ہین اور زہری حضرت
انس رضی اللہ عنہ سے اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ نے حضرت زبیر بن عوام سے فرمایا
کہ اے زبیر جان رکہہ کہ بندون کے رزق کی کنجیان عرش کے مقابل ہین جسقدر کوئی بندہ خرچ کرتا ہے

طبرانی نے اسکو اوسط مین نقل کیا ہے مگر سند منقطع ہے ۱۲

اوسی قدر اسد تعالے اوسکو بھیج دیتا ہے جو زیادہ کرتا ہے اوسکے لیے زیادہ اور جو کم کرتا ہے اوسکے لیے کم انتہی اور تم تو مجھسے زیادہ جانتے ہو واقدی کہتے ہین کہ بخدا مجکو خلیفہ مامون کے ایک لاکھ درم اتنے محبوب نہوئے جتنا اس حدیث کا مضمون یاد دلانا اچھا معلوم ہوا اور ایک شخص نے حضرت امام حسنؓ سے کسی حاجت کا سوال کیا آپ نے فرمایا کہ ای شخص تو نے جو مجھسے سوال کیا اسکا حق مجپر بہت ہی اور مجکو یہجاننا بھی دشوار ہے کہ تجکو کیا دینا چاہیے اور جسقدر کا تو لائق ہے وتنا میرے پاس نہین علاوہ اسکے خدا کی راہ مین بہت دینا بھی تھوڑا ہی ہے میرے قبضہ مین تیری حاجت کے موافق تو نہین مگر جو تھوڑے سے پر قناعت کرے اور مجکو زیادہ دینے کے لیے کسی تکلف اور حیلہ کی حاجت نہ پڑنے دے تو البتہ قدر موجود حاضر کرون اوسنے عرض کیا کہ ای ابن رسول اسد جو آپ دین گے مجھے قبول ہے اگر آپ دین گے تو مشکور ہون گا اور ندین گے تو معذور جانون گا آپ نے اپنے کارپرداز کو بلایا اور اوس سے اپنے خرچ کا حساب کیا اور سب حساب کرکے فرمایا کہ تین لاکھ درم مین سے جتنا باقی ہو وہ لے آؤ اوسنے پچاس ہزار درم لادیے آپ نے فرمایا کہ پانسو دینار بھی تو تھے وہ کیا ہوئے اوسنے کہا کہ میرے پاس موجود ہین آپ نے اونکو بھی منگا لیا اور سب دینار و درم اوس سائل کے حوالہ کیے اور کہا کہ انکے لیجانے کو مزدور بلا لا وہ جب مزدور آئے آپ نے اپنی چادر مزدوری مین اون مزدورون کے حوالہ کی آپ کے خادمون نے عرض کیا کہ اب ہمارے پاس نہ دینار ہے نہ درم آپ نے فرمایا کہ مجھے توقع ہے کہ خدا تعالے اسکا ثواب بہت بڑا عنایت فرمائے گا۔ اور جس وقت کہ حضرت ابن عباسؓ بصرہ پر عامل تھے آپ کے پاس وہان کے قاری اکٹھے ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارا ایک ہمسایہ ہے کہ دنکو روزہ رکھتا ہے رات کو جاگتا ہے ہم مین سے ہر کوئی چاہتا ہی کہ ویسا ہی ہو جاوے اوسنے اپنی بیٹی کا نکاح اپنے بھتیجے سے کیا ہے لیکن وہ ایسا محتاج ہے کہ اوسکے پاس اتنا بھی نہین جو جہیز دیسکے حضرت عبداسد بن عباس کھڑے ہوئے اور لوگون کا ہاتھ پکڑے ہوئے گھر مین تشریف لے گئے اور ایک صندوق کھولکر اوسمین سے چھ تھیلیان نکالین اور فرمایا کہ انکو اوٹھا لو اونھون نے اوٹھا لیا پھر فرمایا کہ یہ تو اچھی بات نہین کہ ہم ایک مسلمان آدمی کو ایسی چیز دین جو اوسکی شب بیداری اور روزہ مین خلل انداز ہو چلو ہم سب کے سب اوسکے مدد معاون ہو کر لڑکی کو رخصت کرادین ہر چند دنیا کی اتنی حقیقت نہین کہ مومن کو خدا کی عبادت سے روک لے لیکن ہم مین بھی اتنا تکبر نہین کہ اولیاء اسد کی خدمت نکرین یہ کہکر آپ معہ سب ہمراہیون کے تشریف لے گئے اور اوسکا کام حسب دلخواہ انجام ہوا اور روایت ہے کہ جب مصر مین خشک سالی ہوئی عبد الحمید بن سعد مصر کا عہد تھا اونھون نے کہا کہ بخدا مین شیطان کو جتادون گا کہ مین اوسکا دشمن ہون پس ارزانی کے وقت تک سب لوگون کے حاجات پوری کرتے ہے

دیا تھا ۔ کہ جب معزول ہوکر گئے تو سوداگرون کا قرض اونکے ذمہ دس لاکھ درم تھے اپنی بیبیون کا زیور
دو کر دیا جو پچاس کرور درم کا تھا اور جب یہ زیور چھوٹ نہ سکا تو سوداگرون کو لکھ بھیجا کہ زیور کو بیچکر
اپنا دام مجرا کر لو اور باقی ایسے لوگون کو دیدو جنکو میرے ہاتھ سے کچھ نہین پہونچا اور ابو طالب بن کثیر
شیعہ تھا کسی سائل نے سوال کیا کہ بحق مرتضی علی رض تم اپنا فلان باغ مجکو دیڈالو اوسنے کہا کہ مین نے
تجکو وہ بھی دیا اور اوسکے متصل کا باغ بھی دیا جو اوس سے دو چند سہ چند تھا اور ابو مرثد ایک سخی تھا کسی
شاعر نے اوسکی تعریف کی اوسنے کہا کہ بخدا مین تنگدست ہون تجھے کچھ دے نہین سکتا الا یہ تدبیر ہے
کہ قاضی کے یہان تو مجپر دس ہزار درم کی نالش کر مین اقبال دعوی داخل کرون گا پھر تو مجکو قید کرا دینا
میرے گھر کے لوگ مجکو اتنا روپیہ دیکر چھوڑا لین گے شاعر نے ویسا ہی کیا شام نہوئی تھی کہ دس ہزار
درم ابو مرثد کے خاندانیون نے دیکر اوسکو قید سے چھوڑا لیا اور معن بن زائدہ جسوقت دونون عراق کا
عامل ہوکر بصرہ مین تھے اونکے دروازے پر ایک شاعر آیا اور مدت تک ٹھہر کر چاہتا رہا کہ کسی طرح
اونکی ملازمت ہو مگر میسر نہوئی ایک روز ایک خادم سے کہا کہ جب امیر باغ مین تشریف لیجاوین مجکو اطلاع
کر دینا خادم نے ویسا ہی کیا شاعر نے ایک شعر ایک لکڑی پر لکھکر اوس نہر مین ڈالدیا جسکے کنارے پر امیر باغ کی
سیر کر رہا تھا لکڑی پر جو نگاہ پڑی اوسکو اوٹھا کر جو دیکھا تو یہ شعر لکھا تھا ؎ ای سخاے معن تو ہی اوس سے
کہہ میرا سوال کوئی اوس تک ہی نہین تیرے سوا میرا شفیع + اسکو پڑھکر کہا کہ شاعر کو بلاؤ جب وہ سامنے آیا
اوس سے کہا کہ تو نے شعر کس طرح کہا ہے اوسنے وہی شعر پڑھ دیا امیر نے دس ہزار درم اوسکو دینے اور لکڑی
اپنے بچھانے کے تلے رکھ لی دوسرے روز پھر اوسکو نکالکر پڑھا اور شاعر کو بلا کر ایک لاکھ درم دینے
دے کر سوچا کہ ایسا نہو کہ کہین پھیر لے لیو اسی خیال سے چلدیا تیسرے روز امیر نے پھر اوس شعر کو
پڑھکر شاعر کو بلایا جب وہ نملا تو کہا کہ میرے اوپر یہ واجب تھا کہ اوسکو یہان تک دیتا کہ میرے گھر مین
نہ دینار رہتا نہ درم ۔ اور ابو الحسن مدائنی کہتے ہین کہ ایکبار حضرت امام حسن اور امام حسین اور عبد اللہ
بن جعفر علیہم السلام حج کے لیے روانہ ہوئے راہ مین باربرداری سے بچھڑ گئے تو بھوکھ اور پیاس لگی
اثناے راہ مین ایک بڑھیا اپنی جھونپڑی مین بیٹھی تھی تینون صاحبزادون کا جو گذر اوسپر ہوا پوچھا
کہ تیرے پاس کچھ پانی ہے کہا کہ ہے یہ سنکر سواریون سے اوتر پڑے اوسکے پاس ایک چھوٹی سی بکری
مالک کو بندھی تھی کہا کہ اوسکا دودھ نکالکر پی لو جب دودھ نکالکر پی لیا تو پوچھا کہ کچھ کھانے کو بھی
تیرے پاس ہے اوسنے عرض کیا کہ میرے پاس سواے اس بکری کے اور کچھ نہین اگر تم مین سے کوئی اسکو
ذبح کر کے صاف کردے تو مین پکا دون صاحبزادون مین سے ایک نے اسکی تعمیل کی بڑھیا نے

کھانا تیار کردیا وے کھا پی کر سیر ہوئے اور سہ پہر کے وقت تک ٹھہرے رہے جب چلنے لگے تو بڑھیا سے کہا کہ ہم لوگ قریشی ہین اب حج کو جاتے ہین وہان سے اگر سلامت پھرینگے تو تو ہمارے پاس آئیو ہم تجھسے سلوک کرینگے یہ کہکر تشریف لے گئے جب اوس عورت کا خاوند آیا تو اوسنے تشریف لانا حضرات کا اور ذبح ہونا بکری کا بیان کیا وہ سنکر غصہ ہوا کہ میری بکری کیا جانے کسکو کھلادی پھر کہتی ہے کہ وہ قریش کے لوگ تھے پھر مدت کے بعد ان دونون مرد و عورت کو مدینۂ منورہ مین آنے کی ضرورت ہوئی وہان پہونچکر اونٹ کی مینگنیان جمع کرتے اور اونکو بیچکر اپنی گذران کرتے اتفاقا ایک روز بڑھیا اوس طرف جانکلی جہان حضرت امام حسن علیہ السلام اپنے گھر کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے آپ نے بڑھیا کو پہچانا مگر اوسنے نہ پہچانا آپ نے اپنے خادم کو بھیجکر اوسکو بلوایا اور پوچھا کہ مجھے پہچانتی ہے اوسنے عرض کیا کہ مین نہین پہچانتی آپ نے فرمایا کہ مین وہ ہون جو فلان روز تیرے یہان مہمان ہوا تھا اوسنے عرض کیا کہ میرے ما اور باپ آپ پر قربان ہون آپ وہ ہین آپ نے فرمایا کہ ہان پھر آپ نے ایک ہزار بکریان اور ہزار دینار بڑھیا کو دے کر اپنے خادم کے ساتھ حضرت امام حسین علیہ السلام کے پاس بھیجدیا اونھون نے بڑھیا سے پوچھا کہ تجھے میرے بھائی نے کیا دیا ہے اوسنے عرض کیا کہ ہزار دینار اور ہزار بکریان آپنے بھی اوسی قدر اوسکو دلوایا اور اپنے خادم کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن جعفر کے پاس روانہ کردیا اونھون نے پوچھا کہ حسنین علیہما السلام نے تجکو کیا دیا کہا کہ دو ہزار دینار اور دو ہزار بکریان دین اونھون نے دو ہزار دینار اور دو ہزار بکریان اپنے پاس سے دین اور فرمایا کہ اگر تو پہلے میرے پاس آتی تو مین اتنا دیتا کہ حسنین علیہما السلام کو دینا بڑا مشکل پڑتا غرضکہ بڑھیا چار ہزار دینار اور اتنی ہی بکریان لیکر اپنے خاوند کے پاس آئی اور کہا کہ یہ عوض اوس ایک بکری کا ہے کہ جسکو سرداران قریش نے کھائی تھی اور ایک بار عبد اللہ بن عامر بن کریز مسجد سے تنہا اپنے گھر کو جاتے تھے ثقیف کی قوم سے ایک لڑکا اونکے پیچھے ہولیا اونھون نے پوچھا کہ تجھے مجھسے کچھ کام ہے اوسنے کہا کہ کوئی کام نہین آپ تنہا جاتے تھے مین اس لیے ساتھ ہولیا کہ خدانخواستہ راستہ مین اگر آپ پر کوئی بری بات پیش آوے تو مین بلا اوپر اوسکو لون اور آپکو بچاؤن عبد اللہ نے اوسکا ہاتھ پکڑ لیا اور گھر پر آکر ہزار دینار عنایت کیے اور کہا کہ تجکو تیرے مربیون نے خوب تعلیم کی ہے جا ان دینارونکو اپنے صرف مین لا اور روایت ہے کہ ایک قافلہ عرب کا اپنی قوم کے کسی سخی کی قبر پر زیارت کو گیا اور دور سے چلکر وہان پونہچا سب لوگ اوسکی قبر کے پاس فروکش ہوئے اس سخی کے یہان ایک گھوڑا تھا بہت عمدہ تمام قوم مین مشہور تھا جب یہ لوگ رات کو سوئے تو اون مین سے ایک شخص نے اوسی مرد کو خواب مین دیکھا کہ یون کہتا ہے کہ تو اپنا اونٹ میرے گھوڑے سے

بدلے تو مین گھوڑا تجھے دیدون اور اونٹ لیکر تم لوگون کی ضیافت کرون اسنے جواب دیا کہ بہت اچھا پھر یہ دیکھا کہ وہ مردہ اوس اونٹ کی طرف گیا اور اوسکو ذبح کر ڈالا اور یہ اونٹ خوب فربہ تھا اتنے مین اس شخص کی آنکھ کھل گئی دیکھا تو واقع مین اونٹ کی گردن سے خون جاری ہے اسنے اوٹھکر اوسکو ذبح کیا اور صاف کرکے گوشت قافلہ مین تقسیم کیا سبھون نے کھایا کر وہان سے مراجعت کی دوسرے دن راستہ مین اونکو چند سوار ملے ایک نے اون مین سے قافلہ والون سے پوچھا کہ تم مین فلان نام کا شخص کون سا ہے اور وہی نام لیا جو خواب دیکھنے والے کا تھا اوسنے جواب دیا کہ وہ شخص مین ہون اوس سوار نے کہا کہ تم نے فلان مردہ کے ہاتھ کچھ بیچا ہے اوسنے کہا کہ خواب مین مین نے اپنا اونٹ اوسکی ہاتھ گھوڑے کے عوض بیچا ہے اوسنے کہا کہ تو لیجیے یہ اوسکا گھوڑا موجود ہے پھر کہا کہ وہ مردہ میرا باپ تھا اونکو اوسنے خواب مین مجھسے کہا کہ اگر تو میرا بیٹا ہے تو یہ گھوڑا فلان شخص کو دیدے سو مین نے تعمیل حکم کی اور ایک شخص قریشی کا گذر ایک عرب پر ہوا کہ راستہ مین اپاہج ہوکر بشدت مفلسی و مرض سے پڑا تھا قریشی کو دیکھکر وہ کہنے لگا کہ میان صاحب ہماری کچھ مدد کرو اوسنے اپنے غلام سے کہا کہ جو کچھ خرچ سے بچا ہو وہ اسکو دیدے غلام نے چار ہزار درم اوسکی گود مین اولٹ دیے اوسنے چاہا کہ انکو لیکر اوٹھے مگر ضعف کے مارے اوٹھ نسکا اور رو دیا قریشی نے پوچھا کہ تو شاید اسوجہ سے روتا ہے کہ جو مین نے دیا وہ کم ہے اوسنے کہا کہ یہ وجہ نہین بلکہ یہ سبب ہے کہ مجکو یہ یاد آگیا کہ زمین تیرے کرم کو بھی کھاجاوے گی اسی لیے رو پڑا اور عبداللہ بن عامر نے خالد بن عقبہ سے اونکا گھر جو بازار مین تھا نوے ہزار درم کو مول لیا جب رات ہوئی تو خالد کے گھر والون کے رونے کی آواز عبداللہ کے کان مین پونہچی پوچھا کہ یہ کیون روتی ہین لوگون نے کہا کہ اپنے گھر کے لیے روتی ہین اپنے خادم کو آپنے فرمایا کہ تو اونکے پاس جاکر کہدے کہ مال اور مکان سب تمہارا ہے اور روایت ہے کہ خلیفہ ہارون رشید نے حضرت امام مالک بن انس رح کی خدمت مین پانسو دینار بھیجے یہ خبر لیث بن سعد رح کو پونہچی اونھون نے اونکی خدمت مین ہزار دینار روانہ کیے ہارون رشید نے لیث رح کو بلاکر عتاب کیا کہ تم ہماری رعیت ہوکیا وجہ کہ ہمنے پانسو بھیجے تو تم نے ہزار دیے اونھون نے کہا کہ یا امیر المومنین میرے یہان ہر روز ہزار دینار کا غلہ آتا ہے مجھے شرم آئی کہ ایسے شخص کو ایکدن کی آمدنی سے کیا کم دون لیث بن سعد رح کی سخاوت مشہور ہے یہی وجہ تھی کہ باوجود ہزار دینار آمدنی ہر روز کے اونپر زکوۃ واجب نہوئی اور ایکبار کسی عورت نے اونسے تھوڑا شہد مانگا تو اونھون نے ایک مشک شہد اوسکو دیا کسی نے کہا کہ اوسکا کام تو تھوڑے سے مین بھی نکل جاتا

آپ نے فرمایا کہ اوسنے اپنی حاجت کے موافق مانگا تھا ہمنے اوس قدر دیا جسقدر کہ خدا تعالے نے
ہمپر نعمت کی تھی اور یہ انکا دستور تھا کہ ہر روز جبتک تین سو ساٹھہ مسکینونکو کھانا اور صدقہ ندیتے
تب تک کوئی کلمہ زبان سے نہ نکالتے اور اعمش روایت کرتے ہین کہ میری ایک بکری بیمار ہوئی
خیثمہ بن عبدالرحمن اوسکو صبح وشام آکر پوچھتے کہ گھاس اچھی طرح کھایا یا نہین اور لڑکے بدون دودہ کے
کیسے صبر کرتے ہین اور یہ کہکر میرے بچھونے کے نیچے کچھہ رکھدیتے اور چلتے وقت کہہ جاتے کہ
بچھونے تلے سے جو کچھہ ہو نکال لینا بکری کی بیماری کے دنون مین میرے پاس تین سو دینار سے
زیادہ پہونچ گئے یہانتک کہ میرے دلمین یہ تمنا ہوئی کہ کسی طرح یہ بکری بیمار ہی رہے تو بہتر ہے
اسکی بیماری سے یہ کچھہ ملا اور عبدالملک بن مروان نے اسما بنت خارجہ سے کہا کہ مجکو تمھاری
چند خصلتون کی خبر پونہچی ہے اونکو مجھسے بیان کرو اونھون نے کہا کہ وہ باتین اگر غیر سے سنتے تو
مجھسے سننے کی نسبت بہتر ہوتا خلیفہ نے قسم دلائی کہ نہین تمھین کہو اونھون نے کہا کہ ای امیر المومنین
مین نے کبھی اپنے ہمنشین کے سامنے پانو نہین پھیلایا اور جب کبھی مین نے کھانا پکا کر لوگونکی
دعوت کی ہے تو جسقدر میرا احسان اونپر ہوا اوس سے زیادہ مین نے اونکا احسان اپنے اوپر
سمجھا اور جب کبھی کوئی شخص مجھسے کچھہ مانگنے آیا تو جو کچھہ مین نے اوسکو دیا کثیر نہین جانا اور سعید بن
خالد جو سخی شخص تھا سلیمان بن عبدالملک کے پاس آیا اوسکا دستور یہ تھا کہ اگر دینے کو کچھہ نپاتا
تو سائل کو تمسک لکھدیتا کہ جب مجکو کہین سے کچھہ ملے گا مین یہ روپیہ ادا کردونگا خلیفہ نے
اوسکی صورت دیکھکر پوچھا کہ کیا حاجت ہے کہا کہ میرے ذمہ قرض ہے پوچھا کہ کسقدر ہے کہا کہ
تیس ۳۰ ہزار دینار کہا کہ تیس ۳۰ ہزار قرض کے اور اتنے ہی اور تمکو دیے جاوینگے اور روایت ہے
کہ قیس بن سعد بن عبادہ بیمار پڑے اونکے اقارب اونکی عیادت کو نہ آئے اونھون نے جو سبب پوچھا
تو لوگون نے کہا کہ چونکہ تمھارا قرض اونکے ذمے ہے اسلیے وہ آتے ہوئے شرماتے ہین آپ نے
فرمایا کہ خدا مال کو ذلیل کرے یہ بھائیون سے بھی نہین ملنے دیتا پھر ایک پکارنے والے کو کہا کہ یون
پکاردے کہ قیس بن سعد کا جسکے ذمے کچھہ آتا ہو وہ معاف ہے اسکو سنتے ہی لوگ اس کثرت سے آئے
کہ آپکے گھر کی سیڑھی بھی ٹوٹ گئی اور ابو اسحاق کہتے ہین کہ مین نے ایک قرضخواہ کی تلاش مین
فجر کی نماز مسجد کوفہ مین پڑھی جب نماز سے فارغ ہوا تو میرے سامنے ایک جوڑہ کپڑون کا اور
ایک جوڑہ جوتی کا کسی نے رکھا مین نے کہا کہ مین تو اس مسجد کے نمازیون مین نہین ہون
لوگون نے کہا کہ کچھہ مضائقہ نہین اشعث بن قیس کندی کل رات مکہ سے داخل کوفہ ہوئے ہین

اونھون نے حکم کیا ہے کہ ہر نمازی کو ایک ایک جوڑا کپڑا اور جوتا عنایت کیا جاوے اور شیخ ابو سعید حرکوشی
نیشاپوری رہ کہتے ہین کہ مین نے محمد بن حافظ مصر سے سنا ہے کہ وہ بانی شافعی مجاور مکہ سے بیان کرتے تھے
کہ مصر مین کوئی شخص ایسا تھا کہ فقرا کے لیے کچھہ چندہ کر دیا کرتا تھا اتفاقاً ایک شخص کے لڑکا پیدا ہوا وہ
اوس شخص کے پاس آکر کہنے لگا کہ میرے گھر لڑکا ہوا ہے اور اسوقت میرے پاس کچھہ ہی نہین ہے یہ سنکر
وہ شخص اوسکے ساتھ ہوا اور بہت سے لوگون کے پاس لے گیا مگر کہین سے کچھہ نہ ملا پھر ایک آدمی کی
قبر پر جا کر بیٹھا اور کہنے لگا کہ خدا تجھے بخشے تو زندگی مین بہت کچھہ دیا کرتا تھا آج مین بہتون کے پاس گیا
اور اس شخص کے واسطے بہت سی کوشش کی کہ کچھہ ملے مگر حسب اتفاق سعی بیفائدہ ہوئی یہ کہکر ایک دینار
نکالا اور اوسکو خورد کر کے آدھا سائل کو دیا اور کہا کہ یہ مین تمکو قرض دیتا ہون جب تمھارے پاس ہو تم
ادا کر دینا وہ شخص آدھا دینار لیکر گھر چلا آیا اور لڑکے ہوتے مین جو ضرورت تھی اوسکو انجام دیا رات کو
اوس مصری چندہ کرنے والے نے اوس قبر والے کو خواب مین دیکھا کہ یون کہتا ہے کہ تو نے جو کچھہ
مجھسے کہا تھا وہ سب مین نے سنا مگر چونکہ مجکو اجازت جواب کی نہ تھی اسواسطے مین جواب نہ دے سکا اب کہتا ہون
کہ تم میرے مکان پر جا کر میری اولاد سے کہو کہ چولھے کے نیچے کھودین وہان سے ایک برتن مین پانسو
دینار رکھے ہوئے نکلین گے وہ اون سے لیکر اوس لڑکے والے کو دیدو جب صبح ہوئی تو وہ شخص اوسکی اولاد کی
پاس گئے اور خواب کا قصہ بیان کیا اونھون نے اوسکو ٹھہرا کر جگہہ کھودی اور دینار لا کر رکھدیے کہ لیجاؤ
اوسنے جواب دیا کہ یہ تمھارا مال ہے میرے خواب کا کیا اعتبار ہے اونھون نے کہا کہ مال والا تو مرنے پر سخاوت
کرتا ہے ہم جیتے جی کیسے نکرین غرض بعد رد و کد اس شخص نے دینار لے لیے اور لڑکے والے کے پاس
لا کر رکھے اور تمام ماجرا بیان کر کے کہا کہ اب یہ تمھارا مال ہے جو چاہو سو کرو اوسنے ایک دینار اوٹھا کر خورد
کیا اوس مین سے نصف تو اوس شخص کو بوجہ قرض دیا اور نصف خود رہنے دیا کہ مجھے اسیقدر کفایت ہے
باقی تم فقیرون کو دیدو ابو سعید راوی اس حکایت کے کہتے ہین کہ مجھے نہین معلوم ان سب مین زیادہ
سخی کسکو کہنا چاہیے اور روایت ہے کہ حضرت شافعی رہ جب مرض موت مین مبتلا ہوئے تو وصیت
کی کہ فلان شخص مجکو غسل دے بعد وفات کے اوس شخص کو حال وصیت کا سنایا گیا وہ شخص آیا اور آپکے
خرچ کی بہی منگا کر دیکھی تو معلوم ہوا کہ اونکے ذمہ ستر ہزار درم قرض ہین اوسی وقت اونکے نام پر سے
اپنے نام کر لیے اور کہا کہ انکی مراد میرے غسل دینے سے یہی تھی کہ آلودگی قرض سے انکو مین صاف و پاک
کردون ابو سعید کہتے ہین کہ مین جب مصر مین گیا تو اس شخص کا گھر تلاش کیا لوگون کے بتلانے سے جو
مکان پر گیا تو اوسکی اولاد اور پوتون مین سے مین نے کچھہ لوگون کو دیکھا کہ بفحوای آیت کریمہ وَكَانَ اَبُوهُمَا

قولہ ادا اونکا باپ ٹھانک ۱۲

ضد لگانے کے سبکے چہرے سے آثار خیر و فضل کے نمایان تھے اور انکے باپ کی خیر و برکت اونمین تاثیر کر گئی تھی
اور شافعی رح کہتے ہین کہ مجھے جیسے حماد بن سلیمان کی ایک خبر پونہچی ہے تب سے مین اون سے ہمیشہ
محبت کرتا ہون وہ یہ ہے کہ ایک روز وہ سوار جاتے تھے حرکت سے تکمہ ٹوٹ گیا راستے مین ایک درزی
سیتا تھا چاہا کہ اوتر کر اوسکو درست کرالین درزی نے قسم دلائی کہ آپ نہ اوترین اور خود اوسکی بات کنے کو
کھڑا ہو گیا اور درست کر دیا اونھون نے اوسکو دس دینار دیدیے اور معذرت کرنے لگے کہ یہ مقدار قلیل ہے
اور ربیع بن سلیمان کہتے ہین کہ ایک شخص نے شافعی رح کی رکاب پکڑی آپ نے ربیع سے کہا کہ اسکو
چار دینار دو اور میری طرف سے معذرت کرو اور ربیع نے بانی حمیدی کے انھین کا قصہ یون کہتے ہین
کہ جب صنعا سے مکہ کو تشریف لائے تھے مکہ معظمہ سے باہر آپ نے ڈیرہ ڈالا اور دس ہزار دینار
جو پاس تھے اونکو ایک چادر پر پھیلا یا پھر جو کوئی آپ کے پاس آتا گیا اوسکو مٹھی بھر بھر دیتے گئے
یہانتک کہ ظہر کی نماز اونکو تمام کر کے پڑھی اور ابی ثور انکا حال یون کہتے ہین کہ جب شافعی رح نے
مکہ معظمہ کو جانا چاہا تو انکے پاس مال تھا مگر بہت کم رہتے دیا کرتے تھے سخاوت کے سبب کبھی جمع نکر سکتے تھے
مین نے کہا کہ اگر آپ اس مال کے عوض کوئی جاید اد مول لے لین تو آپکو اور آپ کی اولاد کے کام آوے
آپ مکہ کو تشریف لے گئے اور وہان سے جو پھرے تو مین نے اوس مال کا حال پوچھا فرمایا کہ مکہ معظمہ
مین تو کوئی جایداد مجکو نہ ملی اسلیے کہ اکثر وہان کی جایداد وقف ہے اوسکا خریدنا جائز نہیین مگر منی مین
مین ایک فرودگاہ بنا آیا ہون کہ ہمارے ساتھی حج کے دنون مین اوسی مین اوترا کرین بعد اسکے
دو شعر پڑھے جنکا ترجمہ یہ ہے اشعار

ولیکن کافی نہیین مال میرا کیا کیجے	بہت سے کام ہین جنکو کہ چاہتا ہے دل
متاع اتنی نہیین جس سے اب سخا کیجے	ہی نفس کو یہ تمنا کبھی نہ بخل کرے

اور محمد بن عباد مہلبی راوی ہین کہ میرے باپ رح
خلیفہ مامون کے پاس گئے خلیفہ نے ایک لاکھ درم اونکو دیے جب خلیفہ کے پاس سے اوٹھے سب خیرات
کر ڈالے یہ خبر خلیفہ کو پونہچی بلا کر عتاب کیا میرے باپ نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین موجود چیز کے
ندینے سے معبود کی طرف بدگمانی ہوتی ہے خلیفہ خوش ہوئے اور دو لاکھ اور دیے اور ایک شخص نے
سعید بن العاص سے کچھ مانگا اونھون نے ایک لاکھ درم دلوا دیے وہ شخص رونے لگا آپ نے سبب گریہ پوچھا
کہا کہ اس سبب سے روتا ہون کہ زمین تجھ جیسے کو بھی نہ چھوڑے گی یہ سنکر ایک لاکھ اور دیے اور ابو تمام شاعر
ابراہیم بن شکلہ کے پاس قصیدہ مدح لیکر گیا ابراہیم بیمار تھے قصیدہ رکھ لیا اور اپنے دربان سے کہا
کہ جو اسکی شان کے لائق ہو وہ اسکو دیدو اور کہدو کہ اگر مین نے مرض سے صحت پائی تو اسکی مکافات کرونگا

شاعر و و مہینے تک اسی توقع مین ٹھہرا رہا آخر گھبرا کر امیر کو یہ لکھا قطعہ ہے قبول مدح بی اعطای زر تمہر جرایم + پر تعجب ہی نہیین قابل ہو تم اسیات کے + گر کرو تاخیر دینے مین کبھی تنا داغ + ہم ہین بندہ اوسکے جو اس تمام تہ لے اوس نام تھوری + جب یہ اشعار امیر نے پڑھے حاجب سے پوچھا کہ کتنی مدت سے ٹھہرا ہوا ہے اوسنے کہا کہ دو مہینے سے کہا کہ اسکو تیس ہزار درم دید و اور قلمدان منگا کر اشعار کا جواب یون لکھا قطعہ تمنے جلدی کی تو تم نے بھی یا جو بن سکا + اسقدر تھوڑا نہو تا لیتے گر تاخیر سے + تم یہ سمجھو ہمنے کچھ تعریف مین لکھا تھا + ہم یہ جانین کے درم ہمنے نہین ہرگز دیے + اور روایت ہے کہ حضرت عثمان رضہ کے پچاس ہزار درم حضرت طلحہ رضہ کے ذمہ تھے ایک روز حضرت عثمان رضہ مسجد کو تشریف لیے جاتے تھے کہ حضرت طلحہ رضہ نے فرمایا کہ آپ کا مال موجود ہے اوسکو لے لیجیے آپ نے فرمایا کہ وہ مین نے آپ ہی کو دیا تاکہ آپکی مروت یعنی سخاوت پر مدد و معاون ہو اور سعدی بنت عوف کہتی ہین کہ مین ایک روز حضرت طلحہ رضہ کی خدمت مین گئی آپ کو کچھ مکدر دیکھکر پوچھا کہ کیا حال ہے فرمایا کہ میرے پاس کچھ مال جمع ہو گیا ہے اوسکا تردد ہے مین نے کہا کہ تردد کی کیا بات ہے اپنی قوم کو بلوا کر بانٹ دو آپنے غلام کو بھیجکر سبکو بلوایا اور مال تقسیم کر دیا مین نے خادم سے پوچھا کہ کسقدر تھا کہا کہ چار لاکھ درم تھے اور ایک اعرابی نے انھین حضرت رضہ کی خدمت مین حاضر ہو کر کچھ سوال کیا اور اپنی قرابت بھی کچھ بیان کی آپنے فرمایا کہ مجھسے قرابت کی وجہ سے آج تک کسی نے نہین مانگا تھا میرے پاس ایک قطعہ زمین ہے جسکے حضرت عثمان رضہ تین لاکھ درم دیتے ہین اگر تو چاہے تو وہ زمین لے لے ورنہ اوسکا دام تجھکو دیدون اوسنے دام ہی طلب کیا آپنے وہ زمین حضرت عثمان رضہ کو دیکر قیمت مذکورہ حوالہ کی اور روایت ہے کہ ایک روز جناب علی مرتضی رضہ روئے لوگون نے رونے کا سبب پوچھا آپنے فرمایا کہ سات روز سے میرے یہان کوئی مہمان نہین آیا مجھے یہ ڈر ہے کہ خداے تعالے نے کہین مجھے ذلیل تو نہین کیا اور ایک شخص اپنے دوست کے دروازے پر گیا اور دستک دی اوسنے پوچھا کہ آپ کیسے آئے کہا کہ میرے ذمہ چار سو درم ہین اوسنے چار سو درم تولکر حوالہ کیے اور گھر مین روتا ہوا آیا بیوی نے کہا کہ اگر تمکو ان درمون کا دینا شاق تھا تو نہ دیے ہوتے اوسنے کہا کہ مین اسلیے روتا ہون کہ مجکو اوسکا حال بدون اوسکے کہے نہ معلوم ہوا مین اگر خود جویا رہتا تو اوسکے مانگنے کی کیون حاجت پڑتی

ساتوان بیان بخل کی مذمت مین

اللہ تعالے جل شانہ ارشاد فرماتا ہے وَمَن يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ اور فرمایا وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَّهُم بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اور فرمایا

اَلَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ وَیَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَیَکْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اِیَّاکُمْ وَالشُّحَّ فَاِنَّہٗ اَھْلَکَ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ حَمَلَھُمْ عَلٰٓی اَنْ یَّسْفِکُوْا دِمَآءَھُمْ وَیَسْتَحِلُّوْا مَحَارِمَھُمْ اور ایک حدیث مین فرمایا بخل سے بچو اسلیے کہ اوسی کے باعث تم سے پہلے لوگ خونریزی اور حرام چیزون کے حلال جاننے اور قطع ارحام مین مبتلا ہوئے اور فرمایا لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ بَخِیْلٌ وَّلَا خَبٌّ وَّلَا خَآئِنٌ وَّلَا سَیِّئُ الْمَلَکَۃِ اور بعض روایتون مین وَلَا جَبَّارٌ اور وَلَا مَنَّانٌ بھی آیا ہے اور فرمایا ثَلٰثٌ مُّھْلِکَاتٌ شُحٌّ مُّطَاعٌ وَّھَوًی مُّتَّبَعٌ وَّاِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِہٖ اور فرمایا اِنَّ اللّٰہَ یُبْغِضُ ثَلٰثَۃً اَلشَّیْخَ الزَّانِیَ وَالْبَخِیْلَ الْمَنَّانَ وَالْمُعِیْلَ الْمُخْتَالَ اور فرمایا کہ خرچ کرنے والے اور بخیل کی مثال ایسی ہے جیسے دو شخصون کے بدن پر دو کرتے لوہے کے ہون چھاتی سے لیکر ہنسلی گردن تک خرچ کرنے والا جسقدر خرچ کرتا جاتا ہے وہ کرتا پھیلتا جاتا ہے اور کڑیان ڈھیلی ہوتی جاتی ہین یہانتک کہ اونگلیون تک پہونچ جاوے اور بخیل جبتنا خرچ مین بخل کرتا ہے اوتنا ہی اوس کرتے کی کڑیان سکڑتی ہین اور جہانکی تہان گڑ جاتی ہین ہوتے ہوتے جب گلا دبنے لگتا ہے تو پھیلانا چاہتا ہے مگر پھیل نہین سکتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یون دعا مانگا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْبُخْلِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ الْجُبْنِ وَاَعُوْذُبِکَ اَنْ اُرَدَّ اِلٰٓی اَرْذَلِ الْعُمُرِ اور ایک حدیث مین ہے کہ ظلم سے بچو اسلیے کہ ظلم قیامت مین اندھیرا بنجاوے گا اور فحش سے بھی بچو کیونکہ خدای تعالیٰ کو فاحش و متفحش دونون ناپسند ہین اور بخل سے بھی بچنا چاہیے کہ اوسنے تم سے پہلے لوگون کو ہلاک کر دیا اونکو بخل نے جھوٹ بولنے کو کہا تو جھوٹ بولے ظلم کرنے کو کہا تو ظالم ہوئے قطع رحم کے لیے اوبھارا تو ویسے ہی ہو گئے اور ایک حدیث مین ہے کہ شَرُّ مَا فِی الرَّجُلِ شُحٌّ ھَالِعٌ وَّجُبْنٌ خَالِعٌ اور ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک مین شہید ہوا تو ایک عورت نے اوسپر روتے ہوئے کہا ہای میرے شہید آپ نے فرمایا کہ تجھے کیسے معلوم ہوا کہ یہ شہید ہے شاید اسنے کوئی کلام بے فائدہ کیا ہو یا ایسی چیز پر بخل کیا ہو جو دینے سے کم ہوتی اور حضرت جبیر بن مطعم رض فرماتے ہین کہ غزوہ حنین سے پھرنے کے وقت ہم ہمراہ رکاب جناب رسالتمآب چلے آتے تھے کہ اثنائے راہ مین چند عرب آپکے گرد ہوئے اور کچھ مانگنے لگے اور یہانتک مضطر کیا کہ آپ ایک ببول کے درخت کیطرف جو گئے تو چادر اوسمین اولجھ رہی آپ نے ٹھہر کر ارشاد فرمایا کہ میری چادر مجھے دیدو قسم ہے اوس ذات کی جسکے قبضہ مین میری جان ہے اگر ان کانٹون کے عدد کے موافق میرے پاس کچھ پائے ہوتے تو مین تمھین دے ڈالون پھر نہ تم مجکو بخیل جانو نہ جھوٹا اور نہ نامرد اور حضرت عمر رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار مال تقسیم کیا مین نے عرض کیا کہ ان لوگون کی نسبت

اور لوگ اس مال کے زیادہ مستحق تھے آپ نے ارشاد فرمایا کہ ان لوگون کی طرف سے مجھے ان دو باتون مین اختیار ہے
یا تو برا بھلا کہکر مجھسے مانگ لیں یا مجکو بخیل کہیں مگر مین بخل نہین کرتا یعنے بخیل نہ کہلانے کی وجہ سے انکی
سخت گوئی پر صبر کرتا ہون اور حضرت ابو سعید خدری رض فرماتے ہین کہ دو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
مین حاضر ہوئے اور اونٹ کا مول مانگا آپ نے اونکو دو دینار دئیے جب وہ آپ کے پاس سے نکلے تو حضرت عمر رض
اونکو ملے اونھون نے حضرت کی تعریف کی اور شکریہ بیان کیا حضرت عمر رض نے خدمت جناب رسالتمآب صلعم مین
حاضر ہوکر جو کچھ اونکا قول سنا تھا عرض کیا آپ نے فرمایا کہ اونھون نے باوجود قلت دہش کے ایسا کہا لیکن
فلان شخص کو مین نے دس سے زیادہ اور سو سے کم دئیے ہونگے مگر اوس نے کچھ بھی نہ کہا تم مین سے بعض شخص مانگنے
آتے ہین مگر جب مانگی مراد بغل مین داب کر جاتے ہین گویا دوزخ کی آگ بغل مین ہوتی ہے حضرت عمر رض نے عرض کیا کہ
پھر جو چیز دوزخ کی آگ ہے وہ آپ کیون دیتے ہین آپ نے فرمایا کہ وہ بدون مانگے نہین مانتے اور بخل کو
میرے اوپر خداے تعالے نہین مانتا اور حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ جود اللہ تعالے کی جود سے ہے تم جود کرو کہ خداے تعالے تمپر جود کرے جان رکھو کہ خداے تعالے نے
بخشش کو ایک درخت کی صورت پر پیدا کیا اور اوسکی جڑ درخت طوبی کی جڑ مین مستحکم کی اور اوسکی ٹہنیونکو
سدرۃ المنتہے کی شاخون مین بستہ کیا اور بعض ٹہنیون کو دنیا مین لٹکا دیا پس جو شخص اوسکی کسی شاخ سے
لپٹ گیا جنت مین داخل ہوا جان رکھو کہ سخاوت ایمان مین سے ہے اور ایمان جنت مین جاویگا اور خدا
تعالے نے بخل کو اپنے غضب سے پیدا کیا اوسکی جڑ دوزخ کے درخت زقوم یعنی سیہنڈ کی جڑ مین ہے اور اوسکی
کچھہ ٹہنیون کو دنیا مین جھکا دیا ہے جو کوئی اوسکی کوئی شاخ پکڑ لیتا ہے دوزخ مین جاتا ہے یاد رکھو کہ
بخل کفر کا ٹکڑا ہے اور کفر دوزخ مین جاوے گا اور ایک حدیث مین ہے کہ سخاوت وہ درخت ہے
جو جنت مین اوگتا ہے پس جنت مین وہی داخل ہوگا جو سخی ہوگا اور بخل وہ درخت ہے جو دوزخ
مین جمتا ہے تو دوزخ مین وہی داخل ہوگا جو بخیل ہوگا اور حضرت ابو ہریرہ رض فرماتے ہین کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے بنی لحیان کے قاصدون سے پوچھا کہ تمھارا سردار کون ہے اونھون نے عرض کیا
کہ ہمارا سردار جد بن قیس ہے مگر وہ ایسا شخص ہے کہ تھوڑا سا بخل رکھتا ہے آپ نے فرمایا کہ بخل سے
زیادہ روگ کونسا ہوگا تمھارا سردار وہ نہین بلکہ عمرو بن جموح ہے اور ایک روایت مین یون ہے کہ جب انھون نے
اپنا سردار جد بن قیس کو بتلایا تو آپ نے پوچھا کہ تم اوسکو کس وجہ سے سردار جانتے ہو اونھون نے
عرض کیا کہ اوسکے پاس ہم سب سے زیادہ مال ہے مگر باین ہمہ ہم اوسکو متہم بخل کے ساتھ بھی کرتے ہین آپ نے
فرمایا کہ بخل سے زیادہ کونسا مرض ہے وہ تمھارا سردار نہین ہے تب انھون نے عرض کیا کہ پھر ہمارا

عمرا کون ہے آپ ہی ارشاد فرمایئے آپ نے فرمایا کہ تمھارا سردار بشر بن البراء ہے اور حضرت علی رضی
روایت ہے کہ آپ نے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ یُبْغِضُ الْبَخِیْلَ فِیْ حَیَاتِہٖ السَّخِیَّ عِنْدَ مَوْتِہٖ اور حضرت ابو ہریرہ
سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ سخی گناہگار خدا کے نزدیک بخیل عابد سے اچھا ہے اور یہ حدیث بھی انھیں سے مروی
ہے کہ بخل اور ایمان کسی بندے کے دل میں جمع نہیں ہوتے اور یہ بھی فرمایا کہ دو عادتیں ایماندار میں جمع نہیں ہوتیں بخل اور
بدخلقی اور فرمایا لَا یَنْبَغِیْ لِمُؤْمِنٍ اَنْ یَّکُوْنَ بَخِیْلًا وَّلَا جَبَانًا اور فرمایا کہ تم میں سے کہنے والے یوں کہتے ہیں
کہ بخیل بہ نسبت ظالم کے معذور ہے حالانکہ خدا کے نزدیک بخل سے بڑھکر کوئی ظلم نہیں
خداوند کریم اپنی عزت و جلال کی قسم کھا کر فرماتا ہے کہ نہ بخیل جنت میں جاوے گا اور نہ شحیح یعنی نہ وہ شخص کہ
اپنا مال اوروں سے روکے اور نہ وہ شخص کہ غیروں کو دیتے دیکھکر جلے اور روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم ایکبار طواف خانہ کعبہ کرتے تھے دیکھا کہ ایک شخص پردہ کعبہ سے لگا ہوا کہتا ہے کہ الٰہی بحرمت
اس خانہ کے میرا گناہ معاف فرما آپ نے اوس سے پوچھا کہ تیرا کیا گناہ ہے مجھسے بیان کر اوسنے عرض کیا
کہ میری خطا بیان سے زیادہ ہے آپ نے پوچھا کہ تیری خطا زیادہ ہے یا زمین بہمہ طبقات اوسنے کہا کہ میری
خطا زیادہ ہے پھر پوچھا کہ تیری خطا زیادہ ہے یا پہاڑ عرض کیا کہ میری خطا زیادہ ہے پھر پوچھا کہ تیرا
قصور زیادہ ہے یا سمندر عرض کیا کہ میرا قصور زیادہ ہے پھر پوچھا کہ تیرا گناہ بڑھکر ہے یا سب آسمان
عرض کیا کہ میرا گناہ بڑھکر ہے پھر پوچھا کہ تیری تقصیر زیادہ ہے یا عرش اوسنے کہا کہ میری تقصیر
پھر پوچھا کہ تیرا گناہ زیادہ ہے یا خداوند کریم اوسنے عرض کیا کہ خدا ے تعالے بہت بڑا ہے آپ نے
فرمایا کہ تیرا برا ہو اوسکو مجھسے بیان کر اوسنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں مالدار آدمی ہوں مگر جب سائل
مانگنے آتا ہے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا شعلہ آگ کا میرے سامنے ہے آپ نے فرمایا کہ تو مجھسے علیحدہ ہو
اپنی آگ سے مجھے مت جلا تا قسم ہے اوس ذات کی جس نے مجکو ہدایت اور کرامت کے ساتھ بھیجا ہے اگر تو
رکن اور مقام کے درمیان کھڑا ہو کر دس لاکھ برس نماز پڑھے اور پھر اوتنا روے کہ تیرے آنسووں سے
نہریں بہ نکلیں اور درخت سیراب ہو جاویں اور پھر بخل کی حالت میں تیری موت ہو تو خدای تعالے
تجکو دوزخ میں اوندھے منہ ڈالے گا تیرا برا ہو کیا تجھے معلوم نہیں کہ بخل کفر کا ایک حصہ ہے اور کفر دوزخ میں
رہے گا کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ تعالے فرماتا ہے وَمَنْ یَّبْخَلْ فَاِنَّمَا یَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِہٖ آثار حضرت ابن عباس رض
فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالے نے جنت عدن پیدا کی تو اوسکو ارشاد فرمایا کہ تو مزین ہو وہ آراستہ ہو لی
پھر فرمایا کہ اپنی نہریں ظاہر کر اوسنے چشمۂ سلسبیل اور عین کافور اور آب تسنیم نکالے جنسے باغہاے
جنت میں شراب اور شہد اور دودھ کی نہریں بہنے لگیں پھر ارشاد ہوا کہ اپنی کرسی تخت پر وہ زیور

لباس کو حور عین ظاہر کر او سنے تعمیل ارشاد کی پھر خدا تعالے نے اوسکو ملاحظہ فرما کر ارشاد فرمایا کہ کچھ بول وہ بولی کہ جو شخص مجھہ مین ہے گا وہ کیا اچھا ہوگا ارشاد ہوا کہ قسم ہے اپنی عزت کی بخیل کو تجھہ مین جگہہ ندونگا اور ام البنین حضرت عمر بن عبد العزیز رح کی بہن کا قول ہے کہ تف ہے بخیل پر اگر بالفرض بخل کرتا ہوتا تو مین کبھی نہ پہنتی اور اگر راستہ ہوتا تو کبھی نہ چلتی اور طلحہ بن عبید اللہ رح فرماتے ہین کہ ہمکو اپنے مال مین وہی صورت پیش ہوتی ہے جو بخیلون کو پیش آتی ہے مگر یہ فرق ہے کہ ہم صبر کرتے ہین ۔ اور محمد بن منکدر فرماتے ہین کہ پہلے یون مشہور تھا کہ جب اللہ تعالے کسی قوم کی برائی چاہتا ہے تو اون مین سے برون کو حاکم کر دیتا ہے اور اونکا رزق اونکے بخیلون کے ہاتھ مین دیدیتا ہے اور حضرت علی رض نے اپنے خطبے مین فرمایا کہ عنقریب لوگون پر ایک وقت ایسا آویگا کہ ایماندار اپنے مالکو دانتون سے پکڑیگا حالانکہ اسکا حکم اوسکو نہین چنانچہ خدا تعالے فرماتا ہے وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ اور حضرت عبد اللہ بن عمرو فرماتے ہین کہ شح بہ نسبت بخل کے زیادہ سخت ہے اسلیے کہ شحیح دوسرے کے مال پر بخل کرتا ہے اور اپنا مال بھی نہین دیتا اور بخیل وہی ہے جو اپنے مال پر بخل کرتا ہے اور شعبی رح فرماتے ہین کہ مین نہین جانتا کہ جھوٹ اور بخل مین سے کونسا دوزخ مین زیادہ نیچے جاویگا ۔ اور روایت ہے کہ نوشیروان عادل کے پاس دو حکیم ہند اور روم کے آئے اوسنے ہندی حکیم سے کہا کہ کچھ کہو اوسنے کہا کہ آدمیون مین سے بہتر وہ ہے جو ملاقات مین سخی ہو اور غصہ مین ہوشیار اور کہنے مین متامل اور رفعت مین تواضع کرنیوالا اور قرابت والون پر شفقت کرنیوالا پھر حکیم رومی نے کہا کہ بخیل کا مال اوسکے دشمن کو پہونچتا ہے اور جو شخص شکر گزار کم ہو اوسکا مطلب نہین ملتا اور دروغگو مذموم ہوتے ہین اور چغلخور فقیر ہو کر مرتے ہین اور جو شخص کسی دوسرے پر رحم نہین کرتا خدا تعالے اوسپر ایسے کو مسلط کرتا ہے جو اوسپر رحم نکرے اور ضحاک رح نے اس آیت یعنی إِنَّا جَعَلْنَا فِي أَعْنَاقِهِمْ أَغْلَالًا کی تفسیر مین فرمایا ہے کہ اغلال سے غرض بخل ہے یعنے اللہ تعالے نے اونکے ہاتھونکو خدا کی راہ پر خرچ کرنے سے روک دیا ہے تو اونکو راہ ہدی نہین سوجھتی اور حضرت کعب رح فرماتے ہین کہ ہر صبحکو دو فرشتے یون پکارتے ہین کہ الہی بخیل کا مال جلدی تباہ کر اور خرچ کرنیوالے کیلیے جلد اوسکا عوض بھیج اور اصمعی رح کہتے ہین کہ مین نے ایک اعرابی کو سنا ہے کہ وہ ایک شخص کی صفت کہتا تھا یعنے یون کہا کہ فلان شخص میری نظرون مین حقیر ہو گیا بایموجب کہ دنیا اوسکی نظرون مین بڑی ہے اور سائل کا سامنے آنا اوسکو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا ملک الموت آیا اور حضرت امام ابو حنیفہ رح فرماتے ہین کہ مین کسی بخیل کو عدل نہین جانتا اس لیے کہ بخل کے مارے آدمی اپنے حق سے زیادہ لیا کرتا ہے

اس خوف سے کہ کہین خسارہ مین نہ ہون بس جسکا یہ حال ہوا وہ امانت کے قابل نہین ہے اور حضرت علی رضکا قول ہے
کہ کریم آدمی کبھی اپنا حق کامل نہین لیتا چنانچہ خدای تعالے فرماتا ہے عَرَّفَ بَعْضَهُ وَأَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ
اور جاحظ رح کہتے ہین کہ لذات مین سے صرف تین چیزین باقی ہین بخیلون کو برا کہنا اور بھنا گوشت
کھانا اور خارش کا کھجلانا اور بشر بن الحارث رح فرماتے ہین کہ بخیل کی غیبت کرنی غیبت مین شمار
نہین ہوتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو ارشاد فرمایا تھا اِنَّكَ اِذًا لَبَخِيْلٌ یعنے تو اس
صورت مین بخیل ہے پس بخیل کو بخیل کہنا اس حدیث سے جائز ہوا اور ایک عورت کی تعریف آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہوئی کہ روزہ دار اور شب بیدار ہے الا اوسمین بخل بھی ہے آپنے فرمایا کہ تو
پھر اوسمین کچھ خیر نہین اور بشر رح کا قول ہے کہ بخیل کیطرف دیکھنے سے دل سخت ہوتا ہے اور
بخیلون کی ملاقات سے ایماندارون کے دلپر کرب ہوتا ہے اور یحیی بن معاذ رح فرماتے ہین کہ دل سخیون کی
دوستی ہی چاہتا ہے گو وہ بدکار ہی ہون اور بخیلون سے دلپر نفرت ہی آتی ہے گو وہ نیک ہی ہون
اور ابن معتز رح کا قول ہے کہ جو شخص سب لوگون مین مال کا زیادہ بخل کرتا ہے وہ آبرو اپنی سب سے زیادہ
دیتا ہے اور حضرت یحیی بن زکریا علیہما السلام شیطان لعین سے ملے اور اوس سے فرمایا کہ مجکو یہ بتا کہ
لوگون مین سے تیرے نزدیک زیادہ محبوب کون ہے اور زیادہ ناپسند کون اوسنے عرض کیا کہ زیادہ تر محبوب
مومن بخیل ہے اور زیادہ ناپسند بدکار سخی آپ نے اسکا سبب پوچھا تو اوسنے عرض کیا کہ اسلیے کہ بخیل کو تو
اوسکا بخل ہی کافی ہے میری کچھ ضرورت نہین اور جو سخی بدکاری کرتا ہے تو مجھے یہ خوف رہتا ہے
کہ کہین سخاوت کی جہت سے خدای تعالے اوسکی خبر نہ لیوے اور پھر وہ میرے بس کا نرہے مقبول خدا
ہو جاوے پھر ابلیس یہ کہتا چلا گیا کہ اگر تم یحیی نہوتے تو ہرگز نہ بتلاتا **بخیلون کی حکایات** روایت ہے کہ
بصرہ مین ایک بخیل مالدار تھا کسی ہمسایہ نے اوسکی دعوت کی اور قیمہ انڈون کے ساتھ پکا ہوا سامنے رکھا
وہ بہت سا کھا گیا اور پھر پانی بار بار پینے لگا یہانتک کہ پیٹ پھول گیا اور کرب کے مارے مرنے اور پیچتاب
کھانے لگا جب بہت برا حال ہوا تو اوسکی کیفیت طبیب سے بیان کی گئی طبیب نے کہا کہ کچھ مضائقہ
نہین تو قی کرڈالو اوسنے جواب دیا کہ مجھے مرنا قبول ہے مگر جو غذا عمدہ مین نے کھائی ہے وہ نہ قے کرونگا۔
اور روایت ہے کہ ایک اعرابی کسی شخص کی تلاش مین نکلا وہ انجیر کھا رہا تھا جسکو عربی مین تین کہتے ہین
جب اعرابی کو دیکھا اوسکو چادر تلے چھپا دیا پھر اعرابی سے کہا کہ تم کچھ قرآن شریف مین سے پڑھو
اوسنے کہا بہتر اور پڑھا وَالزَّيْتُوْنِ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ اوسنے کہا کہ اسکے شروع سے وَالتِّيْنِ کہان گیا
اعرابی نے جواب دیا کہ وہ آپکی چادر تلے ہے۔ اور ایک شخص نے اپنے کسی برادر کو بلایا اور کچھ نہ کھلایا

ف۱ چپائی نیں ہے اوسمین کچھ اور طرادی بھی۱۲

ف۲ یا رات کاٹ نہیں مین گذری۱۲

ف۳ تین فی الحقیقت نیبوں کی ہے اور طور سینین کی ۱۲

ایک حصہ کے وقت تک جانے بھی نہ دیا یہانتک کہ بہت دکھ لگی اور باولا سا ہو گیا پھر صاحب خانہ ستار لیکر بیٹھا اور مہمان سے
کہا کہ تجھے میری قسم کونسی آواز تجھے پسند ہے اوسنے کہا کہ مجھے آواز گوشت کے بھننے کی پسند ہے اور حکایت ہے
کہ محمد بن یحیی برمکی بخیل اور بدصورت تھا کسی شخص نے اوسکے رشتہ دار سے جس سے اوسکو کمال الفت تھی اوسکے دسترخوان کا
حال پوچھا اوسنے کہا کہ دسترخوان چار انگشت کا سر ہوگا اور پیالے ایسے چھوٹے ہین کہ گویا خشخاش کھود کر بنائے ہین
اوسنے پوچھا کہ ایسے دسترخوان پر کون لوگ کھاتے ہین اوسنے کہا کہ کرام کاتبین کھاتے ہین پھر پوچھا کہ محمد
بن یحیی کے ساتھ آخر کوئی کھاتا ہے یا نہین اوسنے کہا کہ مکھیان البتہ کھاتی ہین کہا کہ تم تو اونکے مخصوصون مین ہو
یہ کیا بات ہے کہ تمھارے کپڑے پھٹے ہوئے ہین اوسنے جواب دیا کہ مجھے سوئی میسر نہین کہ اوس سے درست کرون
اور زیادہ تو کیا کہون اگر بالفرض محمد بن یحیی کی ملک مین ایک کوٹھہ بغداد سے لیکر نوبت تک لنبا سوئیون سے
بھرا ہوا ہو اور حضرت یعقوب علیہ السلام اور حضرت جبرئیل و میکائیل علیہما السلام کے ساتھ آکر اوس کوٹھی مین
سے ایک سوئی حضرت یوسف علیہ السلام کے پیرہن کے ٹانکنے کے لیے جو پیچھے سے پھٹ گیا تھا مانگین تو محمد
بن یحیی کبھی نہ دے گا اور روایت ہے کہ مروان بن ابی حفصہ بخل کے مارے گوشت نکھاتا جب جی چاہتا
تو غلام سے کہتا کہ ایک سری مول لے اوسی کو کھا لینا لوگون نے اوس سے پوچھا کہ اسکی کیا وجہ ہے کہ تم جاڑے
اور گرمی مین ہمیشہ سری ہی کھاتے ہو اوسنے کہا کہ وجہ یہ ہے کہ سری کا نرخ مجھے معلوم ہے تو اوس مین
غلام خیانت نہین کر سکتا اور مجھے خسارہ نہین ہو سکتا اسکے سوا گوشت اگر ہو تو وہ پکاتے کے وقت اوسمین سے
نکالکر کھا سکتا ہے سری مین یہ بات بھی مفقود ہے اوسمین سے اگر آنکھہ یا کان یا رخسار کو ہاتھ بھی لگاوے گا
تو مجھے معلوم ہو جاوے گا اور باوجود اسکے مجھے کئی طرح کا مزہ اوسمین ملتا ہے آنکھہ کا مزہ اور ہے اور کانون کا
اور اور زبان کا ذائقہ جدا ہے اور گدی اور مغز کا جدا پھر پکانے کی دقت سے بچا رہتا ہون اسمین یہ
فائدہ ہین اور ایک وہی شخص خلیفہ مہدی کے پاس جاتا تھا اسکے گھر کی کسی عورت نے کہا کہ اگر تمکو
انعام ملے گا تو مجھے کیا دوگے اوسنے کہا کہ اگر لاکھہ درم ملین گے تو ایک تجھے دون گا وہان سے ساٹھہ ہزار
ملے تو اوس عورت کو اوسی حساب سے درم کے تین خمس دیے اور ایک دفعہ ایک درہم کا گوشت خریدا اوسکے بعد
کسی نے اوسکی دعوت کردی تو گوشت کو قصائی کے حوالہ کیا اور درم کی چوتھائی مجرا دی اور کہا کہ مجھے اسراف
برا معلوم ہوتا ہے اور حضرت اعمش رح کا ایک ہمسایہ بخیل تھا ہمیشہ آپ سے کہا کرتا کہ میرے گھر چل کر آپ ٹکڑا
روٹی کا نمک کے ساتھ نوش فرماوین آپ انکار کر دیا کرتے ایک روز حسب دستور عرض کیا اوس وقت اونکو بھوک بھی
تھی فرمایا کہ اچھا چلو گھر مین لاکر واقع مین ایک ٹکڑا روٹی کا اور نمک سامنے رکھدیا اتنے مین ایک سائل آیا
تو صاحب خانہ نے کہا کہ برکت ہے اوسنے دوبارہ سوال کیا پھر وہی جواب دیا اوسنے تیسری بار سوال کیا

تو کہا چلدیو ورنہ لاٹھی لیکر نکلتا ہون حضرت اعمش نے اوسکو پکار کر کہا کہ شاہ جی چلے جاؤ بخدا کہ صاحب خانہ وعدے کا بہت سچا ہے مین نے کوئی اہل سے سچا نہین دیکھا مدت سے مجھسے کہتا تھا کہ ٹکڑا روٹی کا معہ نمک کھالو آج بخدا کہ کچھ زیادہ ان دونون چیزون سے میرے سامنے نہین رکھا

آٹھوان بیان ایثار اور اوسکی فضیلت کے بیان مین

واضح ہو کہ سخاوت اور بخل کے بہت سے درجات ہین سخاوت کے درجات مین سب سے زیادہ ایثار ہے یعنے باوجود اپنی حاجت کے مال دیڈالے اور سخاوت اسکا نام ہے کہ جس چیز کی اپنے آپ کو حاجت نہو اوسکو کسی محتاج یا غیر محتاج کو دیوے اور حاجت کے ہوتے دوسرے کو دیدینا نہایت مشکل ہے اور جسطرح کہ سخاوت کبھی اس درجہ کو پہونچتی ہے کہ آدمی اپنی چیز باوجود حاجت کے دوسرے کو دیدے اسی طرح بخل بھی کبھی ایسے رتبہ کو پہونچتا ہے کہ انسان اپنا مال باوجود حاجت کے بھی اپنے نفس پر خرچ نکرے مثلاً بعض بخیل مال کو اسطرح روکتے ہین کہ اگر خود بیمار ہوجاوین تو دوا نکرین یا اور کسی طرح کی خواہش دل مین ہو کھانے یا پینے کی تو دل لیکر نہ کھاوین مفت کی ملجاوے تو کھالین پس ایسا شخص باوجود حاجت کے اپنے نفس کے ساتھ بخل کرتا ہے اور ایثار والا اپنے نفس پر باوجود حاجت کے دوسرے کی حاجت کو مقدم سمجھتا ہے تو دیکھنا چاہیے کہ ان دونون شخصون مین کتنا فرق ہے اخلاق خدا کی نعمت ہے جہان چاہے وہان رکھدیتا ہے سخاوت مین ایثار کے اوپر کوئی درجہ نہین قرآن مجید مین خداے تعالے نے صحابہ رض کی تعریف اسی ایثار پر فرمائی وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ اور حدیث شریف مین ہے أَيُّمَا امْرِئٍ اشْتَهَى شَهْوَةً فَرَدَّ شَهْوَتَهُ وَآثَرَ عَلَىٰ نَفْسِهِ غُفِرَ لَهُ اور حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی تین دن برابر پیٹ بھر کے کھانا نہ کھایا یہان تک کہ دنیا سے علیحدہ ہوئے اور اگر ہم چاہتے تو پیٹ بھر کر کھالیا کرتے الا سائلون کا پیٹ بھرنا اپنے نفسون سے مقدم سمجھتے تھے اور ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مہمان آیا آپ کے گھر مین اوس وقت کچھ نتھا اتنے مین ایک شخص انصار رض سے وہان آئے اور اوس مہمان کو اپنے ساتھ لے گئے گھر مین جاکر کھانا اوسکے سامنے رکھدیا اور گھر والی سے کہا کہ چراغ گل کردے اور اندھیرے مین اپنا ہاتھ بھی کھانے کیطرف بڑھاتے تھے گویا ساتھ کھاتے ہین مگر واقع مین کھاتے نہین تھے یہانتک کہ مہمان نے سب کھانا کھالیا جب صبح ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اونسے فرمایا کہ تمنے رات جو معاملہ مہمان کے ساتھ کیا اوس سے خداوند کریم کو بھی تعجب ہوا اور یہ آیت اوتری وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ غرضکہ سخاوت اللہ تعالے کے اخلاق مین ایک کا نام ہے

ف [illegible] اور اول [illegible] جان سے اور اگرچہ ہو [illegible] ۱۲

۲ جس شخص کو کوئی خواہش ہوئی اور اوسنے اوسکو روک دیا اور اپنی نفس پر اوسکو پیچھا اختیار کیا اوسکی مغفرت ہو گی ۱۲ ابن حبان بروایت ابن عمر بسند ضعیف ۱۲

۳ بیہقی در شعب باختلاف لفظ ۱۲

۴ بخاری و مسلم بروایت ابو ہریرہ ۱۲

اوسکے اعلے درجہ کا نام ایثار ہے جو کہ روزمرہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا تھا یہانتک کہ خدائے
تعالے نے آپ کے اسی خلق کو یون فرمایا وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ اور سہل تستری رح فرماتے ہین کہ حضرت
موسیٰ علیہ السلام نے دعا مانگی کہ الٰہی مجکو بعض درجات محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اونکی امت کے دکھلادے
حکم ہوا کہ اے موسیٰ تجھکو تاب نہوگی الا ایک مرتبہ عظیم اوسکا تجھے دکھا دیتا ہون جسکے باعث اوسکو تجھپر
اور تمام خلق پر مین نے فضیلت دی ہے پھر ایکدفعہ ہی عالم ملکوت کا پردہ اوٹھا لیا حضرت موسیٰ
علیہ السلام نے جو آپ کا درجہ دیکھا تو انوار تجلی اور قرب الی اللہ سے گویا اونکی جان سی نکلی جاتی تھی
سبحان اللہ موسیٰ ز ہوش رفت بیک پرتو صفات + تو عین ذات می نگری در تبسمی + روحی فداک یا رسول اللہ
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جناب باری مین عرض کیا کہ الٰہی کس وجہ سے اور کونسی خصوصیت سے اونکو
یہ بزرگی عنایت ہوئی ارشاد ہوا کہ ایک عادت کے سبب اونکو مین نے اوسمین رکھی ہی اور ونکو عنایت
نہین کی یعنی ایثار کی وجہ سے یہ رتبہ ملا ہے ای موسیٰ اگر کسی شخص نے کبھی اپنی عمر مین ایثار پر عمل کیا ہوگا
جب وہ میرے پاس آویگا تو مجھکو اوسکے حساب لینے سے شرم آوے گی نے حساب اوسکو جنت مین جہان وہ
چاہے گا جگہہ دونگا اور روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن جعفر رضہ اپنی کسی زمین کے دیکھنے کو نکلے
راہ مین کسی باغ مین ٹھہرے کہ وہان ایک غلام حبشی کام کررہا تھا جب اوس غلام کا کھانا آیا اور اوسوقت
ایک کتا بھی اوس احاطہ مین گھسکر غلام کے پاس چلا آیا اوسنے ایک روٹی اوسکو دے دی جب کھا چکا
دوسری دیدی پھر تیسری دیدی اسیطرح اپنی غذا کل اوسکو کھلادی حضرت عبد اللہ بیٹھے دیکھا کیے پھر اوس
غلام سے پوچھا کہ تیری غذا ہر روز کسقدر رہے اوسنے عرض کیا کہ اسی قدر رہے جو آپ نے دیکھی فرمایا
کہ پھر تو نے سبکی سب کتے کو کیون کھلادی آپ کیون نہ کھائی اوسنے عرض کیا کہ یہان کوئی کتا
نہین رہتا معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتا مسافر ہے دور سے یہان آیا تھا اور بھوکھا تھا مجکو اسکا بھوکھا رہنا اور اپنا شکم سیر ہونا
برا معلوم ہوا آپ نے فرمایا کہ پھر دن بھر کیا کھاوے گا اوسنے عرض کیا کہ فاقہ کرونگا پھر آپ نے
سوچا کہ مین اسکو سخاوت پر ملامت کررہا ہون یہ تو مجسے بھی زیادہ سخی ہے بس آپ نے اوس باغ اور
غلام اور وہانکے اسباب سامان کو خرید کر اوس غلام کو آزاد کردیا اور وہ باغ اوسکو ہبہ کردیا اور حضرت
عمر رضہ فرماتے ہین کہ ایک صحابی رضہ کے پاس کسی نے ایک بکری کی سری ہدیہ بھیجی اونھون نے یہ خیال
کیے کہ میری نسبت میرا فلان بھائی محتاج زیادہ ہے وہ سری دوسرے کے پاس بھیجدی اونھون نے
بھی اسی تصور سے تیسرے کے پاس بھیجی اسی طرح وہ سات گھر پھری یہانتک کہ اصل مالک کے پاس
جسنے اول بھیجی تھی پہونچ گئی سبحان اللہ کیا ایثار تھا روایت ہی کہ جس رات یعنی شب ہجرت حضرت علی مرتضیٰ رضہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر سوئے تو خداے تعالے نے حضرت جبرئیل و میکائیل علیہما السلام کو ارشاد فرمایا کہ مین نے تم دونون مین بھائی چارہ کردیا اور تم دونون مین سے ایک کی عمر زیادہ کی تو بتاؤ کہ کونسا تم مین کم زندگی چاہتا ہے اور زیادہ حیات دوسرے کے واسطے پسند کرتا ہے دونون نے یہی چاہا کہ میری عمر زیادہ ہو یعنے ایثار کا مضمون کسی نے پسند نکیا ارشاد ہوا کہ کیا تم دونون حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے موافق بھی نہوگے کہ مین نے ان مین اور اپنے حبیب محمد صلے اللہ علیہ وسلم مین بھائی چارہ کیا تو آج رات اونکے بچھونے پر علی اونکی جان کے بدلے اپنی جان فدا کرتا ہے اور اونکا جینا اپنے جینے پر مقدم سمجھتا ہے اب تم زمین پر جاؤ اور علی کی حفاظت اونکے دشمنون سے کرو پس بموجب ارشاد کے حضرت جبرئیل آپکے سرھانے اور حضرت میکائیل اونکے پیتانے کھڑے ہوئے حضرت جبرئیل فرماتے کہ واہ واہ اے فرزند ابو طالب تجسا آج کوئی نہین کہ خداے تعالے تجسے فرشتون پر فخر فرماتا ہے پھر یہ آیت اوتری وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ اور حضرت ابو الحسن انطاکی کے پاس ایک بار کسی گانو مین متصل رے کے تیس سے کچھ زیادہ آدمی جمع ہوئے اور انکے پاس چند روٹیان گنتی کی تھین کہ سبکے شکم سیری کو کافی نہ تھین پس روٹیون کے ٹکڑے کرکے چراغ گل کردیا اور کھانے کو بیٹھے جب کھانا بڑھایا تو معلوم ہوا کہ سبکا سب موجود ہے کسی نے کچھ نہین کھایا ہر ایک نے یہی خیال کیا کہ دوسرا کھالے تو بہتر ہے اور روایت ہے کہ شعبہ کے پاس ایک سائل آیا آپ کے پاس کچھ موجود نتھا اپنے مکان کی ایک کڑی اوتار کر اوسکو دی اور معذرت کی اور حذیفہ عدوی کہتے ہین کہ مین شام کے نواح مین یوم یرموک کو گیا مجھے اپنے چچازاد کی تلاش تھی کہ اگر اونمین کوئی سانس باقی ہوگا تو پانی پلادونگا اور منہ دھلادونگا اسی لیے تھوڑا پانی لیتا گیا جب کہ ایک جگہ مین ڈھونڈھا تو اونکو نزع مین پایا پوچھا کہ پانی پلادون اونسے اشارہ سے کہا کہ اچھا جب مین نے پلانا چاہا تو آہ کی آواز پاس سے آئی میرے چچازاد نے اشارہ کیا کہ پہلے اوسکو پلاؤ جب مین وہان لے گیا تو دیکھا ہشام بن عاص ہین مین نے پوچھا کہ پانی پلاؤن یہ سنکر ایک اور آہ کی آواز آئی حضرت ہشام نے اشارہ کیا کہ اوسکو دیجیے جب مین اوس شخص کے پاس گیا تو وہ مرچکا تھا وہان سے پھر ہشام رضہ کے پاس آیا تو یہ بھی انتقال کرگئے پھر اپنے چچازاد کے پاس آیا تو اونکو بھی زندہ نپایا خداے تعالے ان سب پر اپنا رحم فرماوے اور عباس بن دہقان کہتے ہین کہ سواے بشر بن الحارث کے اور کوئی شخص ایسا نہین کہ جس طرح دنیا مین آیا ہو اوسی طرح اوٹھ بھی گیا ہو بشر بن الحارث البتہ جیسے آئے تھے ویسے ہی گئے اونکے مرض موت مین ایک شخص آیا اور حاجت کا سوال کیا آپ نے اپنا کرتا اوتار کر اوسکے حوالہ کیا اور ایک اور شخص سے ایک کپڑا مانگ لیا اوسی مین انتقال ہوا

ف اور کوئی آدمی ہے کہ بیچتا ہے اپنی جان تلاش کرنیکو خوشی اسکی اور اللہ شفقت رکھتا ہے بندون پر

اور بعض صوفیہ سے روایت ہی کہ ہم چند لوگ متفق ہو کر طرسوس کے باب جہاد سے باہر نکلے اور ایک کتا ہمارے ساتھ ہولیا ہم باہر نکل کر ایک اونچی جگہ پر بیٹھ گئے وہان سے متصل ایک مردار پڑا تھا کتے نے مردار کو دیکھکر شہر کو مراجعت کی اور تھوڑی دیر کے بعد وہان سے پھر آ تو بیس کتے اوسکے ساتھ تھے وہ سب آتے ہی مردار پر جھمک پڑے اور یہ کتا الگ بیٹھا ہوا دیکھتا رہا یہانتک کہ گوشت مردار کا سب ہو چکا اور ہڈیان رہ گئیں جب شہر کے کتے کھا پیکر شہر کو چلے گئے تب اس کتے نے اون پس ماندہ ہڈیونکو چچوڑنا شروع کیا اور انھین سے اپنا شکم سیر کر کے چلا گیا اور جو احادیث کہ ایثار کے باب مین وارد ہین مع حالات اولیا کے ہم سے باب فقر و زہد مین لکھی ہین یہان لکھنی کی ضرورت نہین

نوان بیان سخاوت اور بخل کی تعریف اور اونکی حقیقت مین - یہ بات شرعی دلیلون سے پایۂ ثبوت کو پہونچ چکی ہے کہ بخل مہلکات مین سے ہے لیکن انسانکو کونسی چیز سے بخل متصور ہوتا ہے اور بخل کس شی کا نام ہے یہ امر دقیق ہے اسلیے کہ ہر ایک انسان اپنے عندیہ مین اپنے آپ کو سخی جانتا ہی حالانکہ غیرون کی نظرون مین بخیل ہوتا ہے یا ایک آدمی سے کوئی کام سرزد ہوا تو اوسمین لوگونکا قول مختلف ہوتا ہے بعض کہتے ہین کہ یہ بخل ہے اور بعض کہتے ہین کہ بخل نہین علاوہ اسکے آدمی کا نفس مال کی محبت سے خالی نہین اس محبت کی باعث مال کی حفاظت و امساک کرتا ہے تو اگر صرف امساک ہی سے بخیل ہوا کرے تو اوس سے تو کوئی بھی خالی نہین اور اگر امساک سے بخل نہو تو پھر بخل کے معنے کیا ہین بخل تو امساک ہی کا نام ہے اوس مین سے موجب ہلاک کونسا ہی اور سخاوت کی تعریف کیا ہی جس سے کہ آدمی سخی کہلاتا ہے اور سخاوت کا ثواب پاتا ہے بس اس باب مین اقوال مختلف ہین بعض کہتے ہین کہ بخل اسکو کہتے ہین کہ حق واجب نہ دے تو اس لحاظ سے جو شخص حقوق واجبہ اپنے ذمے کے دیتا رہے وہ بخیل نہوگا مگر یہ تعریف کافی نہین اسلیے کہ مثلا جو شخص قصائی سے گوشت یا نان بائی سے روٹی مول لاوے اور پھر اوسکو کچھ کم دام دیکر بس کردے تو بالاتفاق بخیل کہلاتا ہے اسی طرح جو شخص اپنے اہل و عیال کو روزینہ مقرر دیوے اور وے اگر ایک لقمہ بھی اوس مقدار سے زیادہ چاہین یا اور کوئی ادنی چیز اوسکے مال سے کھالین تو روادار نہو وہ بھی بالاتفاق بخیل ہی گنا جاتا ہے علی ہذا القیاس اگر کوئی روٹی کھاتا ہو اور کوئی دوسرا شخص ایسا آجاوے کہ کھانے والے کو خیال ہو کہ میرے ساتھ بیٹھ جاوے گا اور اس نظر سے روٹی چھپاوے وہ بھی بخیل ہی ہے حالانکہ تینون مثالون مین یہ نہین ہے کہ کسی نے حق واجب نہ دیا ہو اور بعضون کا قول یہ ہے کہ بخیل وہ ہے جو دینے کو سخت جانے اور یہ تعریف بھی ناقص ہے کیونکہ اگر اس سے یہ غرض ہے کہ سب قسم کا دینا اوسپر سخت ہے تو بہت سے بخیل ایسے ہوتے ہین کہ اونکو تھوڑا سا دینا گران

نہین گذرتا دانہ دو دانے دیڈالتے ہین اور زیادہ دینا البتہ گران گذرتا ہے اور اگر یہ غرض ہے
کہ بعض شخص سخت معلوم ہو تو یہ بات سخی مین بھی موجود ہے مثلاً اگر کسی کو سب مال یا اوسکا اکثر دیوے
تو البتہ گران گذرے گا مگر اس سے وہ شخص بخیل نہین کہلاوے گا اسی طرح سخاوت اور جود کے باب مین
اقوال مختلف ہین بعض کہتے ہین کہ سخاوت اسکا نام ہے کہ بلا تامل حاجت پوری کرے اور بدون
احسان جتلانے کے کسیکو کچھ دے اور بعضون کا یہ قول ہے کہ جود اوس دینے کو کہتے ہین کہ بدون
مانگے کسی کو دے اور یہ تصور کرے کہ تھوڑا دیا اور بعض یون کہتے ہین کہ سائل کو دیکھکر خوش ہونا
اور اپنے دینے سے فرحت ہونے کا نام جود ہے جب کبھی میسر ہو اور کچھ لوگ یہ فرماتے ہین کہ
مال کو اس خیال سے دینا کہ مال بھی خدا کا ہے اور بندہ بھی اوسی کا تو بندہ خدا کا مال دیتا ہے
فقر و فاقہ سے نہین ڈرتا اسکا نام جود ہے اور کچھ یون کہتے ہین کہ جو شخص کچھ مال تو دیدے اور
کچھ باقی رکھے وہ اہل سخاوت ہے اور جو زیادہ تو دیڈالے اور تھوڑا سا اپنے لیے رہنے دے وہ
اہل جود ہے اور جو خود تکلیف اوٹھاوے اور دوسرے کی تمنا پوری کرے وہ صاحب ایثار ہے
اور جو کچھ بھی خرچ نکرے وہ بخل والا ہے یہ تمام اقوال اس باب مین ہین مگر حقیقت بخل و جود کی کسی سے
صاف نہین معلوم ہوئی اسواسطے ہم اسکو مفصل لکھتے ہین اصل یہ ہے کہ مال ایک حکمت اور مقصود
کے لیے پیدا ہوا ہے یعنے حاجات خلق کی درستی کے لیے بنا ہے اور یہ بات ممکن ہے کہ جس چیز مین
اسکا صرف کرنا چاہیے اوس مین اسکا امساک کیا جاوے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جن اشیا مین اسکا
خرچ کرنا اچھا نہین اونھین مین اوڑھا دیا جاوے اور ان دونون باتون کے بیچ مین یہ بات بھی
ممکن ہے کہ اسکا خرچ عدل کے ساتھ ہو یعنی جہان روکنا ضروری ہو وہان روکا جاوے اور جہان
خرچ ضروری ہو وہان خرچ کیا جاوے پس خرچ کی ضرورت کی جگہہ پر روک رکھنا بخل ہے اور روک رکھنے
کی ضرورت کی جگہہ خرچ کرنا اسراف ہے اور ان دونون کے درمیان بین بین خرچ و امساک کرنا اچھا ہے
اور سخاوت و جود چاہیے یون کہ اسی رتبۂ وسط کا نام ہو کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف سخاوت
کرنے کا حکم تھا اور پھر یہ ارشاد ہوا وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ[1]
اور یہ بھی ارشاد ہوا وَالَّذِينَ إِذَا أَنفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَٰلِكَ قَوَامًا[2]
ان سے معلوم ہوا کہ جود درجۂ اوسط کا نام ہے درمیان اسراف و کمی کے اور قبض و بسط کے یعنے
اندازہ خرچ و امساک کو بقدار واجب ضروری پر حصر کرنا جود ہے مگر اسمین یہ قید ہے کہ یہ فعل فقط جوارح سے
کافی نہین جبتک کہ دل بھی اسپر راضی نہو اور تکرار نکرے پس اگر جہان خرچ مناسب تھا وہان خرچ کیا

ف[1] اور نہ رکھ اپنا ہاتھ بندھا ہوا اپنی گردن کے ساتھ اور نہ کھول دے اسکو بالکل کھول دینا ۱۲

ف[2] اور وہ کہ جب خرچ کرنے لگیں نہ اڑاویں اور نہ تنگی کریں اور ہے اوسکے بیچ ایک سیدھی گذران ۱۲

نفس اس سے نزاع کرتا ہے اور یہ اوس پر صبر کرتا ہے تو ایسے شخص کو سخی نہ کہین گے بلکہ بتکلف سخی بننے والا کہلاوے گا اسلیے ضرور ہوا کہ اسکے دل کو مال کے ساتھ صرف اتنا علاقہ رہنا چاہیے کہ اخراجات ضروریہ مین اوسکو صرف کرے اور کوئی علاقہ نہونا چاہیے رہی یہ بات کہ یہ امر مقدار واجب کے پہچاننے پر موقوف ہی کہ کونسا خرچ واجب ہے تو اوسکو سننا چاہیے کہ واجب دو طرح کے ہین ایک تو وہ جو بحکم شرع واجب ہے دوسرے وہ کہ بلحاظ ضرورت وعادت ضروری ہے تو سخی وہی ہوگا جو اپنے مال کو نہ واجبات شرعی سے روکے نہ ضروریات مروت سے اگر ایک کو ان دونون سے فروگذاشت کرے گا بخیل ہوگا البتہ جو واجبات شرعی کو نہ ادا کرے گا وہ زیادہ تر بخیل ہوگا مثلاً کوئی شخص مال کی زکوۃ ندے یا اپنے اہل وعیال کا نفقہ واجب نہ پہونچاوے یا زکوۃ تو دے مگر اوسپر سخت ناگوار گذرے تو اوسکو طبیعت کا بخیل جاننا چاہیے گو بتکلف دیتا ہے یا جو شخص کہ دینے کے وقت برا مال دیتا ہے اچھا دینے سے اوسکا دل خوش نہین ہوتا اوسط درجہ کا مال دیکر راضی ہوتا ہے تو یہ بھی بخل ہی ہے اور مروت کے سبب جو خرچ ضروری ہے وہ یہ ہے کہ ادنی ادنی چیزون کی داد وستد مین تنگی نکرے یہ ایک بری بات ہے اور یہ برائی حالات واشخاص کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہے مثلاً بعضی باتین ایسی ہوتی ہین کہ اون مین تو انگر کی تنگ گیری بری معلوم ہوتی ہی فقیر کی بری نہین معلوم ہوتی یا آدمی اپنے اہل وعیال و اقارب سے تنگ گیری کرے تو بری معلوم ہوتی ہے اجنبیون سے بری نہین معلوم ہوتی ہے اور ہمسایون سے تنگ گیری بہ نسبت دور والون کے بری لگتی ہے اور ضیافت مین تنگی کرنی بہ نسبت خرید و فروخت اور معاملون کے بری معلوم ہوتی ہے غرض کہ تنگی برتنے مین چار چیزون کے اختلاف سے اوسکے احکام مختلف ہوتے ہین اول تو جس کام مین تنگی کیجاوے جیسے ضیافت اور داد وستد وغیرہ دوم جس چیز کی تنگی کیجاوے جیسے کپڑا اور کھانا وغیرہ اسلیے کہ جیسی کھانے مین تنگی بری معلوم ہوتی ہے ایسے اور چیزون مین نہین ہوتی اسی طرح کفن کے خریدنے مین یا قربانی یا صدقہ کی خرید مین تنگی کرنی جیسی بری معلوم ہوتی ہے ایسی اور چیزون مین نہین معلوم ہوتی تیسری جسکے ساتھ تنگی کیجاوے مثلاً دوست یا بھائی یا قریب یا زن و فرزند یا اجنبی کے ساتھ چہارم جو شخص تنگی کرے وہ لڑکا ہے یا عورت یا بڈھا یا جوان یا عالم یا جاہل یا مالدار یا مفلس پس بخیل اوسکو کہتے ہین کہ مال کو ایسی جگہہ خرچ کرنے سے روکے جہان بحکم شریعت یا اقتضای مروت روکنا نچاہیے اور اسکی کچھہ مقدار معین نہین ہوسکتی اور بخل کی تعریف یون بھی ممکن ہے کہ جو نشا مطلب مال کی حفاظت کی نسبت زیادہ اہم ہو اوس مطلب سے مال کو روک لینا بخل ہے

مثلاً دین کا بچانا مال کی نسبت اہم ہے تو اب اگر کوئی زکوۃ یا نفقہ واجب مین مال صرف نکرے تو بخیل ہے
اسی طرح مروت کی حفاظت مال کی نسبت اہم تو جو کوئی تھوڑی سی چیزون مین تنگی کرے خصوصاً ایسے لوگو
ساتھ مین کہ اونکے ساتھ تنگی نامناسب ہے وہ شخص مال کی محبت کے باعث مروت توڑتا ہے اور بخیل ہے
ہان ایک درجہ اور رہ گیا کہ ایک شخص ایسا ہے کہ واجب شرعی بھی دیتا ہے اور حفظ مروت بھی کرتا ہے
الا اوسکے پاس بہت سی دولت ہے اوسکو صدقات اور محتاجون مین صرف نہین کرتا تو اسمین حفظ
مال کی بھی غرض موجود ہے یعنے زمانہ کے مصائب مین کام آوے اور یہ غرض ثواب بھی موجود ہے کہ
کہ آخرت مین باعث بلندی درجات ہو سکتا ہے پس اس مطلب کے لیے مال روک رکھنا داناؤن کے نزدیک
بخل ہے اور عوام کے نزدیک بخل نہین اسلیے کہ عوام کی نظر صرف حظوظ دنیاوی پر ہوتی ہی اونکے
نزدیک مصائب زمانہ کے لیے مال کا صرف نکرنا بہت اہم ہے حالانکہ کبھی عوام کے نزدیک بھی علامت بخل کی
ایسے لوگون پر ظاہر ہو جاتی ہے مثلاً اگر ایسے مالدار کے پڑوس مین کوئی محتاج ہو اور یہ اوسکو ندے
اور کہے کہ جو زکوۃ مجھپر واجب تھی وہ ادا کر چکا اور کچھہ میرے ذمہ نہین تو یہ برا معلوم ہوگا اور اسکی برائی
اوسکے مال کی مقدار کے موافق ہوگی اسی طرح اگر محتاج شدید الحاجۃ اور صالح و دیندار و مستحق ہوگا تو اسکی
برائی بھی زیادہ معلوم ہوگی خلاصہ یہ کہ جو شخص واجب شرعی اور واجب مروت کو ادا کر دے تو وہ بخل سے بری ہو گیا
ہان جود و سخا کی صفت سے جبھی موصوف ہوگا جب اس مقدار سے زیادہ خرچ کرے گا کہ فضیلت اور درجات
اسی سے ملتے ہین پس جس جگہہ کہ شریعت کی رو سے اسپر کچھہ واجب نہین مگر اپنا مال خرچ کرنے کو
باقتضاے مروت اسکا دل چاہتا ہے اور عادت کی رو سے بھی اسپر کوئی ملامت نہین آتی تو جسقدر کہ اسکے
نفس مین گنجایش خرچ کی ہوگی اوسی قدر سخی ہوگا اور ظاہر ہی کہ اسکے درجات بے شمار ہو سکتے ہین
اور بدین لحاظ بعض آدمی بعض سے زیادہ سخی ہوتے ہین بہرحال جود اسکا نام ہے کہ جسقدر سلوک عادت
و مروت کی جہت سے ضروری ہو اوس سے زیادہ کیا جاوے مگر اسمین یہ شرط ہے کہ دل کی خوشی سے یہ سلوک ہو
کسی طمع یا توقع خدمت یا تمنا و مکافات یا شکر و ثنا کے لیے نہو کیونکہ جو شخص شکر و ثنا کی طمع رکھتا ہے
وہ سخی نہین ہے بلکہ اپنے مال سے ثنا کو مول لیتا ہے اوسکو سوداگر کہنا چاہیے کہ خرچ مال سے اوسکا مقصود
مدح ہے جو کہ مزہ دار معلوم ہوتی ہے اور جود اوسی خرچ کو کہتے ہین جو بدون غرض کے ہو اور واقع مین
اس طرح کی بجز ذات پاک خداوندی کے اور شخص مین نہین ہو سکتی آدمی پر جو جود کا اطلاق کیا جاتا ہے
تو مجازاً ہے اسلیے کہ اوسکا کوئی سا خرچ خالی غرض سے نہین لیکن اگر اسکی غرض صرف ثواب آخرت اور
فضیلت جود کا حاصل کرنا اور نفس کو آلودگی بخل سے پاک کرنا ہو تو جواد کہلاوے گا اور اگر خرچ کا سبب بچنے کا

خوف یا لوگون کی ملامت کا ڈر یا جسکو دیتا ہے اوس سے نفع کی توقع ہو تو یہ خرچ جود مین داخل نہین کیونکہ یہ چیزین گویا سرِ دست اوسکو بطور عوض ہو جاتی ہین اور وہ انھین کی جہت سے خرچ بھی کرتا ہے پس عوض لینے والا ہوا جواد نہوا چنانچہ روایت ہے کہ ایک عابد عورت حبان بن ہلال کے پاس کھڑی ہوئی وہ اپنے یارون مین بیٹھے تھے اوسنے پوچھا کہ تم مین کوئی ایسا ہے جس سے مین مسئلہ پوچھون لوگون نے اونکی طرف اشارہ کرکے کہا کہ جو تیرا دل چاہے انسے پوچھ لے اوسنے پوچھا کہ تمھارے نزدیک سخاوت کسکو کہتے ہین اونھون نے کہا کہ دینا خرچ کرنا ایثار کرنا اوسنے کہا کہ یہ تو دنیا کی سخاوت ہوئی دین کی سخاوت کیا ہے کہا کہ دین کی سخاوت یہ ہے کہ خدا کی عبادت سخی دل سے کرین اور کچھ گران نگذرے اوسنے پوچھا کہ اس سے ثواب کی بھی نیت ہی یا نہین کہا کہ ہان توقع ثواب ہے اوسنے کہا کہ کیون اونھون نے جواب دیا کہ خدا ے تعالے نے ہم سے وعدہ کیا ہے کہ ایک نیکی کے بدلے دس دی جاوین گی اوسنے کہا کہ سبحان اللہ جب ایک دیکر دس لیے تو سخاوت دل کیا ٹھہری اونھون نے پوچھا کہ پھر تمھارے نزدیک سخاوت کیا ہے تمھین بتاؤ اوسنے کہا کہ میری دانست مین سخاوت یہ ہے کہ خدا کی عبادت اس طرح کرو کہ طاعت مین لذت اور مزہ ملے اور گران بھی نہ گذرے اور باینہمہ اسپر نیت اجر کی بھی نہو یہان تک کہ ہرچہ مرضی مولے از ہمہ اولے کا حال ہو جاوے کیا اس بات کی تمھین شرم نہین آتی کہ خدای تعالی کو تمھارے دلون کا حال معلوم ہو جاوے کہ یہ ایک چیز کے عوض مین دوسری چیز چاہتے ہین ایسی بات تو دنیا مین بھی بری ہوتی ہے یعنے جب ایک شخص کو یہ معلوم ہو کہ فلان شخص مجسے سلوک اسواسطے کرتا ہے کہ مین اوسکو ایک کے بدلے زیادہ دون تو بیشک وہ اس دینے سے خوش نہوگا اسیطرح ایک اور عورت عابدہ کا قول ہے کہ تم لوگون کو یہ خیال ہے کہ سخاوت دراہم اور دینارون ہی سے ہوتی ہے لوگون نے پوچھا کہ پھر اور کونسی چیز سے ہے اوسنے کہا کہ سخاوت میرے نزدیک جان سے کرنی چاہیے اور اسکی تفسیر محاسبی رح کے قول مین ہے کہ اونھون نے فرمایا کہ سخاوت دین مین یہ ہے کہ محض خدا کے واسطے اپنے نفس پر کھیل جاوے اور جان کا دیدینا اور اپنے خون کا بہا دینا خدا کی راہ مین برا معلوم نہو سخاوت دلی سے اسکا مرتکب ہو نیت ثواب کی نہ حال مین ہو نہ مآل مین اور گو ثواب کی حاجت بھی ہو مگر کمال سخاوت کی خوبی دل پر ایسی جم جاوے کہ ثواب کو خدا ہی کے اختیار پر چھوڑ دے یہان تک کہ خداوند کریم اوس سے پھر وہ معاملہ کرے کہ اوسکے وہم و خیال مین بھی نہو +

دسوان بیان بخل کا علاج یہ تو معلوم ہی ہو چکا کہ بخل کا سبب مال کی محبت ہی اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ مال کی محبت کے دو سبب ہین ایک تو شہوات کی محبت کہ بدون مال کے وہ حاصل نہین ہوسکتیں

اور اسی مین طول امل یعنی توقع اپنی عمر کی زیادتی کی بھی داخل ہے اس لیے کہ انسان اگر جان لے
کہ مین کل مرجاؤن گا تو غالب ہے کہ مال کا بخل نکرے کیونکہ جو مقدار کہ آدمی کے ایک دنیا ایک مہینے
یا ایک سال کے لیے کافی ہو وہ قدر قلیل ہے اوس سے زیادہ رکھنا فضول ہے اور بعض اوقات طول امل اسطرح
ہوتا ہے کہ خود تو آدمی کو بھی زندگی کی زیادہ توقع نہین ہوتی مگر چونکہ صاحب اولاد ہوتا ہے اسلیے
فکر اولاد قائم مقام طول امل کے ہو جاتا ہے اونکا جینا بھی اپنی ہی زندگی سمجھتا ہے اور اونکے لیے
مال سو کتا ہے اور اسی لحاظ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْوَلَدُ مُبْخِلَةٌ مُجْبِنَةٌ مُجْهِلَةٌ
اور جب اسپر خوف فقر لگجاتا ہے اور رزق کے آنے پر اعتماد قوی نہین رہتا تو خواہ مخواہ بخل بھی
قوی ہو جاتا ہے دوسرا سبب یہ ہے کہ خود مال ہی اچھا معلوم ہوتا ہے مثلاً بعض لوگون کے پاس
اس قدر مال ہوتا ہے کہ اگر اپنے دستور کے موافق اوسکو خرچ کرتے رہین تو زندگی بھر کو کافی ہو اور
ہزارون بچ رہین اور خود بوڑھے لاولد ہوتے ہین مگر باینہمہ زکوۃ نکالنے کو دل نہین چاہتا
بلکہ خود بیمار ہو جاوین تو علاج مین بھی خرچ کرنا برا معلوم ہوتا ہے کیونکہ روپیہ پیسے کے ایسے عاشق
ہین کہ اوسکا قبضہ مین رہنا اور اونپر اپنا قابو ہونا بڑا لذیذ معلوم ہوتا ہے اسی لیے اوسکو زمین مین
گاڑ رکھتے ہین حالانکہ یہ جانتے ہین کہ ہمارے مرنے پر یہ مال ضائع ہو جاوے گا یا دشمنون کے ہاتھ
پڑے گا پھر بھی اوسکے کھانے کو یا اوسمین سے ایک حبہ خیرات کرنے کو دل نہین چاہتا اور یہ مرض
دل کا ایسا ہے کہ اسکا علاج بہت مشکل ہے خصوصاً بڑھاپے مین تو پرانے مرضون کی طرح لاعلاج
ہی ہے اس مرض والے کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی کسی پر عاشق ہو اور اوسکی جہت سے اوسکے ایلچی کو
بھی چاہنے لگے پھر پیام بر سے اتنی محبت کرے کہ محبوب کو بھول جاوے اسی طرح روپیہ پیسا بھی
حاجتون کا ایلچی ہے کہ زر کے سبب حاجتین حاصل ہوتی ہین اسی جہت سے زر محبوب ہوتا ہے
مگر بعض اوقات حاجتونکا خیال بھی نہین رہتا صرف زر ہی محبوب ہو جاتا ہے اور یہ سخت گمراہی اور بھولی
بات ہے جو آدمی کہ زر اور پتھر مین فرق سمجھے وہ جاہل ہے یعنی زر سے البتہ قضائے حاجات ہوتی ہے
اور زائد از قدر حاجت اور پتھر مین کچھ فرق نہین جیسا کہ شیخ سعدی فرماتے ہین ع زر از بہر خوردن
بود اے پسر + ز بہر نہادن چہ سنگ و چہ زر + یہ مال کی محبت کے سبب ہین اور ہر بیماری کا علاج اوسکے
سبب کے ضد کرنے سے ہوتا ہے تو شہوات کی محبت کا علاج تو یہ ہے کہ تھوڑی سی چیز پر قناعت اور صبر
کرے ع کار دنیا کسے تمام نکرد + ہر چہ گیرید مختصر گیرید + اور طول امل کا علاج یہ ہے کہ ہر دم موت کو
یاد کرے اور اپنے ہمسرون کے مرنے کو لحاظ کرے کہ مال کے جمع کرنے مین کیسے کیسے دکھ اوٹھاتے اور

اولاد ثمرہ بخل اور نامردی اور جہالت کا ہے ابو یعلی و بزار بروایت ابو سعید و حاکم بروایت اسود بن خلف ۱۲

مصیبتین سہیں آخر خالی ہاتہ چلے گئے اور روہ سب تباہ ہو گیا اور اولاد کا خیال اگر دل مین ہو تو اوسکا
علاج یہ ہے کہ یون سوچے کہ جس خالق نے لڑکا دیا ہے اوسی نے اوسکا رزق اوسکے ساتہ اوتارا ہے
بہت سے لڑکے ایسے ہوتے ہین کہ باپ کی میراث اونکے پاس کچھہ نہین ہوتی مگر اونکا حال باپ سے
اچھا ہوتا ہے اور یہ بھی جاننے کی بات ہے کہ آدمی جو اپنی اولاد کے واسطے جمع کیا کرتا ہے اسکی نیت
یہی ہوتی ہے کہ اونکا حال اچھا ہے مگر کبھی اوسکا برعکس ظہور مین آتا ہے اور لڑکا اگر صالح ہے تو خدا
تعالے اوسکے لیے کافی ہے اور اگر فاسق ہے تو جو مال میراث سے پاوے گا اوسکو گناہ مین اوڑاوی گا
اور تاوسکا وبال مورث کی گردن پر رہے گا اور دل کا ایک یہ بھی علاج ہے کہ جو حدیثین بخل کی مذمت اور سخاوت کی
تعریف مین واقع ہین اور جو وعید عذاب شدید کا خداے تعالے نے بخیل کے لیے فرمایا ہے اون سبکو خوب
تامل کرے اور مفید علاجون مین سے ایک تدبیر یہ ہے کہ بخیلون کے حالات مین زیادہ غور کیا کرے اور اون سے
نفرت کرے اور اونکو برا جانے کیونکہ کوئی ایسا بخیل نہین جو دوسرے کے بخل کو برا نہ سمجھے بس یہی حال
اپنا تصور کرے کہ اگر مین بخل کرونگا تو سبکی نظرون مین حقیر اور گران معلوم ہونگا جیسے میرے دل مین اور
بخیل برے معلوم ہوتے ہین اور ایک تدبیر یہ ہے کہ مال کے مقصود کو سوچے کہ یہ کیون پیدا ہوا ہے اور
جب یہ معلوم ہو جاوے کہ صرف حاجت روائی کے لیے ہے تو بقدر حاجت رکھہ لے اور باقی کو آخرت کے لیے
جمع کرے یعنے اوسکو خرچ کرکے ثواب کا ذخیرہ کرے بس یہ تدبیرین باعتبار معرفت اور علم کے ہین جب آدمی کو
عقل کے زور سے یہ معلوم ہوگا کہ خرچ کرنا بہ نسبت امساک کے دنیا و آخرت مین دونون مین بہتر ہے تو اگر عاقل
ہوگا اوسکی رغبت خرچ کرنیکیطرف متحرک ہوگی مگر لازم ہے کہ جب یہ خیال دل مین گذرے فورًا اوسکی تعمیل کرے لیت و لعل
نکرے اسلیے کہ شیطان ہر وقت مفلسی کا خوف دلاتا رہتا ہے اور خرچ سے روکتا ہے روایت ہے کہ
ابو الحسن بوشنگی ایک روز پاخانہ مین تھے اپنے ایک شاگرد کو بلا کر فرمایا کہ میرا کرتہ بدن مین سے نکال کر
فلان شخص کو دیدے اوسنے عرض کیا کہ آپ نے پاخانہ سے نکلنے تک کا صبر نفرمایا اونھون نے کہا کہ اسوقت
میرے دل مین آیا کہ کرتہ دیڈالون اور اپنے نفس سے یہ خوف تھا کہ کہین بدل نجاوی اسواسطے اسیوقت تعمیل
کی اور صفت بخل کی جبھی جاتی ہی جب بتکلف خرچ کیا جاوے جیسے کہ عشق جبتک نہین جاتا جب تک معشوق
پیش نظر رہتا ہے ہان اگر اوسکے مقام سے مفارقت اختیار کرے اور اس جدائی پر بتکلف ایک مدت صبر کرنے تو
رفتہ رفتہ دلکو تسکین ہو جاوے گی جیسے مرنے سے ہو جاتی ہے اسیطرح جو شخص بخل کا علاج کیا چاہیے تو
اوسکو یہی چاہیے کہ مال سے بتکلف علیحدہ ہو جاوے بلکہ اسکو بالکل دریا مین ڈالے بلکہ محبت کے ساتہ رکھہ چھوڑنے سے
تو یہ بہتر ہے کہ سبکا سب پاخانے مین ڈالدے اور ایک حیلہ بخل سے بچنے کا بڑا لطیف یہ ہے کہ نفس کو دھوکا دے

کہ دینے لینے سے تیرا نام نیک ہوگا اور سخی مشہور ہو جاوے گا پس اس بہانہ سے بقصد ریا خرچ کرے
یہانتک کہ نفس پر بطبع صفت جود خرچ کرنا ناگوار نہ گذرے اس صورت مین یہ بات تو ہوگی کہ بخل کو دور کرکے
ریا مین مبتلا ہوگا مگر بعد کو پھر ریا کی طرف متوجہ ہوکر اوسکے علاج سے اوسکو دور کرنا چاہیے غرض کہ حصول
نام وشہرت نفس کیلیے مال کے جانے کے بعد تسکین کی چیز ہی جیسے لڑکے کو جب دودہ چھڑاتے ہین تو چڑیون
وغیرہ سے کھیل مین لگادیتے ہین کہ دودہ کو یاد نکرے یہ غرض نہین ہوتی کہ اون سے ہمیشہ کو کھیلا کرے
بلکہ جب دودہ بھول جاتا ہے تو اوس کھیل کو بھی اوس سے علیحدہ کردیتے ہین اسی طرح ان صفات خبیثہ مین سے
بھی بعض کو بعض پر مسلط کرکے تیزی ایک دوسرے کی کم کیجاتی ہے مثلاً کبھی غضب پر شہوت کو مسلط کرکے
اوسکی تیزی توڑی جاتی ہے اور کبھی غصہ کو شہوت پر مسلط کرکے اوسکی حدت کم کیجاتی ہے الا یہ علاج ایسے ہی
شخص کے حق مین مفید ہے جسپر جاہ اور ریا کی محبت کی نسبت صفت بخل بہت غالب ہو کیونکہ اس صورت مین
جو صفت اسمین قوی ہے اوسکو گویا ضعیف سے بدل دیا اگر دونون برابر ہی ہون گے تو کچھ فائدہ
نہین اسلیے کہ ایک سے نکلیگا اور دوسرے مین پھنس جاوے گا اور پہچان اسکی یہ ہے کہ اگر خرچ
کرنا ریا کے لیے اسپر گران نہ معلوم ہوتا ہو تو جان لینا چاہیے کہ صفت ریا کا غلبہ ہے اور اگر ریا کے لیے بھی
خرچ دشوار معلوم ہوتا ہو تو بخل کا غلبہ ہے اس حال مین ضرور ہے خرچ کرنا چاہیے اور یہ جو مذکور ہوا
کہ یہ صفات ایک دوسرے سے دور ہو جاتے ہین اوسکی مثال یون سمجھنی چاہیے کہ مردے کے تمام
اجزا کیڑے ہو جاتے ہین اور یون مشہور ہے کہ یہ کیڑے ایک دوسرے کو کھا لیتے ہین اور بڑے
ہوتے جاتے ہین اور تعداد کم ہوتی جاتی ہے یہانتک کہ اونمین سے دو سب مین زبردست رہ جاتے ہین پھر وہ بھی
آپس مین لڑتے ہی رہتے ہین حتی کہ ایک غالب آکر دوسرے کو کھا کر موٹا ہوتا ہے مگر پھر خود بھی
بھوکھا رہکر مرجاتا ہے اسی طرح ان صفات خبیثہ مین ممکن ہے کہ جونسی صفت ضعیف ہو اوسکو
قوی کی غذا کرتے جاوین یہان تک کہ آخر کو ایک رہ جاوے پھر اس ایک کے دور کرنے کا
علاج یہ ہے کہ اوسکی غذا روک دی جاوے اور غذا کا روکنا ان صفات سے یہ ہے کہ اونکے
مقتضا کے موافق عمل نہ کیا جاوے یعنے جو باتین کہ کوئی صفت خبیث چاہتی ہو وہ ہرگز نہ کرے جب
اس طرح اوسکا خلاف کیا جاوے گا تو خواہ مخواہ وہ صفت مضمحل ہوکر مرجاوے گی مثلاً بخل کی صفت کا
اقتضا یہ ہے کہ مال کو روکیے اور خرچ نہ کیجیے پس جب آدمی اوسکے خلاف کرے اور نفس پر مجاہدہ کرکے
بار بار خرچ کرتا رہے تو بخل کی صفت مرجاوے گی اور صفت بذل طبعی ہو جاوے گی کہ پھر اوسمین
دشواری نرہے گی اس سے معلوم ہوا کہ بخل کا علاج دو چیزون سے ہے ایک علم اور ایک عمل

علم سے غرض یہ ہے کہ آفت بخل کی اور جود وسخا کے فائدہ سے واقف ہو اور عمل سے یہ مراد ہے کہ جود
اور داد دہش بتکلف کرے یہانتک کہ مقصود کو پونہچے لیکن صفت بخل بعض اوقات ایسی قوی ہوتی ہے
کہ آدمی کو اندھا اور بہرا کر دیتی ہے کہ اوسکو اسکی آفت کچھہ نہین سوجھتی نہ کچھہ جود کا فائدہ معلوم ہو اور جب
معرفت ان دونون باتون کی نہوئی تو شوق کہان سے اوبہرے گا اسی لیے عمل داد دہش بھی ایسے نہو گا
ایسی صورت مین یہ روگ ہمیشہ کو رہتا ہے جیسے وہ بیماری کہ جس مین دوا کی پہچان جاتی رہے اور نیز دوا کا
استعمال ممکن نہو تو بجز اسکے کہ موت تک صبر کیا جاوے اور کیا ہو سکتا ہے اور بعض شیوخ صوفیہ کا دستور
بخل کے علاج مین یہ تھا کہ اپنے مریدون کو کسی خاص زاویہ مین رہنے کا حکم نہین کرتے تھے بلکہ جب کسی مرید کو
دیکھا کہ یہ اپنے کونے اور زاویہ سے نہایت خوش ہے تو اوسکو دوسرے کونے مین بھیجدیا اور اوسکا کونہ
مع اوسکی اشیا کے دوسرے مرید کے حوالہ کیا غرض جو کچھہ کسی مرید کی ملک مین ہوتا اور اوسکو اوسپر
خوش پاتے فوراً اوسکو اوسکی ملک سے نکالدیتے مثلاً اگر کسی مرید کو دیکھا کہ وہ نیا کپڑا پہنکر یا مصلے عمدہ
بچھا کر اوسکی طرف التفات کرتا ہے تو وہ کپڑا یا مصلے دوسرے کو دلوا دیتے اور کوئی ایسا پرانا اوسکو
دیتے کہ اوسکا دل اوسکی طرف راغب نہو اس طرح سے البتہ دل دنیا کی سامان سے علیحدہ رہتا ہے پس جو
شخص کہ یہ راہ نچلے وہ دنیا سے مانوس ہو گا اور اوسکو محبوب جانے گا اگر بالفرض اوسکے پاس ہزار چیزین
ہونگی تو گویا ہزار چیزین اوسکی محبوب ہین اس بنا پر جب ایک بھی اون مین سے چوری جاویگی تو جسقدر
اس شخص کو اوس شی سے محبت تھی اوسی قدر مصیبت اوسپر پڑے گی اور مرنے پر تو ایکبارگی ہزار کی ہزار مصیبتین
ٹوٹ پڑین گی کیونکہ سبکے ساتھ محبت تھی اور وہ سب چھن گئین بلکہ زندگی مین بھی سبکے تلف اور ضائع
ہونے کا خوف بمنزلہ مصیبت کے رہتا ہے روایت ہے کہ کسی بادشاہ کے سامنے ایک فیروزہ کا
پیالہ جواہر سے مرصع پیش ہوا جسکا نظیر روے زمین پر کسی نے نہ دیکھا تھا بادشاہ نہایت خوش ہوا
اور ایک حکیم سے جو اوسکے پاس موجود تھا پوچھا کہ آپ کے نزدیک یہ کیسا ہے اوسنے کہا کہ میرے
نزدیک تو یہ مصیبت ہے یا محتاجی بادشاہ نے کہا کہ کس طرح حکیم نے کہا اگر یہ ٹوٹ جاوے تو ایسی
مصیبت ہے جسکا کچھہ تدارک نہین اور اگر چوری جاوے اور پھر آپ کو اسکی حاجت ہو تو کبھی ایسا نملیگا
اور پہلے اس سے کہ یہ آپ کی خدمت مین نہین آیا تھا آپ کو کچھہ خوف مصیبت و احتیاج کا نہ تھا
بعد چندے اتفاقاً وہ پیالہ ٹوٹ گیا یا چوری گیا بادشاہ کو نہایت رنج ہوا اور کہنے لگا کہ حکیم کا قول
درست تھا یہی اچھا تھا کہ وہ میرے پاس ہی نہ آتا ناحق مصیبت و رنج اوٹھانا پڑا یہی حال دنیا کے
تمام اسباب کا ہے اسلیے کہ وہ اعداء اللہ کی بھی دشمن ہے کہ اونکو آگ کیطرف لیجاتی ہے اور اولیاء اللہ کی بھی

دشمن ہے کہ اونکو اسپر صبر کرنے کا غم رہتا ہے اور خدا کی بھی دشمن ہے کہ اوسکے بندون کو اوسکا راستہ نہین چلنے دیتی اونپر رہزنی کرتی ہے بلکہ خود اپنی بھی دشمن ہے کہ اپنے نفس کو کھاتی ہے مثلاً مال کی حفاظت خزانہ اور سپاہیون سے ہوتی ہے اور خزانہ و پاسبان مال کے خرچ کرنے سے ہوتے ہین تو گویا دنیا کی حفاظت مین دنیا ہی جاتی ہے حتی کہ فنا ہو جاوے اور کچھ بھی نرہے اور جو شخص کہ مال کی آفت کو جانتا ہے اوس سے مانوس اور خوش نہین ہوتا اور نیز زائد از حاجت اوسمین سے نہین لیتا اور جو شخص مقدار حاجت پر قانع رہتا ہے وہ بخل نہین کرتا اسلیے کہ جسقدر اوسنے اپنی حاجت کو رکھا ہے وہ تو داخل بخل نہین اور زائد از حاجت کی حفاظت کو خالی از مشقت بیجا نکر دی ڈالتا ہے بلکہ اوسکا حال ایسا ہے جیسا کوئی شخص ندی کی کناری کھڑا ہو کہ اوسکو پانی کے دینے مین کچھ دریغ نہین ہوتا ایسا ہی یہ بھی مقدار حاجت کے زائد دینے مین تامل نہین کرتا

گیارھوان بیان اون باتون کا جو آدمی کو مال کے باب مین ضروری ہین — یہ تو معلوم ہو چکا کہ مال ایک وجہ سے خیر ہے اور دوسری طرح سے شر اوسکی مثال سانپ کی سی ہے کہ منتر والا تو اوسکو اسواسطے پکڑتا ہے کہ اوسمین سے زہر مہرہ نکالے اور غافل اگر پکڑ لیتا ہے تو اوسکے زہر سے ایسی طرح ہلاک ہو جاتا ہے کہ اوسکو خبر بھی نہین ہوتی اور مال کے زہر سے کوئی شخص بچ نہین سکتا الا اوس صورت مین کہ ان پانچ باتون کو مد نظر رکھے **اول** یہ کہ مال کے مقصود کو پہچانے کہ یہ کسواسطے پیدا ہوا اور اسکی حاجت کیون ہوتی ہے اس بات کے جاننے سے بقدر حاجت ہی کسب معیشت کریگا اور اوسی قدر کی حفاظت اور ایسے لوگون کو جو استحقاق کی نسبت زیادہ لیا چاہتے ہین اونکو اپنا مال نہ دے گا **دوم** یہ کہ آمدنی کی وجہ کو خیال مین رکھے کہ جو محض حرام ہو اوس سے اجتناب کرے اور جسپر غلبہ حرام کا ہو اور کوئی وجہ مکروہ ہو اوس سے بھی پرہیز کرے مثلاً کسی شخص مرتشی کا ہدیہ بباعث مروت کے لینا یا سوال سے حاصل کرنا یا جو اسکے قائم مقام ہو **سوم** یہ کہ مقدار معیشت ملحوظ رہے کہ قدر واجب سے نہ زیادہ ہو نہ کم اور قدر واجب مقدار حاجت کا نام ہے اور حاجت تین چیزونکی ہوتی ہے خوراک پوشاک مکان اور ہر ایک کے تین درجے ہین ادنی اور اعلی اور اوسط پس جبتک کمی کی جانب مائل رہے گا اور حد ضرورت کے قریب رہے گا تو ہلکا اور سبک رہ کر بمضمون نجا المخففون سبکسار مردم سبکتر روند + کے نجات پاوے گا اور اگر مقدار مذکور سے تجاوز کرے گا تو ایسے گڑھے مین گرے گا کہ جسکے عمق کی کچھ انتہا نہین اور ہمنے ان درجات کی تفصیل باب زہد مین لکھی ہے **چہارم** مقامات خرچ کو لحاظ رکھے اور خرچ مین میانہ روی کرے کہ نہ اسراف ہو نہ حد سے زیادہ تنگی جیسا اول مذکور ہوا بلکہ جو

کمائی وجہ حلال کی ہے اوسکو اوسی کے موقع پر خرچ کرے بے موقع نہ اوٹھاوے کیونکہ جیسا گناہ ناحق لینے مین ہے ویسا ہی ناحق اوٹھانے مین بھی ہے **پنجم** یہ کہ مال کے لینے اور چھوڑنے اور خرچ و امساک مین نیت درست رکھے یعنے جو مال حاصل کرے اوس مین نیت عبادت پر استعانت کی ہو اور جو مال ترک کرے اوس مین نیت زہد اور مال کی حقارت کی ہو اگر ایسا کرے گا تو مال کا ہونا اسکو ضرر نکرے گا اور اسی لیے حضرت علی رضہ نے فرمایا ہے کہ اگر آدمی تمام زمین کی چیزون کو لے لے اور نیت خداہی کی واسطے کی ہو تو زاہد ہی رہے گا اور اگر تمام چیزین زمین کی چھوڑ دے مگر نیت خدا واسطے کی نہو تو زاہد نہین ہوگا پس آدمی کو چاہیے کہ اپنی تمام حرکات و سکنات کو خدا کے واسطے منحصر کر دے یعنے حرکات و سکنات وہی کرے جو عبادت ہون یا عبادت پر معین و مددگار دیکھو عبادت سے سب مین زیادہ مباین کھانا اور پاخانہ ہے مگر اون سے بھی عبادت پر اعانت ہوتی ہے پس اگر آدمی کھانا اور پاخانہ بہ نیت عبادت کرے گا تو اوسکے حق مین عبادت لکھا جاوے گا اسی طرح جس چیز کی حفاظت کرنی پڑتی ہے مثلاً کرتہ پاجامہ بچھونا برتن سب مین یہی نیت رکھنی چاہیے کیونکہ دین مین کبھی ان چیزونکی حاجت ہوتی ہے اور جو چیز حاجت سے زائد ہے اوسمین یہ نیت ہو کہ اوس سے کسی خدا کے بندے کا کام چلے اور اسی بنا پر اگر کوئی وقت حاجت کے ایسی چیز چاہے تو انکار نکرے جو آدمی ان باتونکو دستور العمل رکھے گا وہ وہ ہے کہ مار زر سے اوسکا جوہر اور تریاق نکال لیا اور زہر پھینکدیا ایسے آدمی کو مال کی کثرت سے نقصان نہین لیکن یہ بات اوسی شخص کو حاصل ہوسکتی ہے جو دین مین پکا ہو اور علم دین سے بخوبی آگاہ اور جو آدمی ان پڑہ مال کے جمع کرنے مین یہ خیال کرے کہ جیسے بعض صحابہ رضہ غنی تھے اور اونکے پاس بہت سی دولت تھی ویسے ہی مین بھی مال جمع کرتا ہون تو ایسے شخص کا حال ایسا ہے جیسے کوئی لڑکا کسی بڑے منتردان اپنے فن کے کامل کو دیکھے کہ اوسنے سانپ کو پکڑ لیا اور اوسکا جوہر نکال لیا اور دل مین جانا کہ اسنے سانپ کو اسی جہت سے پکڑ لیا کہ صورت و شکل اچھی تھی اور جلد نرم تھی آو مین بھی ایسا ہی کرون اوسکی دیکھا دیکھی یہ بھی سانپ پکڑ لے اور اوسی وقت لقمۂ اجل ہو وے - ان دونون مین فرق یہی ہے کہ سانپ کا کاٹا ہوا معلوم ہوجاتا ہے کہ مر گیا مگر مال کا کاٹا مرا معلوم نہین ہوتا اور دنیا کی تشبیہ سانپ سے دیتے ہین جیسے اس شعر مین مترجم کے شعر ظاہر مین ہے نرم گو کہ دنیا + پر اُگلے ہے زہر جیسے کالا + اور جس طرح پر کہ پہاڑون پر پھرنے اور دریاؤن کے کنارے پر چلنے اور خاردار راہون مین گذرنے مین اندھا آدمی دیکھنے والے کی برابری نہین کرسکتا اسی طرح مال کے لینے مین عامی آدمی عالم کی برابری نہین کرسکتا

بارھوان بیان توانگری کی مذمت اور فقیری کی ثنا مین — معلوم کرنا چاہیے کہ لوگون کو اس بات مین اختلاف ہے کہ شاکر توانگر کا رتبہ اعلیٰ اور افضل ہے یا صابر فقیر کا اور اسکو ہم باب فقر اور زہد مین لکھینگے اور تحقیق حق بتلائینگے اسباب مین اسقدر لکھتے ہین کہ غنا کی نسبت فی الجملہ فقر ہی افضل ہے اور زیادہ تفصیل احوال کی طرف ملتفت نہین ہوتے اور اس موقع پر فقر کی فضیلت مین وہ بات نقل کرتے ہین جسکو حارث محاسبی رح نے اپنے کسی رسالہ مین بجواب کسی عالم توانگر کے جسنے اپنے مال جمع کرنے کی حجت صحابہ رض کی توانگری اور حضرت عبدالرحمن بن عوف کے مال کی کثرت بیان کی تھی اور اپنے آپ کو صحابہ رض سے مشابہت دی تھی لکھا ہے اور حارث رح علم معاملہ مین بہترین امت ہین عیوب نفس اور آفات اعمال اور کنہ عبادات جتنی یہ لکھتے ہین اتنی اور کوئی نہین لکھتا اسی لیے لکھنا اونکے کلام کا اسمقام پر مصلحت ہے اول انھون نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ ہمکو یون پونہچا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے برے علما کے حق مین یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اے برے عالمو تم نماز پڑھتے ہو روزہ رکھتے ہو صدقہ دیتے ہو مگر جس بات کا تمکو حکم ہے وہ نہین کرتے اور جو خود نہین کرتے اوسکو لوگون کو سکھلاتے ہو یہ نہایت برا ہے جو تم کر رہے ہو ظاہر مین تو منہ سے توبہ کرتے ہو اور باطن مین ہوائے نفس کے مطابق عمل کرتے ہو یہ بات تمھارے کام نہ آوے گی کہ ظاہر کو پاک وصاف رکھو اور دل ناپاک رہین مین سچ کہتا ہون کہ تم چھلنی کی طرح مت ہو جس مین سے اچھا آٹا نکل جاتا ہے اور بھوسی اوس مین رہ جاتی ہی اسی طرح تم ہو کہ حکمت کی باتین تمھارے منہ سے نکلتی ہین مگر دلون مین کدورت بھری ہی اے دنیا کے بندو جو شخص دنیا سے اپنی شہوت و رغبت منقطع نکرے گا وہ آخرت کس طرح پاوے گا بخدا کہ تمھارے دل تمھارے اعمال سے روتے ہین دنیا کو تو تم نے اپنی زبانون کے تلے کر رکھا ہے اور اعمال کو پاون تلے دنیا کی بہتری آخرت کی بہتری سے تمکو زیادہ اچھی معلوم ہوتی ہے تم نے اپنی آخرت برباد کی پھر اگر جانو تو تم سے زیادہ کون نقصان والا ہوگا تمھارا برا ہو کبتک اندھیرے مین چلنے والون کو راستہ بتاؤگے اور خود متحیرون کی طرح کھڑے رہوگے معلوم ایسا ہوتا ہے کہ تم دنیا دارون سے دنیا اسی لیے چھڑاتے ہو کہ سب دنیا تمھارے ہی جا پڑے نہین نہین تو خود فضیحت و دیگرے را نصیحت کیون کرتے بس کرو بس کرو اس سے کچھ فائدہ نہین کہ گھر کی چھت پر چراغ رکھا جاوے اور اوسکے اندر ویسا ہی اندھیرا پڑا رہے اسیطرح اگر نور علم تمھارے منہ سے نکلے اور دل ویسی ہی اندھیری مین بیکار پڑا رہے تو کیا فائدہ اے دنیا کے بندو تم پرہیزگار بندے نہین ہو نہ آزاد بزرگون کے مانند ہو کیا عجب ہے کہ دنیا تمکو جڑ سے اوکھاڑ کر اوندھے منہ ڈالدے اور اسی طرح گھسیٹنا شروع کردے اور تمھارے گناہ تمھارے سر کے بال پکڑے ہوئے ہون

اور علم پیچھے سے دھکے دیتا ہو اور اس شان سے تمکو خدا کے سپرد کردین نہ کوئی ساتھی ہو نہ غمخوار نہ بدن پر کپڑے کا کوئی تار پھر اوس بادشاہ بے پرواہ کے یہان سے تمھارے کردار کی سزا و قعی ملے انتہی بعد اسکے حارث رح فرماتے ہین کہ بھائیو یہ حال برے عالمون کا ہے آدمیون مین شیطان اور باعث فتنہ یہی لوگ ہین دنیا کی طمع مین اور اوسکی جاہ و رفعت کی حرص مین آخرت کو چھوڑ دیا اور دین کو ذلیل کیا یہ لوگ دنیا مین بھی عار و ننگ کے باعث ہین اور آخرت مین تو خسارہ والون مین قطعی ہین مگر یہ کہ خداوند کریم اپنے فضل سے معاف کردے اور بعد اسکے معلوم کرنا چاہیے کہ جو شخص دنیا مین دنیا برتتا ہے دنیا ہی کو دین پر اختیار کرتا ہے مین نے جو دیکھا تو اوسکی خوشی کدورت آمیز ہے طرح طرح کے رنج اور اقسام کے گناہ اوس سے سرزد ہوتے ہین اور انجام کو بجز بربادی اور تباہی کے اور کچھ نہین ہوتا دنیا دار کسی توقع مین خوش ہوتا ہے مگر نہ دنیا ہی ملتی ہے نہ دین سلامت رہتا ہے خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ آہ اس سے بڑی مصیبت اور دردانگیز آفت کونسی ہوگی بھائیو اللہ کو دھیان کرو اور شیطان کے فریب مین مت آؤ اور نہ شیطان کے دوستون کا دہوکا کھاؤ جو حجت باطل پر اڑے ہوئے اور دنیا کے حاصل کرنے مین مستغرق ہین اور پھر اسکے لیے یہ عذر و حجت نکالتے ہین کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھی بہت سا مال تھا ذکر صحابہ رض کا اسلیے کرتے ہین کہ لوگ اونکو مال کے جمع کرنے مین معذور جانین حالانکہ یہ ایک شیطانی وسوسہ ہے جسکی اونکو خبر نہین اے کم بخت عبد الرحمن بن عوف رض کے مال کی حجت پکڑنی تیرے لیے اچھی نہین شیطان تیرے ہلاک کرنے کے واسطے تیرے منہ سے یہ حجت نکلواتا ہے کیونکہ جب تو یہ کہتا ہے کہ عمدہ صحابہ رض نے مال واسطے زینت اور اسراف اور کثرت کے جمع کیا تھا تو تو اون سرداروں کی غیبت کرتا ہے اور اونکے ذمہ بڑی بات لگاتا ہے اور جب تو نے یہ کہا کہ حلال مال کا جمع کرنا اوسکی چھوڑنے کی نسبت افضل ہے تو گویا تو نے نسبت خطا اور جہل کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیاء کی کہ اونھون نے ناحق زہد اختیار کیا یہ فضیلت اور رتبہ جو تو نے مال کے جمع سے بیان کیا یا اونکو سوجھا تیری طرح وہ بھی مال جمع کرتے اور اس قول سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ تیرے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کی خیر خواہی نکی یعنی آپ نے مال کے جمع کرنے سے منع فرمایا حالانکہ تیرے عندیہ مین مال کا جمع ہونا امت کے حق مین زیادہ اچھا ہے پس گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو دھوکا دیا کہ بہتر بات نسکھائی بخدا یہ تیرا قول سراسر لغو ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم امت کے خیر خواہ اور مشفق اور رؤف تھے علاوہ اسکے جب یہ کہو کہ مال کا جمع کرنا افضل ہے تو اس سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ تیرے نزدیک خدای تعالے نے اپنے بندون پر کچھ توجہ نہین فرمائی کہ اونکو مال کے جمع کرنے سے منع کر دیا یا خداے تعالے کو یہ معلوم نہو کہ فضیلت

مال کے جمع کرنے میں ہو اسی واسطے نادانستگی میں نہی کر دی اور تجکو تو مال کی خیر و فضل کا وقوف بخوبی ہو گیا ہے
اسی لیے دولت کو بڑھاتا چلا جاتا ہے گویا خدا کی نسبت تجکو زیادہ شعور مواقع خیر و فضیلت کے پہچاننے کا
ہے معاذ اللہ من ذلک خدا ایسے جہل سے پناہ دے ذرا تو سوچ کہ صحابہ رض کے مال سے حجت پکڑنا شیطان کا
فریب ہے اور عبد الرحمن بن عوف رض کے مال سے حجت پیش کرنی تیرے کیا مفید ہے قیامت میں کی
خود چاہیں گے کہ دنیا میں سے اگر مجکو بقدر بسر اوقات ہی ملتا تو خوب ہوتا اور مجکو یہ روایت یونہی ہے
کہ جب حضرت عبد الرحمن بن عوف رض کی وفات ہوئی تو بعض صحابہ رض نے مذکور کیا کہ ہمکو حضرت عبد الرحمن رض
کے اوپر نہایت خوف ہے کہ اونھوں نے یہ کچھ چھوڑا حضرت کعب رض نے فرمایا کہ سبحان اللہ عبد الرحمن کے مال سے
کیا خوف ہے مال طیب کمایا اور طیب طور پر خرچ کیا اور پاک کمائی چھوڑ مرے یہ قول کعب رض کا حضرت ابوذر
غفاری رض سے کسی نے جا کہا وہ بیتاب کہا کر اونکی تلاش میں نکلے اور ایک بالون کی ہڈی ہاتھ میں لیکر اونکو ڈھونڈھنے
لگے جب اونکو خبر ہوئی وہ بھاگ کر حضرت عثمان رض کے پاس گئے اور اون سے سب ماجرا بیان کر کے پناہ
چاہی حضرت ابوذر رض بھی اونکے قدم کا سراغ لیتے ہوئے حضرت عثمان رض کے گھر آئے اونکو دیکھتے ہی
کعب رض حضرت عثمان رض کے پیچھے جا بیٹھے حضرت ابوذر رض نے اونکی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ اے یہودی بچے
تیرا قول تھا کہ عبد الرحمن بن عوف نے جو مال چھوڑا کچھ مضائقہ نہیں حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز
جبل احد کیطرف نکلے میں ہمرکاب تھا مجکو پکارا کہ اباذر میں نے جواب دیا لبیک یا رسول اللہ آپ نے
ارشاد فرمایا اَلْاَکْثَرُوْنَ هُمُ الْاَقَلُّوْنَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِلَّا مَنْ قَالَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا عَنْ یَمِیْنِهٖ وَشِمَالِهٖ
وَقُدَّامِهٖ وَخَلْفِهٖ وَقَلِیْلٌ مَّا هُمْ پھر آپ نے میرا نام پکارا اور میں نے لبیک عرض کیا آپ نے
ارشاد فرمایا کہ اگر میرے پاس کوہ احد کے برابر خزانہ ہو کہ اوسکو اللہ کے راستے میں خرچ کرون لیکن
اگر مرنے کے دن اسقدر میں سے دو جو کے برابر بھی میرے بعد رہے گا تو مجکو اچھا نہیں معلوم ہوتا میں نے
عرض کیا کہ یا رسول اللہ یا دو ڈھیر بچ رہیں آپ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ دو جو بچ رہیں پھر فرمایا کہ میں تو
کم کہتا ہوں اور تو بہت کہتا ہے انتہی آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو یہ فرماتے ہیں اور تو یہودی بچے
عبد الرحمن بن عوف رض کے مال چھوڑنے میں مضائقہ نہیں بتلاتا تو بھی جھوٹا ہے اور جو یہ کہے وہ بھی جھوٹا
ہے پس اس بات کا حضرت ابوذر رض کی کسی نے کچھ جواب نہ دیا یہانتک کہ وہ کہکر نکل آئے۔ اور نیز ہمکو یہ خبر بھی
یونہی ہے کہ حضرت عبد الرحمن بن عوف رض کے اونٹ یمن سے آئے مدینہ منورہ میں ایکبارگی ہوم و شور
مچ گیا حضرت عائشہ رض نے فرمایا کہ یہ کیا غل ہے لوگون نے عرض کیا کہ حضرت عبد الرحمن رض کے اونٹ
آئے ہیں آپ نے فرمایا کہ اللہ و رسول نے سچ کہا ہے یہ خبر حضرت عبد الرحمن رض کو پہنچی اونھون نے

صحبت مال کو سبب اتباع عبادت کرنا نعوذ کرم بانہون کر کے شمار کہا کیا ایسا اور ایسا اپنے داہنے اور بائیں اور آگے اور پیچھے اور ایسے کم ہیں ۱۲ یہ حدیث بخاری و مسلم کی ہے مگر اس میں قصہ کعب کا مرکز نہیں ابوذر کا ہے بلکہ تعلیق کیا گیا ہے میں ضعیف صرف حارث بن اسامہ نے اسی سے نقل کیا ہے ۱۲

حضرت عائشہ رضہ سے اوس حدیث کو پوچھا اونھون نے فرمایا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ
فرماتے تھے کہ مین نے جنت مین دیکھا کہ مہاجرین اور مسلمانون مین سے فقیر لوگ خوب دوڑتے چلے جاتے ہین
اور توانگرون مین سے مین نے اونکے ساتھ کسی کو جنت مین جاتے نہین دیکھا مگر البتہ عبدالرحمن بن عوف
اونکے ساتھ جنت مین جاتا تھا مگر گھٹنیون چلتا تھا حضرت عبدالرحمن رضہ نے یہ حدیث سنکر فرمایا کہ یہ اونٹ
جو انکے بوجھ کے سب خیرات ہین اور جو غلام انپر نوکر ہین وہ بھی مین نے آزاد کیے شاید فقرا کے ساتھ
مین بھی دوڑ کر جنت مین جاؤن اور ایک روایت ہمکو یہ پہنچی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمن
بن عوف رضہ کو فرمایا کہ میری امت کے توانگرون مین سے تم اول جنت مین جاؤ گے مگر غالبًا گھٹنیون کے بل
داخل ہوگے - پھر اے کم بخت اب تو اپنے مال کی حجت بتلا حضرت عبدالرحمن بن عوف رضہ باوجود فضل اور
تقوے اور احسان اور بذل اموال براہ خدا اور صحبت رسول اللہ صلعم اور بشارت جنت کے قیامت کے میدانون مین
اور راہ سکے اموال مین اون سے مال کی بدولت اٹکے رہین گے جسکو بوجہ حلال کمایا کہ حاجت سوال کی نہ پڑے
اور اوس سے سلوک لوگون کے ساتھ کرتے رہے اپنے تن بدن پر میانہ روی کے ساتھ خرچ کیا اور اللہ کی راہ
مین بہت سا کچھ دیا تاہم جنت مین فقرا مہاجرین کے ساتھ دوڑ کر نجا سکین گے بلکہ اونکے پیچھے گھٹنیون چلین گے
جب اونکا یہ حال ہو تو ہم ایسے لوگ جو دنیا کے شغل مین ڈوبے ہوئے ہین کیا حال ہوگا - اور زیادہ تر تعجب آتا ہے
کہ تو ہمیشہ مال مشتبہ اور حرام پر گرتا ہے اور لوگون کے ساتھ اس ہاتھ کے میل کے واسطے سینہ زوری کرتا رہتا ہے
اور شہوات اور زینت اور مباہات اور طرح طرح کے مکروہات مین پھنسا رہتا ہے اور یہی اولٹ پھیر کرتا رہتا ہے
پھر عبدالرحمن رضہ کے مال کی حجت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ صحابہ رضہ نے جو مال جمع کیا تھا اس لیے مین نے بھی
کیا گویا اپنے آپکو پانچون سوارون مین سلف کے ساتھ جانتا ہے یہ نہین معلوم کہ یہ قیاس شیطانی ہے
وہ اپنے دوستون کو ایسے ہی احکام سوجھاتا ہے اب مین تجھے تیرا حال اور صحابہ وسلف کا احوال کہتا ہون
تاکہ تجکو اپنی فضیحت اور صحابہ سلف کی فضیلت معلوم ہو جاوے پس جاننا چاہیے کہ بعض صحابہ رضہ کے پاس جو
مال تھا تو سوال نکرنے اور خدا کی راہ مین دینے کی غرض سے تھا اون لوگون نے وجہ حلال سے کمایا اور
مال طیب ہی کھایا اور نفقہ متوسط درجے کا کرتے رہے آگے کے واسطے اپنا سامان کر گئے اور دنیا مین
کسی کا حق نہین مارا نہ مال سے بخل کیا بلکہ زیادہ حصہ اپنے مال کا خدا کے واسطے دے ڈالا اور بعض صحابہ نے
بالکل ہی دے ڈالا اکثر سختی کے وقت مین واسطے خدا کے کام کو اپنے نفس پر ترجیح دی اب مین تجھ سے
پوچھتا ہون کہ تو بھی کیا ایسا ہی ہے نہین ویسا کیون ہونے لگا تھا ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک *
علاوہ اسکے بہترین صحابہ رضہ کا یہ دستور تھا کہ مسکنت دوست تھے اور خوف فقر سے مامون اور رزق کے

باب مین اللہ پر متوکل اور تقدیر الٰہی سے خوش اور بلا پر راضی اور نعمت مین شاکر اور ضرر مین صابر اور راحت
مین ثناخوان خدا کے واسطے تواضع کرتے اور تعلی اور فخر سے علحدہ رہتے دنیا مین سے بقدر ضرورت کے
اور کچھ نہ لیا مدام قدر حاجت پر راضی رہے دنیا پر لات ماری اسکے مصائب پر صبر کیا اور اسکی تلخی کو صبر
کرکے نعمت کو چھوڑ دیا اب کہو تم بھی ایسے ہی ہو اسکے سوا اونکا یہ دستور تھا کہ جب دنیا اونپر آتی تو رنج
و غم کرکے کہتے کہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی گناہ کا عذاب خدا تعالے نے دنیا ہی مین بھیج دیا یعنے دنیا
کے آنے کو وبال سمجھتے تھے اور جب فقیر کو آتا دیکھتے تو کہتے کہ خوب ہوا یہ شعار نیک بندون کا ہمکو ملا
چنانچہ روایت ہے کہ بعض کا یہ دستور تھا جب صبح کو اپنے گھر مین کچھ دیکھتے تو رنجیدہ اور ملول ہوتے
اور جب کچھ نہوتا تو ہشاش بشاش ہوتے کسی نے اونسے پوچھا کہ خلق کا تو یہ دستور ہے کہ نہونے کی
صورت مین غم اور ہونے کی حالت مین خوشی کرتے ہین اور تمھارا حال اسکے عکس ہے اسکی کیا وجہ ہے
اونھون نے فرمایا کہ باعث یہ ہے کہ جب مین صبح کو اوٹھکر اپنی آل و عیال کے پاس کچھ نہین دیکھتا تو خوش
ہوتا ہون کہ آج پیروی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیب ہوئی اور جب میرے عیال کے پاس
کچھ ہوتا ہے تو مجھے رنج ہوتا ہے کہ اقتداے آل محمد صلے اللہ علیہ وسلم نہوا اور سنتے ہین کہ اون لوگون کا
یہ دستور تھا کہ جب اونکو کوئی صورت رفاہ اور آسایش کی معلوم ہوتی تو غم اور خوف کرتے اور کہتے کہ ہمکو
دنیا سے کیا سروکار ہے یہ جو ہمارے پاس آئی نمعلوم خداے تعالے کو کیا منظور ہے اور جب اون پر
کوئی مصیبت آتی تو خوش ہوتے کہ ہان اب خدا نے ہماری خبر لی غرض کہ سلف کا حال اسطرح تھا
ہمنے تو کچھ کم ہی لکھا ہے اونکے فضائل بحد و شمار ہین آپ تو فرماوین کہ آپ ایسے ہی ہین جیسے وہ لوگ
گذرے ہین معاذ اللہ تم ویسے کیون ہوئے تھے اپنے حال کو اگر دیکھو تو بالکل اونکے حال کے برعکس ہے
تمھارا حال یہ ہے کہ توانگری مین طغیانی کرتے ہو ارزانی مین تبختر کرتے ہو خوشحالی کے وقت اکڑتے ہو اور منعم
حقیقی کے شکر سے غافل ہو جاتے ہو مصیبت کے وقت غصہ آتا ہے اور مفلسی مین نا امید ہو جاتے ہو
اللہ کے احکام پر راضی نہین ہوتے بلکہ فقیری کو برا جانتے ہو اور مسکنت سے ننگ کرتے ہو مسکنت کی
سبب تمام پیغمبر و مرسلین فخر کیا کرتے تھے تمکو اونکے فخر کی چیز بری معلوم ہوتی ہے ناداری کے خوف سے
مال جمع کرتے ہو اس مین بھی خداے تعالے پر بدگمانی ہوتی ہے اور اوسنے جو روزی پہونچانے کی ضمانت
کی ہے اوسپر قلت یقین لازم آتی ہے اتنا گناہ کیا تھوڑا ہے بلکہ ہمکو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم مال اسی لیے جمع
کرتے ہو کہ دنیا کے لذات اور شہوات اور طمطراق حاصل ہون حالانکہ یہ حدیث ہمکو پہونچی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا شِرَارُ اُمَّتِی الَّذِیْنَ غُذُوْا بِالنَّعِیْمِ وَنَبَتَتْ عَلَیْہِ اَجْسَامُھُمْ اور یہ بھی روایت پہونچی ہے

کہ بعض علمانے یون ارشاد فرمایا ہے کہ قیامت کو کچھ لوگ اپنی نیکیان طلب کرینگے تو اون سے کہا جائیگا
اَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيٰوتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا تمکو یہ خبر نہین کہ دنیا کی نعمت کے سبب
آخرت کی نعمت سے محروم رہ گئے اس سے زیادہ اور کونسی حسرت اور مصیبت ہوگی اور عجب نہین
کہ تم فخر و تکبر اور اظہار کثرت اور زینت دنیاوی کے لیے دولت جمع کرتے ہو حالانکہ حدیث شریف
مین آیا ہے کہ جو کوئی مال تفاخر اور تکاثر کے لیے جمع کرتا ہے خدا کے پاس ایسے حال مین جاویگا
کہ اللہ تعالے اوسپر غضبناک ہو مگر تمکو خدائے تعالے کے غصہ کی کچھ پروا نہین کہ اتنی اکڑ پھون
اس مال سے کرتے ہو شاید خدائے تعالے کے پاس جانے سے تمکو دنیا مین رہنا اچھا معلوم
ہوتا ہے اسی لیے دیدار الٰہی برا جانتے ہو حالانکہ خدائے تعالے خود تمھاری صورت سے ناراض ہے
اور تمکو خبر نہین دنیا کی اگر کوئی چیز تم سے فوت ہوجاتی ہے تو اوسپر رنج کرتے ہو اور حدیث شریف
مین وارد ہے کہ مَنْ اَسِفَ عَلٰى دُنْيَا فَاتَتْهُ اِقْتَرَبَ مِنَ النَّارِ مَسِيْرَةَ سَنَةٍ لیکن تمکو اسکی پروا
نہین کہ اس چیز پر افسوس کرنے سے قرب عذاب ہوگا بلکہ کیا عجب ہے کہ دنیا کی توقیر کے باعث
کبھی تم دین سے بھی خارج ہوجاتے ہو دنیا کے آنے سے ہشاش بشاش ہوتے ہو یہ خبر نہین کہ
حدیث شریف مین وارد ہے مَنْ اَحَبَّ الدُّنْيَا وَسُرَّ بِهَا ذَهَبَ خَوْفُ الْاٰخِرَةِ مِنْ قَلْبِهٖ
اور بعض علما کا قول ہے کہ دنیاوی چیزون کے جانے پر افسوس کرنے سے اور اونکے آنے پر
اظہار خوشی سے آدمی سے حساب لیا جاوے گا۔ تمھارے دل سے خوف الٰہی جاتا رہا دنیا پر کیسے خوش ہو
اوسکے لیے دین کی نسبت بہت زیادہ مشقت اوٹھاتے ہو اور کچھ بعید نہین کہ گناہون کی مصیبت
تمکو بہ نسبت دنیا کے گھٹ جانے کے ہلکی معلوم ہوتی ہو تمکو مال کے جانے کا خوف زیادہ ہے اور
گناہون کا کم جو کچھ اس ہاتھ کے میل مین سے لوگونکو دیتے ہو وہ بھی بہ قصد رفعت اور برتری
دیتے ہو یہ چاہتے ہو کہ مخلوق راضی رہے اور میری تعظیم و تکریم کرے گو خدائے تعالے ناراض ہو
یعنی قیامت مین خدائے تعالے کا تمکو حقیر جاننا بہ نسبت لوگون کے حقیر جاننے کے آسان معلوم ہوتا ہے
اپنی خطائین لوگون سے چھپاتے ہو اسکی پروا نہین کہ خدائے تعالے کو انکا علم ہے گویا خدا کے
سامنے فضیحت ہونا لوگونکے سامنے کی فضیحت سے آسان ہے تو لوگون کی قدر تمھارے نزدیک خدا سے بڑھکر معلوم ہوتی ہے
معاذ اللہ منہا۔ جب اتنے عیب تم مین ہین اور ایسے نجاسات مین آلودہ ہو تو پھر کیسے عاقلون کے
سامنے بولتے ہو اور کہتے ہو کہ ہمارا مال بھی صلحا کا سا مال ہے اللہ اللہ سہ مگس را بہر طاؤسی نزادند + زغن را افر
عنقائی ندادند + تم کہان اور وہ لوگ کہان وہ لوگ حلال مین اتنا زہد کرتے تھے کہ تم سے حرام مین بھی

نہین ہوتا جس چیز کو تم لا باس تصور کرتے ہو وہ اونکے نزدیک مہلکات مین سے تھا اور ہے اگر گناہ صغیرہ بھی
ہو جاتا تو اوسکو اتنا بڑا جانتے تھے کہ تم کبیرہ کو بھی نہین جانتے اگر تمھارا مال حلال اور طیب ہے اور اونکے
مال مشتبہ جیسا ہوتا تو کیا کہنا تھا اور کاش تم اپنی برائیون ہی سے اوتنا ڈرتے جتنا وہ اپنی بھلائیون کے
نامقبول ہونے سے ڈرتے تھے یا تمھارا روزہ اونکے افطار کے مثل ہوتا یا تمھاری مشقت عبادت مین
اونکی سستی اور خواب کے برابر ہوتی یا تمھاری تمام نیکیان اونکی ایک ہی نیکی کے برابر ہوتین ایک روایت
مین ہے کہ بعض صحابہ رض نے فرمایا کہ جسقدر دنیا صدیقین سے فوت ہوجاتی ہے اور علیحدہ رہتی ہے
اوسی قدر اونکے حق مین غنیمت شمار ہوتی ہے پس جو شخص ایسا نہو وہ اونکا ساتھی نہ دنیا مین ہے
نہ آخرت مین — اب دیکھنا چاہیے کہ دونون فریقون مین کتنا فرق ہے ایک فریق تو صحابہ رض ہین
کہ خداے تعالے کے نزدیک علو مرتبہ رکھتے ہین اور ایک فریق تم جیسے ہین کہ اسفل رتبہ رکھتے ہین مگر یہ
کہ خداے تعالے اپنے کرم سے معاف فرماوے اب ہم یہ کہتے ہین کہ اے مغرور یہ جو تیرا قول ہے کہ مال
کے جمع سے ہماری غرض اقتداء صحابہ رض ہے کہ حاجت سوال کی نہو اور خدا کی راہ مین دین تو اس
بات کو تو سوچنا چاہیے کہ جیسا اون لوگون کے وقت مین حلال میسر تھا اس زمانہ مین ہے یا نہین پھر جسقدر
احتیاط طلب حلال مین وہ لوگ کرتے تھے ویسی تجھسے ہو سکتی ہے یا نہین مجکو بعض صحابہ رض کا قول یون
پونہچا ہے کہ اونھون نے فرمایا کہ ہم وجہ حلال کے ستر راستے اس لیے چھوڑدیتے تھے کہ کہین ایسا نہو کہ
حرام مین پڑجاوین پس کیا تو بھی اپنے نفس سے ایسی ہی احتیاط کی طمع رکھتا ہے بخدا مجکو تجھسے ہرگز یہ
توقع نہین کہ اتنی احتیاط کرے — یہ یقینا جان لے کہ مال کا جمع کرنا سلوک و افعال نیک کے لیے شیطان کا
ایک فریب ہے تاکہ سلوک و احسان کے بہانے سے تجکو شبہات کے کمانے مین ڈالدے جن مین حرام مخلوط
رہتا ہے اور حدیث شریف مین وارد ہے کہ جو شخص شبہات پر جرات کرتا ہے قریب ہے کہ حرام مین واقع ہوجاوے
اے مغرور کیا تجکو یہ نہین معلوم کہ شبہات کی چیزون کو کما کر خدا کے رستے مین دینے کی بہ نسبت یہ امر بہتر ہے
کہ شبہات مین مبتلا ہونے سے ہمیشہ ڈرتا رہے تاکہ خداوند کریم کے سامنے قدر و مرتبہ افضل و بلند ہو چنانچہ
بعض علما کا قول ہے کہ اگر آدمی ایک روپیہ چھوڑدے اس غرض سے کہ شاید حلال نہو یہ امر اوسکے حق مین
بہ نسبت ہزار اشرفیون کی خیرات کے بہتر ہے جو شبہ سے کمائی ہون اور معلوم نہو کہ حلال ہین یا نہین اب
اگر تیرے گمان مین یہ ہو کہ مین بڑا متقی ہون مجکو شیطان دھوکا نہین دے سکتا مین شبہات مین مبتلا نہین
ہو سکتا اور مال وجہ حلال ہی سے جمع کرتا ہون تاکہ خدا کے راستے مین دون تو ہم کہتے ہین کہ اگر بالفرض تو
ایسا ہی متقی ہے تب بھی قیامت کا حساب اپنے اوپر نہ رکھنا چاہیے کہ بہترین صحابہ نے سوال روز قیامت سے

بخاری اور مسلم بروایت نعمان بن بشیر

خوف کیا کرتے تھے جیسا کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے منقول ہے کہ انہون نے فرمایا کہ اگر مین ہزار اشرفیان وجہ حلال سے
ہر روز کماؤن اور انکو خدا کی راہ مین لٹاؤن اور اس تجارت سے میری جماعت کی نماز مین بھی فتور نہ پڑے
تب بھی مجکو ایسی تجارت اچھی نہین معلوم ہوتی لوگون نے اسکا سبب پوچھا آپ نے فرمایا کہ حالت ناداری مین
قیامت کے سوال سے غنی ہون اغنیا سے سوال ہوگا کہ اے بندے کہان سے تونے پیدا کیا اور کہان خرچ
کیا پس دیکھو کہ متقی یہ لوگ تھے اسلام کے سبب ایسی تونگری انکو حاصل تھی کہ باوجودیکہ حلال اوس زمانہ مین
موجود تھا تاہم حساب کے خوف سے مال کو ترک کیا کہ کہین اسکی نیکی سے بدی نہو جاوے اور تو تو ردی اور نکمے
لوگون مین سے ہے وجہ حلال اس زمانہ مین مفقود ہے کہ اس باتکے سبب پر سینہ زوری کرتا ہے پھر کہتا ہے کہ
مین مال وجہ حلال سے جمع کرتا ہون حلال کہان ہے جسکو تو جمع کرتا ہے اور اگر بر تقدیر حلال تیرے
پاس موجود ہے تو تجکو کیا یہ خوف نہین کہ تونگری کی حالت مین تیرا دل اور کا اور ہو جاوے بعض صحابہ
جب بوجہ ارث انکو مال ہو جاتا تو اوسکو نہ لیتے اس خوف سے کہ کہین دل مین تغیر و فساد نہ آجاوے تو کیا
اپنے دل کو صحابہ رض کے دل سے بھی متقی تر سمجھتا ہے کہ کسی حال مین امر حق سے تجاوز نکرے گا اگر یہ گمان ہے
تو اپنے نفس امارہ پر خوب حسن ظن ہے تاہم صرف براہ نصیحت کہتے ہین کہ تجکو مقدار حاجت پر قناعت
کرنی چاہیے اور اعمال خیر کے لیے مال جمع کرکے حساب کے واسطے متعرض ہونا چاہیے کہ حدیث شریف مین
وارد ہے مَنْ نُوقِشَ فِي الْحِسَابَ عُذِّبَ اور یہ بھی فرمایا کہ قیامت کو ایک شخص پیش کیا جاوے گا
جسنے مال حرام سے جمع کیا ہوگا اور حرام ہی مین اوٹھایا ہوگا اوسکو حکم ہوگا کہ دوزخ مین لیجاؤ اور
ایک شخص ایسا سامنے کیا جاوے گا کہ وجہ حلال سے مال کمایا اور حرام مین اوٹھایا اوسکو بھی دوزخ
مین ڈالنے کا حکم ہوگا اور ایک شخص ایسا لایا جاوے گا جسنے وجہ حرام سے کمایا اور امور حلال مین
اوٹھایا وہ بھی دوزخ مین جانے کا حکم پاوے گا اور ایک شخص حاضر کیا جاوے گا جسنے حلال ہی سے کمایا
اور حلال ہی مین اوٹھایا اوسکو حکم ہوگا کہ توقف کر شاید تونے مال کی طلب مین کسی ور میرے
فرائض مین قصور کیا ہو مثلاً نماز کو ٹھیک وقت پر ادا نکیا ہو یا اوسکے رکوع و سجود و وضو مین کوتاہی
کی ہو وہ عرض کرے گا کہ الٰہی مین نے وجہ حلال سے کمایا اور وجہ حلال ہی مین خرچ کیا اور تیرے
فرائض مین سے بھی کوئی شی تلف نہین کی حکم ہوگا کہ شاید تونے مال کی جہت سے تکبر کیا ہو یا سواری
و کپڑے مین فخر جتلایا ہو عرض کرے گا کہ الٰہی مین نے نہ تکبر کیا اور نہ فخر ظاہر کیا حکم ہوگا کہ شاید
جن لوگون کا حق مین نے تیرے ذمہ کیا تھا اونکا حق کچھ تونے دبا لیا ہو اور ذوی القربیٰ اور یتیمون
اور مساکین اور مسافرین کو نہ دیا ہو عرض کرے گا کہ الٰہی مین نے وجہ حلال سے حاصل کیا اور اونہین

خرچ کیا اور کوئی تیرا فرض ضائع نہین کیا اور تکبر و فخر بھی نہین کیا اور کسی کا حق دبایا پھر وہ سب لوگ یعنے رشتہ دار اور یتیم اور مساکین و مسافرین اوس سے آکر خصومت کرین گے کہ الٰہی تیرے اوسکو مال دیا اور غنی بنایا اور ہمارے دینے کا حکم فرمایا اور ہمارا مددگار کیا تو اگر اسنے اونکو دیا تھا اور باوجود اسکے فرائض مین بھی قصور نہین کیا اور نہ تکبر کیا پھر بھی حکم ہوگا کہ توقف کر اور جو نعمت مین نے تجکو دی تھی کھانے کی یا پینے کی یا لقمہ یا لذت کی سبکا شکر پیش کر اسی طرح سے پرسش ہوتی رہے گی۔ اب ہم پوچھتے ہین کہ جب شخص مذکور جسنے وجہ حلال ہی سے کمایا اور اوسی مین اوٹھایا اور تمام حقوق و فرائض کو بخوبی ادا کیا اوس سے اسقدر حساب لیا جاوے گا تو ہم جیسے لوگون کا کیا حال ہوگا کہ ہمہ تن دنیا کے فتنون اور اوسکے شبہات و زینت و شہوات مین ڈوبے ہوئے ہین۔ ای کم بخت انھین سوالون کی جہت سے متقی دنیا مین آلودہ نہین ہوتے اور بمقدار ضرورت پر راضی ہو کر انواع و اقسام کے اعمال نیک بہت سے کسب مال سے کرتے ہین تیرے لیے اونکی اقتدا موجود ہے اونکی پیروی کرنی چاہیے اگر یہ امر منظور نہو اور یہی خیال ہو کہ مین سب سے زیادہ متقی ہون اور اپنی دانست مین مال بھی حلال سے حاصل کیا ہی بایں غرض کہ کسی کا محتاج نہ ہون اور خدا کی راہ مین خرچ کرون اور خرچ مین کسی طرح کا حق ذمہ نہین رہتا اور مال کے سبب دل پر بھی تغیر نہین آتا خدا کی مرضی کے موافق کام کرتا ہے اور خداوند کریم تیرے ظاہر و باطن سے ناراض نہین اگر یہ تصور ہے گو اسطرح کا ہونا ممکن نہین تب بھی یہی چاہیے کہ مقدار ضرورت پر اکتفا کرے اور مالدارون سے سوال قیامت مین علیحدہ رہے اور اول ہی قافلہ کے ساتھ زمرۂ مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم مین داخل ہو مال کی جہت سے نہ جلس تجھ ہو نہ سوال کی نوبت پوچھے نہ حساب دنیا بلکہ اور حساب مین یا تو نجات ہے یا آفات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ فقیر مہاجرین جنت مین اغنیا کی نسبت پانسو برس پہلے داخل ہونگے اور ایک حدیث مین یون ہے کہ فقرای مومنین جنت مین اغنیا کی نسبت اول داخل ہو کر کھاوینگے اور مزے کرینگے اور اغنیا کا حال ہوگا کہ گھٹنیون کے بل بیٹھے ہونگے اللہ تعالیٰ اونکو ارشاد فرماوے گا کہ میرا مطالبہ تمھین سے ہے تم لوگون کے حاکم اور پادشاہ تھے بتلاؤ کہ جو کچھ مین نے تمکو دیا اوسمین تم نے کیا کیا۔ اور بعض علما کا قول ہے کہ میرے پاس اگر عمدہ چوپائے ہون مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور اونکی جماعت کے ساتھ اول قافلہ مین نہون تو ایسا مال مجھے اچھا نہین معلوم ہوتا بھائیو ایسی بات مین کوشش کرو جس سے ہلکے پھلکے زمرۂ انبیا علیہم السلام مین شامل ہو اور اس بات سے ڈرو کہ کہین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے علیحدہ ہو کر پیچھے نہ رہ جاؤ جیسے متقی ڈرتے رہتے ہین اور مجکو یہ روایت بھی پہونچی ہے کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہ کو پیاس لگی آپ نے پانی مانگا لوگ

(حاشیہ: اخرجہ الترمذی و ابن ماجہ من حدیث ابو ہریرہ و ابو سعید ... مجکو نہین ملی ۱۲)

انکے لیے شہد کا شربت لائے جب آپ نے اوسکو چکھا تو آنسوؤن سے ہچکی بندھ گئی خود بھی روئے اور اورونکو بھی رولایا پھر مُنہ سے آنسو پونچھکر چاہا کہ کچھ کلام کرین پھر رونا شروع کیا جب کثرت سے رو دئیے تو لوگون نے پوچھا کہ کیا اسی شربت کے باعث سے آپ روتے ہین فرمایا کہ ہان ایک روز مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت مین حاضر تھا اور حجرۂ شریف مین سوا میرے آپ کے ساتھ کوئی نتھا اتنے مین آپ نے فرمانا شروع کیا کہ مجھسے الگ رہ مین نے عرض کیا کہ میرے مادر و پدر آپ پر قربان ہون مین تو آپکے سامنے کسی کو نہین دیکھتا آپ کس سے مخاطب ہین آپ نے فرمایا کہ دنیا نے اسوقت میرے پاس اپنی گردن اور سر بڑھاکر کہا کہ مجکو لے لو مین نے اوس سے کہا کہ مجھسے الگ ہو اوسنے جواب دیا کہ ای محمد اگر تم مجھسے بچ رہوگے تو تمھارے بعد کے لوگ مجھسے نہ بچین گے تو مجکو یہ خوف ہی کہ کہین اس شربت کے پینے سے مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علیحدہ نہو جاؤن۔ بھائیو خیار یہ لوگ تھے کہ اس خوف سے کہ شربت حلال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا نکردے روتے تھے ای کم بخت تو تو انواع و اقسام کی نعمت اور شہوات مین مبتلا ہے اور کمائی بھی خالی حرمت اور شبہ سے نہین تجکو خوف علیحدگی کا اوس حبیب پاک سے نہین تف ہے تجھپر کتنا بڑا جاہل ہے کہ اگر قیامت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گیا تو وہ اہوال دیکھیگا جنسے فرشتے اور انبیا فریاد کرینگے اور اگر اب کوشش مین قصور کرے گا تو پھر اون کے ساتھ ملنا دشوار ہے اور اگر تجکو مال کی کثرت منظور ہے تو سخت حساب کے لیے صبر کرنا پڑے گا اور اگر مقدار قلیل پر قانع نہوگا تو مدت تک میدان قیامت مین ٹھہرنا اور آہ و نالہ کرنا پڑی گا اگر پیچھے رہنے والون کے احوال سے راضی ہوگا تو اصحاب یمین اور رسول رب العالمین سے علیحدہ رہیگا اور دار نعیم و خلد برین مین دیر کر پونچے گا متقیون کے حال کے خلاف اگر کریگا تو اہوال روز حشر مین مرے گا اسکو خوب سوچ سمجھ لینا چاہیے پھر اگر یہ خیال ہو کہ مین بھی مثل سلف صالحین کے ہون کہ قدر قلیل پر قانع ہون اور حلال کا طالب مال کا دینے والا اپنے نفس پر ایثار کرنے والا فقر سے ڈرتا نہین نہ کل کے واسطے کچھ جوڑتا ہون تکاثر اور غنی کو برا جانتا ہون اور فقر اور بلا پر راضی قلت اور مسکنت سے خوش ہون اور فروتنی و ذلت کو اچھا سمجھتا ہون اور علو و رفعت کو برا اپنے کام مین پکا ہون راہ راست سے میرا دل پھرتا نہین اپنے نفس کو صرف اللہ کے واسطے روکے رہتا ہون اور سب کامون مین مرضی الٰہی مقدم جانتا ہون اور مجھ جیسا متقی سوال و حساب کے جھگڑے مین توقف نکرے گا میرا جمع کرنا مال کو صرف خرچ

فی سبیل اللہ کے [illegible] اور
ذکر اور فکر اور عبرت کے لیے دل کے فارغ رہنے سے دین زیادہ بچا رہتا ہے اور حساب مین
آسانی ہوتی ہے سوال خفیف ہوتے ہین قیامت کے اہوال سے امن ہوتا ہے ثواب بہت سا
ملتا ہے خدا کے نزدیک مرتبہ نہایت زیادہ حاصل ہوتا ہے بعض صحابہ رض سے مروی ہے کہ انھون
نے یہ حدیث نقل فرمائی کہ اگر ایک آدمی کو دین اشرفیان لیکر تقسیم کرے اور دوسرا اللہ تعالے کا
ذکر کرے تو ذاکر بہ نسبت اول شخص کے افضل ہوگا۔ اور بعض علما سے کسی نے سوال کیا کہ ایک
شخص مال اعمال خیر کے لیے جمع کرتا ہے اونھون نے فرمایا کہ نہ جمع کرنے مین اوسکے لیے زیادہ خیر ہے
اور نیز بعض عمدہ تابعین سے کسی نے پوچھا کہ دو شخصون مین سے ایک نے دنیا بوجہ حلال پیدا
کی اور اوس سے صلہ رحم کیا اور اعمال خیر سے زاد آخرت بنایا اور دوسرا اوس سے بالکل کنارہ کش ہا
نہ اوسنے دنیا طلب کی نہ اوسکو ملی ان دونون مین افضل کونسا ہے آپ نے فرمایا کہ ان دونون مین بڑا
فرق ہے جو دنیا سے کنارہ کش ہے وہ افضل ہے اور اس مین اور دوسرے مین پورب
پچھم کا سا فرق ہے پس کم بخت اگر تو دنیا چھوڑ دے تو تجکو بھی یہ درجہ دنیا دارون پر ملجاوے اور
مال کا شغل ترک کرنے سے دنیا مین بھی بہت سے فائدے ہین بدن کو راحت ملتی ہے زیادہ مشقت
نہین کرنی پڑتی زندگی چین سے فارغ البالی مین گذرتی ہے تردد کم کرنا پڑتا ہے جب ترک
مال سے تجکو طالب مال پر یہ فضیلت ہے تو اب کونسا عذر مال کے جمع کرنے کا تجھے باقی ہے بلکہ ذکر الٰہی
مین مشغول ہونا خدا کی راہ مین خیرات کرنے سے افضل ہے تو سوچنے کی بات ہے کہ مال کے نہ جمع کرنے سے
سر دست راحت ہے اور آخرت مین فضیلت علاوہ ازین اگر مال کے جمع کرنے مین بالفرض کوئی
فضیلت بڑی ہو تب بھی مکارم اخلاق مین تجکو چاہیے کہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت
کرے جنکے باعث تجکو خدا نے ہدایت کی ہے اور جو دنیا سے کنارہ کشی اونھون نے اپنے نفس کے لیے اختیار
کی وہی تو بھی اپنے واسطے اختیار کر اسکو خوب غور کر اور یقینا جان لے کہ سعادت و فلاح دنیا سے
الگ رہنے مین ہے پس لوائے مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اول جنت ماوی مین جانے کا فکر کر
مجکو یہ حدیث پونہچی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سردار ایماندارون کے وہ لوگ ہین
جنکو صبح کا کھانا ملے تو شام کو نملے اور اگر قرض لیا چاہین تو کوئی قرض ندے اور ستر عورت سے
زیادہ کپڑا نرکھتے ہون اور مقدار کفایت کی کمانے پر قدرت نرکھتے ہون اور باوجود اسکے صبح
شام اپنے پروردگار سے راضی رہین فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ

وَالصِّدِّیقِینَ وَالشُّہَدَاءِ وَالصَّالِحِینَ وَحَسُنَ اُولٰئِکَ رَفِیقًا بھائی اگر اس بیان کے بعد تو مال
جمع کرے گا اور دعوے کرے گا کہ مین اعمال خیر کے لیے جوڑتا ہون تو تیرا دعوی سراسر لغو ہے بلکہ فقر کے
خوف سے اور تنعم اور اظہار کثرت اور زینت اور فخر اور شیخی اور ریا اور شہرت اور تعظیم اور بڑائی کے لیے
جوڑتا ہے اور کہتا ہے کہ اعمال خیر کے لیے جمع کرتا ہون - خدا کو دھیان کر اور اپنے دعوے سے شرم کر
اگر محبت مال و دنیا کی تجھپر غالب ہے تو اس بات کا اقرار کر کہ واقع مین خیر و فضل مقدار ضروری پر راضی
رہنے سے اور فضول چیزون سے علیحدہ ہونے سے ہے اور مال کو جمع کرتے وقت اپنے نفس کو حقیر جان
اور اپنی خطا کا قائل ہو حساب و حشر سے خائف ہو یہ امر تیرے لیے زیادہ موجب نجات اور قریب الی الفضل ہے
اس سے کہ تو مال کے جمع کرنے کی حجتین لاطائل ڈھونڈھے - بھائیو صحابہ رضہ کے زمانے مین حلال موجود
تھا اور وہ لوگ سب مین زیادہ متقی اور زاہد اشیاء مباح کے تھے اور ہم اوس زمانے مین ہین کہ وجہ حلال مفقود
ہے حتی کہ قوت یومیہ و ستر عورت بھی حلال سے میسر نہین ہو سکتی پس ایسے زمانے مین مال کے جمع کرنے
سے خدا ہم کو اور تمکو دونون کو بچاوے علاوہ ازین ہم لوگون مین صحابہ رضہ کا سا تقوے اور ورع اور زہد
اور احتیاط کہان اور انکے سے دل اور انکی سی نیتین کہان بخدا ہم لوگون پر مرض نفس کی مصیبت
چھا گئی اوسکی خواہشون مین پھنس گئے اور عنقریب قیامت مین گذر ہوگا بڑی سعید وہ ہین جو اوس
روز ہلکے پھلکے رہین گے اور جو لوگ دولت ور زیادہ مالدار ہین کہ حرام حلال سب ملا کر کھا گئے انکو
بڑا رنج ہوگا - مین نے بطور نصیحت تمکو سنا دیا قبول کرنا تمھارا کام ہے اور اسکے قبول کرنے والے کم ہین
خدا اپنی رحمت خاص سے ہمکو اور تمکو توفیق خیر عنایت فرماوے آمین یہ آخر کلام حارث رح کا ہے
اس بیان سے فضیلت فقر کی غنا پر بخوبی ثابت ہے اور اسی قدر کافی و وافی بھی ہے زیادہ اس سے
کیا ہوگا اور جو اخبار کہ ہم نے باب ذم دنیا اور باب فقر و زہد مین بیان کیے ہین وہ بھی اسی بات کے
شاہد ہین آور ایک روایت اور اسی کی شاہد وہ ہے جو ابو امامہ باہلی سے مروی ہے کہ ایک بار
ثعلبہ بن حاطب نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالے سے دعا فرمائیے کہ مجھکو
مال دیوے آپ نے فرمایا کہ اے ثعلبہ تھوڑا سا مال جسکا تو شکر کیے چلا جاوے بہ نسبت بہت مال کے
جسکا شکر نہ کر سکے بہتر ہے اوسنے عرض کیا کہ آپ دعا فرماوین کہ خدا تعالے مجکو مال دے
آپ نے ارشاد فرمایا کہ ثعلبہ تو کیا میری پیروی نہین کرتا اس بات کو پسند نہین کرتا کہ تو بھی مثل
پیغمبر خدا ہو بخدا اگر مین چاہون کہ پہاڑ سونے چاندی کے ہو کر میرے ہمراہ چلین تو ہو سکتا ہے
اوسنے عرض کیا کہ قسم ہے اوس ذات کی جسنے آپ کو نبی برحق بنایا اگر آپ کی دعا سے مجھے خدا تعالے

مال ہوئی گا تو مین سب حقوق والون کا حق بھی دون گا اور یہ کرون گا اور وہ کرون گا آپ نے دعا کی کہ الٰہی ثعلبہ کو مال عنایت فرما پس اوسنے کچھ بکریان لین وہ دیمک کیطرح بڑھنی شروع ہوئین یہانتک کہ مدینہ منورہ مین نرہ سکا اور ایک جنگل مین ادی مدینہ کے جارہا ظہر اور عصر کی جماعت مین حاضر ہوتا باقی جماعتون کو ترک کرتا پھر بکریون کی اور زیادہ کثرت ہوئی کہ اوس جنگل مین بھی گذر نہو سکا اور تھوڑی دور جارہا اور صرف جمعہ کی جماعت کے لیے مدینہ منورہ مین آتا اور باقی ترک کرتا اور بکریان دیمک کی طرح پھیلتی رہین یہانتک کہ جمعہ بھی چھوٹ گیا جمعہ کے روز راہ کے مسافرون سے ملتا اور خبر پوچھ لیا کرتا ادھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگون سے پوچھا کہ ثعلبہ کا کیا حال ہے انھون نے بکریون کی کثرت اور اوسکا مدینہ کو چھوڑنا اور بتدریج ترک جماعت کرنا سب کہہ سنایا آپ نے تین بار ارشاد فرمایا وَیحَ ثعلبۃ[۱] انھین دنون مین یہ آیت اوتری تھی خُذْ مِنْ اَمْوَالِھِمْ صَدَقَۃً تُطَھِّرُھُمْ وَتُزَکِّیْھِمْ بِھَا وَصَلِّ عَلَیْھِمْ اِنَّ صَلٰوتَکَ سَکَنٌ لَّھُمْ[۲] اور اللہ تعالیٰ نے زکوۃ بھی فرض فرمائی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو قوم جہینہ سے اور ایک کو بنی سلیم سے صدقات لینے کیلیے مقرر فرمایا اور اونکو ایک وثیقہ صدقہ لینے کا لکھدیا کہ اوسکے ذریعہ سے وصول کرین اور حکم دیا کہ باہر جاکر مسلمانون سے صدقہ وصول کرو اور ثعلبہ بن حاطب اور فلان شخص بنی سلیم والے کے پاس جاکر اون سے صدقہ لینا یہ دونون صاحب مدینہ منورہ سے حسب الارشاد باہر نکلے اور ثعلبہ کے پاس آئے اور زکوۃ اوسکے مال کی مانگی اور نوشتہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا اوسکو دکھلایا اوسنے کہا کہ یہ تو ڈانڈ ہے یہ ڈانڈ کا بھائی ہے تم جاؤ اور جگہہ سے فارغ ہو کر آئیو وہ دونون اوس شخص سلیمی کے پاس گئے اور اوس سے سوال صدقہ کیا وہ سنتے ہی کھڑا ہو گیا اور اپنے اونٹون مین سے بہت عمدہ چھانٹ کر زکوۃ کے لیے علحدہ کیے پھر دونون کے سامنے اونکو لے آیا اور کہا یہ مال زکوۃ ہی جب انکی نگاہ اوسپر پڑی کہا کہ تیرے اوپر یہ واجب نہین کہ سب سے عمدہ مال دی ہم انکو نہ لینگے اوسنے عرض کیا کہ آپ انھین کو لیوین مین خوشی خاطر دیتا ہون اور اسی واسطے لایا ہون غرض سب جگہہ سے صدقات تحصیل کرکے پھر ثعلبہ کے پاس آئے اور اوس سے دوبارہ سوال صدقہ کا کیا اوسنے کہا کہ تم مجھکو نوشتہ دکھلاؤ اونھون نے دکھلادیا دیکھکر کہا کہ یہ تو ڈانڈ کا بھائی ہے اب تم جاؤ مین سوچ لون تو کچھ کہون جب یہ دونون خدمت مبارک رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم مین حاضر ہوئے تو آپ نے پہلے انکے بولنے سے دیکھتے ہی فرمایا کہ ہلاکی ہو ثعلبہ کو اور اوس شخص سلیمی کے لیے دعاے خیر کی پھر ان دونون نے جو کچھ ماجرا گذرا تھا سب بیان کیا کہ ثعلبہ نے ایسا کہا اور سلیمی نے ایسا کیا اوسوقت

[۱] ہلاکی ہے ثعلبہ کی ۱۲

[۲] لے اون کے مال مین سے زکوۃ کہ پاک کرے اونکو اوس سے اور نیک بنائے اور دعا دے اونکو بیشک تیری دعا اونکے تسکین ہے ۱۲

ثعلبہ کے باب مین یہ آیت اوتری وَمِنْهُمْ مَّنْ عَاهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ

اوس وقت حضرت صلعم کی خدمت مین ایک شخص ثعلبہ کے رشتہ دارون مین سے بیٹھا ہوا تھا اوسنے اس آیت کو سنا اور ثعلبہ کے پاس جاکر کہا کہ تیری ماں مرے خداے تعالے نے تیرے باب مین ایسا ایسا حکم نازل فرمایا ہے پس ثعلبہ اوسی وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت مین حاضر ہوا اور ملتجی ہوا کہ مین زکوۃ دیتا ہون پذیرا ہو آپ نے ارشاد فرمایا کہ خداوند کریم نے مجکو منع کر دیا ہے مین قبول نہین کر سکتا اوسنے اپنے سر پر مٹی ڈالنی شروع کی آپنے فرمایا کہ جیسا تو نے کیا ویسا پایا جو کچھ مین نے تجسے کہا تھا تو نے میری اطاعت نکی جب اوسنے دیکھا کہ آپ قبول نفرماوینگے اپنے گھر واپس آیا اور آپ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضہ کی خدمت مین زکوۃ مال حاضر کی اونھون نے بھی نہ لی اونکی وفات کے بعد حضرت عمر رضہ کے پاس لایا اونھون نے بھی انکار فرمایا پھر بعد آپکی خلافت کے وہ مر گیا پس مال کی طغیانی اور بدبختی اس روایت سے معلوم کرنی چاہیے اور اسیواسطے ثابت ہے یا اسی جگہ سے جانا کہ فقیری مین برکت ہوتی ہے اور مالداری مین نحوست آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لیے اور اپنے اہلبیت کے لیے فقیری ہی کو پسند فرمایا یہانتک کہ عمران بن حصین رضہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہین کہ مجکو آپ ذی منزلت جانتے تھے ایکبار مجھسے ارشاد فرمایا کہ ای عمران تو ہمارے نزدیک ذی رتبہ اور ذی جاہ ہے مرضی ہو تو فاطمہ رضہ کی عیادت کو چل مین نے عرض کیا کہ بہت بہتر پس آپ کھڑے ہوئے اور مین ہمرکاب ہوا یہانتک کہ فاطمہ رضہ کے دروازے پر جاکر دستک دی اور ارشاد فرمایا السلام علیکم مین اندر آؤن حضرت فاطمہ رضہ نے جواب دیا کہ تشریف لائیے آپ نے فرمایا کہ مین اور میرا ساتھی دونون آوین اونھون نے پوچھا کہ آپکے ساتھ کون ہے آپ نے فرمایا کہ عمران بن حصین ہے اونھون نے عرض کیا کہ قسم ہے اوس ذات کی جسنے آپکو نبی برحق بھیجا ہے میرے پاس ایک عبا کے سوا اور کوئی کپڑا نہین آپ نے اپنے دست مبارک سے ارشاد فرمایا کہ اوسکو اسطرح لپیٹ لو اونھون نے عرض کیا کہ بدن تو مین نے چھپا لیا مگر سر کیسے چھپاؤن آپ نے اپنی پرانی چادر اونکے پاس پھینک دی اور فرمایا کہ اس سے اپنا سر باندھ لو بعد اسکے حضرت فاطمہ رضہ نے اجازت گھر مین آنے کی دی آپ نے اندر جاکر فرمایا کہ اے لخت جگر السلام علیکم آج تم کیسی ہو اونھون نے عرض کیا کہ میرے سر مین درد ہے اور اس درد پر ایک اور درد یہ ہے کہ میرے پاس کھانے کو نہین بھوک نے مجکو نڈھال کر دیا ہے

آپ رو پڑے اور فرمایا کہ ای بخت جگر توست گھبر بخدا مین نے تین دن سے کھانا نہین چکھا اور تیری نسبت خدا کے پاس میرا زیادہ رتبہ ہے اگر مین خدا سے مانگتا تو مجکو کھلا دیتا مگر مین نے آخرت کو دنیا پر ترجیح دی اور پسند کیا پھر آپ نے اپنا ہاتہ اونکے مونڈھے پر مار کر کہا کہ تجکو بشارت ہو کہ تو جنت کی عورتون کی سردار ہے اونھون نے عرض کیا کہ پھر آسیہ فرعون کی بی بی اور مریم عمران کی بیٹی اور خدیجہ خویلد کی بیٹی کہان گئین آپ نے فرمایا کہ وہ اپنے اپنے وقت کی عورتون کی سردار تھین تم اپنے عہد کی عورتون کی سردار ہو تم سب ایسے مکانون مین رہو گی جو زبرجد کے بنے یاقوت سے جڑے ہونگے اون مین کسی طرح کی ایذا اور شور و غل نہوگا بعد اوسکے ارشاد فرمایا کہ اپنے چچازاد کے ساتہ قناعت کر مین نے تیرا نکاح ایسے شخص سے کیا ہے جو دنیا مین بھی سردار ہے اور آخرت مین بھی سردار انتہی اب ذرا حال حضرت فاطمہ رضہ کا دیکھنا چاہیے یہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جگر پارہ ہین ایسے فقیری کو اختیار کیا اور مال کو چھوڑ دیا اور جو کوئی احوال انبیا اور اولیا کو اور اونکے اقوال کو لحاظ کرے اور اونکے اخبار اور آثار کو دیکھے وہ یقینا معلوم کرلے گا کہ مال کا نہونا اوسکے وجود کی نسبت افضل ہے گو خیرات ہی مین کیون نخرچ ہو اسواسطے کہ ادنی بات مال مین باوجود ادای حقوق اور اجتناب شبہات اور صرف خیرات کے یہ ہے کہ نیت اوسی کی اصلاح مین مصروف رہتی ہے اور ذکر الٰہی نہین ہوتا کیونکہ ذکر اللہ دل کے فارغ ہونے سے بن پڑتا ہے اور مال کے شغل کے ساتہ فراغ خاطر ممکن نہین — اور جریر رح لیث رضہ سے روایت کرتے ہین کہ ایک شخص حضرت عیسی علیہ السلام کے ساتہ ہوا کہ مین آپ کی خدمت مین رہونگا حضرت نے اوسکو ساتہ لیا اور ایک ندی کے کنارے پر پہونچکر ناشتا کھایا آپ کے ساتہ تین روٹیان تھین دو تون کھالین اور تیسری باقی رہی حضرت عیسی علیہ السلام کھڑے ہوئے اور نہر مین سے پانی پیکر پھر آئے تو وہ روٹی نپائی آپنے اوس شخص سے پوچھا کہ روٹی کسنے لی اوسنے عرض کیا کہ مجکو معلوم نہین آپنے اوسکو ساتہ لیا اور چلدیے راہ مین ایک ہرنی ملی جسکے ساتہ دو بچے تھے آپنے ایک کو بلایا وہ چلا آیا اوسکو ذبح کرکے بھونا اور اپنے آپ مع اوس شخص کے تناول فرمایا پھر اوس بچے کو ارشاد فرمایا کہ قم باذن اللہ یعنی خدا کے حکم سے کھڑا ہوجا وہ اوٹھکر چلا گیا پھر آپنے اوس شخص سے کہا کہ تجکو قسم ہے اوس ذات کی کہ جسنے تجکو یہ معجزہ دکھلایا بتلا دے کہ روٹی کسنے لی اوسنے جوابدیا کہ مین نہین جانتا پھر آپ اوسکو ساتہ لیچلے اور ایک چشمے پر پونہچے آپنے اوسکا ہاتہ پکڑ لیا اور پانی پر چلکے جب اوس سے پار ہوئے پوچھا کہ تجکو قسم ہے اوس معجزہ دکھانیوالے کی بتلا کہ روٹی کسنے لی اوسنے بدستور سابق عرض کیا کہ مجھے معلوم نہین — پھر ایک جنگل مین گئے وہان بیٹھکر حضرت عیسی علیہ السلام نے مٹی یا بالو جمع کرنا شروع کیا اور ڈھیر بنا کر فرمایا کہ خدا کے حکم سے سونا ہوجا وہ سونا ہو گیا آپنے اوسکے تین حصے کیے اور فرمایا کہ ایک ہمین سے

میرا ہے اور ایک تیرا اور ایک اوس شخص کا جسنے روٹی لی یہ سنتے ہی وہ بول اوٹھا کہ روٹی تو مینے ہی لی تھی
آپنے فرمایا کہ یہ سب تو ہی رکھہ اور اوس سے علیحدہ ہوگئے یہ شخص تنہا مال لیے جنگل مین تھا کہ اتنے مین دو شخص اسکے
پاس آئے اور چاہا کہ اسکو مار کر مال چھین لین اوسنے کہا کہ اسکو ہم آپس مین برابر تقسیم کر لین کیے لڑنے کی ضرورت
کیا ہے اول ایک شخص گانو مین جاکر کھانا لے آوے کہ اوسکو کھاوین غرض ایک اون مین سے کھانا لینے گیا
اور دل مین کہا کہ اگر اس کھانے مین مین زہر ملادون تو دونون شخص مرجاوین گے مال سارا مجکو ہی ملیگا
اسی خیال سے کھانے مین زہر ملادیا اور ادہر ان دونون نے آپس مین مشورہ کیا کہ اگر تیسرا شخص مارا جاوے گا
تو مال آدھا آدھا ہمارے حصہ مین آوے گا جب وہ کھانا لیکر آوے اوسکو مار ڈالنا چاہیے چنانچہ جب وہ
کھانا لیکر گیا اون دونون نے اوسکو مار ڈالا اور کھانا کھا لیا زہر کے باعث خود بھی وہان ہی کھپ رہے
اور سونا جون کا تون جنگل مین پڑا رہا اور یہ تینون اوسکے گرد ڈھیر تھے اس حال مین گذر حضرت عیسیٰ علیہ السلام
اوپر ہوا اپنے یارون سے ارشاد فرمایا کہ دیکھ لو دنیا کا یہ حال ہے اور اس سے بچتے رہیو۔ اور روایت
ہے کہ حضرت ذوالقرنین رح ایک قوم پر گذرے کہ اونکے پاس دنیا کی چیزون مین سے کچھ نہ تھا جیسے
لوگون کی غذا اور پوشاک وغیرہ ہوتی ہے اونکی معاش کا طور یہ تھا کہ قبرین کھود رکھی تھین صبح کو
اون مین جھاڑو دیتے اور صاف کرتے اور اونکے پاس نماز پڑھتے اور جانورون کی طرح ساگ چرتے
اور قدرت خدا سے ہر طرح کا ساگ اونکے لیے وہان موجود تھا حضرت ذوالقرنین نے اپنا ایلچی بھیجا کہ اونکے
سردار سے جاکر کہو کہ بادشاہ ذوالقرنین تمکو بلاتا ہے جب اوسنے اونکے حاکم سے پیغام کیا اوسنے جواب
دیا کہ مجھے کچھ اوس سے غرض نہین اگر اوسکو کچھ مطلب ہو تو میرے پاس چلا آوے حضرت ذوالقرنین
نے فرمایا کہ واقع مین سچ کہا اور خود اوسکے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ مین نے تمھارے بلانے کو
آدمی بھیجا تھا تم نے انکار کیا اب مین خود آیا اوسنے عرض کیا کہ اگر کچھ مجکو مطلب ہوتا تو مین خود آتا
آپ نے فرمایا کہ مین جو تمھارا حال دیکھتا ہون ایسا کسی کا حال نہین یہ کیا بات ہے کہ تمھارے پاس
دنیا کی شی کچھ نہین تم نے کچھ چاندی سونا کیون نہ پیدا کیا کہ اور لوگون کی طرح آسایش مین رہتے اوسنے
جواب دیا کہ ہمنے سونا چاندی اسواسطے برا جانا کہ جس کسیکو یہ ملتا ہے اوسکا نفس یہی چاہتا ہے کہ اس سے
افضل کوئی اور چیز ملے آپ نے فرمایا کہ پھر قبرین تم نے کس غرض سے کھودی ہین اور صبح ہی
اونکو صاف کرکے اونکے پاس نماز پڑھتے ہو اوسنے کہا کہ ان سے ہماری یہ مراد ہے کہ اگر بالفرض دنیا
کی طمع ہمکو ہو بھی تو قبرون کے دیکھنے سے اوس سے رک جاوین اور طول امل دل سے جاتی رہے
آپنے فرمایا کہ پھر ساگ کسواسطے کھاتے ہو چوپایون کو پال کر اونکا دودھ اور گوشت کیون

نہین کہاتے اور سوار کیون نہین ہوتے اوسنے کہاکہ ہم اپنے پیٹ کو جانورون کی قبر نہین بناتے زمین کے ساگ پات مین بھی ضرورت دفع ہوجاتی ہے آدمی کی زندگی کو ادنٰی چیز کافی ہے اور گلے سے اوترکر سب چیزین ایک سی ہوجاتی ہین پھر اوسنے ہاتھ بڑھاکر ذوالقرنین رح کے پیچھے سے ایک کھوپری اوٹھائی اور پوچھا کہ تمکو معلوم ہے کہ یہ کون ہے آپ نے فرمایا کہ مین نہین جانتا اوسنے کہاکہ یہ ایک زمین کا پادشاہ تھا خداے تعالے نے اسکو زمین کا حاکم کیا تھا اسنے سرکشی اور ظلم و ستم کیا جب خداے تعالے نے اسکا ظلم و ستم دیکھا اسپر موت کو مسلط کیا اب ڈھیلے کیطرح پڑا ہے اور اسکے سارے عمل خداے تعالے کو معلوم ہین قیامت کو اونکا بدلہ پاوے گا پھر اور ایک پرانی کھوپری اوٹھاکر پوچھا کہ اسکو جانتے ہو انھون نے فرمایا کہ مجھے معلوم نہین اوسنے کہاکہ یہ بھی ایک بادشاہ کا سر ہے جو اوسکے بعد ہوا اور پہلے کا ظلم و ستم اوسکو معلوم تھا اسنے لوگون کے ساتھ تواضع اور فروتنی کی اور اپنی رعیت کے ساتھ عدل سے پیش آیا اب اس حال مین ہوگیا خداوند کریم نے اسکے عمل بھی گن رکھے ہین اونکا ثواب قیامت کو پاوے گا پھر ذوالقرنین کی کھوپری کی طرف جھک کر کہا کہ اے ذوالقرنین یہ کھوپری بھی انھین دونون کی طرح ہوجاوے گی تو جو کچھ کیا کرے تامل سے کیا کر آپ نے فرمایا کہ اگر تو میرے ساتھ چلے تو مین تجکو اپنا نائب اور وزیر مشیر اور شریک سلطنت کردون اوسنے عرض کیا کہ مین اور آپ ایک جگہہ نہین رہ سکتے نہ اکٹھا ہوسکین آپ نے پوچھا کہ اسکا کیا سبب ہے اوسنے کہاکہ اس وجہ سے کہ آدمی تمھارے سب دشمن ہین اور میرے سب دوست آپ نے فرمایا یہ کیون ہے اوسنے کہا اسلیے کہ آپ کے پاس ملک و دنیا ہے اوسی کے سبب سب آپ کے دشمن ہین اور چونکہ مین نے دنیا پر لات ماری ہے مجھسے عداوت کی وجہ کوئی نہین مین چونکہ خود محتاج و مفلس ہون میرا دشمن کوئی نہین یہ سنکر ذوالقرنین رح اوسکے پاس سے چلے آئے اور اوسکی باتون سے کمال حیرت کرتے تھے اور عبرت و نصیحت سمجھتے تھے — ان حکایتون سے بھی آفات توانگری معلوم ہوتی ہین اور پہلے بھی اس باب مین بہت کچھ لکھا گیا ہے — باب ذم بخل و مال خدا کے فضل سے تمام ہوا

آٹھوان باب جاہ و ریا کی مذمت کے بیان مین

رباعی ہے گرچہ ظلوم اور جہول انسان آہ
پر جاہ و ریا کے مثل کوئی نہین عیب
رہتا ہے سدا جرم و گنہ سے ہمراہ
یہ عالم و عابد ہی کو کرتے ہین تباہ

حدیث شریف مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ اَخوَفَ مَا اَخَافُ عَلٰی اُمَّتِی

الرِّيَاءُ وَالشَّهْوَةُ الْخَفِيَّةُ اور ریا ایسی شہوت خفی مین سے ہے کہ اگر اندھیری رات مین سخت پتھر پر کالی
چیونٹی چلے تو جس طرح اوسکی چال کسی طرح محسوس نہین ہوتی اسی طرح یہ شہوت بھی محسوس نہین ہوتی
اسی واسطے اسکے آفات بڑے بڑے عالمونکو بھی معلوم نہین ہوتے ایسے جیسے عابدون اور متقیون کا
تو کیا ذکر ہے اور یہ نفس کے آخر مہلکات اور خفیہ مکرون مین سے ہے جو عالم و عابد راہ آخرت کو طے
کرنا چاہتے ہین اور اسکے لیے خوب مستعد ہوتے ہین وہ ریا مین مبتلا کیے جاتے ہین یعنے وہ لوگ اپنے
نفس کو مجاہدے سے مغلوب کر کے شہوات سے علیحدہ کیے ہین اور شبہات سے بچاتے ہین اور اقسام
عبادات اوس سے بزور لیتے ہین تو اونکے نفس اس بات سے تو عاجز ہو جاتے ہین کہ کسی گناہ
ظاہری کی طمع اعضائے ظاہری سے کرین اور مشقت مجاہدہ سے کوئی خلاصی کی صورت نہین
دیکھتے تو استراحت اور اس مشقت کے عوض کی خواہان رہتے ہین جب دنیا کے لوگ اونکو اتنی لگتی ہین
اور تعظیم و توقیر کرنے لگتے ہین تب نفس کو ایک لذت ہوتی ہے پھر اظہار علم و عمل و طاعت مین
بہت رغبت کرتا ہے اور خلق کے مطلع ہونے کے لیے حیلے وسیلے ڈھونڈھتا ہے خالق کے مطلع
ہونے پر قناعت نہین کرتا اور لوگون کے اچھا کہنے سے خوش ہوتا ہے صرف خدا کے اچھا کہنے پر
صابر نہین ہوتا اور اوسوقت یہ یقین ہو جاتا ہے کہ جب لوگون مین یہ مشہور ہو گیا کہ فلان شخص
تارک الشہوات اور شبہات سے مجتنب اور متحمل سخت عبادتون کا ہے بہت سے میری تعریف
و ثنا کرنے لگے اور بہت سا بڑھایا اور حرمت و توقیر سے دیکھنے لگے میرے دیدار و ملاقات کو تبرک
جاننے لگے اور مجھسے دعا منگوانے کی رغبت کرنے لگے اور میری رائے پر چلنے کے حریص ہو گئے
اور جہان مجھے دیکھتے ہین اول سلام کرتے ہین اور مجلسون مین صدر مقام پر جگہہ دیتے ہین
اور خرید و فروخت مین مجھسے مروت پیش آتے ہین اور کھانے و لباس وغیرہ مین اپنے اوپر مجھکو ترجیح
دیتے ہین اور میرے سامنے تواضع اور انقیاد کے ساتھ رہتے ہین اور میری خدمت یا اور کسی
غرض مین اطاعت کرتے ہین تو اس سے نفس کو ایسی لذت و شہوت حاصل ہوتی ہی کہ سب
لذتون سے بڑھکر اور سب شہوات سے غالب ہو یہانتک کہ اس لذت کے مارے گناہونکا چھوٹنا
کچھہ گران نہین گذرتا اور مواظبت عبادتون پر بہت آسان معلوم ہوتی ہے وہ تو یہ تصور کرتا ہے
کہ میری زندگی اللہ کے واسطے ہے اور اوسکی مرضی کے موافق عبادت کے لیے اور درحقیقت اوسکی
زندگی ان شہوات مخفی کی سبب ہے جنکو سوائے عقول سلیمہ قویہ کے اور کوئی نہین جانتا اوسکو یہ گمان ہے
کہ مین اللہ کی طاعت مین اخلاص کرتا ہون اور اوسکے محارم سے بچتا ہون حالانکہ نفس مین شہوت

بندون کے سامنے زینت و تکلف کے لیے بھری ہوتی ہے اور اوسی خوشی سنئیے جو منزلت و قدر اوسکو ہوتی ہے اسکے باعث ثواب طاعات کا اور اجر اعمال کا سب برباد ہو جاتا ہے وہ اس خیال مین ہے کہ مین اسد کا مقرب ہون حالانکہ اوسکا نام دفتر منافقین مین لکھا جاتا ہے اور یہ ایسا نفس کا مکر ہی کہ اس سے بجز صدیقین اور مقربین کے اور کوئی بچ نہین سکتا اور اسی بنا پر یہ قول مشہور ہے کہ صدیقین کے سرمین سے سب سے آخر مین جب ریاست فور ہوتی ہے - اور جب ریا ایسا مرض باطنی ٹھہرا اور اتنا بڑا جال شیطان کا ہے تو اسکی حقیقت و درجات و اقسام و سبب و طریق علاج و حذر کرنا ضروری ہوا اسی لحاظ سے اس باب کی دو فصلین کی جاتی ہین +

فصل اول مشتمل بارہ بیانون پر اور ان بیانات مین ایسی باتین مذکور ہونگی جنسے ریا پیدا ہوتا ہے اور وہ سب متعلق جاہ سے ہین اسی واسطے اون کا ریا سے اول بیان کرنا ضروری ہے

بیان اول شہرت اور خلق مین نام ہونے کی برائی - جاننا چاہیے کہ جاہ حقیقت مین آوازہ منتشر ہونے کا نام ہے اور اسطرح کی شہرت اچھی نہین بلکہ گمنامی بہتر ہے مگر یہ کہ خداوند کریم اپنے دین کے پھیلانے کو شہرت عنایت فرماتا ہے اور اس مین اوس شخص کی تکلیف و پیروی کو کچھ دخل نہو تو ایسی بے تکلف شہرت کا مضائقہ نہین نہ شہرت خوب نہین چنانچہ حضرت انس رض اس حدیث کو آنحضرت صلی اسد علیہ و سلم سے نقل فرماتے ہین کہ آپ نے فرمایا حَسْبُ امْرِئٍ مِنَ الشَّرِّ اِلَّا مَنْ عَصَمَہُ اللّٰہُ اَنْ یُشِیْرَ النَّاسُ اِلَیْہِ بِالْاَصَابِعِ فِیْ دِیْنِہٖ وَدُنْیَاہُ[۱] اور حضرت جابر بن عبد اللہ رض نے بھی اسی مضمون کو کچھ ایک الفاظ کی تغییر سے مع معنی زائد روایت فرمایا ہے اونکی روایت یون ہے بِحَسْبِ الْمَرْءِ مِنَ الشَّرِّ اِلَّا مَنْ عَصَمَہُ اللّٰہُ مِنَ السُّوْءِ اَنْ یُّشِیْرَ النَّاسُ اِلَیْہِ بِالْاَصَابِعِ فِیْ دِیْنِہٖ وَدُنْیَاہُ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَلٰکِنْ یَّنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَاِلٰی اَعْمَالِکُمْ[۲] اور حضرت حسن رح نے جب اس حدیث کو روایت کیا تو لوگون نے اونسے کہا کہ اے ابو سعید جب لوگ آپ کو دیکھتے ہین تو آپ کی طرف انگلیون سے اشارہ کرتے ہین آپ نے فرمایا کہ اس حدیث مین یہ اشارہ مراد نہین جو لوگ میری طرف کرتے ہین بلکہ مراد یہ ہے کہ دین مین کوئی بدعت نکالے اور اوسکے سبب مشار الیہ ہو یا دنیا کے فسوق و فجور کے باعث مشار الیہ ہو غرض کہ آپ نے اس حدیث کی تاویل ایسی فرمادی کہ اوسکا کچھ مضائقہ نہین - اور حضرت علی کرم اسد وجہہ فرماتے ہین کہ خرچ کر اور مشہور مت کر اور اپنے وجود کو بڑھا مت تاکہ لوگ تجکو پہچانین اور یاد کرین بلکہ اپنے آپ کو چھپا اور خاموش رہ کہ اس مین نجات ہے نیک بندے تجھسے خوش رہین گے اور بدکار خون جگر کھاوین گے - اور حضرت ابراہیم بن ادہم رح فرماتے ہین

[۱] یعنی آدمی کو شہرت سے بھی کافی ہے جسکو خدا بچاوے کہ لوگ اوسکی طرف انگلیون سے دین یا دنیا مین اشارہ کرین ۱۲ بیہقی در شعب سند ضعیف

[۲] آدمی کو اتنی ہی برائی بس ہے جسکو خدا برائی سے بچاوے کہ لوگ اوسکی طرف انگلیون سے اوسکے دین اور دنیا کے باب مین اشارہ کرین بیشک اللہ تعالی نہین دیکھتا ہے تمہاری صورتون کو بلکہ دیکھتا ہے تمہارے دلون اور اعمال کو ۱۲ یہ حدیث جابر بن عبد اللہ سے معروف نہین بلکہ بروایت ابو ہریرہ رض معروف ہے جسکو طبرانی نے اوسط مین اور بیہقی نے شعب مین اوسکو روایت کیا ہے فی دینہ تک اور باقی کو مسلم نے نقل کیا ہے ۱۲

کہ جس شخص نے شہرت کو اچھا جانا اوسنے خدا کو نہیں مانا اور حضرت ایوب سختیانی رح کا قول ہے کہ جب آدمی اس بات کو اچھا نہین جانتا کہ میرے مکان کی کسی کو خبر نہو تب تک خدا تعالی کی تصدیق نہین ہوتی اور خالد بن معدان رح کے حلقہ مین جب لوگ بہت ہوتے تو شہرت کے خوف سے حلقہ مین سے او ٹھہ جاتے اور ابو العالیہ رح کے پاس جب تین آدمیون سے زیادہ بیٹھتے تو آپ چلے جاتے اور حضرت طلحہ رض نے دیکھا کہ اونکے ساتہ قریب دس آدمیون کے چلتے ہین آپ نے فرمایا کہ طمع کی مکھیان ہین اور دوزخ کے پروانے ۔ اور حضرت سلیمان بن حنظلہ رح روایت کرتے ہین کہ ہم حضرت ابی بن کعب کے ساتہ پیچھے پیچھے جاتے تھے کہ ناگاہ حضرت عمر رض کی نگاہ اونپر پڑی آپ درہ لے کر اونپر اوٹھے اونھون نے عرض کیا کہ یا امیر المومنین آپ کیا کرتے ہین ذرا تامل فرمائیے آپ نے فرمایا کہ جس صورت سے تم جاتے ہو یہ تابعین کے حق مین مقام لغزش ہے اور تمھارے حق مین آزمایش ۔ اور حضرت حسن رح سے مروی ہے کہ حضرت ابن مسعود رض ایک روز اپنے گھر سے نکلے اونکے پیچھے بہت سے لوگ ہو لیے آپ نے اونکی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تم میرے پیچھے کیون آتے ہو بخدا کہ جس سبب سے مین اپنا دروازہ بند رکھتا ہون اگر تمکو معلوم ہو جاوے تو دو شخص بھی میرے ساتہ نہون ۔ اور حضرت حسن رح کا قول ہے کہ مردون کے پیچھے جوتون کی آواز ہوتی ایسا احمقون کے دل کم توقف کرتے ہین یعنی بیوقوف جلد شیخی مین آجاتے ہین اور ایک روز آپ نکلے اور لوگ پیچھے ہوئے آپ نے پوچھا کہ مجھسے کچھ غرض ہے تو خیر ورنہ عجب نہین کہ یہ ساتہ چلنا ایماندارون کے دل مین کچھ باقی چھوڑے یعنے مشایعت سے خوف سلب معرفت کا ہے ۔ اور روایت ہے کہ ایک شخص ابن محیریز کے ساتہ سفر مین گیا جب اونسے جدا ہونے لگا تو عرض کیا کہ مجھے کچھ وصیت کرو آپ نے فرمایا کہ اگر تجھسے ہو سکے تو یہ بات کر کہ دوسرے کو جان لے اور تجھکو کوئی نجانے چلتے وقت تیرے ساتہ کوئی نہو دوسرے سے تو پوچھے اور تجھسے کوئی نہ پوچھے ۔ اور حضرت ایوب رح سفر کیلیے نکلے اونکے ساتہ بہت سے لوگ ہوئے آپ نے فرمایا کہ اگر مجکو یہ علم نہوتا کہ خدا جانتا ہے کہ مین دل سے اس مشایعت کو برا جانتا ہون تو مجھے خوف غضب الہی تھا ۔ اور معمر رح کہتے ہین کہ مین نے اونپر ایک روز بباعث طول قمیص کے عتاب کیا تو آپ نے فرمایا کہ اگلے زمانے مین البتہ قمیص کے لنبا ہونے مین شہرت تھی مگر فی زماننا اوسکو اوپر چڑھانے مین ہے ۔ اور بعض اکابر کا قول ہے کہ مین حضرت ابو قلابہ کے ساتہ تھا اتنے مین ایک شخص آیا کہ بہت سے کپڑے پہنے تھا آپ نے فرمایا کہ اس بولتے گدھے سے بچتے رہو یعنی طلب شہرت مت کیجیو ۔ اور حضرت ثوری رح فرماتے ہین کہ بزرگان سابق دو شہرتون کو برا جانتے تھے عمدہ کپڑے

اور نکے پھٹے پرانے کپڑون کی اسلیے کہ آدمیون کی نظر دونون پر یکسان پڑتی ہے اور ایک شخص نے
بشر بن الحارث رح سے عرض کیا کہ مجھے کچھ وصیت کرو اونھون نے فرمایا کہ اپنے ذکر کو چھپا دے
اور غذا کو حلال و پاک بنا اور حوشب رح اس بات پر روتے کہ میرا نام جامع مسجد تک پہونچ گیا۔ اور بشر رح کا
قول ہے کہ مین ایسا کوئی نہین جانتا جسنے اپنا مشہور ہونا پسند کیا ہو اور اوسکا دین تباہ اور خود رسوا نہوا ہو
اور یہ بھی اونھین کا قول ہے کہ جو شخص اپنی شہرت چاہتا ہے وہ آخرت کا مزہ نہین پاتا

دوسرا بیان گمنامی اور عدم شہرت کی فضیلت

- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین
رُبَّ اَشْعَثَ اَغْبَرَ ذِيْ طِمْرَيْنِ لَا يُؤْبَهُ لَهٗ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ مِنْهُمُ الْبَرَاءُ بْنُ مَالِكٍ
اور حضرت ابن مسعود رض سے روایت ہے کہ آپنے فرمایا رُبَّ ذِيْ طِمْرَيْنِ لَا يُؤْبَهُ لَهٗ لَوْ اَقْسَمَ
عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ لَوْ قَالَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ الْجَنَّةَ لَاَعْطَاهُ الْجَنَّةَ وَلَمْ يُعْطِهِ مِنَ الدُّنْيَا شَيْئًا
اور فرمایا اَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰى اَهْلِ الْجَنَّةِ كُلُّ ضَعِيْفٍ مُسْتَضْعَفٍ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ وَاَهْلُ
النَّارِ كُلُّ مُسْتَكْبِرٍ جَوَّاظٍ اور حضرت ابو ہریرہ رض سے یہ حدیث مروی ہے کہ اہل جنت وہ لوگ ہین
کہ اونکے بال ژولیدہ ہون اور لباس دو چادرین بے حقیقت اگر امرا کے پاس جانا چاہین تو کوئی
جانے نہ دے اور اگر عورتون سے منگنی چاہین تو کوئی اونکے ساتھ نکاح نکرے اور جب کچھ گفتگو کرین تو کوئی
اونکے واسطے چپ نہو یعنے اونکے قول پر دھیان نہ دے اونکی حاجتین اونکے سینون مین پھرتی ہین اونکا
نور اگر قیامت مین بانٹا جاوے تو سب لوگون کو کافی ہو۔ اور فرمایا کہ میری امت مین بعض لوگ
ایسے ہین کہ اگر کسی سے ایک دینار خواہ ایک درم یا ایک پیسا مانگین تو کوئی نہ دے اگر وہ اللہ تعالی سے
جنت کے خواستگار ہون تو اونکو جنت عطا کرے اور اگر دنیا طلب کرین تو عنایت نہو اور اونسے دنیا اسلیے
نہین روکی ہے کہ وہ ذلیل ہین گو اونپر دو چادرین بے حقیقت ہوتی ہین لیکن اگر خدا کو قسم کسی کام کی لیے
دین تو خدا تعالے اونکو سچا کردے۔ اور روایت ہے کہ ایک بار حضرت عمر رض مسجد نبوی مین داخل ہوئے
دیکھا کہ معاذ بن جبل رض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس روتے ہین آپ نے سبب گریہ کا پوچھا
اونھون نے فرمایا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ تھوڑا سا ریا بھی شرک
ہے اور اللہ تعالے ایسے چھپے ہوئے متقیون کو دوست رکھتا ہے کہ اگر غائب ہوجاوین تو کوئی اونکی
تلاش نکرے اور اگر سامنے آوین تو کوئی اونکو نہ پہچانے اونکے دل چراغ ہدایت ہین ہر زمین تاریک غبار آلود
سے دوڑے آتے ہین اور محمد بن سوید رح سے روایت ہے کہ مدینہ منورہ مین خشکسالی ہوئی ایک مرد
صالح وہان تھا کہ مسجد شریف ہی مین رہتا اور دعا مانگا کرتا سب لوگ دعا مین تھے کہ اتنے مین ایک شخص آیا

جو پرانے کپڑے پہنے تھا اوسنے آکر دو مختصر رکعتین پڑھین اور ہاتھ اوٹھا کر دعا کی کہ الٰہی مین تجھکو قسم دیتا ہون
کہ اسی وقت مینہ برساوے ابھی اس شخص نے اپنے ہاتھ نیچے نہین کیے تھے اور نہ دعا سے فارغ ہوا تھا
کہ آسمان بادلون سے ڈھک گیا اور اتنا مینہ برسا کہ مدینے کے لوگ ڈوبنے کے خوف سے فریاد کرنے لگے
پھر اوس شخص نے عرض کیا کہ الٰہی اگر تو جانتا ہے کہ اسقدر پانی انکو بس ہے تو روکدے اوسی وقت
بارش تھم گئی اور پھر یہ شخص اوس مرد صالح کے پیچھے ہولیا اور اوسکا گھر معلوم کرکے صبح ہی اوسکی
خدمت مین گیا اور ملاقات کرکے کہا کہ مین ایک غرض سے آپ کی پاس آیا ہون اوسنے پوچھا
کہ کیا مطلب ہے کہا کہ یہ التجا ہے کہ آپ اپنی دعا مین مجکو بھی مخصوص کرین اوس مرد صالح نے فرمایا
سبحان اللہ تم مجھسے کہتے ہو کہ مین اپنی دعا مین تمکو خاص کرون تمھارا حال تو کل معلوم ہی ہوگیا
ہوگا کہ یہ رتبہ تمکو کیسے ملا اوسنے کہا کہ جو کچھہ اللہ تعالے نے مجکو امر و نہی کیا اوسکو مین نے مانا اور طاعت
کی پس مین نے جو اللہ تعالے سے سوال کیا اوسنے میرا سوال مجکو عنایت کیا۔ اور حضرت ابن مسعودؓ
فرماتے ہین کہ لوگو علم کے چشمے اور چراغ ہدایت بنو اپنے گھرون مین بیٹھے رہو رات کے چراغ اور تازہ دل
ہوجاؤ اور لباس پرانا پہنو کہ آسمان کے لوگ تمکو جانین اور زمین والے نہ پہچانین - اور حضرت
ابو امامہ رضہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث قدسی روایت کرتے ہین کہ اللہ تعالے ارشاد
فرماتا ہی اِنَّ اَغْبَطَ اَوْلِیَائِیْ عَبْدٌ مُؤْمِنٌ خَفِیْفُ الْحَاذِ ذُوْحَظٍّ مِنْ صَلٰوۃٍ اَحْسَنَ عِبَادَۃَ
رَبِّہٖ وَاَطَاعَہٗ فِی السِّرِّ وَکَانَ غَامِضًا فِی النَّاسِ لَا یُشَارُ اِلَیْہِ بِالْاَصَابِعِ ثُمَّ صَبَرَ عَلٰی ذٰلِكَ
راوی فرماتے ہین کہ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک ہاتھ کی پورون کو دوسری ہاتھ کی پورون پر
مارا اور یون ارشاد فرمایا کہ عُجِّلَتْ مَنِیَّتُہٗ وَقَلَّ تُرَاثُہٗ وَقَلَّتْ بَوَاکِیْہِ اور حضرت عبد اللہ بن عمرؓ
فرماتے ہین کہ اللہ کے نزدیک سب مین پیاری لوگ اوسکے غریب الوطن بندے ہین کسی نے پوچھا کہ حضرت غریب الوطن
یعنے مسافر سے آپ کی کیا غرض ہے آپ نے فرمایا کہ جو لوگ اپنا دین لیکر لوگون سے علیحدہ ہوگئے ہین
اور قیامت کو حضرت عیسی علیہ السلام کے پاس جمع ہونگے - اور حضرت فضیل بن عیاضؓ فرماتے ہین
کہ مجکو یہ روایت پونہچی ہے کہ اللہ تعالے اپنے انعامات مین بندے کے سامنے یہ بھی ذکر فرماوے گا
کہ مین نے تجپر انعام نہین کیا تھا تیری پردہ پوشی نہین کی تھی تیرا ذکر مخفی نہین رکھا تھا اور حضرت
خلیل بن احمد یون دعا مانگتے کہ الٰہی تو مجکو اپنے نزدیک خلق مین بلند تر رتبہ والون مین سے کردے
اور میرے نزدیک مجکو تمام خلق سے کم رتبہ بنادے اور لوگون کے نزدیک مجکو درجۂ اوسط عنایت فرما
اور حضرت ثوری رحمہ فرماتے ہین کہ مین اپنے دل کو ایسا پاتا ہون کہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے

غرباء کے ساتھ سلامتیت پا جاوے جو قوت اور گلیم پر بسر کرتے ہیں۔ اور حضرت ابراہیم بن ادہم فرماتے ہین کہ دنیا مین مجھکو خنکی چشم صرف ایکبار حاصل ہوئی ہے کہ ایک رات مین شام کے گانوون مین سے ایک مسجد مین لیٹ رہا اور مجھکو دست آتے تھے موذن نے میری ٹانگ پکڑ کے اتنا گھسیٹا کہ مجھے مسجد سے باہر نکال دیا اور حضرت فضیل فرماتے ہین کہ اگر تجھسے یہ ہوسکے کہ کوئی تجھکو نہجانے تو ایسا ہی کر اور اسمین کچھ حرج نہین کہ کوئی نہ پہچانے اور نہ اسمین کچھ مضائقہ ہے کہ کوئی تیری تعریف نکرے اور نہ اسمین کچھ برائی ہے کہ تو لوگون کے نزدیک برا ہو اور خدا کے نزدیک اچھا ہو۔ پس ان اخبار و آثار سے مذمت شہرت کی اور فضیلت گمنامی کی صاف عیان ہے اور شہرت اور نمشناصیت سے غرض جاہ ہے یعنی لوگون کے دلون مین جگہہ کرنی اور جاہ کی محبت ہر ایک فساد کی جڑ ہے۔ یہان یہ اعتراض ہوتا ہے کہ انبیا علیہم السلام اور خلفاء راشدین اور ائمہ علما تو سب سے زیادہ مشہور ہین انکی شہرت سے بڑھکر اور کوئی شہرت کیا ہوگی تو انکو فضیلت گمنامی کسطرح حاصل نہوئی اوسکا جواب یہ ہے کہ شہرت مذموم وہی ہے جو آدمی کی طلب سے ہو لیکن شہرت کا پایا جانا خدا تعالے کی طرف سے بدون بندے کی ہیر پھیر کے برا نہین علاوہ اسکے شہرت سے نقصان ضعیفون کو ہوتا ہے زبردستون کو نہین ہوتا اور ضعیفون کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی پانی مین ہاتھ پاؤن مارنا جانتا ہو اور اتفاق سے اوسکے گرد بہت سے لوگ ڈوبتے ہون پس بہتر یہی ہے کہ اسکو کوئی نہ جانے ورنہ ڈوبتے لوگ اسکو چمٹینگے اور یہ بھی اونکے ساتھ ہلاک ہوجاویگا اور جو زبردست تیراک ہے اوسکی شان کے مناسب یہی ہے کہ اوسکو لوگ پہچانین تا کہ اگر ڈوبتے لوگ اوس سے التجا کرین تو وہ اونکو بچاسکے اور ثواب پاوے *

تیسرا بیان جاہ کی محبت کی برائی

اللہ تعالے ارشاد فرماتا ہے تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا اس آیت مین دو ارادون کو اکٹھا فرمایا ہے یعنی ارادہ رفعت اور ارادہ فساد اور پھر بیان فرمایا کہ دار آخرت اوسی کیلیے ہے جو دونون ارادون سے خالی ہو اور دوسری جا ارشاد فرمایا مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ یہ آیت بھی اپنے عموم پر محبت جاہ کو شامل ہے اسلیے کہ یہ محبت تمام لذات حیات دنیاوی سے بڑھکر ہے اور سب مینون سے یہ زینت زیادہ ہے۔ اور حدیث شریف مین ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْمَالُ وَالْجَاهُ يُنْبِتَانِ النِّفَاقَ فِي الْقَلْبِ كَمَا يُنْبِتُ الْمَاءُ الْبَقْلَ اور فرمایا مَا ذِئْبَانِ ضَارِيَانِ اُرْسِلَا فِيْ زَرِيْبَةِ غَنَمٍ بِاَكْثَرَ فَسَادًا مِنْ حُبِّ الشَّرَفِ وَالْمَالِ فِيْ دِيْنِ الرَّجُلِ الْمُسْلِمِ

ف ۱ یعنی دنیا مین مجھکو آنکھ کی ٹھنڈک [illegible] یعنی ایسی خوشی کہ جس سے مجھکو ٹھنڈک ہو ایکبار ہوئی ۱۲

ف ۲ جو کوئی دنیا کا جینا اور اوسکی رونق چاہے بھر دین ہم اونکو اونکے عمل اسمین اور اونکو اسمین نقصان نہین وہی ہین جنکو کچھہ نہین آخرت مین سوا آگ اور برباد ہوا جو کیا تھا اوس جگہ اور خراب ہوا جو کمایا تھا ۱۲

ف ۳ مال و جاہ اوگاتے ہین نفاق کو دل مین جیسے پانی اوگاتا ہے ساگ کو ۱۲

ف ۴ دو بھوکے بھیڑئے چھوڑے ہوئے بکریون کے گلے مین اتنا نقصان نہین کرتے جتنا شرف اور مال کی محبت مسلمان آدمی کے دین مین نقصان کرتی ہے ۱۲

اور حضرت علی نے ارشاد فرمایا اِنَّمَا هَلَاكُ النَّاسِ بِاتِّبَاعِ الْهَوٰى وَحُبِّ الثَّنَاءِ خدا تعالے سے یہ
دعا ہے کہ اپنے فضل و کرم و احسان سے ان بلاؤن سے ہمکو عافیت مین رکھے

چوتھا بیان جاہ کے معنے اور اوسکی حقیقت کے ذکر مین — جاننا چاہیے کہ مال اور جاہ دنیا کے دو رکن ہین مال کے معنے تو یہ ہین کہ جن چیزون سے نفع ہوا اونکا مالک ہونا اور جاہ کے معنے یہ ہین کہ جن لوگون سے اپنی تعظیم اور طاعت مطلوب ہے اونکا مالک ہو جانا — اور جس طرح کہ مالدار اور غنی وہ کہلاتا ہے جو روپیہ پیسے پر قدرت رکھتا ہو اور اون روپون کے ذریعہ سے اپنے تمام مقاصد اور شہوات اور حظوظ نفس پورا کر سکتا ہو اسی طرح صاحب جاہ وہ شخص کہلاتا ہے جو لوگون کے دلون کو ایسی طرح قابو مین رکھے کہ جو مطلب حاجت اوسے چاہے وہ حاصل کر سکے — اور جس طرح مال اقسام و انواع کے حرفون اور صناعتون سے پیدا کیا جاتا ہے ایسا ہی لوگون کے دل بھی اقسام معاملات سے اپنی طرف رجوع ہوتے ہین — اور دل مسخر جبھی ہوتے ہین جب کہ کسیکو کسی بات مین معتقد علیہ جانین پس جس دل مین کسی شخص کی نسبت کسی وصف کمال کا اعتقاد ہوگا وہ اوسی اعتقاد کے موافق اوسکا مسخر ہو جائیگا اور یہ کچھ شرط نہین کہ وہ وصف فی نفسہ بھی کچھ کمال ہو بلکہ یہی کافی ہے کہ اوس شخص کے عندیہ مین اور اعتقاد مین وہ کمال ہو — بعض اوقات وہ ایسی چیز کو بھی کمال اعتقاد کریگا جو واقع مین کمال نہو اور معتقد علیہ مین اوسکا دل اوس وصف کمالی کا یقین کر لیتا ہے اسی جہت سے دل ضرور ہی منقاد ہو جاتا ہے اسلیے کہ انقیاد دل کی ایک کیفیت کا نام ہے اور دل کی کیفیات تابع اوسکے اعتقادات اور علوم اور تخیلات کے ہوتے ہین پس جیسا اعتقاد ہوگا ویسی ہی کیفیت اوسپر طاری ہوگی — اور جیسے کہ مال کی محبت رکھنے والا یہ چاہتا ہے کہ میرے پاس لونڈی غلام ہو جاوین ایسی ہی طالب جاہ یہ چاہتا ہے کہ سب لوگ میری غلامی کرین اور اونکے دلون پر مجکو اختیار کلی ہو جاوے بلکہ جو بات صاحب جاہ چاہتا ہے وہ بہت بڑھکر ہے اسلیے کہ مالدار تو لونڈی غلامون کا زبردستی مالک ہوتا ہے وہ لوگ اپنی طبیعت سے ہرگز نہین چاہتے کہ ہم کسی کے زرخرید ہون اور اگر اونکو قابو دیا جاوے تو ہرگز آقا کی متابعت نکرین بخلاف صاحب جاہ کے کہ اوسکی طاعت لوگ خوشی سے کرتے ہین اور آزاد شخص اپنی طبیعت کی خواہش سے اوسکے غلام بنتے ہین اور اس غلامی و طاعت کو فخر اور موجب خوشی سمجھتے ہین اب دونون مین فرق سمجھ لینا چاہیے کہ صاحب جاہ کا مطلوب مالک لونڈی غلام سے کتنا زیادہ ہے — اس سے معلوم ہوا کہ جاہ کے معنے یہی ہین کہ لوگون کے دلون مین جگہہ ہونی یعنی کسی شخص کی کسی وصف کمالی کا دلو مین اعتقاد آجانا پس جسقدر کہ اوسکے کمال کا لوگون کو اعتقاد ہوگا اوسی قدر دل بھی منقاد ہونگے اور

اور جسقدر دلون کا انقیاد ہوگا اوسی قدر صاحب جاہ لوگون کے دلون پر اختیار ہوگا اور جسقدر اختیار ہوگا اوسی قدر اوسکو فرحت اور محبت جاہ سے ہوگی - یہانتک معنی اور حقیقت جاہ کے بیان ہوئے اب اسکے ثمرات اور نتیجے ہین مثلاً لوگون کا تعریف کرنا یا حد سے زیادہ بڑھانا یعنے جو شخص کسی کی طرف اعتقاد کسی کمال کا رکھتا ہے اپنے اعتقاد کی چیز سے چپ نہین رہتا اور معتقد علیہ کی ثنا اوس وصف مین کرتا ہے اور منجملہ نتائج جاہ کی خدمت اور اعانت ہے کہ اعتقاد والا اپنے اعتقاد کے موافق اپنے نفسکو معتقد علیہ کیخدمت و اعانت مین مصروف رکھتا ہے اور غلامون کی طرح اوسکا مسخر رہکر کسی طرح دریغ نہین کرتا اور نیز نتائج جاہ سے معتقد علیہ کو مقدم سمجھنا اور اوسکے ساتھ کوئی خرخشہ نکرنا اور تعظیم کرنی اور اول ہی سلام کرنا اور سب مقصدون مین اوسکو مقدم جاننا اور محفلون مین عمدہ جگہہ پر بٹھانا ہی یہ باتین کسی کے جاہ کے دل مین سمانے سے پیدا ہوا کرتی ہین یعنے جب لوگون مین صفات کمالیہ کسی شخص کا اعتقاد آجاتا ہے خواہ وہ صفات علمی ہون یا عبادت یا حسن عادت یا نسب یا حسن صورت یا حکومت یا زور بدن خواہ اور کوئی چیز جسکو لوگ اچھا جانتے ہین تو دلون مین اوس شخص کے جاہ قائم ہونے کا سبب یہی اوصاف ہوتے ہین اور اسیلیے وہ آثار مذکورہ ظہور مین آتے ہین

پانچوان بیان اس امر کا کہ جاہ کے محبوب ہونے کی کیا وجہ ہے کہ بدون مجاہدۂ سخت کے کسی فرد بشر کا دل اس سے خالی نہین ہوتا - جاننا چاہیے کہ جو سبب چاندی سونے کے اور دوسرے مال کی محبوب ہونے کا ہے وہی بعینہ جاہ کے محبوب ہونے کا ہے بلکہ سبب محبت جاہ اس بات کا مستدعی ہے کہ جاہ کی محبت بہ نسبت مال کے بہت زیادہ ہو جیسے چاندی اور سونا اگر وزن مین مساوی ہون تو محبت سونے کی زیادہ ہوتی ہی اور اسکو یون سمجھنا چاہیے کہ روپیہ اشرفی بذات خود نہ کھانے کی لیاقت رکھتی ہین نہ پہننے کی نہ لباس اور نکاح کی اس اعتبار سے روپیہ اشرفی اور کنکر مین کچھہ فرق نہین بلکہ اونکی محبت اسلیے ہوتی ہے کہ اونکے ذریعہ سے اور محبوب چیزین حاصل ہوسکتی ہین اور حاجتین پوری ہوسکتی ہین یہی حال جاہ کا یعنے دلون کے مالک ہونے کا ہے کہ وہ بھی بذات خود کارآمد نہین بلکہ وسیلہ حصول اغراض کا ہوتا ہے پس چونکہ سبب محبت روپیہ اشرفی اور جاہ مین ایک ہی ہی اسیلیے محبت بھی دونون سے ہونی چاہیے مگر چونکہ جاہ بہ نسبت مال کی ترجیح رکھتا ہے اسواسطے اوسکی محبت بھی بہ نسبت مال کے زیادہ ہونی چاہیے اور جاہ یعنی ملکیت قلوب کو ملکیت مال پر تین طرح کی فوقیت ہے اول یہ کہ جاہ سے مال کا ملنا بہت آسان ہے اور مال سے حصول جاہ دشوار مثلاً کوئی عالم یا زاہد جسکی جگہہ لوگون کے دلون مین ہے اگر مال پیدا کرنا چاہے تو اوسکو کچھہ دقت نہین ہوگی اسلیے کہ جو لوگ اوسکی صفت کے معتقد ہین اونکے دل اوسکے

اختیار مین ہین اور مال کا دینا دل سے متعلق ہے جسکی طرف دل ہوگا اوسکے لیے مال دینا کچھ دریغ نہین ور
اگر کوئی خسیس جسمین کوئی وصف کمال نہین خزانہ پاوے اور اوسکو جاہ نہو اور چاہے کہ مال کی حفاظت سے
مجکو جاہ حاصل ہوجاوے تو نہایت دشوار ہے اس سے معلوم ہوا کہ جاہ ذریعہ مال کا ہوسکتا ہے جو صاحب جاہ ہوگا وہ صاحب مال بھی ہے
اور جو مال کا مالک ہے وہ کسی طرح مالک جاہ نہین اسی لیے جاہ زیادہ ترجیح ہے دوسرے دوم یہ کہ مال معرض تلف مین بھی آسکتا ہے کہ
چوری ہوجاوے یا چھن جاوے یا حکام و ظالم اوسپر طمع کرین علاوہ ازین اوسکے لیے احتیاج پہرے چوکی اور خزانہ وغیرہ
کی ہے غرضکہ بہت سی آفتین پاس آتی ہین اور دل جب ملک مین آجاتے ہین تو ان آفات مین سے کوئی سی آفت بھی اون ملکیت پر نہین
آتی تو واقع مین اصلی خزانہ یہی ہے کہ جسپر چور قابو پاوین نہ غاصبون کے ہاتھ لگے اور مال مین سب سے زیادہ پایدار اشیاء غیر منقول ہین اونمین
بھی خطرہ غصب اور ظلم کا موجود ہے اور خالی حفاظت اور نگاہبانی سے نہین مگر دلون کے خزانے مین
یہ سب باتین مفقود ہین وہ آپ ہی آپ محفوظ اور غصب و چوری سے مامون ہین ہان ایک آفت اس
خزانے مین یہ ہوسکتی ہے کہ لوگون کو کوئی بہکا کر اور صاحب جاہ کی برائی بیان کرکے اونکے دل پھیر
سکتا ہے اور اعتقاد بدل سکتا ہے مگر اس شاذ و نادر بات کا دفع کرنا بہت آسان ہے اور اکثر تو جو کوئی
ایسا کرنا چاہے اوسکو بن ہی نہین پڑتا سوم یہ کہ دلون کی ملکیت بے رنج و مشقت بڑھتی جاتی ہے
اور ایک سے دوسرے مین سرایت کرتی جاتی ہے اسلیے کہ جب دل کسی کے وصف کمالی کے معتقد ہوتے ہین
کہ فلان شخص بڑا عالم یا عامل ہے تو زبان خود بخود اوسکی ثنا مین کھلتی ہے اور جس چیز کے خود معتقد ہوتے ہین
وہ دوسرے کے سامنے بیان کرتے ہین پس دوسرے شخص کا دل بھی اسی جال مین گرفتار ہوجاتا ہے اور
آدمی کی طبیعت جو انتشار صیت و ذکر کو پسند کرتی ہے اوسمین بھی یہی بات ہے کیونکہ ذکر جب اطراف
مین پھیلتا ہے تو اوس سے اور دل معتقد ہوتے ہین اور اوس اہل کمال کو بڑا جاننے لگتے ہین
اسی طرح ایک سے دوسرے تک پھیلتا رہتا ہے اور بڑھتا جاتا ہے اور اسکی کوئی حد معین نہین بخلاف
مال کے کہ وہ اگر کسی کی ملکیت مین آجاتا ہے تو جبتک اوسکے بڑھانے مین تعب و مشقت و رنج و محنت
نہ اوٹھائے گا وہ تنا ہی رہیگا خود بخود نہین بڑھنے کا اور جاہ خود بخود پھیلتا اور بڑھتا جاتا ہے
اور اسی جہت سے جب آدمی کا جاہ زیادہ ہوجاتا ہے اور شہرہ خلق ہوجاتا ہے اور سب لوگ اوسکی تعریف
مین رطب اللسان رہتے ہین تو اوسکے مقابلہ مین مال اوسکی نظرون مین حقیر ہوجاتا ہے یہ مجمل
ترجیحات جاہ کی مال پر ہین اگر انکو مفصل لکھا جاوے تو ترجیح بھی زیادہ تر معلوم ہو یہان ایک
سوال پیدا ہوتا ہے کہ آدمی کو مال اور جاہ سے غرض صرف حصول اغراض اور دفع مضار ہے مثلاً
حصول غذا و مسکن و پوشاک یا دفع مرض و عقوبت کہ بدون مال خواہ جاہ کے نہین ہوسکتی تو اسوجہ سے

مال و جاہ کی محبت بے شک ہونی چاہیے اسلیے کہ جو چیز ذریعہ محبوب چیزون کے وصول کا ہوتی ہی اوسکو بھی آدمی کی طبیعت محبوب جانتی ہے مگر طرفہ اور عجیب تر تو یہ ہے کہ کوئی حاجت بھی آدمی کو نہو تب بھی محبت مال کے جمع کرنے کی اور خزانون کے افراط کی اور دفینون کی کثرت کی ہوتی ہی یہانتک کہ اگر آدمی کے پاس دو جنگل سونے کے ہون تو تیسرے کا خواستگار ہوگا حالانکہ قطعًا معلوم ہی کہ اوسکی طرف کبھی حاجت نہ پڑے گی اسی طرح جاہ کے باب میں آدمی اپنا ذکر اور شہرت ایسی دور دراز ملکون مین چاہتا ہے کہ یقیناً جانتا ہے کہ مین وہان کبھی نجاؤنگا اور نہ کبھی وہان کے لوگون کی ملاقات ہوگی کہ اونکو تعظیم یا سلوک کی نوبت پونہچے یا کسی غرض مین ممد و معاون ہون اور باوجود اسکے ایسی جگہہ مین بھی انتشار ذکر سے نہایت خوشی ہوتی ہے اور اصلی محبت طبیعت مین پائی جاتی ہی ظاہر مین یہ ایک جہالت کی بات ہے کہ بے فائدہ چیز کی محبت کرے جس سے نہ فائدہ دین ہو نہ فائدہ دنیا - اسکا جواب یہ ہے کہ واقع مین یہ محبت ہر ایک دل مین ہے اور اسکے دو سبب ہین ایک سبب تو ظاہر ہے جو عوام بھی جانتے ہین اور دوسرا جو بڑا سبب ہے وہ پوشیدہ ہے اور نہایت دقیق کہ ذکی شخصون کے فہم سے بھی بعید ہے غبیون کا تو کیا ذکر ہے کیونکہ اوس سبب کو نفس کی رگ باطنی اور طبیعت کے اقتضای خفیہ سے مدد پہونچتی ہے جسکو بجز نہایت درجہ کے تامل والون کے اور کوئی نہین دریافت کر سکتا سبب اول تو اس محبت جمعیت کا یہ ہے کہ رنج خوف کا دور کرنا منظور ہوتا ہے یہ بات ظاہر ہے کہ سوء ظن سے ڈرنے والا حریص ہوا کرتا ہی اور انسان کا بھی یہی حال ہے کہ اگرچہ اسکے پاس سر دست مال بقدر کفایت موجود ہو مگر چونکہ طول امل سے ہے اس جہت سے یہ خیال کرتا ہے کہ شاید یہ مال جو مجکو کافی ہے تلف ہو جاوی اور دوسرے کا محتاج ہونا پڑے جب یہ خطرہ دل مین گذرتا ہے تو اوسکے دل مین سے خوف جوش زن ہوتا ہے اور یہ رنج خوف کا جبتک دور نہین ہوتا جبتک دوسرا مال اوسکے پاس نہو کہ جس سے اوسکا اطمینان ہو کہ اگر مال اول کو مصیبت آجاوی گی تو یہ دوسرا کام آوے گا بس اسی طرح ہمیشہ اپنے نفس پر خوف کرتا رہتا ہے اور زندگی کی محبت مین فرض کر لیتا ہے کہ بہت دنون جیونگا اور یہ بھی فرض کر لیتا ہی کہ بہت سی حاجات پیش آوینگے اور یہ بھی مان لیتا ہے کہ مال موجود پر بہت سی آفتین آ پڑا وین گی انھین خیالات سے خوف اوبھرتا ہے اور دفع خوف کے لیے مال کی کثرت کرتا جاتا ہے کہ اگر بالفرض ایک مال پر آفت آوی تو دوسرا کام آوے اور یہ ایک ایسا خوف ہے کہ اسکے واسطے کوئی مقدار مخصوص مال کی نہین کہ وہان تک پہونچکر ٹھہر جاوے اسی واسطے مالکے طالب کی بھی کوئی حد معین نہین اور اسی بنا پر حدیث شریف مین آیا ہے کہ مَنْهُومَانِ لَا يَشْبَعَانِ مَنْهُومُ الْعِلْمِ وَمَنْهُومُ الْمَالِ - اور اسی جیسا سبب جاہ مین

یعنی دو حریص سیر نہین ہوتے ایک حریص علم کا دوسرا حریص مال کا طبرانی نے اوسط و بزار نے بروایت ابن عباس بسند ضعیف ۱۲

سمجھنا چاہیے یعنے جو شخص یہ چاہتا ہے کہ دور دراز ملکون کے لوگون کے دل مین میری جگہہ ہو وہ یہ فرض کر لیتا ہے کہ شاید کوئی ایسا سبب ہو کہ مین اپنے وطن سے اون لوگون مین جا پڑون یا وہ لوگ اس ملک مین آجاوین اور اون سے احتیاج استعانت کی ہو تو چونکہ یہ امر ممکن ہے اور حاجت ہونی دور کے ملک والون سے ظاہر احتمال نہین تو ایسے لوگون کے دلون مین اپنی وقعت ہونے سے نفس کو کمال فرحت اور لذت ہوتی ہی ہے کیونکہ اسمین وہی خوف وہمی جاتا رہتا ہے — دوسرا سبب جو زیادہ قوی ہے وہ یہ ہے کہ روح ایک امر ربانی ہے جیسا کہ اسد تعالے نے خود اوسکو اپنے کلام پاک مین ارشاد فرمایا ہے وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي اور اوسکے ربانی ہونیکے یہ معنی نہین کہ وہ علوم مکاشفہ کے اسرار مین سے ہے اوسکے اظہار کی اجازت نہین اسواسطے کہ اوسکو آنحضرت صلی اسد علیہ وسلم نے بھی ظاہر نہین فرمایا ہے مگر قبل اس امر کے جاننے کے یہ معلوم ہے کہ آدمی کے دل کو چار طرح کے صفات کی طرف رغبت ہوتی ہے اول صفات بہیمی کی طرف مثل خورد و نوش اور جماع کے دوسرے صفات سبعی کیطرف جیسے مار پیٹ اور ایذا سوم صفات شیطانی کی طرف مثل مکر و فریب بہکانے کے چہارم صفات ربوبیت کیطرف جیسے کبر اور عزت اور شیخی اور طلب علو وغیرہ اور ان چارون کیطرف میل ہونا اسوجہ سے ہے کہ انسان چند اصول مختلف سے مرکب ہے جنکی تفصیل کی شرح کرنی طویل ہے بہرحال انسان اسوجہ سے کہ اسمین امر ربانی بھی ہے اپنی طبیعت سے ربوبیت پسند ہے اور ربوبیت کے معنے یہ ہین کہ کمال مین یکتا ہونا اور وجود مستقل مین یگانہ ہونا — اور چونکہ کمال اوصاف الٰہی مین سے ہے اسی جہت سے انسان کا بھی محبوب بالطبع ہی باقی رہا کمال ہونے کا وہ منحصر ہے وجود پر مثلاً آفتاب کا کمال اسی مین ہے کہ تنہا موجود ہے اگر اوسکے ساتھ دوسرا آفتاب ہوتا تو اوسکے حق مین نقصان ہوتا یعنی کہ اوسوقت یہ نہ کہہ سکتے کہ کمال آفتاب ہونے مین یگانہ ہے اور وجود مین یگانہ خداے تعالے ہی کہ اوسکے ساتھ کوئی وجود سوا اوسکے نہین بلکہ وجود ماسوا کا اوسی کے آثار قدرت کا ایک نشان ہے بذات خود اوسکو قیام نہین خداے تعالے ہی کے وجود کے باعث قائم ہے اسی جہت سے یہ نہین کہہ سکتے کہ ماسوا کا وجود خداے تعالے کے وجود کی معیت رکھتا ہے اسلیے کہ معیت یعنی ایک ساتھ ہونا اس بات کو چاہتا ہے کہ دونون رتبہ مین مساوی ہون اور رتبہ مین مساوات ہونے سے کمال مین نقصان ہے کامل وہی ہے جسکا مثل رتبہ مین نہ پایا جاوے جیسے آفتاب کے تمام جہان مین چمکنے سے کچھہ اوسمین نقصان نہین بلکہ یہ داخل اوسکے کمال مین ہے بلکہ آفتاب کا نقصان دوسرے آفتاب کے موجود ہونے سے ہے جو اوسکے رتبہ کے مساوی ہو اور اوسکی کچھہ پروا نہ رکھے اسی طرح وجود اشیاء ماسوی اسد کا سمجھنا چاہیے کہ یہ بھی

آفتاب وجود حقیقی سے پرتوہ پا کر اپنے اپنے وقت پر جلوہ گر ہین کوئی اوسکا سہیم و شریک نہین کہ اوس سے مستغنی ہوسکے وجودش آن فروزان آفتابست + کہ ذرہ ذرہ ازوی نوریا بست + حاصل یہ کہ معنے ربوبیت کے یہ ہین کہ یگانہ ہونا وجود مین یعنی کمال ہین اور ہر ایک انسان اپنی طبیعت سے یہ امر پسند کرتا ہی کہ کمال کے ساتھ یگانہ مین ہی ہوجاؤن اسی لحاظ سے بعض مشائخ صوفیہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہر ایک انسان کے باطن مین وہ بات موجود ہے جسکی تصریح فرعون نے اپنے قول انا ربکم الاعلی سے کی تھی مگر یہ کہ اوسکی مجال نہین پاتا یعنے متفرد بالکمال ہونے کو جی چاہتا ہے مگر ہو نہین ہوسکتا اور واقع مین جیسا اوس بزرگ نے فرمایا ویسا ہی ہے اسلیے کہ بندہ ہونا نفس پر شاق ہے اور ربوبیت طبعًا محبوب ہے کیونکہ منسوب بانیت کیطرف ہے جسکا اشارہ آیہ کریمہ قل الروح من امر ربی مین ہے لیکن از آنجاکہ نفس منتہاے کمال کے حاصل کرنے سے عاجز ہے تو اوسکی آرزو تب بھی کرتا رہتا ہے اور کمال کا متمنی اور محب اور اوس سے لذت یاب رہتا ہے اور سوائے آرزوی کمال کے اور کوئی وجہ لذت کی نہین غرضکہ جو موجود ہے وہ اپنی ذات کو اور اپنی ذات کے کمال کو پسند کرتا ہے اور مرنے کو جس سے فنائے ذات یا فنائے صفات کمال ذات سے متصور ہے ناپسند کرتا ہے۔ اور اگر یگانہ ہونا وجود مین نہ فرض کیا جاوے تب کمال اس طرح ہوگا کہ تمام موجودات پر غالب ہو اسیلیے کہ زیادہ تر کمال انسان تو اس مین ہے کہ دوسرے شخصون کا وجود اوس کیسے ہو اگر یہ نہو تو اتنا تو ہو کہ سب پر غالب ہو اسوجہ سے سب پر غالب ہونا انسانکو طبعًا محبوب ہے کیونکہ اسمین بھی ایک جہ کا کمال پایا جاتا ہے مگر یہ کہ غلبہ اشیاء پر جب ہوتا ہے جبکہ قدرت اون مین تاثیر اور تغیر کی اپنے ارادے سے حاصل ہو کہ جس طرح انکو چاہے اولٹ پھیر کر سکے تو انسانکو یہ بات محبوب ہوئی کہ جو چیزین اسکے ساتھ موجود ہین سب پر اپنا غلبہ اور تصرف کرے لیکن از آنجاکہ موجودات کی تین قسمین ہین ایک تو ایسی ہین کہ جن مین کسی طرح کا تغیر نہین ہوسکتا مثل ذات و صفات الٰہی کے اور ایک ایسی ہین کہ تغیر ہوسکتا ہے لیکن خلق کا تصرف اونپر نہین ہوسکتا جیسے آسمان اور ستارے اور فرشتے اور جن اور شیاطین اور پہاڑ اور سمندر اور جو چیزین اونکے نیچے ہین تیسری قسم ایسی چیزین ہین جو بندے کے تصرف سے متغیر ہوسکتی ہین جیسے زمین کے اجزا اور معادن اور نباتات اور حیوانات اور اسی قسم مین سے آدمیون کے دل بھی ہین کہ قابل تاثیر اور تغیر کے مثل اجسام انسانون کے ہین پس جبکہ موجودات مین یہ تقسیم ہوئی کہ بعض مین تصرف انسانی کا دخل ہوا جیسے زمین کی اشیا اور بعض اسکے تصرف سے خارج ہوئے جیسے ذات الٰہی اور آسمان و فرشتے تو انسان نے اس بات کو محبوب سمجھا کہ فلکیات پر

من من من ربکم الاعلی
[illegible]

علم کی محبت مستولی ہونا چاہیے اور اوسکے اسرار و دقائق کو جاننا چاہیے کہ یہ بھی ایک طرح کا غلبہ ہے
اسلیے کہ شے معلوم جسپر علم محیط ہوتا ہے وہ گویا کہ علم مین داخل ہو جاتی ہے اور عالم اوس علم پر حاوی
ہونے سے گویا غالب کہلاتا ہے اسی بنا پر انسان نے اسبات کو پسند کیا کہ اللہ تعالے اور فرشتون
اور آسمانون اور ستارون کو جانے تمام عجائبات سماوی اور عجائب پہاڑون اور سمندرون کو
جانے کہ اسمین ایک طرح کا استیلا پایا جاتا ہے جو ایک شوق کمال کی ہے اور اسکی مثال ایسی ہے کہ
کوئی شخص اگر کسی صنعت عجیب سے عاجز ہو تو طرح اون صنعت ہی کا مشتاق بنے کہ کسی طرح اسکا طریق
ہی معلوم ہو جاوے مثلاً اگر کسیکو شطرنج کھیلنا نہ آتا ہو تو وہ اسی بات کا مشتاق ہوگا کہ اوسکی چالین ہی
معلوم ہو جاوین یا یہ کہ کوئی صنعت عجیب ہندسہ کی خواہ شعبدہ یا جر ثقیل وغیرہ کی دیکھی اور جان لیا
کہ مجکو نہ آوے گی یا نہ بن پڑے گی مگر یہ چاہا کہ اسکی کیفیت معلوم ہو جاوے کہ کیسے ہوتی ہے تو اگرچہ
اس شخص کو اپنے عاجزی کا اوس صنعت سے رنج ہوگا لیکن اگر اوسکو علم کیفیت ہی ہو جاوے گا
تو کمال علم سے لذت پاوے گا۔ مگر یہی امر قسم جسپر انسان کے تصرف کو دخل ہے یعنے زمین کی اشیا تو انسانکو
طبعاً محبوب ہے کہ انپر تصرف و قدرت سے مستولی ہو جاوے کہ جو چاہے سو کرے اور زمین کی اشیا
کی دو قسمین ہین ایک اجسام دوسری ارواح اجسام جیسے روپیہ اشرفی اور اسباب وغیرہ ان چیزون مین
یہ بات محبوب ہے کہ جہان چاہے وہان کھے جسکو چاہتے دیوے جسکو چاہے نہ دیوے وغیرہ غرض انپر قدرت تصرف کا
خواہان ہوتا ہے اسلیے کہ قدرت کمال گنا جاتا ہے اور کمال صفات ربوبیت سے ہے جو انسان کو طبعاً محبوب ہے اسی جہت سے
اموال کی محبت کرتا ہے گو کھانے اور پینے اور لباس اور شہوت نفس کے لیے اونکا محتاج نہو اسی واسطے لوگون کو
بھی اپنا غلام بنایا چاہتا ہے کہ اونکے اجسام و اعضا پر تصرف و قدرت ہو جاوے گو جبراً قہراً ہی ہو اور دلکی
ملکیت بھی حاصل نہو کیونکہ دلون کی تسخیر تو بدون اعتقاد کمال کے نہین ہوتی یہ ضرور نہین کہ لونڈی غلامون کے
دل بھی آقا کے کمال کے معتقد ہون الا قہر و جبر کا خیال البتہ دلمین رہتا ہے اسی سے اپنے اجسام سے اطاعت
کرتے ہین اور یہی دبدبہ اور غلبہ اور قدرت حضرت انسان کو محبوب ہے۔ دوسری قسم آدمیون کے نفس اور اونکے
دل ہین کہ تمام روی زمین چیزون مین انفس و اعلی ہین انسانکو یہ محبوب ہے کہ اونپر بھی غلبہ و قدرت ہو جاوے
اس طرح کہ تمام قلوب مسخر ہو جاوین کہ اپنے ہی اشارہ اور ارادہ مین رہین اور وجہ اس امر کے محبوب ہونے کی یہ ہے
کہ اسمین کمال غلبہ متصور ہے اور صفات ربوبیت کے ساتھ مشابہت پائی جاتی ہے الا قلوب کی تسخیر بدون
محبت نہین ہوتی اور دلون مین محبت بدون اعتقاد کمال نہین آتی اسلیے کہ کمال صفات الٰہی مین سے ہے
اور صفات الٰہی سب کے سب طبعاً انسان کو محبوب ہین کہ اون مین ربانی بات پائی جاتی ہے اور امر ربانی

انسانی مین بھی ہے اور وہ ایسی شی ہے کہ نہ موت سے فنا ہو نہ خاک اوسکو کھاوے کیونکہ وہی محل ایمان اور معرفت ہے اور وہی دیدار خدا تک پونہچانے والی اور دیدار کی طرف سعی بھی اوسی سے ہوتی ہے پس یہان سے معلوم ہوا کہ جاہ کے معنے دلون کا مسخر ہونا ہے اور جس کسی کی تسخیر مین دل آجاتے ہین اوسکو اونپر استیلا و قدرت ہو جاتی ہے اور استیلا اور قدرت کمال مین داخل ہے جو کہ صفات ربوبیت سے ہے اسی وجہ سے دلکو کمال علم و قدرت طبعًا محبوب ہے اور مال و جاہ اسباب قدرت مین سے ہین پھر چونکہ معلومات اور مقدورات کی کچھ انتہا نہین تو جبتک کوئی چیز علم و قدرت سے خارج رہے گی جبتک شوق کو تسکین نہوگی اور نقصان بھی باقی رہے گا اسی لیے حدیث مذکورۂ بالا مین وارد ہے کہ مَنْھُوْمَانِ لَا یَشْبَعَانِ غرض کہ ہر ایک دل کا مطلوب کمال ہے اور کمال علم و قدرت سے ہوتا ہے اور اسکے درجات کا فرق اندازہ شمار ہے پس ہر ایک انسان اوسی قدر خوشی اور لذت پاتا ہے جسقدر کہ اوسکو کمال ہو سو یہ وجہ ہے جس سے کہ علم و مال اور جاہ محبوب ہین اور ظاہر ہے کہ یہ وجہ دوسری ہی چیز ہے وجہ اول یعنے ذریعہ قضاے شہوات ہونا مال وجاہ کا علیحدہ بات ہے اسلیے کہ شوق حصول علم و مال وجاہ باوجود شہوات کے ساقط ہونے کے بھی باقی رہتا ہے بلکہ انسان ایسے علوم سے محبت رکھتا ہی کہ جن مین لیاقت حصول اغراض کی نہو بلکہ کبھی عجائب اور مشکلات کے جاننے مین طبیعت ایسی مصروف ہوتی ہے کہ تمام اغراض و شہوات سے دست بردار ہو جاتا ہے اسواسطے کہ علم شی مین معلوم پر استیلا پایا جاتا ہے جو من وجہ کمال ہے اور صفات ربوبیت مین سے ہے جو طبعًا محبوب ہوتی ہین لیکن علم و قدرت کے کمال حاصل کرنے مین غلطی بھی واقع ہوتی ہے جسکا بیان بہت ضروری ہے

چھٹا بیان کمال حقیقی اور کمال وہمی بے اصل کا ذکر۔ یہ تو پہلے معلوم ہو چکا کہ بعد نہو سکنے یگانگی فی الوجود کے کوئی کمال علم و قدرت کے کمال کے برابر نہین اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ کمال حقیقی علم و قدرت مین کمال وہمی سے ملا جلا ہے اور اسکو اسطرح سمجھنا چاہیے کہ کمال علم کا سواے خداے تعالے کے اور کسیکو نہین اور اسکی تین وجہین ہین اول تو کثرت معلومات کے باعث کہ خداوند کریم کا علم سب معلومات پر محیط ہے اس بنا پر جتنا کسی بندے کو معلومات زیادہ ہونگے وتنا ہی خدا سے قریب ہوگا دوسری معلوم چیز کی اصل حقیقت کے دریافت کرنے کے باعث کہ خداوند کریم کے علم کے سامنے سب معلومات کی اصل حقیقت کامل طور پر واضح ہے پس اگر کسی بندے کا علم بھی انہی صفت پر ہو کہ اشیا کی حقیقت کو جہط جیسی وہ ہین صدق و یقین و وضوح کے ساتھ مفصل جانے وہ خداے تعالے سے قریب ہوگا تیسری علم کی پایداری و قیام کے باعث کہ ابد الآباد تک تبدیل و زوال کو اوسین دخل نہو خداے تعالی کا علم

ایسا قائم و باقی ہے کہ اوسمین مجال تغیر و تبدیل کی نہین پس اگر بندے کے علم مین بھی تغیر و تبدل
واقع نہو تو وہ خدا تعالے سے قریب ہوگا پھر معلومات کی دو قسمین ہین ایک تو متغیر ہونے والی
اور ایک ازلی متغیرات کی مثال یہ ہے کہ مثلا اس جملہ کو جاننا کہ زید گھر مین ہے پس ہوسکتا ہے
کہ زید گھر مین سے چلا جاوے اور علم اوسکے گھر مین ہونے کا موجود ہے اس صورت مین یہ علم
جہل ہوجاوے گا اور باعث نقصان ہوگا نہ باعث کمال پس جن چیزون کے حالات مین انقلاب
متصور ہے اگر اونکو کسی خاص حال پر اعتقاد کر لوگے تو اس امر کے درپے ہوگے کہ اپنے کمال کو نقصان سے
بدل ڈالو اور علم کو جہل سے اسی مین داخل ہین تمام جہان کے متغیرات مثلا کسی پہاڑ کے ارتفاع
کو جاننا اور پیمایش زمین اور شمار شہرون کے اور فاصلہ اونکے درمیان کا اور دوسری چیزین جو
مسالک اور ممالک کے بیان مین مذکور ہوتی ہین اسی طرح علم لغت کو سمجھنا چاہیے کہ لغت بھی اصطلاح کا
نام ہے جب مدت گذر جاتی ہے اور لوگ اور عادتین بدل جاتی ہین تو اصطلاحات مین تبدیل ہو جاتی ہے
غرضکہ یہ علوم ایسے ہین کہ انکے معلومات مثل پارہ کے ہین کہ ایک حال سے دوسرے حال پر بدلتے رہتے ہین
تو ایسے علوم مین گو سردست کمال ہے مگر ایسا کمال نہین جو دل مین باقی رہے دوسری قسم معلومات
ازلی ہین مثلا جائز ہونا ممکن اشیا کا یا واجب ہونا واجبات کا یا محال ہونا مستحیل چیزون کا یہ معلومات
ازلی ہین کہ کبھی نہین بدلتے مثلا محال ہے کہ واجب کبھی ممکن ہوجاے یا ممکن چیز محال ہو یا محال
واجب ہوجاوے یہ اقسام داخل ہین خدا کی معرفت مین اور جو اشیا کہ اوسکے لیے واجب ہین اور جو چیزین
کہ اوسکے صفات مین محال ہین اور اوسکے افعال مین جائز ہین تو اسد تعالے اور اوسکے صفات اور
افعال کا علم اور اوسکی حکمت کا جو آسمانون اور زمینون مین ہے اور جو ترتیب کہ اوسنے دنیا و آخرت
مین رکھی ہے اور اونکے متعلقات کا علم کمال حقیقی ہے کہ جو اوس سے متصف ہوگا وہ خدا تعالے سے
قریب ہوگا اور یہ کمال نفس کے لیے بعد موت بھی رہے گا اور یہ معرفت عارفین کے لیے مرنے کے بعد نور
بنے گی یَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَبِاَیْمَانِھِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا یعنے یہ معرفت ایسا
راس المال ہوجاوے گی کہ اسکے ذریعہ سے جو چیز دنیا مین معلوم نہوئی تھی وہ معلوم ہوجاوے گی
جیسے کسی کے پاس ایک چراغ دھندھلا سا ہو تو ہوسکتا ہے کہ اوس سے دوسرا چراغ روشن کرکے
نور کو زیادہ خواہ کامل کرے اور جسکے پاس سرے سے چراغ ہی نہو اوسکو یہ بات حاصل نہین ہوسکتی
اسی طرح جسکو اصل معرفت نہین اوسکو اس نور کی طمع نہین ہوسکتی وہ ایسا ہوگا کَمَنْ مَّثَلُهٗ فِی الظُّلُمٰتِ
لَیْسَ بِخَارِجٍ مِّنْھَا بلکہ اوسکی تاریکی کی یہ مثال ہوگی کَظُلُمٰتٍ فِیْ بَحْرٍ لُّجِّیٍّ یَّغْشٰهُ مَوْجٌ مِّنْ

فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ظُلُمَاتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ اس سے معلوم ہوا کہ سعادت صرف معرفت الٰہی مین ہے اور دوسری چیزون کی معرفت کا حال یہ ہے کہ بعض مین تو کچھ فائدہ ہی نہین جیسے شعر کی معرفت اور عرب کے نسب کا حال وغیرہ اور بعض ایسی اشیا ہین کہ اونسے معرفت الٰہی مین اعانت ہوتی ہے جیسے لغت عربی کی معرفت اور تفسیر و فقہ و حدیث کی معرفت کہ لغت کی معرفت سے تفسیر قرآن مجید کے جاننے پر اعانت ہوتی ہے اور علم تفسیر سے قرآن مجید کے مضامین اور کیفیت عبادات اور اعمال کی جنسے تزکیہ نفس ہوتا ہے معلوم ہوتی ہے اور طریق تزکیہ نفس کے جاننے سے لیاقت حصول معرفت الٰہی ہوتی ہے جیسا کہ خود ارشاد فرمایا ہے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا اور فرمایا وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا بس یہ سب چیزین گویا کہ ذریعہ ہین واسطے ثبوت معرفت الٰہی کے ہر چند کمال خدا کی معرفت اور اوسکے صفات و افعال کی معرفت مین ہے مگر اوسی مین یہ بھی شامل ہے کہ موجودات کی معرفت حاصل ہو اسلیے کہ موجودات سبکی سب اوسکے افعال ہین سے ہین بس جو شخص کہ موجودات کو اس اعتبار سے معلوم کرے گا کہ وہ اللہ تعالے کے افعال مین سے ہین اور اوسی کی قدرت اور ارادہ اور حکمت کے ساتھ مرتبط ہین تو یہ جاننا بھی ضمیمہ معرفت الٰہی مین سے ہوگا یہ حکم کمال علم کا ہے جو ہمنے بیان کیا اگرچہ مناسب احکام جاہ وریا کے نہتھا الا چونکہ کلام کو پورا ذکر کرنا منظور ہے اس لیے بیان کیا گیا۔ باقی رہا کمال قدرت بس بندے کو اوسمین کمال حقیقی نہین البتہ بندے کو علم حقیقی ہے قدرت حقیقی نہین قدرت حقیقی صرف خدا تعالے ہی کو ہے اور اشیا مین جو اثر بندے کی قدرت و ارادہ کا ظاہر ہوتا ہے یہ بھی خدا تعالے ہی کے پیدا کرنے سے ہے جیسا کہ ہمنے باب صبر و شکر اور باب توحید و توکل اور اور جگہون مین جلد چہارم سے ثابت کیا ہے خلاصہ یہ کہ کمال علم آدمی کے ساتھ بعد موت بھی باقی رہتا ہے اور اوسکو خدا تک پونہچاتا ہے مگر کمال قدرت مین ہم کوئی کمال بجہت قدرت نہین جانتے البتہ قوی کی قدرت کمال علم کا وسیلہ ہین مثلاً تندرستی اور ہاتھ مین قوت گرفت کا ہونا اور پاؤن مین قوت رفتار کا ہونا اور حواس مین قوت ادراک کا ہونا یہ سب ذریعہ اس بات کے ہین کہ کمال حقیقی علم کا ان سے حاصل ہوسکے اور بعض اوقات ان قوی کے پورا ہونے کے واسطے حاجت مال و جاہ کی قدرت کی ہوتی ہے تاکہ اوسکے سبب خورد و نوش و لباس و مسکن مل سکے اور ظاہر ہے کہ ان اشیا کے لیے ایک مقدار معین ہے بس اگر مال کو معرفت الٰہی تک پہونچنے کے لیے صرف نہ کرے گا تو اوسمین یقیناً کچھ خیر نہین صرف سردست کی لذت حاصل ہوگی جو عنقریب فنا ہوجاوے گی اور جو شخص ایسی لذت کو کمال جانتا ہے وہ جاہل ہے مگر تمام خلقت ایسی جہالت کے دام مین گرفتار ہے لوگ یہی تصور کرتے ہین

کہ بسبب اجسام پر قدرت وبدبہ ہونی اور اموال سے توانگری ہونی اور لوگون کے دلون مین بباعث جاہ کے اپنی عظمت ہونی اسی کا نام کمال ہے جب یہ اعتقاد دلمین کرلیتے ہین تو اسی بات کو محبوب جانتے ہین اور اوسی کے طالب ہوتے ہین اور طلب مین ہمہ تن مشغول ہوکر تباہ ہوتے ہین کمال حقیقی جو موجب قرب اللہ ہے اور فرشتون سے قریب کرتا ہے اوس سے بالکل غافل ہین اور وہ کمال حقیقی علم اور حریت کا ہے کمال علم تو ہم پہلے ذکر کرچکے ہین کہ معرفت الہی کا نام ہے اور حریت یعنی آزادی سے غرض قید شہوات اور دنیا کے ترددات سے آزاد ہونے سے ہے جس مین فرشتون کی مشابہت پائی جاتی ہے کہ اونکو نہ شہوت ڈگا سکتی ہے نہ غضب پوانہ کرسکتا ہے غرض کہ دور کرنا آثار شہوت و غضب کا نفس سے وہ کمال ہے جو صفات ملائکہ مین داخل ہے اور یہ محال ہے کہ کوئی صفت کمالی خدا ئے پاک کی متغیر ہوسکے یا اوسپر کوئی شی اثر کرسکے پس جو شخص کہ تغیر اور عوارض کے تاثر سے بعید ہوگا وہی اللہ سے قریب ہوگا اور فرشتون سے مشابہ اور خدا ئے تعالے کے نزدیک بلند مرتبہ بھی وہی ہوگا اور یہ کمال کمال علم وقدرت سے علیحدہ شے ہے اور ہمنے اسکو اسوجہ سے اوپر نہین بیان کیا کہ واقع مین اس کمال کا مآل نقصان نہونے کیطرف رجوع کرتا ہے اسلیے کہ بدلجانا بھی ایک نقصان ہے کیونکہ تغیر اوسی کو کہتے ہین کہ جو صفت پہلے سے موجود تھی وہ جاتی رہے اور جاتا رہنا ذات کے لیے بھی نقصان ہی اور جو صفات کمالی ذات کی ہین اونکے لیے بھی نقصان ہے باین لحاظ اب اگر شہوات سے نہ بدلنے اور اونکی نافرمانی کرنے کو جدا کمال قرار دین تو کمالات تین ہوتے ہین اول کمال علم دوم کمال حریت یعنی شہوات کا غلام نہونا اور اسباب دنیوی کا بچا رہنا سوم کمال قدرت اور بندہ کو کمال علم اور کمال حریت کی حاصل کرنے کا طریق تو مل سکتا ہے مگر تیسری قسم کمال قدرت کے حاصل کرنے کا طریق نہین مل سکتا اور یہ کمال بھی بعد موت باقی رہے اس لیے کہ قدرت اموال پر خواہ اجسام پر جو قلوب ابدان کی تسخیر سے ہوتی ہے موت پر جاتی رہتی ہے اور معرفت اور آزادی موت سے فنا نہین ہوتین بلکہ باقی رہتی ہین اور وسیلہ قرب الہی ہوتی ہین مقام غور ہے کہ جاہل کسطرح اندھے ہوکر معاملہ بالعکس کرتے ہین کہ مال وجاہ سے کمال قدرت کے طالب ہین جو فانی شی ہے اور کسی طرح اوسکو بقا نہین اور کمال علم وکمال حریت سے بالکل منہ پھیر لیا ہے اور یہ دونون ایسے ہین کہ اگر نصیب ہوجاوین تو ابدالآباد منقطع نہون یہی لوگ اس آیت کے مصداق ہین اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ان لوگون نے اللہ تعالے کا یہ ارشاد نہ سمجھا کہ فرماتا ہے اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ

ثواباً وخیر املاً باقیات صالحات علم وحریت ہین کہ نفس مین ہمیشہ کو رہینگے اور مال وجاہ تو چند روز کے بعد فنا ہو جاوینگے انکی مثال اس آیت مین مذکور ہے اِنَّمَا مَثَلُ الحَیٰوۃِ الدُّنیَا کَمَآءٍ اَنزَلنٰہُ مِنَ السَّمَآءِ فَاختَلَطَ بِہٖ نَبَاتُ الاَرضِ مِمَّا یَاکُلُ النَّاسُ وَالاَنعَامُ حَتّٰۤی اِذَآ اَخَذَتِ الاَرضُ زُخرُفَہَا وَازَّیَّنَت وَظَنَّ اَہلُہَآ اَنَّہُم قٰدِرُونَ عَلَیہَآ اَتٰہَآ اَمرُنَا لَیلًا اَو نَہَارًا فَجَعَلنٰہَا حَصِیدًا کَاَن لَّم تَغنَ بِالاَمسِ کَذٰلِکَ نُفَصِّلُ الاٰیٰتِ لِقَومٍ یَّتَفَکَّرُونَ اور دوسری جگہہ ارشاد فرمایا وَاضرِب لَہُم مَّثَلَ الحَیٰوۃِ الدُّنیَا کَمَآءٍ اَنزَلنٰہُ مِنَ السَّمَآءِ فَاختَلَطَ بِہٖ نَبَاتُ الاَرضِ فَاَصبَحَ ہَشِیمًا تَذرُوہُ الرِّیٰحُ وَکَانَ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیءٍ مُّقتَدِرًا اور جو چیزین کہ موت کے جھونکے سے فنا ہو جاتی ہین وہ زندگی کے مزے ہین اور جنپر موت کا صدمہ نہین ہوتا اور اوس سے فنا نہین ہوتی وہ باقیات صالحات ہین اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ مال و جاہ سے کمال قدرت کو کمال سمجھنا امر ظنی اور بے اصل ہے جو کوئی اسکی طلب مین اپنی عمر ضائع کرے اور اسیکو مقصود اصلی جانے وہ جاہل ہے کیا خوب کہا ہے کسی کہنے والے نے ع مال جنھون نے جمع کیا وہ ہاتھ پسارے جاتے ہین۔ یعنی مال اسلیے جمع کیا تھا کہ مفلس نہونگے مگر وقت مرگ محتاج اور خالی ہاتھ ہی جاتے ہین۔ ہان جو شخص انکو بقدر ضرورت جس سے کمال حقیقی تک پہونچنے کا ذریعہ ہو حاصل کرے گا وہ چین سے رہے گا خدا تعالے ہمکو بھی ایسی ہی توفیق و ہدایت عنایت کرے +

ساتوان بیان اس امر مین کہ جاہ کی کونسی محبت اچھی ہے اور کونسی بری۔ جب یہ معلوم ہو چکا کہ جاہ کے معنے دلون کی ملکیت اور انپر قدرت ہونے کی ہین تو جاننا چاہیے کہ اوسکا حکم بھی ملکیت اموال کا سا ہے اسلیے کہ جاہ بھی ایک عرض دنیاوی اغراض مین سے ہے موت پر منقطع ہو جاتا ہے اور از انجا کہ اَلدُّنیَا مَزرَعَۃُ الاٰخِرَۃِ واقع ہے تو جو چیز دنیا مین پیدا ہوئی ہے اوس سے زاد آخرت حاصل کرنا ممکن ہے پس جسطرح تھوڑا مال خورد و نوش و لباس کے لیے ضروری ہے اسی طرح تھوڑا سا جاہ بھی خلق کے ساتھ بسر اوقات کے لیے ضروری ہے اور جیسے کہ خوراک امر لابدی ہے اور جائز ہی کہ مقدار ضرورت کو اوس سے خواہ اوس مال کو جس سے خوراک خریدی جاوے محبوب جانے اسی طرح حاجت ایک خادم کی جو خدمت کرے اور ایک رفیق کی جو اعانت کرے اور ایک استاد کی جو راہ بتاوے اور ایک حاکم کی جو بدون کی شرارت و ظلم سے بچاوے ضروری ہے پس اس بات کو محبوب جاننا سالک کا کہ خادم کے دل مین میری ایسی وقعت ہو کہ وہ خدمتگذاری کیے جاوے یا رفیق کے دل مین ایسی منزلت ہو کہ وہ اعانت سے باز نرہے یا استاد کے دل مین ایسی جگہہ ہو کہ جس سے راہ اچھی طرح بتاوے یا حاکم کے دل مین ایسی عزت ہو کہ وہ شرارت

دفع پر آمادہ ہو جاوے یہ مذموم نہین اس لیے کہ جاہ بھی ایک ذریعہ اغراض کا مثل مال کے ہے دونون مین کچھہ
فرق نہین — ہان تحقیق اس باب مین یہ ہے کہ خود مال اور جاہ کو محبوب نجانے بلکہ اونکی محبت کو ایسا سمجھے جیسا
کسی کے گھر مین پاخانہ ہو اور قضاے حاجت کی جہت سے اوس پاخانے کا ہونا پسند کرتا ہو اور یہ چاہتا ہو
کہ اگر مجھے حاجت براز کی نرہے تو اس پاخانے سے بھی کچھہ سروکار نرہے بس ایسا شخص واقع مین پاخانے
سے محبت رکھنے والا نہ گنا جاوے گا بلکہ جو شی محبوب تک پہونچنے کا ذریعہ ہوتی ہے ہان محبت صرف مقصود اصلی ہی سے ہوتی ہے ذریعہ سے صرف
ذریعہ ہونے کی محبت ہوتی ہے فقط اب اسکو ایک مثال سے سمجھائے دیتے ہین مثلا ایک شخص اپنی
منکوحہ سے اسوجہ سے محبت رکھتا ہے کہ وقت ضرورت اوس سے صحبت کرتا ہے جس طرح پاخانے کو
قضاے حاجت کے لیے اچھا سمجھتا ہے اور اگر اسکو ضرورت شہوت داعی نہو تو منکوحہ کو طلاق
دیدے جیسے حاجت براز نہونے سے پاخانے مین نجاتا او ربعض اوقات منکوحہ کو خود چاہتا ہے اور
اوسکی صورت پر فریفتہ رہتا ہے یہانتک کہ اگر کبھی اتفاق صحبت نہو تاہم اوسکو نکاح سے باہر کرنا
نہین چاہتا تو اس دوسری قسم کو محبت کہتے ہین اول قسم اصل محبت نہین علی ہذا القیاس جاہ و
مال کا حال ہے کہ اگر انکے ساتہ اس وجہ سے محبت ہو کہ ان سے اغراض بدن حاصل ہوتے ہین تو کچھہ
برائی نہین اور اگر خود انھین سے محبت ہے اس سے کچھہ غرض نہین کہ یہ ذریعۂ اغراض ہین
یا نہین یا مقدار ضرورت سے زائد کو مثلا محبوب جانے تو مذموم ہے لیکن ایسا شخص جو خود مال و جاہ سے
محبت رکھتا ہے فاسق اور عاصی نہوگا جبتک کہ اس محبت کے باعث کسی گناہ کا مرتکب نہو
یا مال و جاہ کے حاصل کرنے کے لیے مکر و فریب و جھوٹ وغیرہ کو ذریعہ نہ بناوے یا اونکے حصول
کے لیے کسی عبادت کو وسیلہ ٹھہراوے کیونکہ عبادت سے مال و جاہ پیدا کرنا دینی گناہ اور حرام ہے
اور ریاکاری کا بھی وہی ہے جیسا کہ آگے مذکور ہوگا۔ اب باقی رہی یہ بات کہ خادم و رفیق و استاد
و حاکم کے دلون مین جگہہ کرنے کی کوئی حد مقرر ہے یا جسقدر چاہے اوس قدر رکھا اونکو معتقد کرلے
تو اوسکی تشریح یہ ہے کہ دوسرے شخص کو معتقد کرنا تین طرح پر ہے دو صورتین تو مباح ہین اور
ایک ممنوع جو صورت کہ ممنوع ہے وہ یہ ہے کہ اونکو ایسی صفت کا معتقد کرے جو اپنے آپ مین نہو مثلا
اونکو اسبات کا معتقد کرے کہ مین عالم یا پرہیزگار یا سید ہون حالانکہ ایسا نہین تو یہ حرام ہے
اسلیے کہ دروغ اور دہوکا دینا ہے خواہ قول مین یا معاملہ مین — اور مباح صورتون مین سے ایک یہ ہے
کہ جس صفت کے ساتہ خود متصف ہو اوسی رتبہ کا خواہان ہو مثلا حضرت یوسف صدیق علیہ السلام نے
حاکم مصر سے فرمایا تھا اجعلنی علی خزائن الارض انی حفیظ علیم آپ حاکم کے دل مین اسبات کے

خواہان ہوئے کہ مین حفیظ و علیم ہون اور ایسے شخص کی اوسکو ضرورت بھی تھی اور یہ قول آپکا درست اور صادق تھا - دوسری صورت یہ ہے کہ اپنے کسی عیب یا گناہ کو مخفی رکھنا کہ جس سے دوسرے کی نظر و نہین نہ گر جاوے یہ بھی مباح ہے کیونکہ گناہ کا مخفی رکھنا جائز ہے پردہ دری اور بری بات کو علانیہ کہنا جائز نہین علاوہ ازین اسمین کچھ دھوکا دینا نہین بلکہ جس چیز کے جاننے سے کچھ فائدہ نہو اوسکی اطلاع نکرنی ہے مثلاً ایک شخص شراب خوار ہے مگر حاکم سے نہین کہتا کہ مین شراب پیتا ہون نہ یہ اظہار کرتا ہے کہ مین پرہیزگار ہون کیونکہ اگر پرہیزگار ظاہر کریگا تو تو صریح جھوٹ اور فریب دہی ہوگی صرف شرابخواری کا اقرار نکرنے سے یہ ضرور نہین کہ حاکم اسکی پرہیزگاری کا اعتقاد کرے بلکہ اتنا ہے کہ اوسکو اسکی شرابخواری کا علم نہوگا - اور یہ امر بھی منجملہ ممنوعات ہے کہ دوسرے کے سامنے نماز بہت اچھی طرح پڑھے تاکہ وہ خوب معتقد ہو جاوے اسلیے کہ یہ سراسر ریا اور فریب دہی ہے کہ وہ تو یہ جانے کہ میان صاحب بہت اخلاص و خشوع خدا کے ساتھ رکھنے مین حالانکہ انکا فعل محض ریا ہے پس اس طور سے جاہ کا طلب کرنا حرام ہے اور اسی طرح مال کا پیدا کرنا بھی ناجائز ہے دونون مین کچھ فرق نہین اور جسطرح کہ دوسرے کا مال مکر و فریب سے مفت یا کسی چیز کے عوض مین لے لینا ناجائز ہے اسی طرح دوسرے کے دل کا بھی مکر و فریب سے مالک ہونا ناجائز ہے کیونکہ دلون کی ملکیت بہ نسبت مال کی ملکیت کے بڑھکر ہے

آٹھوان بیان اسباب مین کہ نفس کو اپنی مدح و ثنا کی محبت اور خوشی کس سبب سے ہے اور ہجو سے نفرت اور بغض کس وجہ سے - جاننا چاہیے کہ قلب کو جو مدح سے خوشی اور لذت ہوتی ہے اوسکے چار سبب ہین - سبب اول جو سب مین زیادہ قوی ہے یہ ہے کہ مدح کے باعث نفس یہ جانتا ہے کہ مین صاحب کمال ہون اور چونکہ حسب مذکورہ بالا کمال ایک محبوب چیز ہے تو جب نفس کو اپنی کمال کی واقفیت ہوتی ہے خواہ مخواہ خوشی اور لذت پاتا ہے اور مدح سے ممدوح کے نفس کو اپنے کمال کا شعور ہو جاتا ہے اسلیے کہ جس وصف سے تعریف کیجاتی ہے دو حال سے خالی نہین یا تو ظاہر ہوتا ہی یا مشکوک اگر وصف مذکور ظاہر او محسوس ہے تب تو لذت کم ہوتی ہے جیسے کسی کی تعریف مین کہین کہ قد کا اونچا اور رنگ کا سفید ہے تو ہر چند یہ ایک طرح کا کمال ہے مگر نفس اس سے غافل رہتا ہے اسی جہت سے اوسکی چندان لذت بھی نہین بلکہ دوسرے کے جتانے سے جب اس کمال کا شعور ہوتا ہے تو کچھ کچھ لذت حاصل ہوتی ہے اور اگر وصف مذکور ایسی چیزون مین سے ہو جن مین شک کو مجال ہے تو اوس سے لذت بہت زیادہ ہوتی ہے مثلاً کسی کی تعریف کمال علم اور کمال ورع یا حسن مطلق سے کرنی کہ یہ اوصاف ایسے ہین کہ آدمی کو اکثر انمین شک ہوتا ہے کہ میرا حسن یا علم یا ورع کامل ہے یا نہین اور اس بات کا مشتاق ہوتا ہے کہ کسی طرح

یہ شک مٹ جاوے اور یقینا معلوم ہو جاوے کہ میں اس وصف میں بے نظیر ہوں تا کہ اطمینان ہو اور پھر اوس
وصف کے حاصل کرنے کی مشقت نکرنی پڑے پس جبکہ دوسرے کی زبان سے اپنے آپ میں وہ کمال سنتا ہے
تو دل کو تسکین ہوتی ہے اور اپنے کمال پر وثوق ہو جاتا ہے اور نہایت لذت حاصل ہوتی ہے اور سب سے
زیادہ تر لذت اس سبب سے اوسوقت ہوتی ہے جب مدح و ثنا کوئی ایسا شخص کرے جو ہر طرح کے صفات سے
واقف ہو اور کلام بھی بے تحقیق اور بیہودہ نکہتا ہو مثلا کوئی استاد اپنے کسی شاگرد کی ثنا کرے کہ تم بڑے ذکی اور
دانا اور فاضل ہو تو اس سبب شاگرد کو نہایت خوشی ہوتی ہے اور اگر کوئی بیہودہ اور لغو واہیات کی ثنا
کرے تو لذت کم ہوتی ہے اور ہجو اور مذمت کے برا معلوم ہونے کا بھی یہی سبب ہے کہ نفس کو اپنے
نقصان کا شعور ہوتا ہے اور چونکہ نقصان کمال کی ضد ہے اور کمال محبوب ہوتا ہے تو بالضرور نقصان
برا معلوم ہوگا اور جب اوسپر اطلاع ہوگی تبھی رنج معلوم ہوگا خصوصا اوسوقت کہ کوئی دانا اپنا معتمد آدمی
مذمت کرے جیسا کہ مدح میں بیان ہوا۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ مدح سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تعریف کرنے والے کا
دل ممدوح کا مملوک اور مسخر اور معتقد ہے اور دل کی ملکیت ہر صورت آدمی کو پسند ہے جب یہ معلوم ہوگا
کہ مادح میرا معتقد اور اوسکا دل میری مشیت کے تابع ہے تبھی لذت حاصل ہوگی خصوصا جب ایسا شخص
تعریف کرے کہ جسکو قدرت زیادہ اور اوسکے دل کے مسخر ہونے سے کام زیادہ نکلے تو اور بھی زیادہ خوشی
اور لذت ہوگی مثلا حکام اور اکابر کے دل کی تسخیر سے۔ اور یہ لذت کم ہوتی ہے اگر کوئی ایسا شخص تعریف
کرے جو بیقدر ہو اسلیے کہ اگر ایسے بیقدر کے دل کا مالک بھی ہوا تو کیا ہے ایک حقیر چیز ملکیت میں آئی اور
ایسے کی تعریف ممدوح میں قدرت ناقص کا اظہار کرتی ہے اور اسی وجہ سے ہجو کو بھی برا جانتا ہے اور
دلپر صدمہ ہوتا ہے اور جب کوئی اکابرین سے ہجو کرتا ہے تو اور زیادہ رنج ہوتا ہے کہ اس صورت میں
بڑا مطلب فوت ہوتا ہے۔ تیسرا سبب یہ ہے کہ ایک شخص کا تعریف کرنا اس بات کا موجب ہوتا ہے کہ کسی دوسرے کا
دل بھی اپنا معتقد ہو جاوے خصوصا جب ایسا شخص تعریف کرے کہ جسکے قول پر سب ملتفت ہوں اور
اوسکا اعتبار کرتے ہوں مگر اسمیں یہ شرط ہے کہ تعریف لوگوں کے سامنے ہو پس جسقدر جمعیت زیادہ
ہوگی اور تعریف کرنے والا لائق التفات زیادہ ہوگا مثلا میر مجلس یا حاکم ثنا کرے گا تو تعریف نہایت
لذیذ معلوم ہوگی اور برائی اسکی برعکس نہایت شاق گذرے گی۔ چوتھا سبب یہ ہے کہ تعریف سے یہ معلوم ہوتا ہے
کہ ممدوح صاحب حشمت و رعب ہے کہ مادح اسکی ثنا میں رطب اللسان ہونے کو مضطر ہے خواہ برغبت دل
یا بمجبوری دباؤ سے اپنا دبائو بھی آدمی کو اچھا معلوم ہوتا ہے کہ اسمیں ایک طرح کا غلبہ پایا جاتا ہے اور چونکہ
مادح خواہ مخواہ تعریف کرنے پر مضطر ہے اور اوسکے اضطرار سے ایک طرح کا غلبہ اور قدرت

ممدوح کی معلوم ہوتی ہے اسی جہت سے ممدوح کو اس تعریف سے لذت ہوتی ہے لو تعریف کرنیوالا
دل میں اون اوصاف کا ممدوح کے لیے معتقد نہو۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ جسقدر مادح
قوی اور تواضع سے سنکر ہوگا اوسی قدر اوسکی ثنا سے ممدوح کو لذت زیادہ ہوگی۔ اب اگر یہ چارون
اسباب ایک ہی تعریف کرنے والے کی تعریف مین جمع ہوجاوین تو ظاہر ہے کہ نہایت درجہ کی
لذت ہوگی اور اگر مختلف ہون تو اوسی قدر لذت بھی کم ہوگی۔ پہلا سبب یعنی اپنے کمال سے واقف ہونا
یہ تو اسطرح دفع ہوسکتا ہے کہ ممدوح یہ جان لے کہ مادح اس قول مین سچا نہین مثلاً کسی شخص نے کسی کی
تعریف کی کہ تم بڑے شریف یا سخی یا عالم خواہ پرہیزگار ہو اور ممدوح نے جان لیا کہ مجھہ مین ان باتون
مین سے کوئی بھی نہین تو وہ لذت جو نفس کو کامل جاننے سے ہوتی وہ تو جاتی رہے گی اور باقی سببون
کی لذتین باقی رہین گی اب اگر یہ جان لے کہ مادح صرف اوپر کے دل سے کہتا ہے اور اپنے قول کا معتقد
نہین اور مین اس صفت سے خالی ہون تو دوسری سبب یعنی ملکیت دل سے جو لذت ہوئی وہ
بھی نہوگی اور تیسرے سبب کی لذت تو اسی دوسرے کے تابع ہے وہ بطریق اولے نہوگی صرف
چوتھی وجہ کی لذت یعنی بباعث حشمت ممدوح مضطر ہونا مادح کا مدح وثنا مین ہوسکا علاج یہ ہی
کہ یون سمجھے کہ تعریف کرنے والا میرے خوف سے ثنا نہین کرتا بلکہ مجھکو بناتا ہے اور یہ تصور ایسا ہی کہ
اسکے بعد کوئی لذت باقی نہین رہتی اسلیے کہ کوئی سبب لذت کا نہین رہتا۔ یہ بیان مشرح نفس کے
خوش ہونے اور لذت پانے کا مدح سے اور صدمہ اوٹھانے کا مذمت سے ہے اور ہم نے اسکو
اسلیے ذکر کیا کہ آدمی کو علاج محبت جاہ اور مدح کی محبت اور مذمت کے رنج کا معلوم ہوجاوے کیونکہ جس
چیز کا سبب نہین معلوم ہوتا اوسکا علاج ممکن نہین اسلیے کہ علاج اسیکا نام ہے کہ مرض کے سبب اور کو بیجا دور
کیا جاوے

نوان بیان محبت جاہ کے علاج مین۔ واضح ہو کہ جس شخص کے دل پر محبت جاہ چھا جاتی ہے وہ بتمام
ہمت اسی بات مین مصروف رہتا ہے کہ خلق کی مراعات بجھوٹے اوسنے دوستی پیدا ہو انھین کی نمائش
مقصود ہو اپنے افعال واقوال واعمال مین ہمیشہ اسبات کا خیال کھتا ہے کہ جس سے خلق مین مرتبہ بڑھے
اور درواقع مین یہ امر نفاق کا تخم اور فساد کی جڑ ہے ہوتے ہوتے عبادات مین سستی آنے لگتی ہے اور ریا کو
دخل ہوتا ہے اور دلون کے راغب کرنے کے لیے منہیات مین مبتلا ہوجاتا ہے اسی لحاظ سے آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے شرف اور مال کی محبت کو اور اونسے دین کے جلتے رہنے کو دو بھیڑیے نقصان
نقصان کرنے والون سے مشابہت دی جیساکہ اوپر گذرا اور نیز فرمایا کہ حُبُّ الشَّرَفِ وَالْمَالِ
يُنْبِتُ النِّفَاقَ كَمَا يُنْبِتُ الْمَاءُ الْبَقْلَ اسلیے کہ نفاق اسی کا نام ہے کہ ظاہر آدمی قول اور فعل مین

ہوسیلے باطن کے مخالف ہو ۔ پس جو شخص کہ لوگون کے دلون مین اپنے رتبہ کا خواہان ہے وہ ضرور اون سے بنفاق پیش آوے گا اور بتکلف عمدہ خصلتیں اونکے سامنے ظاہر کرے گا حالانکہ وہ اونسے خالی اسی کا نام نفاق ہے ۔ اس سے معلوم ہوا کہ محبت جاہ کی مہلکات مین سے ہے اسی لیے اسکا علاج بھی واجب ہے اور اسکا دور کرنا دل سے بس لازم کیونکہ یہ مرض ایسا ہے کہ دل کی سرشت مین داخل ہے جیسا کہ مال کی محبت امر جبلی ہے ۔ بس محبت جاہ کا علاج مرکب ہے دو باتون سے علم اور عمل علمی علاج تو یہ ہے کہ جس سبب سے جاہ کو محبوب جانتا ہے اوسکو معلوم کرنا چاہیے کہ وہ سبب یہ ہے کہ لوگون کے اجسام اور قلوب پر کمال قدرت حاصل ہو اور پہلے ہم لکھ چکے ہین کہ اگر یہ بات آدمی کو میسر بھی ہوجاوے تو انتہا اسکی موت ہے یہ بات باقیات صالحات سے نہین بلکہ اگر مشرق سے مغرب تک سب لوگ ایک شخص کو سجدہ کرنے لگیں اور پچاس برس تک تمام روے زمین کے لوگ اوسکے لیے اسی حال پر رہین تب بھی نہ سجدہ کرنے والے رہین گے نہ وہ خود رہے گا بلکہ اوسکا حال ایسا ہی ہوگا جیسے اور عظیم الشان صاحب جاہ لوگ زمین کے پیوند ہوگئے اور اونکے سامنے جو لوگ ذلیل و منقاد بنے رہتے تھے وہ بھی فنا ہوگئے تو ایسے امر فانی کے لیے نہین چاہیے کہ اپنے دین کو جس مین حیات ابدی ہے اور کبھی علیحدگی نہین چھوڑ دیا جاوے اور جس شخص نے کہ کمال حقیقی اور وہمی کو سمجھ لیا اوسکی آنکھون مین جاہ حقیر ہوجاتا ہے مگر اسکے لیے اوسی شخص کی بینائی کام کرتی ہے جو آخرت کو حاضر اور سامنے دیکھتا ہے اور دنیا کو حقیر سمجھتا ہے اور موت کو جانتا ہے کہ گویا آچکی اور اوسکا حال مثل حال حضرت حسن بصری رح کے ہوتا ہے کہ اونھون نے حضرت عمر بن عبد العزیز رح کو خط لکھا تھا کہ بعد حمد و صلوۃ کے یون معلوم کرنا چاہیے کہ موت نے گویا آخر کو یہ لکھ دیا ہے کہ تم مرگئے مقام تامل ہے کہ اونھون نے کیسے زمانہ آیندہ کو ماضی سمجھ لیا تھا اور یہی حال حضرت عمر بن عبد العزیز رح کا تھا کہ اونھون نے اس خط کا جواب یہ لکھا کہ بعد حمد و صلوۃ کے یون تصور کرنا چاہیے کہ گویا تم دنیا مین کبھی آئے ہی نہ تھے ہمیشہ آخرت مین رہے ان لوگون کا التفات آخرت ہی پر تھا اور رسبات کا یقین کہ آخرت تقویٰ والون ہی کو ملے گی اسی نظر سے دنیا مین جاہ و مال کو حقیر سمجھا مگر اکثر لوگون مین بینائی ضعیف ہے اونکی نظر دنیا ہی پر پڑتی ہے انجام کا خیال نہین کرتے اسی جہت سے خداوند کریم نے ارشاد فرمایا بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی اور فرمایا كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ پس جسکا یہ حال ہو اوسکو چاہیے کہ اپنے دل کا علاج علمی مرض محبت جاہ سے کرے یعنے اوسکے آفات دنیاوی کو جانے اور جو خطرے کہ ارباب جاہ کو دنیا مین پیش ہوتے ہین اونکو سوچے کہ ہر ایک صاحب جاہ محسود ہوتا ہے

اور لوگ اوسکی اہانت کے خواہان رہتے ہین اور اوسکو ہمیشہ اپنے جاہ کا خوف لگا رہتا ہو کہ کہین مرتبہ لوگون کے دل سے گر نجاوے اور دلون کا حال ہنڈیا کے اُبال سے بھی سخت ہے کبھی کسی کی طرف ہوتے ہین کبھی اوس سے پھر جاتے ہین پس جو شخص لوگون کے دل پر اعتماد کرتا ہے وہ ایسا ہے کہ سمندر کی موج پر نیو رکھتا ہی اسلیے کہ اسکو قیام نہین ایسے ہی اوسکو بھی تو لوگون کے دلون کی رعایت مین لگا رہنا اور اپنے جاہ کی حفاظت کرنی اور حاسدون کے مکر اور دشمنون کی ایذا کو دور کرنا یہ سب آفتین دنیاوی ہین کہ جنسے لذت جاہ کی مکدر رہتی ہے سو دنیا ہی مین جسقدر اس سے آدمی توقع رکھتا ہے اوس سے زیادہ تر دوات ہوتے ہین اور آخرت کا فائدہ جو مقصود ہوتا ہے اوسکا تو کچھہ ذکر ہی نہین۔ یہ علاج اوس شخص کے لیے جسکی نظر ضعیف ہے اور جو قوی بینائی رکھتے ہین اور ایمان زبردست اونکو حاصل ہے تو خدا کے فضل سے وہ دنیا کی طرف التفات ہی نہین کرتے یہ علاج تو باعتبار علم کے ہے اور علاج عملی یہ ہے کہ ایسے کام کرے جن سے مستحق ملامت ہو اور لوگون کے دل سے اوتر جاوے اور اونکی نظرون سے گر جاوے اور اپنے مقبول ہونے مین جو مزا پاتا تھا وہ اس سے چھوٹ جاوے اور گمنامی سے اور خلق کے نزدیک بُرا ٹھہرنے سے الفت ہو اور صرف خدا تعالیٰ کے قبول پر قناعت میسر ہو اور یہ طریق فرقہ ملامتیہ کا ہے کہ ارتکاب معاصی اور بُری باتون کا یہان تک کرتے ہین کہ لوگون کی نظرون سے ساقط ہو جاوین اور آفت جاہ سے نجات پاوین مگر یہ صورت ایسے شخص کے لیے جائز نہین جو مقتدا اور پیشوا ہو کہ اوسکے حرکات بد سے مسلمانون کے دلون مین دین کی سستی آتی ہے اور جو شخص کہ مقتدا نہین اوسکو بھی فعل حرام خاص اس علاج کے لیے درست نہین بلکہ یہ جائز ہے کہ مباحات مین سے ایسے افعال کرے کہ جنسے اوسکی قدر لوگون مین گھٹ جاوے مثلاً روایت ہے کہ کسی بادشاہ نے کسی زاہد کے پاس جانے کا ارادہ کیا جب زاہد نے سنا کہ بادشاہ قریب پہنچا اپنا کھانا اور ساگ منگایا اور بھوسون کیطرح بڑے بڑے لقمے کھانے شروع کیے جب بادشاہ نے اوسکو کھاتے دیکھا اوسکے دل سے اوتر گیا اور وہان سے لوٹ آیا زاہد نے کہا کہ خدا تعالیٰ کا شکر ہے جسنے تجکو مجسے ہٹا دیا۔ اور بعضی شخصون نے شربت ایسے رنگین پیالون مین پیا ہے کہ دیکھنے والون کو گمان ہو کہ یہ شخص شراب خوار ہے۔ اور اوس سے کنارہ کش ہین ہرچند یہ امر فقہ کی رو سے محل تامل ہے کہ ایسا کرنا جائز نہین مگر ہر ایک اپنے نفسون کا علاج ایسی باتون سے کرتے ہین کہ فقیہ فتوی اوسکے جواز کا نہین دیتا مگر وہ لوگ اپنے قلب کی اصلاح سوا اوسکے اور کسی چیز مین نہین پاتے اسواسطے ایسا کرتے ہین پھر اپنے اس افراط و تفریط کا تدارک کر لیتے ہین جیسے کسی بزرگ کی حکایت ہے کہ وہ زہد مین معروف ہو گئے اور لوگون نے اونکے پاس ہجوم کرنا شروع کیا تو وہ ایک روز حمام مین گئے اور ایک دوسرے شخص کے کپڑے پہنکر باہر نکل آئے اور عین راہ مین کھڑے ہو گئے

یہان تک کہ لوگون نے پکڑے پہچان لیے اور زد و کوب کے بعد وہ کپڑے ہٹا لیے اور کہنے لگے کہ یہ شخص چور ہے اور پھر اوسکے پاس نہ گئے۔ اور سب مین عمدہ طریق جاہ کے قطع کرنے کا لوگون سے کنارہ کشی ہے اور ایسی جگہہ چلا جانا جہان کوئی اپنے آپ کو نجانتا ہو اس لیے کہ اگر گھر مین بیٹھہ رہے گا اور جس شہر مین مشہور ہے اوس مین رہے گا تو اسکی گوشہ نشینی سے لوگون کے دلون مین اور زیادہ اعتقاد اور رتبہ پیدا ہوگا علاوہ ازین اسمین یہ بھی خیال ہے کہ یہ شخص اپنے جی مین گمان کرے کہ مجھے محبت جاہ نہین اور ہو سکتا ہی کہ یہ ایک دھوکا ہی ہو اسواسطے کہ جب نفس کو اوسکا مقصود قرار واقعی مل گیا تو اوسکو اطمینان ہوگیا اوس اطمینان کو یہ شخص جاننے لگا کہ زوال محبت ہے حالانکہ اگر لوگ معتقد نرہین اور اوسکو برا کہین یا کسی امر ناسناسب کو اوسکی طرف منسوب کرین تو اوسی وقت نفس مضطرب ہو اور رنج کرے اور کیا عجب ہے کہ کوئی حیلہ اس بات کا تلاش کرے کہ کسی عذر سے یہ غبار لوگون کے دل سے دور ہونا چاہیے اور اسکے لیے کچھہ مکر و فریب اور جھوٹ کا محتاج ہو اور اسکی پروا نکرے ایسی صورت مین ظاہر ہوگا کہ یہ ابھی تک جاہ و منزلت کا خواہان ہے اور جو شخص جاہ و منزلت کو محبوب جانتا ہے وہ ایسا ہے کہ گویا مال کو محبوب جانتا ہے بلکہ اوس سے بھی برا اسلیے کہ جاہ کا فتنہ بہت زیادہ ہے اور جب آدمی کو لوگون سے طمع رہے گی تب تک ممکن نہین کہ یہ بچا رہے کہ میری منزلت لوگون کے دل مین ہو جاوے۔ ہان اگر اپنی کمائی سے یا اور طرح بقدر ضرورت اوقات حاصل کرکے لوگون سے بالکل طمع کاٹ دے گا تو البتہ تمام لوگ اوسکے نزدیک نکمے معلوم ہونگے اور پرواہ نہوگی کہ ان لوگون کے دلون مین میری جگہہ ہے یا نہین جیسے اون لوگون کے دلون مین جگہہ نہونے کی پروا نہین ہوتی جو اس سے نہایت مشرق یا مغرب مین رہتے ہین کہ نہ اونکو دیکھتا ہی اور نہ اونسے طمع رکھتا ہے بہرحال لوگون سے طمع جبھی منقطع ہوتی ہے جب آدمی قانع ہو۔ جو قانع ہوگا وہ لوگون سے بے پروا رہے گا اور جو بے پروا رہے گا اوسکا دل لوگون مین مشغول نرہے گا اور نہ اونکے دلون مین اپنی جگہہ ہونے کا کچھہ اوسکے نزدیک وزن ہوگا۔ اور ترک جاہ بدون قناعت اور قطع کرنے طمع کے نہین ہو سکتا اور جتنے اخبار کہ جاہ کی مذمت اور گمنامی اور ذلت کی تعریف مین وارد ہین اون سے اسبات مین اعانت لی مثلا یہ قول مشہور ہے اَلْمُؤْمِنُ لَا یَخْلُوْ مِنْ ذِلَّۃٍ اَوْ قِلَّۃٍ اَوْ عِلَّۃٍ یعنے ایماندار ذلت یا قلت یا علت سے خالی نہین رہتا اور بزرگان سلف کے احوال کو دیکھیے کہ انھون نے ذلت ہی کو عزت پر اختیار کیا اور ثواب آخرت ہی کے طالب ہوئے

دسوان بیان مدح کی محبت کے علاج مین سو واضح ہو کہ اکثر لوگ اسی سبب سے ہلاک ہوئے ہین کہ اونکو خوف لوگون کے برا کہنے کا اور محبت اونکی تعریف کی ہوتی ہے اسی وجہ سے ایسے لوگون کے تمام حرکات مین

یہ بات ضرور ہوتی ہے کہ کسی طرح سے لوگون کی مرضی کے موافق ہون تاکہ سب لوگ اچھا کہین اور خوف اونکی
مذمت کا ہے اور یہ امر مہلکات مین سے ہے اس بنا پر اوسکا علاج واجب ہے اور طریق اوسکے علاج کا یہ ہے
کہ جن باعثون سے مدح کی محبت اور مذمت کی کراہت ہوتی ہے اونکو دیکھنا چاہیے مثلاً سبب اول قول
مادح سے اپنے کمال پر مطلع ہوتا ہے تو اوسمین ممدوح کو یہ چاہیے کہ اپنی عقل کیطرف رجوع کرے اور دل مین
سوچے کہ جس صفت سے اوسنے میری تعریف کی ہے اوس سے مین متصف ہون یا نہین اگر متصف ہون
تو وہ صفت قابل خوشی ہے جیسے صفت علم و زہد وغیرہ یا مستحق فرحت نہین مثلاً ثروت و جاہ اور اسباب
دنیوی کے پس اگر صفت مذکورہ اسباب دنیوی مین سے ہو تو اوسپر خوشی کرنی ایسی ہے جیسے زمین کی
گھاس پات پر کہ تھوڑے دنون مین ہوا مین ماری ماری پھریگی اس طرح کی خوشی قلت عقل سے
ہوتی ہے عاقل شخص کا قول ہے سے شدت غم مین سمجھتا ہون خوشی ایسی کہ جلد انتقال اوسکا ضرر کا
ہے بصورت مجھے + پس انسان کو نہین چاہیے کہ متاع دنیوی پر خوشی کرے اسلیے کہ یہ خوشی مادح کی
تعریف کرنے کی تو ہے نہین بلکہ اوس شے کے اپنے پاس ہونے کی ہے اور وہ چیز کچھ مدح کی سبب
نہین آئی کہ مدح پر فرحت کیجاوے ۔ اور اگر صفت ایسی ہو جو مستحق فرحت ہو جیسے علم و زہد تب بھی
خوش ہونا چاہیے اس لیے کہ خاتمہ کا حال معلوم نہین علم و زہد البتہ خدا سے نزدیک کردیتے ہین مگر خطرہ
خاتمہ کا لگا ہوا ہے اگر آدمی کو خوف اپنے خاتمہ کے برا ہونے کا ہوگا تو کسی دنیاوی چیز کی خوشی پاس بھی
نہ پھٹکے گی بلکہ یہ معلوم ہوگا کہ دنیا رنج و اندوہ کا مقام ہے خوشی کی جگہ نہین ۔ پھر اگر علم و زہد سے
اس لیے خوش ہوتا ہے کہ توقع حسن خاتمہ کی ہوگئی تو چاہیے کہ اس طرح خوش ہو کہ خدا تعالے نے
اپنا بڑا فضل و انعام کیا کہ علم و زہد و تقوی عنایت فرمایا مادح کی مدح پر خوشی کی کوئی وجہ نہین جس
کمال کے واقف ہونے سے یہ خوش ہوتا ہے وہ اللہ تعالے کے فضل سے اس مین پایا جاتا ہے مدح
کے باعث نہین پھر مدح پر خوشی کی کیا حاجت ہے مدح سے کوئی فضیلت نہین بڑھ جاتی ۔ اور اگر
صفت ایسی ہے جو ممدوح مین نہین پائی جاتی تو ایسی صفت پر ممدوح کا خوش ہونا نہایت دیوانہ پن
ہے اور اوسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے سے بطریق ہنسی کہے کہ واہ آپ کے پیٹ کا
مواد کتنا معطر ہے اور جب آپ پاخانہ پھرتے ہین تو مہک پر مہک خوشبو کی اوٹھتی ہے حالانکہ اوسکو
معلوم ہے کہ میرے پیٹ مین نجاست ہے اور اوسمین نہایت بدبو ہوا کرتی ہے اور باوجود اسکے
شخص اول کی تعریف سے خوش ہو تو بجز جنون و جہل کے اور کیا تصور کیا جاوے گا اسی طرح جب ممدوح کو
کسی مادح نے تعریف کیا اور اوس مین وہ صفات نہین اور باوجود اسکے خوش ہوا تو یہ خوشی بھی ایسی ہی

خوشی ہونی چاہیے جو اوپر مذکور ہوئی - خلاصہ یہ کہ مادح اگر سچ کہتا ہے تو چاہیے کہ ممدوح خدا کے فضل پر اظہار فرحت کرے
اور اگر جھوٹ کہتا ہے تو رنج کرنا چاہیے کسی صورت مین اوسکی مدح پر خوش ہونا نچاہیے دوسرا سبب مدح پر خوش
یہ ہوتا ہے کہ اوس سے یہ پایا جاتا ہے کہ تعریف کرنے والے کا دل اپنا مسخر ہو گیا ہے اور اس سے اور دل
مسخر ہونگے اسکا مآل اور محبت جاہ کا مآل ایک ہے جس کا علاج اوپر گذرا ایسے لوگون سے طمع قطع کرکے خدا
تعالے کے نزدیک منزلت کا خواہان ہو اور جانے کہ لوگون کے دلون مین منزلت کا خواہان ہونا اور اوسپر
خوش ہونا خدا تعالے کے نزدیک رتبہ کم کرتا ہے پس خوشی کا کیا مقام ہے - تیسرا سبب خوشی کا اپنا رعب ہے
کہ جسکے سبب مادح مضطر تعریف کا ہوا یہ بھی ایک قدرت عارضی ہے کہ جسکو کچھ قیام نہیں اور نہ قابل خوشی کے ہے
بلکہ مدح پر غم کرنا اور اوسکو برا سمجھنا اور اوسکے باعث غصہ کرنا چاہیے اسواسطے کہ تعریف کی آفتین ممدوح پر
بہت بڑی ہین جیسا کہ باب آفات زبان مین مذکور ہوئین - بعض اکابر کا قول ہے کہ جو شخص مدح سے خوش
ہوتا ہے تو شیطان کو اپنے اندر جانے کی راہ دیتا ہے - اور بعض کا قول ہے کہ جب کوئی تجھے کہے کہ تو اچھا
آدمی ہے اور یہ قول تجکو بہ نسبت اس قول کے کہ تو برا آدمی ہے اچھا معلوم ہو تو بخدا کہ تو برا شخص ہے
اور بعض احادیث مین روایت ہے کہ اگر وہ صحیح ہے تو کمر توڑنی ہے یعنے ایک شخص نے بحضور جناب سرور
کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی شخص کو اچھا کہا آپ نے فرمایا کہ اگر وہ شخص جو تو کہتا ہے اوسپر
راضی ہوتا اور اسی حال مین مرتا تو دوزخی ہوتا - اور ایک بار آپ نے کسی مادح کو ارشاد فرمایا کہ تیرا برا ہو
تو نے اپنے ممدوح کی کمر توڑ دی وہ قیامت تک فلاح نپاویگا - اور ایک روایت مین ہے کہ الا لا تمادحوا
وَاِذَا رَاَیْتُمُ الْمَادِحِیْنَ فَاحْثُوْا فِیْ وُجُوْهِهِمُ التُّرَاب اسی وجہ سے صحابہ رض مدح سے بہت خوف
کیا کرتے تھے اور اوسکے فتنہ سے اور اوسکے باعث جو دل پر سرور عظیم ہوتا ہے اوس سے بہت ڈرتے تھے یہانتک
کہ بعض خلفاے راشدین رض نے کسی شخص سے کچھ پوچھا اوسنے عرض کیا کہ یا امیر المومنین آپ مجھسے بہتر اور
عالم تر ہین آپ غصہ ہوئے اور فرمایا کہ مین نے تجکو یہ نہین کہا تھا کہ مجکو پاک و صاف بتلانا - اور بعض
صحابہ رض کی خدمت مین کسی نے عرض کیا کہ جبتک آپ ان لوگون مین زندہ ہین جبتک لوگون مین خیر رہیگی
آپ نے غصہ ہو کر فرمایا کہ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ تو عراق کا رہنے والا ہے یعنے ہم لوگون کی عادتون سے ناواقف ہے
اور بعض صحابہ رض نے اپنی تعریف سنکر فرمایا کہ الٰہی تیرا بندہ میرے پاس تیرے غصہ کی چیز سے تقرب کرتا ہے
مین تجکو گواہ کرتا ہون کہ مین اوس سے ناراض ہون ان لوگون نے جو تعریف کو برا جانا تو یہی وجہ تھی
کہ ایسا نہو کہ اس خوشی سے خدا تعالے ناراض ہو جاوے اور چونکہ اونکے دل اس بات مین مصروف تھے
کہ ہمارا حال خدا کے نزدیک کیا ہوگا اسوجہ سے اونکو لوگون کی تعریف بری معلوم ہوتی تھی اس لیے کہ حقیقت مین

اچھا وہی ہے جو خدا تعالے سے قریب ہو اور مذموم وہ ہے جو خدا سے دور ہو کر بدون ساتھ دوزخ مین پڑے گا پس ممدوح دنیاوی اگر خدا کے نزدیک دوزخی ہے تو غیر کی مدح سے اوسکا خوش ہونا کمال جہالت ہے اور اگر اہل جنت سے ہے تب بھی خدا کے فضل کی فرحت چاہیے اسکا کام خلق کے اختیار مین نہین اور جب بندہ کو یہ علم ہوگا کہ رزق و موت قبضۂ قدرت الٰہی مین ہے تو اسکی توجہ خلق کی مدح و ذم کی طرف نرہی کی اور دل سے محبت مدح کی دور ہو جائے گی اور ایسے امور مین مصروف ہوگا جو دین مین ضروری ہین اور اسد تعالے کے ہاتھ توفیق ثواب ہے

گیارھوان بیان مذمت کی نفرت کے علاج مین۔ پہلے مذکور ہو چکا ہے کہ مذمت کی نفرت کا باعث محبت مدح کے سبب کی ضد ہے تو اوسکا علاج بھی اسکے علاج سے سمجھ مین آسکتا ہے اور اسکا بیان مختصر یہ ہے کہ جو شخص مثلاً ہمکو برا کہتا ہے تین حال سے خالی نہین یا تو اپنے قول مین سچا ہے مگر صرف براہ خیر خواہی اور نصیحت کے برا کہتا ہے یا سچا ہے لیکن اوسکا قصد محض ایذا دینی اور رنج پونہچانا ہے یا جو بات اوسنے کہی ہے اوس مین جھوٹا ہے اگر اپنے قول مین سچا ہے اور براہ نصیحت برا کہتا ہے تو تمکو اوسپر غصہ کرنا اور اوس سے بوجہ کینہ رکھنا اور برا بھلا کہنا نہین چاہیے بلکہ اوسکے کہنے کی بموجب اوسکے طریق کا اقتدا کرنا چاہیے اسلیے کہ جو شخص تمکو تمھارے عیب بتلاتا ہے وہ گویا ہلاک ہونے کے مقام بتلاتا ہے کہ تم اون سے بچو پس ایسے شخص سے خوش ہو اگر ہو سکے تو جو صفت برائی کی تم مین ہے اوسکے دور کرنے کی تجویز کرنی چاہیے اور اس برا کہنے کی عوض مین مُنہ چڑھانا اور ناصح کو برا جاننا اور جواب ترکی بترکی دینا نہایت نادانی ہے اور اگر اوسکا قصد رنج دینا ہو تب بھی تمکو اوسکے قول سے نفع ہی ہوا کہ اوسنے تمھارے وہ عیب سوجھا دیے جو تم نجانتے تھے خواہ وہ عیب یاد دلا دیے جن سے تم غافل تھے یا اگر تم اونکو اچھا سمجھتے تھے تو اسوجہ سے تمھاری نظرون مین اونکو برا ثابت کر دیا تاکہ تمکو اونکے دور کرنے کی حرص ہو اور ظاہر ہے کہ یہ سب باتین اسباب سعادت مین سے ہین جب نعمت سننے سے اسطرح کے اسباب سعادت ہاتھ لگنے تو تم کو چاہیے کہ طلب سعادت مین مشغول ہو اسکی مثال ایسی ہے کہ تمھارا قصد کسی بادشاہ کی ملازمت کا ہے اور تمھارے کپڑون مین غلیظ لگا ہوا ہے جسکا علم تمکو نہین اگر اسی طرح بادشاہ کے یہان چلے جاؤ تو عجب نہین کہ گردن ماری جاؤ کیونکہ اوسکی مجلس آلودہ کرو گی ایسے حال مین اگر کوئی تم سے کہے کہ میان تم آلودہ نجاست ہو اپنے آپ کو پاک و صاف کرو تو تم کو چاہیے کہ اس کہنے سے خوش ہو کیونکہ اوسکے کہنے سے اطلاع ہو جانی غنیمت ہوئی۔ اسی طرح جتنے اخلاق بد ہین آخرت مین سب آدمی کے مہلک ہین اور اونکو آدمی دشمنون کے قول سے پہچان لیتا ہے پس اونکے قول کو غنیمت سمجھنا چاہیے اور

دشمن کا مقصود جو ایذا دہی ہے تو وہ اپنے دین کی خرابی کرتا ہے مگر تمھارے حق مین اوسکا قول نعمت ہے
تو تمکو اوسپر غصہ کی کیا وجہ ہے جسکے قول سے تمکو تو نفع ہوا اور اوسکو ضرر پہنچے۔ صورت تیسری یہ ہے کہ
اوسکا قول تمھارے حق مین افترائے محض ہے یعنے جو عیب وہ تم مین بتلاتا ہے تم اوس سے خدا کے نزدیک
بری ہو تو اس حال مین بھی برا ماننا نچاہیے اور نہ اس کہنے والے کو برا کہنا چاہیے بلکہ تین باتون کا
فکر کرنا چاہیے اول تو یہ کہ اگرچہ وہ خاص عیب تم مین نہین پھر بھی اوس جیسے عیب اور رہون گے تو
خدائے تعالے کا شکر کرنا چاہیے کہ اوسکو اون عیبون کی اطلاع نہوی اور ایسی ہی بات کے کہنے سے ٹل گیا
جس سے بری ہو دوسرے یہ کہ اوسکا قول تمھارے باقی عیوب کا کفارہ ہے تو گویا اوسنے گو ایک گناہ
تمھارے ذمہ لگایا مگر اورون سے پاک کر دیا جن مین درحقیقت تم آلودہ تھے علاوہ ازین جو تمھاری
غیبت کرتا ہے وہ اپنی نیکیان تمھارے واسطے ہدیہ دیتا ہے اور جو مدح کرتا ہے وہ تمھاری کمر توڑتا ہے
تو یہ کیا بات ہے کہ تم کمر ٹوٹنے سے خوش ہوتے ہو اور نیکیان آنے سے رنجیدہ۔ نیکیان آنے سے تو
قرب الی اللہ میسر ہے جسکے تم خواہان رہتے ہو تیسرے یہ سوچنا چاہیے کہ اوس بیچارے نے اپنے دین کی
خرابی کی کہ خدائے تعالے کی نظرون سے گر گیا اور اس افترا سے اپنے نفس کو ہلاک کر دیا اور مستحق
عذاب الیم ہوا ایسی صورت مین غضب خداوندی کے ساتھ تمکو اوسپر غصہ نچاہیے اور اوسکو بددعا بھی
نچاہیے کہ خدایا اوسکو ہلاک کر ورنہ شیطان کی خوشی ہوگی بلکہ یون کہنا چاہیے کہ الٰہی اوسکو صلاحیت
دے اور اوسپر رحم کر اور اوسکی توبہ قبول کر دیکھو جنگ اُحد مین جب کفار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے دندان مبارک شہید کیے اور سر مبارک کو مجروح کیا اور آپ کے چچا حضرت امیر حمزہ رض کو شہید
کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا اَللّٰهُمَّ اهْدِ قَوْمِي فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ یعنے الٰہی میری قوم کو ہدایت کر
اسلیے کہ یہ نہین جانتے۔ اور حضرت ابراہیم بن ادہم رح نے ایک شخص کے لیے دعائے خیر کی جس نے
اونکا سر مجروح کیا تھا لوگون نے پوچھا کہ اوسکی دعائے خیر کی کیا وجہ ہے آپ نے فرمایا کہ مجھے یقینا
معلوم ہے کہ اوسکے سبب سے مجھے اجر ملے گا تو مجھے یہ اچھا نہین معلوم ہوتا کہ مجھے تو اوسکی جہت سے
ثواب ملے اور اوسکو میری جہت سے عذاب ہو۔ اور اون اشیا مین سے جنکے باعث مذمت کی
نفرت شاق نہین معلوم ہوتی طمع کا قطع کرنا ہے پس جس شخص کی طرف تمکو کچھ طمع نیک و بد کی نہو اگر
وہ برائی کرے گا تو اوسکا اثر دلپر زیادہ گران نہ معلوم ہوگا اور اصل دین کی قناعت ہے اسی کے
ذریعے سے طمع مال و جاہ کی جاتی رہتی ہے اور جبتک طمع بنی رہے گی تو جس سے طمع ہوگی یہی چاہو گے
کہ اسکے دل مین میری منزلت ہو اور یہ میرا ثنا خوان رہے اور تمام ہمت اسی مین مصروف کر دو گے

اور بدون استیصال دین کے یہ بات حاصل نہوگی خلاصہ یہ کہ طالب مال و جاہ اور محب مدح اور برا جاننے والے مذمت کو دین کے سلامت رہنے کی توقع نکرنی چاہیے کہ ان امور کے ساتھ سلامتی دین کی بہت بعید ہے

بارھوان بیان مدح اور مذمت مین لوگون کے احوال کی مختلف ہونے کے باب مین

جاننا چاہیے کہ اگر مادح اور مذمت ساز کی نسبت کر لوگون کو خیال کرین تو چار احوال پر پائے جاتے ہین صورت اول یہ ہے کہ مدح سے خوش ہو کر مشکور ہون اور مذمت سے ناخوش ہو کر مذمت ساز سے کینہ رکھین اور اوس سے انتقام لین یا انتقام لینے کو اچھا سمجھین یہ حال اکثر لوگون کا ہے اور درجات معصیت جو اس اعتبار سے ہوتے ہین اون مین سے اعلے درجہ یہی ہے صورت دوم یہ کہ مذمت باطن مین تو شاق معلوم ہوتی ہے مگر زبان اور اعضاے ظاہری پر اوسکے مکافات کی نوبت نہین آتی انکو روکے رکھتا ہے اسی طرح مادح کی مدح سے باطن مین تو خوش ہوتا ہے مگر ظاہر کی حفاظت کرتا ہے کہ اظہار سرور بظاہر نہو یہ صورت بھی ناقص ہے اگرچہ صورت اول کی نسبت کمال مین داخل ہے صورت سوم جو درجات کمال مین سے اول و اعلے ہے یہ ہے کہ مدح اور ذم دونون مساوی معلوم ہون نہ مدح سے سرور ہو نہ مذمت سے غم اور اس صورت سے بعض عابد اپنے گمان مین اپنے آپ کو متصف جانتے ہین لیکن اگر اوسکی علامات کا امتحان نکرین تو دھوکا کھاجاتے ہین اور اوسکی علامتین یہ ہین اول یہ ہے کہ مذمت والے کا اپنے پاس زیادہ بیٹھنا گران نہ معلوم ہو جتنا بہت دیر بیٹھنا مادح کا گران گذرے وتنا ہی مذمت والے کا گران ہو اور اوسکی نسبت زیادہ نہو دوم یہ کہ جتنی خوشی اور فرحت مادح کی حاجتون کے پورا کرنے مین ہو وتنی ہی ہجو کرنے والے کی تقضای حاجات مین ہو اوس سے کم نہو سوم یہ کہ دونونکا مجلس سے چلا جانا یکسان ہو مذمت والے کا چلا جانا بہ نسبت مادح کی اچھا نہ معلوم ہوتا ہو چہارم یہ کہ مادح کی موت کا زیادہ غم نہو بہ نسبت دوسرے کی موت کے پنجم یہ کہ مادح کے مصائب اور اوسکے دشمنون کی ایذا رسانی پر زیادہ رنج نہو بہ نسبت دوسرے کے ششم یہ کہ مادح کی خطا بہ نسبت مذمت والے کے دل پر اور نظرون مین خفیف نہ معلوم ہو جب مذمت والے کی مثل مادح کے سبک معلوم ہوگا اور ہر طرح سے دونوں مین مساوات معلوم ہوگی تب یہ رتبہ نصیب ہوگا مگر تامل سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رتبہ نہایت سخت اور بہت بعید ہے اکثر عابد لوگون کی تعریف سے دل مین خوش ہوتے ہین مگر چونکہ امتحان ان علامتون سے اپنے دل کا نہین کرتے اس سبب سے اونکو اس خوشی کا حال معلوم نہین ہوتا۔ اور کبھی عابد کو اپنے دل کا میلان مادح کیطرف معلوم ہو جاتا ہے کہ مذمت والے کی نسبت زیادہ ہے اور اسکی تقویت اور خوبی شیطان اس طرح سوجھا دیتا ہے کہ مذمت والے نے جو تجکو برا کہا تو خدا تعالے کی نافرمانی کی اور مادح نے اوسکے برعکس تیری تعریف کرنے سے خدا کی اطاعت کی تو دونون برابر کیسے ہو سکتے ہین

تو جو مذمت والے کو برا جانتا ہے صرف دین کی جہت سے ہے پس یہ شیطان کا دھوکا ہے کیونکہ اگر عابد ذرا غور
تامل کرے تو جان لے کہ جو خطا مذمت والے سے اوسکے مذمت کی باعث ہوئی لوگ اوس سے بھی زیادہ گناہ
کبیرہ کے مرتکب ہوتے ہین پھر اونکو برا کیون نہین جانتا اور اونسے نفرت کیون نہین کرتا علاوہ ازین جسنے
اوسکی مدح کی ہے اوسنے قطعًا کسی دوسرے کی مذمت کی ہوگی تو اوسکو دوسرے کی مذمت کرنے پر برا کیون
نہین جانتا اپنی برائی پر کیون برا سمجھتا ہے مذمت معصیت کے اعتبار سے برابر ہے کہ مذموم وہ خود ہو یا کوئی
دوسرا شخص ہو اس سے معلوم ہوا کہ عابد کا غصہ مذمت والے پر اپنے نفس کے باعث ہے اور یہ شیطانی فریب
ہے کہ اوسکو سوجھا دیا کہ یہ دینی بات ہے حتے کہ اپنی ہواے نفسانی کے باعث اسکو حسنات مین جاننے لگا اور اسی
وجہ سے خداے تعالے سے اور زیادہ بعید ہو گیا۔ اور جس شخص کو شیطان کے فریب اور نفس کے آفات معلوم نہین
اوسکی اکثر عبادتین ضائع ہوتی ہین کہ دنیا بھی نہین ملتی اور آخرت کا بھی خسارہ رہتا ہے اونھین کی شان مین
خداے تعالے نے ارشاد فرمایا ہے قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي
الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا چوتھی صورت جو صدق فی العبادۃ ہے یہ ہے کہ مدح کو برا جانے
اور مادح سے ناخوش ہو اس وجہ سے کہ یہ معلوم ہے کہ مدح اسکے حق مین بڑا فتنہ کمر توڑنے والا دین مین نقصان
پہنچانے والا ہے اور مذمت والے کو دوست جانے کہ اوسنے اسکے عیب بتلا دیے اور جو بات ضروری تھی
اوسکی طرف اسکو ہدایت کیا اور اپنی نیکیان اسکے لیے ہدیہ کین حدیث شریف مین ہے کہ رَأْسُ التَّوَاضُعِ أَنْ تَكْرَهَ
أَنْ تُذْكَرَ بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰى اور بعضی حدیثون مین وہ مضمون وارد ہے کہ بشرطیکہ صحیح ہو تو ہم جیسون کی خرابی
ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے فرمایا وَيْلٌ لِلصَّائِمِ وَوَيْلٌ لِلْقَائِمِ وَوَيْلٌ لِصَاحِبِ الصُّوفِ إِلَّا یعنے
روزہ دار اور شب بیدار اور گلیم پوش سب کی خرابی ہے مگر لوگون نے عرض کیا کہ اس استثنا سے کون لوگ مراد ہین
آپ نے فرمایا کہ إِلَّا مَنْ تَنَزَّهَتْ نَفْسُهُ عَنِ الدُّنْيَا وَأَبْغَضَ الْمِدْحَةَ وَاسْتَحَبَّ الْمَذَمَّةَ یعنے مگر وہ
شخص جسکا نفس دنیا سے پاک ہے اور مدح کو برا اور مذمت کو اچھا جانتا ہے یہ مرتبہ نہایت سخت و دشوار ہے
ہم جیسے لوگون کی اونہی سرے کی طمع صرف صورت دوم مین ہے کہ مذمت والے کی برائی اور مادح کی بھلائی
دل مین ہو مگر اوسکا اظہار قول اور عمل مین نہو اور تیسری صورت یعنی مادح اور مذمت والے کو برابر جاننا تو اسکی
طمع ہمکو نہین ہو سکتی پھر اگر ہم اپنے نفسون مین دوسری ہی صورت کی علامات تلاش کرین تو وہ بھی پوری
نہین ہوتی کیونکہ یہ بات تو ضروری ہے کہ مادح کی تعظیم اور اوسکی قضاے حاجات کے لیے جلدی کرتے ہین
اور مذمت والے کی تعظیم و قضاے حاجات اور اوسکی تعریف کرنی گران معلوم ہوتی ہے تو پھر فعل ظاہری مین بھی
دونون مین برابری کرنے سکے اوپر قادر نہین باطن مین تو قادر تھے اور جو شخص کہ اسوقت مین مادح اور

مذمت والے کو ظاہر افعال مین برابر کرے اوسکو پیشوا جاننا چاہیے اگر کوئی ایسا شخص پایا جاوے تو اوسکا
حکم کبریت احمر کا ہے جس سے لوگ فیضیاب ہون مگر کوئی معلوم نہین ہوتا جب دوسرے مرتبہ کا شخص نہین ملتا
تو جو مرتبے جو اوسکے اوپر ہے اوسکا متصف تو کہان ہوگا۔ اور ان مراتب مین سے بھی ہر ایک رتبہ مین
بہت درجے ہین مثلاً مدح مین یہ درجات ہین کہ بعض آدمی تمناے مدح وثنا اور اپنی شہرت کی رکھتے ہین اور
اس مطلب کے حاصل کرنے کے لیے جو کچھ ان سے بن سکتا ہے کرتے ہین یہانتک کہ عبادات میں بھی
ظاہرداری کے واسطے کرتے ہین ممنوعات کے ارتکاب کی بھی کچھ پروا نہین کرتے وہ بھی چاہتے ہین کہ لوگون کے
دل اپنی طرف رجوع ہون اور ہماری تعریف مین سب لوگ رطب اللسان ہو جاوین ایسے لوگ ہالکین
مین داخل ہین۔ اور بعض ایسے ہین کہ اس مطلب کو مباحات سے طالب ہوتے ہین عبادات کے کرنے سے
خواہ ممنوعات کے ارتکاب سے اوسکے خواہان نہین تو ایسے لوگ گرتے ہوئے کنارہ پر ہین اسلیے کہ جن باتون سے
یا اعمال سے لوگون کا دل اپنی طرف راغب ہوتا ہے اونکی کچھ حد مقرر نہین اسی لیے اونکا ضبط کرنا بھی نہین
ہوسکتا تو کیا عجب ہے کہ آدمی مدح وثنا کے حصول کے لیے ایسی بات یا عمل کرے جو حلال نہو اور اسکو اطلاع
نہو ایسے لوگ ہلاک ہونے کے قریب قریب ہین یعنی یہ لوگ بھی گویا تباہ کار ہی ہین۔ اور کچھ لوگ ایسے ہین
کہ وہ مدح اور ثنا کے خواہان تو نہین نہ اوسکے لیے ساعی لیکن جب اونکی تعریف ہو تو اونکے دل پر سرور آجاتا ہے
پس اگر ایسے لوگ اس سرور کے آنے کو مجاہدہ سے ہٹائین اور بزور اس تعریف کو برا سمجھین تو کچھ دور نہین
کہ فرط سرور انکو اوس درجہ پر پہونچاوے جو اس سے پہلے تھا اور اگر نفس پر مجاہدہ کرکے اپنے دل مین بزور
وتکلف آفات مدح کو سوچکر اسکی کراہت اور برائی ڈالے تو ایسے لوگ مجاہدہ کے خطرہ مین رہتے ہین کبھی خود ہار
جاتے ہین کبھی جیتتے ہین۔ اور بعض لوگ ایسے ہین کہ جب اپنی تعریف سنتے ہین نہ خوش ہوتے ہین نہ رنجیدہ
لیکن تعریف اون مین کچھ تاثیر کرتی ہی ایسے لوگ باوجودے کہ پوری اخلاص نہین رکھتے تاہم اچھے ہین۔ اور
بعض لوگ ایسے ہین کہ جب اپنی تعریف سنتے ہین تو برا جانتے ہین مگر یہ نوبت نہین ہوتی کہ مدح پر
غصہ ہون یا منع کرین۔ اور سب مین اعلے درجہ یہ ہے کہ تعریف کو برا جانکر غصہ ہو اور اظہار غضب بھی
واقعی کرے نہ یہ کہ ظاہر مین تو غصہ ہو اور دل مین اوسکو اچھا جانتا ہو یہ صورت عین نفاق کی ہے
اسلیے کہ یہ یون چاہتا ہے کہ مین اخلاص اور صدق ظاہر کرون حالانکہ یہ دونون باتین اوس مین نہین
علے ہذا القیاس مدح کے برعکس ذم کے باب مین بھی درجات مختلف ہین ادنے درجہ یہ ہے کہ مذمت سننے پر
اظہار غصہ ہو اور اعلے درجہ یہ ہے کہ مذمت پر خوشی ظاہر کرے اور فرحت اور اظہار انبساط اوسی شخص سے
ہوسکیگا جو اپنے نفس کیطرف سے دل مین غصہ اور کینہ رکھتا ہوگا کہ یہ بڑا سرکش اور بہت عیب والا اور نہایت

خلاف وعدہ ہے بہت سے مکر و فریب و خبث رکھتا ہے اور اسی وجہ سے اوس سے ایسا بغض کرے جیسا دشمن سے ہوتا ہے اور چونکہ آدمی اپنے دشمن کی مذمت سننے سے خوش ہوا کرتا ہے اور اس شخص کا دشمن اسی کا نفس ہے تو جب اوسکی مذمت سنتا ہے تو خوش ہوتا ہے اور مذمت والے کا مشکور ہوتا ہے اور اوسکو بڑا ذکی اور ہوشیار سمجھتا ہے کہ اوسنے خوب میرے نفس سرکش دشمن کے عیب پہچانے اور یہ مذمت ایسے شخص کے حق مین ایک تشفی سی ہوتی ہے اور اوسکے نزدیک غنیمت معلوم ہوتی ہے اس لیے کہ مذمت کے باعث لوگون کی نظرون سے ساقط ہو کر جاہ کے فتنہ سے محفوظ رہتا ہے علاوہ اسکے سب طرح کے حسنات مین تو آدمی قائم نہین رہ سکتا تو کیا بعید ہے کہ یہ مذمت اوسکے ایسے عیبونکو جبر کر دے کہ جنکا دور ہونا اس سے دشوار ہے۔ اور اگر کوئی مرید تمام عمر اپنے نفس پر اسی ایک خصلت کا مجاہدہ کرے کہ اوسکے نزدیک مادح اور مذمت الابرابر ہو جاوے۔ تو اوسکو ایک ایسا شغل ہو جاوے گا کہ اوسکو اور کام کی فرصت ہو اور مرید مین اور سعادت مین بہت سی گھاٹیان ہین ان مین سے ایک یہ سعادت کا حاصل کرنا ہے اور ہر ایک گھاٹی کا قطع کرنا بدون مجاہدہ شدید کے تمام عمر طویل مین نہین ہو سکتا

دوسری فصل ریا کے باب مین یعنے عبادات کی جہت سے جاہ و منزلت کے طلب کرنے مین اور اس مین گیارہ بیان ہین +

بیان اول ریا کی مذمت مین۔ واضح ہو کہ ریا حرام ہے اور ریاکار خدا کے نزدیک مغضوب ہے اور یہ بات آیات اخبار و آثار سے ثابت ہے چنانچہ اللہ تعالے ارشاد فرماتا ہے فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ الَّذِينَ هُمْ عَن صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ اور فرمایا وَالَّذِينَ يَمْكُرُونَ السَّيِّئَاتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ وَمَكْرُ أُولَٰئِكَ هُوَ يَبُورُ حضرت مجاہد رضہ اسکی تفسیر مین فرماتے ہین کہ وے لوگ ریاکار ہین جو اس آیت مین مذکور ہوئے اور فرمایا إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا اسمین اخلاص والون کی مدح مذکور فرمائی کہ سواے وجہ اللہ کے اور کوئی ارادہ نہین رکھتے اور ریا اوسکی ضد ہے اور فرمایا فَمَن كَانَ يَرْجُو لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا یہ آیت ایسے لوگون کی شان مین اوتری ہے جو اپنے عبادات و اعمال پر مزدوری اور ثنا کے خواہان ہوتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جب ایک شخص نے سوال کیا کہ یارسول اللہ نجات کس چیز مین ہے آپ نے ارشاد فرمایا اَن لا يَعمَلَ العَبدُ بِطَاعَةِ اللهِ يُرِيدُ بِهَا النَّاسَ اور حضرت ابوہریرہ رضہ سے تین شخصون کی یعنی شہید اور صدقہ دینے والے اور قاری کے احوال کی حدیث جو باب اخلاص مین مفصل مذکور ہے مروی ہے کہ خداوند تعالی ان مین سے ہر ایک کو ارشاد فرماوے گا کہ تو جھوٹا ہے تو اللہ کے واسطے نہین لڑا بلکہ اسلیے کہ لوگ کہین تو بڑا بہادر ہے اور تو نے خدا کے واسطے

خیرات نہین دی بلکہ سخی کہلانے کے واسطے اور تو نے خدا کے واسطے کلام اللہ نہین پڑھا بلکہ قاری مشہور ہونے
کے لیے۔ اس حدیث مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اونکو ثواب نملا اور اونکے ریا نے سب اعمال
بیکار کر دیے۔ اور حضرت ابن عمرؓ سے یہ حدیث مروی ہے کہ مَنْ رَاءَىٰ رَاءَى اللّٰهُ بِهٖ وَمَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللّٰهُ بِهٖ
اور ایک حدیث طویل مین یون مذکور ہے کہ خداوند کریم فرشتون کو یون ارشاد فرماوے گا کہ اس شخص نے اپنے
عمل سے مجکو ارادہ نہین کیا اسکو دوزخ مین ڈالدو اور ایک حدیث مین یون ارشاد ہے کہ اِنَّ اَخْوَفَ
مَا اَخَافُ عَلَيْكُمُ الشِّرْكُ الْاَصْغَرُ لوگون نے عرض کیا کہ شرک اصغر کیا چیز ہے آپ نے فرمایا
کہ اَلرِّيَاءُ یعنے ریا ہے پھر فرمایا يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِذَا جَازَى الْعِبَادَ بِاَعْمَالِهِمْ اِذْهَبُوْا
اِلَى الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُرَاءُوْنَ فِي الدُّنْيَا هَلْ تَجِدُوْنَ عِنْدَهُمُ الْجَزَاءَ اور ایک حدیث مین فرمایا کہ
اِسْتَعِيْذُوْا بِاللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ جُبِّ الْحُزْنِ لوگون نے عرض کیا کہ وہ کیا چیز ہے آپ نے فرمایا
وَادٍ فِيْ جَهَنَّمَ اُعِدَّ لِلْقُرَّاءِ الْمُرَائِيْنَ اور ایک حدیث قدسی یون وارد ہے مَنْ عَمِلَ
لِيْ عَمَلًا اَشْرَكَ فِيْهِ غَيْرِيْ فَهُوَ لَهٗ كُلُّهٗ وَاَنَا مِنْهُ بَرِيْءٌ وَاَنَا اَغْنَى الْاَغْنِيَاءِ عَنِ الشِّرْكِ اور حضرت
عیسے علیہ السلام ارشاد فرماتے ہین کہ جب کوئی تم مین سے روزہ رکھے تو سر اور ڈاڑھی مین تیل ڈالے
اور ہونٹھون پر بھی ہاتھ پھیر دے تاکہ لوگ نجانین کہ یہ روزہ دار ہے اور جب کوئی داہنے ہاتھ سے کچھ دیوے
تو بائین کو خبر نہو اور جب نماز پڑھے تو اپنے دروازے کا پردہ چھوڑ دے کیونکہ خدا تعالے ثنا بھی
اسی طرح تقسیم کرتا ہے جس طرح روزی بانٹتا ہے اور ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین
لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ عَمَلًا فِيْهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ رِيَاءٍ اور حضرت عمرؓ نے ایک بار حضرت معاذؓ کو
روتے دیکھا اور سبب گریہ پوچھا اونھون نے کہا کہ مجکو ایک حدیث رلاتی ہے جسکو مین نے اس قبر
والے یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے اِنَّ اَدْنَى الرِّيَاءِ شِرْكٌ اور ایک حدیث مین
یہ ارشاد ہے اَخْوَفَ مَا اَخَافُ عَلَيْكُمُ الرِّيَاءُ وَالشَّهْوَةُ الْخَفِيَّةُ اور شہوت خفیہ کا مآل بھی ریا خفی اور
ریا دقیق پر پہونچتا ہے۔ اور ایک حدیث مین یہ فرمایا کہ جس روز خدا تعالی کے عرش کے سایہ کے سوا اور کوئی سایہ
نہوگا عرش کے سایہ مین ایک ایسا شخص ہوگا جسنے داہنے ہاتھ سے دیا اور بائین کو خبر نہوئی یعنی خیرات
خفیہ کی اسی جہت سے وارد ہے کہ عمل خفیہ ظاہر کے عمل سے ستر گنی فضیلت رکھتا ہے اور ایک حدیث شریف مین
ہے کہ آپ نے فرمایا قیامت کے روز ریاکار تین نامون سے پکارا جاوے گا اے فاجر اے غادر اے مرائی
تیرے عمل ضائع ہوئے اور ثواب جاتا رہا جسکے لیے تو عمل کیا کرتا تھا جا اوس سے اپنی اجرت لے۔ اور حضرت
شداد بن اوس رضہ فرماتے ہین کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ روتے ہین مین نے عرض کیا

کہا یا رسول اللہ آپ کس سبب سے روتے ہین آپنے فرمایا اَمَا تَخَوَّفْتُ عَلٰی اُمَّتِی الشِّرْكَ اَمَا اِنَّهُمْ لَا يَعْبُدُوْنَ صَنَمًا وَلَا شَمْسًا وَلَا قَمَرًا وَلَا حَجَرًا وَلٰكِنَّهُمْ يُرَاءُوْنَ بِاَعْمَالِهِمْ ۔ اور ایک حدیث مین یون وارد ہے کہ جب اللہ تعالے نے زمین کو پیدا کیا تو اپنے اوپر کی اشیا کے ساتھ کانپنے لگی اللہ تعالے نے پہاڑون کو پیدا کرکے زمین کے لیے میخین بنادی فرشتون نے آپس مین کہا کہ خدا تعالے نے کوئی چیز پہاڑ سے زیادہ سخت نہین بنائی اللہ تعالے نے لوہا پیدا کیا اوسنے پہاڑون کو کاٹ ڈالا پھر آگ پیدا کی اوسنے لوہے کو گلا دیا پھر پانی کو حکم ہوا اوسنے آگ بجھادی پھر ہوا کو حکم ہوا اوسنے پانی کو تہ و بالا کر دیا فرشتون نے یہ سب دیکھکر باہم اختلاف کیا کہ سب مین زیادہ سخت کون چیز ہے پھر کہا کہ اسکو اللہ جلشانہ سے پوچھنا چاہیے عرض کیا کہ الٰہی تو نے اپنی مخلوق مین سب سے زیادہ سخت کونسی چیز بنائی ہے ارشاد ہوا کہ میری نزدیک سب مین زیادہ سخت آدمزاد کا دل ہے کہ خیرات دہنے ہاتھ سے کرتا ہے اور بائین سے چھپاتا ہے اس سے زیادہ سخت کوئی مخلوق مین نے نہین پیدا کی ۔ اور حضرت عبد اللہ بن المبارک ایک شخص سے راوی ہین کہ اوس شخص نے حضرت معاذ بن جبل رضہ کی خدمت مین عرض کیا کہ مجھسے کوئی حدیث بیان فرمایئے جسکو آپنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو حضرت معاذ اتنا روئے کہ سائل کو گمان ہوا کہ آپ چپ نہون گے پھر چپ ہوئے اور کہا کہ مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے مجکو پکارا ای معاذ مین نے عرض کیا لَبَّيْكَ بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ آپ نے فرمایا کہ مین تجھسے ایک حدیث کہتا ہون اگر تو یاد رکھے گا تو تجکو نافع ہوگی اور اگر یاد نرکھے گا اور ضائع کر دیگا تو تیری حجت قیامت مین خدا تعالے کے سامنے کچھ نہ چلے گی اے معاذ اللہ تعالے نے قبل پیدائش زمین اور آسمانون کے سات فرشتون کو پیدا کیا پھر آسمانون کو پیدا کرکے ہر آسمان پر ایک فرشتہ دربان معین کر دیا اور ہر آسمان کو بڑی عظمت عنایت فرمائی جب بندے کے صبح سے شام تک کے عمل فرشتے محافظ لیکر اوپر چڑھتے ہین اور عمل مین آفتاب کا سا نور ہوتا ہے فرشتے اپنے نزدیک اوسکو اچھا اور بہت سمجھتے ہین مگر جب آسمان دنیا پر پہونچتے ہین تو دربان اوس آسمان کا محافظون سے کہتا ہے کہ اس عمل کو عمل والے کے منہ پر مارو مین غیبت کا فرشتہ ہون میرے رب نے مجکو حکم کیا ہے کہ جس شخص نے لوگون کی غیبت کی ہو اوسکو اپنے آگے نہ بڑھنے دو پھر محافظین کوئی اور عمل صالح بندے کا لیکر جس مین غیبت نہو دربان اول سے گذر جاتے ہین اور اوس عمل کو پاک اور زیادہ جانتے ہین یہانتک کہ دوسرے آسمان پر پہونچتے ہین وہان کا دربان کہتا ہے کہ کھڑے رہو اور اس عمل کو اوسکے مالک کے منہ پر مارو اوسنے اس عمل سے متاع دنیا مراد لی تھی میرے پروردگار کا حکم ہے کہ ایسے عمل کو آگے نجانے دون وہ شخص مجلسون مین بیٹھکر فخر کیا کرتا تھا

پھر محافظین بندے کا اور عمل صدقہ اور نماز روزہ جسمین ایسا نور ہو کہ محافظین بھی حیران ہین لیکر چڑھتے ہین اور دونون آسمانون سے گذر جاتے ہین جب تیسرے پر پہونچتے ہین تو جو فرشتہ اوسپر موکل ہے وہ کہتا ہے کہ ٹھہرو اور اس عمل کو اوس بندے کے مُنہ پر مارو مین کبر کا فرشتہ ہون میرے مالک کا حکم ہے کہ جس عمل مین کبر ہو اوسکو آگے نجانے دون وہ شخص مجلسون مین تکبر کیا کرتا تھا پھر محافظین بندے کا کوئی اور عمل مثل حج وعمرہ نماز روزہ کے لیکر اوپر جاتے ہین اور یہ عمل ستارے کے موافق چمکتا ہوتا ہے اور آواز کرتا ہے اوسکو لیکر جب چوتھے آسمان پر پہونچتے ہین اوسکا دربان کہتا ہے کہ اس عمل کو اوسی کی پیٹھ اور پیٹ پر مارو مین فرشتہ عُجب ہون میرے مالک کی اجازت ہے کہ عُجب کے عمل کو آگے نہ بڑھنے دون یہ شخص جب عمل کرتا تھا تو اپنے عمل مین عُجب کو دخل دیتا تھا پھر محافظین اور عمل بندے کا لیکر پانچوین آسمان تک چلے جاتے ہین اور یہ عمل دولھن کی طرح آراستہ ہوتا ہے پانچوین آسمان کا موکل کہتا ہے کہ توقف کرو اور اس عمل کو عمل والے کے مُنہ پر مارو اور اوسی کی گردن پر ڈالدو مین فرشتہ حسد کا ہون وہ لوگون سے حسد کیا کرتا تھا جو کوئی کچھ سیکھتا اور اوسی کے موافق کام کرتا یا کوئی شخص نقل عبادت ادا کرتا یہ سبکی حسد کرتا اور اونکو برا کہتا مجھے حکم آلہی ہے کہ اوسکے عمل کو آگے نجانے دون پھر محافظین بندے کے اور نماز زکوٰۃ و روزہ حج لیکر اوپر جاتے ہین جب چھٹے آسمان پر پہونچتے ہین وہان کا موکل کہتا ہے کہ ٹھہرو اور اسکو عامل کے مُنہ پر مارو وہ کبھی کسی انسان پر رحم نہین کرتا کیسی ہی کسی پر بلا یا ضرر آوے بلکہ ہنسا کرتا ہے مین فرشتۂ رحمت ہون مجھے امر خداوندی ہے کہ ایسے کے عمل کو نہ بڑھنے دون پھر محافظین بندہ کا اور عمل لیکر چڑھتے ہین اور اوس عمل روزہ نماز اور ورع و اجتہاد وغیرہ مین عدکی سی گرج ہوتی ہے اور آفتاب کی چمک اور تین ہزار فرشتے اوسکے ساتھ ہوتے ہین اور چھون آسمانون سے گذر کر جب ساتوین پر پہونچتے ہین تو اوسکا دربان کہتا ہے کہ توقف کرو اور اس عمل کو اسکے عامل کے مُنہ پر مارو اور اوسکے اعضا پر پٹکو اور اوسکے دل پر ڈالدو جس عمل کو کہ خاص خدا کے واسطے نہین کیا اوسکو مین پروردگار کے سامنے نجانے دونگا اس عامل کو بھی اپنے عمل سے غیر اللہ مراد تھا اسکی مراد یہ تھی کہ فقہا مین رفعت ہو جاوے علما مین میرا ذکر ہو شہرون مین مشہور ہو جاؤن میرے خدا کا حکم ہے کہ اوسکے عمل کو اپنے پاس سے آگے نجانے دون اور جو عمل کہ خدا کے واسطے نہین وہ ریا ہے اور خداے تعالے ریاکار کا عمل قبول نہین فرماتا پھر محافظین بندے کا عمل نماز روزہ زکوٰۃ و روزہ و حج وعمرہ اور خلق اور حسن سکوت اور ذکر الٰہی جن مین کوئی عیب عیوب مذکورۂ بالا سے نہو لیکر اوپر جاتے ہین اور اوسکے ساتھ تمام آسمانون اور زمین کے فرشتے ہوتے ہین یہانتک کہ سب پردون کو قطع کرکے خداوند کریم کے سامنے جاکر کھڑے ہوتے ہین اور اوس شخص کے لیے عمل صالح کی گواہی دیتے ہین کہ خاص خدا کے واسطے کیا ہے اللہ جل شانہ ارشاد فرماتا ہے کہ تم میرے بندے کے عمل نگہبان تھے اور مین اوسکے

نفس کا نگران ہون او سنے اس عمل سے مجکو ارادہ نہین کیا میرے سوا کچھ اور مراد تھی اوسپر میری لعنت ہے فرشتے کہین گے
کہ اوسپر تیری لعنت اور ہماری لعنت اور آسمان کہین گے کہ اوسپر خدا کی لعنت اور ہماری لعنت غرض اوسپر
سب آسمان اور زمین اور جو چیزین اون مین ہین لعنت کرینگی حضرت معاذ رضہ فرماتے ہین کہ مین نے یہ حدیث سنکر
حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک مین عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ تو رسول خدا ہین اور مین معلو ہون
مین کیا کرون آپ نے فرمایا کہ میری پیروی کر اگرچہ تیری عمر تھوڑی سی ہو اے معاذ جو تیرے بھائی قرآن خوان ہین
اونکی غیبت مت کر اور اپنے گناہون کو خود اپنے اوپر رکھ اور اونکے ذمہ مت لگا اور اونکو برا کہکر اپنا تزکیہ مت کر
اور نہ اپنے آپکو اونپر اونچا کر اور عمل آخرت مین دنیا کے کام کو داخل مت کر اور لوگون مین تکبر مت کر ورنہ لوگ
تیری بد خلقی سے ڈرین گے اور جب کوئی دوسرا تیرے پاس بیٹھا ہو کسی سے سرگوشی مت کر اور لوگون کو
اپنی عظمت مت جتا نہین تو تجھسے دنیا کی برکت جاتی رہے گی اور لوگون کی ہتک مت کر ورنہ قیامت مین
تجکو دوزخ کے کتے چیر ڈالین گے اللہ تعالے فرماتا ہے وَالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا اے معاذ تجکو معلوم ہے کہ
وے کیا ہین حضرت معاذ رضہ فرماتے ہین کہ مین نے عرض کیا کہ آپ ارشاد فرما دین کہ وے کیا ہین آپ نے
فرمایا کہ وہ دوزخ کے کتے ہین کہ گوشت اور ہڈی کو دانتون سے نوچین گے مین نے عرض کیا کہ آپ پر میری
ما اور باپ فدا ہون یہ خصائل جو ارشاد ہوئے انکی بجا آوری کی کسکو طاقت ہے اور اون دوزخ کے
کتون سے کون بچے گا آپ نے فرمایا کہ اے معاذ جسپر خدا آسان کرے اوسکو یہ باتین کچھ مشکل نہین راوی
کہتے ہین کہ مین نے حضرت معاذ رضہ سے زیادہ کسی کو کلام اللہ کی تلاوت کرتے نہین دیکھا وہ اس حدیث کی وجہ سے
اکثر تلاوت مین مصروف رہتے تھے - اور روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضہ نے ایک شخص کو گردن جھکائے
دیکھا آپ نے فرمایا کہ او گردن والے اپنی گردن اوٹھا کہ خشوع گردنون مین نہین ہے بلکہ دلون مین ہے - اور
حضرت ابو امامہ باہلی رضہ نے ایک شخص کو مسجد مین سجدے کے درمیان روتے ہوئے دیکھکر فرمایا کہ تو یہ بات
اگر اپنے گھر کرتا تو بہت اچھا ہوتا - اور حضرت علی رضہ نے فرمایا ہے کہ ریاکار کی تین علامتین ہین جب اکیلا ہو
تو سست ہو اور جب مجمع مین ہو تو خوش ہو اور جب اوسکی کوئی تعریف کرے تو عمل زیادہ کرے اور اگر کوئی
مذمت کرے تو کم اور ایک شخص نے عبادہ بن الصامت رضہ سے پوچھا کہ اگر مین تلوار سے خدا کی راہ مین
لڑون اور نیت رضای الٰہی اور لوگون کی تعریف کی ہو تو کچھ ثواب ہوگا آپنے فرمایا کہ تجھے کچھ نہ ملیگا
اوس شخص نے تین بار پوچھا آپ نے یہی جواب دیا اور آخر کو فرمایا کہ خداے تعالے فرماتا ہے کہ مین شرک سے
غنیون کا غنی ہون - اور ایک شخص نے حضرت سعید بن المسیب رضہ سے پوچھا کہ ہم مین سے بعض آدمی نیکی کرتے ہین
اور یہ چاہتے ہین کہ لوگ بھی تعریف کرین اور ثواب بھی پاوین آپ نے فرمایا کہ تمھین یہ منظور ہے کہ خدا کا

غضب تم پر ہو اوسنے کہا کہ نہین آپ نے فرمایا کہ تو جب عمل اللہ کے واسطے کرو اوسکو اخلاص کے ساتھ کرو۔
اور ضحاک رح فرماتے ہین کہ یہ نکہنا چاہیئے کہ یہ عمل رضائے الٰہی اور تمہاری رضا کے واسطے ہے یا رضائے
الٰہی اور رضائے اہل قرابت کے لیے ہے کیونکہ اللہ تعالے کا کوئی شریک نہین ۔ اور حضرت عمر رضہ نے ایک شخص
کے درّہ مارا تھا پھر اوس سے فرمایا کہ تو مجھسے عوض لے لے اوسنے عرض کیا کہ مین نے خدا کے واسطے اور آپکی خاطر
معاف کیا آپ نے فرمایا کہ یہ تو کچھ بھی نہوا یا تو میری ہی خاطر معاف کر کہ مجھپر احسان ہو یا خدا ہی کے واسطے
چھوڑ دے اوسنے عرض کیا کہ مین نے صرف خدا کے واسطے چھوڑا آپ نے فرمایا کہ اب خوب ہوا ۔ اور حضرت
حسن بصری رح فرماتے ہین کہ مین ایسے لوگون کے ساتھ رہا ہون کہ اونکے دل مین حکمت کی ایسی باتین گذرتی تھین
کہ اگر اونکو زبان پر لاتے تو اونکو اور اونکے ساتھیون کو مفید ہوتین مگر شہرت کی ڈر کے مارے نہین کہتے تھے
اور جب راہ مین کوئی ایذا دہندہ چیز دیکھتے تو اوسکو مشہور ہو جانے کے خوف سے علٰحدہ نکرتے ۔ اور سنتے تھے
کہ ریاکار قیامت کو چار نامون سے پکارا جاوے گا ای ریاکار ۔ او زیان کار ۔ او مکار ۔ او بدکار جاجسکے لیے
عمل کیا ہے اوس سے اپنی اجرت لے ہمارے پاس تیرے واسطے کچھ اجر نہین ۔ اور حضرت فضیل بن عیاض رح
فرماتے کہ پہلے ریا ایسے عملون سے کرتے تھے کہ بجالاتے تھے اور آج ریا ایسے اعمال سے کرتے ہین کہ جنکے
مرتکب نہین ہوتے ۔ اور حضرت عکرمہ رضہ فرماتے ہین کہ خدائے تعالے بندے کو نیت پر اتنا دیگا کہ اوسکو
عمل پر نہ دیگا اسلیے کہ نیت مین ریا نہین ہوتا ۔ اور حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ ریاکار یہ چاہتا ہے کہ خدا
تعالے کی تقدیر پر غالب ہو جاوے وہ خراب آدمی ہے یون چاہتا ہے کہ آدمی اوسکو نیک بخت کہین
اور وہ کس طرح کہہ سکتے ہین وہ تو خدا کے نزدیک نکمے لوگون مین داخل ہے ایماندارون کے دلونکو لازم ہے
کہ اوسکو پہچان رکھین ۔ اور حضرت قتادہ رضہ فرماتے ہین کہ جب بندہ ریا کرتا ہے اللہ تعالے فرماتا ہے
کہ میرے بندے کو دیکھو مجھسے ٹھٹھول کرتا ہے ۔ اور حضرت مالک بن دینار رح فرماتے ہین کہ قاری تین قسم کے ہین
ایک خدا کے قاری ایک دنیا کے قاری ایک بادشاہون کے قاری ۔ محمد بن واسع خدا کے قاریون مین سے
ہین اور حضرت فضیل بن عیاض رح فرماتے ہین کہ جو کوئی ریاکار کو دیکھا چاہے وہ مجھے دیکھ لے ۔ اور محمد بن المبارک
صوری رح کا قول ہے کہ اہل خیر کی وضع رات کو اختیار کرنی چاہیے دنکو اہل خیر کی صورت اظہار کرنے سے وہ اشرف ہے
اسلیے کہ دن کا معاملہ مخلوق کے لیے ہے اور رات کا خالق کے لیے ۔ اور ابو سلیمان رح کا قول ہے کہ بہ نسبت
عمل کے عمل کا بچانا بہت سخت ہے ۔ اور ابن مبارک رح نے فرمایا کہ ایک آدمی طواف کعبہ کا کرتا ہے مگر ہے خراسان
لوگون نے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے آپ نے فرمایا کہ جو کوئی اس بات کو محبوب جانے کہ مجکو لوگ یون کہین کہ یہ مکہ کا
مجاور ہے حاصل یہ ہوا کہ طواف حصول شہرت کے لیے ضائع ہے اوسپر کچھ ثواب و اجر مترتب نہین ۔ اور حضرت

ابراہیم بن ادہم رح فرماتے ہین کہ جسنے مشہور ہونا چاہا اوسنے خدائے تعالے کی تصدیق نہین کی

دوسرا بیان ریا کی حقیقت اور جن چیزون مین کہ ریا ہوتا ہے - واضح ہو کہ ریا مشتق رویت سے ہے جسکے معنے دیکھنے کے ہین اسی طرح سمعہ جو بمعنی شہرت مستعمل ہے مشتق سماع بمعنے سننے کے ہے اور ریا کی اصلی معنے یہ ہین کہ لوگون کو اچھی خصلتین دکھلا کر اونکے دلون مین منزلت حاصل کرنی لیکن چونکہ جاہ و منزلت کا دلون مین حاصل ہونا سوائے عبادات کے اور اعمال سے بھی ہو سکتا ہے اور عبادات سے بھی تو بحکم عادت یہ لفظ خاص اسی صورت کا نام ہو گیا ہے جس مین طلب منزلت دلون مین عبادات کی جہت سے مقصود ہو پس اس سے تعریف ریا کی یہ ہوئی کہ خدا کی طاعت سے مخلوق کا ارادہ کرنا تو یہان چار چیزین ہین ایک ریا کرنے والا دوسرے عابد ایک جسکے لیے ریا کرتا ہے وہ آدمی ہین کہ تا اونکو دکھلانا منظور ہے اور اونکے دلون مین منزلت مطلوب اور ایک جس چیز کو دکھلانا منظور ہے وہ خصلتین ہین جو ریاکار ظاہر کرنا چاہتا ہے اور ایک خود ریا ہے یعنے اون خصائل کے اظہار کا قصد اور جن چیزون مین کہ ریا کو دخل ہے وہ پانچ قسم ہین یعنی آدمی لوگون مین نمود پانچ چیزون مین کرسکتا ہے بدن اور ہیئت اور قول اور عمل اور متعلقہ کے لوگ اور اشیاء خارجی دنیادار بھی انھین پانچ قسمون سے نمود کرتے ہین مگر جاہ کا طلب کرنا اور ریا کا خواہان ہونا ایسے اعمال سے جو داخل طاعت نہین بہ نسبت طاعت کی ریا کے خفیف ہے **قسم اول** بدن کی نمود - دین کے باب مین تو اس طرح ہے کہ بدن پر لاغری اور زردی ظاہر کرے تاکہ لوگون کو یہ خیال ہو کہ یہ دین مین بہت محنت کرتا ہے اور دین کا خوف غالب ہے اور آخرت کا ڈر بہت ہے یا یہ کہ دبلا ہونے سے معلوم ہو کہ غذا بہت کم کھاتا ہے اور زردی رنگ سے وہم ہو کہ شب بیدار ہے اسی طرح بالون کا بکھرا رہنا اسپر دلالت کرتا ہے کہ دین کا فکر بہت ہے اوس سے فراغت کنگھی کی نہین ملتی پس یہ اسباب جب لوگون مین ظاہر ہو جاتے ہین تو لوگ اونسے وہی باتین مذکورہ سمجھتے ہین اور نفس کو اونکے معلوم ہونے کی کمال خوشی ہوتی ہے اسی لیے اس خوشی کی چاہ مین اون باتون کا اظہار چاہتا ہے اور اسی کے قریب ہے آواز کی پستی اور آنکھون کا اندر کو گڑ جانا اور لبون کا پژمردہ رہنا کہ اونسے یہ پایا جاتا ہے کہ یہ شخص ہمیشہ روزہ دار ہے اور شرع کی تعظیم کی جہت سے آواز پست ہو گئی یا بھوکھ کی کمی سے طاقت کم ہو گئی ہے اسی بنا پر حضرت عیسی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب کوئی تم مین سے روزہ رکھے تو چاہیے کہ سر مین تیل ڈالے اور کنگھی کرے اور سرمہ لگاوے اور اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رض اور حضرت ابن مسعود رض سے بھی مروی ہے اور یہ سب معاملہ اسی لیے ہے کہ کہین شیطان ریا کی طرف مائل نہ کردے یہ طور بدن کی نمود کا اہل دین کرتے ہین مگر دنیادار اسکے برعکس فربھی اور صفائی رنگ اور راستی قد اور خوبصورتی اور بدن کی پاکیزگی اور اعضا کی قوت و اونکا تناسب ہونا ظاہر کرتے ہین **دوسری قسم** ہیئت اور لباس سے نمود کرنی مثلا سر کے بالون کو پراگندہ رکھنا اور مونچھون کو

منڈانا اور راہ مین گردن ڈالکر چلنا اور آہستہ آہستہ حرکت کرنا اور سجدہ کا نشان پیشانی پر باقی رکھنا اور موٹے
کپڑے پہننا اور کمل کی عبا پہننا اور اوسکے دامن پنڈلیون کے قریب تک اونچے رکھنا اور آستینین چھوٹی کرنی اور
کپڑے نہ دھلانے اور اونکو پھٹا ہوا رکھنا یہ سب باتین اس نمود کے لیے ہین کہ یہ معلوم ہو کہ یہ شخص تابع سنت اور
پیرو اوسکے نیک بندون کا ہے اور اسیمین داخل ہے پیوند لگا ہوا کپڑا پہننا اور سجادہ پر نماز پڑھنی اور صوفیون کی
طرح نیلے کپڑے پہننے حالانکہ باطن مین حقیقت تصوف خاک بھی نہین اور عمامہ کے اوپر چادر پہننی اور اسکو
آنکھون پر لٹکا لینا بھی داخل نمود ہے کہ اس تمیز کے باعث سبکی آنکھ اوسپر پڑے گی اور جانا جاویگا کہ بڑی محتاط ہین
کہ راہ کے غبار سے بھی اپنی آنکھین بچاتے ہین اور اسی مین یہ بھی شامل ہے کہ بے علم آدمی عالمون کا خاص لباس
پہنے تاکہ لوگ اوسکو عالم سمجھین۔ اور جو لوگ لباس سے نمود کرتے ہین اونکے کئی طبقات ہین بعض ایسے لوگ ہین
کہ اہل صلاح کے نزدیک زہد کے اظہار سے منزلت کے خواہان ہوتے ہین اسی لیے کپڑے پھٹے پرانے میلے موٹے چھوٹے
پہنتے ہین تاکہ یہ معلوم ہو کہ انکو دنیا کی کچھہ پروا نہین ایسے لوگونکو اگر کوئی بتکلف متوسط درجہ کے کپڑے پہنادے
جیسے سلف کے اکابر پہنتے تھے تو اونکے نزدیک ایسا ہو کہ گویا ذبح کر ڈالا اور یہ صرف اس خوف سے ہوتا ہے
کہ لوگ یون کہینگے کہ پہلے تو زاہد ہوئے تھے اب اوس طریق سے پھر گئے اور دنیا کے راغب ہوئے۔ اور بعض
لوگ ایسے ہین کہ وہ اہل صلاح اور دنیا دارون یعنے بادشاہون اور امرا اور رؤسا اور بڑے تجارون دونون
فریق مین مقبول ہوا چاہتے ہین پس اگر نہایت عمدہ لباس پہنین تو درویش اونکو برا سمجھین اور اگر حقیر لباس
پہنین تو بادشاہون اور اہل دنیا کی نظرون مین نہ چڑھین اور اونکو منظور یہ ہے کہ دونون فریق کے نزدیک
مقبول ہون اس لیے نہایت باریک عبا اور چادرین اور رنگین پیوندکار وغیرہ تلاش کرکے پہنتے ہین اور غالب
ہے کہ اونکا لباس اور توانگرون کا قیمت مین مساوی ہوتا ہوگا مگر رنگ اور ہیئت صلحا کے کپڑون کی سی
ہوتی ہے اور اگر کوئی اونکو موٹا یا میلا کپڑا بزور پہنادے تو مثل ذبح برا جانین اسلیے کہ بادشاہون کی
نظرون سے اوتر جاوینگے ایسا ہی اگر ریشمین یا حریری اطلس گلبدن وغیرہ پہنادے گو یہ کپڑا بہ نسبت
اونکی پوشاک کے کم قیمت کا ہو مگر اونکو اسکا پہننا نہایت گران گذرے اسلیے کہ درویش اونکو یہ جانینگے
کہ انھون نے دنیا دارون کا لباس پہن لیا حاصل یہ کہ جو فرقہ اپنی منزلت کسی خاص لباس مین جانتا ہے
وہ اوس سے نہ کم پہنتا ہے نہ زیادہ اگرچہ کمی بیشی مباح ہو مگر وہ مذمت کے خوف کے مارے نہ اوس سے اعلے
پہنین نہ ادنے اور انکی غرض دا انھین نفیس کپڑون اور بڑھیا سواریون اور گھوڑون اور رنگین کپڑون اور
نفیس چادرون اور اقسام لباس و مسکن و اثاث البیت مین بہتات اور تجمل ظاہر کیے ہین ہے اور یہ بات
سب آدمیون مین پائی جاتی ہے کہ اپنے گھر مین موٹے کپڑے پہنتے ہین اور اگر اوسی طرح باہر مجمع مین

چلے آوین تو بہت برا جانین جبتک زینت اچھی طرح نہین کر لیتے تب تک نہین نکلتے **تیسری قسم** قول مین نمود کرنے کی ہے۔ اسمین اہل دین کی نمود اسطرح ہے کہ ریا کے لیے وعظ و نصیحت کرنا اور حکمت و دانائی کی بات اکہنی اور اخبار و آثار کا اسلیے یاد کرنا کہ روزمرہ کے محاورے مین کام آوے اور لوگون کو کثرت علم اور زیادتی توجہ احوال سلف پر معلوم ہو اور لوگون کے سامنے ذکر کے لیے ہونٹھ ہلاتے رہنا اور سب کے سامنے اچھی بات کو امر کرنا اور بری بات سے روکنا اور بری باتون پر غصہ کا ظاہر کرنا اور اگر لوگ معصیت کے مرتکب ہون تو افسوس ظاہر کرنا اور کلام کرنے مین آواز کو ضعیف کرنا اور تلاوت قرآن مجید مین پتلی آواز کرنی تاکہ معلوم ہو کہ اسکو خوف اور غم بہت ہے اور حدیث کے یاد کا مدعی ہونا اور بہت سے محدثون سے ملاقات ظاہر کرنی اور اگر کوئی حدیث بیان کرے تو اوس مین جلدی سے علل و عیب بتلانا خواہ یہ کہدینا کہ یہ حدیث صحیح ہے یا غیر صحیح تاکہ لوگون کو معلوم ہو کہ حدیث دان ہین اور اس باب مین فاضل ہین اور کسی کے الزام دینے کو مجادلہ اور تقریر ناحق کر بیٹھنا کہ لوگ جانین کہ علم دین مین بڑی دستگاہ ہے اسی طرح اہل دین کے قول سے ریا کرنے کے بہت سے اقسام ہین کہ اونکا شمار نہین ہو سکتا مگر دنیا کے لوگ قول سے نمود اسطرح کرتے ہین کہ اشعار اور امثال یاد کر لیتے ہین اور فصیح عبارتین اور شاذ و نادر جملے آپس مین بحث کے واسطے اور اہل علم کے سامنے ایک عجیب فقرہ پیش کرنے کے لیے حفظ کرتے ہین اور لوگون کے دلون کو اپنی طرف مائل کرنے کے واسطے ہر شخص سے دوستی ظاہر کرتے ہین **چوتھی قسم** عمل کی نمود ہے۔ مثلاً نماز مین ریا کے لیے دیر تک قیام کرنا اور سجدہ اور رکوع طویل کرنا اور گردن جھکانی اور التفات کا ترک کرنا اور سکون اور وقار کا ظاہر کرنا اور قدمون اور ہاتھون کو برابر رکھنا وغیرہ اسی طرح روزہ اور جہاد اور حج اور صدقہ اور کھانا کھلانے مین ریا ہوتا ہے اور چلنے مین ملاقات کے وقت فروتنی کرنی مثلاً آنکھین نیچی کرنی اور سر جھکانا اور کلام وقار کے ساتھ کرنا۔ یہانتک کہ ریاکار کبھی اپنے کام کو لیے تیز چلتا ہے مگر جب کوئی دیندار اوسکے سامنے آجاتا ہے تو آہستہ چلنے لگتا ہے اور سر ڈال لیتا ہے کہ ایسا نہو کہ دیکھنے والا مجکو جلدباز اور کم وقر جانے پھر جب وہ شخص غائب ہو جاتا ہے تو بدستور جلدی چلنے لگتا ہے پھر کوئی دیکھ لیتا ہے تو پھر خشوع کرتا ہے اور خدا کو یاد کرکے خشوع نہین کرتا صرف انسان کی اطلاع سے خشوع کرتا ہے کہ کہین ایسا نہو کہ وہ یہ جانے کہ یہ بندہ صالح نہین ہے۔ اور بعض لوگ ایسے ہوتے ہین کہ علیحدگی مین چال مخالف اوس چال کے ہو جو لوگون کے سامنے ہوتی ہے تو اونکو شرم آتی ہے تو وہ تنہائی کی چال مین تکلف کرتے ہین اور بہت بنا کر چلتے ہین کہ اگر بالفرض تنہائی مین اونکو کوئی دیکھے تو چال مین تبدیل نہ کرنی پڑے سب یکسان بخار رہے ایسے لوگون کو یہ گمان ہے کہ شاید اس حرکت سے ریا سے بچ جاتے ہین حالانکہ ریا نشد دو مشکل

مضمون ہوتا ہے کہ پہلے لوگون کے سامنے ہی تھا اب خلوت مین بھی ہوا اسلیے کہ تنہائی مین جو اچھی رفتار اختیار کی ہے سواسی واسطے ہے کہ مجمع مین بھی ویسی ہی ہو کچھ خدا کے خوف اور حیا سے اختیار نہین کی سواور دنیا والون کی نمود یون ہے کہ تبختر اور تکبر کے ساتھ چلنا اور ہاتھون کا ہلانا اور قدم قریب قریب رکھنا اور دامنکو تھامے رہنا اور دونون پہلو پر ہاتھ دھرنا وغیرہ امور جنسے جاہ و حشمت معلوم ہو **پانچوین قسم** یارون اور ملاقاتیون سے نمود کرنی مثلاً کوئی شخص اسبات کا بتکلف خواہان ہو کہ فلان عالم یا عابد میری ملاقات کو آئے تاکہ لوگ یہ جانین کہ یہ شخص بڑا دیندار ہے کہ ایسے عالم اور عابد اسکے پاس آمد و شد رکھتے ہین یا کسی بادشاہ خواہ حاکم کا آنا چاہتا ہے باین غرض کہ لوگ یہ سمجھین کہ اسکا مرتبہ دین مین بڑا ہے کہ حاکم بھی برکت حاصل کرنے کو اوسکے پاس جاتے ہین۔ یا کوئی شخص بہت سے شیوخ و مرشدین کا ذکر کرے تاکہ معلوم ہو کہ اسکی ملاقات بہت سے اکابر سے ہے اور سب سے استفادہ کیا ہے اور ایسے شخص کا افتخار اور ریا اوسکے کلام سے مترشح ہوتا ہے کہ کسی سے گفتگو کے وقت کہنے لگتا ہے کہ تمنے کسکو دیکھا ہے مین نے اتنے مرشدون کو دیکھا اور اتنے شہرون مین پھرا اور اتنے لوگون کی خدمت کی وغیرہ۔ پس جن چیزون سے لوگ ریا کرتے ہین وہ انھین پانچ قسمون مین سے ہوتی ہین اور ہر ایک کا مطلوب یہی ہوتا ہے کہ لوگون کے دلون مین جاہ و منزلت حاصل ہو۔ اور بعضے لوگ خلق کے حسن اعتقاد کو اپنے اوپر جانکر قانع ہو جاتے ہین مثلاً بہت سے راہب اپنے معبد مین سے برسون نہین نکلتے اور بہت سے عابد پہاڑون کی چوٹی پر مدتون عزلت نشین رہتے ہین اور اونکی زندگی اسی اعتبار سے ہے کہ ہمارا جاہ لوگون کے دلون مین قائم ہے اور اگر اونکو یہ معلوم ہو جاوے کہ لوگون کے نزدیک میری کوئی خطا ثابت ہو گئی کہ اس معبد یا گوشہ مین اونکے عندیہ مین صاحب تقصیر ٹھہرا تو پھر بہت گھبراوے گا اور اسپر قانع نہو گا کہ خدا تو جانتا ہے کہ مین اس خطا سے بری ہون بلکہ اسکا شدت سے غم کرے گا اور لوگون کے دلون مین سے اوس شک کے رفع کرنے کے بیسیون حیلے تلاش کرے گا باوجودیکہ یہ شخص لوگون کے مال کا طامع نہین مگر جاہ کی محبت ایسی مزہ دار ہے کہ اوسکا چسکا اسکو موجود ہے اسلیے کہ جاہ ایک طرح کی قدرت و کمال ہے گو سریع الزوال ہو اکثر جاہل آدمی اوسکے دھوکے مین آ جاتے ہین۔ اور بعض آدمی ریاکار ایسے ہوتے ہین کہ صرف دلون مین منزلت ہونے ہی پر قانع نہین ہوتے بلکہ اسکے ساتھ یہ بھی چاہتے ہین کہ لوگ ثنا و مدح کرین۔ اور بعضے اپنا شہرہ ملکون مین پھیلنا چاہتے ہین تاکہ اطراف و جوانب سے لوگ بہت سے رجوع ہون۔ اور بعضے بادشاہون اور حکام کے نزدیک شہرہ چاہتے تاکہ کسی کی سفارش اگر کرین تو قبول ہو جاوے اور لوگون کے کام اس ذریعہ سے اپنے اختیار مین آ جاوین۔ اور عوام مین بہت اقتدار اور جاہ حاصل ہو جاوے۔ اور بعض اشخاص ریا سے طالب مال کے ہوتے ہین گو مال وقف اور یتیمون کا مال خواہ اور کوئی حرام مال ہو یہ طبقات ریاکارون کے سب مین برے ہین

یہانتک بیان حقیقت ریا اور اون چیزون کا جنسے ریا ہوتا ہے تھا اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ بعض ریا حرام ہے اور
بعض مکروہ اور بعض مباح اور اوسکی تفصیل یہ ہے کہ ریا یعنے طلب جاہ یا عبادات سے ہوتا ہے یا غیر عبادات سے
اگر غیر عبادات سے ہی تو اوسکا حکم طلب مال کا سا ہے یعنے صرف طلب منزلت لوگون کے دلون مین ہونیکی جہت سے
حرام نہین جیسے کہ طلب مال حرام نہین لیکن جیسے مال کے حاصل کرنے مین دغا اور فریب اور وجہین ناجائز ہوسکتی ہین
اسی طرح جاہ مین بھی ہوسکتی ہین اور جس طرح تھوڑا مال یعنے بقدر احتیاج انسانی حاصل کرنا اچھا ہے اسیطرح
تھوڑا سا جاہ یعنے جسکے باعث آفات سے محفوظ رہے اوسقدر یہ بھی بہتر ہے اور یہی جاہ ہے جیسے حضرت
یوسف علیہ السلام نے طلب کیا تھا اور فرمایا اِنِّی حَفِیظٌ عَلِیمٌ اور جس طرح کہ مال مین زہر اور تریاق دونون ہین
اسی طرح جاہ مین بھی مضر اور نافع دونون ہین اور جسطرح کہ بہت سا مال لہو و طغیان مین ڈالتا ہے اور خدا
کی یاد اور آخرت سے غافل کرتا ہے اسی طرح بہت سے جاہ کا بھی حال ہے بلکہ اوسکا فتنہ اشد اور بڑا ہی مال کے
فتنہ سے ہے اور جس طرح کہ ہم یہ نہین کہتے کہ بہت سے مال کا ملکیت مین آجانا حرام ہے اسی طرح ہمارا یہ قول بھی
نہین کہ بہت سے دلون کا ملکیت مین آنا حرام ہے جبتک کہ کثرت مال و کثرت جاہ موجب کسی چیز ناجائز کا ہو
ہان یہ کہتے ہین کہ اپنی ہمت کا مصروف کرنا مال و جاہ کی کثرت کی طرف یہ اصل تمام برائیون کی ہے اور
مال و جاہ کا محبت رکھنے والا دل و زبان کے گناہون کے چھوڑنے پر قادر نہین اور بدون طلب و حرص کے
جاہ کا زیادہ ہوجانا اور اگر وہ جاتا رہے تو اوسکا غم نہونا ایسے جاہ کا کچھ مضائقہ نہین دیکھو حضرت صلی اللہ علیہ و
سلم اور خلفای راشدین اور علمای دین کے جاہ سے بڑھکر اور کیا ہوگا مگر ہماری غرض یہ ہے کہ اپنی طرف سے
اسمین ہمت کو مصروف کرنا دین کا نقصان ہے گو حرام نہین اس بناپر ہم کہتے ہین کہ جب آدمی گھر سے باہر
نکلتا ہے اور لوگون کے دکھلانے کے واسطے اچھے کپڑے پہنتا ہے یہ حرام نہین اسلیے کہ عبادت سے ریا
نہین بلکہ دنیا کی چیز سے ہے اسی طرح تمام تجمل و زینت و تکلفات کو سمجھنا چاہیے اور دلیل اسکے حرام نہونے کی
یہ ہے کہ حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز صحابہ رض کے پاس جانا چاہا
تو آپ نے پانی کے مٹکے مین دیکھکر اپنا عمامہ اور بال درست کیے مین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ ایسا کرتے ہین
آپ نے فرمایا کہ ہان جو بندہ اپنے بھائیون کے پاس جانے کے وقت اپنے آپ کو بنا لیتا ہے اللہ اوسکو
اچھا جانتا ہے — الا یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سرزد ہوئی داخل عبادت تھی اسلیے کہ آپ کو حکم دعوت
خلق اور اتباع کی ترغیب اور دلون کے مائل کرنے کا تھا اگر آپ اونکی نظرون مین گر جاتے تو وہ آپکے
اتباع کی ترغیب نہ کرتے اسی جہت سے آپ پر واجب تھا کہ اپنے احوال اچھے ظاہر کرین تاکہ انکی نظرون مین
آپ کو حقیر نجانین عام لوگون کی نظر ظاہر پر بہت پڑتی ہے باطن کو کوئی نہین دیکھتا یہ مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ و

مسلم کی تھی یا اب اگر کوئی شخص لوگون کی نظرون مین آپ کو اچھا کرنا چاہے بایں لحاظ کہ اونکی مذمت اور ملامت سے بچا رہے اور اونکی توقیر و حرمت سے راحت پاوے تو یہ امر مباح ہے اسلیے کہ انسان کو جائز ہے کہ مذمت سے بچے اور اپنے یارون کے ساتھ انس سے راحت پاوے تو جب اسکو یہ اور حقیر سمجھینگے تو انس بھی نہ حاصل ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ جو چیزین عبادت نہیں ان مین ریا کرنا کبھی مباح ہوتا ہے اور کبھی طاعت اور کبھی مذموم یعنے جیسے ریا سے غرض مطلوب ہوگی ویسا ہی حکم اوس ریا کا ہوگا اگر غرض مطلوب مباح یا طاعت ہوگی تو ریا بھی مباح ہوگا مثلاً کوئی شخص اپنا مال غنیون کی جماعت کو دیتا ہے نہ عبادت کے طور پر نہ صدقے کے طور پر بلکہ اسلیے کہ لوگ سخی جانین تو یہ مذموم ہے اور حرام نہیں اسی طرح اور مثالین ہین ۔ اور جو ریا کہ عبادات سے ہوتا ہے مثلاً نماز و روزہ و حج و جہاد سے تو اوس مین ریا کار کے دو حال ہین اول تو یہ کہ اوسکا ارادہ سوای ریا کے اور کچھ نہیں اجر و ثواب سے کچھ مطلب نہین تو ایسے شخص کی عبادت باطل ہے اس لیے کہ اعمال کا ثواب نیت سے ہوتا ہے اور یہ عمل بہ نیت عبادت ادا نہیں ہوا اور یہی نہیں کہ صرف عبادت باطل ہوگئی اور جیسا قبل عبادت تھا ویسا ہی رہا بلکہ ایسی عبادت کرنے سے نافرمان اور گناہگار ہوتا ہے جیسا کہ اخبار و آیات سے ثابت ہوتا ہے اور وجہ گناہ کی دو باتین ہین اول تو بندون سے متعلق ہے یعنے فریب دیا کہ ریاکار نے اونکو یہ دھوکا دیا کہ وہ شخص دیندار اور مخلص خدا ے تعالے کا ہے حالانکہ ایسا نہیں اور فریب دینا تو دنیا کے امور مین بھی حرام ہے چہ جاے کہ دین مین مثلاً اگر کوئی شخص چند لوگون کا قرض ادا کرے اور لوگون سے یہ کہے کہ مین انکو خیرات دیتا ہون تاکہ لوگ سخی جانین تو چونکہ اس مین فریب ہی ہے اسلیے گناہگار ہوگا دوسرے متعلق خداے تعالے سے ہے وہ یہ ہے کہ جب اسنے خدا کی عبادت سے قصد مخلوق کا کیا تو خدا سے ہنسی ہوئی اسی واسطے حضرت قتادہ رض کی روایت مین ہے کہ جب بندہ ریا کرتا ہے خداوند کریم اپنے فرشتون سے فرماتا ہے کہ اسکو دیکھو کیسے مجھسے ٹھٹھول کرتا ہے اور اوسکی مثال ایسی ہے کہ کسی بادشاہ کے پاس کوئی شخص دن بھر حاضر رہے جیسا کہ عادت نوکرون چاکرون کی ہوتی ہے مگر اس نیت سے کھڑا ہو کہ بادشاہ کی لونڈی یا غلام گھورنے مین آوے تو اس سے بادشاہ کے ساتھ ہنسی ہوگی کہ اوسکی نوکری و خدمت کے لیے مستعد نہیں ہوا بلکہ غلام اور لونڈی کی تاک مین حاضر رہا تو اس سے زیادہ کیا حقارت ہوگی کہ آدمی خدا کی عبادت کو اوسکے ضعیف بندے کو دکھلاوے جس سے نہ کسی کا فائدہ ہو نہ ضرر اور ایسی بات سے یہی وہم ہوتا ہے کہ ایسا ریاکار بندے کو خداے کی نسبت اپنی غرضین پورا کرنے مین زیادہ قادر جانتا ہے یا اوسکے نزدیک مقرب ہونا خداے تعالے کے نزدیک مقرب ہونے سے بہتر جانتا ہے ورنہ ایسے شہنشاہ پر دوسرے کو ترجیح کیون دیتا اور اپنی عبادت کا مقصود اوسکو کیون بناتا اس سے زیادہ اور کیا خرابی ہوگی

کادسنے غلام کو شاہنشاہ کے برابر کردیا غرض کہ اس قسم کا ریا بڑی مہلک چیز ہے اسیلیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
اسکو شرک اصغر فرمایا ہے ورنہ ہر قسم کا ریا گناہ سے خالی نہین کسی مین زیادہ ہے کسی مین کم مگر بعض ایک بہ نسبت
دوسرے کے سخت زیادہ ہوتا ہے چنانچہ آگے مفصل مذکور ہوگا اور اگر ریا مین اور کچھ نہین تو یہ بات ریا مین ہے
کہ دوسرے کے لیے سواے خداے رکوع و سجدہ کرتا ہے اگرچہ مقصود خداے تعالے کا تقرب نہین مگر غیر زید
تو مطلوب ہے علاوہ اسکے اگر غیر اللہ کی تعظیم سجدہ سے کرتا تو صاف کافر ہو جاتا مگر ریا سے کافر ظاہر مین نہین ہوتا
لیکن کفر خفی مین مبتلا ہوتا ہے اس لیے کہ ریاکار اپنے دل مین لوگون کی تعظیم کرتا ہے اور یہی تعظیم مقتضی اوسکے
رکوع و سجود کی ہے تو من وجہ اس رکوع و سجدہ سے اونکی تعظیم بھی نکلی اور چونکہ نیت مین تعظیم الٓہی موجود نہین اور تعظیم
خلق من وجہ ہے تو ایسی عبادت قریب شرک کے ہو گئی مگر چونکہ اسکی نیت اس عبادت سے یہ تھی کہ میرا رتبہ دیکھنے
والے کی نظر مین زیادہ ہو جاوے اور اپنی عظمت ڈالنے کو وہ حرکات ظاہر کین جنسے خدا کی عظمت معلوم ہوا
کرتی ہے اسیلیے یہ شرک جلی نہوا بلکہ شرک خفی رہا اور یہ نہایت جہالت کی بات ہے ایسا ہی شخص ارتکاب کر سکتا ہے
جسکو شیطان دھوکا دیکر یہ سوجھاوے کہ نفع اور ضرر اور رزق و موت اور حال و مآل کی مصلحت خدا کی نسبت بندون کے
اختیار مین زیادہ ہے اسی واسطے خدا کی طرف سے منہ پھیر کر اونکی طرف دل سے متوجہ ہو جاتا ہے اور اونکا
دل اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہے اور اگر اللہ تعالے ایسے شخص کو دنیا و آخرت مین بندون کے ہی سپرد فرما دے
تو اوسکے فعل کا ایک ادنے تدارک ہو جاوے کیونکہ بندے اپنے لیے تو مالک نفع اور ضرر کے ہین ہی نہین
دوسرے کے لیے کیسے ہو سکتے ہین یہ حال تو دنیا مین ہے اسپر اوس روز کو قیاس کرنا چاہیے کہ وہان کیا ہوگا
يَوْمًا لَّا يَجْزِي وَالِدٌ عَن وَلَدِهِ وَلَا مَوْلُودٌ هُوَ جَازٍ عَن وَالِدِهِ شَيْئًا بلکہ وہان تو نفسی نفسی
کہینگے تو دیکھنا چاہیے کہ ریاکار کیسا جاہل ہے اپنے ثواب آخرت اور قرب الی اللہ کو دنیا کی جھوٹی طمع سے
کیسے بدلہ کرتا ہے اور اپنی یقینی ثواب کو لوگون پر وہمی توقع کے عوض ضائع کیے دیتا ہے اس بیان سے
معلوم ہوا کہ جو شخص عبادت سے قصد ریا رکھتا ہے وہ عقلا اور نقلا خدا کے غضب مین ہے یہ اوس صورت کا
بیان ہے کہ جس مین عبادت سے مراد ریاکار کی ثواب نہوا الا جس صورت مین کہ ثواب اور مدح دونون مراد ہون
مثلا نماز و روزہ سے غرض حصول ثواب آخرت اور لوگون کی ثنا دونون ہون تو یہ شرک ہی جو اخلاص کے
مقابل ہے اور اسکا حکم باب اخلاص مین آوے گا یہان اسقدر کافی ہے کہ حضرت سعید بن المسیب اور عبادہ
بن الصامت رضہ کے قول کے موجب ایسی عبادت مین بھی مطلقا ثواب نہین ہوتا۔

تیسرا بیان ریا کے درجات مین۔ جاننا چاہیے کہ ریا کی بعض صورتین بعض سے شدید اور غلیظ تر ہین
اور ریا کا اختلاف اوسکے ارکان کے اختلاف پر منحصر ہے اور اوسکے ارکان تین ہین اول خود قصد ریا دوم جس چیز سے

ریا ہوتا ہے سوم جسکے واسطے کرتا ہے پھر قصد ریا دو حال سے خالی نہیں یا اوس میں ارادہ عبادت اور ثواب کا بھی ہے یا نہیں اور اگر ارادہ ثواب ہے تو قصد ریا کے برابر ہے یا اوس سے زیادہ یا کم پس بلحاظ رکن اول یعنی قصد ریا کے ریا کی چار صورتیں ہیں صورت اول جو سب میں سخت ہے یہ ہے کہ ارادہ ثواب مطلقاً نہو مثلاً ایک شخص لوگون کے سامنے نماز پڑھتا ہے اگر تنہا ہو تو نہیں پڑھتا بلکہ بعض اوقات بے وضو بھی لوگون کے ساتھ کھڑا ہو جاتا ہے تو ایسے شخص کا قصد صرف ریا ہی ریا ہے اسلیے خدا کے نزدیک مغضوب ہے اسی طرح اگر کوئی زکوۃ لوگون کی مذمت کے خوف سے دیوے اور نیت ثواب نہو اور اگر تنہا ہو تو نہ ادا کرے اوسکا بھی یہی حال ہے یہ صورت بہت بری ہے دوسری صورت یہ ہے کہ ارادہ ثواب تو ہو مگر ارادہ ضعیف ہو کہ اگر خلوت میں ہوتا تو یہ قصد ثواب اتنا نہ تھا کہ اوسکے باعث وہ عمل ضرور کرتا لیکن اگر قصد ثواب مثلاً نہوتا تو قصد ریا ایسا قوی تھا کہ اوسکے سبب سے عمل ضرور کرتا تو ایسا شخص بھی پہلی صورت کے قریب قریب ہے اسلیے کہ گو اسکو قصد ثواب ہے الا ایسا تو نہیں کہ اوسکے سبب سے عمل کر سکے تو ایسا قصد ہوا نہ ہوا برابر ہے غرض یہ شخص بھی غضب الٰہی اور گناہ سے خالی نہیں تیسری صورت یہ ہے کہ قصد ثواب اور قصد ریا دونون مساوی ہون مثلاً اگر دونون قصد جمع ہوتے ہین تو عمل کرتا ہے اور اگر ایک قصد ہو اور ایک نہو تو عمل کی رغبت نہیں کرتا یا مثلاً اوسقدر قصد اگر اکیلا ہی ہوتا تو باعث عمل نہ تھا گو کوئی سا ہوتا تو اس شخص کا حال یہ ہے کہ جتنا اسنے بگاڑا اوتنا ہی سنوارا توقع یہ ہے کہ نہ ثواب ہو نہ عذاب یا ثواب اوسی قدر ہو جسقدر عذاب ہوا اور ظاہر احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایسا شخص بھی نہیں بچیگا چنانچہ اسکو ہم نے باب اخلاص میں لکھا ہے چوتھی صورت یہ کہ قصد ریا ضعیف ہو اور قصد ثواب قوی یعنے لوگون کے مطلع ہونے سے اسکو نشاط اور سرور کا غلبہ ہو جاتا ہے اور تنہائی میں بھی عبادت کا تارک نہیں ہوتا اور اگر صرف قصد ریا اکیلا ہوتا تو اوس عمل کا مرتکب نہوتا تو ایسے شخص کا حال ہمارے گمان میں یہ ہے کہ اصل ثواب باطل نہوگا بلکہ اوسمین سے کچھ ناقص ہو جاویگا یا ریا کی مقدار کے بموجب عذاب ہوگا اور بقدر ثواب کے قصد سے ثواب پاویگا آگے خدا جانے۔ اور یہ جو حدیث شریف میں ارشاد خداوندی وارد ہے اَنَا اَغْنَی الْاَغْنِیَاءِ عَنِ الشِّرْکِ اس سے مراد وہ صورت ہے کہ قصد ریا و ثواب دونون مساوی ہون یا قصد ریا غالب ہو دوسرا رکن ریا کا وہ شے ہے جنسے ریا ہوتا ہے اور وہ طاعات و عبادات ہین اور اس رکن کے لحاظ سے ریا کی دو قسمیں ہین ایک اصول عبادات سے ریا کرنا اور ایک اوصاف عبادات سے ریا کرنا قسم اول انمین سے بہت بری ہے اور اوسکے تین درجے ہین درجہ اول یہ ہے کہ اصل ایمان ہی سے ریا منظور ہو اور یہ صورت سب صورتون سے بری ہے اور ایسا ریا والا ہمیشہ دوزخ میں رہیگا اور یہ وہ شخص ہے کہ ظاہر میں کلمہ شہادت کہتا ہے اور باطن میں اوسکی تکذیب بھری ہے الا ریا کی جہت سے ظاہر کا مسلمان بنتا ہے ایسے لوگون کا حال خداے تعالیٰ نے

چند جا کلام مجید مین ارشاد فرمایا ہے جیسا کہ ایک جگہ ارشاد ہے اِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ یعنی انکا قول اونکے باطن کے موافق نہین اور ایک جگہ فرمایا وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُعْجِبُكَ قَوْلُهُ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِي قَلْبِهِ وَهُوَ أَلَدُّ الْخِصَامِ وَإِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ اور ایک جا فرمایا وَإِذَا لَقُوكُمْ قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا عَضُّوا عَلَيْكُمُ الْأَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ اور فرمایا يُرَاءُونَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُونَ اللّٰهَ إِلَّا قَلِيلًا مُذَبْذَبِينَ بَيْنَ ذٰلِكَ لَا إِلٰى هٰؤُلَاءِ وَلَا إِلٰى هٰؤُلَاءِ اسی طرح انکی شان مین بہت سی آیتین ہین اور نفاق شروع اسلام مین بہت تھا کہ اوسوقت بعض لوگ کسی غرض کیلیے ظاہر کے مسلمان بنجاتے تھے اور فی زمانا یہ بات تو کم ہے مگر اس طرح کے نفاق اب بھی بہت ہین کہ مثلاً بعض لوگ ملحدون کے قول پر عمل کرکے دوزخ اور جنت اور قیامت کا باطن مین انکار کرتے ہین یا شریعت واحکام شریعت کو ملحدون کے قول کے بموجب بالاے طاق سمجھتے ہین یا کسی اور کفر و بدعت کے معتقد ہوتے ہین حالانکہ ظاہر مین اوسکے خلاف بیان کرتے ہین تو اس قسم کے لوگ منافق و ریا کار ہین یہ لوگ ہمیشہ دوزخ مین رہینگے اور اس ریا سے بڑھکر اور کوئی ریا نہین یہ لوگ کھلے کافرون سے بھی بڑھے ہین کیونکہ کافر ظاہر کے مخالف اور باطن کے کافر ہین یہ لوگ ظاہر کے موافق اور بغل کا گھونسا ہین دوسرا درجہ یہ ہے کہ اصل دین کی تصدیق ہے مگر اصول عبادات سے ریا منظور ہے یہ درجہ بھی خدا کے نزدیک بہت برا ہی گو پہلے درجہ کی نسبت بہت کم ہے اوسکی مثال یہ ہے کہ ایک شخص کا مال دوسرے کے قبضے مین ہے اوسکو کہے کہ میرے مال کی زکوۃ دیدو اس خوف سے کہ کہین وہ شخص مجکو برا نہ کہے اور خدا کو معلوم ہے کہ اگر یہ مال اسی شخص کے قبضے مین ہوتا تو ہرگز زکوۃ نہ نکالتا یا یہ شخص لوگون مین موجود ہے اور وقت نماز آگیا تو نماز پڑھلی حالانکہ عادت یہ ہے کہ خلوت مین نماز نہین پڑھتا یا رمضان مین روزہ رکھا مگر لوگون سے علحدگی چاہتا ہے کہ روزہ نہ رکھنا پڑے یا جمعہ کے لیے حاضر ہوتا ہے لیکن اگر خوف لوگون کے برا کہنے کا نہو تو کبھی نہ آوے یا صلۂ رحم یا والدین سے سلوک یا جہاد یا حج صرف لوگون کے ڈر کے مارے کرتا ہے اپنی رغبت سے نہین کرتا تو اس طرح کے ریاکار کے ساتھ اصل ایمان قائم ہے کہ سوا خدا کے اور کسی کو معبود نہین جانتا اور اگر کوئی اوس سے غیر اللہ کی عبادت یا سجدہ کو کہے تو نکریگا لیکن سستی کے سبب عبادت چھوڑتا ہے اور لوگون کے سامنے بجا لانے سے خوش ہوتا ہی تو لوگون کے نزدیک اپنی منزلت ہونی اوسکو خدا کے نزدیک منزلت ہونے سے اچھی معلوم ہوتی ہے اور خلق کی برا کہنے کا خوف خداے تعالے کے عذاب کے ڈر سے اوسکے نزدیک زیادہ ہے لوگون کی تعریف کی رغبت بہ نسبت ثواب الٰہی کی رغبت کے زیادہ سمجھتا ہے تو اس طرح کا اعتقاد نہایت جہل ہے اور ایسا شخص گو اصل ایمان کا معتقد ہے

مگر خدا کے غضب مین مبتلا ہونے کے لائق تو ہے تیسرا درجہ یہ ہے کہ نہ ایمان سے ریا کرے نہ فرائض سے بلکہ نوافل و مستحبات سے ریا کرے جنکے چھوڑنے سے گناہگار نہین ہوتا لیکن اگر تنہا ہو تو اون اشیا کے ثواب کی رغبت نکرے اور کسل طبیعت کو ثواب پر ترجیح دے مگر ریا کے مارے اونکو بجا لاتا ہے مثلاً نماز جماعت مین شریک ہونا اور بیمار کی عیادت کرنی اور جنازہ کا شریک ہونا اور مردے کا غسل دینا اور رات کو تہجد پڑھنا اور عرفہ اور عاشورہ کا روزہ رکھنا یا دوشنبہ و پنجشنبہ کا روزہ رکھنا یہ سب باتین ریاکار لوگون کی مذمت کے خوف سے اور اونکے اچھا کہنے کی غرض سے کیا کرتا ہے اور خدا خوب جانتا ہے کہ اگر اکیلا ہوتا ہے تو فرائض سے زیادہ کچھ نکرتا تو ہر چند اس درجے والا بھی برا ہے مگر پہلے کی نسبت کم ہے کیونکہ پہلے شخص نے خلق کی حمد کو خدائے تعالے کی حمد پر ترجیح دی اس بات مین تو یہ شخص بھی شریک ہے لیکن پہلے نے دوسری بات یہ کی کہ خلق کی مذمت سے اپنے آپکو بچایا خدائے تعالے کی مذمت سے نہ بچایا تو گویا خلق کی مذمت اوسکے نزدیک خدائے تعالے کے عذاب سے بڑھکر ہے اور چونکہ دوسرے شخص کو بباعث نفل ہونے عمل کے چھوڑنے پر عذاب کا خوف نتھا اسلیے اس بات مین پہلے کا شریک نہین اسی بنا پر اسکا عذاب بھی پہلے کی نسبت آدھا ہونا چاہیے یہانتک حال ریا کا اصول عبادات سے تھا

قسم دوم اوصاف عبادت سے ریا کرنے کی ہے اوسکے بھی تین درجے ہین **پہلا** درجہ تو یہ ہے کہ ایسے فعل مین ریا کرے جسکے چھوڑنے سے نقصان عبادت ہو مثلاً کوئی شخص قصد کرے کہ نماز جلد ادا کرونگا اور اس غرض سے رکوع اور سجدہ اور قرارت و قیام مین تخفیف کرے مگر جب لوگ دیکھتے ہون تو رکوع و سجدہ اچھی طرح کرے اور دونون سجدون مین بھی اچھی طرح بیٹھے اور التفات بھی موقوف کرے حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہین کہ جو شخص ایسا کرتا ہے وہ اپنے رب کی حقارت کرتا ہے یعنے خلوت مین خدا کے مطلع ہونے کی کچھ پروا نہین کرتا جب آدمی اوسپر مطلع ہوتے ہین تو نماز کو اچھی طرح ادا کرتا ہے اسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے کے سامنے چار زانو یا تکیہ لگائے بیٹھا ہے اتنے مین اوس دوسرے کا غلام آگیا تو یہ شخص تکیہ پر سے سیدھا ہو گیا ہے یا درستی سے بیٹھ گیا تو اسکی یہ حرکت اسبات پر دلالت کرتی ہے کہ اسنے آقا پر غلام کو ترجیح دی اور آقا کی حقارت کی اسی طرح جو شخص زکوۃ مین خراب اور کھوٹا مال یا جنس دینے کا عادی ہے مگر لوگ دیکھتے ہون تو اچھا مال نکالتا ہے کہ کوئی برا نہ کہے یا روزہ دار مذمت کی ڈر سے روزے مین غیبت اور فحش سے باز رہتا ہے تو اس طرح کا ریا بھی ممنوع ہے اسلیے کہ اسمین ترجیح مخلوق کی خالق پر پائی جاتی ہے مگر جیسا ریا اصول عبادت سے برا تھا ویسی برائی اسمین نہین ہے اگر ریاکار یہ عذر کرے کہ مین ریا اس جہت سے کرتا ہون کہ لوگون کی زبان غیبت پر نہ کھلے کیونکہ وہ مجکو جب دیکھینگے کہ رکوع اور سجدہ بہت جلد کرتا ہے

اور اودھر اودھر ملتفت ہے تو ضرور برائی اور غیبت کرینگے پس انکو گناہ غیبت سے بچانے کے لیے مین انکے سامنے
آہستہ اور وقار کے ساتھ پڑھتا ہون تو اوسکو یون کہنا چاہیے کہ یہ عذر تیرا شیطان کا فریب ہے واقع مین یون
نہین ہے اسلیے کہ نماز ادا کرنی اپنے آقا کی خدمتگذاری سے اگر اسمین قصور کریگا تو نقصان غیبت کے نقصان سے
بڑھکر ہے پس اگر تجھکو باعث دینداری ہی ہوتی تو چاہیے تھا کہ اول اپنے نفس کا خوف زیادہ ہوتا اور اب تو تیری
وہ مثل ہوئی کہ کوئی شخص ایک بادشاہ کے پاس لونڈی پیشکش کرنی چاہی تاکہ اوسکے عوض مین انعام کا مستحق ہو
یا کوئی جاگیر ملجاوے مگر لونڈی اندھی بدصورت لنجی تجویز کرے اور اسپر طرہ یہ کہ اگر بادشاہ اکیلا ہو تب تو
ان عیبون کی کچھ پروا نکرے اور اگر اوسکے پاس اوسکا کوئی غلام وغیرہ موجود ہو تو اوس غلام کی مذمت کے
خوف سے پیش نکرے نہ یہ کیسے ہو سکتا ہے بلکہ یون چاہیے کہ جس شخص کو غلام کا اتنا پاس ہو وہ بادشاہ کا
زیادہ تر پاس کرے ۔ ہان غایۃ مافی الباب ریاکار کی دو حالتین ہو سکتی ہین اول تو یہ کہ ریا سے صرف
منزلت اور تعریف کا خواہان ہو یہ تو قطعاً حرام ہے دوم یہ کہ یون کہے کہ اگر مین رکوع وسجدہ اچھی طرح
ادا کرتا ہون تو اخلاص کے ساتھ نہین ہوتا اور اگر اون مین تخفیف کرتا ہون تو خدا کے نزدیک نماز ناقص
ہوتی ہے اور آدمی برائی اور غیبت سے ایذا دیتے ہین تو اچھی صورت بنانے سے مجھے توقع ثواب تو
نہین الا لوگون کی مذمت سے نجات ہو جاتی ہے تو یہ امر اس سے بہتر ہے کہ نماز مین بھی نقصان ہو اور
برائی بھی پلے بندھے تو اس مین بھی گونہ تامل ہے الا صواب یہی ہے کہ اس صورت مین درستی افعال کے ساتھ
اخلاص کرے اور اگر اوسکو اخلاص نہو تو چاہیے کہ تنہائی مین اسکی عادت ڈالے یہ نہین چاہیے کہ برائی دور
کرنے کے لیے خدا کی طاعت مین ریا بجالاوے کیونکہ اسمین حسب مذکورہ بالا ٹھول پایا جاتا ہے درجہ دوم
یہ ہے کہ ایسے فعل مین ریا کرے جسکے چھوڑنے سے عبادت مین نقصان نہوتا ہو مگر اوسکے کرنے سے عبادت کا
کمال اور پورا ہونا متصور ہو جیسے رکوع وسجدہ وقیام کو دراز کرنا اور ہاتھ اوٹھاتے وقت اچھی ہیئت بنانی اور تکبیر
اولی کے لیے سبقت کرنی اور قومہ کو خوب ادا کرنا اور سورت معتاد سے زیادہ پڑھنا یا رمضان کے روزہ مین
زیادہ خلوت مین بیٹھنا اور کثرت سے سکوت اختیار کرنا یا زکوۃ دینے مین سب سے بہتر مال چھانٹنا یا کفارہ مین بڑی
قیمت کا بردہ آزاد کرنا وغیرہ باتین کہ اگر تنہا ہوتا تو ایسا نکرتا تیسرا درجہ یہ کہ ریا ایسے افعال مین کرے کہ نوافل
سے بھی خارج ہون مثلاً جمعہ مین سب سے پہلے آنا اور اول صف کا قصد کرنا اور امام کے دہنی طرف بیٹھنا وغیرہ
امور کہ جنکی تنہائی مین پروا نہ کرتا پس یہ سب اقسام ریا کے بہ لحاظ رکن دوم کے ہین ان مین سے بعض صورتین
بہ نسبت بعض کے زیادہ بری ہین اور بری سب کی سب ہین +

تیسرا رکن ریا کا جسکے واسطے ریا ہوتا ہے کیونکہ ریاکار کا کوئی نہ کوئی مطلب ضرور ہوتا ہے خواہ

مال کی محبت سے خواہ جاہ کے لیے یا کسی اور غرض کے واسطے ریا کرتا ہے اور اوسکے بھی تین درجے ہین پہلا
درجہ جو سب مین غلیظ اور برا ہے یہ ہے کہ ریا سے غرض کسی معصیت پر قابو یا نا منظور ہو مثلاً کوئی شخص عبادات
اور تقویٰ اور ورع اور کثرت نوافل اور مال مشتبہ کے نہ کھانے سے ریا اسواسطے کرے کہ لوگون مین امین مشہور
ہو کر اوقاف یا ادائے وصیت یا یتیمون کے مال یا زکوۃ و صدقہ کی تقسیم پر مامور ہو جاوے تو جس شے پر قابو ہو
اوسی کو رکھ چھوڑے یا کوئی کچھ امانت رکھدے تو اوسکو ہضم کر بیٹھے یا حج کے راستے مین جو مال تقسیم ہوتا ہے
وہ حوالہ ہو جاوے تو اوسکے کل خواہ جزو کو اوڑا لے خواہ اوسکے ذریعہ سے اپنے مطالب فاسدہ پورے کرے
جیسے بعض آدمی صوفیون کا لباس پہنتے ہین اور ظاہر مین بہت گریہ مسکین بنے رہتے ہین اور کلام خالی وعظ
و نصیحت و حکمت سے نہین کرتے الا مقصود اونکا یہ ہوتا ہے کہ کوئی عورت یا لڑکا اسیر فریفتہ ہو جاوے تو اوس سے
بدکاری کرین اور بعض اوقات علم اور وعظ و قرآن کی مجالس مین آتے ہین اور ظاہر مین بڑے راغب ان چیزون کے
معلوم ہوتے ہین مگر اصل غرض اونکی عورتون اور لڑکون کو تاکنا ہوتا ہے یا حج کو جاتے ہین مگر مقصود یہ ہے
کہ قافلہ مین کوئی عورت یا لڑکا مل جاوے تو اسطرح کے ریا کا بہت ہی برا ہے اسلیے کہ انھون نے خدا کی طاعت کو
وسیلہ معصیت کا بنایا اور اوسکی عبادت کو اپنا آلہ اور بضاعت فسق قرار دیا۔ اور اسی فرقہ کے قریب وہ لوگ ہین
جو کسی گناہ کے مرتکب ہوئے اور اوس مین تہمت اونکے اوپر لگی تو باوجودیکہ وہ گناہ پر مصر ہین مگر چاہتے ہین کہ
وہ تہمت اپنے اوپر سے دور ہو جاوے مثلاً کسی شخص نے کسی کی امانت سے انکار کر دیا اور لوگون مین مشہور
و متہم ہو گیا کہ یہ شخص امانت سے منکر ہو گیا تو وہ اس کلنک کے دور کرنے کے لیے مال خیرات کرتا ہے تاکہ لوگ
یہ خیال کرین کہ جب یہ اپنا مال دیے دیتا ہے تو دوسرے کا کس طرح رکھ لیا ہوگا اسی طرح اگر کوئی زنا و غلام
مین متہم ہو جاوے تو اس تہمت کو مسکنت اور تقوے کے اظہار سے دور کرنا چاہتا ہے پس یہ لوگ بھی پہلے
فرقہ کے مانند ہین گو اون سے کچھ کم ہین۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ ریا سے مقصود دنیا کے لذات مین سے کوئی
شے مباح ہو مثلاً کچھ مال کا ملنا خواہ کسی عورت خوبصورت یا شریف کا نکاح مین آجانا وغیرہ جیسے بعض
اشخاص اپنا غم اور گریہ ظاہر کرتے ہین اور وعظ و نصیحت مین مشغول رہتے ہین اسلیے کہ کوئی کچھ خدمت
مال کی کرے یا عورتون کو رغبت ہم سے نکاح کی ہو تو پھر کسی معین عورت سے نکاح کرلین یا کوئی شریف زادی
نکاح مین آجاوے یا جیسے کوئی اسبات کا خواہان ہو کہ کسی عالم و عابد کی لڑکی سے نکاح کرے تو اوسکے سامنے
علم اور عبادت ظاہر کرتا ہے تاکہ وہ اپنی لڑکی بیاہ دے تو اسطرح کی صورتین بھی ممنوع ہین اس لیے کہ خدا
کی طاعت سے لذائذ دنیاوی کا خواہان ہوتا ہے مگر یہ درجہ اول کی نسبت کم ہے اسلیے کہ اسمین جس چیز کا
طالب ہے وہ مباح تو ہے تیسرا درجہ یہ ہے کہ ریا سے نہ کوئی معصیت مقصود ہے نہ مال کا لینا اور نکاح کرنا

غرض ہے لیکن اظہار عبادت اسلیے ہے کہ کوئی حقارت کی نظر سے نہ دیکھے اور یہ نجانے کہ یہ شخص بھی مثل عوام کے
ہے بلکہ خاص لوگون اور زاہدون مین تصور کیا جاوے مثلاً کوئی شخص تیز چلتا ہے اور جب آدمی اوسکو دیکھتے ہین تو
رفتار کو خوبی کے ساتھ کر لیتا ہے تاکہ کوئی یہ نہ کہے کہ یہ اہل وقار سے نہین کچھ ایسا ہی ویسا ہے اسیطرح اگر کسیکو
ہنسی آجاتی ہے یا دوسرے سے ہنسی کر بیٹھتا ہے پھر یہ خوف ہوتا ہے کہ کہین لوگ مجھکو حقیر نجانین تو اس لیے
پیچھے لمبی لمبی سانس لیتا ہے اور استغفار کرتا ہے اور غم ظاہر کر کے کہتا ہے کہ آدمی کتنا غافل ہے اور خدا کو خوب معلوم ہے
کہ اگر یہ شخص تنہا ہوتا تو اس بات کو برا نہ سمجھتا صرف لوگون مین توقیر باقی رہنے کے لیے حقارت کی ڈر سے ایسا کہتا ہے
یا جیسے کوئی شخص اور لوگون کو تراویح یا تہجد پڑھتے یا دوشنبہ پنجشنبہ کا روزہ رکھتے یا صدقہ دیتے دیکھتا ہے تو آپ بھی
اونکا ساتھ دیتا ہے تاکہ لوگ کاہل اور عامی نہ کہین اور اگر اکیلا ہوتا تو ان باتون مین سے کچھ بھی نکرتا یا مثلاً
کوئی عرفہ کے روز یا عاشورہ کو یا حرام مہینون مین پیاسا ہو تو پانی نہین پیتا اس خوف سے کہ کہین لوگ یہ نہ سمجھین کہ یہ
روزہ دار نہین جب لوگونکو گمان اوسکے روزہ کا ہوتا ہے تو اسی جہت سے کھانا بھی نہین کھاتا یا کوئی اگر تواضع
کھانے کی ان ایام مین کرے تو نہین کھاتا تاکہ لوگ جانین کہ روزہ دار ہے مگر زبان سے صریح نہین کہتا کہ میرا روزہ
نہین بلکہ یون کہتا ہے کہ مجھے کچھ عذر ہے اور اس قول مین دو خباثت جمع ہین ایک تو اسبات کا اظہار کہ روزہ دار
ہے دوسرے یہ کہ مین مخلص ہون ریاکار نہین اور مجکو اسبات سے احتراز ہے کہ اپنی عبادت لوگون سے
بیان کرون کیونکہ منشا اس قول کا یہی ہوتا ہے کہ لوگ یہ کہین کہ اپنی عبادتون کو مخفی رکھتا ہے
پھر بحالت اضطرار نوبت پانی پینے کی پہنچے تو پھر خواہ مخواہ کوئی عذر صراحۃً یا کنایۃً پیش کرتا ہے مثلاً کوئی ایسا
مرض اپنے آپ کو بتانا جس مین پیاس بہت لگتی ہے اور مانع صوم ہے یا یہ کہنا کہ مین نے فلان شخص کی خاطر
سے روزہ افطار کر دیا اور یہ عذر پانی پینے کے ساتھ ہی نہین بیان کرتا کہ شاید لوگ سمجھ جاوین کہ فقط ریا کی
جہت سے عذر کرتا ہے بلکہ کچھ دم لے کر اور باتون مین یہ عذر بھی سنا دیتا ہے مثلاً تھوڑی دیر بعد کہتا ہے
کہ فلان شخص میرا رفیق و دوست ہے اوسکی کمال رغبت اسمین ہے کہ کوئی اوسکا کھانا کھاوے چنانچہ آج مجھسے
بھی اصرار کیا اور مجھے اوسکی خاطر داری سے کھانا ہی پڑا یا یون کہے کہ میری والدہ ماجدہ نہایت ضعیف القلب
ہین انہین یہی خوف رہتا ہے کہ اگر مین ایک روز بھی روزہ رکھون گا تو بیمار پڑ جاؤن گا اسی لیے مجھے روزہ
نہین رکھنے دیتین پس اس طرح کی باتین ریا کی علامتین ہین اسطرح کے مذکور جبھی زبان پر آتے ہین جب کہ
ریا اندر مستحکم ہوتی ہے اور مخلص آدمی کو اسکی پروا نہین ہوتی کہ لوگ میری طرف کسطرح دیکھتے ہین اگر اوسکا دل
روزہ پر راغب نہین اور خدا تعالے کو بھی اوسکا یہ حال معلوم ہے تو وہ یہ نہین چاہتا کہ جو علم خدا کو ہی اوسکے
خلاف بندون کو ہو گو مکر و فریب ہی سے ہو اور اگر اوسکو رغبت روزہ کی ہے تو صرف خدا کا علم اپنے روزہ دار

ہونے پر کافی جانتا ہے اور اسی پر قناعت کر کے دوسرون کو اوسمین شریک نہین کرتا اور کبھی عابد کے دل مین یہ خطرہ گذرتا ہے اگر اس عبادت کو ظاہر کرینگا تو لوگ میرا اقتدا کرینگے اور اسکی طرف راغب ہونگے مگر اس مین شیطان کا فریب ہے چنانچہ اسکا بیان مع شروط کے آوے گا یہ ہے بیان درجات ریا اور ریا کارون کا اور سب قسم کے ریا کار غضب الٰہی مین داخل ہین۔ اور ریا بڑے سخت مہلکات مین سے ہے اور وجہ اسکی زیادہ سخت ہونے کی ایک یہ بھی ہے کہ اسمین ایسی آمیزشین ہین کہ چیونٹی کی چال سے بھی پوشیدہ تر ہین چنانچہ حدیث شریف سے ثابت ہوا ہے اسی جہت سے بڑے بڑے عالم اسمین لغزش کھا جاتے ہین جو لوگ نفس کی آفتون اور دل کے مہلکات سے واقف ہین اون کا تو کچھہ ذکر ہی نہین

چوتھا بیان اوس ریائے خفی کا جو چیونٹی کی چال سے بھی پوشیدہ تر ہے۔ واضح ہو کہ ریا کی دو قسمین ہین ایک جلی اور ایک خفی ریائے جلی وہ ہے کہ جو آدمی کو باعث عمل کا ہو گو قصد ثواب نہو اور یہ ریا سب اقسام سے کھلا زیادہ ہے یعنے یہ جلد سمجھہ مین آجاتا ہے ریا کار بھی جان لیتا ہے کہ مین نے ریا کیا اور اس سے ذرا پوشیدہ وہ ریا ہے کہ اگر صرف وہی ریا ہو تو موجب عمل تو نہو لیکن جس عمل کو کہ بقصد ثواب کرتا ہے وہ اس ریا کے سبب آسان معلوم ہوتا ہے مثلاً اگر کسی کی عادت روزمرہ تہجد پڑھنے کی ہے مگر کچھہ گرانی اور کسل کے ساتھہ ادا کرتا ہے لیکن اگر گھر مین کوئی مہمان ہے تو اداسے تہجد سے خوش دل اور پڑھنا آسان گذرے اور یہ جانے کہ اگر توقع ثواب کی نہوتی تو صرف اس مہمان کے دکھلانے کو نہ پڑھتا تو یہ قسم بہ نسبت پہلی کے خفی ہے اور اس سے بھی زیادہ پوشیدہ وہ ریا ہے کہ نہ موجب عمل ہو نہ عمل کو آسان کرے۔ اور باوجود اسکے دل کے اندر چھپا ہوا ہو اور چونکہ عمل مین اسکا کوئی اثر نہین اسیلیے اسکا پہچاننا بجز علامتون کے ممکن نہین اور سب سے کھلی پہچان اس قسم کی یہ ہے کہ اپنے عمل پر آدمیون کے مطلع ہونے سے خوش ہو مثلاً بہت عابد ایسے ہین کہ عمل مین اخلاص کرتے ہین اور ریا کے معتقد نہین بلکہ اوسکو برا جانتے ہین اور اوس سے محترز ہوتے ہین اور اسیطرح طاعت بجالاتے ہین لیکن جب اوس عمل پر لوگ مطلع ہوتے ہین تو انکو سرور اور راحت معلوم ہوتی ہے اور محنت عبادت دل پر سے بوجھہ سا اوتر جاتا ہے تو یہ سرور ریائے خفی پر دلالت کرتا ہے جس سے کہ سرور مترشح ہوا ہے اسلیے کہ اگر دل کا التفات لوگون کی طرف نہوتا تو اونکے مطلع ہونے سے سرور ہرگز نہ آتا تو معلوم ہوا کہ جیسے آگ پتھر مین پوشیدہ رہتی ہے اسی طرح یہ ریا بھی دل مین پوشیدہ تھا کہ لوگون کی اطلاع بمنزلہ چقماق ہوگئی اور اوس مین سے اثر فرحت وسرور کا ظاہر کردیا۔ پھر اس اطلاع کے باعث جو سرور ہوا اگر اوسکی لذت عابد کو معلوم ہوئی اور اوسکا تدارک نفرت سے نکیا تو یہی سرور ریا کی رگ مخفی کے لیے قوت اور غذا ہوتی ہے یہانتک کہ وہ رگ خفیہ نفس پر حرکت کرنے لگتی ہے اور خفیہ تقاضا کرتی ہے کہ کسی طرح کوئی سبب ایسا ہو جاوے کہ تعریض اور

معلوم ہوا کہ ریا کی دو قسمین ہین جلی اور خفی [illegible]

اور کنایہ سے لوگونکو اطلاع ہو جاوے اگرچہ تصریح کے ساتہ اطلاع کی طالب نہین ہوتی اور بعض اوقات ایسی
خفیہ ہوتی ہین کہ تعریض اور تصریح کلام سے دونون سے متقاضی نہین ہوتی بلکہ عادات وشمائل سے اطلاع کی خواہان
ہوتی ہے مثلاً اظہار لاغری اور زردی رنگ اور پستی آواز اور خشکی لب اور تہوک اور آثار آنسو اور غلبۂ خواب کہ
جنسے تہجد گزاری معلوم ہوتی ہے۔ اور اس سے بھی زیادہ پوشیدہ وہ ریا ہے کہ جسمین خواہش اطلاع ہو
نہ ظہور طاعت پر مسرور مگر باوجود اسکے یہ اچھا معلوم ہوتا ہو کہ جب لوگون کی نظر پڑے تو وہ اول سلام کرین
اور بکشادہ پیشانی اور توقیر پیش آوین اور ثناخوان رہین اور ہمارا کام کرنے مین خوش ہون اور معاملات بیع وشرا
مین ہمارے ساتہ رعایت کرین اور مجلس مین ہمکو عمدہ جگہہ دین پس اگر ان امور مین کسی سے کوتاہی ہو جاوے
تو دل پر شاق گذرے اور نفس کو نہایت بعید معلوم ہو کہ ایسا کیون ہوا تو اس صورت مین گویا اونکا نفس اپنی
حرمت تعظیم اوسی طاعت پر چاہتا ہے جسکو خفیہ ادا کیا اور اطلاع نہین کی اور اگر پہلے اوس طاعت کو نکیا
ہوتا تو پھر لوگون کا اپنے حق مین کوتاہی کرنا بعید نہ معلوم ہوتا غرض چونکہ اس طرح کی عبادت مین صرف خدا
کے علم پر قناعت نہین پائی گئی اسیلئے اس مین ایک لگاؤ ریا کے خفی کا رہا جو چونٹی کی چال سے بھی مخفی تر ہے
اور عجب نہین کہ ثواب کو حبط کرے اور اس سے بجز صدیقین کے اور کوئی نہین بچا اور ثواب کے باطل ہونے کی
سند یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ قیامت کے روز خدا تعالے قاریون سے ارشاد فرماوے گا
کہ کیا تمہارے واسطے لوگ نرخ ارزان نہین کرتے تھے کیا تمکو پہلے سلام نہین کرتے تھے کیا تمھاری حاجتین
پوری نہین کرتے تھے اور حدیث شریف مین وارد ہے کہ لَا أَجْرَ لَكُمْ قَدِ اسْتَوْفَيْتُمْ أُجُوْرَكُمْ اور عبداللہ بن المبارک
فرماتے ہین کہ وہب بن منبہ سے روایت ہے کہ ایک سیاح درویش نے اپنے یارون سے کہا کہ بھائیو ہم نے
سرکشی کی خوف کے مارے اپنا مال اور زن و فرزند تو چھوڑ دیا مگر ہمکو یہ خوف ہے کہ جسقدر مالدارونکو
مال سے طغیان ہوتا ہے کہین اوس سے زیادہ ہمکو دین سے نہو جاوے دیکھو ہم مین سے اگر کوئی کسی سے
ملتا ہے تو یہ چاہتا ہے کہ دینداری کے باعث ہماری تعظیم کرے اور اگر کچھہ کام کو کہین تو ہماری دینداری
کے سبب اوسکو لازم ہے کہ تعمیل کرے اور اگر کوئی چیز خریدا چاہتا ہے تو یہ اچھا جانتا ہے کہ ہماری دینداری
کی جہت سے نرخ مین ارزان ملے یہ حال جب بادشاہ کو معلوم ہوا تو اپنے لشکر کو لیکر درویش کی زیارت کو
چلا تمام جنگل اور پہاڑ آدمیون سے بھر گیا درویش نے پوچھا کہ یہ ہجوم کیسا ہے لوگون نے کہا کہ بادشاہ وقت
آپ کی ملازمت کو آیا ہے درویش نے خادم سے کہا کہ کھانا لاؤ وہ ساگ اور زیتون کا تیل اور خرما کے شگوفے
لے آیا درویش نے اپنے کلے خوب بھر بھر کر بڑے بڑے لقمے کھانے شروع کیے اتنے مین بادشاہ نے آکر
لوگون سے پوچھا کہ تمھارا مرشد کہان ہے اونھون نے درویش کی طرف اشارہ کر دیا کہ یہ ہے بادشاہ نے

پوچھا کہ تم کیسے ہو اوسنے جواب دیا کہ جیسے اور لوگ ہین اور ایک روایت مین ہے کہ اوسنے جواب مین کہا کہ خیریت سے ہون بادشاہ نے کہا کہ اس شخص مین کچھ خیر و برکت نہین اور یہ کہکر لوٹ گیا درویش نے کہا کہ الحمد للہ کہ تو مجکو برا کہتا پھرا ۔ مخلص لوگ ہمیشہ ریاے خفی سے ڈرتے رہتے ہین اور اسکے واسطے بڑی بڑی کوشش کیجتے ہین اور لوگون کو دھوکا دیکر اپنے اعمال صالحہ سے ٹالدیتے ہین اور جسقدر کہ لوگ اپنی برائیان چھپانے کے حریص ہوتے ہین اوس سے زیادہ وہ لوگ اپنے اعمال صالحہ کی پوشیدگی مین حریص ہوتے ہین اور یہ سب اسی توقع پر کرتے ہین کہ اونکے اعمال صالحہ اخلاص کے ساتھ ہین اور قیامت کو خداے تعالے اس اخلاص کے عوض سب مجمع کے سامنے اونکو ثواب عنایت فرماوے کیونکہ اونکو یقین ہے کہ خداے تعالے قیامت مین اعمال خالص قبول فرماوے گا ۔ اور ہم لوگ اوس روز شدت سے محتاج اور بیچارے ہونگے اور اوس روز مال اور اولاد اور باپ بھائی کوئی کام نہ آوے گا صدیقین کو اپنی ہی پڑی ہوگی نفسی نفسی کہتے ہونگے دوسرون کو کون پوچھتا ہے اور اس باب مین اونکی مثال ایسی ہے جیسے حج کرنے والے جب مکہ معظمہ کو جاتے ہین تو اپنے ساتھ کھر اسکہ مغربی لے لیتے ہین کیونکہ وہان کے لوگون مین کھوٹا مال رائج نہین اور ضروریات کی حاجت ہر جگہہ ہوتی ہے اپنا وطن نہین نہ کوئی دوست آشنا کہ جسکے پاس پناہ لین بجز اسکے کہ اپنے پاس زر خالص ہو اور کوئی صورت دفع احتیاج کی نہین ہوتی یہی معاملہ اہل دل کو قیامت مین پیش آوے گا انکا توشہ جو اوسدن کام آوے گا تقوے اور اخلاص ہے ۔ غرض کہ ریاے خفی کے شوائب بے حد و شمار ہین جبتک آدمی اپنے دل مین انسان اور حیوان کے مطلع ہونے مین عبادات پر فرق سمجھیگا تب تک اوس مین ایک شاخ ریا کی موجود ہے کیونکہ جب آدمی نے بہائم سے قطع طمع کیا تو پھر اسکی پروا نہین کرتا کہ وہ موجود ہین یا غائب اسکے حال سے واقف ہین یا ناواقف پس اگر عمل مین مخلص ہوگا تو خدا کے علم پر قانع ہوکر بندون مین سے عقلا کو بھی حقیر جانے گا اور اونکی کچھ پروا نکرے گا جیسا بچون اور دیوانون کی پروا نہین کرتا اور یہ تصور کرے گا کہ میرا رزق اور موت اور ثواب کا بڑھانا اور عذاب کا کم کرنا کچھ بندونکے اختیار مین نہین جیسے کہ بہائم اور بچے اور دیوانے ان اشیا پر اختیار نہین رکھتے ویسے ہی عاقل شخص بھی ہین اگر یون نہ سمجھے گا تو آمیزش ریاے خفی سے خالی نہوگا مگر یہ بات نہین کہ ہر طرح کی آمیزش سے ثواب باطل ہوتا ہو اور عمل بیکار جاتا ہو بلکہ اسمین تفصیل ہے ۔ اب اگر کوئی یون پوچھے کہ ہم تو کسی کو نہین دیکھتے کہ اپنی طاعات کی اطلاع سے خوش نہوتا ہو تو سرور کسی طرح کا ہو سب مذموم ہے یا کچھ اچھا ہے اور کچھ برا تو اسکا جواب یہ ہے کہ سرور سب قسم کا برا نہین ہے بلکہ اوسکی پانچ قسمین ہین چار قسمین تو اچھی ہین اور ایک بری اچھی چار صورتین یہ ہین اول یہ کہ عابد کو منظور تھا کہ طاعت مخفی اور ریا اخلاص رہے مگر جب خلق کو

اور یہ اطلاع ہو گئی تو اس نے یہ جانا کہ خداوند کریم لوگون پر ظاہر کر دیا اور میرے احوال مین سے جو بات عمدہ تھی اوسکی اطلاع فرمادی اوس سے معلوم ہوتا ہی کہ خداوند کریم کو میرے حال پر نظر الطاف اور حسن سلوک منظور ہے کہ گناہون کو چھپاتا ہے اور طاعت کو اظہار فرماتا ہے اور مین اسکے قریب تھا کہ طاعت و گناہ دونون چھپے رہین پس اسکی پردہ کو بنا لطف ہے کہ برائی کی پردہ پوشی کی اور اچھی بات کو ظاہر کر دیا تو اس اعتبار سے کہ خدا تعالے نے فضل و رحمت کی نظر سے دیکھا عابد کو سرور ہوا نہ اس جہت سے کہ لوگون نے تعریف کی اور اونکے دلون مین جگہ ہوئی اور یہ طرح کا سرور اچھا جیسا کہ خدا تعالے فرماتا ہے قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا تو گویا اس سرور کی وجہ یہ ہوئی کہ عابد پر یہ ظاہر ہوا کہ مین خدا کے نزدیک مقبول ہون دوسری صورت یہ ہے کہ یہ تصور کرے کہ جیسا خدا تعالے نے دنیا مین میرے گناہ چھپائے اور نیکی ظاہر کی اسیطرح قیامت مین بھی کریگا چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہے مَا سَتَرَ اللّٰهُ عَلٰى عَبْدٍ ذَنْبًا فِي الدُّنْيَا اِلَّا سَتَرَهٗ عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرَةِ تو یہ سرور اسوجہ سے ہوا کہ زمانہ آیندہ مین مقبول متصور ہونگا تیسری صورت یہ ہے کہ اس طاعت کے ظاہر ہونے سے یہ گمان کرے کہ لوگ اس باب مین میری اقتدا کرینگے اور اسی طرح کی طاعت بجالاوینگے تو مجکو اوسکا ثواب بڑھتا جاوے گا کیونکہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ جو شخص کوئی امر خیر کرتا ہے اور لوگ اوسکی اقتدا کرتے ہین تو اوسکو بھی انکے برابر ثواب ملتا جاتا ہے اور انکے ثواب مین سے کچھ کم نہین کیا جاتا ۔ اور ظاہر ہے کہ ثواب بڑھنے کی توقع قابل سرور کے ہے نفع کا ہونا بے شک لذیذ اور موجب سرور ہوا کرتا ہے تو اوسکو قصد اخفا کا بھی ثواب ملے گا اور اب ظاہر ہونے سے بھی ثواب کا استحقاق ہوا چوتھی صورت یہ ہے کہ جن لوگون نے اسکی طاعت پر مطلع ہو کر اسکی تعریف کی تو یہ اس وجہ سے خوش ہوا کہ اونھون نے مدح کرنے مین خدا کی مرضی کے موافق کام کیا کہ اوسکے مطیع کو محبوب جانا معلوم ہوا کہ اونکے دل مائل بطاعت ہین ورنہ بعضے ایمان والے ایسے بھی ہوتے ہین کہ جب اہل طاعت کو دیکھتے ہین تو اوسکی حسد و مذمت کرتے ہین اور بغض رکھتے ہین اور اوس سے تمسخر کرتے ہین ریاکار بتلاتے ہین اچھا کبھی نہین کہتے تو اسکا سرور اسی وجہ سے ہے کہ تعریف کرنے سے لوگون کا حال معلوم ہوا کہ انکا ایمان درست ہے اور اس صورت مین اخلاص عابد کی علامت یہ ہے کہ اگر لوگ کسی دوسرے عابد کی تعریف کرین تو اوسکی تعریف سے بھی ویسا ہی خوش ہوتا ہے جتنا اپنی تعریف سے ہوتا ہے اور قسم مذموم یعنے پانچوین صورت سرور کی یہ ہی کہ سرور اس خیال سے ہو کہ لوگون کی دلون مین منزلت ہو گئی کہ تعریف اور تعظیم کرنے لگے اور نشست و برخاست مین مجکو مقدم سمجھنے لگے اور میرے حاجات مین کام آنے لگے تو یہ صورت سرور کی مکروہ ہے واللہ اعلم ٭

پانچوان بیان اس بات کا کہ ریاے خفی اور جلی مین سے کون کون سی صورت مین عمل باطل ہوتا ہی

اور کون سی صورت مین نہین — جاننا چاہیے کہ جب بندہ کسی عبادت کو اخلاص کے ساتھ ادا کرتا ہے اور پھر اوسمین ریا آجاتا ہے تو تین حال سے خالی نہین یا اوس عمل سے فراغت ہونے کے بعد آتا ہے یا قبل فارغ ہونیکے یا اوسکے ساتھ ہی تیسرا گر بعد فراغ صرف سرور اوس عمل کے ظاہر ہونے کا ہے بدون خود ظاہر کرنیکے تو یہ سرور مفسد عمل نہین اسلیے کہ عمل تو اخلاص پر بدون ریاکے پورا ہوچکا اب جو ریا بعد کو ہوگا تو توقع ہے کہ اوسکا اثر عمل پر نہ پہونچے خصوص ایسی صورت مین کہ عامل نے اوسکے ظاہر کرنے مین تکلف نہ کیا ہو نہ کسی سے کہا ہو نہ تمنا اوسکے ظاہر ہونے یا ذکر کرنے کی ہو بلکہ اتفاقی خداے تعالے کے ظاہر کرنے سے ظاہر ہوگیا ہو اور اس سبب سے اوسکے دلپر سواے سرور محض اور کچھ اثر نہوا ہو — ہان اگر بدون قصد یا عمل اخلاص پر تمام ہوا ہو لیکن پھر عابد کو رغبت اوسکے اظہار کی ہوئی اور لوگون سے کہدیا اور ظاہر کردیا تو یہ صورت خوف کی ہے اور اخبار و آثار سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مبطل بھی ہے چنانچہ حضرت ابن مسعودؓ نے جب کسی شخص کو کہتے سنا کہ مین نے کل رات سورہ بقر پڑھی تھی تو فرمایا کہ اس شخص کا حصلہ یہی تھا — اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جب ایک شخص نے عرض کیا کہ مین نے تمام عمر روزہ رکھا ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تو نے نہ روزہ ہی رکھا نہ افطار ہی کیا تو بعض لوگ اس ارشاد کی وجہ یہی بتاتے ہین کہ اوسنے ظاہر کردیا اور بعض یہ فرماتے ہین کہ اوسکی وجہ یہ تھی کہ تمام عمر کا روزہ رکھنا مکروہ ہے بہر صورت یہ احتمال ہی کہ ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابن مسعودؓ کا اس بات پر دال ہو کہ اوس شخص کا دل عبادت کے وقت نیت ریا سے خالی نتھا جسکے باعث اوسنے کہکر ظاہر کردیا ورنہ یہ امر بعید از قیاس ہے کہ جو چیز بعد عمل کے پائی جاوے اوس سے ثواب عمل جاتا رہے بلکہ قیاس کی رو سے یہ چاہیے کہ جو عمل کرچکا اوسکا ثواب پاوے اور بعد فراغت جو اوس عمل سے نمود کی اوسکا عذاب اوسکو ملے بخلاف اوس صورت کے کہ نماز یا عمل سے فارغ ہونے کے پیشتر ہی اسکی نیت ریا کی طرف مائل ہوگئی ہو کہ اس صورت مین البتہ ابطال نماز خواہ عمل ہوسکتا ہے لیکن جب عمل کو اخلاص کے ساتھ ادا کیا مگر اثناے ادا مین کچھ ریا بھی ہوگیا تو اوسکی دو صورتین ہین یا تو صرف سرور ہی ہو جو عمل مین کچھ تاثیر نہین کرتا اور ریا ایسا ریا ہو جسکے باعث اوس عمل کو پورا کیا چاہتا ہے پس اگر دوسری قسم کا ہے تو ثواب باطل ہوجاوے گا مثلاً ایک شخص نفل ادا کرتا ہے اوسوقت اوسکے پاس تماشائیون کا گذر ہوا یا کوئی بادشاہ چلا آیا اور اسکو یہ خواہش ہوئی کہ میری طرف دیکھے یا اثناے نماز مین کوئی چیز اپنی مال مین سے یاد آئی جسکو بھولا ہوا تھا اور اوسکی تلاش کی خواہش کی اور اگر آدمی نہوتے تو نماز توڑکر اوسکو ڈھونڈھتا لیکن اونکی مذمت کے خوف سے نماز پوری کی تو ایسی صورت مین ثواب باطل ہوگیا اور یہ حال اگر فرض مین واقع ہو تو پھر اوس فرض کو از سر نو ادا کرنا چاہیے اور حدیث شریف مین آیا ہے کہ اَلْعَمَلُ کَالْوِعَاءِ اِذَا طَابَ اٰخِرُهٗ طَابَ اَوَّلُهٗ یعنے خاتمہ تک کا لحاظ ضروری ہے اور ایک روایت مین آیا ہے کہ جو کوئی اپنے عمل سے ایک ساعت ریا کریگا اوسکے عمل پیشتر کے

۱ مسلم نے بروایت ابوقتادہ اور طبرانی نے بروایت اسماء بنت یزید نقل کیا ہے کہ صائم الدہر نے نہ روزہ رکھا نہ افطار کیا بعض خطابات لیکن ان مین ملا ۱۲

۲ ت عمل مثل برتن کے ہے جب اوسکا آخر اچھا ہوگا تو اول اچھا ہوگا ۱۲ ابن ماجہ بروایت معاویہ بن ابی سفیان بلفظ ۱۲

۳ ابن نعیم نے اسکی سند نہین ملی ۱۲

باطل ہوجاوینگے اور یہ روایت اس صورت مین نماز کے باب مین وارد ہے صدقہ اور قرارت پر صادق نہین اسلیے کہ صدقہ
اور قرارت کی ہر جزو چیز ایک شی علحدہ ہے جس حصہ پر ریا واقع ہوگا اوسیمین کا باقی خراب ہوجاویگا مگر گذشتہ باطل نہین ہوگا
اور روزہ او حج مثل نماز کے ہین — اور اگر ریا اسیطرح آیا ہے کہ ثواب کے لیے عمل کے پورا کرنے کا مانع نہین مثلاً اثنائے
نماز مین کچھ لوگ آئے اور یہ اونکے آنے سے خوش ہوا اور اونکے دیکھنے کے باعث نماز کو درستی سے ادا کرنے کا قصد کیا
اور اگر لوگ نہ آتے تب بھی نماز کو پورا کرتا اس صورت مین ریا نے عمل مین اثر کیا کہ باعث حسن کیفیات نماز کا ہوا لیکن یہ اثر
اگر اتنا غالب ہوجاوے کہ اسکے غلبہ مین اوس عمل کا عبادت ہونا اور نیت ثواب پر ادا کرنا معلوم نہو بلکہ قصد عبادت و
ثواب اوس قصد ریا مین چھپ جاوے تو اس قسم کا ریا بھی مفسد عبادت ہے بشرطیکہ عبادت کا کوئی رکن اسی حال مین
ادا ہوجاوے اسواسطے کہ نیت سابقہ جو شروع کے وقت کی تھی اوسیمین ہمارے نزدیک یہ شرط ہے کہ کوئی نیت ایسی
نہ پیش آوے جو اوسپر غالب ہوکر اوسکو چھپاوے — اور ایک احتمال یہ بھی ہے کہ عبادت فاسد نہو اسلیے کہ پہلی نیت اور اصل
قصد ثواب باقی ہے گو کسی دوسرے قصد کے ہجوم سے ضعیف ہوگیا ہو — اور حارث محاسبی رح عبادت کا فاسد ہونا
ایسے امر مین تجویز کرتے ہین کہ وہ اس سے بھی سہل ہے اونکا قول یہ ہے کہ جب عابد نے لوگون کی اطلاع سے صرف سرور کا
قصد کیا یعنی ایسا سرور جو مثل محبت جاہ منزلت کے ہوتا ہے تو اس باب مین لوگون کا اختلاف ہے ایک گروہ تو
اس طرف ہے کہ اس سے عمل باطل ہوگیا اسواسطے کہ اوسنے پہلے قصد یعنی اخلاص کو توڑ کر مخلوق کی حمد کی طرف
میلان کیا اور عمل کو اخلاص پر پورا نہ کیا عمل کی تمامی خاتمہ ہی سے ہوتی ہے پھر حارث فرماتے ہین کہ مین تو
قطعی اس عمل کو باطل کہتا ہون اور نہ بالکل باطل ہونے سے مامون ہون لوگون کا اختلاف اس باب مین مجھے پہلے سے
معلوم ہے الا میرے نزدیک ترجیح اسی کو ہے کہ اگر عمل کو ریا پر تمام کیا ہے تو عمل باطل ہے اور اگر کوئی کہے کہ حضرت
حسن بصری رح نے فرمایا ہے کہ دو رکعتون مین سے جب اول خدا کے واسطے ہوگئی تو دوسری ضرر نہ کریگی
اور ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین عمل خفیہ کرتا ہون اور نہین چاہتا
کہ لوگون کو اسکی اطلاع ہو مگر اونکو اطلاع ہوجاتی ہے تو مین خوش ہوتا ہون آپ نے ارشاد فرمایا کہ تجھکو ثواب ملینگے
ایک خفیہ دوسرا علانیہ تو معلوم کرنا چاہیے کہ حضرت حسن بصری کی مراد ضرر سے یہ ہے کہ خطرہ مضر اور مفسد عمل کا نہین
جب کسی طور کا خطرہ آجاوے تو اوس سے عمل کو ترک نکرے اونھون نے یون نہین فرمایا کہ اگر بعد عقد اخلاص کے
عقد ریا ہوگا تب بھی ضرر نہین کریگا اور حدیث کی تاویل مین حارث رح نے بڑی تقریر بیان کی ہے جسکا حاصل
تین وجہون کی طرف رجوع کرتا ہے اول یہ کہ حدیث مین یہ مذکور نہین کہ عمل سے فارغ ہونے کے پیشتر سائل کو سرور
ہوتا تھا تو احتمال ہے کہ بعد فراغت سرور ہوتا ہو دوسری یہ کہ سرور سے مراد وہ سرور ہے جو شرعاً محمود اور
عمدہ ہین جنکا بیان اوپر گذرا محبت تعریف و منزلت کا سرور مراد نہین اسلیے کہ اس سرور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

ثواب کا ارشاد فرمایا ہے اور مجاہدت محمدت کے سرور پر کسی فرقہ کے نزدیک ثواب مترتب نہیں غایت یہ کہ اسطرح کا
سرور معاف فرمایا جاوے اور یہ ثواب کا قائل کوئی نہیں اور یہ ہو بھی نہیں سکتا کہ مخلص کو تو ایک ثواب ہو اور
ریاکار کو دو ہون تیسری یہ کہ راویان حدیث حضرت ابو ہریرہ رض تک متصل نہیں ہین اکثر اون مین سے
اس حدیث کو ابو صالح پر موقوف کہتے ہین گو بعض لوگ مرفوع بھی بتلاتے ہین بنظر برین علم حدیثین جو ریا
میں وارد ہین اونھین پر عمل کرنا بہتر ہے یہ قول حارث محاسبی کا ہے غرض کہ اونھون نے یقینی حکم نہین لکھا بلکہ
اپنا غالب ظن عمل کے باطل ہونے پر ظاہر کیا ہے - اور ہمارے نزدیک قرین قیاس یہ ہے کہ اس قدر کا سرور کہ جسکی
تاثیر عمل مین نہ ہو بلکہ عمل تو صرف دین ہی کے باعث صادر ہوا ہو اور سرور محض اطلاع کے سبب ہو گیا ہو مفسد عمل نہیں
کیونکہ اوسکی ہمت سے اصل نیت منعدم نہین ہوئی اور وہی نیت عمل پر باعث رہی اور اوسی کی سبب عمل تمام ہوا
اور جو اخبار کہ ریا کے باب مین وارد ہین وہ اوسی صورت مین ہین کہ عمل سے صرف مخلوق ہی کا قصد کیا ہو اور جو
شرکت مین وارد ہین اونسے یہ مراد ہے کہ قصد ریا مساوی قصد ثواب کے یا اوس سے غالب ہو مگر جس صورت میں
کہ قصد ریا ضعیف ہو تو ثواب صدقہ اور تمام اعمال کا بالکلیہ باطل نہین ہوتا اور نہ نماز مین فساد آنا چاہیے لیکن
اسمین یہ احتیاط ہو سکتا ہی کہ عابد پر نماز خالص لوجہ اللہ واجب ہوئی تھی اور خالص اوسکو کہتے ہین جسمین کسیطرح کی
آمیزش نہو پس جب اس قسم کے ریا کی آمیزش ہو گی تو جو امر واجب تھا وہ ادا نہو گا واللہ اعلم اور باب الاخلاص مین
ہمنے بیان سے زیادہ تقریر لکھی ہے جسکو منظور ہو وہان دیکھ لے یہ حال وس ریا کا تھا جو بعد نیت عبادت
خواہ قبل فراغ یا بعد فراغ عارض ہو - اب تیسری قسم کو سننا چاہیے یعنے جس مین عین نیت عبادت کے ساتھ
ہی قصد ریا ہو پس اگر سلام پھیرنے تک اسی قصد پر جما رہے گا تو اس نماز کا کچھ اعتبار نہین سب کے نزدیک
اسکا قضا کرنا چاہیے اور اگر عین نماز پڑھنے مین تمام ہونے سے پہلے نادم ہو کر استغفار کرے گا اور حالت
اصلی پر رجوع کرے گا تو ایسی صورت مین تین قول ہین بعض یہ کہتے ہین کہ چونکہ اس شخص نے بقصد ریا نماز کو
شروع کیا تھا اسلیے وہ منعقد ہی نہین ہوئی تھی تو از سر نو نیت کرنی چاہیے - اور بعض یہ کہتے ہین کہ ایسے
شخص کے افعال صحیح نہین ہوئے اصل نیت نماز کی باقی ہے اسلیے جتنے رکوع اور سجدے کیے ہین اونکو دوبارہ
ادا کرنا چاہیے کیونکہ نیت تحریمہ ایک عقد ہے اور ریا ایک خاطر قلبی کا نام ہے کہ اوس سے اصل نیت کا عقد ہونا
معدوم نہین ہوتا اور بعض یہ کہتے ہین کہ اوس شخص کو کسی چیز کا دوبارہ ادا کرنا ضرور نہین بلکہ اپنے دل مین
استغفار کر کے عبادت کو اخلاص پر تمام کرے اسلیے کہ اعتبار خاتمہ کا ہوتا ہے اگر اخلاص سے شروع کرتا اور ریا پر
تمام کرتا تو عمل باطل ہو جاتا تھا اسی طرح یہان اوسکا عکس ہے کہ ریا سے شروع کیا اور اخلاص پر تمام تو باطل نہ ہونا
چاہیے اور اسکی مثال ایسی ہے کہ سفید کپڑے پر نجاست عارضی لگ جاوے جب وہ نجاست عارضی دور کیجاویگی

پھر حالت اصلی پر عود کرے گا اور چونکہ نماز مین رکوع و سجدہ غیر اللہ کے لیے نہین ہوتا اسواسطے اگر غیر کے واسطے سجدہ کرے گا تو کافر ہوجاویگا بلکہ اوسپر ایک ریای عارضی آگیا تھا جو توبہ اور ندامت سے جاتا رہا اور ایسے حال مین ہوگیا کہ اب لوگون کی تعریف و مذمت کی کچھ پروا نہین تو اسی وجہ سے نماز درست ہولی۔ اور ہمارے نزدیک یہ دونون پچھلے قول قیاس فقہی کے قطعا مخالف ہین خاصکر جو لوگ یہ کہتے ہین کہ صرف رکوع اور سجدونکو اعادہ کرنا چاہیے تکبیر تحریمہ کی ازسرنو کرنی کی کچھ ضرورت نہین اسواسطے کہ اگر مثلا رکوع اور سجدہ درست نہین ہوا تو نماز مین افعال زائد ہوگئے جو مفسد نماز ہین پھر نماز کا نہ فاسد ہونا کس طرح ہوسکتا ہے۔ اور جو لوگ یہ کہتے ہین کہ اگر اخلاص پر تمامی نماز کی ہوئی ہے تو بلحاظ خاتمہ کے نماز صحیح ہونی چاہیے یہ بھی ضعیف ہے اسواسطے کہ ریا نیت کا مخل ہے اور احکام نیت کے مراعات شروع نماز مین بطریق اولی چاہیے پس جو صورت کہ بموجب قیاس فقہ درست ہو یہ ہے کہ اگر باعث اوس عبادت کا صرف ریا ہے طلب ثواب سے کچھ غرض نہین نہ اطاعت امر الٰہی سے سروکار تو اس صورت مین شروع تحریمہ ہی ٹھیک نہین ہوا اوسکے بعد جو افعال کریگا وہ بھی درست نہونگے مثلا فرض کرو کہ ایک شخص اگر اکیلا ہوتا تو نماز نہ پڑھتا الا جب لوگون کو دیکھا تو نیت باندھ لی یا یہ کہ اوسکے کپڑے نجس ہین مگر لوگون کے خوف سے نماز پر کھڑا ہوگیا تو یہ ایسی نماز ہی کہ اس مین نیت ہی نہین کیونکہ نیت تو اسکا نام ہے کہ باعث دین کے حکم کو مانے یہان باعث ہی ہی نہ قبول کرنا حکم کا پایا جاتا ہے ہان اگر ایسی صورت ہو کہ لوگ نہوتے تب بھی نماز تو پڑھتا مگر اونکے ہونے پر رغبت اونکے اچھا کہنے کی بھی ہوگئی تو یہان دو باعث جمع ہوئے ہین پس اگر ایسی صورت صدقہ اور تلاوت وغیرہ امور مین ہو جن مین تحریم اور تحلیل نہین ہوتی تب تو اسنے باعث ریا کے اطاعت سے نافرمانی کی اور باعث ثواب کے اطاعت سے فرمان پذیری کی اور ارشاد الٰہی فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ واقع ہی تو یہی ہے جسقدر اسکی نیت صحیح ہوگی اوسقدر ثواب پاوے گا اور جسقدر نیت فاسد ہوگی اوسقدر عذاب اور ایک کے ہونے سے دوسری بیکار نہوگی اور اگر ایسی صورت نماز مین واقع ہوگی جو نیت کے خلل پڑنے سے فاسد ہوجاتی ہے تو اوسکی بھی دو صورتین ہین یا نفل مین ہوگی یا فرض مین نفل کا حال تو صدقہ کا سا ہے کہ ایک وجہ سے اطاعت اور ایک وجہ سے نافرمانی پائی جاتی ہے اسلیے کہ اوسکے دل مین دو باعث موجود ہین اور یہ کہہ نہین سکتے کہ اوسکی نماز درست نہین اور نہ اوسکا اقتدا درست ہے مثلا کسی شخص نے نماز تراویح ادا کی اور قرائن حال سے معلوم ہوا کہ اسکا قصد صرف حسن قرات کو ظاہر کرنے کے لیے تھا اگر لوگ جمع نہوتے اور یہ شخص گھر مین اکیلا ہوتا تو تراویح نہ پڑھتا تو نہین کہہ سکتے کہ ایسے کے پیچھے نماز پڑھنی درست نہین اسلیے کہ ایسا گمان کرنا بعید ہے بلکہ مسلمان پر تو یہی گمان ہوگا کہ یہ نماز نفل سے قصد ثواب رکھتا ہے اور اسی قصد کے اعتبار سے

اوسکی نماز بھی صحیح ہے اور اوسکے پیچھے نماز پڑھنی بھی درست ہے گو قصد ثواب کے ساتھ کوئی اور قصد بھی ہو جسکے سبب اوسکو گناہ ہوا ہو — اور اگر دو باعث نماز فرض مین جمع ہون اور دونون باعث جدا جدا مستقل نہون بلکہ دونون ملکر باعث عبادت ہوئے ہون تو اس صورت مین واجب اوسکے ذمہ سے ساقط نہوگا کیونکہ باعث وجوب کا اوسکے حق مین خالی اور بطور مستقل نہین پایا گیا اور اگر ہر ایک باعث مستقل ہو یعنی مثلاً اگر باعث ریا نہوتا تب بھی فرض ادا کرتا اور اگر باعث فرض نہوتا تو ریا کے لیے نفل ادا کرتا یہ صورت محل تامل ہی اور اسمین کئی احتمال ہین ایک احتمال تو عدم جواز کا ہے کہ یون کہا جاوے کہ اسکے ذمہ واجب نماز خالص لوجہ اللہ تھی لیکن اسنے واجب خالص کا ارادہ نہین کیا اور ایک احتمال جواز ہے یعنے یہ کہین کہ واجب امتثال امر ایک باعث مستقل سے ہے اور وہ یہان موجود ہے دوسرے باعث کا اوسمین ملجانا اوسکے ذمہ سے سقوط فرض کا مانع نہین جیسے اگر نماز غصب کے گھر مین پڑھے کہ اس صورت مین البتہ اسبات کا گناہ ہے کہ غصب کے گھر مین پڑھی مگر چونکہ اصل نماز پڑھنے مین اطاعت پائی گئی اسلیے فرض ذمہ سے ساقط ہوا — غرض کہ اصل نماز کے اگر باعث مختلف ہونگے تو اوس مین احتمال بھی مختلف ہون گے لیکن جس صورت مین کہ اصل نماز مین تو ریا نہو صرف مبادرت مین ہو مثلاً کوئی شخص نماز جماعت کے واسطے اول سبقت کرے اور اگر اکیلا ہوتا تو اول وقت نہ پڑھتا اوسط وقت تک تاخیر کرتا یا اگر فرض نہوتے تو صرف ریا کی جہت سے نماز کی ابتدا نکرتا تو ایسی صورت مین یقیناً نماز صحیح ہے اور فرض ذمہ پر نہین رہتا کیونکہ جو باعث اصل نماز کے ادا کا ہے اوسمین کوئی دوسری چیز مخالف نہین بلکہ وقت کی تعیین مین قصد ریا واقع ہوا اس سے نیت اصل نماز مین خلل واقع ہونا بہت بعید ہے یہ اوس ریا کا حکم ہے جو عمل کا باعث ہوا کرتا ہے لیکن سرور محض لوگون کے مطلع ہونے سے جبتک اوسکی تاثیر اتنی نہو گی کہ عمل مین اثر کر جاوے تو اوس سے نماز کا فاسد ہونا خلاف قیاس معلوم ہوتا ہے — یہ بیان ہمارے نزدیک قانون فقہ کے موافق معلوم ہوتا ہے اور مسئلہ واقع مین دقیق ہے اسواسطے کہ فقہانے تو فقہ مین اسکو کچھ لکھا نہین اور جن لوگون نے اس مین خوض کرکے کچھ تصرف کیا ہے اونھون نے صحت و فساد نماز مین قوانین فقہ اور فقہا کے اقوال کا لحاظ نہین کیا بلکہ تصفیہ قلوب اور طلب اخلاص کے سبب ایسے خطرون سے عبادتون کا فاسد ہونا لکھدیا اور ہمنے جو کچھ لکھا ہے وہ ہماری دانست مین قول فیصل ہے واللہ اعلم

چھٹا بیان ریا کی دوا کا اور وقت ریا دل کے علاج کا طریق — یہ پہلے معلوم ہوچکا کہ ریا بڑی مہلک چیز ہے اس سے اعمال باطل ہوجاتے ہین خدا کے نزدیک سبب غصہ کا ہوتا ہے تو جس چیز کا حال ایسا ہو اوسکے دور کرنے کے لیے مستعد ہونا مناسب و ضروری ہے اگرچہ کتنا ہی مجاہدہ اور مشقت پڑے اسلیے کہ مثل مشہور ہے کہ داروی تلخست دفع مرض اور یہ ایسا مجاہدہ ہے کہ سب بندون کو اسکی حاجت ہوتی ہے کیونکہ لڑکا شروع مین

عقل وتمیز کم رکھتا ہے لوگون کو آنکھ سے جیسا دیکھتا ہے ویسا ہی خود بھی کرنے کی طمع رکھتا ہے جب وہ لوگونکو دیکھتا ہے
کہ آپس مین ایک دوسرے کے واسطے تصنع اور بناوٹ کرتے ہین تو اسکے دل مین اس تکلف کی محبت غلبہ پاکر مستحکم
ہو جاتی ہے اور اس بناوٹ کا مہلک ہونا اوسکو جب معلوم ہوتا ہے جب عقل کمال کو پہونچتی ہے مگر اوسوقت تک ریا اوسکے
دل مین ریشہ دوانی کر چکتی ہے اسلیے بدون محنت شاقہ اور مجاہدہ شدیدہ کے اوسکا قلع وقمع نہین کرسکتا
غرض کہ اس مجاہدہ سے کوئی شخص خالی نہین سبکو اسکی احتیاج ہے اور یہ اول اول شاق معلوم ہوتا ہے اور آخر کو خفیف
و آسان ہو جاتا ہے اور اسکے علاج کی دو صورتین ہین اول تو یہ کہ اوسکے اصول اور عروق کی بیخ کنی کی جاوے
یعنے کہ وہ پیدا ہوتا ہے دوسری صورت یہ کہ ریا سے جو سر دست خطرہ ہوتا ہے اوسکو دور کیا جاوے صورت
اول یعنی بیخ کنی ریا کی اصول و اسباب کی وہ اس بات پر موقوف ہے کہ اوسکے اصول و اسباب معلوم ہو وین پس
جاننا چاہیے کہ اصل ریا کی محبت جاہ و منزلت کی ہے اگر اوسکو مفصل بیان کیا جاوے تو تین اصل نکلتی ہین اول
لذت تعریف کی محبت دوم رنج مذمت کی نفرت سوم طمع لوگون کے قبضہ مین کی چیزون کی یہی چیزین سبب ریا کا
ہوتی ہین اور ریا کار کو ابھارتی ہین چنانچہ حضرت ابو موسی اشعری رض کی حدیث اسکی شاہد ہے کہ وہ فرماتے ہین کہ ایک
اعرابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ آدمی حمیت کے واسطے اور اپنے رتبے کے معلوم
کرانے کے واسطے اور ذکر کے واسطے لڑتا ہے حمیت کے معنے یہ ہین کہ اوسکو اس بات کی غیرت آتی ہے کہ خود مغلوب
ہو جاوے یا کوئی دوسرا مغلوب ہونے سے اسکو برا کہے اور رتبے کے معلوم کرانے سے غرض یہ ہے کہ لذت جاہ اور دلون مین
جگہ کرنی کی طلب کرتا ہے اور ذکر سے مراد زبانی تعریف کی خواہش ہے یعنے جہاد ان تین غرضون سے کرتا ہے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مَنْ قَاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ۔ اور
حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ جب دو صفین جہاد مین بھڑتی ہین فرشتے اوترتے ہین اور لوگونکو اونکے
مراتب کے بموجب لکھتے ہین کہ فلان شخص فخر کرنے کے واسطے جہاد کرتا ہے اور فلان شخص ملک کے لیے لڑتا ہے
ملک کے لیے لڑنے مین اشارہ طمع دنیاوی پر ہے ۔ اور حضرت عمر رض فرماتے ہین کہ لوگ کہنے لگتے ہین کہ فلان
شخص شہید ہے اور شاید اوسنے اپنے زین کی دونون تھیلیان چاندی سے بھری ہون ۔ اور ایک حدیث
مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ غَزَا لَا يَبْتَغِي إِلَّا عِقَالًا فَلَهُ مَا نَوَى اس سے بھی اشارہ
طمع کیطرف پایا جاتا ہے ۔ اور بعض اوقات آدمی کو خواہش حمد اور طمع نہین ہوتی الا رنج مذمت سے بچتا ہے
مثلاً کوئی بخیل اگر سخی لوگون مین ہو جو بہت بہت مال خیرات کر رہے ہون تو وہ بھی کچھہ تھوڑا سا دیدیتا ہے
تاکہ کوئی بخیل نہ کہے اوسکو حمد کی طمع نہین ہے اسواسطے کہ اوس سے بڑھکر تو اور لوگ ہین بس مذمت کے خوف سے
اتنا دیتا ہے یا کوئی نامرد بہادرون مین ہو تو جماعت سے بھاگتا نہین تاکہ کوئی برا نہ کہے اور حمد کی طمع کرتا نہین

کیونکہ حملہ کرنے والے تو اور لوگ ہین لیکن جب حمد سے مایوس ہوا تو مذمت ہی کو برا سمجھا یا کوئی شخص ایک
ایسی جماعت مین ہے جو رات بھر نماز پڑھیں تو وہ بھی تھوڑی سی رکعتین پڑھ لیتا ہے کہ کوئی کاہل نہ کہے
حالانکہ حمد کی طمع نہیں بعض اوقات آدمی لذت حمد پر تو صبر کر سکتا ہے مگر مذمت کے رنج پر صبر نہیں کر سکتا اسی سبب
سے بعض شخص بے علم فتوے دیدیتے ہین اور باوجود حاجت کے دوسرے سے نہیں پوچھتے اور دعوی حدیث دانی کا
کرتے ہین حالانکہ خاک نہیں جانتے یہ سب اسی لیے ہے کہ کوئی جاہل نہ کہے اسکی برداشت اون سے نہیں ہو سکتی
غرضکہ یہی تین امور مذکورہ بالا ریاکار کو باعث ریا ہوتے ہین اور اسکا علاج اس باب کے قسم اول مین مجملاً
ذکر ہو چکا ہے اب ہم ذکر اوس علاج کا کرتے ہین جو ریا کے لیے مخصوص ہے مخفی نرہے کہ انسان جو کسی شی کی
خواہش کرتا ہے تو یہ گمان کر لیتا ہے کہ وہ شی اوسکے لیے حال مین یا مآل مین بہتر اور مفید لذیذ ہے پس
اگر اوسکو یہ معلوم ہو جاوے کہ گو سردست اس شی مین لذت ہی مگر آگے کو نقصان ہوگا تو اوسپر اوس شی کی رغبت
نہ کرنی سہل ہو جاتی ہے مثلاً کسی شخص کو معلوم ہے کہ شہد مزہ دار ہے تو اوسکی رغبت کرتا ہے مگر جب یہ جانے
کہ اسمین زہر ملا ہی تو پھر اوسکی طرف رغبت نکرے گا اسی طرح ریا کی رغبت کے علیحدہ کرنے کا یہ طریق ہے
کہ اسکی مضرت کو پہچاننا چاہیے جب بندہ کو اسکے ضرر معلوم ہون گے کہ اسکے سبب دل کی صلاحیت جاتی رہتی
ہے اور دنیا مین توفیق اور آخرت مین منزلت سے محروم ہوتا ہے اور نہایت غصہ اور عذاب شدید کا
مستحق ہوتا ہے اور قیامت مین کھلا کھلی رسوائی ہوگی جب پکارا جاوے گا او بدکار او مکار او ریاکار
تجھے شرم نہ آئی خدا کی طاعت کے بدلے دنیا کا اسباب مول لیا بندون کے دلون کی حفاظت کی اور
خدا کی عبادت سے استہزا کیا بندون کے نزدیک محبوب بنا اور خدا کے نزدیک مبغوض ہو اونکے واسطے آرایش مین رہا
اور خدا کے لیے آلایش مین اونکے پاس ہوتا گیا او خدا سے دور او نکے نزدیک محمود بنا اور خدا کے نزدیک مردود
اونکی رضا کا طالب ہوا اور خدا کے غصہ کا خواہان کیا تیرے نزدیک خدا سے زیادہ حقیر اور کوئی نتھا
پس جب آدمی اس رسوائی کو تامل کرے اور جو کچھ بندون سے اسکو حاصل ہوتا ہے مع زینت دنیاوی کے
اوس نقصان کے مقابل کرے جو آخرت مین ہوگا کہ ثواب اعمال جاتا رہے گا تو اوسکے نزدیک یہ نہایت
حقیر ہو جاوے گا اعمال کے ثواب کا فوت ہو جانا کچھ تھوڑا ضرر نہیں کیا عجب ہے کہ ایک ہی عمل خالص سے
پلہ حسنات جھک جاوے اور جب اوسکو ریا کے سبب فاسد کر دیا تو وہ بدی کے پلہ مین رکھدیا جاوے گا
جسکے باعث بدی کا پلہ جھک جاوے گا اور دوزخ مین لے پڑے گا معاذ اللہ منہا اگر ریا سے ایک ہی
عبادت بیکار ہو جاتی تب بھی ضرر بہت تھا گو اور حسنات کے باعث پلہ جھکا ہی رہتا کیونکہ اگر عبادت بیکار
نہوتی اور نیکی مین شمار ہوتی تو ایک نیکی سے خدا کے نزدیک علو رتبہ نہیں او رصدیقین کے زمرہ مین حاصل ہوتا

اور ریا کے سبب اونکے درجے سے اوتر کر اور ریاکے درجے کی جو تیوتن کی صف مین جا پڑا یہ نقصان تو
دینی ہوا دنیا مین جدا دل پریشان رہا کہ لوگون کے قلوب کی رعایت کرنی پڑی اور اونکی رضامندی کی کوئی
حد نہین کیونکہ جو باتین ایسی ہین کہ ایک فریق اونسے خوش ہین دوسرا فریق ناخوش ہی بعضے لوگ جب راضی
ہوتے ہین جب دوسرے ناراض ہون اور جو شخص خلق کی رضا جوئی خداکے غضب پر اختیار کرتاہے خداے
تعالے خود بھی ناراض ہوتاہے اور لوگون کو بھی اوس سے ناراض کردیتاہے پھر لوگون کی مدح کی جہت سے
خداے تعالے کو ناراض کرنے سے کیا فائدہ ہے کچھ اونکی تعریف سے رزق اور زندگی نہین بڑھتی القیامت کے
فقر و فاقہ مین اونکی تعریف کام آوے گی۔ اور لوگون کے پاس کی چیزون پر طمع رکھنے کا یہ علاج ہے کہ یون
جان لے کہ دینے اور نہ دینے پر دلون کا آمادہ کرنا خداکے قبضے مین ہے لوگ اس مین بیبس ہین رازق
سواے خداے تعالے کے کوئی نہین اور جو شخص خلق سے طمع رکھتاہے وہ خالی ذلت اور حرمان سے نہین ہوتا
اور اگر بالفرض مراد کو بھی پہونچتاہے تو احسان اوٹھانا پڑتاہے اور دوسرون کی نظرون مین حقیر ہونا پڑتاہے
تو ثواب الٰہی کو ایسی جھوٹی توقع اور وہم فاسد کے بدلہ مین کس طرح چھوڑین جو کبھی ملے کبھی نہ ملے اور اگر ملے تو
ملنے کی خوشی اتنی نہوگی جتنا احسان اوٹھانے اور ذلیل ہونے کا رنج ہوگا۔ اور لوگون کے برا کہنے کا خوف
کرنا بھی لاحاصل ہے اونکی مذمت سے کیا نقصان زیادہ ہوجاوے گا جو کچھ اللہ تعالے نے لکھدیاہے وہی ہوگا
نہ موت جلدی آوے گی نہ رزق مین تاخیر ہوگی نہ دوزخی ہوگا اگر پہلے سے بہشتی ہے نہ خدا کے نزدیک برا ہوگا
اگر پہلے سے نیک ہے نہ اوسکا غصہ زیادہ ہوگا بندون کا حال تو یہ ہے لَا یَمْلِکُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا
وَّلَا یَمْلِکُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَیٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا پھر اونکی برائی سے کیا ہوتاہے اونکے اختیار مین کچھ نہین
بس جب آفتان اسباب ریا کی اور اونکا ضرر دل مین جم جاوے گا تو ریا کی رغبت بھی سست پڑجاوے گی
اور دل متوجہ الی اللہ ہوگا اسلیے کہ عاقل ایسی چیزون کی رغبت نہین کیا کرتا جن مین ضرر تو زیادہ ہو اور نفع
کم اور یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ اگر لوگون کو ریاکار کے باطن کا حال معلوم ہوجاوے کہ دل مین ریا کرتاہے
اور ظاہر مین اخلاص تو سب کے نزدیک برا ٹھہرے اور یہ بات چھپی نہین رہتی خداے تعالے کبھی نہ کبھی اوسکا
بھید کھول ہی دیتاہے اسوقت لوگون کے نزدیک بھی مبغوض ہوجاتاہے اللہ کے نزدیک تو پہلے ہی سے تھا
اور اگر خداکے واسطے اخلاص کرے تو خداے تعالے اوسکے اخلاص کو لوگون پر ظاہر فرماکر اونکو اسکا مسخر کردیتاہے
کہ اسکو محبوب جاننے لگتے ہین اور مدح و ثنا کرتے ہین باوجودے کہ اونکی مدح سے کچھ فائدہ نہین نہ اونکی برائی سے
کچھ نقصان جیسے کہ بنی تمیم کے ایک شاعر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عرض کیا تھا کہ اِنَّ مَدْحِیْ
زَیْنٌ + وَاِنَّ ذَمِّیْ شَیْنٌ + یعنے میری تعریف آدمی کی زینت ہے اور برا کہنا اوسکے حق مین معیوب آنحضرت

صلے اللہ علیہ وسلم نے اوسکو ارشاد فرمایا کہ تو جھوٹ کہتا ہے یہ شان اوس معبود کی ہے جسکے سوا کوئی معبود نہیں یعنے خدا اگر تعریف کرے تو البتہ زینت ہے اور اوسکے برا کہنے سے بے شک عیب لگتا ہے آدمی کی تعریف و مذمت سے کچھہ نہیں ہوتا مثلا اگر آدمی خدا کے نزدیک برا او دوزخی ہے تو لوگون کی تعریف سے کیا بہتری ہو جاویگی اور اگر اوسکے نزدیک مقرب اور نیک ہے تو لوگون کی ہجو سے کون سی برائی ہو جاوے گی - غرضکہ جو شخص اپنے دل مین آخرت کو جانے جانے گا اور وہان کی نعمتین پایدار اور خدا کے نزدیک بلند مراتب یاد کرے گا اوسکے نزدیک یہ اشیا خلق کی ہیچ معلوم ہون گی جن مین صدہا طرح کی کدورتین ہین اور ہمہ تن اوسکا دل متوجہ الی اللہ ہو جاویگا اور ریا کی ذلت سے نجات پاوے گا اور اوسکے اخلاص سے ایسا نور دل پر پیدا ہوگا جس سے اوسکا سینہ کھل جاویگا اور اوس سے ایسے لطیف مکاشفات معلوم ہونگے جنسے خدائے تعالے کے ساتھ انس و محبت اور خلق کے ساتھ وحشت و نفرت بڑھے اور دنیا کی حقارت اور آخرت کی عظمت نظرون مین جچے اور خلق کی جگہ دل مین نرہے اور سب باطل منقطع ہو اخلاص کی راہ طے کرنی آسان معلوم ہو یہ بیان اور وہ امور جو پہلی قسم مین اس باب کے ہم لکھہ چکے ہین علمی علاج ہے جس سے ریا کی جڑ جاتی رہتی ہے اور دوائے عملی یہ ہے کہ اپنے نفس کو عبادات کے پوشیدہ ادا کرنے کا عادی کرے اور اونکو ایسا چھپاوے جیسا کہ برائیون کو چھپاتے ہین یہانتک کہ صرف خدائے تعالے کے علم و اطلاع پر قانع ہو جاوے غیر اللہ کی اطلاع کی طلب دل مین نرہے - روایت ہے کہ ابی حفص آہنگر کے مریدون مین سے کسی نے اونکے جلسے مین دنیا اور اہل دنیا کی مذمت کی اونھون نے فرمایا کہ تونے وہ بات ظاہر کی جسکو خفیہ رکھنا چاہئے تھا اب سے ہمارے پاس نہ بیٹھنا اس سے معلوم ہوا کہ اسقدر ظاہر کرنے کی بھی اجازت ندی اسی لیے کہ دنیا کی مذمت کے ضمن مین زہد کا دعوی پایا جاتا ہے بہرحال ریا کی دوا سوا خفیہ رکھنے عبادات کے اور کوئی نہین ابتدا شروع مجاہدہ مین یہ شاق معلوم ہوتا ہے لیکن جب اوسپر چند روز بزور صبر کرتا ہے تو اوسکی دشواری آسان ہو جاتی ہے اور خدا کی عنایت اور حسن توفیق جس سے وہ اپنے بندون کی تائید کرتا ہے اوسکے شامل حال ہوتی ہے دیکھو خود فرماتا ہے

تعالے اِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیعُ اَجرَ المُحسِنِینَ اور تعالے وَاِن تَکُ حَسَنَۃً یُّضٰعِفہَا وَیُؤتِ مِن لَّدُنہُ اَجرًا عَظِیمًا

تو بندے کو مجاہدہ کرنا چاہیے ہدایت کام اوسکا ہے دروازہ کا دستک دینا بندہ کا کام ہے اور اوسکا کھولنا خدا کا کام ہے اوسی کا ہو رہنا چاہیے شعر
کہ سرادقات جلال سے آواز آنے لگے - قبولست گرچہ ہنر نیستش + کہ جز ما پناہی دگر نیستش +
دوسری صورت یعنے جو خطرہ ریا کا کہ اثنائے عبادت مین آوے اوسکو دور کرنا بھی سیکھنا چاہیے کیونکہ جو شخص نفس پر جہاد کرکے اپنے دل مین سے ریا کا استیصال کرتا ہے اس طرح کہ طمع کو قطع کرکے قانع ہوتا ہے اور اپنے تئین لوگون کی نظرون سے گرا دیتا ہے اور اونکی تعریف و مذمت کو ہیچ سمجھنے لگتا ہے تو اوسوقت شیطان اوسکو عبادت مین خالی و بیفکر نہین چھوڑتا بلکہ ریا کے خطرات پیش کرتا ہے اور اوسکے وسوسے علحدہ نہین ہوتے نہ ہوای نفسانی بالکل

ف: ترجمہ بیشک اللہ ضائع نہین کرتا ثواب نیکی والون کا
ف: اور اگر نیکی ہو تو اوسکو دونا کرے اور دیوے اپنی پاس سے ثواب بڑا

نابود ہوا اسلیے مستعد ہونا ریا کے خطرات کے دور کرنے کے لیے بہت ضرور ہے — اور خطرات ریا کے تین ہین بعض اوقات تو
سبکے سب ایکبارگی آتے ہین اور گویا ایک ہی خطرہ معلوم ہوتا ہے اور بعض اوقات بتدریج ایک دوسرے کے بعد
آتے ہین اول تو واقف ہونا لوگون کی اطلاع پر اور اونکی اطلاع کی آرزو کرنی اسکے بعد نفس کی رغبت اونکی مدح
کے لیے اور اونکے نزدیک منزلت ہونے کی لیے پیدا ہونی اسکے بعد نفس کا اوسکو قبول کرنا اور دل کا اوسکے ثبوت پر عقد کرنا پہلے
اول کا نام تو معرفت ہے اور دوم کا نام حالت جسکو شہوت و رغبت بھی کہتے ہین اور تیسرے کا نام عزم اور ارادہ کا
مضبوط کرنا ہے اور ان سب مین سخت خطرہ اول کے دفع کرنے کے لیے نہایت قوت چاہیے کہ بیشتر دوسرے خطرے
ہونے کے وہ دور ہو جاوے مثلاً جب عابد کو معرفت اطلاع خلق یا اونکے مطلع ہونے کی آرزو کا خطرہ ہو تو اوسکو
یون دفع کرے کہ مجکو خلق سے کیا غرض ہے وہ جانین یا نجانین خداے تعالے تو جانتا ہی ہے دوسرے
کے جاننے سے کیا فائدہ ہوگا پس اگر رغبت لذت حمد کی جوش کرے تو جو آفتین ریا کی دل مین جمی ہین اونکو یاد کرے
کہ قیامت مین خدا کے نزدیک مبغوض ہونا پڑے گا اور جب اعمال کی زیادہ حاجت ہوگی اوسوقت اونسے
محروم ہوگا تو جس طرح کہ اطلاع خلق کے واقف ہونے سے شہوت اور رغبت پیدا ہوتی ہے اسی طرح آفت ریا کی
معرفت سے کراہت و نفرت اوسکے مقابل ہوتی ہے رغبت تو اس بات کو چاہتی ہے کہ اسکو قبول کرنا چاہیے
اور نفرت چاہتی ہے کہ انکار کرنا چاہیے پس جو ان مین سے غالب اور قوی زیادہ ہوگی نفس وسعی کی پیروی
کرے گا اس سے معلوم ہوا کہ خطرات ریا کے دفع کے لیے تین امور ضروری ہین اول معرفت ریا کی دوم اوسکی
شہوت سے نفرت کرنا سوم انکار کرنا اور آدمی کبھی عبادت بعزم اخلاص شروع کرتا ہے پھر اوسکو ریا کا خطرہ آتا ہے
تو اوسکو قبول کر لیتا ہی اوسوقت اوسکو معرفت اور نفرت شہوت جو دل مین تھی یاد نہین رہتی اور اسکا سبب یہ ہے کہ خوف
مذمت اور حب مدح اور استیلاے حرص مدح پر دل مین اتنی بھر جاتی ہے کہ دوسری چیز کی اوسمین گنجایش نہین رہتی
پہلے سے جو آفات ریا کے اور اوسکے انجام بد ہونے کی معرفت تھی وہ ایک سہو ہو جاتی ہے اسلیے کہ دل مین کوئی جگہ
خالی رغبت حمد اور خوف مذمت سے نہین رہتی اوسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص اپنے جی مین حلم کو یاد
رکھتا ہے اور غصہ کو برا جانتا ہے اور اسباب غضب کے واقع ہونے پر قصد حلیم بننے کا کرتا ہی مگر بعض اوقات
ایسے اسباب جمع ہو جاتی ہین جنسے اوسکا غضب بھڑک اوٹھتا ہے اور اول کا قصد بھول جاتا ہے اور دل مین
ایسا غصہ بھرتا ہے کہ آفت غضب کو یاد نہین کرنے دیتا سارے دل مین پھیل جاتا ہے اسی طرح شہوت کی
حلاوت دل مین پر ہو کر نور معرفت کو نکال دیتی ہے اور اسی کی طرف اشارہ ہے حضرت جابر رضہ کے قول مین
کہ فرماتے ہین ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخت کے نیچے اس بات پر بیعت کی تھی کہ بھاگینگے نہین لیکن
موت پر نہین کی تھی مگر غزوہ حنین مین اوس بیعت کو بھول کر بھاگ کھڑے ہوئے یہانتک کہ آواز آئی

اہی درخت والو سعا لوٹ آئے۔ یعنی چونکہ دلون مین خوف بھر گیا تھا اسلیے پہلا عہد یاد نرہا جب یاد دلایا تو یاد آیا۔ اور اکثر شہوات جو یکایک جوش زن ہوتی ہین اونکا حال ایسا ہی ہوتا ہے یعنے اون سے جو مضرت ایمان مین ہوتی ہے اوسکو جوش شہوت مین پہچاننا بھول جاتا ہے اور جب پہچان یاد نرہی تو نفرت جو کہ اوسکا نتیجہ تھی وہ بھی ظہور مین نہین آتی۔ اور کبھی یاد بھی کر لیتا ہے اور جان لیتا ہے کہ یہ خطرہ اوس ریا کا ہے جسکے باعث خدا کا غضب ہوگا مگر اوسپر شدت شہوت کے باعث اصرار کیے جاتا ہے ہواے نفسانی عقل پر غالب ہو جاتی ہے جو لذت اوسوقت ملتی ہے اوسکو چھوڑ نہین سکتا توبہ کے واسطے لیت لعل کرتا ہے یا ایسے کام کرتا ہے کہ جسکے شغل مین یہ سوچ ہی دلپر نہ آوے۔ بہت سے عالم ایسے ہین کہ جو کلام کرتے ہین خالی ریا سے نہین ہوتا اور وہ خود جانتے ہین مگر اصرار کیے جاتے ہین یہ اصرار اونپر زیادہ تر حجت ہوگا اسلیے کہ باوجود جاننے اس بات کے کہ ریا مہلک ہے اور خدا کے نزدیک مذموم اوسنے ریا کو مان لیا اور صرف پہچاننا کافی نہین جبتک پہچاننے کے ساتھ اوس سے نفرت نہو۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ خطرہ ریا کو پہچان بھی لیتا ہے اور اوس سے نفرت بھی کرتا ہے مگر باوجود اسکے ریا کے تقاضے کو قبول کرتا ہے اور اوسکے بموجب عمل کرتا ہے اسلیے کہ شہوت کی قوت بہ نسبت نفرت کے بہت قوی ہوتی ہے اور نفرت بہت کمزور تو ایسا شخص بھی اپنی اس نفرت سے کچھہ فائدہ نہ اوٹھاویگا کا ہے واسطے کہ غرض کراہت سے یہ ہے کہ فعل سے باز رکھے نہ یہ کہ مَن بھاوے مُنڈ یا ہلاوے۔ اس بیان سے معلوم ہوا کہ فائدہ بدون اجتماع تینون امور مذکورہ سابق کے نہین ہے یعنے معرفت ریا اور اوسکو مکروہ سمجھنا اور اوس سے انکار کرنا ثمرہ کراہت کا ہوتا ہے اور کراہت ثمرہ معرفت کا یعنے شناخت اور معرفت کی قوت بقدر قوت ایمانی اور نور علم کے ہوتی ہے اور اوسکا ضعف بقدر غفلت اور حب دنیا اور فراموشی آخرت اور قلت مبالات خدا کے پاس کی چیزون سے اور کم توجہی آفات حیات دنیاوی اور انعامات آخرت کے ہوتا ہے اور یہ سب ایکدوسرے سے پیدا ہوتی ہین اور ان سب کی اصل حب دنیا اور غلبہ شہوات ہی یہی سب برائیون کی جڑ ہے اور ہر ایک گناہ کا منبع کیونکہ محبت جاہ و منزلت اور دنیاوی لذائذ کا جسکا وہ بلا ہے کہ آدمی کے دل کو لوٹ لیتا ہے اور فکر عاقبت اور اقتباس انوار کتاب اللہ اور حدیث اور علوم سے نہین لینے دیتا۔ اب اگر کوئی سوال کرے کہ ایک شخص اپنے دل سے ریا کو مکروہ جانتا ہے اور اس کراہت کی جہت سے اوسکا مرتکب بھی نہین ہوتا لیکن باوجود اسکے اوسکی طبیعت مین میل اور محبت ریا کی پائی جاتی ہے مگر وہ اس میل و محبت کو بھی برا سمجھتا ہے اور اوسکے بموجب عمل نہین کرتا تو ایسا شخص بھی ریاکار ہے یا نہین تو اسکا جواب یہ ہے کہ خداوند کریم زیادہ طاقت بشری سے تکلیف نہین دیتا اور بندہ کے اختیار مین نہین کہ شیطان کو وسوسہ نکرنے دے یا طبیعت کو ایسا کرلے کہ اوسمین میل شہوات نرہے اسکے قابو مین صرف اتنی بات ہے کہ اپنے شہوات کا مقابلہ

اوس کراہت سے کرے جو اسکو انجام کی شناخت اور علم دین اور ایمان خدا تعالے اور قیامت پر ہونے سے
حاصل ہی جب یہ بات کرے گا تو جتنا اسکو حکم تھا ادسکو ادا کرے گا اور اسکی دلیل وہ روایت ہے جو حدیث شریف مین
وارد ہے کہ اصحاب رضی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین شکایت کی کہ ہمارے دلون پر ایسے امور پیش
ہوتے ہین کہ اگر ہم آسمان سے گرا ئے جاوین اور پرند ہمکو اچک لین یا ہمکو آندھی اوٹھا کر کسی دور جگہہ پھینکدے
تو منظور ہے مگر اونکا کہنا اچھا نہین معلوم ہوتا آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم اون خواطر کو مکروہ بھی جانتے ہو عرض کیا
کہ البتہ آپ نے فرمایا کہ یہی صریح ایمان ہے۔ تو دیکھنا چاہیے کہ اصحاب رضی کو صرف وسواس اور اوسکی کراہت دلپر گذری
تھی وسواس کی لیے تو صریح ایمان کہہ ہی نہین سکتے اسلیے ضرور ہوا کہ صریح ایمان آپ نے اوس کراہت ہی کو فرمایا
جو وسواس کے ساتھہ ہوتی تھی اور ریا گو برا ہے مگر خدا تعالے پر وسواس کرنے کی نسبت بے شک کم ہے
تو جب کراہت کے باعث وسواس کا ضرر دفع ہو گیا تو ریا کا ضرر بطریق اولی دور ہونا چاہیے اور اسی طرح حضرت
ابن عباس رضی سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي رَدَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ
اِلَى الْوَسْوَسَةِ اور ابو حازم رح فرماتے ہین کہ جو خطرہ کہ تیرا نفس اپنے لیے برا سمجھے تو وہ اگر دشمن کیطرف سے ہوگا
تو تجکو مضر نہین اور جو خطرہ کہ تیرا نفس اپنے لیے اچھا جانے اوسپر نفس کو عتاب کر اس سے معلوم ہوا کہ شیطانکا
وسوسہ اور نزاع نفس مضر نہین بشرطیکہ مراد شیطان و نفس کی انکار و کراہت سے نہونے پاوے اور خواطر یعنی
تذکرات اور تخیلات اون اسباب کا جنسے ریا ہیجان مین آوے شیطان کی طرف سے ہوتے ہین اور ان
خواطر کے بعد رغبت اور میل نفس کیطرف سے اور کراہت ایمان اور آثار عقل مین سے ہے لیکن یہان شیطان
ایک اور چال مکر کی چلتا ہے کہ جب جانتا ہے کہ عابد قبول ریا کا منکر ہے اور اپنے آپ کو اوسکے قبول کرانے سے
عاجز تصور کرتا ہے تو اوسکے دل مین یہ خیال ڈالتا ہے کہ تیری صلاح و بہتری اس مین ہے کہ مجھسے مجادلہ مین
مشغول ہو اور رد و جدال بہت دیر تک ہے اور اس سے اوسکی غرض یہ ہوتی ہے کہ ثواب اخلاص و حضور قلب کا
اوسکو نہ ملے کیونکہ شیطان کے مجادلہ اور رد [illegible] مین مشغول ہونا اللہ تعالی کی مناجات سے باز رہنا ہے
جس سے قرب الٰہی کی منزلت مین نقصان ہوتا ہے اور ریا کے خواطر کے دفع کرنے مین لوگ چار مراتب پر ہین
اول وہ لوگ کہ جو خطرہ پیش آیا اوسکو شیطان پر ہٹا دیا اور اوسکو جھٹلایا اور اسی پر اکتفا نہ کی بلکہ اوسکے ساتھ
لڑائی شروع کی اور بہت دیر تک لڑائی برپا رکھی اس گمان سے کہ یہ امر دل کے لئے اچھا ہے اور واقع مین
نقصان ہے اسلیے کہ خدا تعالے کی مناجات اور وہ خیر جسکے درپے ہونا منظور تھا جاتی رہی راہزنون سے
لڑائی لڑنے لگے اور ظاہر ہے کہ راہزنون کی لڑائی کے لیے توقف کرنا چلنے والے کے لیے مضر ہے دوسرے وہ لوگ
جنکو معلوم ہے کہ جدال و قتال سے سلوک مین نقصان ہوتا ہے اسی لیے صرف شیطان کی تکذیب اور دفع ہی پر

الفاظ کہتے ہین اوسکے مجادلہ مین مشغول نہین ہوتے۔ تیسرے وہ لوگ کہ تکذیب مین بھی مشغول نہین ہوتے کیونکہ اوس مین بھی توقف ہوتا ہے گو تھوڑا ہی ہو بلکہ اپنے دل مین ریا کی کراہت اور شیطان کا دفع مصمم کر لیتے ہین اور اپنے کام سے غرض رکھتے ہین تکذیب خصوصیت سے سروکار نہین رکھتے چوتھے وہ لوگ کہ جانتے ہین کہ جب اسباب ریا بروے کار آوینگے تو شیطان ہمارے حسد کے سبب ہمارے درپے ہوگا اس لیے عزم کر لیتے ہین کہ جب شیطان وسوسہ کرے تو اخلاص ور مناجات اور اخفاے صدقہ اور عبادت کو اور زیادہ کرین تاکہ شیطان جلے اس مرتبہ کے لوگ شیطان کو غصہ دلاتے رہتے ہین اور اوسکی بیخ کنی کرکے اوسے یاس ناامیدی کر دیتے ہین کہ پھر اونکے پاس نہ پھٹکے۔ حضرت فضیل بن غزوان رحمہ سے مروی ہے کہ کسی نے اونسے کہا کہ فلان شخص آپکو برا کہتا تھا آپ نے فرمایا کہ بخدا مین اوس شخص کو جلاؤنگا جسنے اوسکو امر کیا ہے لوگون نے پوچھا کہ وہ کون ہے فرمایا کہ شیطان ہے پھر فرمایا کہ الٰہی اوس شخص کو مغفرت کر جسنے مجکو برا کہا اور فرمایا کہ اس ہمارے کہنے سے بیشک شیطان جلتا ہوگا کہ مین نے اوس شخص کے باب مین خدا کی اطاعت کی۔ اور جب شیطان کو بندے کی یہ عادت معلوم ہوجاتی ہے تو اوس سے باز رہتا ہے کہ مبادا اوسکے حسنات اور زیادہ ہوجاوین۔ اور ابراہیم تیمی رحمہ فرماتے ہین کہ شیطان بندہ کو کسی گناہ کی طرف بلاتا ہے پس اگر اوسکی اطاعت نہین کرتا اور اوسکے عوض کوئی خیر کیا کرتا ہے تو اوسکو ویسا ہی چھوڑ دیتا ہے اور فرمایا کہ جب شیطان انسان کو متردد دیکھتا ہے تو اوسمین طمع کرتا ہے اور جب کسی خیر کی مداومت کرتا پاتا ہے تو ملول ہوکر بغض کرتا ہے۔ اور حارث محاسبی رحمہ نے ان چار مراتب کی بہت اچھی مثال کہی ہے کہ فرض کرو کہ چار شخص کسی مجلس علم یا حدیث مین جانا چاہتے ہین تاکہ فائدہ اور فضیلت حاصل کرین اور ہدایت و رشد پاوین اور اونپر کسی گمراہ بدعتی نے حسد کیا اور ڈرا کہ کہین ایسا نہو کہ انکو راہ حق ملجاوے پس ایک شخص کے پاس گیا اور اوسکو منع کیا اور کسی اور گمراہی کی مجلس کی طرف چلنے کو کہا اوسنے انکار کیا جب اوسنے اوسکا انکار دیکھا تو اوسکو لڑائی اور تقریر مین اولجھا دیا وہ شخص اس خیال سے کہ اسکی گمراہی کا دفع کرنا اور اس سے بحث کرنا مصلحت ہے لڑنے لگا حالانکہ مقصود گمراہ کا یہی تھا کہ جتنی دیر یہان لگے یہ شخص فائدہ سے محروم رہے جب دوسرا شخص اوس گمراہ کے پاس کو گذرا اوسنے اوسکو بھی منع کیا اور رو کا وہ ٹھہرا تو سہی لیکن اوس گمراہ کو دھکا دیکر چلا گیا لڑائی جھگڑا نہ کیا تو گمراہ اوسکے اسقدر توقف سے بھی خوش ہوا اور جب تیسرا شخص گذرا اور اوسکو بہکایا تو اوسنے ہرگز التفات نکیا اور جس چال سے پہلے جاتا تھا اوسی طرح چلا گیا تو گمراہ کی آرزو اوس سے بالکل منقطع ہوگئی اور جسوقت چوتھا اوس کو گذرا اوسنے چاہا کہ گمراہ کو جلاوے تو جس چال سے پہلے جاتا تھا اوس سے تیز چلنا اوسکے سامنے شروع کیا اور سستی کو موقوف کیا اب اگر اتفاقاً یہ چارون شخص پھر کبھی اسکے پاس کو گذرین تو یہ اونکو حسب دستور

دوبارہ چھیڑے گا مگر چوتھے کے پاس نہ پھٹکے گا کہ مبادا میرے چھیڑنے سے اوسکا فائدہ زیادہ ہوجاوے سلب اگر کوئی سوال کرے کہ جب شیطان کا یہ حال ہے کہ کوئی اوسکے وساوس سے خالی نہین تو قبل اوسکے آنے کے اوسکا انتظار کرنا اور گھات مین لگا رہنا چاہیے یا خداے تعالے پر بھروسا کرنا چاہیے کہ وہی خود اوسکو دور فرماوے گا یا عبادت مین مشغول ہونا اور شیطان کو بھول جانا چاہیے تو اسکا جواب یہ ہے کہ شیطان سے برحذر رہنے مین تین قول ہین بعض اہل بصرہ کہتے ہین کہ زبردست عابدون کو شیطان سے بچنے کی کچھہ حاجت نہین کیونکہ وہ لوگ بالکل خدا ہی کے ہو رہتے ہین اور اوسکی محبت مین مشغول اسی لیے شیطان اونسے کنارہ کرتا ہے اور نا امید ہوجاتا ہے جیسے بوڑھے عابدون کو شراب خواری وزنا کی طرف بلانے سے نا امید ہے تو تمام دنیاوی لذتین زبردستون کے نزدیک مثل شراب وزنا کے ہین گو مباح ہی ہون اور جب لذائذ دنیاوی کی محبت بالکل اون مین نہین تو شیطان کو کوئی راہ اونکے پاس آنے کی نہین اسی لیے اونکو اوسکا کچھہ خوف بھی نکرنا چاہیے اور بعض اہل شام کا یہ قول ہے کہ اوس سے بچنے کے واسطے گھات مین رہنا اوس شخص کو درکار ہے جس کا یقین کم ہو اور توکل ناقص اور جو شخص یہ یقین کرے گا کہ خداے تعالے کی تدبیر مین اوسکا کوئی شریک نہین وہ دوسرے سے کیون ڈرے گا وہ یہ جان لے گا کہ شیطان خدا کی مخلوق مین سے ایک ذلیل شخص ہے اوسپر کوئی امر موقوف نہین جو کچھہ خدا چاہتا ہے وہی ہوتا ہے ضرر اور نفع دینا اوسی کا کام ہے عارف کو شرم آتی ہے کہ غیر خدا سے ڈرے اسلیے کہ وحدانیت کا یقین اوسکو ڈر سے بے پروا کردیتا ہے اور بعض علما کا یہ قول ہے کہ شیطان سے ڈرنا ضرور چاہیے اور بصریون کا جو یہ قول ہے کہ زبردست عارف جو دنیا کی محبت سے خالی ہوتے ہین اونکو حاجت خوف نہین تو یہ قول شیطان کا وسیلہ ہے کیا عجب ہے کہ آدمی دھوکا کھاجاوے کیونکہ انبیا علیہم السلام تو وسواس شیطانی سے محفوظ ہی نہین رہے دوسرا شخص کیسے محفوظ رہ سکتا ہے اور یہ کچھہ ضرور نہین کہ جتنے وسواس شیطانی ہون سب شہوات اور محبت دنیا کی باب مین ہون تاکہ محبت دنیا و شہوات کے نہ رہنے سے وہ وسواس کبھی نہ آوین بلکہ وسواس خداے تعالے کی صفات اور اسما اور بدعت و گمراہی کے اچھا جاننے وغیرہ مین بھی ہوتے ہین اور اسکے خطرے سے کوئی نہین بچتا چنانچہ خداے تعالے فرماتا ہے وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنَّىٰ أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيَّتِهِ فَيَنْسَخُ اللَّهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللَّهُ آيَاتِهِ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین اِنَّهٗ لَيُغَانُ عَلٰى قَلْبِي باوجودیکہ آپکا شیطان مسلمان ہوگیا تھا اور سواے خیر کے اور کچھہ نکہتا تھا پس جو شخص اپنے آپکو محبت الٰہی مین بہ نسبت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیا علیہم السلام کے زیادہ مشغول سمجھے وہ دھوکے مین ہے اور اشتغال محبت الٰہی سے انبیا علیہم السلام کید شیطانی سے مامون نرہے دیکھو حضرت آدم و حوا علیہما السلام جنت مین تھے کہ جو امن و سرور کا

مقام سے اور خدا تعالے نے تو نبی فرما دیا تھا کہ اِنَّ ھٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا یُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰی اِنَّ لَكَ اَنْ لَّا تَجُوْعَ فِیْهَا وَلَا تَعْرٰی وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِیْهَا وَلَا تَضْحٰی اور صرف ایک ہی درخت سے منع کیا تھا اور سب نعمتون کے لیے اجازت دی تھی پس جب نبی اللہ جنت سے مقام مین مکر و کید شیطانی سے مامون نہ ہے تو غیر نبی اس ارنا پایدار منبع فتن و محن اور معدن لذائذ و شہوات ممنوعہ مین رہ کر کیسے بچے گا اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قول خداوند کریم نقل فرماتا ہے ھٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّیْطَانِ اسی جہت سے خداے تعالے شیطان سے تمام خلق کو بچنے کا ارشاد فرماتا ہے جیسا کہ اس آیت مین ارشاد ہے یَا بَنِیْ اٰدَمَ لَا یَفْتِنَنَّكُمُ الشَّیْطَانُ كَمَا اَخْرَجَ اَبَوَیْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ اور اسکے آگے ارشاد ہے اِنَّهٗ یَرٰكُمْ هُوَ وَقَبِیْلُهٗ مِنْ حَیْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ تمام قرآن مجید مین ابتدا سے آخر تک شیطان سے تحذیر مذکور ہے تو اوس سے مامون رہنے کا دعوی کس طرح ہو سکتا ہے اور جس چیز سے خداے تعالے نے پر حذر رہنے کو ارشاد فرمایا ہے اوس سے حذر کرنا منافی شغل محبت الٰہی نہین اسلیے کہ اقتضاے محبت سے یہ بھی ہے کہ اوس کے حکم کو مانے اور اوسنے دشمن سے پر حذر رہنے کو ارشاد فرمایا ہے جیسا کہ کفار سے پر حذر رہنے کو فرمایا وَلْیَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَیْلِ پس جب خداے تعالے کے ارشاد کے موجب دشمن کافر جو معلوم ہوتے ہین اونسے حذر کرنا اہل ایمان کو لازم آیا تو ایسے دشمن سے جو ایمان والونکو دیکھے اور خود معلوم نہو حذر کرنا بطریق اولی چاہیے اسی بنا پر ابن محیریز رح فرماتے ہین کہ اگر شکار ایسا ہو کہ ہم اوسکو دیکھتے ہون اور وہ ہمکو نہ دیکھتا ہو تو غالبا ہاتھ آجاوے گا اور جو ایسا ہے کہ وہ ہمکو تو دیکھتا ہے اور ہم اوسکو نہین دیکھتے تو کیا عجب کہ وہ ہم پر غالب آجاوے اس سے اونکی مراد شیطان ہے علاوہ اسکے اگر دشمن سے غفلت کی جاوے تو اوس مین بھی نتیجہ ہے کہ وہ اگر مار ڈالے گا او سکے مار ڈالنے سے شہادت ملتی ہے لیکن اگر شیطان سے حذر نکیا جاوے تو اپنے آپ کو دوزخ اور عقاب الیم مین ڈالنا پڑے گا غرض کہ اللہ تعالے کے ساتھ مشغول ہونے سے یہ نہین لازم آتا کہ جس چیز سے اوسنے پر حذر رہنے کو فرمایا ہو اوس سے اعراض کیا جاوے اس تقریر سے دوسرے فرقہ اہل شام کا مذہب باطل ہوا جو یہ گمان کرتے ہین کہ حذر کرنا توکل کے خلاف ہے کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ڈھال و ہتھیار بھی لیے ہین اور لشکر بھی جمع کیا ہے خندق بھی کھدوائی ہے کسی بات سے آپ کے توکل مین خلل واقع نہین ہوا تو جس چیز سے خداے تعالے خود خوف و حذر کرنے کو فرماتا ہے اوس سے خوف و حذر کرنے سے کیسے توکل مین خلل واقع ہوگا اور جن لوگون کا یہ قول ہے کہ توکل کے معنے اسباب سے بالکل علیحدہ ہونے کے ہین اونکی غلطی ہمنے باب توکل مین ثابت کی ہے اور ارشاد الٰہی وَاَعِدُّوْا لَهُمْ

ما استطعتم من قوة ومن رباط الخیل منافی توکل کے نہین بشرطیکہ دل مین اعتقاد ہو کہ ضرر و نفع و حیات
وموت خدای تعالے کے اختیار مین ہے اسی طرح شیطان سے حذر کرے اور یہ اعتقاد کرے کہ ہدایت اور گمراہی
خدا کے اختیار مین ہے اور اسباب کو صرف ذریعہ سمجھے جیسا کہ باب توکل مین ہم نے لکھا ہے یہی قول حارث محاسبی کا
بھی ہے اور یہی واقع مین صحیح ہے نور علم اسی کا شاہد ہے اور پہلے جو دو قول ہین معلوم ہوتا ہے کہ ایسے عابدون
کے ہین کہ جنکو علم زیادہ نہین اور انکو یہ خیال ہے کہ بعض اوقات جو اونپر جوش استغراق کا آجاتا ہے ہمیشہ ایسا ہی
رہتا ہوگا حالانکہ یہ بہت دشوار ہے پھر جو لوگ کہ شیطان سے حذر کے قائل ہین بنسبت حذر کے تین طرح ہین
کچھ لوگ تو یہ کہتے ہین کہ جب خدای تعالے نے ہمکو دشمن سے ڈرایا ہے تو چاہیے کہ کوئی چیز ہمارے دلونپر اوس کے
خوف و انتظار سے زیادہ نہو کیونکہ اگر ہم ایک لحظہ بھی اوس سے غافل رہین گے تو عجب نہین کہ دشمن ہلاک کر ڈالے
اور بعض لوگ یہ کہتے ہین کہ اگر شیطان کی یاد ہم اس حد تک کرین گے تو ظاہر ہی ہے کہ خدا کی یاد سے دل خالی
ہو جاوے گا اور ساری ہمت دفع شیطان ہی پر صرف ہوگی اور شیطان کا مقصود بھی یہی ہے کہ سوائے خدا کے
اور کسی بکھیڑے مین مبتلا رہین تو اس لیے مناسب یہ ہے کہ عبادت مین مشغول رہین اور شیطان اور اوسکی عداوت کو
بھی نہ بھولین دونون باتین جمع کرین اسلیے کہ اگر اوسکو بالکل بھول جاوین تو شاید ایسی طرح سامنے آوے کہ ہمکو گمان
بھی نہو اور اگر صرف اوسی کا دھیان رکھین تو خدا کی یاد جاتی ہے اسلیے دونون باتون کو جمع کرنا بہتر ہے اور اہل
تحقیق کا یہ قول ہے کہ یہ دونون فریق غلطی پر ہین پہلے فریق کی تو غلطی صاف ظاہر ہے کہ خدا کو بھول کر یاد شیطان
ہی کے ہو رہے ہین اور ہمکو حکم شیطان سے حذر کرنے کا اسلیے ہے کہ یاد الٰہی سے نہ روکے تو اوسکی یاد سب چیزون سے
زیادہ دل پر کس طرح ہو سکتی ہے اسمین تو سراسر ضرر ہمارا ہے کیونکہ اسکا مآل یہ ہے کہ نور ذکر الٰہی سے دل خالی ہو
پس جب شیطان ایسے دل کا قصد کرے گا اور نور ذکر الٰہی اور قوت شغل نہ پاوے گا تو کچھ بعید نہین کہ جلد اپنے
قابو مین کر لے اور سالک سے کچھ نہ بن پڑے علاوہ ازین ہمکو حکم ہمیشہ اوسکی یاد کا نہین اور دوسرے فریق کی غلطی کی
وجہ یہ ہے کہ اسمین بھی شرکت ذکر الٰہی اور ذکر شیطان کی پائی جاتی ہے تو جسقدر آدمی شیطان کی یاد کرے گا اسی
قدر یاد الٰہی مین نقصان ہوگا اور خدای تعالے کا حکم یون ہے کہ یاد صرف اللہ کی رہے اور اوسکے ماسوا کو خواہ
شیطان ہو یا کوئی اور بھولنا چاہیے جب دونون فریق کی غلطی معلوم ہو چکی تو اسباب مین قول فیصل یہ ہے کہ بندے کو
چاہیے کہ اول شیطان کا خوف اپنے دل کے ساتھ رکھے اور نفس پر اوسکی دشمنی جمالے جب اسکا خوب معتقد ہو جاوے
اور یقین عداوت کا ہو جاوے اور خوف بھی اوسکے اندر جاگزین ہو تو خدای تعالے کے ذکر مین مشغول ہو اور
بتمام ہمت اوسکی طرف متوجہ ہو اور دل مین شیطان کا ذرا بھی خیال نکرے کیونکہ جب عداوت کے پہچاننے کے بعد
ذکر مین مشغول ہوگا پھر اگر شیطان وسوسہ کرے گا تو اسکو خبر ہو جاوے گی اور اوسکو دفع کر دے گا اور خدا کے

ذکر مین مشغول ہونے سے یہ ضرور نہین کہ وسوسہ شیطانی کے وقت اسکو اطلاع نہو دیکھو اگر کوئی شخص سانپکا
خوف رکھتا ہو کہ کسی کام کے لیے بہت تڑکے اوٹھنا چاہیے نہین تو وہ ہاتھ سے جاتا رہیگا تو اس کھٹکے کی جہت سے
رات کو چند بار چونک پڑتا ہے باوجودیکہ سونے مین غافل رہتا ہے مگر چونکہ کھٹکا دل مین رہتا ہے اس لیے
چونکتا ہے تو خدا تعالے کے ذکر مین مشغول ہونا بھی مانع اطلاع وسوسہ نہین ہے اور اسی طرح کا دل دفع
دشمن پر قادر ہوتا ہے جس مین صرف خدا کے ذکر مین مشغول ہونے سے ہوای نفسانی مرجاتی ہے اور تاریکی شہوات
کی دور ہوکر نور علم وعقل کو فروغ ہوتا ہے غرض یہ کہ ارباب بصیرت اپنے دلون کو شیطان کی عداوت اور گھات مین
رہنے سے واقف کرکے اوسکا خوف لازم رکھتے ہین مگر یاد شیطان مین مشغول نہین ہوتے بلکہ یاد الٰہی کرتے ہین
اور خدا کی یاد سے دشمن کی بدی ٹالتے ہین اور نور ذکر کی چاندنی مین دشمن کے وسوسے دیکھہ لیتے ہین دل
کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی کنوان جسکا نجس پانی سے خالی کرنا منظور ہوتا کہ اوسمین سے صاف پانی نکل آوے تو جو
شخص کہ ذکر شیطان مین مشغول ہے اوسنے تو نجس پانی کو کنوئین ہی مین چھوڑ دیا اور جسنے کہ ذکر شیطان اور
ذکر خدا کو جمع کیا اوسنے ایک طرف سے تو نجس پانی نکالنا شروع کیا اور دوسری طرف سے اوسی کنوئین کے
اندر جاری رکھا تو اسنے فائدہ بڑی مشقت بھی ہوگی اور نجس پانی سے کنوان خالی نہوگا اسلیے کہ ایک طرف
سے پانی نکلتا جاوے گا اور دوسری طرف سے آتا جاوے گا اور جو شخص دانا و واقف ہے اوسنے نجس
پانی کے لیے آڑ بنا دی اور کوئین مین صاف پانی بھر لیا جب نجس پانی آتا ہے ذرا سی دیر مین بے محنت
وکلفت پیڑھہ سے روک دیتا ہے ❊

ساتوان بیان اظہار طاعت کے قصد کے جواز مین سو واضح ہو کہ جیسے اعمال کے خفیہ کھنے مین
اخلاص اور ریا سے بچنے کا فائدہ ہے ویسا ہی ظاہر کرنے مین یہ فائدہ ہے کہ لوگ پیروی کرین اور اونکو
رغبت خیر ہو مگر اس مین ریا کی آفت ہے حضرت حسن رح فرماتے ہین کہ مسلمانون کو معلوم ہے کہ عمل خفیہ مین
بہت احتیاط ہے مگر اظہار مین بھی فائدہ ہے چنانچہ اللہ تعالے نے خفیہ اور ظاہر دونون کی ثنا فرماتا ہے اِنْ تُبْدُوا
الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِيَ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اور اظہار کی دو قسمین ہین
ایک تو نفس عمل کو ظاہر کرنا دوسرے عمل کرکے کہدینا قسم اول کی مثال جیسے صدقہ سب کے سامنے دینا تاکہ لوگون
کو اوس مین ترغیب ہو جیسا کہ روایت ہے کہ ایک انصاری رض نے سب سے پہلے ایک کیسہ زر دیا اوسکے بعد اور
لوگ دیکھا دیکھی لانے لگے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً فَعُمِلَ بِهَا كَانَ لَهٗ اَجْرُهَا
وَاَجْرُ مَنِ اتَّبَعَهٗ اسی طرح سب اعمال مثلاً روزہ نماز حج وجہاد ہین لیکن صدقہ مین اقتدا کرنا طبیعتون پر غالب
ہے ہان غازی جب قصد نکلنے کا کرکے سب سے پہلے کمر باندھے اور سواری تیار کرے تاکہ اور لوگون کو نکلنے کی ترغیب ہو تو

ف ۱ اگر کھلی خیرات کرو تو کیا اچھی بات ہے اور اگر چھپا کر دو اور فقیرون کو دو تو وہ تمھارے لیے بہتر ہے ۱۲

ف ۲ جو شخص اسلام مین کوئی اچھا طریقہ نکالے اور لوگ اوس پر عمل کرین تو اوسکو اوسکا ثواب اور اون لوگون کا ثواب جو اوسکی پیروی کرین ملیگا ۱۲ مسلم بروایت جریر بن عبد اللہ بجلی

یہ افضل ہے اسلیے کہ غزا اصل مین اعمال ظاہری سے ہے اوسکا خفیہ کرنا ممکن نہین فتح اور سپہ سالار کی نیت محض اظہار کی
غرض سے نہین بلکہ صرف تحریص کی غرض سے ہے اسی طرح آدمی بعض اوقات تہجد پکار کے پڑھتا ہے تاکہ اور
گھروالے اور ہمسایے جاگ جاوین اور اوسکی پیروی کرین۔ حاصل یہ کہ جو عمل کہ اوسکا خفیہ بجالانا ممکن نہین مثل حج اور جہاد
اور جمعہ کے تو افضل اوسمین سبقت کرنا ہے اور اظہار رغبت دوسرون کی تحریص کے لیے بشرطیکہ ریا کی آمیزش نہو
اور جو اعمال کہ اونکا خفیہ ادا کرنا ممکن ہے مثلاً صدقہ اور نماز پس اگر صدقہ کے اظہار سے لوگونکو ترغیب صدقہ ہوتی ہو
مگر مسکین کو ایذا ہوتی ہو تو خفیہ ادا ے صدقہ افضل ہے اسلیے کہ ایذا دینی حرام ہے اور اگر ایذا نہوتی ہو تو بعض لوگون کے
نزدیک خفیہ ہی افضل ہے گو اظہار مین اقتدا اور ترغیب ہو اور بعضون کے نزدیک عمل خفیہ اوس اظہار کی نسبت افضل ہے
جسمین ترغیب و اقتدا نہو مگر جس اظہار مین اقتدا اور لوگونکو ہوتی ہو اوس صورت مین اظہار ہی افضل ہی اور اسکی وجہ یہ ہے کہ خدا اوند کریم نے
انبیا علیہم السلام کو اظہار عمل کا ارشاد فرمایا تاکہ لوگ اونکی اقتدا کرین اور پھر باوجود اسکے منصب نبوت عطا فرمایا اور
اونکی طرف یہ گمان نہین ہوسکتا کہ دونون عمل سے جو ایسا افضل تھا اوس سے محروم رہے اور نیز حدیث شریف
لَہٗ اَجْرُھَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِھَا سے بھی فضیلت اظہار پائی جاتی ہے اور ایک حدیث مین آیا ہی کہ عمل خفیہ کا ثواب
بہ نسبت عمل ظاہر کے ستر گنا ہے مگر جس عمل ظاہر مین اور لوگ اقتدا کرین اوسکا ثواب بہ نسبت عمل خفیہ کے ستر گنا ہی
اور یہ دلیل ایسی ہے کہ اسمین خلاف کی گنجایش نہین اسواسطے کہ جب دل آمیزش ریا سے خالی ہو اور خفیہ و ظاہر مین
ایک ہی صورت سے اخلاص پر عمل تمام ہوا ہو تو جس عمل سے اقتدا حاصل ہوتی ہو وہ بے شک افضل ہوگا
عمل کے ظاہر ہونے سے صرف خوف ریا ہی ہے پس اگر ریا کی آمیزش حاصل ہوئی تو غیر کی اقتدا سے اسکو کیا فائدہ
خود تباہ ہو جاوے گا اوس صورت مین بلا اختلاف اظہار کی نسبت عمل خفیہ افضل ہے لیکن جو شخص عمل کو ظاہر کرنا چاہے
تو اوسکو دو باتین سوچ لینی چاہیین اول تو یہ کہ اظہار ایسی جگہ کرے جہان یقین خواہ غلبۂ ظن لوگون کی اقتدا کا
ہو کیونکہ بہت آدمی ایسے ہوتے ہین کہ اونکی اقتدا اونکے گھر والے ہی کرتے ہین ہمسایے نہین کرتے اور بعضونکی
اقتدا ہمسایے کرتے ہین محلہ والے نہین کرتے بعضون کی محلہ والے کرتے ہین بازاری نہین کرتے مگر عالم
مشہور کی اقتدا سب لوگ کرتے ہین تو غیر عالم اگر بعض طاعات کو ظاہر کرے گا تو کیا عجب ہے کہ اوسکو لوگ ریا و نفاق
کی طرف نسبت کر کے ہجو کرین اور اوسکی اقتدا نکرین تو اوسکے حق مین اظہار عمل بے فائدہ ہے اظہار بہ نیت
اقتدا اوسی شخص کو چاہیے جو اقتدا کا رتبہ رکھتا ہو اور ایسے لوگون مین ہو جو اوسکی اقتدا کرین دوسری بات یہ ہے
کہ اپنے دل کی نگاہبانی کرے ایسا نہو کہ اوسمین محبت ریا مخفی کی ہو اور اوسی کی جہت سے اقتدا کے بہانے سے اظہار
کرتا ہو اور غرض یہ ہو کہ عمل سے آراستہ ہو کر مقتدا بنجاؤن اور اکثر عمل کے ظاہر کرنے والون کا یہی حال ہے
بڑے زبردست مخلص ایسے نہین ہوتے اونکا وجود کم ہے تو چاہیے کہ کہین نفس سرکش بیچارہ ضعیف کو فریب دیکر

ناوانستگی میں تباہ کرے ضعیف کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی پانی میں ڈھبڈھیاتا تھوڑا سا جانتا ہو اور
لوگون کو ڈوبتا دیکھکر اونپر رحم کرے اور اونکو بچانا چاہے جب وہ سب اوسکو پکڑ لیں تو آپ بھی ڈوبے اور وہ بھی
ڈوبیں اور پانی میں ڈوبنے کی تکلیف تو ایک گھڑی بھر کی ہوتی ہے کاش ریا سے تباہ ہونے کی بھی تکلیف
ایسی ہی ہوتی تو کچھ غم نتھا اوسکا عذاب تو دائمی ہے مدتوں تک رہے گا۔ اور یہ ریا ایسی بلا ہے کہ اسمین
عابد اور عالم سب لغزش کھا جاتے ہیں وہ یہ چاہتے ہیں کہ جیسے زبردست لوگ اپنے اعمال کو ظاہر کرتے ہیں
ویسے ہی ہم بھی کریں حالانکہ اونکے دلوں میں قوت اخلاص نہیں تو ریا کے باعث اونکے اعمال برباد ہوجاتے ہیں
اور ریا کو سمجھنا بہت دشوار ہے اور اسکا امتحان یہ ہے کہ اپنے نفس سے یہ امر پیش کرے کہ اگر کوئی تجھسے کہے کہ عمل
خفیہ کر لوگ اور کسی عابد کی اقتدا کرلیں گے تجھکو ثواب خفیہ اور ظاہر کا یکسان ہی ہوگا پس اگر اس سوال سے
نفس ایسی بات کو چاہے کہ اس عمل میں مقتدا میں ہی ہوں اور میں ہی ظاہر کروں تو معلوم کرلینا چاہیے کہ
باعث اس اظہار کا ریا ہے نہ طلب ثواب اور لوگوں کی اقتدا و ترغیب خیر کیونکہ لوگوں کو رغبت خیر
تو دوسرے عابد کے دیکھنے سے بھی ہوسکتی ہے اور اسکا ثواب بھی اظہار کی نسبت خفیہ میں زیادہ ہوگا
پھر اگر لوگوں کا دکھلانا منظور نہیں تو کیا وجہ ہے کہ اسکے دل کو میل اظہار عمل کا ہے۔ حاصل یہ کہ بندہ کو
نفس کے فریب سے برحذر رہنا چاہیے نفس بڑا مکار ہے اور شیطان جدا گھات میں ہے اور محبت جاہ دل پر غالب ہے
اور اعمال ظاہری آفتوں سے کم بچتے ہیں اور سلامتی اعمال خفیہ ادا کرنے میں ہے عمل کے سالم رہنے کے برابر
کوئی چیز نہیں ظاہر کرنے میں ایسے خطرے ہیں کہ ہم جیسے لوگوں کو اونکی برداشت و طاقت نہیں تو
ہمارے لیے اور سب ضعیفوں کے لیے اظہار سے خوف ہی اولی ہے۔ دوسری قسم یہ ہے کہ عمل سے فارغ
ہونے کے بعد اوسکو کہدے اوسکا حکم بھی مثل اظہار نفس عمل کے ہے اور خطرہ اسمین بہت ہے اس لیے
کہ زبان سے کہدینا بہت سہل ہے زبان ہلاتے کچھ مشقت نہیں معلوم ہوتی اور چونکہ آدمی کو بڑا بول ہمیشہ
لذیذ معلوم ہوتا ہے اسواسطے بیان کرتے وقت کچھ زیادتی اور مبالغہ بھی ہوجاتا ہے مگر یہ اظہار قولی اگر ریا
کے واسطے ہوگا تو اتنی بات ہے کہ عبادت گذشتہ کے فاسد کرنے میں اثر نہیں کرے گا اس نظر سے البتہ قسم
اول کی نسبت کسیقدر خفیف ہے اور اوسکا حکم یہ ہے کہ جس شخص کا دل قوی اور اخلاص کامل ہو اور ریا آدمی اوسکی
نظروں میں حقیر اور اونکی مدح و ذم اوسکے نزدیک مساوی ہوں اور اظہار بھی ایسے لوگوں میں کرے جنسے
توقع اقتدا کی اور رغبت خیر کی معلوم ہوتی ہو تو اظہار جائز بلکہ مستحب ہے بشرطیکہ نیت صاف اور ریا کی آفات سے
سالم ہو اسواسطے کہ اظہار میں خیر کی ترغیب ہے اور ترغیب خیر بھی ایک امر خیر ہے اور اکابر سلف سے اسطرح کا
اظہار منقول ہے۔ چنانچہ حضرت سعد بن معاذ رضہ کا قول ہے کہ میں نے شروع اسلام سے کوئی نماز ایسی

نہین پڑھی جس مین نماز کے سوا نفس مین کسی اور چیز کا خطرہ ہوا ہو اور کسی ایسے جنازہ کے پیچھے نہین گیا جسمین اوسکے سوال و جواب کے سوا کچھ اور دھیان گذرا ہو اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات سنی اوسکو یہی یقین کر لیا کہ حق ہے۔ اور حضرت عمرؓ فرماتے ہین کہ مجھے اس بات کی کچھ بھی پروا نہین ہوتی کہ مین تونگر ہو گیا یا مفلس اسلیے کہ مجھے یہ تو معلوم ہی نہین کہ تونگری و مفلسی مین سے میرے حق مین کونسی بہتر ہے۔ اور حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہین کہ میرے اوپر ایسا کوئی حال نہین گذرا کہ مین نے یہ تمنا کی ہو کہ کوئی دوسرا حال ہوتا تو اچھا تھا۔ اور حضرت عثمانؓ کا قول ہے کہ جبسے مین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تبسے نہ کبھی زنا کیا نہ جھوٹ بولا نہ دہنے ہاتھ سے اپنی شرمگاہ کو چھوا۔ اور شداد بن اوسؓ فرماتے ہین کہ مین نے شروع اسلام سے کوئی کلمہ بدون درستی و پرداخت کے منہ سے نہین نکالا سوائے اس کلمہ کے جو آج نکل گیا اور اوس روز غلام سے یہ کہا تھا کہ دسترخوان لے آؤ کہ اوسکو چھیڑین اور صبح کا کھانا منگاوین غرض یہ کہ بدون حاجت کبھی کلام زبان پر نہین گذرا مگر آج اتفاق ہو گیا اور حضرت ابو سفیان رہنے نزع کے وقت اپنے گھر والون کو فرمایا کہ مجھپر مت رونا اسلیے کہ مین نے شروع اسلام سے آج تک کوئی گناہ نہین کیا اور حضرت عمر بن عبد العزیز رضنے فرمایا کہ مجھسے ایسا کبھی نہین ہوا کہ خداے تعالے نے مجھپر کوئی حکم قضا جاری فرمایا ہو اور مین نے اوسبات کو اچھا جانا ہو کہ کوئی اور امر ہوتا تو خوب تھا اور مجکو ہوائے نفسانی ہمیشہ ایسی ہی جگہ ہوئی ہے جو خدا نے میرے مقدر مین لکھدی تھی۔ ان روایات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب باتین عمدہ احوال کے ظاہر کرنے مین منقول ہین اور ان مین نہایت ترغیب ہے بشرطیکہ کہنے والا مقتدا ہو اور پہلے سری کی ریاکاری ہے اگر کہنے والا ریاکار ہو۔ حاصل یہ کہ اس قسم کی باتون کا اظہار زبردستون کے لیے بقصد ترغیب جائز ہے اور اوس مین وہی شرطین ہین جو ہم اوپر لکھ چکے ہین۔ پس باب اظہار اعمال کو بالکل مسدود کرنا مناسب نہین اسلیے کہ طبیعتین تشبہ اور اقتدا کو بہت چاہتی ہین یہ بات سرشت انسانی مین داخل ہے بلکہ ریاکار بھی اگر اپنی عبادت ظاہر کرتا ہے اور لوگون کو معلوم نہین ہوتا کہ یہ ریا کے واسطے کرتا ہے تو اوس سے بھی لوگون کو بہت فائدہ ہو رہتا ہے مگر خاص اوسکے حق مین مضر ہے۔ بہت سے مخلص ایسے ہین کہ اونکے اخلاص کا سبب یہی ہوا کہ اونھون نے اقتدا کسی ریاکار کی کی گو وہ خدا کے نزدیک ریاکار تھا مگر اوسکی اقتدا سے دوسرون کو فائدہ ہو گیا۔ بصرے کے کوچون مین نماز صبح کے وقت اگر کوئی گذرتا تو ایک روز ایسا تھا کہ تمام گھرون مین سے تلاوت کی آواز آتی تھی مگر جب ایک شخص نے ایک کتاب دقائق ریا کے باب مین لکھی تو سب لوگون نے تلاوت ترک کی اور اوسکی رغبت اور رونق کو بھی نہوئی پھر لوگ کہنے لگے کہ یہ کتاب نہ بنتی تو خوب ہوتا غرضکہ ریاکار کے اظہار سے بھی فائدہ ہوتا ہے بشرطیکہ یہ معلوم نہو کہ ریا کے باعث عمل کرتا ہے اور یہ تو خود

حدیث شریف میں وارد ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ یُؤَیِّدُ ھٰذَا الدِّیْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ وَبِاَقْوَامٍ لَا خَلَاقَ لَھُمْ تو جن
ریاکاروں کو دیکھکر لوگ اعمال خیر پر متوجہ ہوتے ہیں وہ مصداق اسی حدیث کے ہیں

آٹھواں بیان گناہوں کے چھپانے کے جواز میں اور لوگوں کو گناہ پر مطلع کرنے اور اونکی مذمت سننے کی

برائی میں — واضح ہو کہ اخلاص کے باب میں اصل یہ ہے کہ باطن و ظاہر یکسان ہوجاوین جیسا کہ حضرت عمر نے
ایک شخص کو ارشاد فرمایا تھا کہ ہمیشہ عمل علانیہ کو اپنے اوپر لازم کرا وسنے عرض کیا کہ عمل علانیہ کیا ہی آپ نے
فرمایا کہ عمل علانیہ یہ ہے کہ اگر کوئی دوسرا اوسپر آگاہ ہوجاوے تو تو اوس سے شرم نکرے — اور ابو مسلم خولانی
کا قول ہے کہ میں کوئی ایسا عمل نہیں کرتا جسپر لوگوں کا مطلع ہونا برا معلوم ہوتا ہو مگر اپنی منکوحہ سے ہمبستر ہونا اور
بول و براز کرنے میں اطلاع خلق بری معلوم ہوتی ہے — لیکن یہ درجہ بہت بڑا ہے ہر کسی کو نہیں مل سکتا انسان کا
حال یہ ہے کہ دل سے اور اعضاے ظاہری سے گناہ کرکے چھپاتا ہے اور لوگوں کا اوسپر مطلع ہونا برا جانتا ہے
خصوص جب کہ اوسا وس شہوت کے گذرتے ہیں حالانکہ خداے تعالے کو سب کچھ معلوم ہے پس بندہ کا
گناہ کو اپنے ہمجنس سے مخفی کرنا بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ ریا ممنوع میں داخل ہے مگر واقع میں ایسا نہیں واقع
میں ممنوع یہ امر ہے کہ اپنے عیب اسلیے چھپاوے کہ لوگوں کو معلوم ہو کہ متقی اور پرہیزگار ہے اور خود ویسا نہو
ریاکار کا چھپانا اسی قسم کا ہوتا ہے اور جو شخص نیک بخت یا کار ہیں اوسکو بھی اپنے عیب چھپانے چاہئیں
اور اگر اوسپر کوئی مطلع ہوجاوے تو اوسکو غم کرنا درست ہے اس پردہ پوشی و غم کی آٹھ وجہیں ہیں اول تو یہ کہ
خداے تعالے نے جو اسکا پردہ چھپا رکھا تھا یہ اوس سے خوش تھا جب پردہ فاش فرمایا تو اسکو اسوجہ سے
غم ہوا کہ قیامت میں بھی پردہ فاش ہوگا کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہے مَنْ سَتَرَ اللّٰہُ عَلَیْہِ فِی الدُّنْیَا
دنیا سَتَرَہُ اللّٰہُ عَلَیْہِ فِی الْاٰخِرَۃِ اور یہ غم قوت ایمان کے باعث پیدا ہوتا ہے دوسری یہ کہ اسکو معلوم ہے کہ
خداے تعالے کو ظاہر ہونا گناہوں کا برا معلوم ہوتا ہے اور اونکی پردہ پوشی محبوب ہے جیسا کہ حدیث شریف
میں وارد ہے کہ مَنِ ارْتَکَبَ شَیْئًا مِنْ ھٰذِہِ الْقَاذُوْرَاتِ فَلْیَسْتَتِرْ بِسِتْرِ اللّٰہِ تو اگرچہ گناہ کے باعث اوسنے
خداے تعالے کی نافرمانی کی مگر دل میں محبت اوس بات کی رہی جو خداے تعالے کو محبوب تھی سو اور جو چیز
اوسکو بری معلوم ہوتی ہے وہ اوسنے بھی بری سمجھی اور اوسپر غم کیا اوسکا منشا یہی ہے کہ ظہور معاصی کو خداے
تعالے بری جانتے ہیں ایمان قوی ہو اور اس ایمان کی علامت یہ ہے کہ اگر کسی دوسرے کا گناہ ظاہر ہوجاوے تو ویسا ہی غم ہو جیسا کہ اپنے گناہ
کا ہو تیسری وجہ گناہ چھپانے کی یہ ہے کہ لوگوں کی مذمت سے رنج کرنا یہ ہے کہ مذمت کی جہت سے دل و عقل کو غم ہوتا ہے اور اسی غم کے باعث
دونوں طاعت الٰہی سے باز رہتے ہیں کیونکہ طبیعت مذمت سے ایذا پاتی ہے اور عقل سے نزاع کرکے اوسکو طاعت سے روک دیتی ہے لیکن اعتبار
چاہیے کہ جس تعریف سے دل خدا کی یاد سے پھرتا ہو اوس تعریف کو بھی برا سمجھے اور رنج کرے کیونکہ جو حالت مذمت میں ہے وہی یہاں

اور یہ بات قوت ایمان ہی سے ہوتی ہے اسلیے کہ ادائے طاعت کے لیئے فراغ دل کی طرف رغبت کا ہونا
ایمان ہی سے ہوتا ہے چوتھی یہ کہ گناہون کا چھپانا اور اونکے چھپانے کی رغبت کرنی اس لیئے ہوتی ہے
کہ آدمیون کی مذمت شاق معلوم ہوتی ہے اور اسی اعتبار سے رنج بھی ہوتا ہے کہ طبیعت کو ایذا پہونچتی ہے اسلیے
کہ مذمت دل کو ایسا ہی صدمہ دیتی ہے جیسا ضرب سے بدن کو پہونچتا ہے اور رنج کرنا اکثر مذمت کے سبب حرام نہین
ہان البتہ اوسکی جہت سے گناہ ہوگا لیکن گناہ ہوگا اوس صورت مین ہوتا ہے کہ نفس مذمت سے مضطر ہوکر اوسکے ڈر سے کسی امر ممنوع کا
مرتکب ہو بہرصورت انسان پر واجب نہین کہ خلق کی مذمت سے رنج و الم نکرے ہان کمال صدق یہی ہے کہ خلق کی نگاہ سے جاتی رہے اور اوسکے
نزدیک برا کہنے والا اور تعریف کرنے والا یکسان معلوم ہو باین لحاظ کہ اسکو معلوم ہے کہ نفع کرنے والا اور ضرر دینے والا خدائے تعالی ہی ہے
اور بندے سبکے سب عاجز ہین مگر اس طرح کے لوگ بہت کم ہوتے ہین اکثر طبیعتون کو مذمت سے ایذا ہوتی ہے کیونکہ
مذمت کے باعث اپنے نقصان سے واقف ہوتے ہین اور بعض اوقات مذمت سے رنج ہونا اچھا بھی ہوتا ہے
خصوصًا جبکہ برا کہنے والا دیندار اہل بصیرت ہو کیونکہ وہ لوگ خدائے تعالے کے گواہ ہوتے ہین اونکی
مذمت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص خدا کے نزدیک بھی مذموم ہے اور دین مین ناقص تو کس طرح
غم نہوگا یہ بات تو رنج و غم ہی کی ہے البتہ غم جو برا ہے وہ یہ ہے کہ لوگ میرے متقی ہونے کی تعریف کیون
نہین کرتے گویا اپنے تقوے پر تعریف چاہتا ہے اور خدائے تعالے کی طاعت پر حمد کا طالب ہے جائز نہین
اسلیے کہ طاعت خدا پر ثواب دوسرے سے طلب کرنے کے کیا معنے بس اگر ایسا خیال دل مین آوے تو جب
ہے کہ اوسکو مکروہ جانکر رد کرے لیکن گناہ پر لوگون کے برا کہنے سے کراہت کرنی شرعی امر [illegible] نہین
اسلیے گناہ کو درپردہ رکھنا اس خوف سے کہ لوگ برا نہ کہین جائز ہے اور یہ بات ممکن ہے کہ آدمی محبت حمد تو
نرکھتا ہو الا مذمت کو برا جانتا ہو اور غرض اوسکی یہ ہو کہ لوگ مجھکو نہ بھلا کہین نہ برا مثلا اکثر صابر لذت حمد سے
الم مذمت پر صبر نہین کرتے اسلیے کہ حمد لذت کے واسطے مطلوب ہوتی ہے اور لذت نہونے سے چپکے رہنا ہوتا
مگر مذمت باعث درد ہے بس طاعت پر حمد کی خواہش کرنی اوس طاعت کا ثواب اوسی وقت لے لیتا ہے
اور گناہ پر مذمت کو برا جاننے مین کوئی بات نہین صرف اتنا ہے کہ کہین ایسا نہو کہ لوگون کے مطلع ہونے کے
رنج مین خدا کا مطلع ہونا بھول جاوے یہ نہایت درجہ کا دین مین نقصان ہے بلکہ یون مناسب ہے
کہ خدائے تعالے کے مطلع ہونے اور اوسکی مذمت کا زیادہ غم ہو پانچوین یہ کہ مذمت کو اس وجہ سے برا جانے
کہ مذمت کرنے والے نے خدائے تعالے کی نافرمانی کی اور یہ بات بھی ایمان کے باعث پیش آتی ہے
اور اوسکی علامت یہ ہے کہ اگر دوسرے کی مذمت سنے جب بھی اوتنا ہی رنج ہو جتنا اپنی مذمت سے ہوتا ہے
کیونکہ علت رنج وہ دونون صورت مین یکسان ہے چھٹی یہ کہ گناہ کو اسلیے پوشیدہ کرتا ہے تاکہ اطلاع ہونے پر

کوئی کسی طرح کی بری نہ پونچاوے اور یہ بات صدمۂ مذمت کے علاوہ ہے اسواسطے مذمت کا صدمہ اس جہت سے ہوتاہے کہ آدمی کے دل کو اپنے نقصان اور خست کا شعور ہوتاہے اگرچہ مذمت ایسا ہی شخص کرے جسکی شرارت معلوم نہو بعض اوقات خوف یہ ہوتاہے کہ اگر گناہ پر کسی کو اطلاع ہوگی تو وہ کسی سبب سے شرارت کرے گا اس صورت میں تو جائز ہے کہ اس شرارت کے خوف سے خفیہ رکھے ساتوین وجہ صرف حیا کا ہونا کہ یہ بھی ایک طرح کا الم ہے سوائے مذمت اور شرارت کی تکلیف کے۔ اور حیا ایک عمدہ عادت ہے جو شروع لڑکپن مین سن تمیز کے وقت جب نور عقل چمکتا ہے پیدا ہوتی ہے اوسی کے باعث اگر اوسکی بری باتون کو کوئی دیکھہ لیتاہے تو شرم کرتاہے اور یہ ایک صفت محمود ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْحَیَاءُ خَیْرٌ کُلُّہٗ[1] اور فرمایا اَلْحَیَاءُ شُعْبَۃٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ[2] اور فرمایا اَلْحَیَاءُ لَا یَاْتِیْ اِلَّا بِخَیْرٍ[3] اور فرمایا کہ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْحَیِیَّ الْحَلِیْمَ[4] پس جو شخص کہ فسق کرتاہے اور اس بات کی پروا نہین کرتا کہ لوگون کو اسکا فسق معلوم ہوجاویگا وہ فسق کے ساتہ پردہ دری اور بیشرمی کو زیادہ کرتاہے اور اوس شخص کی نسبت برا ہے جو فسق کو چھپاتاہے اور شرم کرتاہے مگر حیا ریا کے ساتہ بہت ہی مشابہ ہے کم لوگ اوسکی تمیز کرتے ہین ہر ایک ریاکار یہی دعوے کرتاہے کہ مین حیادار ہون اور عبادتون کو اچھی طرح ادا کرتاہون اوسکا سبب یہی ہے کہ لوگون سے شرم آتی ہے اور یہ جھوٹ ہے بلکہ حیا ایک عادت ہے کہ طبیعت کریم سے پیدا ہوتی ہے اور اوسکے بعد سبب ریا اور سبب اخلاص ہیجان مین آتے ہین تو ممکن ہے کہ آدمی حیا کے باعث اخلاص کرے یا ریا کرے مثلاً فرض کرو کہ ایک شخص اپنے دوست سے قرض مانگتاہے اور اوسکا دل قرض دینے کو نہین چاہتا مگر اوسکو جواب صاف دینے سے حیا کرتاہے اور جانتاہے کہ اگر وہ شخص کسی دوسرے کی زبانی قرض کے لیے کہلا بھیجتا تو شرم نہ آتی اور نہ قرض دیتا نہ ریا کے باعث نہ ثواب کے باعث تو اس دینے والے کے کئی حال ہوتے ہین ایک تو یہ کہ جواب صاف دیدے اور قلت حیا کی پروا نکرے تو یہ کام تو بیحیا کا ہے حیادار یا بہانہ کرتے ہین یا قرض دیتے ہین اور دینے کی صورت مین تین حال ہین اول تو یہ کہ ریا کی ساتہ حیا کی آمیزش ہو مثلاً اول حیا آئی کہ جواب دینا برا ہے پھر ریا کا ہیجان ہوا اور دل مین کہنے لگا کہ دینا ہی چاہیے تاکہ قرض خواہ تیری مدح وثنا کرے اور نام سخاوت مین مشہور ہو یا اس سبب دینا مناسب ہے کہ تجکو برا نکہے اور بخل کی طرف منسوب نکرے پس اس صورت مین اگر دیوے گا تو ریا کے باعث دے گا مگر یہ ریا حیا کے ہیجان و جوش سے پیدا ہوا ہے دوسری یہ کہ حیا کے سبب جواب صاف نہین دے سکتا اور نفس کے بخل کے مارے کچہہ قرض بھی نہین دیتا اس حال مین بسبب اخلاص کا ہیجان ہوا اور کہنے لگا کہ صدقہ دینے کا تو ایک ہی ثواب ہے اور قرض کا اٹھارہ گنا ہے اسمین بہت ثواب ہے اور دوست کا دل خوش کرنا اوسپر علاوہ ہے اور خدا کے نزدیک بہت اچھا ہے اس ترغیب سے نفس دینے پر راضی ہوگیا تو یہ شخص مخلص ہے اور اسکا اخلاص حیا کے سبب پیدا ہوا ہے تیسری یہ کہ

[1] حیا کل خیر ہے ۱۲ مسلم بروایت عمران بن حصین ۱۲
[2] حیا ایک شاخ ہے ایمان کی ۱۲ بخاری و مسلم بروایت ابو ہریرہ ۱۲
[3] حیا نہین لاتی مگر بہتری ۱۲ بخاری و مسلم بروایت عمران بن حصین ۱۲
[4] تحقیق اللہ دوست رکھتاہے حیا والے بردبار کو ۱۲ طبرانی بروایت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا ۱۲

دینے والے کو نہ رغبت ثواب کی ہے نہ خوف قرضخواہ کی مذمت کا نہ محبت اوسکی تعریف کی اسلیے کہ نہین ہے اگر کوئی
بات ہوتی تو غیر کی زبانی کہلا بھیجنے پر بھی وہ دیتا اور مفروض یہ ہے کہ اگر کوئی اور مانگنے آتا تو نہ دیتا پس اس صورت مین
صرف قرضخواہ کی شرم ہی سے دیا اگر اوسکی شرم نہوتی تو جواب دیدیتا یا کوئی ایسا شخص آتا جسکا لحاظ نکرنا پڑتا
مثلاً کوئی اجنبی یا کمینہ مانگتا تو اوسکو ہٹا دیتا گو بہت سی تعریف یا ثواب کا موجب ہو غرض کہ اسطرح کا دینا
صرف حیا کی جہت سے ہے اور یہ صورت حیا کی بری باتون ہی مین پیش آتی ہے جیسے بخل اور ارتکاب گناہون کا اور
ریاکار مباحات مین بھی شرماتا ہے یہانتک کہ اگر دوڑا جاتا ہو تو لوگون کے دیکھنے سے ٹھہر جاتا ہے یا ہنس رہا ہو
تو چپ ہو جاتا ہے اور یہ گمان کرتا ہے کہ مین حیا کرتا ہون حالانکہ یہ حیا نہین عین ریا ہے اور یہ جو قول مشہور ہے
کہ بعض حیا اچھی نہین ہوتی بہت درست ہے اوس حیا سے وہ حیا مراد ہے جو ایسی چیزون سے ہو جو بری
نہین مثلاً لوگون کو نصیحت کرنے سے حیا کرنی یا نماز پڑھانے سے حیا کرنی اس قسم کی حیا اگر عورتون اور
لڑکون مین ہو تو اچھی ہے اور عقلا مین اچھی نہین ــ اور کبھی آدمی کسی بوڑھے کو مرتکب کسی معصیت کا دیکھتا ہے
مگر اوسکے بوڑھا ہونے کے لحاظ سے اوسکو منع کرتے شرم آتی ہے اسلیے کہ تعظیم کرنا بوڑھے مسلمان کا تعظیم کرنا
خدا کا ہے یہ حیا اچھی ہے مگر اس سے بہتر یہ ہے کہ خدا سے شرم کرے اور امر بالمعروف کو فروگذاشت نکرے
زبردست لوگ تو یہی کرتے ہین کہ خدا کی شرم کو لوگون کی شرم پر ترجیح کرتے ہین اور کمزورون سے یہ نہین ہو سکتا
آٹھوین یہ کہ گناہ کے ظاہر ہونے سے یہ خوف ہو کہ کوئی دوسرا شخص میری دیکھا دیکھی ایسا ہی کرے گا اور یہ وہ
وجہ ہے کہ اظہار طاعت مین جاری ہے یعنے اظہار طاعت اس وجہ سے جائز ہے کہ اوس سے ترغیب اقتدا مقصود ہے اور یہ وجہ ائمہ اور مقتداؤن سے
مخصوص ہے مگر گناہ کے چھپانے مین یہ علت خاص نرہنی چاہیے عامی کو بھی اسکا پابند ہونا چاہیے اور اسکو
بھی نہین چاہیے کہ اپنا گناہ اپنے زن و فرزند پر ظاہر کرے ورنہ وہ لوگ بھی اسکی اقتدا کرکے ویسے ہی
ہو جاوینگے پس گناہ کے چھپانے مین یہ آٹھ عذر اور سبب ہین اور اظہار طاعت مین بجز اس عذر
ہشتم کے اور کوئی سبب نہین اور جب معصیت کے چھپانے سے یہ مقصود ہو کہ لوگون کے خیال مین متقی بنے
تو ریاکار ہوگا جیسا کہ اظہار طاعت اسی غرض کے لیے کرنے سے ہوتا تھا اب اگر یہ پوچھو کہ پھر بندے کو جائز ہے
کہ اپنے صالح ہونے کی جہت سے لوگون کی مدح کو محبوب جانے اور لوگ اوسکو اسی جہت سے محبوب سمجھین جیسا
کہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجکو ایسا عمل ارشاد
فرمائیے جس سے مجکو خدائے تعالے محبوب جانے اور خلق بھی محبوب سمجھے آپ نے ارشاد فرمایا کہ دنیا مین
زہد کر خدائے تعالے تیرے ساتھ محبت کرے گا اور اس نکمے مال کو لوگون کی طرف پھینک دے وہ تیرے
ساتھ محبت کرینگے تو اسکا جواب یہ ہے کہ لوگون کی محبت اپنے ساتھ محبوب جاننی کبھی مباح ہی اور کبھی

اچھی ہوتی ہے اور کبھی بری اچھی تو اوس صورت مین ہے کہ لوگون کی محبت کو اسلیے محبوب سمجھے کہ اوسکی محبت
سے تصدیق محبت آلہی کا اپنے ساتھ ہو اسلیے کہ جب اللہ تعالے کسی بندے کو دوست کہتا ہے تو بندون کے دلون مین
اوسکو محبوب کردیتا ہے اور مذموم وہ صورت ہے کہ یہ چاہے کہ نماز روزہ اور حج وجہاد یا کسی اور طاعت معین پر
لوگ مدح وثنا کرین اور یہ اسلیے مذموم ہے کہ طاعت آلہی پر سوائے ثواب خدا کے دوسرے عوض کا خواستگار ہوتا ہے
اور مباح یہ صورت ہے کہ لوگون کی محبت سوای طاعات اور صفات محمودہ کے سبب خوبیان ہو اسبات کی محبت کا
حکم مثل محبت مال کے ہے کیونکہ دلونکا مالک ہونا ایسا ہی ذریعہ غرضون کے حصول کا ہے جیسا مال کا مالک ہونا فصل نوین

نوان بیان ریا اور آفات کے ڈر کے مارے عمل کو چھوڑ دینے کے ذکر مین بعضے اشخاص عمل کو اسی خوف
سے ترک کر دیتے ہین کہ اوسکے سبب ریاکار ہو جاینگے اور یہ اونکی غلطی اور شیطان کا ساتھ دینا ہے بلکہ
خوف آفات سے عمل کو چھوڑنا اور نہ چھوڑنا اس تفصیل سے ہے کہ طاعات کی دو قسمین ہین ایک تو وہ جنمین
خود مین کچھ لذت نہین مثلاً نماز و روزہ و حج وجہاد کہ انمین محنت و مجاہدہ ہی ہے اور لذیذ اسبات سے
ہو جاتی ہین کہ ذریعہ لوگون کی حمد کے حاصل کرنے کا ہین اور وہ ایک لذیذ چیز ہے اور لوگون کے مطلع
ہونے پر حاصل ہوتی ہے اور ایک قسم طاعت کی وہ ہے جو خود لذیذ ہے اور وہ بیشتر طاعات ہین جنکا اثر بدن تک
موقوف نہین بلکہ خلق سے متعلق ہین جیسے خلافت اور قضا اور ولایت و حکومت اور امامت نماز اور تذکیر
و تدریس اور لوگون کو مال دینا وغیرہ کہ انمین خلق کے تعلق اور لذت ہونے کی وجہ سے آفت زیادہ ہے قسم اول
یعنی جو طاعتین کہ بدن کو لازم ہین اور غیر سے متعلق نہین نہ خود اون مین لذت ہے مثل نماز و روزہ اور
حج کے تو خطرات ریا اون مین تین طرح ہین اول وہ جو عمل سے پہلے آوے اور لوگون کو دکھلانے کو ابتدای عمل کا
باعث ہو اور کوئی باعث دینی اوسکے ساتھ نہو تو ایسے عمل کو چھوڑ دینا چاہیے اسواسطے کہ وہ سراسر گناہ ہے
اوسمین طاعت نہین بلکہ بلباس طاعت منزلت کی خواہش ہے پھر اگر آدمی سے یہ ہو سکے کہ اپنے نفس سے
باعث ریا کو دور کرے اور کہے کہ تجھے خدا سے شرم نہین آتی کہ اوسکے بندون کے واسطے تو عمل کرتا ہے اور اوسکے لیے
نہین کرتا اور اس فہمایش سے باعث ریا دور ہو جاوے اور نفس خدا کے واسطے عمل کرنے کو تیار ہو اور تدارک مافات
کرے تو چاہیے کہ عمل مین مشغول ہو دوسری یہ کہ عمل کرنے کے لیے تو خدا ہی کے واسطے آمادہ تھا لیکن درمیان مین
عبادت کے ساتھ خواہ اوس نے اول ریا پیش ہو گیا تو اس صورت مین عمل چھوڑنا نچاہیے اسلیے کہ باعث دینی پایا گیا
تو شروع عمل کرنا چاہیے اور اپنی نفس سے مجاہدہ کرکے ریا کو دفع کرے اور اخلاص اچھی طرح کرے اون علاجات سے جنکا ذکر
ہمنے کیا ہے کہ کراہت ریا کی اور اوسکے ماننے سے انکار کرنا اپنے نفس پر لازم کرے تیسری یہ کہ نیت عبادت اخلاص سے ہو مگر پھر ریا اور
اوسکے اسباب اثنائے عبادت مین طاری ہو جاوین تو اس صورت مین بھی مجاہدہ دفع ریا کے لیے ضرور ہے اور

عمل کو چھوڑنا مناسب نہین بلکہ ضرور اپنے نفس کو اخلاص کیطرف رجوع کرے اور تمامی عمل تک اوسی پر رُکے رہے
اور اسکی وجہ یہ ہے کہ شیطان اول تو یہی چاہتا ہے کہ آدمی عمل نکرے پس اگر نمانا اور عمل شروع کیا تو ریا کی طرف کھینچتا ہے
اگر اسکو بھی نمانا اور کام کیے گیا تو کہتا ہے کہ یہ عمل خالص نہین تو ریاکار ہے اور محنت تیری برباد جس عمل مین اخلاص نہیں
اوس سے تجکو کیا فائدہ ہوگا اور یہی کہے جاوے گا یہان تک کہ آدمی عمل چھوڑ دے اور یہی اوسکی غرض ہوتی ہے
اور جو شخص کہ ریاکاری کی ڈر سے عمل چھوڑ دے اوسکی مثال یہ ہے کہ کسی کے آقا نے اوسکو گیہون دیے جن مین
کچھہ ملا تھا اور کہا کہ انکو صاف کر لو اور خوب صاف کرنا کہ تنکا وغیرہ کچھہ نرہے تو یہ شخص اس ڈر سے کہ اگر مین صاف کرونگا
تو صاف اچھی طرح نہونگے بالکل ورش خدمت کو بجا نہ لاوے یہی حال ہی کہ اخلاص کے نہونے کے باعث اصل عمل ہی
چھوڑ دیا جاوے اور اسی طرح اگر عمل کو اس خوف سے چھوڑ دے کہ لوگ مجکو ریاکار کہنے سے گنہگار ہونگے اونکا وبال مجھپر
رہے گا تو یہ بھی شیطان کا فریب ہے اسلیے کہ اول تو مسلمانون پر بدظنی کی جو اسکے لیے شایان نتھی دوم یہ کہ اونکا
قول اسکو ضرر نہین ثواب عبادت مفت کھوتا ہے سوم یہ کہ عمل کو اسلیے چھوڑنا کہ لوگ ریاکار کہینگے یہ عین ریا ہے
اگر اسکو اونکی مدح کی محبت اور خوف مذمت نہوتا تو اونکے قول کی کیا پروا تھی خواہ ریاکار کہین یا مخلص لو عمل کو
اس خوف سے چھوڑ دینا کہ لوگ ریاکار کہینگے یا اس سبب سے اچھی طرح بجالانا کہ لوگ یہ نہ کہین کہ غافل اور
کاہل ہے ان دونون مین کیا فرق ہوا بلکہ عمل کو چھوڑنا ہی بہت بُرا ہے غرض کہ یہ سب شیطان کی فریب ہین کہ
جاہل عابدون کے ساتھ کیا کرتا ہے پھر عمل چھوڑنے سے یہ کیسے معلوم ہوا کہ شیطان سے بچ رہونگا وہ تو
پیچھا نہین چھوڑے گا بلکہ ترک عمل کے بعد یون کہے گا کہ اب لوگ تجکو تارک عمل کہینگے کہ یہ شخص شہرت کا طالب نہین
بڑا مخلص ہے ایسی ایسی باتون سے بناچاری آدمی کو شہر چھوڑ کر بھاگنا پڑے گا پھر اگر بھاگ کر کسی بل مین گھس
جاوے گا تب بھی دل مین اس بات کا چسکا ڈالے گا کہ کسی طرح لوگونکو خبر ہو کہ فلان شخص زاہد ہو کر بھاگ گیا ہے
اور کنارہ کشی کی تاکہ ان اسباب سے اونکے دلون مین تعظیم ہو جاوے غرض اوسکے فریبون سے اور کوئی صورت
نجات کی نہین بجز اسکے کہ آفات ریا کو خوب جان لیا جاوے کہ اوسکے باعث آخرت مین ضرر ہی اور دنیا کا کوئی فائدہ نہین
اوسکو برائی جاننا چاہیے اور دل مین اوسکا انکار ہی بھرا رہے اسی طرح ہمیشہ عمل کرتا رہے اور کچھہ پروا وساوس کی نکرے
اور اگر دشمن خواہ طبیعت سے نزاع کرے گا تو انکی نزاع کی کچھہ انتہا نہین اور اوسکے عمل چھوڑنا اپنے آپ کو بیکار کرنا
اور خیرات سے محروم رہنا ہے۔ حاصل یہ کہ جب تک آدمی مین عمل کا باعث دینی ہو تب تک عمل کو نچھوڑے بلکہ ریا
کے وسوسے کو ٹالے اور دل مین خدا سے شرم کرے کہ نفس جو یہ چاہتا ہے کہ خدا کی طاعت کے عوض مین مخلوق کی
حمد کو اختیار کرے تو خدا کی حمد کیا تھوڑی ہے وہ دلون کا حال خوب جانتا ہے اور اگر لوگونکو دل کا حال معلوم
ہو جاوے کہ ہمارے اچھا کہنے کے سبب سے عمل کرتا ہے تو بیشک بغض کرین اس صورت مین اگر آدمی سے یہ ہو سکے کہ خدا سے شرم کر کے

اپنے نفس کو سزا دینے کے لیے عمل زیادہ کرے تو کرنا چاہیے اور اگر شیطان اوسکو کہے کہ ریاکار ہے تو جان لینا چاہیے
کہ وہ جھوٹا ہے بشرطیکہ دل مین ریا کی اور اوسکے قبول کرنے کی برائی موجود ہو اور اوسکا خوف اور شرم معتد
حاصل اور اگر نہ دل مین برائی ریا کی ہو نہ خوف نہ شرم اور نہ عمل کا کوئی باعث دینی ہو صرف ریا ہی باعث عمل ہو
تو عمل نہ کرنا چاہیے مگر یہ امر نہایت بعید ہے اوس شخص سے جو خدا کے واسطے عمل کرتا ہے اسلیے کہ اوسکے ساتھ اصل
قصد ثواب تو رہتا ہے۔ یہان اگر کوئی کہے کہ شہرت کے خوف سے عمل کو ترک کرنا اکابر سلف سے منقول ہے
چنانچہ روایت ہے کہ ابراہیم نخعی تلاوت کرتے تھے کہ اس عرصہ مین اونکے پاس کوئی شخص آیا اونھون نے
کلام اللہ بند کرکے تلاوت موقوف کی اور کہا کہ اسکو معلوم نہو کہ ہم ہر گھڑی تلاوت کرتے ہین اسی طرح
ابراہیم تیمی سے روایت ہے کہ اونھون نے فرمایا کہ جب آدمی کو اپنا بولنا اچھا معلوم ہو جب چپ ہو جاوے
اور جب سکوت خوش معلوم ہو تو کلام کرے۔ اور حضرت حسن بصری رح فرماتے ہین کہ بعض اکابر راستہ کی ایذا کی
چیزین دیکھتے تھے مگر شہرت کی ڈر کے مارے اونکو نہین اوٹھاتے تھے اور بعض کو رونا آتا تھا مگر شہرت کے
خوف سے اوسکو مبدل بہ خندہ کر دیتے تھے اسی طرح بہت سے آثار اس باب مین وارد ہین تو اسکا جواب یہ ہے
کہ شہرت کے خوف سے تو ترک عمل کی صرف چند روایتین ہین اور اسکے مقابل اظہار طاعات کی بیشمار
شخصون سے موجود ہین علاوہ ازین جسقدر خوف شہرت رونے اور راستے کی ایذا کے دور کرنے مین ہے
اوس سے زیادہ حضرت حسن بصری رح کے اس کلام کے وعظ مین ظاہر کرنے مین ہی باوجود اسکے کہ خود بیان
فرمایا اور ان دونون باتون کو ترک نہین فرمایا۔ خلاصہ یہ کہ ترک کرنا نوافل کا جائز ہے اور ہمارا کلام
افضل مین ہے اور افضل پر زبردست قادر ہوتے ہین ضعیفون کا کام نہین افضل یہی ہے کہ عمل کو تمام
کرے اور اخلاص مین کوشش کرے اور درگذر نہ کرے۔ اور ارباب اعمال شدت خوف کے باعث کبھی
اپنے نفسون کا علاج افضل کے خلاف سے کرلیا کرتے ہین پس اقتدا زبردستون ہی کا چاہیے۔ اور بند کرنا
کلام اللہ کا جو حضرت ابراہیم نخعی رح سے منقول ہی تو شاید اس غرض سے ہو کہ اوس شخص کے آنے پر موقوف
کرنا پڑیگا اور بعد چلے جانے کے پھر شروع کرنا ہوگا کیونکہ اوس سے باتین کرنی ہونگی تو یہ خیال کیا کہ آخر اوسکی
دلداری کی لیے باتین تو کرنی پڑینگی کہ پھر دوبارہ آوے اگر تلاوت بھی اسی طرح موقوف کیجاوے کہ وہ نہ دیکھے تو اسمین
ریا ہی بھی بچاو ہے۔ اور راستے کی ایذا کو نہ اوٹھانا اون لوگون سے ہوتا ہی جو اپنے نفس پر آفت شہرت سے
ڈرتے ہین اور یہ خوف کرتے ہین کہ اگر ہمارے پاس ہجوم لوگون کا ہوگا تو اور عبادتین جو ایذا کے دفع کرنے سے
بڑی ہین اونکے مانع ہونگے پس اس امر کو چھوڑنا اون عبادات کی محافظت کے باعث تھا نہ صرف خوف ریا سے
اور ابراہیم تیمی کا قول جو یہ ہے کہ جب کلام کرنا اچھا معلوم ہو تو چپ رہنا چاہیے اس سے شاید اونکی مراد کلام

مباح سے ہو مثل فصاحت و خوش بیانی کے حکایات وغیرہ مین جس سے عجب پیدا ہوتا ہے اسی طرح سکوت
مباح سے بھی عجب ممنوع ہے تو واقع مین مآل اونکے قول کا یہ ہے کہ ایک مباح کو چھوڑ کر بخوف عجب دوسرے
مباح کو اختیار کرنا چاہیے اور کلام حق مستحب کی تصریح نہین کہ اوسکو بھی نہ کہنا چاہیے علاوہ اسکے آفت جو کلام مین زیادہ
ہوتی ہے وہ قسم ثانی مین واقع اور ہم اون عبادات کا بیان کرتے ہین جو خاص بدن انسان سے ہوتی ہون اور خلق کا
تعلق اوسمین نہو اس قسم مین آفات زیادہ نہین ہین۔ پھر حضرت حسن بصری رح کا قول جو ترک گریہ اور دفع ایذا بخوف شہرت
کے باب مین ہے ہوسکتا ہے کہ وہ احوال اون ضعیفون کا ہو جو افضل شی کو نہین جانتے اور ان دقائق کو نہین سمجھتے
آپ نے اوسکو صرف آفت شہرت سے لوگون کو ڈرانے کے لیے مذکور فرمایا ہو کہ سنکر اوسکی طلب سے باز رہین دوسری قسم
عبادات کی جو خلق سے متعلق ہے اوسمین آفتین اور خطرے زیادہ ہین سب مین زیادہ خلافت اور امارت ہے پھر حکومت
قضا پھر تذکیر و تدریس و فتوی پھر مال کا دینا۔ اب ہر ایک کا حال بتفصیل سننا چاہیے خلافت جو عبارت اہل اسلام کے
سرداری سے ہے اگر عدل و اخلاص کے ساتھ ہو تو افضل عبادات ہے چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہے لیَومٌ مِنْ اِمَامٍ
عَادِلٍ خَیْرٌ مِنْ عِبَادَةِ الرَّجُلِ وَحْدَہٗ سِتِّیْنَ عَامًا تو اس سے زیادہ کونسی عبادت ہوگی جسکا ایک روز ساٹھ
برس کی عبادت سے بہتر ہو اور دوسری حدیث مین آیا ہے کہ اَوَّلُ مَنْ یَّدْخُلُ الْجَنَّةَ ثَلٰثَةٌ اَلْاِمَامُ الْمُقْسِطُ
اَحَدُھُمْ اور حضرت ابو ہریرہ رض سے یہ حدیث مروی ہے ثَلٰثَةٌ لَا تُرَدُّ دَعْوَتُھُمُ الْاِمَامُ الْعَادِلُ اَحَدُھُمْ اور
حضرت ابو سعید خدری رض سے حدیث مروی ہے اَقْرَبُ النَّاسِ مِنِّیْ مَجْلِسًا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِمَامٌ عَادِلٌ
غرض کہ امارت اور خلافت اعظم عبادات مین سے ہین اور چونکہ اسمین خطرہ بہت ہے اسی لیے متقی اس سے ہمیشہ کنارہ کرتے رہے
کیونکہ اسکے باعث صفات باطنی حرکت کرتے ہین اور نفس پر محبت جاہ اور لذت غلبہ و اجرای حکومت کی جو لذائذ
دنیاوی مین سب سے بڑھکر ہین غالب ہو جاتے ہین جب ولایت کی محبت ہوتی ہے تو والی اپنی حظ نفس مین کوشش کرتا ہے
اور ہوسکتا ہے کہ اپنی ہوائے نفسانی کی پیروی مین جو امر کہ مخل جاہ و ولایت مین ہو گو امر حق ہی کیون نہو اوس سے
درگذر کرے اور جس چیز سے کہ منزلت زیادہ ہو اگرچہ باطل ہو اوسکو بجا لاوے اور تباہ ہو جاوے اور پھر ایک روز
سلطان ظالم کا ساٹھ برس کی بدکاری سے بدتر ہو جاوے بمضمون حدیث کہ جو امام عادل کے بیان مین گذری اور اسی بڑے
خطر کی جہت سے حضرت عمر رض فرماتے تھے کہ جب اس عہد مین اتنی مصیبت ہے ہمکو کون لیسکتا ہے اور آپکا ارشاد صحیح
ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مَا مِنْ وَالٍ عَشَرَةٍ اِلَّا جَاءَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ مَغْلُوْلَةً یَدُہٗ اِلٰی عُنُقِہٖ
اَطْلَقَہٗ عَدْلُہٗ اَوْ اَوْبَقَہٗ جَوْرُہٗ اس روایت کو حضرت معقل بن یسار رض نے بیان کیا ہے اور حضرت عمر رض نے حضرت
معقل بن یسار کو کسی جگہ کا والی کرنا چاہا تو اونھون نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین آپ اس باب مین مجکو مشورہ بتلایے
کہ قبول کرون یا نہین آپ نے فرمایا کہ اگر میری ہی صلاح پر رہتے ہو تو میرے نزدیک بیٹھے رہو مگر میرے مشورہ کا ذکر اور کسی سے

ست کرنا۔ اسی طرح حضرت حسن رح روایت کرتے ہین کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص کو والی کرنا چاہا تو اوسنے عرض کیا کہ آپ ہی اسکو فرمائیے کہ میرے لیے بہتر ہی یا نہین آپ نے ارشاد فرمایا کہ بیٹھا رہو۔ اور عبد الرحمن بن سمرہ سے روایت ہے کہ اونکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے عبد الرحمن امارت کی درخواست کرنا اسلیے کہ اگر بے درخواست ملیگی تو اوسکے لیے تجھکو مدد غیبی ملیگی اور اگر درخواست سے ملیگی تو تو اوسی کا ہو رہیگا۔ اور حضرت ابو بکر صدیق رض نے حضرت رافع بن عمر رض کو فرمایا کہ امارت دو شخصوں پر بھی مت کرنا جب حضرت صدیق رض خود خلیفہ ہوئے تو حضرت رافع رض نے کھڑے ہوکر اونکی خدمت مین عرض کیا کہ کیا آپ نے مجکو ارشاد نہین فرمایا تھا کہ امارت دو پر بھی مت کرنا آپکو تو اب تمام امت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امارت سپرد ہوئی آپ نے فرمایا کہ وہ قول میرا اب بھی ہی جو شخص امارت مین عدل نکرے اوسپر خدا کی لعنت ہے۔ اور شاید کم فہم لوگ وہ احادیث جو فضیلت امارت مین آئی ہین اور جو حدیثین کہ اوس سے منع کے باب مین وارد ہین اونکو ایک دوسرے کے مخالف سمجھینگے حالانکہ ایسا نہین بلکہ اس باب مین حق یہ ہی کہ خواص جو دین مین زبردست ہین اونکو نہین چاہیے کہ امارت سے انکار کرین اور جو ضعیف ہین اونکو ضروری ہے کہ اوسکے گرد نہ پھرین ورنہ ہلاک ہو جاوینگے اور زبردست دین مین وہ شخص ہے جسکو دنیا کسی طرف نہ پھیرے اور طمع غالب نہ آسکے اور خدا کے کام مین کسی ملامت گر کی ملامت سے نہ ڈرے اور ایسے لوگ وہ ہین کہ دنیا مین نہ ہکرتے ہین اور خلق اونکی نظرون سے ساقط ہی دنیا و مخلوق سے بیزار ہو کر اپنی نفسون پر بزور قابض ہین اور شیطان کی مکر کو بالکل ستاصل کر دیا ہے حتے کہ وہ اون سے ناامید ہو گیا تو اس قسم کی لوگون کے حرکات و سکنات سب حق پر ہوتے ہین اگرچہ جو مین اونکی جان ہی جاتی رہے پس امارت و خلافت مین انہین لوگون کو فضل حاصل ہوتا ہی اور جس شخص کو معلوم ہی کہ مین اس صفت کا نہین ہون اوسے ولایت اختیار کرنا حرام ہی۔ اور جس شخص کو امتحان کرنے سے معلوم کہ میرا نفس امر حق پر صابر ہی اور شہوات سے ممتنع مگر جبھی تک بات ہے کہ ولایت پر منصوب نہوا اور اگر ولایت و حکومت کا مزہ چکھیگا اور جاہ کا ذائقہ اور اجرای حکم کی حلاوت پاویگا تو اوسکے بگڑ جانے کا خوف ہی اور ان امور کے بعد اپنے معطلی بھی اور عہدہ سے گوارا نکریگا بلکہ معطل ہونے کی خوف سے دین مین سستی کرنے لگیگا تو ایسے شخص کے حق مین علما کا اختلاف ہی کہ اسکو ولایت کے اختیار کرنے سے گریز کرنا لازم ہے یا نہین بعض علما فرماتے ہین کہ ولایت سے احتراز واجب نہین اور وجہ یہ فرماتے ہین کہ اسکو نفس کی طرف سے خوف کا ہونا ایک امر مستقبل ہے اور فی الحال سب سے بجا اور امر حق مین بکا ہی اور صحیح و تحقیق یہ ہے کہ احتراز واجب ہے اسلیے کہ نفس مکار ہی خیر و حق کا دعوی اور وعدہ ہی کرتا ہی اسکا وفای وعدہ مشکل ہی اگر بالفرض وعدہ خیر یقینی کرے تب بھی ولایت کے وقت اوسکے بدلنے کا خوف رہتا ہی اور اس صورت مین تو پہلے ہی سے مستردی علاوہ ازین عہدہ سے انکار کر دینا تو امر سہل ہے مگر مقرر ہو کر موقوف ہونا شاق ہے اسلیے موقوفی سے نہایت صدمہ ہوتا ہے جیسے کہ مثل مشہور ہے کہ اوتر اشحنہ مرد کنام تو عہدہ کی بجا آوری کی بعد موقوف ہونے پر دل اپنی نہین آتا بلکہ مداہنت اور امر حق و باطل کرنے کی طرف میل کرنے لگتا ہے اور اوسکے باعث قعر جہنم مین گرتا ہے مگر مرنے تک اوس عہدہ کی چھوٹنے کو

دل نہیں چاہتا اگر زبردستی سے موقوف ہو جاوے تو ہو جاوے پھر موقوفی پر جنکو اس حکومت کے ساتھ محبت ہوتی ہے اونکو
کیسا عذاب و رنج ہوتا ہے۔ پھر صورت نفس اگر خود ولایت کا مائل ہو کر آدمی کو اوسکی جستجو پر برانگیختہ کرے تو یہ علامت شر کی
ہے اسی واسطے حدیث شریف میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انا لا نولی امرنا من سالناہ جب حال
حکم قوی اور ضعیف کا معلوم ہو گیا تو یہ امر بھی واضح ہو گیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضہ کا منع فرمانا حضرت رافع رضہ کو
حکومت سے اور پھر خود اوسکو اختیار فرمانا ایک دوسرے کا متناقض نہیں ہے۔ اور عہدہ قضا اگرچہ سلطنت سے کم ہے
مگر ویسا ہی ہے اسلیے کہ اس میں بھی حکومت پائی جاتی ہے جو طبعاً محبوب ہے اور اوسمیں اگر اتباع حق ہو تو ثواب
بہت زیادہ ہے اور اگر عدول حق سے پایا جاوے تو عذاب بھی بہت ہے اور حدیث شریف میں وارد ہے
کہ قاضی تین قسم کے ہین جن میں سے ایک جنت میں ہے اور دو دوزخ میں اور دوسری حدیث میں آیا ہے کہ جو خود
درخواست قاضی بننے کی کرتا ہے وہ بدون چھری کے ذبح ہوتا ہے حاصل یہ کہ اسکا حکم اور امارت کا ایک ہے جو لوگ
کہ ضعیف ہیں اور دنیا و مافیہا کو اونکی نظروں میں کچھ قدر ہے وہ اس سے احتراز کریں اور جو لوگ کہ زبردست ہیں
کہ امر الٰہی میں کسی کی طعن سے نہیں ڈرتے وہ لوگ اس عہدہ کو اختیار کریں۔ اور جب بادشاہ ظالم ہوں اور یہ معلوم ہو
کہ جو قاضی ہو گا اوسکو اپنے کام کی بجا آوری میں اونکی خاطر کرنی پڑے گی اور بعض حقوق کو اپنے خواہ اونکے
متعلقین سے درگذر کرنا ہو گا یعنے یہ خوف ہے کہ اگر ایسا امر حق کا حکم ہو گا تو ہمارا عہدہ جاتا رہے گا یا کہنا نمانینگے
تو ایسی صورت میں عہدہ قضا کو ہرگز اختیار نکرنا چاہیے اور اگر کوئی اختیار کرلے تو اوسکو چاہیے کہ حقوق کا
مطالبہ سلاطین اور اونکے متعلقین سے اوروں کی طرح ہو موقوفی کا عذر اس میں کار آمد نہیں کہ اپنے موقوف
ہونے کے ڈر سے حقوق چھوڑ دے بلکہ اگر امر حق کی بجا آوری میں موقوف بھی ہو جاوے تو خوش ہونا چاہیے
کہ خدا نے بلا ٹالی۔ اور اگر نفس پر موقوفی شاق گذرے اور اہمال حق میں کچھ مضائقہ نجانے تو یہ شخص متبع
ہوائے نفس اور شیطان کا ہے پھر ثواب کی توقع تو کیا ہو گی زمرۂ ظالمون میں دوزخ کی طبقۂ اسفل میں جاویگا
اور وعظ و تدریس اور روایت حدیث اور اسناد عالی کا بھی یہی حال ہے یعنے جن چیزون سے کہ جاہ
اور قدر بڑھتی ہے اونکی آفت بھی مثل آفت ولایت بڑی ہے سلف کے لوگ جبتک اوس سے مفر دیکھتے تھے
تب تک فتوی کو ٹلاتے اور یہ فرماتے کہ حدثنا منہ سے نکالنا دنیا کے دروازون میں سے ایک دروازہ ہے اور
جو اس لفظ کو منہ سے کہتا ہے وہ یہ کہتا ہے کہ میری توقیر کرو۔ حضرت بشر رضہ نے کئی الماریان حدیث کی دفن کر دین
اور فرمایا کہ میں روایت حدیث اسلیے نہیں کرتا کہ میرا دل تمنا حدیث کے بیان کی رکھتا ہے اگر تمنا یہ ہوتی کہ میں حدیث
نکہوں تو البتہ بیان کرتا۔ اور واعظ اپنے وعظ سے جو لوگوں کی دلوں میں تاثیر اور ہیبت اور گریہ اور اونکی توجہ اپنی طرف پاتا ہے تو اس سے
اوسکے دل پر وہ لذت ہوتی ہے جسکے برابر کوئی لذت نہیں اور جب لذت اوس پر غلبہ کرتی ہے تو طبیعت کو یہ میل ہوتا ہے کہ کلام ایسا کہنا

کہنا چاہیے کہ عوام کو اچھا معلوم ہو گو باطل ہی ہو اور جس کلام کو عوام گران جانیں گو حق ہی ہو اوس سے احتراز کرے
ہر چیز اپنی ہمت اسی پر مصروف کرتا ہے کہ عوام کے قلوب کی محرک باتیں کہے جنسے انکے دلوں میں منزلت ہو اور جو
حدیث و حکمت سنتا ہے اوس سے بدین لحاظ خوش ہوتا ہے کہ اب کے وعظ میں منبر پر اسکو بیان کرونگا حالانکہ خوشی
اس بات پر مناسب تھی کہ طریق سعادت اور راہ سلوک مجھکو معلوم ہوا اول میں عمل کروں پھر اس انعام خداوندی
جس سے مجھکو نفع ہوا اوروں تک پہنچاؤں تاکہ میرے بھائی مسلمانوں کو بھی اس سے فائدہ ہو غرض کہ وعظ و
تدریس بھی ایسی چیز ہے جس میں خوف اور فتنہ زیادہ ہے اور اسکا حکم بھی ولایت کا سا ہے یعنی جو اس مرتبہ کو
طلب جاہ و منزلت اور تفاخر اور تکاثر کے باعث اختیار کرتا ہو اور دین کے بدلے دنیا کمانی منظور ہو تو اوسکو
چاہیے کہ ہوائے نفسانی کا خلاف کرکے وعظ کو جبتک چھوڑ دے جبتک کہ نفس یا صفت کشش ہو کر دین میں کیا تھا
اور اوسپر فتنہ کا خوف نہ رہے جب یہ حال حاصل ہو تو پھر کہنے لگے اب اگر کوئی کہے کہ اہل علم پر جب یہ حکم ہوا تو سب
علم بیکار ہو جاوینگے اور یہ چرچا جاتا رہیگا تمام خلق پر جہالت چھا جائیگی اسکے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طلب امارت سے منع فرمایا اور اوسپر وعید فرمائی ہے یہانتک کہ یہ ارشاد فرمایا
اِنَّكُمْ تَحْرِصُوْنَ عَلَى الْاِمَارَةِ وَاِنَّهَا حَسْرَةٌ وَنَدَامَةٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِلَّا مَنْ اَخَذَهَا بِحَقِّهَا اور فرمایا
نِعْمَتِ الْمُرْضِعَةُ وَبِئْسَتِ الْفَاطِمَةُ اور ظاہر ہے کہ سلطنت اور امارت اگر نہو تو دین و دنیا کے سب کام بند
ہو جاویں خلق میں کشت و خون پھیل جاوے امن جاتا رہے ملک اجڑ جاویں معیشتیں خراب ہو جاویں پھر ایسی چیز سے
آپ نے کیوں منع فرمایا اور حضرت عمر رضہ نے جب ابی بن کعب رضہ کے پیچھے بہت سے آدمی چلتے دیکھے تو اونکو مارا
حالانکہ خود فرمایا کرتے تھے کہ ابی بن کعب مسلمانوں کے سردار ہیں اور کلام مجید اونکو سنایا کرتے تھے مگر لوگوں کو پیچھے
چلنے سے منع فرمایا اور فرمایا کہ اسمیں متبوع پر فتنہ ہے اور تابع کی ذلت اور خود حضرت عمر رضہ خطبہ پڑھتے اور وعظ
کہتے اور اس سے انکار نکیا مگر جب ایک شخص نے آپ سے اجازت چاہی کہ اگر آپ فرماویں تو میں بعد نماز صبح لوگوں کو وعظ سنایا
کروں تو آپ نے اوسکو منع کیا اوسنے عرض کیا کہ آپ لوگوں کو نصیحت کرنے سے روکتے ہیں آپنے فرمایا کہ مجھے یہ خوف ہے
کہ کہیں تم پھولکر آسمان پر پہونچ جاوے اور یہ اسلیے فرمایا کہ آپ نے اوس شخص میں علامات رغبت جاہ اور قبول خلق کی دیکھیں
اور امارت اور خلافت و قضا کی لوگوں کو دین میں حاجت ہوتی ہے جیسے وعظ و تدریس و فتوی کا کام پڑتا ہے مگر ہر ایک میں فتنہ و لذت
بھی ہے تو دونوں میں کچھ فرق باقی رہا یہ کہ اسکے منع سے علم کا چرچا جاتا رہیگا تو یہ ایک غلطی ہے اسلیے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے جو امارت سے منع فرمایا تو اس سے امارت تھوڑا ہی جاتی رہی بلکہ ریاست اور اوسکی محبت ایسی ہے کہ خود لوگ ہزار
تدبیریں اوسکی طلب و جستجو کرتے ہیں اسی طرح ریاست کی محبت علوم کا چرچا بھی ضائع نہیں ہونے دیگی بلکہ اگر بالفرض تمام
خلق قید کیجاوے اور بیڑیاں اور طوق ڈالدیے جاویں کہ وہ علوم جنسے قبول اور ریاست حاصل ہوتی ہے نہ سیکھنے پاویں

کہ یہ تمام دنیا تمہارے پیچھے دوڑیں اس طرح بس کرو بس کرو تم نہیں جانتے کہ اگر چراغ چھت پر رکھدیا جاوے تو گھر کی اندھیری کیا
فائدہ ہے اسی طرح اگر نور علم تمہارے منہ میں ہو اور دل ویسے ہی اوجڑ و تاریک ہیں تو تمہارے ایسے علوم سے کیا فائدہ اے
دنیا کے بندو تم متقی بندے نہیں ہو نہ کریم آزادون کی طرح کیا عجب ہے کہ دنیا تمکو جڑ سے اوکھاڑ دے اور منہ کے بل
گرا دے پھر نتھنون کے بل اوندھے ہو جاؤ اور تمہارے گناہ تمہارے ساتھ کے بال پکڑ لین اور پیچھے سے تمکو علم دھکا دے
اور یہی حال ہے تمکو ننگے سر اور ننگے پاؤن بادشاہ حقیقی کے سامنے لیجاوین اور وہ بے نیاز تمکو خطاؤن پر واقف کر کے
تمہارے اعمال بد کی سزا دے انتہی اس حدیث کو حارث محاسبی رح نے اپنی کسی کتاب میں لکھکر کہا ہے کہ یہ عالمون کا حال ہے
یہ لوگ انسانون کے شیطان ہیں اور لوگون کے حق میں فتنہ متاع دنیاوی اور رفعت شان میں رغبت کر کے اوسی کو
آخرت پر ترجیح دی ہے اور دین کو ذلیل کیا ہے یہ لوگ دنیا میں بھی باعث ننگ و عیب ہیں اور آخرت میں قر زیادہ کا
وہی ہیں اب اگر کوئی کہے کہ یہ آفات تو ظاہر ہیں مگر علم اور وعظ کے باب میں بھی تو بہت سی ترغیبیں ملی ہیں یہانتک
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لَأَنْ يَهْدِيَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلًا خَيْرٌ لَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا اور فرمایا ہے
أَيُّمَا دَاعٍ دَعَا إِلَى هُدًى وَاتُّبِعَ عَلَيْهِ كَانَ لَهُ أَجْرُهُ وَأَجْرُ مَنِ اتَّبَعَهُ اسکے سوا اور بہت سی فضائل علم کے
ہیں تو عالم کو یون کہنا چاہیے کہ علم میں مشغول ہوا اور خلق کی ریا کو ترک کر جیسا اگر کسی شخص کو نماز میں ریا آجاتا ہے تو اوسکو
کہا جاتا ہے کہ عمل کو ترک مت کر بلکہ اوسکو تمام کر اور نفس پر مجاہدہ کر تو اسکا جواب یہ ہے کہ علم کی فضیلت بھی بہت ہے
اور اوسکا خطرہ بھی بہت بڑا ہے جیسے خلافت و امارت کا تھا اور کسی کو اللہ کے بندون میں سے یون نہ کہنا چاہیے کہ علم کو
ترک کر دے اسواسطے کہ نفس علم میں تو کچھ آفت نہیں آفت تو اسمین ہے کہ وعظ و تدریس و روایت حدیث سے درپئے اوسکے
اظہار کے ہو اور جب تک بھی ترک علم کو نکہنا چاہیے جب تک کہ عالم اپنے نفس میں تحصیل علم کا باعث کوئی امر دینی ریا سے
مخلوط پاتا ہو لیکن جب اوسکا محرک سوائے ریا کے اور کچھ نہو تب البتہ اوسکے حق میں ترک اظہار مفید تر اور سالم تر ہے
جیسے نفل نمازون میں اگر محرک صرف ریا ہی ہو تو اونکا ترک واجب ہے اور اگر ایسی صورت ہو کہ اثناء صلوٰۃ میں
وسوسے ریا کے خطور کرتے ہون اور وہ اونکو برا جانتا ہے تو عبادت کو ترک کرنا نچاہیے اسلیے کہ آفت ریا کی
عبادت میں ضعیف ہوتی ہے اور ولایات میں اور علم کے باعث مناصب عالیہ کے درپئے ہونے میں بہت قوی ہے
غرض یہ کہ آفت کے اعتبار سے ان اشیاء کے تین مرتبے ہیں اول ولایات کہ اون میں بہت بڑے آفات ہیں اور سلف کے
بہت سے لوگون نے اونکو بخوف آفت ترک کر دیا ہے دوم نماز و روزہ و حج و جہاد انکو سلف کے زبردست اور ضعیف
سب ادا کرتے رہے کسی سے ترک کرنا آفت کے خوف کے مارے منقول نہیں اسلیے کہ ان میں آفات ضعیف ہیں اور
ادنی قوت سے دور ہو سکتے ہیں اور عمل صرف خدا کے لیے ہو سکتا ہے سوم ان دونون قسمون کے درمیان کا رتبہ ہے جیسے
درپئے ہونا جاہ و تذکیر و روایت حدیث و تدریس کے اسمین جو آفتین ہیں وہ اول قسم کی نسبت کم ہیں اور

بلغنا ... فقہائے ... الحدیث ... دنیا اور اوسکا اندر کی چیزون سے بہتر ہے ... بخاری و مسلم ... سہل بن سعد ... ابن ماجہ ... انس و مسلم ... ابو ہریرہ بالفاظ مختلفۃ

دوسرے کی نسبت زیادہ پس نماز روزہ وغیرہ جن مین آفات کم ہو رہین اونکو تو چاہیے کہ نہ قوی لوگ ترک کرین نہ ضعیف بلکہ ریا کے وسوسونکو دفع کرین۔ اور ولایات ضعفا کو بالکل ترک کرنا چاہیے نہ قوی لوگون کو رہی مناصب علم وہ دونو قسمون مین بیچ ترک ہی چاہیین تاہم جس شخص نے منصب علم کو امتحان کیا ہے وہ جانتا ہے کہ حاکم اور والی ایک ہی مرتبہ سے مشابہ ہین اور منصب علم سے حذر کرنا ضعیف کے حق مین بہت بہتر ہے۔ اور یہان ایک چوتھا رتبہ ہے یعنے مال کو جمع کرنا اور مستحقون مین تقسیم کرنا اس واسطے کہ اوس اظہار سخا سے بھی لوگ ثناخوان ہوتے ہین اور لوگون کے دل خوش کرنے سے نفس کو مزہ ملتا ہے اسمین بھی آفات بہت ہین اسی لیے جب حسن بصری رح سے لوگون نے پوچھا کہ ایک آدمی تو مقدار قوت حاصل کر کے بیٹھ رہتا ہے اور دوسرا مقدار قوت سے زیادہ تلاش کر کے جسقدر قوت سے بچتا ہے خیرات کر دیتا ہے ان دونون مین افضل کونسا ہے آپ نے فرمایا کہ اول شخص افضل ہے کیونکہ آپ جیسے لوگون کو معلوم تھا کہ دنیا مین پھنسکر کوئی کم سلامت بچتا ہے اور زہد ہی کا نام ہے کہ دنیا کو تقرب الی اللہ کے لیے ترک کیجے۔ اور حضرت ابو درداء فرماتے ہین کہ اگر مجکو پچاس دینار ہر روز آمدنی ہوا اور اونکو مین دمشق کی مسجد کی سیڑھیون پر کھڑا ہو کر تقسیم کر دیا کرون تو یہ امر مجھے اچھا نہین معلوم ہوتا اور کوئی یہ نہ سمجھے کہ مین بیع و شرا کو حرام کرتا ہون بلکہ میرا مقصود یہ ہے کہ مین اونھین لوگون مین رہون کہ جنکی شان مین یہ آیت ہے لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ۔ اور علما کا اس مسئلہ مین اختلاف ہے ایک فرقہ یہ فرماتا ہے کہ جب دنیا کو وجہ حلال ہی کماوے اور اوس سے بچا رہے اور خیرات کر دے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ عبادات نوافل مین مشغول ہو اور ایک لوگون کا یہ قول ہے کہ ذکر اللہ کی مداومت مین بیٹھا رہنا صدقہ سے افضل ہے اسلیے کہ لینے دینے مین خدا کا دھیان نہین رہتا اور اسی کے مؤید حضرت عیسی علیہ السلام کا قول ہے کہ فرمایا اے طالب دنیا سلوک و نیکی کے لیے تیرا ترک کرنا دنیا کو زیادہ نیک ہے۔ اور اوسنے بات مال کی یہ ہے کہ اوسکی اصلاح مین خدا کے ذکر کا شغل نہین رہتا حالانکہ ذکر الٰہی سب سے بڑا اور افضل ہے یہ تو اوس شخص کے حق مین ہے جو آفات سے محفوظ رہے اور جس شخص کو کہ آفت ریا لگ گئی ہو تو ظاہر ہے کہ اوسکے لیے ترک مال افضل اور عمدہ ہے اور بلا خلاف ایسے شخص کو ذکر مین مشغول ہونا بہتر ہے حاصل یہ کہ جو چیزین خلق سے متعلق ہین اور اوس مین نفس کو لذت ہے اون سے آفتون کا ہجوم ہوتا ہے ایسی صورتون مین مستحب یہ ہے کہ عمل کرے اور آفتون کو دفع کرے پس اگر دفع نکر سکے تو چاہیے کہ تامل و اجتہاد سے اپنے دل سے فتوے لے اور دل مین جس قدر خیر اور جس قدر شر ہو دونون کو تولے اور نور علم سے جو کچھ سمجھ مین آوے وہ کرے طبیعت کے میل سے نکرے الحمد اکثر تو ایسا ہی ہوتا ہے کہ جو چیز دل پر آسان معلوم ہوتی ہے اوسیمین ضرر ہوتا ہے اسلیے کہ نفس سوائے شر کے اور کچھ مشورہ نہین دیتا اور امر خیر سے لذت کم پاتا ہے اور خیر کی طرف رغبت بھی

کم کرتا ہی گو بعض اوقات یہ بھی کچھ بعید نہین یہ باتین ایسی ہین کہ انپر جدا جدا حکم نفی اور اثبات کا نہین ہو سکتا
ابہی ایسا اونکو اجتہاد دلی پر حوالہ کیا جاتا ہے تاکہ جو بات دین کے لیے مناسب سمجھی اوس پر کاربند ہو اور ایسکو
بجالاوے اور شکوک سے باز رہے ۔ پھر بعض اوقات جاہل کو اس بیان سے دھوکا پڑجاتا ہے تو مال کو
توجمع کرتا ہے مگر بخوف آفت خرچ نہین کرتا ہے اسکا نام بخل ہے اور اسمین کسیکو خلاف نہین کہ صدقات کا تو کیا ذکر ہی مباحات مین
بھی مال کا خرچ کرنا ہی بہ نسبت جمع کرنے کے افضل ہے اور اختلاف اوس شخص کے حال مین ہے جسکی حاجت کفائی کی ہو کہ اوسکی حق مین
کونسی بات بہتر ہے کسب اور انفاق کو ترک کرکے ذکر خدا کرنا یا کسب حلال کرکے خیرات مین خرچ کرنا اور وجہ اختلاف کی یہ ہے کہ
کسب مین بہت سی آفتین ہین لیکن جو مال کہ وجہ حلال سے حاصل ہوا ہی اوسکو ڈالنا ہی مساکین پر یا افضل ہے اب جن علامتون سے
کہ واعظ کو معلوم ہو جاوے کہ اوسکو لوگون کا دکھلانا منظور نہین صدق و اخلاص ہی باعث وعظ ہے
اونکا سننا چاہیے اول تو یہ پہچان ہے کہ اگر کوئی شخص اوس سے اچھا وعظ کہنے والا خواہ زیادہ علم والا ظاہر
ہو اور لوگ اوسکو زیادہ تر مانین تو اوسکی حسد نکرے بلکہ خوش ہو ہان اگر غبطہ کرے یعنے یہ چاہے کہ جیسا علم
اوسے ہے ویسا ہی مجھے ہو جاوے تو کچھ مضائقہ نہین ۔ دوسری یہ کہ اگر بڑے آدمی اوسکی مجلس مین
آجاوین تو جیسا پہلے کہتا تھا ویسا ہی کہے جاوے کچھ کلام مین تبدیل نکرے سب لوگون کو ایک نظر کر
دیکھے تیسری یہ کہ اس بات کو اچھا نہ سمجھے کہ بہت سے لوگ میرے ساتھ ہون اور بازار مین کوئی مجھسے آگے نہ بڑھے
اور سوا اسکے بہت سی علامتین ہین جنکا شمار طویل ہے سعید بن ابی مروان سے روایت ہے کہ مین پہلو مین حضرت
حسن بصری رح کے بیٹھا تھا اور آپ مسجد مین کچھ فرماتے تھے اتنے مین دروازے سے حجاج بن یوسف مع
اپنی اردلی کے نزد دہواداری سوار اندر آیا اور مسجد مین چہار طرف دیکھنے لگا جتنا اجتماع کہ حضرت حسن رح کے
حلقہ مین تھا اور جگہہ نپایا اوسی طرف متوجہ ہوا جب قریب حلقہ کے پونہچا تو سواری سے اوتر پڑا اور حضرت حسن رح
کی طرف کو چلا جب آپ نے اوسکو اپنی طرف متوجہ دیکھا تو تھوڑی سی جگہہ اپنی نشست مین سے چھوڑ دی
سعید کہتے ہین کہ مین نے بھی تھوڑی سی جگہہ اپنی نشست مین سے چھوڑ دی تو مجھمین اور حضرت حسن رح مین تھوڑا فاصلہ
ہو گیا اوسقدر جگہہ مین حجاج آکر بیٹھ گیا اور حضرت حسن رح جیسا کلام ہر روز کیا کرتے تھے ویسا ہی کہہ رہے تھے اوسوقت
بھی کہتے رہی مین نے اپنے دل مین کہا کہ آج حسن رح کیسی کہان ہو گے دیکھون حجاج کی بیٹھنے سے کچھ کلام زیادہ کرینگے جسمین
اوسکی طرف تقرب پایا جاوے یا اوسکے رعب مین آکر کچھ کلام کم کرتے ہین مگر حضرت حسن رح نی اور دنون کے مانند ایک ہی سی گفتگو کی
یہانتک کہ کلام تمام کر دیا اور کچھ پروا نکی کہ کون بیٹھا ہے جب آپ کلام سی فارغ ہوئی تو حجاج نی اپنا ہاتھ اٹھا کر آپکے
مونڈھے پر مارا اور کہا کہ شیخ سے سچ کہا اور خوب کہا لوگو ایسی ہی مجالس مین بیٹھا کرو اور جو کچھ وہان سنو اوسکو اپنا خلق و
عادت بنا لو مجکو حدیث شریف یونہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نی فرمایا ان مجالس الذکر ریاض الجنۃ اور ہم

ذکر کی مجلسین جنت کی کیاریان ہین بالالوی وانسان مین گندی ۱۲

لوگ تو خلق کے انتظام میں مبتلا ہو گئے ورنہ ان مجالس میں ہم سے زیادہ تم نہ بیٹھتے کیونکہ ہمکو ان مجالس کی خوبیاں
زیادہ معلوم ہیں بعد اسکے حجاج نے تبسم کرکے ایسی تقریر کی کہ حضرت حسن رح اور حاضرین جلسہ سب اوسکی بلاغت سے متعجب ہوئے
اور فارغ ہو کر اوٹھ کھڑا ہوا تھوڑی دیر کے بعد ایک آدمی شام کا حضرت حسن رح کی مجلس میں آیا اور جس جگہ حجاج کھڑا تھا
وہان ہی کھڑا ہو کر کہنے لگا کہ اے مسلمانو خدا کے بندو تمکو تعجب نہیں آتا کہ میں ایک شخص نہایت بوڑھا ہوں اور جہاد کرتا ہوں
گھوڑے خچر کی اور خیمہ کی مجھے تکلیف ہے اور میرے پاس تین سو درہم ہیں جو لوگوں نے دیے ہیں اور میری سات
لڑکیاں ہیں غرض یہانتک اپنی تنگدستی کی شکایت کی کہ حضرت حسن رح اور سب اوسکے حال پر رحم کرنے لگے اور حضرت
حسن رح سر نیچے جھکائے تھے جب وہ شخص کلام سے فارغ ہوا تو آپ نے سر اوٹھایا اور فرمایا کہ خدا ان امرا سے سمجھے انہوں نے
اللہ کے بندوں کو اپنا غلام تصور کیا ہے اور خدای تعالی کے مال کو اپنا مال سمجھ لیا ہے لوگوں سے دینار و درہم کے لیے لڑتے ہیں جب
دشمن خدا جہاد کو جاتا ہے تو خود حجلوں خیموں میں رہتے ہیں اور تیز سواریوں پر سوار ہوتے ہیں اور اگر دوسرے کسی مسلمان بھائی کو
جہاد پر بھیجتے ہیں تو بھوکھا پیاسا پیادہ بھیجدیتے ہیں اس طرح کی باتیں بری بری آپ نے سلاطین کے حق میں کہیں
اور انکے عیبوں میں سے کچھ فروگذاشت نکیا ایک شخص اہل شام میں کا اوٹھا اور آپ کی چغلی حجاج سے جا کر کی اور بعینہ
آپ کا کلام نقل کردیا تھوڑی ہی دیر کے بعد حجاج کا آدمی آیا اور آپ سے کہا کہ امیر نے یاد کیا ہے حضرت حسن رح ساتھ ہو لیے
اور ہمکو خوف ہوا کہ دیکھیے اس سخت کلام سے کیا نتیجہ ہو ذرا دیر کے بعد آپ تبسم کرتے واپس آئے اور میں نے بہت کم آپ کو
ہنستے دیکھا آپ کا دستور ہمیشہ سے مسکرانے ہی کا تھا جب تشریف لاکر اپنی جگہہ بیٹھ گئے تو امانت کی عظمت بیان
فرمائی اور فرمایا کہ آپسکے پاس بیٹھنے میں بھی امانت ہے شاید تمکو بھی خیال ہوگا کہ خیانت درم و دینار کے سوا اور کسی چیز میں
نہیں حالانکہ اشد خیانت یہ ہے کہ تم لوگ ہمارے پاس بیٹھو اور ہم تمپر اعتبار کرکے کچھ ذکر کریں پھر تم اوسکو ایک آگ کے
شعلہ کے پاس جا کر کہدو میرا حال یہ ہوا کہ جب اوس شخص کے سامنے یعنے حجاج کے گیا تو اوسنے کہا کہ آپ اپنی زبان کو
کوتاہ کریں یہ جو الفاظ کہے کہ جب دشمن خدا خود جہاد کرتا ہے تو ایسا ایسا ہوتا ہے اور جب دوسرے سے جہاد کراتا ہے تو چنین چنان
کرتا ہے یہ باتیں بہت کہو ہمیں اسکی کچھ پروا نہیں کہ تم لوگوں کو ہمپر برانگیختہ کرو اور نہ ہم اس بات سے تمھاری نصیحت کو
لغو جانیں مگر آپکو یہ باتیں کم کرنی چاہییں پھر حضرت حسن رح نے فرمایا کہ اسطرح خدا نے اوسکو دفع کیا انتہی اور ایک بار
حضرت حسن رح سوار ہو کر گھر تشریف لیے جاتے تھے پیچھے پھر کر جو دیکھا تو بہت لوگ آپکے پیچھے چلتے تھے آپ ٹھہر گئے اور فرمایا
کہ تمکو کچھ مجھسے حاجت ہے یا کچھ پوچھنا چاہتے ہو جو ساتھ آتے ہو ہٹ جاؤ یہ صورت بندہ کے دل میں کچھ باقی
نہیں چھوڑتی تو ان علامات اور اسکے مانند اور نشانیوں سے حال باطن کا معلوم ہو جاتا ہے اور جن
عالموں کا یہ حال ہو کہ ایک دوسرے سے حسد کرتے ہوں اور جلتے ہوں اور انس و اعانت کا باہم
نام بھی نہو تو معلوم کرلو کہ وہی لوگ ہیں جنھوں نے زندگی دنیا کو آخرت کے عوض مول لیا اور وہی نقصان میں بھی پڑے

خدائے تعالےٰ اپنے فضل سے ہم پر رحم کرے

دسواں بیان اس باب میں کہ عبادت کو لوگوں کے دیکھنے سے جو نشاط بندہ کو حاصل ہوتا ہے اوسمین سے کونسا درست ہے اور کونسا نادرست جاننا چاہیے کہ آدمی کبھی ایسے لوگوں میں شب باش ہوتا ہے کہ وہ سب تہجد کو اوٹھتے ہیں یا اون میں کے بعض آدمی تمام رات نماز پڑھتے ہیں اور اسکا دستور اپنے گھر صرف ایک تھوڑی دیر جاگنے کا تھا جب اونکو دیکھا تو اسکا شوق بھی موافقت کے لیے اوبھرا اور جتنی عادت اسکو پہلے سے تھی اوس سے زیادہ ادا کی یا پہلے بالکل نہ پڑھتا تھا اوسی وقت صرف دیکھنے سے شریک نماز ہوا اسی طرح کبھی ایسی جگہہ میں جا پڑتا ہی کہ وہان کے سب لوگ روزہ دار ہوتے ہیں تو اسکو بھی شوق روزہ کا ہوتا ہے اور اگر وہ لوگ نہوتے تو یہ شوق نہ اوبھرتا تو یہ صورت شوق و نشاط کی بگمان غالب ریا معلوم ہوتی ہے اور اسمین حق اجب یہی ہی کہ موافقت نکرے حالانکہ یہ حکم مطلق نہیں بلکہ اوسکی تفصیل ہے اسواسطے کہ ہر ایک مومن کو رغبت خدا کی عبادت اور شب بیداری اور روزہ کی ہوتی ہے مگر کسی مانع کی جہت سے اوسکو ادا نہیں کر سکتا یا غلبۂ شہوات یا کثرت کاروبار یا غفلت کے باعث بھولا رہتا ہے تو اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جہان دوسرے کو وہ کام کرتے دیکھا پردہ غفلت دور ہوا اور موانع برطرف ہوئی خواہ کثرت کاروبار دوسری جگہہ میں رہے تو اوسوقت وہ رغبت و شوق اوبھر کھڑا ہوتا ہے مثلاً کبھی آدمی اپنے گھر میں رہتا ہے اور بعض اسباب سے تہجد نہیں پڑھ سکتا مثلاً گدے بچھونے کے باعث نیند سر پر سوار ہے یا اپنی بیوی کے ساتھ مزے لے رہا ہے یا اہل و اقارب سے باتیں کر رہا ہے یا بال بچوں میں مصروف ہے یا اپنے واد عقیدوالوں کا حساب و کتاب دیکھ رہا ہے تو ایسا شخص جب کسی اور جگہہ جاوے گا تو یہ سب شغل اوس سے علیحدہ ہو جاوینگے جنسے اسکی رغبت الی الخیر ناقص تھی اور بعض سبب خیر کے مرتکب ہونے والے پیدا ہو جاوینگے جیسے دوسرے شخصوں کو دیکھنا کہ متوجہ الی اللہ ہیں اور دنیا سے منہ پھیر لیا ہے تو اونکو دیکھکر رغبت کریگا اور اوسپر نہایت شاق گذرے گا کہ خدا کی طاعت میں یہ لوگ مجھسے پیش قدم ہوویں اسی بنا پر باعث دینی حرکت میں آویگا کچھ ریا کے سبب آمادہ طاعت نہوگا اور بعض اوقات اجنبی جگہہ میں جا کر آدمی کو نیند نہیں آتی تو ایسی جگہہ نیند نہ آنا ہی غنیمت جانتا ہے اور گھر پر غلبۂ خواب کے سبب کچھ نہیں کر سکتا اور بعض اوقات گھر پر جو ہمیشہ رہتا ہے اسواسطے ہمیشہ تہجد پڑھنا نفس کو گوارا نہیں ہوتا اور کبھی کبھی پڑھے تو ہو سکتا ہے تو اسی طرح کی باتیں سبب شوق ہو جاتی ہیں جبکہ موانع نہیں رہتی اسی طرح اپنی گھر میں آدمی کو روزہ مشکل پڑتا ہی کیونکہ ہر طرح کی لذیذ چیزیں کھانی کی عمدہ موجود رہتی ہیں اونکو چھوڑنے پر صبر نہیں کر سکتا اور جس جگہہ یہ چیزیں نہیں ملتی وہان کچھ صبر دشوار نہیں ہوتا اسی لیے باعث دینی ایسی جگہہ حرکت میں آکر روزہ رکھوا دیتا ہے کیونکہ شہوات موجودہ عوائق و موانع روزہ کی ہیں اور باعث دینی پر غالب رہتی ہیں جب آدمی اون سے محفوظ رہتا تو وہی باعث دینی قوی ہو جاتا ہے۔ پس اس طرح کے اسباب کا واقع ہونا

ممکن ہے اور یہ سبب لوگون کو دیکھنے اور انکے ساتھ موافقت کرنے سے ہوتے ہین۔ اور کبھی ایسے وقت مین شیطان بھی عمل سے
روکدیتا ہے اور کہتا ہے کہ عمل سے گوناگون ریا کا ہوگا بشرطیکہ آدمی گھر پر عمل نکرتا ہو اور نہ نماز معتاد سے زیادہ ادا کرتا ہو۔ اور
کبھی رغبت زیادتی کی انسان کو لوگون کے دیکھنے سے اسلیے ہوتی ہے کہ براہمیدن اور کاہلی کی طرف منسوب
نکرین خصوصًا ایسی صورت مین کہ لوگونکو یہ گمان ہو کہ یہ شخص شب بیدار ہے تو آدمی کا دل نہین چاہتا کہ اونکا عقیدہ
جیسا میری طرف ہے اوسکے خلاف ہو اور نظرون سے گر جاؤن اسی لیے اپنی منزلت کی حفاظت ضروری سمجھتا ہے
ایسے حال مین شیطان اور بھی القا کر دیتا ہے کہ نماز پڑھ تو مخلص ہے خاص اللہ کے واسطے پڑھتا ہے انکی دکھاوے کو
نہین پڑھتا اور گھر پر جو ہر شب نہین پڑھتا تو کثرت موانع کی جہت سے نہین پڑھتا اون عوائق کا دور ہونا
سبب تیرے عمل کرنے کا ہے نہ لوگونکا مطلع ہونا یہ امر ارباب بصائر پر بھی مشتبہ رہتا ہے لیکن جب معلوم ہو جاوے
کہ محرک ریا ہی ہے تو زائد از معتاد نہ ادا کرنی چاہیے گو ایک ہی رکعت کیون نہو اسواسطے کہ خدا کی طاعت پر لوگون کی
تعریف کی خواہش سے گناہگار ہوتا ہے اور اگر باعث عمل دور ہونا عوائق کا او غبطہ اور رغبت اون لوگون کی
اعمال کی ہو تو موافقت کرنے مین مضائقہ نہین اور اسکی پہچان یہ ہے کہ دل مین سوچے کہ اگر بالفرض مین انکو نماز پڑھتے
ایسی طرح دیکھتا کہ یہ لوگ مجکو نہ دیکھتے مثلاً پردہ کی آڑ سے مین انکو دیکھا رہتا اور اپنی جگہہ سے نہ ہلتا تو ایسی صورت
مین بھی نماز پڑھنے کو نفس چاہتا یا نچاہتا پس اگر ایسے حال مین بھی لوگون کی نظرون سے غائب ہونے مین نفس نماز کا راغب
پایا جاوے تو موافقت لوگون کی کرنی چاہیے اسلیے کہ باعث عمل ریا نہین صرف امر حق ہے اور اگر خود آڑ مین ہو کر نفس
نماز کا پڑھنا دشوار جانے تو لوگون کے سامنے بھی ترک کرنا چاہیے اسلیے کہ اس عمل کا باعث ریا ہی ہے اسی طرح کبھی انسان
جمعہ کے روز مسجد جامع کا اتنا شوق و نشاط کرتا ہے جتنا اور روز نہین کرتا اور ہو سکتا ہے کہ اوسکا باعث یا لوگونکی
تعریف ہو یا اونکا شوق و نشاط اور توجہ الی اللہ سے اسکی غفلت دور ہو جاوے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ لوگونکی
دیکھا دیکھی باعث دینی متحرک ہوتا ہے مگر اوسکے ساتھ ہی نفس پر محبت حمد بھی آتی ہے تو ایسی صورت مین اگر یہ جانے
کہ دلپر غالب ارادہ دینی ہے تو فقط محبت حمد سے عمل کو چھوڑنا نچاہیے بلکہ محبت حمد کو برا جانکر عبادت مین
مشغول ہو اسی طرح کبھی لوگ روتے ہین اور کوئی شخص اونکو دیکھکر رونے لگتا ہے یہ رونا ریا سے نہین ہوتا بلکہ
خدا کے خوف سے ہوتا ہے اور اگر اکیلا وہ کلام سنتا تو نروتا مگر لوگون کے رونے کی جہت سے دل پر نرمی آجاتی ہے
اور بعض دفعہ جو رونا نہین آتا تو رونے کی صورت بنا لیتا ہے کبھی تو ریا کی جہت سے اور کبھی صدق کی
جہت سے یعنے جب لوگونکو روتا دیکھتا ہے اور اپنا آنسو بھی نہین نکلتا تو اپنے نفس پر سنگدل ہونے کا
خوف کرتا ہے اور بزور بسورنے لگتا ہے اور یہ بات اچھی ہے اور اسکی پہچان یہ ہے کہ تامل کرے کہ اگر مین
لوگون کا رونا ایسی جگہہ سے سنتا کہ لوگ مجھے نہ دیکھتے تب بھی مین خوف اپنے دل کی سختی کا کرکر رونے کی

صورت بناتا یا نہین پس اگر لوگون سے پوشیدہ رہنے کی صورت مین یہ بات نہو تو معلوم ہوگا کہ یہ بسورنا صرف
اس خوف سے ہے کہ کوئی یون نہ کہے کہ بڑا سنگدل ہے ایسا بسورنا ترک کرنے کے قابل ہے حضرت لقمان
علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو فرمایا کہ اپنا خوف خدا اس غرض سے لوگون کو مت دکھلا کہ تیری تعظیم کرین حالانکہ دل
تیرا بدکار ہو۔ اسی طرح چیخنا اور لمبا سانس بھرنا اور رونا ذکر کے وقت یا تلاوت کے وقت یا اور کسی وقت کبھی بباعث صدق اور غم
اور خوف و ندامت و حسرت کے ہوتا ہے اور کبھی دوسرے کا غم و اندوہ دیکھکر اور اپنی سنگدلی خیال کرکے بتکلف
سانس بھرنی اور آہ آہ کرنے لگتا ہے اور یہ امر بہتر ہے مگر کبھی اسکے ساتھ یہ خواہش بھی ہوتی ہے کہ لوگ جانین
کہ یہ شخص بہت غم مین رہتا ہے۔ اگر محض یہی باعث ہے تو اسکا نام ریا ہے اور اگر واقع مین حزن و ملال بھی ہے اور
یہ باعث بھی تو اگر باعث ریا کو برا جانے گا اور انکار کرکے قبول نکرے تو اسکا رونا اور بسورنا درست ہے اور اگر
دل سے میلان ریا کی طرف ہوگا تو اجر باطل اور کوشش لاحاصل ہوگی اور غضب الہی مین گرفتار ہوگا۔ اور
کبھی آہ آہ کرنا اصل مین غم کے باعث ہوتا ہے لیکن اونکو بڑھا بڑھا کر بلند آواز سے کہتا ہے تو یہی زیادتی ریا
ممنوع ہے کیونکہ ابتدا صرف ریا کی اسی سے ہوئی اور کبھی آدمی پر خوف اتنا آتا ہے کہ اوس سے اپنا نفس قابو مین
نہین رہتا اور اوسی وقت وسوسہ ریا بھی پیش ہوتا ہے تو اوسکو قبول کرلیتا ہے اوسکا اثر یہ ہوتا ہے کہ آواز کو
زیادہ دردناک خواہ بلند کرتا ہے یا آنسو ونکو منہ پر رہنے دیتا ہے کہ کوئی دیکھے آنسو خوف الہی ہی سے نکلے تھے مگر
اوسکا نشان جو منہ پر قائم رکھا تو صرف ریا ہی کی جہت سے رکھا۔ اسی طرح کبھی ذکر سنتا ہے اور خوف کے مارے
قوے ضعیف ہوجاتے ہین حتے کہ گر پڑتا ہے پھر شرم کرتا ہے کہ کوئی یون نہ کہے کہ بدون زوال عقل اور حالت
شدید کے کیسے گر گیا اس خیال سے تھرانے لگتا ہے اور بتکلف وجد کرتا ہے تاکہ لوگون کو معلوم ہو کہ غشی کے باعث
گرا تھا حالانکہ گرنے کی ابتدا درست تھی۔ اور کبھی عقل جاتی رہتی ہے اور گر پڑتا ہے مگر جلد افاقہ ہوجاتا ہے
اوسوقت دل پر گذرتا ہے کہ لوگ یہ کہین گے کہ ایسا حال کیا ہے کہ ذرا دیر نہ ٹھہرا بجلی کی طرح چمک گیا تو اس خیال سے
بہت دیر تک تڑپتا رہتا ہے اور ناچتا ہے تاکہ اپنا حال دیر پا ظاہر کرے۔ اسی طرح کبھی ضعف کے بعد جو جلد افاقہ
ہوجاتا ہے اور ضعف بھی جلد جاتا رہتا ہے تو اس بات کا خوف کرتا ہے کہ کوئی یہ نکہے کہ یہ بیہوشی اور حال ٹھیک نتھا
ورنہ ضعف دیر تک رہتا پس اسکے باعث اظہار ضعف اور آہ کا دیر تک کرتا ہے کہین دوسرے کے سہارے لگتا ہے
تاکہ معلوم ہو کہ ضعف کے سبب کھڑا نہین رہ سکتا کہین چلنے مین جھمک جھمک پڑتا ہی اور قدم قریب قریب رکھتا ہے
اسلیے کہ ظاہر ہو کہ تیز نہین چل سکتا۔ تو یہ سب باتین شیطان کی فریب اور نفس کے وسواس مین داخل ہین جب ایسے
خطرے ہون تو اونکا علاج یہ ہے کہ خیال کرے کہ اگر آدمی میرے اس نفاق پر مطلع ہوجاوین اور دل کی
بات پر آگاہ ہون تو بہت غصہ ہون اور اللہ تعالے تو ہر وقت مطلع ہے اوسکا غصہ بڑا سخت ہے حضرت

ذوالنون مصری رح ایک بار کھڑے ہوئے اور تھرّانے لگے ایک پیر جیو اونکے ساتہ کھڑے ہوئے کہ اون میں اثر تکلف کا
معلوم ہوتا تھا حضرت ذوالنون نے فرمایا کہ ایشیخ اَلَّذِیْ تَرَاکَ حِیْنَ تَقُوْمُ یعنی خدا تو تمھارے اس قیام کو دیکھتا ہے تکلف کی
کیا ضرورت ہے پس وہ شیخ بیٹھہ گیا خلاصہ یہ کہ اس طرح کے سب اعمال منافقون کے ہوتے ہین اور حدیث شریف مین
وارد ہے کہ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ خُشُوْعِ النِّفَاقِ اور نفاق کا خشوع یہ ہے کہ اعضا تو خشوع کرین اور دل مین خشوع نہو
اور اسی قبیل سے ہے استغفار اور استعاذہ خداے تعالے کے غضب اور عذاب سے کہ یہ کبھی کبھی تو دل مین خوف سمانے
اور گناہ یاد کرنے اور اوسپر ندامت کرنے سے ہوتا ہے اور کبھی ریا کے باعث ہوتا ہے پس ایسے وساوس دل پر
قریب قریب ایک دوسرے کے بعد وارد ہوکر کام سے روکتے ہین اور ایک دوسرے مین ملتی جلتی بھی ہین اس لیے
مناسب ہے کہ جب آدمی کو خطرہ ہو تو تامل کرے کہ یہ کیا ہے اور کہان سے آیا اگر خدا کے لیے ہے تو اوسی طرح کرے جیسا
دل مین گذرا ہے مگر اوسکے ساتہ ہی ڈرتا بھی چاہیے کہ شاید کچھہ ریاے پوشیدہ اوسمین ملا ہو جسکی اطلاع نہوئی ہو
اور عبادت کے قبول اور عدم قبول سے بھی ترسان رہنا چاہیے کہ اخلاص اوسمین ہوا ہے یا نہین اور جب
اخلاص سے عمل کو شروع کیا ہے تو مباہات سے بھی احتراز چاہیے کہ وسوسہ خواہش لوگون کی تعریف کا پھر نہ آنے پاوے
اسواسطے کہ یہ بہت دفعہ آتا ہے جب کبھی آوے تو یہ دل مین سوچے کہ اللہ تعالے میرے حال کا دانا بینا ہے
اگر مین اوسکی طاعت سے لوگون کی تعریف چاہونگا تو اوسکے غصہ مین پڑونگا اور وہ بات یاد کرے جو تین آدمیون
مین سے ایک نے حضرت ایوب علیہ السلام کیخدمت مین عرض کی تھی جب وہ تینون آپکے پاس آئے تھے اونسنے کہا تھا کہ اے
ایوب آپ کو معلوم نہین کہ بندہ کا عمل ظاہر جس سے نفس کیطرف سے فریب دیا کرتا ہے جاتا رہے گا اور امر باطن جزا دیا جاویگا
اور بعض اکابر یون دعا مانگتے کہ الٰہی مین تجھسے اس بات کی پناہ مانگتا ہون کہ لوگ مجھے جانین کہ مین تجھسے ڈرتا ہون
حالانکہ تو مجھسے ناراض ہو اور حضرت امام زین العابدین علیہ السلام یون دعا مانگتے کہ الٰہی مین تجھسے پناہ مانگتا ہون اس امر سے کہ لوگونکی نظر مین تو
میرا ظاہر اچھا ہو اور اونسے الگ ہوکر تیرے لیے میرا باطن برا ہو اپنی جی مین لوگون کو دکھلاوے کی تو محافظت کرون اور تو جو
میرے حال سے مطلع ہے اوسکو برباد کرون لوگون کی واسطے تو اچھے عمل ظاہر کرون اور تیرے لیے بُری عمل پیش کرون
حسنات سے تو لوگونکا تقرب چاہون اور تیری طرف سیئات لیکر آؤن اور تیرے غصے اور ناراضی کا باعث ہون اے
پروردگار عالم ان سب باتون سے مجکو پناہ دے اور حضرت ایوب کے پاس جو تین شخص آئے تھے اونمین سے ایک نے کہا کہ
ایوب جو لوگ خدا سے حاجت مانگتے وقت اپنے ظاہر کی حفاظت اور باطن کی بربادی کرتے ہین اونکے منہ سیاہ ہونگے
تیسری آفتین ریا کی بندہ کو چاہیے کہ دل کی خوب حفاظت کرے تا کہ آفات پر مطلع ہو جایا کرے کیونکہ حدیث شریف
مین آیا ہے کہ ریا کی ستر دروازے ہین اور معلوم ہو چکا ہے کہ اونمین سے بعض پوشیدہ تر بعض سے ہین یہانتک کہ کچھہ چیونٹی
کی چال کے موافق ہین اور کچھہ اوس سے بھی پوشیدہ تر اور ظاہر ہے کہ جو ایسی خفی چیز ہو اوسکو بدون شدت تلاش

اور حفاظت کی معلوم نہین ہو سکتا اور کوشش کے بعد بھی اگر معلوم ہو جاوے تو غنیمت ہے سبب تلاش و جستجوی دل کے اور
بدون امتحان نفس اور تفتیش اوسکے فریبون کے توقع اوپر مطلع ہونے کی رکھنی دشوار ہے خداے تعالے سب کو
اپنے کرم و احسان سے اون آفات سے بچاوے

گیارھوان بیان اس امر مین کہ مرید کو قبل عمل اور بعد عمل اور عین عمل مین کیا کرنا چاہیے واضح ہو کہ سب سے بہتر مرید
کے حق مین یہ ہے کہ تمام اوقات مین اپنی طاعتون پر خداے تعالے ہی کے علم پر قناعت کرے اور علم الٰہی پر اوسی کو
قناعت ہوتی ہے جو خداے تعالے ہی سے خوف کرے اور اوسی سے توقع رکھے اور جو شخص غیر سے خوف و توقع رکھے گا وہ اوسکی
اطلاع کا بھی خواہان ہوگا کہ میرے عمدہ احوال کی اوسکو اطلاع ہو پس جب یہ صورت کسی کی ہو تو چاہیے کہ دل مین عقل و
ایمان کی ہمت سے اس امر کی برائی کو لازم کرے اسلیے کہ اسکے باعث یہ ڈر ہے کہ خداے تعالے ناراض نہو جاوے اور جب ایسی
طاعتین بڑی اور شاق کرے جاور ون سے نہو سکین اوسوقت اپنی نفس کی حفاظت پر ضرور ہے اسلیے کہ ایسی حال مین
نفس کو اوسکے افشا کی کمال حرص ہوتی ہے اور کہتا ہے کہ تیرے اس بڑے عمل یا ایسے عظیم خوف یا اس جیسی رونے پر اگر خلق کو
اطلاع ہوگی تو تجکو سجدہ کرنے لگین گے اسلیے کہ خلق مین اور کون ہے جو ایسا کر سکے تو ایسے عمل کے چھپانے پر کیسے راضی ہے
لوگون کو تیرا مقام کیسے کھلے گا اور قدر کسطرح معلوم ہوگی اقتدا سے محروم رہین گے غرض جب یہ صورت پیش ہو
تو عابد کو چاہیے کہ ثابت قدم رہے اور اپنے عمل کی بڑائی کے مقابلے مین عظمت ملک آخرت اور لذائذ جنت کے جو ابد الآباد
رہین گے یاد کرے اور یہ بھی سوچے کہ خدا کی طاعت پر بندون سے ثواب لینی مین کیسا بڑا غصہ اور عذاب الٰہی ہوگا اور
عمل کا ظاہر کرنا دوسرے پر گو اچھا معلوم ہوتا ہے مگر خدا کے نزدیک موجب تنزل ہی ثواب عمل کا بالکل کھو دیتا ہے
اور پھر نفس کو یون سمجھاوے کہ ایسے عمل کو مین لوگون کی تعریف کے بدلے مین کس طرح دے ڈالون وہ لوگ تو خود عاجز ہین
نہ میرے رزق پر قدرت رکھتے ہین نہ موت پر اسی بات کو دل مین جماوی ایسا نہو کہ یاس چھا جاوی اور کہنے لگی کہ اخلاص تو
زبردستون کا کام ہے جو خلط ملط کر دیتے ہین اونکی شان ایسی کہان ہو سکتی ہے اور اس باعث سے اخلاص مین مجاہدہ نکرے
بلکہ یہ جان لینا چاہیے کہ متقیون کی نسبت غیر متقیون کو اخلاص کی حاجت زیادہ ہے اسلیے کہ متقیون کی اگر
نفلین جاتی رہین گی تو فرائض تو کامل رہین گے غیر متقی کے تو فرائض مین بھی نقصان ہے اور اونکا نقصان
نوافل ہی سے بھرا جاوی گا اگر نوافل درست نہوئین تو فرضون کے نقصان کے باعث تباہ ہو جاوی گا غرض کہ غیر متقی کو حاجت
اخلاص کی بہت زیادہ تر ہے اور تمیم داری رض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ قیامت کو بندہ کے حساب کے وقت
اگر فرضون مین کمی ہوگی تو حکم ہوگا کہ دیکھو اسکی نفل بھی کوئی ہے یا نہین اگر نفل نکلے گی تو اوس سے فرض کا نقصان
پورا ہو جاوی گا ورنہ ہاتھ پاون پکڑ کر دوزخ مین ڈالدیا جاوی گا انتہی تو قیامت مین جو شخص خلط ملط عمل مین کرتا ہی
اوسی کو ضرورت فرضون کے پورا کرنے کی ہوگی کہ اوسکے فرض ناقص ہونگے اور گناہ کثرت سے اور گناہون کے کفارہ کی بھی

حاجت ہو کی تو جبر نقصان فرض اور کفارہ گناہ بدون نوافل مین خالص کبھی نہین ہو سکتا اور ترقی جو نوافل مین خالص
کرتا ہے تو وہ ترقی درجات کا خواہان ہے ورنہ اگر نفل اوسکی پاس نہو گی تب بھی اتنے حسنات ضرور ہین گے جنسے جنت ملجاوے
اس سے معلوم ہوا کہ خوف اطلاع خدای تعالی کا ہر وقت عمل کے ساتھ رہنا ضرور ہے تاکہ نوافل صحیح ہون۔ پھر بعد فراغ عمل کبھی یہ
خوف رہنا چاہیے تاکہ اوس عمل کو ظاہر نکرے اور لوگون سے نہ کہے جب یہ سب باتین کر چکے تب اس بات کا خوف چاہیے
کہ کہین ایسا نہوا ہو کہ ریای پوشیدہ اسمین داخل ہو گیا ہو اور مجکو اطلاع نہوئی ہو اسی بنا پر اپنی عمل کے قبول اور عدم قبول مین
شک کرنا ضرور ہے یعنے یہ سوچے کہ ہو سکتا ہی کہ خدای تعالی نے میری نیت خفیہ لکھ لی ہو اور اوسکے سبب مجھسے ناخوش ہو کر
سارا عمل میرا مارا گیا اور یہ شک اور خوف عمل کے وقت اور بعد عمل چاہیے ابتدای نیت عمل مین نچاہی بلکہ ابتدا مین تو اسبات کا
یقین کر لے کہ مین مخلص ہون اور سوا رضای خدا کے اور کچھ نہین چاہتا تاکہ عمل درست ہو اور جب عمل شروع کرنے پر ایک ایسا
لحظہ گذر جاوے جس مین غفلت اور نسیان ہو سکتی ہو تو اسبات کا خوف مناسب حال ہے کہ اس غفلت مین شاید کوئی شائبہ
ریا خواہ عجب کا آگیا ہو جس سے عمل باطل ہو گیا ہو مگر توقع قبول کی غالب ہے اسواسطے کہ عمل کے اندر با اخلاص یقینا داخل
ہوا ہے اور اسبات مین شک ہی کہ ریا کی سبب عمل فاسد ہو گیا یا نہین تو یقینی بات کیطرف گمان غالب ہے اور اسبات کے
معلوم کرنے سے مناجات وطاعات مین بڑی لذت ہوتی ہی اسلیے کہ اخلاص تو یقینی ہی اور ریا مین شک ہے اور یہ شخص جو
اس شک سے بھی خوف کرتا ہے تو اسکا خوف اس قابل ہی کہ اگر وسوسہ ریا غفلت مین کبھی ہو گیا ہو تو اوسکو دور کر دے۔ اور
جو شخص لوگون کی کارروائی اور طلبہ کی تعلیم سے تقرب الی اللہ چاہے اوسکو بھی چاہیے کہ اپنے نفس سے توقع ثواب کی کرے اس نظر
سے کہ جس آدمی کا کام نکل جاویگا اوسکے دل کو سرور ہوگا اور جو علم سیکھے گا اوسکے بموجب کام کریگا یہ دونون صورتین ثواب کی اوسکے لیے
ہین مگر صرف توقع ثواب ہی رکھنی چاہیے شکر اور مکافات اور ثنا خوانی کا خواہان نہو ورنہ طالب علم سے یہ جسکی ضرورت
نکالی ہو اوس سے ورنہ نکل جاتا رہیگا مثلا اگر طالب علم سے توقع رکھی کہ پڑھائی کے عوض میرا کام خدمت کریگا یا راہ مین ساتھ چلیگا تاکہ جتھا زیادہ ہو
یا اور کسی کام مین سیر فکر کریگا تو یہ شخص اپنی اجرت لے چکا اسکے سوا اور کچھ ثواب نملیگا۔ ہان اگر اسنے کچھ نیت نکی تھی صرف یہ قصد کیا تھا کہ جب
یہ پڑھکر علم کے بموجب کام کریگا تو مجکو بھی اتنا ہی ثواب ملا کریگا لیکن شاگرد نے خود بخود خدمت کی اور اوسنے اوسکو قبول کیا تو اس صورتمین ہمکو
توقع ہی کہ اوسکا ثواب باطل نہو بشرطیکہ استاد کو انتظار خدمت ہو نہ ارادہ یہانتک کہ اگر شاگرد خدمت نہ کرتا تو کچھ بعید جانتا
اور باوجود پائے جانے ان سب شرائط کے اگلے علما پھر بھی خدمت سے حذر کرتے تھے چنانچہ روایت ہے
کہ ایک عالم کنوئین مین گر پڑے لوگ اونکے نکالنے کو آئے اور رسی اندر ڈالی تو اونھون نے اندر سے قسم دلائی
کہ جس شخص نے مجھسے ایک آیت بھی قرآن مجید کی پڑھی ہو یا حدیث سنی ہو وہ اس رسی کو ہاتھ نہ لگاوے کیونکہ
اسی خوف سے کہ مبادا اتنی خدمت لینے سے ثواب نہ جاتا رہے۔ اور شقیق بلخی رح روایت کرتے ہین کہ مین نے
ایک کپڑا حضرت سفیان ثوری رح کے پاس بطور ہدیہ بھیجا اونھون نے مجکو واپس کر دیا مین نے عرض کیا کہ یا حضرت

مین تو آپ سے حدیث نہین پڑھتا ہون کہ آپ پھیرے دیتے ہین اونھون نے فرمایا کہ یہ تو مین بھی جانتا ہون
مگر تمھارا بھائی مجھسے حدیث پڑھتا ہے مجھے یہ خوف ہے کہ کہین اوسکے لیے میرا دل اورون کی نسبت زیادہ نرم
نہو جاوے اور ایک بار ایک شخص اونھین کی خدمت مین ایک تھیلی یا دو تھیلیان لایا اور اوس شخص کا باپ آپ کا
بڑا دوست تھا آپ اکثر اوسکے پاس تشریف لیجاتے تھے اوس شخص نے عرض کیا کہ آپکے دل مین میرے باپ کیطرف سے
کوئی بات ہے آپنے فرمایا خدا اوسکو بخشے وہ ایسا اور ایسا تھا اوسکی مدح و ثنا کی اوسنے عرض کیا کہ آپ تو جانتے
ہی ہین کہ یہ مال میرے قبضے مین اوسی کے ترکے سے آیا ہی تو مین اسقدر لایا ہون کہ آپ بھی اس سے اپنی عیال کی
پرداخت فرماوین پس حضرت سفیان نے قبول کرلیا مگر جب وہ شخص چلا گیا تو اپنے بیٹے مبارک سے کہا کہ جلد جاؤ
اور اوس شخص کو میرے پاس بلا لاؤ جب وہ شخص آیا تو آپ نے فرمایا کہ اب میری مرضی یہ ہے کہ اپنا مال لیجاؤ
اوسنے ہر چند اصرار کیا مگر آپ نے نمانا اور واپس کردیا شاید اسکی وجہ یہ ہوگی کہ اوسکے باپ سے محبت للہ تھی تو برا
جانا کہ اوسکے مال مین سے کچھ لیوین آپ کے بیٹے مبارک کہتے ہین کہ جب وہ شخص مال لیکر چلا گیا مین نرہ سکا
اور آپ کی خدمت مین آکر عرض کیا کہ آپ کو کیا ہوا ہے یہ چند گنتی کے تھے اونکو واپس کیون کردیا بھائی
یہان کیا کنبا نہین تمکو مجھپر رحم نہین آتا اپنے بھائیون پر رحم نہین کرتے نہ ہمارے عیال پر رحم کرتے ہو غرض جتنا
کہا گیا خوب کہا آپنے ارشاد فرمایا کہ مبارک خدا سے ڈرو کھاؤ اوڑاؤ تو تم اور اوسکی بازپرس ہو مجھسے۔ اس
بیان سے معلوم ہوا کہ عالم سے اگر کسی کو فیض ہو تو اوسکے ثواب کا طالب صرف خدا سے ہو اور شاگرد کو بھی واجب ہے
کہ وہ بھی ہمیشہ طالب حمد خدا اور اوسکے ثواب منزلت کا رہے اوستاد کے نزدیک اور خلق کی نظرون مین
عزیز ہونے کا خیال دل سے دور رکھے اور کبھی شاگرد کو یہ سوجھتی ہی کہ اگر ظاہر مین طاعت الٰہی مین گا تو اوسکی نظرون مین
رتبہ حاصل کرونگا اور اچھی طرح پڑھون گا مگر یہ خیال غلط ہے اسواسطے کہ طاعت الٰہی سے ارادہ غیر اللہ کا
کرنے سے نقصان تو اوسی وقت ہوتا ہے اور علم کا مفید ہونا اور غیر مفید ہونا موہوم ہے پس عمل نقد کو اس وہمی
فائدہ کی عوض ضائع کرکے کیون نقصان اوٹھاوے یہ امر تو سراسر ناجائز ہے بلکہ یون چاہیے کہ اللہ ہی کے واسطے پڑھے
اور اوسی کی واسطے عبادت کرے اور اوسی کے لیے اوستاد کی خدمت کرے اسلیے نکرے کہ اوستاد کے دل مین جگہ ہوگی
اگر یہ منظور ہو کہ تحصیل علم طاعت مین متصور ہو اسلیے کہ بندون کو یہی حکم ہے کہ سوائے خدا کے اور کسی کی عبادت نکرین
اور نہ اپنی طاعت سے غیر خدا کو چاہین۔ اسی طرح جو اپنی ماباپ کی خدمت کرے وہ اس قصد سے کرے کہ ماباپ کی رضامندی
مین حق کی رضامندی ہی اسلیے نکرے کہ خدمت کرنے سے میری جگہ اونکے دل مین ہوجاوے اور اوسکو جائز نہین کہ
طاعت خدا سے ریا اسلیے کرے کہ ماباپ کے دل مین جگہ پیدا ہو کیونکہ یہ امر گناہ ہے اور کیا عجب ہے کہ خداوند کریم اوسکا
ریا ظاہر کردے اور ماباپ کی نظرون سے گرجاوے۔ اور زاہد جو لوگون سے کنارہ کش ہو تو اوسکو ہمیشہ خیال ذکر الٰہی کا

دل کے ساتھ رہنا چاہیے اور حذر کرنا اس سے کہ واقف ہونے پر قناعت کرتی چلی جاوے اوسکے دل مین یہ بات نگذرے کہ میرے زہد کا
حال لوگون کو معلوم ہوجاوے اور وہ میری عظمت کرین اسلیے کہ اس سے تخم ریا مزرع سینہ مین بویا جاتا ہے یہان تک کہ
عبادات کا کرنا تنہائی مین آسان ہوجاتا ہے اور چونکہ لوگ اسکی تکریم کرتے ہین اور اسکی گوشہ نشینی سے واقف ہین
اسلیے بڑے اطمینان سے بیٹھا رہتا ہے اور اوسکو خبر نہین کہ اس وجہ سے عمل مجھپر ہلکے معلوم ہوتے ہین حضرت
ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ فرماتے ہین کہ مین نے معرفت ایک راہب سے سیکھی جسکا نام سمعان تھا مین اوسکے پاس اوسکے
گرجا مین گیا اور اوس سے پوچھا کہ تم اس جگہہ کب سے ٹھہرے ہو اوس نے کہا کہ ستر برس سے مین نے پوچھا کہ آپکی غذا
کیا ہے اوسنے کہا کہ اس سے تمھارا کیا مطلب ہے مین نے کہا کہ صرف پوچھنا منظور ہے اوسنے کہا کہ ہر شب ایک چنا
کھاتا ہون مین نے پوچھا کہ تمھارے دل مین ایسی کیا بات رہتی ہے کہ ایک چنا کافی ہوجاتا ہے اوسنے جواب دیا کہ یہ لوگ
جو تمھاری نظر کے سامنے ہین ہر سال مین ایک روز میرے پاس آتے ہین اور اس عبادتخانہ کو آراستہ کرتے ہین اور
اسکے گرد طواف کرتے ہین اور میری بڑی تعظیم کرتے ہین پس جب کبھی میرا نفس عبادت سے کسل کرتا ہے تو مین اوسکو
اوسی ایک ساعت کی عزت یاد دلاتا ہون تو ایک ساعت کی توقیر کے واسطے مین سال بھر مشقت اوٹھاتا ہون
پس اے موحد تو ایک ساعت کی مشقت سے عزت جاوید حاصل کر اوسکی اس بات سے میرے دل مین معرفت الہی کی رغبت
ہوئی پھر اوسنے کہا کہ اسقدر بس ہے یا اور زیادہ دیکھا چاہتے ہو مین نے کہا بہت بہتر کہا کہ اس عبادتخانہ سے نیچے اوترو
جب مین نیچے گیا تو اوسنے ایک پڑیا مین بیس چنے لٹکا کر مجھے دیے اور کہا کہ دیر مین چلے جاؤ وہان کے لوگون نے
مجھے لٹکاتے دیکھ لیا ہے مین دیر مین جو گیا تو سب نصاری میرے پاس جمع ہوگئے اور کہا کہ میان جو حدیہ شیخ نے تمکو کیا دیا ہے
مین نے کہا کہ اپنی غذا دی ہے اونھون نے کہا کہ تم اوسکو کیا کروگے اوسکے مستحق ہم لوگ ہین ہمارے ہاتھ بیچ ڈالو مین نے
کہا اچھا بیس اشرفی کو بیچتا ہون اونھون نے بیس اشرفیان دیکر چنے لیے مین پھر اوس راہب کے پاس آیا اوسنے
پوچھا کہ چنے کیا کیے مین نے کہا کہ اون لوگون کے ہاتھ بیچ دیے اوسنے پوچھا کتنے کو مین نے کہا بیس اشرفیونکو اوسنے کہا کہ تم
چوک گئے اگر بیس ہزار اشرفیان مانگتے تو وہ تمھین دیتے میان جو حدیہ عزت اوس شخص کی ہے جو اوسکو عبادت نہین کرتا اوس
کی جو خاص اوسکی عبادت کرتا ہے اوسکا کیا کہنا ہے اب تم اپنے رب کی طرف متوجہ ہوجاؤ اور چلنا پھرنا چھوڑو انتہی اور مقصود یہ ہے
کہ نفس کو جب اپنی عزت لوگون کے دلون مین معلوم ہوتی ہے تو تنہائی مین بھی سبب مجاہدہ ہوتی ہے مگر کبھی بندہ کو اسکی
اطلاع نہین ہوتی اسی لیے ضرور ہوا کہ اوس سے بر حذر رہنا چاہیے اور نشان سلامتی کا یہ ہے کہ آدمی اور بہائم عابد کے
نزدیک ایک سے معلوم ہون اگر بالفرض لوگونکا اعتقاد اس سے پھر جاوے تو دلتنگ نہو اور نہ واویلا کرے اور اگر تھوڑی سی
کراہت دل مین آوے بھی تو اوسکو فورًا اپنے عقل و ایمان سے دفع کرے حتے کہ اگر مثلا یہ شخص عبادت مین ہو اور تمام لوگ
اوس پر مطلع ہوجاوین تو اونکی اطلاع سے نہ تو کچھہ خشوع اوسکا زیادہ ہو اور نہ دل پر سرور اور اگر کچھہ ایک سرور

اوسکو حاصل ہو تو یہ بات کی دلیل ہے کہ ابھی ضعیف ہے لیکن اگر اوسکے رد کرنے کی قدرت عقل و ایمان سے نہ رکھتا ہے
اور دفع کیطرف مبادرت کرکے اوسکو مانتا ہی نہین تو مجکو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسکی سعی ضائع نجاوے گی اور اگر
لوگون کے دیکھنے کے وقت خشوع و بستگی اس نظر سے زیادہ کرے کہ لوگ زیادہ نہ کھل کھیلین و تضیع اوقات نکرین
تو اسکا کچھہ مضائقہ نہین لیکن اس صورت مین دہوکا بھی ہے اسلیے کہ اظہار خشوع کے لیے نفس کی شہوت بعض اوقات
پوشیدہ ہوتی ہے مگر اوسکے اظہار کے لیے بہانہ یہ کرلیتا ہے کہ مجکو لوگون کے ساتھ زیادہ اختلاط منظور نہین اور اوسکے
اس دعوی کا آزمانا سہل ہے باینطور کہ تامل کرے کہ لوگون کی بندش تو اسطرح بھی ہو سکتی ہے کہ دور کر چلنے لگون
یا بہت ہنسا کرون یا بہت کھانے لگون پس اگر نفس بندش کے لیے ان باتونکو گوارا کرے تو سچا ہے اور اگر بندش
کے لیے عبادت ہی کو چاہے تو اس سے غالبا اوسکی مراد یہی معلوم ہوتی ہے کہ اپنی منزلت لوگون کے دلون مین
چاہتا ہے ہان اسسے وہی بچے گا جسکے دل مین جما ہوا ہے کہ سوائے خدا کے اور کوئی موجود نہین اور عمل اسی طرح کرے کہ گویا
زمین کے پردہ پر اکیلا وہی ہے کوئی دیکھنے والا نہین تو ایسے شخص کے دل مین خلق کا خطرہ اول تو ہوتا ہی نہین
اور اگر ہوتا بھی ہے تو بہت ضعیف ہوتا ہے کہ اوسکا دور کرنا کچھہ مشکل نہین ہوتا جب آدمی کا یہ حال ہوتا ہے تو
لوگون کے دیکھنے سے کچھہ متغیر نہین ہوتا اور اس حال کے ٹھیک ہونے کی یہ پہچان ہے کہ اگر بالفرض اوسکے دو یار ہون ایک
توانگر دوسرا مفلس تو توانگر کے آنے کے وقت نفس مین زیادہ خوشی اوسکی تعظیم کی بہ نسبت فقیر کے نہو بشرطیکہ اور کوئی
وجہ تعظیم کی سوا توانگری کے نہو مثلا اگر توانگر عالم ہو یا متقی ہو تو اسوقت البتہ اوسکی تعظیم اس وصف خاص کی
جہت سے کرسکتا ہے توانگری کو اسمین کچھہ دخل نہین اور جو شخص کہ اغنیا کے دیکھنے سے زیادہ راحت پاتا ہو بہ نسبت فقرا کے
تو وہ ریاکار اور لالچی ہے ورنہ فقیرون کے دیکھنے سے تو رغبت آخرت زیادہ ہوتی ہے دل پر مسکنت کی محبت ہوتی ہے
اور اغنیا کا دیکھنا اسکے برعکس ہے تو کس طرح توانگرون کی ملاقات سے زیادہ راحت بہ نسبت فقرا کے ہو سکتی ہے
اور روایت ہے کہ جیسی ذلت توانگرون کو حضرت سفیان ثوری رح کی مجلس مین ہوتی تھی ایسی اور جگہہ نہین ہوتی تھی
آپ کا دستور تھا کہ توانگرونکو پچھلی صف مین بٹھلاتے تھے اور اگلی صف مین فقرا ہوتے تھے یہانتک کہ توانگر اونکی
مجلس مین تمنا کرتے تھے کہ کاش ہم فقیر ہوتے۔ ہان ایک اور صورت تعظیم غنی کی ہے کہ اوس سے قرابت ہو یا کوئی حق یا دوستی
سابقہ رکھتا ہو الا اس صورت مین بھی یہ شرط ہے کہ اگر یہی علاقہ کسی فقیر مین بھی پایا جاوے تو پھر غنی کو فقیر پر ترجیح ندے
اسلیے کہ فقیر کا رتبہ خدا کے نزدیک غنی سے زیادہ ہے اب اگر کوئی غنی ہی کو ترجیح دینے لگے تو معلوم ہوگا کہ اوسکی مال کی لالچ کر
اوسکے ساتھ ریا کرتا ہے۔ پھر اگر پاس بٹھلانے مین مساوات غنی اور فقیر کے سمجھے تو یہ خوف ہے کہ کہین حکمت و خشوع غنی کے
سامنے بہ نسبت فقیر کے زیادہ ظاہر نکرے یہ امر ریاے خفی یا طمع خفی سے سرزد ہوا کرتا ہے جیسا کہ ابن سماک نے
اپنی لونڈی سے کہا تھا کہ نہین معلوم کیا سبب ہے جب مین بغداد مین آتا ہون تو مجھپر حکمت کا دروازہ کھلجاتا ہے

یعنے کلام حکمت آمیز بہت کہتا ہون اوسنے جواب دیا کہ الحمد سے آپکی زبان تیز ہوجاتی ہی اور واقع مین جب کہ کسی توانگر کے سامنے تو بان ایسی کُھلتی ہے کہ ایسی فقیر کے سامنے نہین کُھلتی اسی طرح خشوع بھی توانگر کے سامنے اتنا ہوتا ہے کہ فقیر کے سامنے نہین ہوتا غرضکہ شیطان کے خفیہ مکر و فن اسباب مین بہت ہین جنکا شمار نہین ہوسکتا اور انسان کو اون سے جبھی نجات ملتی ہی جب کہ ماسوا اللہ کو دل سے نکالدے اور صرف نفس پر خوف مدت العمر کیا کرے اور اوسکا آگ مین جلانا اسی شہوات کی سبب سے جلد جلد بدلتے رہتے ہین یہ چند روز مین علحدہ ہوجائین گے پسند نکرے اور دنیا مین ایسی طرح ہے جیسے کوئی بادشاہ شہوتون سے اوسکو گھیر کھا ہوا اور لذات ہر طرح کے اوسکے پاس ہون مگر اوسکے بدن مین ایسا مرض ہو کہ اگر ذرا بھی شہوات مین قدم زیادہ دھرے تو مرجانے کا خوف ہو اور جانتا ہو کہ اگر مین پرہیز کرونگا اور اون شہوات سے بچونگا تو زندگی بھی رہیگی اور سلطنت بھی قائم رہیگی اور اس خیال سے طبیبون اور عطارون کی مجالست اختیار کرے اور نفس کو تلخ اور بدمزہ دواؤن کے پینے کا عادی کرکے سب لذات کو ترک کرے تو ہر چند قلت غذا کی باعث اوسکا بدن ہمیشہ لاغر ہوتا جائے گا لیکن ویسی ہی بیماری بھی روز بروز شدت پرہیز کے باعث کم ہوتی جاویگی پس جب کبھی نفس اوسکا کسی شہوت کی تمنا کریگا تو تمام درد و تکلیفین مرض کی خیال مین پھرجاوینگی جنکا انجام موت ہے اور موت کے سبب سلطنت بھی جاتی رہیگی دشمن خدا خوش ہونگے اور اگر دوا کی سختی نفس پر ناگوار ہوگی تو اوس سے جو شفا اور تندرستی آگے کو ہوتی ہے وہ دھیان مین آویگی کہ تندرست ہوکر سلطنت مین چین کرینگے اور فارغ البالی سے حکومت کرتے رہینگے اس تامل سے لذتونکا چھوڑنا اور مکروہات پر صبر کرنا ہلکا معلوم ہوگا یہی حال ایماندار کا ہے جو سلطنت آخرت کی تمنا رکھتا ہی وہ بھی ایسی چیزون سے جو آخرت مین مہلک ہین یعنی لذات دنیاوی سے احتراز کرتا ہی اور اون مین سے قدر قلیل پر اکتفا کرتا ہے اور لاغری اور پژمردگی اور وحشت اور حزن و خوف اور ترک موانست خلق سے اسلیے پسند کرتا ہے کہ اوسے یہ ڈر ہوتا ہے کہ کہین خدا کا غضب نازل ہوکر تباہ نہوجاؤن اور یہ توقع ہوتی ہی کہ عذاب الٰہی سے نجات پاؤن اسی لیے یہ سب بلائین اوسپر آسان معلوم ہوتی ہین کیونکہ انجام کار کا یقین اور اعتقاد شدت سے ہوتا ہے اور اسبات کا بھی کہ میرے لیے دولت پایدار رضاے الٰہی کی ابد الاباد کے واسطے مہیا ہے پھر یہ بھی اوسکو معلوم ہی کہ خداے تعالے کریم و رحیم ہے جو لوگ اوسکی رضا جوئی کرتے ہین اونکو مدد دیتا ہی اور عطوفت و رافت فرماتا ہے اگر وہ چاہے تو اپنے بندونکو رنج و مشقت کی نہ پروا نہ رکھے لیکن اپنی حکمت و عدل سے اونکا امتحان اور صدق ارادت کو معلوم کرنا منظور ہے اسی واسطے یہ حکم عبادت کا صادر فرمایا ہے پھر جب اول اول آدمی مشقت اختیار کرتا ہے تو خداوند کریم اوسکی طرف متوجہ ہوکر مدد عنایت فرماتا ہی اور کام کو آسان کردیتا ہے گرانی اور کسل کو دور فرماکر صبر کرنا سہل اور طاعت کو محبوب کردیتا ہے پھر طاعت اور مناجات کی وہ لذت عنایت فرماتا ہے جس سے تمام لذتین بھول جاتی ہین اور شہوات کی فنا کرنے کی طاقت دیتا ہی بلکہ خود اونکو دبا دینے کا کفیل ہوجاتا ہے اور مدد پر مدد پہونچاتا ہی اسلیے کہ کریم اپنے امیدوار کی کوشش ضائع نہین کیا کرتا

اور اپنے محبوب کی آرزو سے محروم رہے وہ خود ارشاد فرماتا ہے جیسا کہ حدیث قدسی میں وارد ہی کہ جو شخص میری طرف ایک بالشت نزدیک ہوتا ہے میں اوسکی طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہوں اور فرماتا ہے کہ نیک بندون کا شوق میری ملاقات کی طرف زیادہ ہے اور میں انکے ملنے کا اونسے بھی زیادہ مشتاق ہوں سبحان اللہ بکرم بندہ کو چاہیے کہ شروع میں اپنی کوشش اور صدق اخلاص برتے اور پھر عنایت کا منتظر رہے کہ خداے تعالے کے جود و کرم و رافت و رحمت کے لائق ہے اوسکا تماشا کرے نظم

بر نفس سالک شرع و بیخانہ باش	دعوی ہمہ عالم پیمانہ باش	تا بہ بینے چاشنی زندگی	سلطنت یابے نہان بندگی

نوان باب کبر و عجب کی برائی مین

رباعی جبار و قدیم ہو وہ داے جہان ہے	پس عجب اور کبر ہے اوسیکو شایان
انسان کے لیے نہیں تکبر زیبا	جب اوسکی سرشت ہے حدوث اور امکان

جاننا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالے فرماتا ہے اَلْکِبْرِیَاءُ رِدَائِیْ وَالْعَظَمَۃُ اِزَارِیْ فَمَنْ نَازَعَنِیْ فِیْہِمَا قَصَمْتُہٗ ایک حدیث میں آیا ہی ثَلٰثٌ مُّہْلِکَاتٌ شُحٌّ مُّطَاعٌ وَّہَوًی مُّتَّبَعٌ وَّاِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِہٖ پس کبر و عجب دو مرض مہلک ہیں اور متکبر اور معجب روگی ہیں اور خدا کے نزدیک دشمن و مغضوب ہیں اسواسطے اس جلد میں جسکو غرض بیان مہلکات سی ہے تو ضرور ہوا کہ کبر اور عجب کا بیان کیا جاوے کہ یہ دونون بڑے خراب مہلک ہیں ہم اسباب کو دو فصلون پر منقسم کرکے ایک میں ذکر کبر کا اور دوسری مین عجب کا کرتے ہین +

فصل اول کبر کے بیان مین متضمن دس بیانون پر

بیان اول کبر کی مذمت کا۔ کلام مجید مین خدا نے تعالے نے بہت جگہ مذمت کبر کی اور جبار و متکبر کی فرمائی ہے مثلاً فرمایا سَاَصْرِفُ عَنْ اٰیٰتِیَ الَّذِیْنَ یَتَکَبَّرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ اور فرمایا کَذٰلِکَ یَطْبَعُ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ قَلْبِ مُتَکَبِّرٍ جَبَّارٍ اور فرمایا وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ کُلُّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ اور فرمایا اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْتَکْبِرِیْنَ اور فرمایا لَقَدِ اسْتَکْبَرُوْا فِیْۤ اَنْفُسِہِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا کَبِیْرًا اور فرمایا اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَہَنَّمَ دَاخِرِیْنَ غرض کہ مذمت کبر کی قرآن شریف مین کثرت سے ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ مَنْ کَانَ فِیْ قَلْبِہٖ مِثْقَالُ حَبَّۃٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ کِبْرٍ وَّلَا یَدْخُلُ النَّارَ مَنْ کَانَ فِیْ قَلْبِہٖ مِثْقَالُ حَبَّۃٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ اِیْمَانٍ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث قدسی بانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مروی ہے کہ خداے تعالے فرماتا ہے کہ کبریا میری چادر ہے اور عظمت میرا تہمد جو کوئی ان مین مجھسے نزاع کرے گا اوسکو مین دوزخ مین ڈال دونگا اور کچھ پروا نکرونگا اور ابوسلمہ بن عبدالرحمن رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہین کہ ایکبار حضرت عبداللہ بن عمرو اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ مروہ پر ملے اور وہان کچھ ٹھہرے

بعد اسکے اول صاحب تو تشریف لے گئے مگر دوسرے کھڑے ہوئے روتے رہے لوگون نے سبب رونیکا پوچھا تو آپ نے
فرمایا کہ عبد اللہ بن عمرؓ نے مجھسے یون کہا کہ مینے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ جس شخص کے
دل مین ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی کبر ہوگا اوسکو خدا تعالےٰ اوندھے منہ دوزخ مین ڈالیگا اور ایک حدیث شریف
مین وارد ہے کہ آدمی اپنے آپ کو یہانتک اونچا کرتا رہتا ہے کہ انجام کو جبارون کی فہرست مین درج ہوجاتا ہے اور
جو عذاب کہ اونکو پہونچتا ہے وہی اوسکو بھی ہوتا ہے۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک روز انسانون
اور جنون اور چرند پرند کو فرمایا کہ باہر چلو دو لاکھ آدمی اور دو لاکھ جن وغیرہ باہر نکلے پھر حضرت سلیمان علیہ السلام
اونچے اوٹھائے گئے یہانتک کہ آواز آسمان کے فرشتون کی تسبیح کی آپ نے سنی پھر آپ نیچے اوتارے گئے
یہانتک کہ آپکے پاون سمندر سے لگ گئے وہان ایک آواز سنی کہ اگر تمھارے آقا یعنے حضرت سلیمان کے دل مین
ذرہ برابر بھی کبر ہوتا تو اوسکو جتنا اونچا کیا تھا اوس سے زیادہ زمین مین اوتار دون۔ اور ایک حدیث مین
ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دوزخ مین سے ایک گردن نکلے گی جس مین دو کان سننے والے
اور دو آنکھین دیکھتی ہوئی اور ایک زبان بولتی ہوئی ہوگی وہ یہ کہے گی کہ مجکو تین قسم کے آدمی حوالے ہوئے ہین
اول جبار عنید دوم جو لوگ مشرک ہین سوم مصور اور یہ بھی آپ نے ارشاد فرمایا لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ بَخِیْلٌ وَّ
لَا جَبَّارٌ وَّلَا سَیِّئُ الْمَلَکَةِ اور ایک حدیث شریف مین ہے کہ جنت و دوزخ مین باہم گفتگو ہوئی دوزخ نے
کہا کہ مجکو متکبرین اور جبارین ملین گے جنت نے کہا کہ مجھ مین یہ کیا ہے جو مجکو ضعیف اور افتادہ اور عاجز
لوگ ملین گے اللہ تعالیٰ نے جنت کو فرمایا کہ تو میری رحمت ہے تجھسے جسپر مین چاہون گا رحمت کرون گا اور دوزخ کو فرمایا
کہ تو میرا عذاب ہے تجھسے جسکو چاہون گا عذاب دون گا اور تم دونون کو لوگون سے بھر دون گا۔ اور ایک
حدیث مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ برا بندہ وہ ہے جو جبر و تعدی کرے اور رب سب سے بڑے
جبار کو بھول جاوے اور برا بندہ وہ ہے کہ جبر کرے اور اتراوے اور کبیر متعال کا دھیان نہ رکھے اور برا بندہ وہ ہے
کہ سہو اور لہو مین رہے اور قبرون اور خاک ہوجانے کی یاد بالائے طاق رکھے اور برا بندہ وہ ہے کہ سرکشی
کرکے حد سے گذر جاوے اور مبدا و منتہا کی اوسکو یاد نہ آوے۔ اور ثابت رض فرماتے ہین کہ کسی شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمت مین عرض کیا کہ فلان شخص کیا بڑا متکبر ہے آپنے فرمایا کہ اوسکے پیچھے کیا موت نہین ہے۔ اور حضرت عبد اللہ
بن عمرو رض فرماتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کی وفات قریب ہوئی اونھون نے
اپنے دو بیٹون کو بلایا اور فرمایا کہ مین تمکو دو چیزون سے منع کرتا ہون اور دو چیزون کا امر کرتا ہون شرک اور کبر سے تو منع کرتا ہون اور
لا الہ الا اللہ کا حکم کرتا ہون کیونکہ زمین و آسمان معہ ما فیہما اگر ایک پلہ مین رکھے جاوین اور یہ کلمہ طیبہ دوسرے پلہ مین رکھا جاوے
تو اسی کا پلہ بھاری ہوگا اور اگر بالفرض آسمان و زمین اور انمین کی چیزون کا ایک حلقہ ہو اور لا الہ الا اللہ اوسپر رکھدیا جاوے تو

حلق کو توڑ دیگا اور دوسری بات جسکا امر کرتا ہوں سبحان اللہ وبحمدہ ہے کہ یہ ہر ایک چیز کی نماز ہے اور اسی سے ہر چیز کو رزق
دیا جاتا ہے، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ خوشحال اوس شخص کا جسکو خدائے تعالیٰ اپنی کتاب سکھلا دے اور وہ جبار ہو کر
نہ مرے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اَهْلُ النَّارِ كُلُّ جَعْظَرِيٍّ جَوَّاظٍ مُسْتَكْبِرٍ جَمَّاعٍ مَنَّاعٍ وَاَهْلُ الْجَنَّةِ
الضُّعَفَاءُ الْمُقِلُّوْنَ اور ایک حدیث میں فرمایا کہ تم میں ہمارا زیادہ محبوب اور قریب آخرت میں وہ ہوگا جسکے اخلاق سب سے
عمدہ ہوں اور سب سے زیادہ مبغوض اور بعید وہ ہوگا جو فضول گو ہو اور فصاحت جتاتا ہو یا باچھیں پھاڑ پھاڑ باتیں کرے اور متکبر ہو
اور ایک حدیث میں یہ روایت ہے کہ قیامت کو متکبر لوگ آدمیوں کی سی صورت کی چیونٹیاں بنکر اوٹھینگے اور لوگ اونپر پاؤں
رکھکر چلینگے ہر ایک طرح کی ذلت اونپر سوار ہوگی پھر جہنم کے قید خانہ میں جسکو بولس کہتے ہیں مقید ہونگے اور سب آگوں کی آگ اون کو
آلگی اور دوزخیوں کے نچوڑا اور پیپ گارہ پینے کو ملیگا۔ اور حضرت ابوہریرہ رضہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبار
و متکبر قیامت میں چیونٹیوں کی صورت میں اوٹھینگے اور لوگ اونکو پامال کرینگے اسلیے کہ انھوں نے خدا کو ذلیل سمجھا تھا۔ اور محمد
بن واسع فرماتے ہیں کہ میں بلال بن ابی بردہ کے پاس گیا اور کہا کہ تمھارے باپ نے مجھے ایک حدیث اپنے باپ کی بابت آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم سے نقل کی تھی کہ آپ نے فرمایا کہ دوزخ میں ایک جنگل ہے جسکو ہبہب کہتے ہیں اور خدائے تعالیٰ کو یہی منظور ہے کہ اوس میں جبار
لوگ رہیں پس اے بلال تم اپنے آپ کو اوس میں رہنے سے محفوظ رکھنا۔ اور ایک حدیث میں یوں وارد ہے کہ دوزخ میں ایک
مکان ہے جس میں متکبروں کو ڈالکر بند کر دینگے اور ایک حدیث میں فرمایا اَللّٰهُمَّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ نَفْخَةِ الْكِبْرِيَاءِ
اور فرمایا کہ جو تین باتوں سے بری ہو کر مرے گا جنت میں داخل ہوگا اول اون میں کبر ہے دوم قرض سوم خیانت اور آثار
بھی کبر کی برائی میں منقول ہیں مثلاً حضرت ابوبکر صدیق رضہ نے فرمایا کہ کوئی مسلمان کسی مسلمان کو حقیر نہ جانے اسلیے کہ مسلمان
میں جو صغیر ہے وہ خدا کے نزدیک بڑا ہے۔ اور وہب رح فرماتے ہیں کہ جب خدائے تعالیٰ نے جنت عدن کو پیدا کیا
تو اوسکی طرف دیکھکر ارشاد فرمایا کہ تو متکبر پر حرام ہے۔ اور احنف بن قیس رح مصعب بن زبیر کے برابر تخت پر بیٹھا
کرتے ایک روز جو تشریف لائے تو وہ پاؤں پھیلائے ہوئے تھا اور اونکو اکٹھا نہ کیا وہ جو بیٹھے تو کہیں پاؤں دب گیا
آپ نے اوسکے چہرے سے معلوم کیا کہ اسکو پاؤں کا دبنا برا معلوم ہوا تو فرمایا کہ تعجب ہے کہ آدم زاد تکبر کرے حالانکہ وہ پیشاب
کی جگہہ سے دو بار نکلا ہے یعنے ایک بار جب نطفہ تھا اور ایک بار پیدائش کے وقت۔ اور حضرت حسن رح فرماتے ہیں کہ تعجب ہے
آدمی سے ہر روز ایک یا دو بار اپنے ہاتھ سے پاخانہ دہوتا ہے پھر تکبر کرتا ہے اور آسمانوں اور زمین کے جبار کا مقابلہ
کرتا ہے اور اس آیت میں وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ بعض مفسرین نے فرمایا کہ بول و براز کی راہ کی طرف اشارہ ہے
اور حضرت محمد بن حسین بن علی علیہما السلام فرماتے ہیں کہ جس شخص کے دل میں کسی قدر کبر آتا ہے اوسی قدر اوسکی عقل کم
ہو جاتی ہے اگر کبر کم ہوگا تو عقل کا نقصان بھی کم ہوگا اور اگر زیادہ تو زیادہ۔ اور حضرت سلمان رضہ سے کسی نے پوچھا کہ ایسی
بدی کونسی ہے جسکے ہوتے نیکی مفید نہو آپ نے فرمایا کہ وہ کبر ہے۔ اور حضرت نعمان بن بشیر رح نے منبر پر فرمایا کہ شیطان

پاس بہت سے مینڈ ہے اور جاہل مین منجملہ اوسکے پھندون اور جال کے خدا کی نعمتون پر اترانا اور اوسکی عطا پر فخر کرنا اور اوسکے بندون پر تکبر کرنا اور سوا ئے رضامندی خدا کے اور چیزون مین آرزو کا اتباع کرنا ہے خدا ے تعالےٰ ہمکو دین و دنیا مین اس سے بچاوے

دوسرا بیان اترانے کی برائی اور چلنے اور کپڑون کے لٹکا نے سے تہمارا تکبر کی مذمت مین۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لَا یَنْظُرُ اللّٰہُ اِلٰی رَجُلٍ یَجُرُّ اِزَارَہٗ بَطَرًا اور فرمایا بَیْنَمَا رَجُلٌ یَتَبَخْتَرُ فِیْ بُرْدَیْہِ اِذَا اَعْجَبَتْہُ نَفْسُہٗ فَخَسَفَ اللّٰہُ بِہِ الْاَرْضَ فَہُوَ یَتَجَلْجَلُ فِیْہَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ اور فرمایا مَنْ جَرَّ ثَوْبَہٗ خُیَلَاءَ لَمْ یَنْظُرِ اللّٰہُ اِلَیْہِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اور زید بن اسلم رح روایت کرتے ہین کہ مین حضرت عبداللہ بن عمر رض کی خدمت مین گیا اوسوقت عبداللہ بن واقد نئے کپڑے پہنے اونکے پاس کو گذرے آپ نے فرمایا کہ ای لڑکے اپنی ازار اونچی کر مین نے سنا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جو کوئی ازار کو اترا کر کھینچے گا اوسکی طرف قیامت مین خدا تعالےٰ نہ دیکھے گا اور روایت ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کف مبارک پر تھوکا اور اوسپر انگشت مبارک رکھکر فرمایا کہ خدا ے تعالےٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ای ابن آدم کیا تو مجھسے بچ جاوے گا مین نے تو تجھے اس جیسی چیز سے پیدا کیا ہے جب مین نے تجھے ہٹا کٹا کر دیا تو تو لباس مین ایسا چلتا ہے کہ زمین بھی فریاد کرتی ہی تو نے مال جوڑا اور کسی کو ندیا جب روح حنجرہ گردن مین پہنچی تو کہنے لگا کہ مین صدقہ کرون گا وہ وقت صدقہ کا کہان ہے اور ایک حدیث شریف مین ہے کہ آپ صلعم نے فرمایا کہ جب میری امت تکبر سے چلنے لگے گی اور فارس اور روم اونکی خدمت کرنے لگیں گے اوسوقت خدای تعالےٰ اونمین سے بعض کو بعض پر مسلط کر دے گا۔ اور ایک حدیث مین یون ارشاد ہی کہ جو شخص اپنے جی مین بڑا بنتا ہی اور چال مین اتراتا ہے وہ خدا کے سامنے ایسے حال مین جاوے گا کہ خدا ے تعالےٰ اوسپر غصہ ہوا ہوگا ابوبکر ہذلی روایت کرتے ہین کہ ہم حضرت حسن بصری رح کے پاس بیٹھے تھے اتنے مین وہان کو ابن اہتم کا گذر ہوا جو پاخانہ کو جاتا تھا اور کئی کپڑے ریشمی پہنے تھا جو پنڈلی پر ایک دوسرے کے اوپر تہ بتہ کر رکھے تھے اور اونمین سے قبا کھل رہی تھی اور اوسکی چال مین تبختر پایا جاتا تھا حضرت حسن رح نے ایک نگاہ اوسکو دیکھا اور کہا کہ تف ہی اس ناک پھلانے کمر جھکانے گردن مروڑنے پر اپنی دونون طرف دیکھتا جاتا ہے ای بیوقوف اپنی دونون طرف کیا دیکھتا ہے دونون طرف نعمتین ہین جنکا تو نے نہ شکر ادا کیا نہ اونکو بابر لایا نہ اونکے باب مین جو کچھ خدا ے تعالےٰ نے حکم کیا تھا اوسکو مانا نہ حقوق خداوندی اونمین تھے اونکو ادا کیا بخدا کہ لوگ ایسا چلتے ہین کہ اونکی طبیعت یہ چاہتی ہی کہ پاگلون کی طرح جھک جھک پڑے یہ نہین معلوم کہ ہر عضو مین اعضا سے خدا کی ایک نعمت موجود ہے اور شیطان اوس سے کھیل بنانے کو تیار ہے ابن اہتم یہ سنکر لوٹ آیا اور آپکی خدمت مین عذر کرنے لگا آپ نے فرمایا کہ مجھسے عذر کیا کرتے ہو خدا کے سامنے توبہ کرو خدا ے تعالیٰ کا ارشاد نہین سنا کہ فرماتا ہی وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّکَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا اور ایکبار آپکے پاس ایک جوان عمدہ لباس پہنے گذرا آپ نے اوسکو بلایا اور فرمایا کہ آدمی اپنی جوانی اور جمال پر اکڑتا ہی یون سمجھنا چاہیے کہ قبر نے بدن کو چھپا لیا اور عمل سامنے آ گیا جاو اپنے دل کا

علاج کرو بندون سے خدا کی غرض اتنی ہی ہی کہ اونکے دل درست ہون - اور روایت ہی کہ ایکبار حضرت عمر بن عبد العزیز نے قبل خلافت حج کیا اونکو طاوس نے اونکے چلنے دیکھا کہ چال مین تکبر پایا جاتا ہے تو اپنی اونگلی آپکی پہلو مین ماری اور کہا کیا جسکے پیٹ مین غلیظ بھرا ہوا وسکی چال یون نہین ہوتی آپ نے بطور معذرت اوسنے فرمایا کہ چچا صاحب ہو چال اب میرا ہر ایک عضو پیٹا گیا ہے جب مین نے اسکو سیکھا ہی - اور محمد بن واسع نے اپنی لڑکی کو اتراتے دیکھا بلایا اور کہا کہ تجھے معلوم ہے کہ تو کون ہے تیری ماں تو وہ تھی جسکو مین نے دو سو درم کو مول لیا تھا اور تیرا باپ ایسا ہی کہ خدا تعالےٰ مسلمانون مین ویسے بہت نکرے - اور حضرت ابن عمر رضہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ اپنے پائچے لٹکائی تھا آپ نے فرمایا کہ شیطان کے بھی بہت بھائی ہین - اور روایت ہی کہ مطرف بن عبد اللہ نے مہلب کو دیکھا کہ حریر کا جبہ پہنے تبختر کرتا ہے آپ نے فرمایا کہ اے بندہ خدا اس چال کو خدا اور رسول برا جانتے ہین اوسنے جواب دیا کہ تم مجھے جانتے ہو آپ نے فرمایا کہ ہان جانتا ہون اول میں تو نطفہ خراب تھا اور انجام کو ایک مردار ناپاک ہوگا اور اب غلاظت کو لادے پھرتا ہے مہلب نے چلنا چھوڑ دی - اور حضرت مجاہد رضہ نے یتمطّٰی کے معنے اس آیت مین ثُمَّ ذَهَبَ إِلَىٰ أَهْلِهِ يَتَمَطَّىٰ یہی فرمائے ہین کہ تبختر کرتا ہی - اور اتنا آنجا کہ ہمنے کبر اور اترانے کی برائی لکھی تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تواضع کی فضیلت بھی لکھین

تیسرا بیان تواضع کی فضیلت مین - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین کہ مَا زَادَ اللّٰهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ إِلَّا عِزًّا وَمَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لِلّٰهِ إِلَّا رَفَعَهُ اللّٰهُ اور ایک حدیث مین یون فرمایا ہی کہ ہر ایک آدمی کے ساتھ دو فرشتے رہتے ہین اور اوسکو لگام سے روکے رہتے ہین پس اگر وہ اپنے نفس کو اونچا کرتا ہے تو وہ لگام تانتے ہین اور کہتے ہین کہ الٰہی تو اس شخص کو پست کر اور اگر فروتنی کرتا ہے تو دعا دیتے ہین کہ الٰہی اسکو بلند کر - اور فرمایا کہ خوشحال وہ شخص ہے کہ مسکنت کی حالت مین نہو اور فروتنی کرے اور مال جو بے معصیت جمع کیا ہو اوسکو خرچ کرے اور اہل ذلت و مسکنت پر رحم کرے اور فقہ و حکمت والون سے ملے - اور ابو سلمہ مدینی اپنے باپ سے اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہین کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس مسجد قبا مین تشریف رکھتے تھے اور روزہ دار تھے افطار کے وقت ہم ایک پیالہ دودھ کا تھوڑا سا شہد ملا کر لائے جب آپ نے اوسکو اوٹھا کر چکھا اور شہد کا مزہ معلوم ہوا تو پوچھا کہ کیا چیز ہے ہمنے عرض کیا کہ ہمنے تھوڑا سا شہد اسمین ڈالدیا ہے آپ نے پیالہ رکھدیا اور فرمایا کہ مین اسکو حرام نہین کرتا ہون اور پھر یہ کلمات ارشاد فرمائے مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ وَمَنْ تَكَبَّرَ وَضَعَهُ اللّٰهُ وَمَنِ اقْتَصَدَ أَغْنَاهُ اللّٰهُ وَمَنْ بَذَّرَ أَفْقَرَهُ اللّٰهُ وَمَنْ أَكْثَرَ ذِكْرَ اللّٰهِ أَحَبَّهُ اللّٰهُ
اور روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چند اصحاب کے ساتھ اپنے گھر مین کھانا کھاتے تھے ایک سائل دروازہ پر آیا اور اوسکو ایسا مرض تھا کہ اوس سے گھن آتی تھی آپ نے اوسکو اجازت دی جب وہ اندر آیا تو آپ نے اوسکو اپنی برابر بٹھایا اور کہا کہ کھانا کھا ایک شخص قریش مین سے اوس سے رکا اور گھن کی تو وہ شخص نہ مرا جب تک کہ اوسی سائل کی موافق ابتلا ہوا - اور ایک حدیث مین آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھکو میرے پروردگار نے فرمایا کہ دو باتون مین سے جونسی چاہون پسند کرلون یا تو بندہ

اور رسول بنون یا بادشاہ اور نبی ہون مگر مجکو معلوم نتھا کہ کونسی بات کو اختیار کرون اور فرشتون مین سے دوست جبرئیل تھے
مین نے اونکی طرف نظر اوٹھایا اونھون نے فرمایا کہ خدا کے سامنے تواضع کرو مین نے عرض کیا کہ بندہ اور رسول ہونگا۔ اور
حضرت موسی علیہ السلام پر حق تعالی نے وحی کی کہ مین نماز ایسے شخص کی قبول کرتا ہون جو میری عظمت کے سامنے فروتنی
کرے اور میری مخلوق پر بڑائی نہ کرے اور اپنے دل مین میرا خوف ساتھ لے اور دن بھر میرے ذکر مین مشغول رہے اور اپنے نفس کو
شہوات سے میرے لیے روکے۔ اور ایک حدیث شریف مین آیا ہے فرمایا کہ اَلْکَرَمُ التَّقْوٰی وَالشَّرَفُ التَّوَاضُعُ وَالْیَقِیْنُ
الْغِنٰی اور حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہین کہ مژدہ ہو اون لوگونکو جو دنیا مین تواضع کرتے ہین کہ وہ قیامت کو
منبرون پر بیٹھینگے اور مژدہ ہو اون لوگون کو جو دنیا مین لوگونکے درمیان صلح کراتے ہین کہ وہ قیامت مین جنت
فردوس کے مالک ہونگے اور مژدہ ہو اون لوگونکو جو دنیا مین اپنے دل پاک کرتے ہین کہ وہ قیامت کو ایسے ہونگے
جنکو دیدار الہی نصیب ہوگا۔ اور بعضونکا قول ہے کہ مجکو یہ روایت پہونچی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب
خدا تعالے کسی بندے کو اسلام کی ہدایت کرتا ہے اور اوسکی صورت اچھی بناتا ہے اور ایسی جگہ مین رکھتا ہے جو اوسکو نازیبا
نہین ہوتی اور باوجود اسکے اوسکو تواضع بھی عنایت فرماتا ہے تو ایسا شخص خدا تعالے کے خاص بندون مین سے ہوتا ہے
اور ایک حدیث شریف مین ہے کہ چار چیزین ایسی ہین کہ وہ اوسی کو ملتی ہین جسکو خدا دوست رکھتا ہے اول سکوت
جو عبادت کا آغاز ہے دوم توکل خدا پر سوم تواضع چہارم دنیا مین زہد۔ اور حضرت ابن عباس رض سے حدیث مروی ہے
کہ آپ نے فرمایا کہ جو کوئی تواضع کرتا ہے خدا تعالے اوسکو ساتوین آسمان تک بلند کرتا ہے۔ اور آپ نے فرمایا کہ تواضع بندہ کو
بہتر ہی کرتی ہے پس تواضع کرو خدا تم پر رحم کرے گا۔ اور روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ کھانا تناول فرماتے تھے کہ اتنے مین
ایک شخص کالا آیا جسکے چیچک نکلی تھی اور اوسمین سے پانی جاتا تھا پس جسکے پاس وہ بیٹھتا وہی اوسکے پاس سے
کھڑا ہو جاتا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسکو اپنے پہلو مین بٹھلایا اور فرمایا کہ مجھے یہ اچھا معلوم ہوتا ہے
کہ آدمی اپنے ہاتھ مین ایسی چیز اوٹھاوے جو اوسکے گھر والون کے کام کی ہو اور اس سے مقصود اپنے نفس کا کبر دور کرنا ہو۔ اور
ایک دن آپ نے اصحاب رض کو فرمایا کہ مین تم مین حلاوت عبادت کی نہین پاتا یہ کیا بات ہے اونھون نے عرض کیا کہ عبادت کی
حلاوت کیا چیز ہے آپ نے فرمایا کہ فروتنی۔ اور ایک حدیث مین یون ارشاد ہے کہ جب تم میری امت کے تواضع
کرنے والون کو دیکھو تو اونکے ساتھ بتواضع پیش آؤ اور جب متکبرون کو دیکھو تو اونپر تکبر کرو کہ اون پر تکبر کرنا اونکے
حق مین ذلت و خواری ہے۔ **آثار** حضرت عمر رض فرماتے ہین کہ بندہ جب انکسار خدا کے واسطے کرتا ہے
تو اللہ تعالے اوسکی حکمت کو بلند فرماتا ہے اور یہ ارشاد فرماتا ہے کہ بلند ہو خدا نے تجکو بلند کیا اور جب تکبر
اور تعدی کرتا ہے تو اوسکو زمین مین دھسانا ہے اور حکم ہوتا ہے کہ دور ہو خدا نے تجکو دور کردیا پس ایسا
شخص اپنی دانست مین بڑا ہے مگر لوگون کی نظرون مین حقیر ہے یہانتک کہ سور سے بھی زیادہ حقیر سمجھتے ہین

اور جریر بن عبد اللہ کہتے ہین کہ مین ایکبار ایک درخت کے نیچے گیا دیکھا تو اوسکے تلے ایک شخص سوتا ہی اور چمڑی کا سایہ اپنے اوپر کیا ہے چونکہ آفتاب چمڑے پر سے ہٹ گیا تھا مین نے اوسکو درست کر دیا اتنے مین وہ شخص جاگے تو معلوم ہوا کہ حضرت سلمان فارسی رض تھے مین نے جو کچھ کیا تھا آپ سے کہدیا آپنے یہ نصیحت فرمائی کہ اے جریر دنیا مین خدا کے واسطے فروتنی کر کیونکہ جو شخص دنیا مین خدا کے لیے تواضع کرتا ہے خدا تعالے اوسکو قیامت مین بلند کرے گا اے جریر تجکو معلوم ہے کہ قیامت مین دوزخ کا اندھیرا کیا چیز ہوگا مین نے عرض کیا کہ مجھے معلوم نہین آپنے فرمایا کہ دنیا مین جو لوگ ایک دوسرے پر ظلم اور اندھیر کرتے ہین یہی قیامت کو اندھیرا ہوگا - اور حضرت عائشہ رض نے فرمایا کہ تم افضل عبادت سے غافل ہو اور وہ تواضع ہے - اور یوسف بن اسباط رح کا قول ہے کہ بہت سے عمل سے تھوڑا ورع کافی ہے اور بہت سی کوشش اور مجاہدہ سے تھوڑی سی فروتنی بس ہے - اور حضرت فضیل رح سے جب کسی نے تواضع کو پوچھا کہ کیا چیز ہے تو اونھون نے فرمایا کہ امر حق کے لیے خضوع کرنا اور منقاد ہونا اگرچہ کسی لڑکے خواہ جاہل ہی سے سنے - اور ابن مبارک رح فرماتے ہین کہ اصل تواضع یہ ہے کہ اوس شخص کی بہ نسبت جو نعمت دنیاوی مین اپنے آپ سے کم ہے اپنے نفس کو کم سمجھنا یہانتک کہ یون جاننا کہ ہمکو دنیا کی راہ سے اوسپر کچھ زیادتی نہین اور اوس شخص کی بہ نسبت جو نعمت دنیا مین اپنے آپ سے زیادہ ہی اپنے نفس کو برتر سمجھنا حتے کہ دنیا کی راہ سے اوسکو کچھ فضیلت نجانے - اور قتادہ رض فرماتے ہین کہ جس شخص کو مال یا جمال یا بیان یا علم عنایت ہوا اور وہ اوسمین تواضع نکرے تو قیامت کو اوسپر یہ چیزین وبال ہونگی - اور ایک روایت مین ہے کہ خدا تعالے نے حضرت عیسیٰ ع پر وحی بھیجی کہ جب مین کوئی نعمت تمکو دون تو اوسکو انکسار کے ساتہ قبول کرو مین اوس نعمت کو تمپر پورا کرون گا - اور حضرت کعب رض کا قول ہے کہ اللہ تعالے بندے کو جو نعمت دنیا مین دیتا ہے اور وہ اوسکا شکر گزار ہوتا ہے اور خدا کے واسطے اوس نعمت سے فروتنی کرتا ہی تو اللہ تعالے اوسکا نفع اوسکو دنیا مین بھی عنایت فرماتا ہے اور آخرت مین اوسکا رتبہ بلند کرتا ہے اور اگر خدا تعالے نے کسی بندے کو نعمت دی اور اوسنے نہ خدا کا شکر کیا نہ فروتنی کی تو اللہ تعالے دنیا مین بھی اوسکا فائدہ اوس سے روک لیتا ہی اور آخرت مین اوسکے لیے طبقہ جہنم کھولدیتا ہے چاہے اوسکو عذاب دے یا درگذر فرماوے - اور عبد الملک بن مروان سے کسی نے پوچھا کہ مردون مین بہتر کون ہے اونھون نے فرمایا کہ جو شخص باوجود قدرت کے تواضع کرے اور باوجود رغبت کے زہد کرے اور قابو پاکر انتقام نہ لے - اور ابن سماک رح ہارون رشید کی خدمت مین گئے اور فرمایا کہ اس بزرگی اور شرف کے ساتہ آپ کا تواضع کرنا آپ کے خود شرف سے بہتر ہے ہارون رشید نے کہا کہ کیا خوب آپ نے فرمایا - پھر اونھون نے کہا کہ اے امیر المومنین اگر خدا تعالے نے کسی کو جمال اور شرافت حسب اور مال عنایت کرے اور وہ اپنے جمال مین عفیف رہے اور مال سے لوگون کے ساتہ سلوک کرے اور حسب مین فروتنی کرے تو اللہ تعالے کے دفتر مین اولیاء اللہ سے لکھا جائے گا ہارون رشید نے کاغذ دوات قلم منگا کر اپنے ہاتہ سے

اونکا قول للعہ لیلۃ۔ اور حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کا دستور تھا کہ جب صبح ہوتی تو رئیسون امیرون اور شریفونکو
دیکھا کرتے یہانتک کہ اون سے فارغ ہو کر مساکین میں آتے اور انکے پاس بیٹھ جاتے اور فرماتے کہ مسکین کا مسکینون
ہی میں ہے۔ اور بعض اکابر کا قول ہے کہ جیسا آدمی کو یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ تو انگر اوسکو بری کپڑے میں دیکھیں اسی طرح چاہیے
کہ وہ یہ بات کو بھی برا جانے کہ درویش اوسکو لباس فاخرہ میں دیکھیں۔ اور روایت ہی کہ ایکبار یونس اور ایوب اور حسن رح
باہر نکلے اور تواضع کا ذکر ہوا تو حضرت حسن رح نے پوچھا کہ تمکو معلوم ہے کہ تواضع کیا ہے تواضع یہ ہی کہ جب آدمی گھر سے
نکلے تو جو مسلمان راستے میں ملے اوسکو یہ سمجھے کہ مجھسے زیادہ ہے۔ اور حضرت مجاہد رح فرماتے ہین کہ جب اللہ تعالے نے
حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کو غرق کیا تو پہاڑ آپس میں ایک دوسرے سے بڑا اور اونچا ہونے لگے اور جودی نے
فروتنی کی اللہ تعالے نے اوسکو بلند مرتبہ دیا کہ حضرت نوح کی کشتی اوسی پر ٹھہری۔ اور حضرت ابو سلیمان رح فرماتے ہین
کہ اللہ تعالے نے جو لوگون کے دلون کا حال معلوم کیا تو کسی میں تواضع حضرت موسی علیہ السلام کے دل سے بڑھکر نپائی اسی لیے
اونکو آدمیون میں سے کلام کے ساتھ ممتاز فرمایا۔ اور یونس بن عبید رح جب عرفات سے پھرے تو کہنے لگے کہ اگر میں لوگون میں
نہوتا تو یقینا انپر رحمت ہوتی ہے اب مجھے خوف ہے کہ شاید میرے سبب سے رحمت سے محروم رہے ہون۔ اور یہ جملہ متقدمین سے
چلا آتا ہے کہ جسقدر آدمی ایماندار اپنے نفس میں فروتنی کرتا ہے اوسی قدر خدا تعالے کے نزدیک بلند مرتبہ ہوتا ہے اور جتنا اپنے
نزدیک اونچا ہوتا ہے وتنا ہی خدا کے نزدیک پست ہوتا ہی۔ اور زیاد نمیری کا قول ہی کہ جس زاہد مین تواضع نہو وہ
درخت بے پھل ہے۔ اور مالک بن دینار رح فرماتے ہین کہ اگر کوئی مسجد کے دروازے پر کھڑا ہو کر پکارے کہ جو تم سب میں برا
شخص ہو وہ باہر نکلے تو مجھسے آگے کوئی نجا سکے مگر اول میں ہی دوڑون البتہ جسکے اندر طاقت دوڑنے کی ہو وہ
بڑھجاوے تو بڑھجاوے راوی کہتا ہے کہ جب ابن مبارک کو حضرت مالک رح کا یہ کلام پونہچا تو اونھون نے فرمایا کہ مالک
اسی ہمت سے مالک ہوا ہی۔ اور حضرت فضیل رح کا قول ہے کہ جو شخص محبت ریاست رکھتا ہے اوسکو کبھی فلاح نہیں ہوتی
اور موسی بن القاسم کہتے ہین کہ ایک بار ہمارے یہان زلزلہ اور سرخ آندھی آئی تو میں محمد بن مقاتل رح کے پاس گیا اور کہا کہ
ای ابو عبد اللہ آپ ہمارے امام ہین خدای تعالے سے دعا مانگیے آپ رونے لگے اور فرمایا کہ اگر میرے سبب تم ہلاک نہو تو
مین اسکو غنیمت جانون محمد بن قاسم کہتے ہین کہ مین نے پھر خواب مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ فرماتے ہین
کہ محمد بن مقاتل کی دعا سے خداے تعالے نے تمپر سے آندھی وغیرہ کو دور کر دیا۔ اور ایک شخص حضرت شبلی رح کے پاس آیا تو
اونھون نے پوچھا کہ تو کیا چیز ہی اور اسطرح پوچھنا آپکی عادت مستمرہ تھی اوس شخص نے جواب دیا کہ مین حرف ب کی نیچے کا نقطہ ہون
آپ نے فرمایا کہ یا تو اسکے موافق اپنے نفس کو کرنا چاہیے ورنہ تیری محبت خدای تعالے منقطع کر دیگا۔ اور بعض کلامون مین انکے
یہ بھی منقول ہی کہ میری ذلت نے یہود کی ذلت کو بیکار کر دیا۔ اور یہ جملہ اکابر سے منقول ہی کہ جو اپنے نفس کی کچھہ بھی قدر جانتا ہے
اوسکو تواضع سے کچھہ بہرہ نہین۔ اور فتح بن شخرف رح روایت کرتے ہین کہ مین نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خواب مین دیکھا اور

ہو ضو کیا کہ آپ مجکو نصیحت فرمائیے آپ نے فرمایا کہ فقیرونکی مجلس مین اگر توانگر بتوقع ثواب خدا تواضع کرین تو کیسا اچھا ہے اور اس سے
زیادہ اچھی بات یہ ہے کہ فقرا خدای تعالے پر اعتماد کرکے توانگرون پر تکبر کرین - اور ابو سلیمان رح فرماتی ہین کہ آدمی جبتک اپنے نفس کو
نہین پہچانتا تب تک تواضع نہین کرتا - اور حضرت ابو یزید بسطامی رح فرماتی ہین کہ آدمی کو جبتک گمان ہو کہ خلق مین کوئی مجھسے برا
ہے تب تک وہ متکبر ہے لوگون نے پوچھا کہ پھر تواضع کب ہوتا ہے آپ نے فرمایا کہ جب اپنے نفس کے واسطے نہ کوئی مقام جانے اور نہ کوئی
حال اور جسقدر آدمی خدا تعالے کو اور اپنے نفس کو پہچانتا ہے اوسی قدر اوس مین تواضع ہوتی ہے - اور ابو سلیمان رح کا قول
ہے کہ جتنا مین اپنے جی مین پست اور کم رتبہ ہون اگر تمام خلق مجکو اتنا کم رتبہ کرنا چاہین تو نہین کر سکین گے - اور عروہ
بن الورد رح فرماتے ہین کہ تواضع حصول شرف کا ایک جال ہے اور آدمی سوا تواضع کے سب نعمتون پر حسد کیا جاتا ہے
اور اکابر کا قول ہے کہ تواضع سب قسم کے لوگون مین اچھی ہے اور توانگرون مین سب سے بہتر ہے - تواضع ز گردن فرازان
نکوست * گدا گر تواضع کند خوی اوست * اور تکبر تمام خلق مین برا ہے اور فقیرون مین سب سے زیادہ برا ہے - اور یہ بھی
بعض اکابر کا قول ہے کہ عزت اوسی کو ہے جو خدا کے واسطے ذلیل ہوا اور برتری اوسکو ہے جو اللہ جل شانہ کے واسطے تواضع کرے
اور امون وہی ہے جو خدا سے ڈرے اور نفع اوسی کو ہے جو اپنے نفس کو خدا کے ہاتھ بیچ دے - اور ابو علی جرجانی رح کا قول ہے
کہ نفس کا خمیر کبر اور حرص اور حسد سے ہے پس جس شخص کو خدا تعالے ہلاک کرنا چاہتا ہے اوسکو تواضع اور خیر خواہی اور قناعت
سے باز رکھتا ہے اور جسکے ساتھ بہتری کرنی ہوتی ہے اوسکو یہ باتین عنایت فرما دیتا ہے تو جب کبھی اوسکے دل مین کبر کی آگ
بھڑکتی ہے تو اوسکو خدا کی توفیق تواضع فرو کردیتی ہے اور اگر حسد کی آگ بھڑکتی ہے تو اسکی توفیق سے خیر خواہی اوسکو بجھاتی ہے
اور اگر حرص شعلہ زن ہوتی ہے تو خدا کے فضل سے قناعت اوسکو فرو کردیتی ہے - اور حضرت جنید رح جمعہ کے روز اپنی
مجلس مین کہتے کہ اگر یہ حدیث مروی نہوتی کہ پچھلے زمانے مین سردار قوم کا اون مین ارذل ہوگا تو مین ہرگز تمکو کچھہ نہ سناتا
اور یہ بھی اونھین کا قول ہے کہ اہل توحید کے نزدیک تواضع بھی تکبر ہے اور شاید اونکی مراد یہ ہے کہ متواضع اپنے نفس کو پہلے ٹھہرا لیتا
ہے تب اوسکو پست خیال کرتا ہے اور موحد اپنے نفس کو کچھہ بھی نہین سمجھتا جب اوسکا وجود ہی نہین تو پستی اور رفعت کسکی
ثابت کرے - اور عمرو بن شیبہ کہتے ہین کہ مین مکہ معظمہ مین صفا اور مروہ کے درمیان تھا دیکھا تو ایک شخص خچر پر
سوار ہے اور اوسکے آگے بہت سے غلام لوگونکو دھکے دیتے اور سختی کرتے جاتے ہین پھر مین چندے بعد گذر بغداد مین ہوا
اور پل کے اوپر کھڑا تھا کہ ایک شخص ننگے پاؤن اور ننگے سر لمبے لمبے بال ہوا سامنے آیا مین نے اوسکو بغور دیکھنا شروع کیا
اوسنے پوچھا کہ تم کیا دیکھتے ہو مین نے کہا کہ تمھاری صورت کا ایک آدمی مین نے مکہ معظمہ مین دیکھا تھا اور سب بیتے
بتلائے اوسنے کہا کہ مین ہی وہ شخص ہون مین نے پوچھا کہ تمھارا کیا حال ہو گیا اوسنے جواب دیا کہ مین نے ایسی جگہہ بلندی
ظاہر کی تھی جہان لوگ انکسار کرتے ہین اوسکے عوض مین خدا تعالے نے مجکو ایسی جگہہ پست کردیا جہان لوگ رفعت ظاہر
کرتے ہین - اور مغیرہ رح کہتے ہین کہ ہم ابراہیم رح سے اتنا ڈرتے تھے جیسے بادشاہ کا خوف ہوتا ہے اور وہ یہ فرمایا

کرتے تھے کہ جس زمانہ مین کہ مین فقیہ کوفہ کا ہوا ہون وہ برا زمانہ ہے کہ مجھسا شخص فقیہ گنا جاوے۔ اور عطاء سلمی رح
جب رعد کی آواز سنتے تو اوٹھتے بیٹھتے اور درد زہ والی عورت کیطرح پیٹ پکڑ لیتے اور کہتے کہ یہ بلا میرے سبب سے تم پر آوی گی
اگر مین مر جاؤن تو لوگونکو راحت پہنچے۔ اور بشر حافی رح کہتے کہ دنیا دارون کے لیے یہی سلام ہے کہ اونکو سلام نکرو۔ اور ایک
شخص نے حضرت عبد اللہ بن المبارک کے لیے دعا دی کہ جو تمکو توقع ہو خدا تعالے عنایت فرماوے آپ نے فرمایا کہ توقع
بعد معرفت کے ہوتی ہے یہان سرے سے معرفت ہی نہین۔ اور حضرت سلمان فارسی رض کے پاس ایکروز اہل قریش فخر
کرنے لگے آپ نے فرمایا کہ اگر میرا حال پوچھتے ہو تو ناپاک نطفہ سے پیدا ہوا ہون اور انجام کو مردار بدبودار ہو جاؤن گا
پھر میزان مین اگر پلہ بھاری رہا تو تو مین اچھا ہون اور اگر ہلکا رہا تو برا ہون۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رض
فرماتے ہین کہ ہم نے کرم کو تقوی مین پایا اور غنا کو یقین مین اور شرف کو تواضع مین خداوند کریم سے امید ہے
کہ ہمکو بھی توفیق تواضع اپنے کرم و فضل سے عنایت فرماوے۔

چوتھا بیان کبر کی حقیقت اور اوسکی آفت کا۔ جاننا چاہیے کہ کبر دو قسم ہے ایک ظاہر اور ایک باطن کبر باطن تو
نفس کی عادت کا نام ہے اور کبر ظاہر وہ اعمال ہین جو اعضا سے سرزد ہوتے ہین اور واقع مین عادت باطنی ہی کا نام کبر
کہنا ٹھیک ہے اعمال تو اوس عادت کے ثمرات ہین اور وہ عادت موجب اعمال کی ہوتی ہے اسی واسطے جب اعضا پر
اوسکے آثار ظاہر ہوتے ہین تو کہتے ہین کہ تکبر کیا اور جبتک ظاہر نہین ہوتے تب تک کہا جاتا ہے کہ اوسکے نفس مین
کبر ہے غرض صحیح یہی ہے کہ کبر وہی ہے جو نفس کے اخلاق مین ہے ایک خلق کا نام ہے اور وہ یہ ہے کہ نفس اپنے آپ کو
دوسرے پر فائق دیکھکر راحت پاوے اور اوسی کی طرف مائل ہو اسلیے کہ کبر ایک امر اضافی ہے اسکے لیے کئی چیزین چاہیئیں
اول تکبر کرنے والا دوم جسپر تکبر کرتا ہے سوم جس چیز سے تکبر کرتا ہے اور کبر اور عجب مین یہی فرق ہے کہ عجب مین
صرف ایک شخص عجب کرنے والا ہوتا ہے جیسا کہ آگے مذکور ہوگا بلکہ اگر فرض کیا جاوے کہ انسان صرف
اکیلا ہی پیدا ہو تو ہو سکتا ہے کہ عجب کرے مگر تکبر نہین ہو سکتا جبتک کہ غیر کے ساتھ نہو اور اپنے نفس کو صفات
کمال مین اوس دوسرے سے برتر نجانے غرض کہ تکبر مین صرف اپنے نفس کا بڑا جاننا کافی نہین کیونکہ بعض اوقات
آدمی اپنے نفس کو بڑا جانتا ہے مگر دوسرونکو اپنے آپ سے بڑھکر خواہ برابر سمجھتا ہے اوسپر تکبر نہین کرتا اور نہ دوسرے کا
حقیر جاننا کافی ہے اسلیے کہ بعض اوقات دوسرے کو حقیر جانتا ہے مگر اپنے نفس کو اوس سے بھی زیادہ حقیر سمجھتا ہے
تو تکبر نہوگا اور اگر دوسرے کو اپنے مثل ہی سمجھے تب بھی تکبر نہین بلکہ تکبر مین یہ ضرور ہے کہ ایک مرتبہ اپنے نفس کا
سمجھے اور ایک غیر کا پھر اپنے مرتبے کو غیر کے مرتبے سے بہتر سمجھے جب یہ تین باتین اوسکے اعتقاد مین ہونگی تب
کبر پیدا ہوگا صرف اپنے مرتبہ سمجھنے کا نام کبر نہین بلکہ اوس سمجھنے اور عقیدہ سے جی مین ایسی پھونک پڑتی ہے
جس سے دل مین سامان اور حرکت اور خوشی اور میل اپنے عقیدہ کی طرف پیدا ہوتا ہے اور اس سبب سے

نفس مین ایک عزت آتی ہے اس عزت و حرکت و میلان کو خلق کبر کہتے ہین اور اس ہی ننگ کا ذکر حدیث شریف مین بھی ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَعُوْذُ بِكَ مِنْ نَفْخَةِ الْكِبْرِيَاءِ اور اسی طرح حضرت عمر رضی نے فرمایا تھا اوس شخص کو جسنے بعد نماز صبح وعظ کہنے کی اجازت مانگی تھی کہ مجھے یہ خوف ہے کہ تو پھولکر ثریا تک پہونچ جاوے اس سے معلوم ہوا کہ انسان جب اپنے نفس کو اس نظر سے دیکھتا ہے یعنے اپنی بڑائی کے اعتقاد سے تو وہ تکبر کرتا ہے اور پھولتا ہے تو ثابت ہوا کہ کبر اوسی حالت کو کہتے ہین جو اون اعتقادات مذکورہ سے نفس مین حاصل ہوتی ہے اور اوسی کا نام عزت اور عظمت بھی ہے چنانچہ حضرت ابن عباس رضی نے اس آیت کی تفسیر مین اِنْ فِيْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا كِبْرٌ مَا هُمْ بِبَالِغِيْهِ فرمایا ہے کہ اس سے مراد عظمت ہے کہ اونکو نہ ملیگی پس کبر کی تفسیر آپنے اوسی عظمت کو بیان فرمایا پھر یہ عزت موجب اعمال ظاہری اور باطنی کا ہوتی ہے جو اوسکے ثمرات کہلاتے ہین اور اونکو تکبر کہتے ہین یعنے جب اوسکے نزدیک اپنا رتبہ دوسرے کی نسبت بڑا ٹھہرا تو اپنے سے کمتر کو حقیر جانے گا اور اوس سے دور رہے گا اور اوسکے ساتھ بیٹھنا اور کھانے مین شریک ہونا ناپسند کرے گا اور اگر کبر زیادہ ہوگا تو یہ تصور کرے گا کہ اس شخص کو میرے سامنے جھک کر کھڑا ہونا چاہیے یعنے غلامون کی طرح رہنا چاہیے اور اگر اس سے بھی زیادہ کبر ہوگا تو اوس سے خدمت لینا بھی برا سمجھیگا اور اگر اپنے سامنے کھڑا ہونے کے لائق سمجھے گا نہ ڈیوڑھی کی خدمت کے قابل سمجھے گا اور اگر کبر کچھ کم ہوا تو اوسکی مساوات کو اور تنگ راستون مین آگے چلنے کو اور محفلون مین اونچا بیٹھنے کو عار جانے گا اور اس بات کا منتظر رہے گا کہ پہلے سلام کرے اور اگر کوئی اسکے کام مین اوس سے قصور ہو جاوے گا تو بہت بعید جانے گا اور اگر وہ کچھ بحث و مناظرہ کر بیٹھے تو اوسکے جواب دینے کو ننگ جانے گا اور اگر کبر والے کو کوئی نصیحت کرے تو قبول نکرے اور اگر خود نصیحت دوسرونکو کرے تو نہایت تند مزاجی سے کرے اور اگر کوئی اوسکی کسی بات کا انکار کرے تو غصہ ہو جاوے اور کسی کو تعلیم کرے تو سیکھنے والی پر نرمی نہ برتے بلکہ شاگرد کو ذلیل و خوار سمجھے اور اوس پر احسان جتاوے اور اوس سے کار خدمت لے اور عوام کو ایسا جانے کہ گدھے ہین اونکو جاہل و حقیر تصور کرے غرض کہ جو اعمال کہ کبر سے صادر ہوتے ہین بیشمار ہین اونکی گنتی کی کچھ حاجت نہین معروف و مشہور ہین اسکا نام کبر ہے اور اسی کی آفت بڑی مہلک ہے کہ اوس سے ہی خواص لوگ تباہ ہو جاتے ہین اور عابد و زاہد اور علما کم اس سے خالی ہوتے ہین عوام کا تو کیا ذکر ہے اور اسکی آفت کس طرح بڑی نہو جسکی شان مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ اور وجہ اسکی حجاب ہونے کی جنت سے یہ ہے کہ اخلاق ایماندارون کے جنت کے دروازے ہین اور کبر و عزت کے باعث یہ سب دروازے بند ہو جاتے ہین بندہ کو کوئی خلق اہل ایمان کا اسکے باعث نصیب نہین ہوتا مثلا جب تک آدمی مین کچھ بھی عزت و کبر ہوگا تب تک جو بات اپنے واسطے محبوب ہے وہ دوسرے

کے واسطے محبوب بنانے گا اور اسی عزت ہی جہت سے تواضع جو کہ تمام اخلاق کی جڑ ہے نکر سکیگا۔ اور عزت کے ساتھ کینہ ترک نکر سکیگا صدق و راستی کی مداومت نکر سکیگا ترک غضب اور غصہ کے پینے پر قادر نہوگا نہ حسد ترک کرےگا نہ آپ کسیکو نرمی سے اچھی طرح نصیحت کرےگا نہ اوروں کی نصیحت پر کان دھرےگا نہ لوگوں کی غیبت اور حقارت سے بچیگا خلاصہ یہ کہ کوئی ایسی بری عادت نہیں جو کبر و عزت والا اپنی عزت کے بچاو کے لیے اسکی طرف مضطر نہو اور کوئی عمدہ عادت ایسی نہیں جسکو متکبر بخوف اپنی عزت جانے کے چھوڑ نہ دے اسی لحاظ سے جسکے دل مین ذرہ بھر بھی کبر ہوگا داخل جنت نہوگا اور برے اخلاق کا حال یہ ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ موجود رہتے ہین ایک بری عادت ہو تو وہ مقتضی دوسرے کی ضرور ہوگی۔ اور کبر مین سب سے بری قسم وہ ہے جو علم سے استفادہ نکرنے دے اور امر حق کو ماننے نہ دے اور نہ اوسکا منقاد ہونے دے ایسے ہی کبر اور متکبر کی شان مین آیات وارد ہین جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوٓا اَيْدِيْهِمْ اَخْرِجُوٓا اَنْفُسَكُمُ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ پھر فرمایا اُدْخُلُوٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ دوزخیوں مین سے سخت عذاب اونکو ملے گا جو سرکشی مین زیادہ بڑھے ہوئے تھے ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا اور فرمایا فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ اور فرمایا وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لَوْلَآ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ اور فرمایا اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ اور فرمایا سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ بعضوں نے اسکی تفسیر مین لکھا ہے کہ یون ارشاد ہے کہ ہم قرآن کی فہم اونکے دل سے اوٹھا لینگے اور بعض تفاسیر مین یہ ہے کہ اونکے دلوں کو ملکوت سے روک دینگے اور ابن جریج سے روایت ہے کہ اس سے یہ غرض ہے کہ اونکو تامل کرنا اور عبرت پکڑنا نصیب نہوگا اسی جہت سے حضرت عیسی علیہ السلام ارشاد فرماتے ہین کہ کھیتی نرم زمین مین پیدا ہوتی ہے پتھر پر نہیں ہوتی اسی طرح حکمت تواضع کرنے والے کی دل مین اثر کرتی ہے متکبر کے دل مین اثر نہیں کرتی دیکھو اگر آدمی اپنا سر نہایت اونچا کرے اور چھت تک کھینچ جاوے تو اوسی کا سر ٹوٹے گا اور جو جھکا رہے گا تو چھت سے آرام اور سایہ دونوں پاوےگا تو یہ مثل متکبرین کی اس بات کے واسطے بیان ہوئی کہ وہ لوگ حکمت سے کس طرح محروم رہتے ہین چنانچہ حدیث شریف مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبر کی تعریف مین انکار کرنا امر حق کا مذکور فرمایا ہے اور ارشاد فرمایا کہ کبر والا وہ شخص ہے جو امر حق سے غافل ہو اور لوگوں کی عیب بیان کرے

پانچوان بیان اس امر مین کہ جس شخص پر تکبر کیا جاتا ہے اوسکے کتنے درجات اور اقسام ہین اور نتیجہ کبر کا اوس مین کیا ہے۔ اتنا سمجھ لو کہ انسان باعتبار سرشت کے ظالم و جاہل ہے اسی جہت سے کبھی خالق پر تکبر کرتا ہے اور کبھی مخلوق پر

اور اس اعتبار سے تکبر کی تین قسمین ہین اول خدا پر تکبر کرنا یہ تکبر سب قسام کبر سے نہایت برا ہی اور اسکا باعث صرف جہالت اور سرکشی ہوتی ہے جیسے نمرود مردود نے کی تھی اپنے دل مین ٹھان لی تھی کہ آسمان کے خدا سے لڑون گا یا اور جاہلون کی حکایتین اسی قسم کی ہین بلکہ جو شخص کہ مدعی دعوی خدائی کا ہوا مثلاً فرعون ملعون وغیرہ اوسنے ایسا ہی کچھ بکا لوگون سے کہا کہ مین تمھارا پروردگار برتر ہون اس بات سی غیرت آئی کہ خدا کا بندہ ہو اور خدا تعالے فرماتا ہے لَن يَسْتَنكِفَ الْمَسِيحُ أَن يَكُونَ عَبْدًا لِّلَّهِ وَلَا الْمَلَائِكَةُ الْمُقَرَّبُونَ وَمَن يَسْتَنكِفْ عَنْ عِبَادَتِهِ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ إِلَيْهِ جَمِيعًا اور فرمایا کہ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ اور فرمایا وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اسْجُدُوا لِلرَّحْمَٰنِ قَالُوا وَمَا الرَّحْمَٰنُ أَنَسْجُدُ لِمَا تَأْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُورًا دوسری قسم تکبر کرنا رسولون پر کہ اپنے نفس کو عزت والا اور بلند سمجھکر نہین چاہتا کہ کسی ایسے شخص کا متبع ہو جو اور آدمیون جیسا ہو اور یہ امر کبھی تو فکر و تامل کا مانع ہوتا ہے یعنے رسالت وغیرہ کو سوچتا ہی نہین اسی جہت سے مدام کبر کے باعث تاریکی کی جہالت مین رہکر فرمانبرداری نہین کرتا اور اپنے گمان مین خود حق پر ہوتا ہی اور کبھی تامل تو کرتا ہے مگر نفس اطاعت مرحق اور رسولون کی نہین کرتا جیسا کہ خدای تعالے کافرون کے اقوال کلام مجید مین نقل فرماتے ہین أَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا اور إِنْ أَنتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا اور وَلَئِنْ أَطَعْتُم بَشَرًا مِّثْلَكُمْ إِنَّكُمْ إِذًا لَّخَاسِرُونَ اور وَقَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْنَا الْمَلَائِكَةُ أَوْ نَرَىٰ رَبَّنَا لَقَدِ اسْتَكْبَرُوا فِي أَنفُسِهِمْ اور وَقَالُوا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ اور فرعون کا قول نقل فرمایا کہ أَوْ جَاءَ مَعَهُ الْمَلَائِكَةُ مُقْتَرِنِينَ اور پھر فرمایا وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُودُهُ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ اوسنے اللہ و رسول دونون پر تکبر کیا چنانچہ وہب رح فرماتے ہین کہ حضرت موسی علیہ السلام نے اوس سے فرمایا تھا کہ تو ایمان لا تیری سلطنت تیری ہی پاس رہیگی اوسنے کہا کہ مین ہامان سے مشورہ کر لون جب اوس سے پوچھا تو اوسنے کہا کہ ابتو تو پروردگار ہی لوگ تیری عبادت کرتے ہین ایمان لانے پر تو بندہ ہو جائیگا دوسرے کی عبادت کرے گا پس اوسنے خدا تعالے کے بندہ ہونے اور حضرت موسی کی پیروی سے انکار کیا۔ اور قریش کا قول خدای تعالے نے بیان فرمایا کہ لَوْلَا نُزِّلَ هَٰذَا الْقُرْآنُ عَلَىٰ رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيمٍ قتادہ رض کہتے ہین کہ یہ قول ولید بن مغیرہ اور ابو مسعود ثقفی کا تھا کہ انھون نے یہ کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو ایک لڑکے یتیم تھے انکو خدا نے کیسے ہمارے اوپر نبی کیا انسے بڑھکر کوئی رئیس نبی کیون نہوا خدا تعالے نے اونکے جواب مین ارشاد فرمایا أَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَتَ رَبِّكَ اور دوسری جگہہ اونکا قول نقل فرمایا لِّيَقُولُوا أَهَٰؤُلَاءِ مَنَّ اللَّهُ عَلَيْهِم مِّن بَيْنِنَا یعنے ایمان والون کو حقیر جانتے تھے اور اونکا تبہ مین بڑھ جانا بہت بعید معلوم ہوتا تھا قریش نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین عرض کیا تھا کہ ہم آپ کی پاس کیسے بیٹھین یہان تو یہ لوگ رہتے ہین یعنے فقیر مسلمان جو آپکے پاس موجود رہتے تھے قریش نے اونکو حقیر جانا اور اونکے پاس بیٹھنے

کیا اور خداوند کریم نے یہ ارشاد فرمایا وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ
اور وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ
عَيْنَاكَ عَنْهُمْ اور کفار کا کبر یہانتک تھا کہ خدا تعالے اونکے تعجب کی خبر اونکے جہنم مین داخل ہونے کے بعد کی دیتا ہے
یعنی تعجب سے لوگونکو نہ دیکھینگے جنکو حقیر جانتے تھے تو کہینگے مَا لَنَا لَا نَرَىٰ رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُم مِّنَ الْأَشْرَارِ اور ان
سے مراد اون کی حضرت عمار بن یاسر اور بلال اور صہیب اور مقداد رضی اللہ عنہم ہین۔ بہرحال قریش کے کافرونمین
بعض تو ایسے تھے کہ کبر کے باعث فکر و معرفت سے باز رہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے برحق ہونے سے جاہل۔ اور
بعض ایسے تھے کہ اونکو برحق ہونا تو معلوم تھا مگر کبر کی جہت اقرار نکرتے تھے چنانچہ اللہ تعالے فرماتا ہی فَلَمَّا جَاءَهُم
مَّا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ اور دوسری جگہہ فرمایا وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنفُسُهُمْ ظُلْمًا وَعُلُوًّا اور یہ قسم
تکبر کی اگرچہ پہلی قسم سے کم ہے لیکن اوسکے قریب قریب ہے اسلیے کہ تکبر خدا کے حکم نماننے پر اور اوسکے رسول کے
منقاد نہونے کے لیے ہے۔ قسم تیسری بندونپر تکبر کرنا باین طور کہ اپنے نفس کو بڑا جانے اور دوسرے کو حقیر جس کی وجہ سے
کسی شخص کی فرمانبرداری نکرے بلکہ اونسے اونچا ہونے کو جی چاہے اور اونکو حقیر جانکر مساوات سے ننگ آوے یہ قسم اگرچہ
پہلی اور دوسری قسم سے کم ہے تاہم دو وجہ سے بہت بڑی ہے وجہ اول تو یہ ہے کہ کبر اور عظمت و عزت مالک
برحق قادر مطلق کو ہی زیبا ہے۔ بندہ جو مملوک اور ضعیف و عاجز ہی اور کسی چیز کی قدرت نہین رکھتا اسکو کیسے
کیا چاہیے پس جب بندہ کبر کرے گا تو گویا وہ صفت خاص خدا کے واسطے تھی اوسمین خدا کا شریک ہوا چاہتا ہے اور
اوسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی غلام بادشاہی سلطان کا تاج سر پر رکھکر اوسکے تخت پر بیٹھ جاوے تو خیال کرنا چاہیے
کہ بادشاہ اوسپر کتنا غصہ ہوگا اور کیسی کیسی رسوائی کا نشانہ بنے گا کیونکہ بڑی جرات و گستاخی برائی کی جو بات
ہے جسکا یہ مرتکب ہوا اور اسی لیے حدیث قدسی وارد ہوئی ہے کہ عظمت و کبریا میری چادر ہے جو اوسمین مجھسے
نزاع کرے گا مین اوسکو توڑ دونگا اس سے یہی مراد ہے کہ یہ صفت خاص میری ہی ہے میرے سوا اور کسی کو زیبا نہین جو اسمین
مجھسے نزاع کرے گا وہ میری ایک صفت مین نزاع کرے گا اور ازانجا کہ بندون پر بڑائی کرنی اوسی کو زیبا ہے
تو جو کوئی اوسکے بندونپر کبر کرے گا وہ خدا کا گنہگار ہوگا کیونکہ جو کوئی بادشاہی غلامون اور خواص کو حقیر جانے
اور اون سے خدمت لے اور اپنے آپ کو اون سے برتر کرے اور جو معاملہ کہ بادشاہ اونکے ساتھ کرتا ہے وہی کرے تو یہ شخص
بھی بعض باتون مین بادشاہ کے ساتھ نزاع و شرکت کرتا ہے گو ویسا تو نہین جیسا وہ شخص تھا جسنے تخت پر بیٹھنا
چاہا تھا اور تنہا حکومت کیا چاہتا تھا مگر چونکہ تمام خلق اللہ تعالے کے بندے ہین اور اون پر کبر اور عظمت وہی کرتا ہی
تو جو شخص اگر کسی بندہ پر تکبر کرے گا تو البتہ خدائے تعالے سے نزاع ٹھہرے گا۔ ہان اس نزاع مین اور نمرود
و فرعون کے نزاع مین اتنا فرق ہے جیسے اون دونون شخصون کے نزاع مین فرق تھا کہ ایک صرف بادشاہ کے

خواص اور غلامون کو اپنا غلام بنایا چاہتا تھا اور یہ دوسرا اصل سلطنت ہی لیا چاہتا تھا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ کبر کا عیب بڑا یہ ہے کہ اسکے باعث خدا تعالے کے احکام کی مخالفت ہو جاتی ہے کیونکہ مثلاً آدمی جب حق بات کسی بندہ سے سنتا ہے تو تکبر کی جہت سے اوسکو مانتا نہیں بلکہ انکار کے واسطے مستعد ہوتا ہے اسلیے جو لوگ مسائل دینی مین مناظرہ کرتے ہین تو دعوی تو یہی کرتے ہین کہ بحث صرف احقاق حق اور دریافت کے لیے ہے مگر پھر اکثر متکبرون کا سا کرتے ہین اگر ایک کی زبان پر حق جاری ہوتا ہے تو دوسرا نہیں مانتا اور اوسکے انکار و رد کا بہانہ تلاش کرتا ہے کہ کسی دھوکے سے اسکو طرف مقابل پر مشتبہ کر دینا چاہیے اور یہ عادت کافرون اور منافقون کی ہے چنانچہ اونکا یہ وصف کلام مجید مین موجود ہے وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا لِهَٰذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوْا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُونَ پس جو شخص مناظرہ غلبہ کے لیے یا دوسرے کے الزام و سکوت کے لیے کرے اور تحقیق حق منظور نہو کہ اگر امر حق معلوم ہو جاوے تو غنیمت سمجھیں تو ایسا شخص اس عادت مین منافقون کا شریک ہے اسی طرح کبر اور غیرت وعظ و نصیحت کو بھی نہیں ماننے دیتے چنانچہ کلام مجید مین ارشاد ہے وَإِذَا قِيلَ لَهُ اتَّقِ اللَّهَ أَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْإِثْمِ اور حضرت عمر رض سے روایت ہے کہ آپ نے اس آیت کو پڑھا اور فرمایا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ایک آدمی تو کھڑا ہو کر اچھی بات کہنے لگا اور مارا گیا دوسرا شخص یہ کہنے کھڑا ہوا کہ جو لوگ اچھی بات کو امر کرتے ہین اونکو کیون قتل کرتے ہو تو متکبر نے اسکو بھی نچھوڑا جسنے اچھی بات بتائی تھی اوسکو بھی مار ڈالا اور جسنے بری بات سے منع کیا تھا اوسکو بھی کبر کے مارے مار ڈالا اور حضرت ابن مسعود رض کہتے ہین کہ آدمی کو صرف یہی گناہ کافی ہے کہ جب اوس سے کوئی کہے کہ خدا سے ڈر تو وہ جواب دے کہ تم اپنے نفس کی تو حفاظت کرو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو فرمایا کہ دہنے ہاتھ سے کھانا کھا اوسنے کبر سے کہا کہ مین دہنے سے نہین کھا سکتا آپ نے فرمایا کہ ایسا ہی ہوگا راوی کہتے ہین کہ اوسکو پھر کبھی دہنا ہاتھ اوٹھانا نصیب نہوا کسی رگ مین مبتلا ہو گیا۔ غرض کہ تکبر کرنا خلق پر بری بات ہے اسکے سبب سے خدا کے احکام پر تکبر ہو جاتا ہے اور ابلیس کا حال جو کلام مجید مین مذکور ہے اور تکبر مین مشہور وہ اسی لیے ہے کہ لوگ عبرت حاصل کرین اوسنے کہا تھا کہ مین انسان سے بہتر ہون اور اپنے نسب کا کبر کیا کہ مجکو آگ سے پیدا کیا اور انسان کو مٹی سے مگر اس کبر کا انجام یہ ہوا کہ خدا تعالے نے جو حکم سجدہ کا کیا اوسکو بجا نہ لایا اور ابتدا مین کبر اور حسد آدم پر تھا مگر انتہا مین خدا کے امر پر ہو گیا اسی وجہ سے ابدالآباد کے واسطے ہلاک ہوا ع تکبر عزازیل را خوار کرد ÷ بزندان لعنت گرفتار کرد ÷ پس بندہ تیز تکبر کرنے سے یہ آفت جو حکم الٰہی کے نماننے کی آتی ہے بڑی آفت ہے اسی واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت بن قیس بن شماس کے سوال کے جواب مین فرمایا جب اونھون نے پوچھا کہ آپ کو معلوم ہے کہ مجھے نفاست محبوب ہے تو یہ کبر تو

نہین آپنے فرمایا کہ نہین بلکہ کبر یہہ ہے کہ امر حق سے غفلت کرے اور لوگون کی عیب جوئی اور تحقیر کرے یعنے کبر سے دو خرابیان ہین اول تو لوگون کی حقارت کرنی جو کبر والے کے مساوی خواہ بہتر ہین اور دوم رد کرنا امر حق کا پس جو شخص یہ تصور کرے کہ مین دوسرے سے بہتر ہون اور دوسرے بھائی مسلمان کو حقیر جانے اور حقارت کی نظر سے اوسکی طرف دیکھے اور امر حق کو عمداً جانکر انکار کرے تو خلق کے معاملات مین متکبر ہوگا اور جسکو اس بات کی غیرت ہو کہ خدا تعالیٰ کے لیے خضوع کرے اور طاعت اوسکی بجالاوے اور اتباع رسل کرکے فروتنی ظاہر کرے تو ایسا شخص اللہ تعالیٰ کے اور اوسکے رسولون کے معاملات مین متکبر کہلاویگا

چھٹا بیان اون چیزون کا جنسے تکبر ہوتا ہے واضح ہو کہ تکبر وہی شخص کیا کرتا ہے جو اپنے نفس کو بڑا سمجھے اور نفس کو بڑا وہی سمجھتا ہے جو یہہ جانے کہ مجھمین کوئی صفت صفات کمال سے ہے اور کمال یا دینی ہوتا ہے یا دنیاوی دینی کی دو قسمین ہین علم اور عمل اور دنیوی کمال پانچ طرح پر ہین نسب اور جمال اور قوت اور مال اور کثرت یارون کی اور ساتھ والون کی تو یہہ سات سبب ہوئے ہر ایک کا بیان جدا جدا سننا چاہیے اول چیز تکبر کی علم ہے اور علما کو بہت جلد کبر آتا ہے اسی واسطے حدیث شریف مین وارد ہے کہ اٰفَةُ الْعِلْمِ الْخُيَلَاءُ یعنی علم کی آفت تکبر ہے عالم بہت جلد علم کی جہت سے متعزز بنتا ہے اور اپنے جی مین جمال و کمال علم سے واقف ہوکر اپنے آپ کو بڑا اور لوگونکو حقیر و جاہل جانتا ہے اور انکی طرف ایسے دیکھتا ہے گویا جانورونکو دیکھتا ہے اور اسبات کا متوقع ہوتا ہے کہ مجھے پہلے سلام کرین اور اگر اتفاقاً کسیکو آپ پہلے سلام کرلیا یا خوشی سے کسی کے سلام کا جواب دیا یا تعظیم کو اوٹھکر کھڑا ہوا یا دعوت منظور کرلی تو ان باتون کو اوس شخص پر اپنا احسان جانتا ہے اور اوسکا شکر گزار ہونا اوسپر لازم سمجھتا ہے اور اعتقاد کرتا ہے کہ مین نے اوسکو سرفراز کردیا اور ایسا کام کیا جسکا وہ مستحق مجھ جیسے شخص سے نتھا تو اوسپر میری توقیر و خدمت اس احسان کے عوض مین ضرور ہے بلکہ اکثر یہہ ہوتا ہے کہ لوگ عالم کے ساتھ سلوک کرتے ہین اور وہ خود کسی کے ساتھ سلوک نہین کرتا اور اوسکے پاس سب آتے ہین وہ کسی کے پاس نہین جاتا اوسکی بیمار پرسی سب کرتے ہین وہ کسیکی عیادت نہین کرتا اور اگر کوئی اون مین سے اسکے ساتھ زیادہ میل ملاپ رکھتا ہے تو اوس سے اپنا کاروبار کراتا ہے اور اگر اوس سے کچھ خدمت مین قصور ہو جاوے تو برا جانتا ہے گویا سب اسکے غلام یا مزدور ہین اور لوگونکو سکھانا پڑھانا ایک احسان و سلوک ہے جس سے اسکا حق لوگونپر ہو گیا ہے یہہ حال تو دنیا کے کاروبار مین ہے اور دین کے باب مین عالم کا تکبر لوگون پر اس طرح ہے کہ اپنے نفس کو خدا کے نزدیک لوگون کی بہ نسبت اعلیٰ و افضل سمجھتا ہے اور لوگون کا زیادہ خوف ہوتا ہے اپنا اتنا خوف نہین کرتا اور اپنے واسطے توقع نجات کی بہ نسبت لوگون کے زیادہ کرتا ہے تو ایسے عالم کو جاہل کہنا مناسب ہے اسکو عالم کسنے کہا ہے علم حقیقی تو اوس علم کا نام ہے جس سے آدمی خدا کو اور اپنے نفس کو پہچانے اور رجا تمہ کے خطر کو جانے اور یہہ بھی سمجھے کہ زیادہ تر مواخذہ الٰہی علما ہی سے ہے اور علم کا خطرہ بہت بڑا ہے چنانچہ علاج کبر مین اسکا بیان

مذکور ہوگا اس علم سے البتہ خوف اور تواضع اور خشوع زیادہ ہوتا ہے چنانچہ آگے مذکور ہوگا مگر دوسرے علم کے سبب سے کبر اس لیے ہوتا ہے کہ لوگ
اپنے آپ سے بہتر جانتے اسواسطے کہ مواخذہ الٰہی علم کے باعث زیادہ تر ہے اور نعمت علم کا شکر عالم سے کم ادا ہوتا ہے
اسی واسطے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص علم میں زیادہ ہوتا ہے اوسکو درد بھی زیادہ ہوگا اور واقعی ایسا ہی ہے جیسا انہون نے
درست فرمایا اب اگر یہ پوچھو کہ بعض اشخاص کو علم کے باعث کبر اور بیخوفی کیون ہوتی ہے تو اوسکی دو وجہین ہین اول تو
یہ کہ وہ شخص کسی ایسے علم مین مشغول ہو جو کہ برائے نام علم ہو مگر علم حقیقی نہو یعنی وہ علم نہو جس سے خدا تعالی اور اپنے
نفس کو اور خدا تعالی سے ملنے کے وقت کے خطرہ کو اور اوس سے محجوب ہونے کو سمجھے اسلیے کہ ایسے علم سے تو خوف
خدا ہی ہوتا ہے نہ بے خوف ہونا اور متکبر ہونا اس علم کی شان نہین چنانچہ اللہ تعالے فرماتا ہے اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ
مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمَاءُ اور جو علوم کہ اس علم کے سوا ہین جیسے طب اور حساب اور لغت و شعر اور نحو اور خصومات کا
فیصل کرنا اور مناظرہ کا طریق وغیرہ تو جب آدمی صرف انہین علوم کو سیکھتا ہے تو البتہ نفاق و کبر سے بھر جاتا ہی اور
ان علوم کو علوم نکہنا چاہیے بلکہ فنون و صناعات کہنا مناسب ہے علم وہی ہے جس سے بندگی اور ربوبیت اور
عبادت کا طریق معلوم ہو اور اوس سے اکثر تواضع ہی پیدا ہوتی ہے دوسرا سبب کبر کا علم سے یہ ہے کہ جب آدمی
علم شروع کرتا ہے اوس وقت اسکا باطن اچھا نہین ہوتا نفس کا اخلاق بدساتھ ہوتے ہین کیونکہ اول تہذیب
نفس اور تزکیۂ قلب کیطرف متوجہ نہین ہوتا اور عبادت مین مجاہدہ ریاض نہین کرتا غرض علم کے شروع تک ویسا ہی
بدجوہر رہتا ہے پھر جب علم مین داخل ہوا کوئی سا علم کیون نہو تو اسکے دل مین علم کو اچھی جگہ نملی اوسی خبیث جگہ مین
علم رہا اسی واسطے اوسکا ثمرہ بھی اچھا نہوا نہ خیر مین کچھ اثر اوسکا ظاہر ہوا۔ اور وہب نے اسکی ایک مثال کہی ہے
کہ علم کا حال ایسا ہے جیسا آسمان کا پانی کہ صاف اور شیرین ہوتا ہے مگر درخت اوسکو اپنی رگون سے جذب کرتے ہین
تو جیسا جس درخت کا ذائقہ ہے ویسا ہی اوس پانی کو بھی بدل لیتے ہین تلخ درخت کی تلخی زیادہ ہو جاتی ہے
اور شیرین کی شیرینی یہی حال علم کا ہے کہ لوگ جو اسکو پڑھتے ہین جو جیسی اونکی ہمت اور خواہش ہوتی ہی ویسا ہی
یہ علم اونکے حق مین ہو جاتا ہے متکبر کا کبر بڑھ جاتا ہے اور متواضع کی تواضع زیادہ ہوتی ہی کیونکہ جس شخص کی ہمت
مثلا کبر کے لیے تھی اور وہ جاہل تھا جب اوسنے علم پڑھا تو سبب کبر اوسکے پاس آگیا اور زیادہ کبر کرنے لگا اور جب
حالت جہالت مین مثلا خائف تھا اور علم تحصیل کیا تو اور زیادہ خوف ہوگا اسلیے کہ اب حجت خوف کی زیادہ
مضبوط ہوگئی بہر صورت علم کبر کے بڑے اسباب مین سے ہے اسیواسطے خداوند کریم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد
فرمایا وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اور فرمایا وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِیْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا
مِنْ حَوْلِكَ اور اپنے اولیا کی وصف مین فرمایا اَذِلَّةٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّةٍ عَلَی الْكَافِرِیْنَ اور اسی جہت سے
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت حدیث ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ایک لوگ ایسے ہونگے کہ قرآن کو پڑھینگے اور اونکے

ف اللہ تعالی ... بندون مین علما ... ہی ڈرتے ہین ۱۲
ف اور اپنے بازو ... مسلمانون کے واسطے ... ایمان والے ۱۲
ف اور اگر تو ہوتا سخت گو اور سخت دل تو متفرق ہو جاتے تیری گرد سے ۱۲
ف نرم دل مین مسلمانون پر اور زبردست مین کافرون پر ۱۲ ... ترجمۂ ... ۱۲

لوگون سے تجاوز نکرے گا اور دعوی کرینگے کہ جسنے قرآن پڑھا ہے ہم سے زیادہ پڑھا ہوا اور عالم کون ہی پھر
آپنے اصحاب کیطرف توجہ فرماکر فرمایا کہ اے امت کے لوگو وہ لوگ تمھین مین سے ہونگے اور سب دوزخ کے کندے
ہونگے اور حضرت عمر رض نے فرمایا کہ اے لوگو تم عالم جابر مت ہو کہ تمام علم تمھارے جہل کے برابر نہوںن سے اور تمیم داری نے
حضرت عمر رض سے اجازت قصون کی چاہی تو آپ نے منع فرمایا اور کہا کہ یہ امر مثل ذبح کے ہے - اور ایک شخص کہنے
آپ سے بعد نماز صبح وعظ کی اجازت چاہی تو فرمایا کہ مجھے یہ خوف ہے کہ تو پھولکر ثریا تک پہونچ جاوے - اور حضرت
حذیفہ رض نے ایک قوم کو نماز پڑھائی جب سلام پھیرا تو فرمایا کہ میرے سوا کوئی اور امام تلاش کر لو یا اکیلے پڑھا کرو
اسلیے کہ تمھاری امامت سے میرے جی مین یہ بات گذری کہ مجھسے افضل اُنمین کوئی نہیں - مقام غور ہے کہ جب
حضرت حذیفہ رض اس بات سے نہ بچے تو ضعیف آخری زمانہ کے لوگ کیسے بچینگے حقیقت یہ ہے کہ دنیا کے پردہ پر
ایسے شخص کا وجود کمیاب ہے کہ اوسکو لوگ عالم کہین اور اوسکی رگ عزت حرکت مین نہ آوے اور اگر کوئی ایسا
شخص موجود ہو تو وہ اپنے عہد کا صدیق ہے اوسکو چھوڑنا نچاہیے قطع نظر استفادہ سے اوسکا دیکھنا ہی عبادت مین
داخل ہے ہمکو تو اگر اسطرحکا شخص چین مین بھی سنائی دے تو وہان ہی اوسکے پاس جاوین کہ اوسکی برکت اور سیرت
اور خصلت سے بہرہ اندوز ہون مگر افسوس کہ اس آخری زمانے مین ایسا عالم کہان وہ لوگ اقبال و دولت والے
تھے قرن اول و دوم مین ختم ہو چکے اس زمانے مین تو ایسے لوگ بھی کم ہین جو اس خصلت کے ہونے پر افسوس ہی کرین
اور اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس آپکے قول مبارک سے بشارت نہ دی جاتی کہ سَيَأْتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ مَنْ
تَمَسَّكَ فِيهِ بِعُشْرِ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ نَجَا تو ہماری اعمال بد تو اسی کی مقتضی تھے کہ ہم دریای یاس و ناامیدی مین
ڈوب جاتے اور اب بھی دسوان حصہ اصحاب رض کے اعمال کا کون کرتا ہے کاش اگر دسوان حصہ ہی ہم سے ادا ہوتا تو
تو غنیمت جانین **ف** مترجم یہان باشک ندامت گراکر عرض کرتا ہے کہ مصنف رہ یہ حال اپنے وقت کا لکھتے ہین
اور اونکے فضل و کمال اور جاہ و جلال مین کسی کو کلام نہین ہم لوگ کہ انکے زمانے سے ہمارے زمانہ کو وہی نسبت ہی جو
انکے زمانے کو قرن اول سے ہی نہ معلوم کہ ہمارا کیا حال ہوگا خدا ہی اپنے فضل و کرم سے بیڑا پار کرے اور ہم سے وہ
سلوک فرماوے جو اوسکی رحمت کے شایان ہو بمنہ و جاہ محمد و آلہ - دوسری چیز تکبر کی عمل اور عبادت ہے اور زاہد و عابد
کبر اور عزت اور لوگون کے دلون کو مائل کرنے سے خالی نہین ہوتے اون سے بھی دنیا اور دین دونون مین مترشح ہوتا ہے
دنیا مین تو اسطرح کہ دوسرون کا آنا اپنے پاس اونکو اچھا معلوم ہوتا ہے بہ نسبت اپنے جانے کے غیرون کے پاس اور
لوگون سے متوقع رہتے ہین کہ ہماری حاجتین پوری کرین اور توقیر کرین مجالس مین صدر جگہہ مین بٹھلاوین
اور ورع اور تقوی سے یاد کرین اور سب امور مین ہمکو مقدم جانین غرض کہ جو باتین کبر کی معاملات دنیا مین علما
کے حال مین لکھی ہین وہ ان مین بھی ہوتی ہین گویا عبادت کیا کرتے ہین خلق پر احسان کرتے ہین اور دین مین

لونکا کبر یون ہے کہ اپنے نفس کو ناجی خیال کرین اور لوگونکو تباہ کار اور ہلاک شدہ تصور کرین اور واقع مین ہلاک شدہ
وہی ہین اگر یہی صورت ہے چنانچہ حدیث شریف مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم کسی شخص کو سنو
کہ لوگون کو کہتا ہے کہ سب ہلاک ہوئے تو معلوم کرلو کہ سب سے زیادہ ہلاک وہ ہوگا اور آپ نے اسواسطے فرمایا کہ اوسکا یہ
کہنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ خلق اللہ کو حقیر جانتا ہے اور اللہ پر مغرور ہوکر اوسکے عذاب و سطوت سے نڈر ہے
اور نہ معلوم کہ اوسکو خوف کیون نہین لوگون کے حقیر جاننے کی برائی کیا اوسکے ذمہ کم ہے وہی کافی ہے چنانچہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مرد کو اتنی ہی شر کافی ہے کہ اپنے بھائی مسلمانکو حقیر جانے اور جو شخص کہ عابد کو خدا کے
واسطے محبوب جانے اور خدا کی عبادت کے سبب اوسکی تعظیم کرے اور بڑا جانے اور ایسے درجات کا اوسکے لیے متوقع ہو
جنکا اپنے نفس کے لیے نہو تو اوس شخص مین اور عابد مین بہت فرق ہے اسلیے کہ ایسا شخص تو اس وجہ سے کہ اوسنے خدا کے
واسطے عابد کی تعظیم کی نجات پاویگا اور اللہ کا مقرب ہوگا اور عابد چونکہ لوگون سے محترز رہا اور انکے پاس بیٹھنے سے متنفر
غضب الٰہی کا مستحق ہوگا پس کیا تماشے کی بات ہے کہ لوگ تو عابد کی محبت کے سبب اوسکے عمل کا درجہ پاوین
اور وہ خود اونکی حقارت کے باعث مہمل ہوجاوے کہ گویا کوئی عمل ہی نہین کیا۔ چنانچہ روایت ہے کہ بنی اسرائیل مین
ایک شخص تھا کثرت فساد کے باعث اوسکا نام فسادی ہوگیا تھا اور ایک عابد بنی اسرائیل مین کثرت عبادت سے عابد مشہور
ہوگیا تھا اور یہانتک عبادت کی تھی کہ ایک ابر کا ٹکڑا اوسپر سایہ کیے رہتا تھا وہ شخص فسادی ایک روز اوسکے پاس
گذرا اور دل مین سوچا کہ یہ عابد عبادت مین مشہور ہے اور مین فسادی ہون اگر مین اسکے پاس بیٹھ جاؤن
تو کیا عجب ہے کہ اللہ تعالے مجھپر رحم کرے یہ سوچکر اوسکے پاس جا بیٹھا اور عابد نے سوچا کہ مین تو عابد ہون اور
یہ فسادی ہے میرے پاس کیون بیٹھا اوس سے تنگ کیا اور کہا کہ یہان سے اوٹھ جا خدا تعالے نے اوسوقت کے
نبی کو وحی کی کہ ان دونون سے کہدو کہ عمل از سر نو کرین پہلے اعمال کا یہ حال ہے کہ مین نے فسادی کو بخشدیا
اور عابد کے عمل باطل کردیے۔ اور ایک روایت مین ہے کہ ابر کا سایہ بھی فسادی کے سر پر ہوگیا اس سے معلوم ہوا
کہ خدا تعالے کو بندون سے صرف دل کا قصد مراد ہے پس جاہل گناہگار جب خدا سے ڈر کر تواضع کریگا تو اپنے
دل سے خدا کا مطیع ہے وہ عالم متکبر اور عابد کبر والے کی بنسبت زیادہ مطیع ہوگا۔ اسی طرح روایت ہے کہ ایک
شخص بنی اسرائیل مین کا ایک عابد کے پاس آیا وہ اوسوقت سجدہ مین تھا اوسنے عابد کی گردن پر پاؤن رکھا
اور کہا کہ اپنا سر اوٹھا بخدا کہ تجکو اللہ نہین بخشیگا خدا تعالے نے اوسپر وحی کی کہ او میری قسم کھانے والے
اسکی نہین بلکہ تیری مغفرت نہین ہوگی اور اسی لیے حضرت حسن فرماتے ہین کہ اون کا پہننے والا کبر مین حریر پوش
سے زیادہ ہوتا ہے اسکے یہ معنی ہین کہ حریر پوش گلیم پوش کے سامنے فروتنی کرتا ہے اور اوسکو افضل سمجھتا ہے
اور گلیم پوش اپنے آپکو افضل سمجھتا اور یہ آفت بھی ایسی ہے کہ کم عابد ہونگے جن مین یہ بات نہو یعنی اگر عابد کی کسی نے سبکی کی یا کچھ ایذا دی تو عابد

نہ کورا اوسکی مغفرت دشوار جانتا ہی اور سہاں مین تو کچھ شک ہی نہین تاکہ خدا کی نزدیک وہ مغضوب ہو گیا اور اگر وہی
شخص کبھی دوسرے مسلمان کو ایذا دی تو عابد کو اتنا برا نہ معلوم ہو اسکی وجہ یہی ہے کہ اپنے نفس کی قدر زیادہ
سمجھتا ہے حالانکہ اس مین کئی خرابیان ہین جہالت اور کبر اور عجب اور مغرور ہونا اللہ پر اور کبھی بیوقوفی
ایسے لوگون کی یہانتک بڑھتی ہی کہ کہنے لگتے ہین کہ دیکھو اوسکا کیا حال ہوتا ہے اور اگر اتفاقا موذی پر کوئی
رنج و مصیبت آتی ہے تو اپنی کرامت سمجھتے ہین کہ خدا نے ہمارا بدلہ لیا اور یہ نہین دیکھتے کہ بہت سے گروہ کفار نے
اللہ و رسول کو گالیان دی ہین اور بہتون نے انبیا کو ایذا دی بلکہ بعضونکو تو مار ہی ڈالا اور بعضونکو اور تکلیفین دین مگر
خدا تعالے نے کافرون کو دنیا مین مہلت دی اور عذاب نکیا بلکہ بعضے اون مین سے مسلمان ہو گئے اور اونکو نہ دنیا مین
کچھ تکلیف ہوئی نہ آخرت مین پس یہ جاہل متکبر سمجھتے ہین کہ ہم اللہ کے نزدیک اوسکے انبیا سے زیادہ ہین کہ اپنی ایذا کا
انتقام نہ لیا اور ہمارا عوض لیا اور یہ نہین معلوم کہ شاید اس کبر و عجب کی جہت سے وہ لوگ خدا کے نزدیک مغضوب ہون
اور اپنے نفس کے ہلاک ہونے کی خبر نرکھتے ہون یہ اعتقاد تو کبر والون کا ہوتا ہے اور دانا عابد یون کہا کرتے ہین
جیسے عطا سلمی آندھی چلتی یا بجلی گرنے کے وقت کہا کرتے تھے کہ جو کچھ خلق کو مصیبت پہونچتی ہی وہ میری سبب سے
ہے اگر عطا سلمی مر جاوے تو لوگ چھٹی پاوین یا ایک اور شخص نے عرفات سے پھرتے ہوئے کہا تھا کہ مجھکو توقع تھی کہ اگر
مین نہوتا تو سب پر رحمت ہوتی پس دونو قولون مین فرق دیکھنا چاہیے کہ دانا تو اللہ سے ظاہر و باطن مین ڈرتا
اور اپنے نفس پر خائف ہے عمل کو ناچیز جانتا ہے اور احمق دل مین ریا اور کبر اور حسد اور عداوت اتنی رکھتا ہے
کہ شیطان اوسکو مسخرہ بنائی رکھتا ہے پھر اوسپر طرہ یہ ہے کہ اپنے عمل کا خدا پر احسان رکھتا ہے خلاصہ یہ کہ جبکا اعتقاد
یقینی اسبات پر ہو کہ مین کسی بندے سے بہتر ہون تو اوسنے اپنے سب عمل برباد کیے اسلیے کہ جہالت سب گناہون مین زیادہ
ہے اور خدا سے دور کرنے کے لیے بڑی چیز ہے اور اپنے نفس پر حکم بہتری کا دوسرے کی نسبت کرنا عین جہالت
اور بیخوف ہونا عذاب الہی سے ہے فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ اسی لیے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے سامنے ذکر خیر کسی شخص کا ہوا ایک روز وہ شخص آیا تو لوگون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہی شخص ہے کہ
جسکا ذکر ہم نے آپ کی خدمت مین کیا تھا آپ نے فرمایا کہ مجھے تو اسکے چہرہ مین نشان شیطان کا معلوم ہوتا ہی پس جب
اوس شخص نے آکر سلام کیا اور آپ کے اور اصحاب رض کے سامنے کھڑا ہوا تو آپ نے اوس سے فرمایا کہ تجھسے بقسم پوچھتا ہون
کہ تیرے جی مین یہ بات ہے کہ نہین کہ قوم مین مجھسے افضل اور کوئی نہین اوسنے عرض کیا کہ بیشک میرے دل مین یہی
بات ہے دیکھنا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نور نبوت سے اوسکے دل کی بات کو چہرہ پر آثار شیطانی کی شکل مین
دیکھ لیا بہر صورت یہ آفت ایسی ہے کہ اس سے کوئی عابد خالی نہین ہوتا مگر جسکو خدا بچاوے اب معلوم کرنا چاہیے
کہ آفت کبر کی باعتبار سے عالم اور عابد تین مراتب پر ہین اول درجہ تو یہ ہے کہ کبر دل مین موجود ہی کہ اپنی نفس کو دوسرے سے

بہتر سمجھتا ہے مگر کوشش کرکے تواضع کرتا ہے اور ایسے افعال بجالاتا ہی جیسے وہ لوگ کرتے ہین جو دوسرونکو اپنی نسبت
بہتر سمجھتے ہین تو ایسے شخص کے دل مین درخت کبر کا تو جما ہوا ہی مگر اوسنے اوسکی شاخین بالکل کاٹ ڈالی ہین دوسرا
مرتبہ یہ ہے کہ کبر کو افعال مین بھی ظاہر کرے مثلا اونچا بیٹھے اور ہمسرون سے آگے بڑھنا چاہے اور جو کوئی اسکے حق مین
قصور کرے اوسکو برا جانے اور عالم مین ادنی بات نہ ہوتی ہے کہ ایسا رخ بدلتا ہے گویا منہ پھیر لیا اور عابد روترش
ہوتا ہے اور ماتھے پر شکن ڈالتا ہے گویا لوگون سے کنارہ کش اور اونکو حقیر جانتا ہے یا اون پر غصہ ہے اور بیچارہ کو یہ خبر نہین
کہ تقوی ماتھے مین نہین کہ اوس پر شکن ڈالا جاوی نہ چہرے مین ہے کہ اوسکو ترش کیا جاوے نہ رخسار مین ہے کہ اوسکو پھیرا جاوے
نہ گردن مین ہی کہ اوسکو جھکایا جاوی نہ دامن مین ہے کہ اوسکو اکٹھا کیا جاوی تقوی تو دلون مین ہے جیسا کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اَلتَّقْوٰی ھٰھُنَا یعنے سینہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ تقوی یہان ہے اور یہ ظاہر ہی کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم سب مخلوق سے زیادہ بزرگ و متقی تھے اور باوجود اسکے سب سے زیادہ خلیق اور کثرت کشادہ پیشانی اور تبسم اور ملنسار
تھے اسی لیے حارث بن جزء زبیدی صحابی رضہ فرماتے ہین کہ مجھے پڑھنے والون مین سے کشادہ رو اور خندہ پیشانی اچھے
معلوم ہوتے ہین مگر جو لوگ ایسے ہین کہ تم اونکے ساتھ کشادہ پیشانی ہوکر ملو اور وہ تم سے ناک بھون چڑھا کر
ملین اور اپنے اعمال کا تمپر احسان کرین تو ایسونکو خدا تعالے مسلمانون مین کثرت نکرے اور اگر اللہ تعالی کو
یہی بات پسند ہوتی تو اپنے نبی کو یہ ارشاد کیون فرماتا کہ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ
تیسرا مرتبہ اون لوگون کا ہی کہ کبر اونکی زبان پر اسقدر ظاہر ہو کہ اوسکے مارے دعوی اور مفاخرت و مباہات اور تزکیہ
نفس اور احوال و مقامات کا ذکر اور دوسرون پر علم و عمل مین غالب ہونا اختیار کیے اس فرقہ کی نسبت دوسری مرتبہ کے
لوگون کی عادت و احوال مین تکبر کا کم ظاہر ہوتا ہے انمین بہت ظاہر ہوتا ہے مثلا عابد تفاخر کے مقام مین
دوسرے عابد کو کہتا ہے کہ وہ کون ہے اور اوسکا عمل کیا تھا اور زہد اوسکو کہان سے ہوا تھا غرض دوسرے کے بہت سے
عیب بیان کرکے پھر اپنی تعریف کرتا ہے کہ مین نے اتنے دنون سے روزہ نہین افطار کیا اور رات کو سوتا نہین ہون ایک
ختم قرآن مجید کا ہر روز کرتا ہون اور فلان شخص صبح کو سو رہتا ہی اور بہت تلاوت نہین کرتا یا جو اسی قسم کی باتین
ہون۔ اور کبھی اپنی نفس کے تزکیہ کا دعوی کسی اور کلام کی لپیٹ مین ہوتا ہے مثلا کہتا ہی کہ فلان شخص نے ہمکو تکلیف
دینی چاہی تھی تو اوسکا بیٹا مر گیا یا مال لٹ گیا یا بیمار ہو گیا وغیرہ کہ ہمین اپنی کرامت کا دعوی ہی کہ ہم ایسے ہین
اور مباہات اسطرح ہی کہ مثلا عابد مذکور کسی ایسی قوم مین جا پڑے جو تہجد گذار ہون وہان جو شب بیدار رہی اور جتنی نماز
پڑھا کرتا تھا اوس سے زیادہ پڑھے اور اگر وہ لوگ بھوکھ کے عادی ہون تو خود بھی صبر کرے یہانتک کہ اونپر غالب آجاوے
اور اونکو معلوم ہو جاوی کہ ہم سے زیادہ قوی ہی ہم عاجز ہین اسی طرح عبادت مین زیادتی اسی خوف سے کرتا ہی کہ کوئی یہ نہ کہے
کہ اسکی نسبت تو فلان شخص زیادہ عابد ہی اور دین مین قوی تر ہی۔ اور عالم کا تفاخر اس طرح ہوتا ہے کہ اپنی مخاطب کو کہتا ہی کہ

مین ہر ایک فن جانتا ہون اور حقائق سے آگاہ اور استادون مین سے فلان فلانکو مین نے دیکھا تم کون ہو اور کیا تمہاری فضیلت ہے حدیث مین کیا سنا ہی یہ سب باتین اسلیے کہتا ہے کہ اپنی بڑائی اور دوسرے کی حقارت ہو سا اور ہر بات اس طرح ہے کہ مناظرہ مین کوشش کرے کہ دوسرے کو ہرادون آپ نہ ہارون اور رات دن ایسے ہی علوم کی تحصیل مین بسکرے جو علم مجلس مین کام آوین مثلاً مناظرہ اور مجادلہ اور انشا پردازی اور سجع طرازی اور فنون عجیبہ کا یاد کرنا اور احادیث کے الفاظ اور اسناد یاد کرنے تاکہ ہمسرون پر عظمت و عزت حاصل ہو اور اگر کسی سے غلطی بالفاظ و اسناد ہو تو اوسکو گرفت کرے اسلیے کہ دوسرے کا نقصان ظاہر ہو ایسا شخص جب دوسرے سے غلطی ہوتی ہی تو خوش ہوتا ہے کہ مجکو موقع غلطی بتانے کا حاصل کیا اور اگر کوئی صحیح بیان کرتا ہے تو برا معلوم ہوتا ہے اس خوف سے کہ کہین لوگ اوسکو میری نسبت بڑا نجانین یہ سب باتین اخلاق اور آثار کبر کے ہین جو علم اور عمل کے سبب پیدا ہوتے ہین اور ایسا شخص کہان ہے جو ان سب سے یا بعض سے خالی ہو اب کوئی یہ بتلاوے کہ جو شخص ان اخلاق کا پابند ہے اور یہ حدیث شریف بھی اوسکو معلوم ہے کہ جنت مین ایسا شخص نجاویگا جسکے دل مین رائی کی دانہ کے برابر کبر ہو تو وہ کس طرح اپنے نفس کو بڑا جانتا ہی اور دوسرے پر تکبر کرتا ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تو اوسکو دوزخی بتلاتے ہین بڑا تو وہ ہے جس مین یہ صفت نہو اور جس مین یہ صفت نہوگی اوسمین عزت و کبر نہوگا۔ عالم اوسکو کہنا چاہیے جو یہ سمجھے کہ خدای تعالے کا بندہ کو یہ ارشاد ہے کہ تیری قدر ہمارے یہان جبھی تک ہی جبتک تو اپنے نفس کی قدر نہ سمجھی اور اگر نفس کی کچھ قدر سمجھے گا تو تیری قدر ہماری یہان نہوگی اور جو یہ بات نجانتا ہو اوسکو عالم کہنا جھوٹ ہے اور جو اسکو دین کی بات سمجھتا ہے اوسکو تکبر نکرنا اور اپنے آپکو ہیچ سمجھنا لازم ہے یہ اوس کبر کا حال تھا جو علم و عمل کی سبب سے ہو تیسری چیز تکبر کی حسب و نسب ہے پس جس کسیکا نسب شریف ہی وہ ایسے شخص کو حقیر جانتا ہے جسکا ویسا نسب نہو گو اوس سے علم و عمل مین بڑھکر ہو سا اور بعض آدمی ایسا تکبر نسب کا کرتے ہین کہ گویا دوسرونکو اپنا غلام تصور کرتے ہین اور اونکے ملنے جلنے اور پاس بیٹھنے سے نفرت کرتے ہین اور تفاخر نسب کا اونکی زبان پر رہتا ہے دوسرونکو کہتے ہین کہ تو کیا اصل رکھتا ہے تیرا باپ کون تھا مین فلانی کا بیٹا فلانے کا پوتا ہون تجھ جیسے کی کیا طاقت کہ میرے سامنے بولے یا میری طرف آنکھ اوٹھا کر دیکھے اور تو ہم جیسون سے بولتا ہے وغیرہ اور یہ ایک ایسی چھپی رگ نفس مین ہے کہ نسب والا اس سے خالی نہین ہوتا اگرچہ نیکبخت اور عاقل ہو مگر بعض دفعہ اعتدال احوال کے وقت اون سے یہ امر ظاہر نہین ہوتا لیکن غلبہ غضب مین نور عقل تاریک پڑ جاتا ہی اوس وقت یہ بات ظاہر ہوتی ہی جیسا کہ حضرت ابوذر رضہ سے مروی ہی کہ اونھون نے فرمایا کہ مجھسے اور ایک شخص سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تکرار ہوئی مین اوسکو کہہ بیٹھا کہ او کالی عورت کے بچے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ای ابوذر طَفَّ الصَّاعُ طَفَّ الصَّاعُ لَيْسَ لِابْنِ الْبَيْضَاءِ عَلَى ابْنِ السَّوْدَاءِ فَضْلٌ یعنے دونون پلے برابر ہین گوری عورت کے بچے کو کالی عورت کے بچے پر کچھ زیادتی نہین حضرت ابوذر رضہ فرماتے ہین کہ یہ سنکر مین لیٹ گیا اور

اور اوس شخص سے کہا کہ تو میرے رخسار کو پامال کر تو اوسکو دیکھنا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر رض کو کسطرح آگاہ کیا جب معلوم کیا کہ یہ اپنے آپکو بہتر سمجھتے ہین اس نظر سے کہ گوری عورت سے پیدا ہوئے ہین اور اونکی خطا اور زیادتی ہے اور ساتھ ہی اسکے یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ اونھون نے کیسی توبہ کی اور اپنے نفس سے کبر کی جڑ کسطرح اکھاڑی کہ حبشی سے کہا تھا اوسی سے کہا کہ اپنا تلوا میرے رخسار پر رکھ کیونکہ اونھون نے جان لیا کہ عزت کی جڑ بدون ذلت کے نہین جاتی ہے اور اسی قبیل سے یہ بھی روایت آئی ہے کہ دو شخصون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے باہم فخر کیا ایک نے دوسرے کو کہا کہ مین فلان شخص فلانے کا بیٹا ہو تو تو بتلا تو کون ہے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے دو شخصون نے اسی طرح فخر کیا تھا اور ایک نے دوسرے سے کہا کہ مین فلانے کا بیٹا اور فلانے کا پوتا اور فلانے کا پر پوتا ہون اسی طرح نو پیڑھی گن گیا اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ جو شخص فخر کرتا ہے اوس سے کہدو کہ وہ نو کے نو دوزخ مین جاوینگے اور تو دسوان ہے۔ اور ایک حدیث مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ اپنے باپ دادون کا فخر کرتے مین حالانکہ وہ جہنم کے کوئلے ہوگئے ہین یا خداے تعالےٰ کے نزدیک گبروٹے سے بھی ذلیل ہین جو دن بھر اپنی ناک سے نجاست کریدتا رہتا ہے۔ چوتھی چیز تکبر کی جمال ہے اور یہ اکثر عورتون مین ہوتا ہی اس سے کبھی یہی ثمرہ ہوتا ہی کہ دوسرے کے نقصان و عیب غیبت زبان پر آتی ہین چنانچہ حضرت عائشہ رض روایت کرتی ہین کہ ایک عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی مین نے ہاتھ کے اشارے سے کہا کہ بونی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو نے اوسکی غیبت کی۔ اور اسکا منشا بھی کبر پوشیدہ تھا اسلیے کہ اگر مثلاً خود چھوٹے قد کی ہوتین تو اوسکو بونی نہ کہتین تو گویا اپنے قد کو اچھا جانا اور اوسکے مقابل دوسری عورتونکو چھوٹا سمجھکر بونی کہدیا۔ پانچوان امر تکبر کا مال ہے یہ بادشاہون خزانون کے باب مین ہوتا ہے اور سوداگرون مین مال تجارت مین اور گاون والون مین انھی کے باب مین اور آرایش والون مین لباس اور سواری کے باب مین۔ پس جو غنی ہوتا ہے وہ فقیر پر تکبر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ تو بھیک منگا اور مسکین ہے مین چاہون تو تجھ جیسے کو خرید لون اور تجھسے اچھے اچھون سے خدمت لون اور تیری اصل کیا ہے میرے گھر کا سامان تیرے سارے مال سے بڑھکر ہے جتنا تو سال بھر مین کھاتا ہی وتنا مین ایک روز مین دے ڈالتا ہون غرض اس طرح کی باتین اسی لیے کرتا ہے کہ تو انگری کو بڑا اور مفلسی کو حقیر جانتا ہے اسلیے کہ آفت تو انگری اور فضیلت مفلسی سے جاہل ہے جسکی طرف اس آیت مین اشارہ ہے فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا دوسرے نے جواب دیا اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّوَلَدًا فَعَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يُّؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَاۗءِ فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا زَلَقًا اَوْ يُصْبِحَ مَاۗؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ لَهٗ طَلَبًا۔ اور پہلے

شخص کا قول مال اور اولاد کے تکبر کی جہت سے تھا پھر انجام اوسکا یہ ہوا کہ کہنے لگا یالیتنی
لم اشرک بربی احدا اور یہی قبیل سے تکبر قارون کا تھا کہ جب بن سنور کر اپنی قوم میں
نکلا تو لوگ کہنے لگے کہ کیا خوب ہو جو ہمکو بھی قارون کا مال ملے چھٹا امر تکبر کا قوت و زور سے ہے
جس سے کم زوروں پر تکبر کیا کرتے ہیں ساتواں امر تکبر کا کثرت تابعین و مددگاروں و شاگردوں
اور غلاموں اور کنبے اور رشتہ والوں کی ہے بادشاہ تو کثرت لشکر سے تکبر کرتے اور علما کثرت
شاگردوں سے۔ اور حاصل ان سب امور کا یہ ہے کہ جو نعمت کہ اوسکا کمال ہونا متصور ہو سکے گو واقع میں
وہ کمال نہو اوس سے تکبر کرنا ممکن ہے یہانتک کہ مخنث بھی اپنے ہمسروں پر تکبر کرنے لگتا ہے کہ
میں اس صنعت سے زیادہ ماہر ہوں تو چونکہ وہ اسکو بھی کمال جانتا ہے اسیلیے فخر کرتا ہے کہ اوسکا فعل ان
موجب بربادی و عذاب کا ہے اسیطرح فاسق کبھی کثرت شراب خواری اور کثرت جماع و اغلام کا فخر کرتا ہے
کیونکہ اپنے گمان میں اسکو کمال جانتا ہے حالانکہ اسمیں غلطی کرتا ہے یہ باتیں ہیں کہ جنسے آدمی ایک دوسرے
پر تکبر کیا کرتے ہیں جسکو کوئی چیز حاصل ہے وہ اوس پر تکبر کرتا ہے جسکو کہ وہ چیز نہیں حاصل ہے یا اوسکی
دانست میں اوسکی نسبت کم ہے گو خدا کے نزدیک بعض اوقات اوسکے برابر یا زیادہ ہی ہو مثلاً عالم جو
اپنے علم کا تکبر ایسے شخص پر کرے جو اوس سے زیادہ جانتا ہو تو اسیلیے کرتا ہے کہ اپنی دانست میں اپنے آپکو زیادہ فاضل سمجھتا ہے

ساتواں بیان اون اسباب کا جنسے کبر ہیجان میں آتا ہے

یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ کبر
خلق باطن کا نام ہے اور جو کچھ اوس سے اخلاق اور افعال ظاہر ہوتے ہیں وہ اوسکا ثمرہ اور نتیجہ
ہوتے ہیں اون اخلاق اور اعمال کو تکبر کہنا مناسب ہے اور کبر صرف امر باطن ہی کا نام ہے یعنی اپنے
نفس کا بڑا جاننا اور اوسکی قدر کو دوسرے کے نفس کی قدر سے زیادہ سمجھنا اور اس امر باطن کا صرف
ایک ہی سبب ہے جسکو عجب کہتے ہیں جسکے معنی آگے آتے ہیں کیونکہ آدمی جب اپنے نفس خواہ علم یا عمل
یا کسی اور سبب سے عجب کریگا تو اپنے نفس کو بڑا جانکر تکبر کریگا اور تکبر ظاہری کے تین سبب ہیں
ایک تو تکبر والے میں ہوتا ہے اور دوسرا اوسمیں جسپر تکبر ہوا اور تیسرا سبب ایسا ہوتا ہے جو ان دونوں
کے سوا اور کسی سے متعلق ہو جو سبب کہ متکبر میں ہوتا ہے وہ تو وہی ہے جو کبر باطنی کا سبب ہے یعنی
عجب اور جو متعلق اوس شخص سے ہے جسپر تکبر ہوتا ہے وہ حقد اور حسد ہے اور جو سبب کہ متعلق غیر سے
ہے وہ ریا ہے پس اس اعتبار سے چار سبب ہوے عجب اور کینہ اور حسد اور ریا۔ عجب سے تو ظاہر ہے
کہ کبر باطنی پیدا ہوتا ہی اور کبر باطنی سے تکبر ظاہری اعمال اور اقوال و احوال میں سرایت کرتا ہے اور
کینہ بعض اوقات بے عجب بھی تکبر پر لے ڈالتا ہے مثلاً کوئی شخص دوسرے کو اپنے برابر یا زیادہ

سمجھتا ہے مگر کسی سبب سے اوسپر غصے ہو گیا ہے تو غصے کے باعث اوسکی طرف سے دل مین کینہ
جمگیا ہے اسلیے اوسکا نفس اس بات کو نہین چاہتا کہ اوسکے سامنے تواضع کیجیے گو اوسکے نزدیک
وہ شخص مستحق تواضع ہے جیسے اکثر رذیل آدمی حقد کے مارے کسی خاص بزرگ کے لیے تواضع نہین
کرتا اور اسی بغض سے یہ بات بھی ہوتی ہے کہ اگر امر حق اوس بزرگ کیطرف سے آوے تو نہ مانے
یا وہ نصیحت کرے تو نہ سنے اور کوشش کرتا پھرے کہ کسیطرح اوس سے آگے بڑھ جاؤن گو یہ جانتا ہو
کہ مجھے استحقاق نہین اور اگر اوس بزرگ پر کچھ ظلم کرے تو نہ اوس سے معاف کرانے جاوے اور نہ عذر
پیش کرے اور جو بات اپنے آپ کو نہ آتی ہو اوسکے دریافت کرنے کے لیے اوسکے پاس نہ جاوے
اور حسد کا بھی یہی حال ہے کہ اس سے بھی محسود کے ساتھ بغض ہوتا ہے گو اوسکی طرف سے کچھ ایذا
نہ پہونچی ہو اور نہ کوئی ایسا سبب ہوا ہو کہ جس سے نوبت غصے اور کینے کی پہونچے حسد کے مارے
بھی امر حق کا منکر ہو جاتا ہے اور نصیحت کو نہین مانتا اور علم تحصیل نہین کرتا بہت سے جاہل ایسے
ہین کہ علم کے مشتاق ہین مگر جاہل کے جاہل رہتے ہین اسلیے کہ اپنے شہر کے عالم سے خواہ اپنے
کسی رشتہ دار سے بباعث حسد نہین پڑھتے اوس سے پھرے رہتے ہین اور اوسپر تکبر کرتے ہین
باوجودیکہ جانتے ہین کہ وہ شخص علم کی جہت سے مستحق تواضع ہے مگر حسد اونکو اس بات پر ابھارتا
ہے کہ اوس سے معاملہ متکبرون کا سا کرتے ہین اگرچہ باطن مین اوسکے نفس کو اپنے آپ سے زیادہ
سمجھتے ہین - اور ریا بھی مقتضی متکبرون کے اخلاق کی ہے یہان تک کہ آدمی ایسے شخص سے
مناظرہ کرتا ہے جسکو جانتا ہے کہ قطعاً مجھسے بہتر ہے اور پہلے سے کچھ معرفت یا حسد یا بغض بھی
نہین ہوتا مگر اوسکی حق بات اسلیے نہین مانتا اور اس سے استفادہ اسلیے نہین کرتا کہ لوگ یہ
نہ کہین کہ دوسرا شخص اس سے افضل ہے اس صورت مین باعث تکبر صرف ریا ہی ہے اور اگر بالفرض
تنہائی مین اوس شخص کے پاس ہوتا تو تکبر نکرتا بخلاف اوس تکبر کے جو عجب اور حسد و بغض سے
ہوتا ہے کہ وہ خلوت مین بھی یکسان رہتا ہے اگر حاسد و محسود کے ساتھ تیسرا کوئی اور نہو جب بھی
حاسد کو اوسپر تکبر ہوگا - اسیطرح بعض لوگ ریا کے لیے اپنا نسب شریف کر لیتے ہین اور جانتے ہین
کہ ہم اس دعوی مین جھوٹے ہین مگر تاہم ایسے جھوٹے نسب سے دوسرون پر تکبر کرتے ہین
جو اوس نسب کے نہوون اور مجالس مین اونسے ترفع اور رستون مین تقدم کے خواہان ہوتے ہین
اور اگر کوئی شخص غیر کی تعظیم و توقیر انکی برابر کرے تو ناخوش ہوتے ہین حالانکہ باطن مین جانتے ہین
کہ ہم مستحق اس تعظیم کے نہین اور نہ کبر باطن مین ہے کیونکہ یہ تو خود اونکو معلوم ہے کہ دعوی نسب مین

ہم جھوٹے ہین بس ان افعال متکبرین سے جو وہ لوگ مرتکب ہوتے ہین صرف ریا کی جہت سے ہوتے ہین اور متکبر کا لفظ جو بولا جاتا ہے تو اکثر اوس شخص پر بولا جاتا ہے جو مرتکب ان افعال کا اس جہت سے ہو کہ باطن مین کبر و عجب ہے اور لوگون کو حقارت کی نظر سے دیکھنا چاہتا ہے اور اس قسم کے ریا والے کو متکبر کہنا صرف اسواسطے ہے کہ اوسکے افعال مشابہ کبر کے افعال کے ہین

آٹھوان بیان تواضع والون کے اخلاق کا اور تفصیل اون افعال کی جنمین اثر تواضع اور تکبر کا ظاہر ہو جانا چاہیے کہ تکبر آدمی کی وضع مین ہوتا ہے جیسے چہرہ پھلانا اور کن انکھیون دیکھنا اور گردن ڈالنا اور چارزانو خواہ تکیہ لگا کر بیٹھنا اور گفتگو مین بھی ہوتا ہے حتی کہ آواز مین اور بیان کرنیکی صنعت مین پایا جاتا ہے اور نیز چال اور نشست و برخاست مین اور افعال کرتے وقت کی حرکات و سکنات مین غرض جب ایک حال سے دوسرے مین بدلتا ہے ہر ایک مین ظاہر ہوا کرتا ہے پس بعض متکبر تو ایسے ہوتے ہین کہ ان سب باتون مین تکبر کرتے ہین اور بعض ایسے ہین کہ چند چیزون مذکورہ بالا مین تکبر کرتے ہین اور چند مین تواضع کچھہ ایک عادات کا بیان کر دیا جاتا ہے مثلا بعضون کی یہ عادت ہوتی ہے کہ لوگ ہمارے سامنے کھڑے رہین یا ہماری تعظیم کو کھڑے ہو جایا کرین تو یہ عادت متکبرین کی ہے حضرت علی رضہ فرماتے ہین کہ جسکو یہ منظور ہو کہ دوزخی آدمی کو دیکھے تو وہ ایسے شخص کو دیکھ لے جو خود بیٹھا ہوا ور لوگ اوسکے سامنے کھڑے ہون۔ اور حضرت انس رضہ فرماتے ہین کہ صحابہ کرام رضہ کے نزدیک رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھکر کوئی نہ تھا اور باوجود اسکے جب آپ کو دیکھتے تھے تو تعظیم کے لیے کھڑے نہ ہوتے تھے اسواسطے کہ جانتے تھے کہ آپ کو یہ کھڑا ہونا پسند نہین اور بعضون کی یہ عادت ہوتی ہے کہ جب تک کوئی پیچھے پیچھے ساتھہ کا آدمی نہو تب تک نہین چلتے یہ بھی بری عادت ہے۔ حضرت ابو دردا رضہ فرماتے ہین کہ بندہ اللہ تعالے سے دور ہو جاتا ہے جب تک کہ اوسکے پیچھے لوگ چلتے ہین۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف اپنے غلامون سے پہچانے نہ پڑتے کیونکہ صورت ظاہری یعنی لباس وغیرہ مین کچھہ فرق نہین کرتے تھے انکا اور اپنا ایک سا حال رکھتے تھے اور کچھہ لوگ حضرت حسن بصری رح کے پیچھے چلے تو آپ نے اونکو روک دیا اور کہا کہ اس سے بندہ کے دل مین کچھہ رہتا نہین۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات اصحاب رضہ کے ساتھہ چلتے تو اونکو آگے بڑھنے کو فرماتے اور آپ بیچ مین چلتے یہ امر یا تو دوسرون کی تعلیم کے لیے تھا یا اپنے نفس مبارک سے وسواس شیطانی کبر و عجب کا دفع کرنا منظور تھا جسطرح نئے کپڑے بدن مبارک سے اثناء نماز مین اوتار کر انھین دونون

وجھون مین سے ایک کی جہت سے پرانا پہن لیا تھا - اور ایک عادت یہ ہے کہ دوسرے کے
ملنے سجاوے کو اوسکے ملنے سے خیر و برکت دینی دوسرے کو ہوتی ہے یہ بھی تواضع کے
خلاف ہے - روایت ہے کہ سفیان ثوری رح رملہ مین تشریف لائے اونکے پاس ابراہیم بن ادہم رح
نے آدمی بھیجا کہ میرے پاس تشریف لاکر کچھہ حدیث سنا جائیے حضرت سفیان رح تشریف لائے لیکن
لوگون نے ابراہیم بن ادہم رح سے کہا کہ آپ ان جیسے لوگون کو بھی بلواتے ہین یعنی خود جانا چاہیے تھا
اونھون نے جواب دیا کہ مین اونکی تواضع کا امتحان کیا چاہتا تھا - اور ایک عادت یہ ہے کہ دوسرا
شخص آکر اپنے پاس بیٹھے تو برا معلوم ہو سامنے بیٹھے تو مضائقہ نہین اور تواضع اسکے برعکس ہے
چنانچہ ابن وہب روایت کرتے ہین کہ مین ایک بار عبد العزیز بن ابی رواد کے پاس بیٹھا اور میرا زانو
اونکے زانو سے لگ گیا مین ذرا کنارے کو ہوا اونھون نے میرا کپڑا پکڑ کر اپنی طرف گھسیٹ لیا اور فرمایا
کہ میرے ساتھ تم لوگ وہ معاملات کیون کرتے ہو جو جابرون کے ساتھ کیا کرتے ہین مین اپنے
آپ سے برا تم مین سے کسیکو نہین جانتا اور حضرت انس رض فرماتے ہین کہ مدینہ منورہ کی لونڈیون
مین سے ایک لونڈی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھہ پکڑ کر جہان چاہتی لیے پھرتی آپ اپنا ہاتھہ اوس سے نہ چھڑاتے

بدرویشان و مسکینان سرے ہست		الا خوش باش کان محبوب جہان را

اور ایک عادت یہ ہے کہ بیمارون کے پاس نہ بیٹھے اور اونسے احتراز کرے یہ بھی تکبر مین داخل ہے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین ایک آدمی آیا کہ اوسکے چیچک نکلی تھی اور اومین سے پانی
بہتا تھا آپ اوسوقت مع اصحاب رض کھانا تناول فرماتے تھے وہ شخص جسکے پاس بیٹھا وہی اوسکے
پاس سے علیحدہ ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوسکو اپنے پاس بٹھلایا اور حضرت عبد اللہ بن عمر رض
اپنے کھانے سے کسی کو رد نہ کرتے اور سفید داغ والے اور مریض کو نہ روکتے بلکہ اپنے دسترخوان پر بٹھلا لیتے
اور ایک عادت یہ ہے کہ گھر مین اپنے ہاتھہ سے کوئی کام نہ کرے اور تواضع اسکے خلاف ہے
روایت ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رح کے یہان ایک مہمان رات کو آیا اوسوقت آپ کچھہ
لکھتے تھے اور چراغ مین تیل نہ تھا گل ہونے لگا مہمان نے کہا کہ آپ فرماوین تو مین اسکو درست
کرون آپ نے فرمایا کہ مہمان سے خدمت لینی اچھی بات نہین اوسنے کہا کہ خادم کو جگا دون
آپ نے فرمایا کہ وہ ابھی کچی نیند مین ہے یہ کہکر آپ ہی اوٹھے اور کپی لیکر چراغ کو تیل سے بھر دیا
مہمان نے کہا کہ اے امیر المومنین آپ ہی نے تکلیف کی فرمایا کہ جب مین تیل لینے گیا تھا جب بھی
عمر ہی تھا اب پھر کر آیا تب بھی عمر ہی ہون مجھہ مین سے کچھہ کم نہین ہوگیا اور لوگون مین سے بہتر وہی ہے

جو اللہ کے نزدیک متواضع ہو - اور ایک عادت یہ ہے کہ اپنے گھر کی کوئی چیز اپنے ہاتھ مین اوٹھا کر نہ لاوے بڑے متواضع آدمی ایسا نہین کرتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر بنفس نفیس چیزین لے آتے تھے اور حضرت علی رضہ فرماتے ہین کہ اگر کوئی شخص اپنے عیال کے واسطے کچھ اوٹھا لاوے تو اوسکے کمال مین کچھ بٹہ نہین لگتا حضرت ابو عبیدہ جراح جسوقت امیر لشکر تھے گھڑا پانی کا خود حمام مین لیجاتے تھے اور ثابت بن ابی مالک روایت کرتے ہین کہ جن دنون حضرت ابو ہریرہ رضہ مروان کیطرف سے خلیفہ تھے مین نے دیکھا کہ بازار سے لکڑیون کا گٹھا اوٹھائے لاتے ہین اور مجھے فرماتے ہین کہ امیر کو رستہ دو اور اصبغ بن نباتہ تابعی فرماتے ہین کہ اب تک میری آنکھون مین گویا تصویر بندھ رہی ہے کہ حضرت عمر رضہ بائین ہاتھ مین گوشت اور دہنے مین درہ لیے بازار مین گشت کرتے ہوے اپنے گھر مین داخل ہوے اور بعض تابعین سے روایت ہے کہ مین نے دیکھا کہ حضرت علی رضہ نے ایک درم کا گوشت خرید کر اپنی چادر مین رکھ لیا مین نے عرض کیا کہ لائیے مین لیے چلون آپ نے فرمایا کہ عیالدار ہی کو اسکا لیے چلنا زیبا تر ہے - اور ایک عادت لباس پہننے کی ہے کہ اس سے بھی تکبر اور تواضع ظاہر ہوتے ہین حدیث شریف مین ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْبَذَاذَةُ مِنَ الْاِیْمَانِ ہارون راوی حدیث کہتے ہین کہ مین نے حضرت معن رضہ سے بذاذت کے معنی پوچھے اونھون نے فرمایا کہ اس سے مراد گھٹیا لباس ہے - اور زید بن وہب رضہ راوی ہین کہ مین نے حضرت عمر رضہ کو دیکھا کہ درہ لیکر بازار مین نکلے جو چادر کہ اوسوقت پہنے تھے اوسمین چودہ پیوند تھے جنمین سے بعضے چمڑے کے بھی تھے - اور حضرت علی رضہ پر جب بعضے شخصون نے پیوند لگے چادر کے باعث اعتراض کیا تو آپ نے فرمایا کہ اس سے دلمین خشوع ہوتا ہے اور لوگ اقتدا کرتے ہین - اور حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہین کہ اچھا ہونا کپڑون کا دل کے لیے اترانے کا سامان ہے - اور طاؤس رح کہتے ہین کہ باوجودیکہ مین اپنے انھین دو کپڑونکو دھوتا ہون پھر بھی جب تک اوجلے رہتے ہین مین اپنے دل کو نہین پہچانتا - اور روایت ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رح کے لیے قبل خلافت لباس ہزار دینار کا لیا جاتا تھا تو فرماتے تھے کہ اسمین اگر سختی نہو تو بہت عمدہ تھا خلافت کے بعد اونکا لباس پانچ درم کو مول آتا تھا اور فرماتے تھے کہ اسمین بھی عیب ہے کہ نرم ہی ورنہ بہت خوب تھا لوگون نے پوچھا کہ حضرت آپ کا لباس اور سواری اور عطر سابق کا کہان گیا آپ نے فرمایا کہ مجکو خدای تعالے نے نفس زینت پسند اور شائق عنایت کیا ہے دنیا مین جو مرتبہ آتا گیا اوس سے اعلی مرتبے کی خواہش کرتا گیا یہان تک کہ جب سلطنت کا مزہ اوسنے چکھا

حاشیہ: اوٹھا لاوے یعنی ...
۲ ادنی لباس ایمان مین سے ہے ۱۲ ابو داؤد و ابن ماجہ بروایت ابو امامہ بن ثعلبہ ۱۲

جو سب مراتب دنیاوی سے اعلے ہے تو اب شتاق اللہ تعالے کے نزدیک کے مراتب کا ہوا
اور سعید بن سوید رح روایت کرتے ہین کہ حضرت عمر بن عبد العزیز رح نے ہمکو نماز جمعہ کی پڑھائی اور
بیٹھ گئے اوسوقت آپ ایک کرتہ پہنے ہوے تھے جسکے گریبان مین ہلے منے اور پیچھے پیوند لگا ہوا تھا
ایک شخص نے آپ کی خدمت مین عرض کیا کہ یا امیر المومنین اللہ تعالے نے آپکو سب کچھ دیا ہے
آپ پہنتے کیون نہین آپ نے بڑی دیر تک سر جھکائے رکھا پھر سر اوٹھا کر فرمایا کہ بہتر میانہ روی
توانگری مین ہوتی ہے اور عفو مین افضل وہی ہے جو قدرت کے وقت ہو اور آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص زینت کو خدا کے واسطے چھوڑے اور خدا کے لیے تواضع کی
راہ سے اچھے کپڑے پہننے ترک کرے تو اللہ تعالے بالضرور اوسکے لیے سب سے عمدہ لباس
جنت کا جمع فرما دیگا۔ یہان یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام تو فرماتے ہین کہ اچھے
کپڑے سامان دل کے تکبر کے ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جب عرض کیا گیا کہ کپڑونکا
نفیس رکھنا کبر مین داخل ہے یا نہین تو آپ نے فرمایا کہ کبر نہین بلکہ کبر اسکا نام ہے کہ امر حق سے
جاہل ہے اور لوگون کے عیب نکالے تو بظاہر ان دونون مین تناقض معلوم ہوتا ہے انکی
تطبیق کسطرح ہے تو جاننا چاہیے کہ عمدہ کپڑے کچھ ضرور نہین کہ سب لوگون کے حق مین ہر حال مین
داخل تکبر ہون اور حدیث مین اسکی طرف اشارہ ہے اور یہی بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
حضرت ثابت بن قیس رض کے قول سے سمجھی تھی یعنی جب اونھون نے پوچھا کہ مین ایک آدمی لطافت دوست
ہون تو آپ نے جانا کہ انکا میل لطافت اور خوش لباسی کی طرف ہے سو واسطے نہین کہ دوسرون پر
تکبر کرین کیونکہ یہ تو ضروری ہی نہین کہ لباس کی عمدگی کبر مین داخل ہو گو کبھی کبر کے واسطے بھی
ہوتی ہے اور یہ کچھ مختص عمدہ پر نہین ادنی لباس سے بھی کبر ہوتا ہے اور تواضع بھی ہوتی ہے اور لباس مین
متکبر کی پہچان یہ ہے کہ جب لوگ دیکھین تب تو پر تکلف بنے اور اگر اکیلا ہو تو کچھ پروا نکرے کہ
کسطرح ہون اور طالب نفاست کی علامت یہ ہے کہ ہر ایک شے مین اوسکو خوبصورتی پسند ہو
اگرچہ تنہا ہی ہو یہان تک کہ گھر کے پردون مین بھی خوش وضعی ملحوظ رکھے پس جب حال مختلف
ہوے تو حضرت عیسی علیہ السلام کا فرمانا بھی درست ہے کہ بعض احوال مین خوش وضعی اور خوش لباسی
مورث دل کے تکبر کا ہوتی ہے اور حدیث شریف بھی درست ہے کہ کبر کو خوش لباسی ضرور نہین
اور نہ خوش لباسی ہمیشہ ہو جب کبر ہو گو کبھی مورث کبر ہوتی ہو حاصل یہ کہ اس باب مین احوال مختلف ہین
اور سب سے اچھی پوشاک وسط درجے کی ہے جسمین نہ شہرت عمدگی کی ہو نہ خرابی کی اور آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ کھاؤ اور پیو اور پہنو اور صدقہ دو نہ اسراف کے ساتھ اور نہ تکبر کے اور خدای تعالے کو اپنے بندے پر اثر اپنی نعمت کا اچھا معلوم ہوتا ہے - اور بکر بن عبد اللہ مزنی فرماتے ہین کپڑے چاہو بادشاہون کے سے پہنو مگر دلمین خوف خدا سے نرم رکھو

حاجت بکلاہ ترکی داشتنت نیست	✦	درویش صفت باش و کلاہ تتری دار

اور یہ اون لوگون کیواسطے فرمایا کہ پارساؤن کا کپڑا پہنکر تکبر کے طالب ہین اور حضرت عیسے علیہ السلام فرماتے ہین کہ تم لوگون کو کیا ہوا ہے کہ میرے پاس کپڑے تو راہبون کے سے پہنکر آتے ہو اور تمہارے دل بھیڑیون کے سے ہین کپڑے بادشاہون کے سے پہنو مگر دلونکو خوف الہی سے نرم کرو - اور ایک عادت یہ ہے کہ جب کوئی گالی یا ایذا دے یا حق چھین لے تو اوسکی برداشت کرے اور یہی اصل ہے ہم نے باب غضب وحسد مین حکایات سلف کی ایذا کی برداشت مین نقل کی ہین یہان اسقدر معلوم کر لینا چاہیے کہ مجموعہ حسن اخلاق و تواضع کا سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے اوسیکو دستور العمل کرنا چاہیے اور اوسی سے سیکھنا چاہیے - اور ابن ابی سلمہ کہتے ہین کہ مین نے حضرت ابو سعید خدری رضہ سے پوچھا کہ اب جو لوگون نے لباس اور کھانا پینا اور سواری ایجاد کی ہے اسمین آپکی کیا رای ہے اونھون نے فرمایا کہ بھتیجے اپنا کھانا اور پینا اور لباس وغیرہ سب اللہ کیواسطے کر اور جس چیز مین ان اشیا سے کبر یا مباہات یا ریا و شہرت آجاویگی وہ معصیت و اسراف ہے اور اپنے گھر مین وہ کام کیا کر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر مین کرتے تھے آپ کا دستور تھا کہ اونٹ کو گھاس ڈالتے اور اپنے ہاتھ سے باندھتے گھر مین جھاڑو دیتے دودھ نکالتے جوتا ٹانکتے کپڑے مین پیوند لگاتے اپنے خادم کے ساتھ کھانا کھاتے اور اگر وہ تھک جاتا تو اوسکی عوض پیستے اور بازار سے چیز مول لیتے اور اس بات کی حیا نکرتے کہ اوسکو ہاتھ مین لٹکا کر یا کپڑے کے کونے مین باندھکر گھر لا دین توانگر اور مفلس اور بڑے چھوٹے سے سب سے مصافحہ کرتے جو ادنی اعلی نمازی سامنے آتا اوسکو اول سلام کرتے خواہ کالا ہوتا یا گورا یمنہ ہوتا یا آزاد گھر کا اور باہر کا جدا لباس نرکھتے اس بات سے حیا نکرتے کہ کوئی دعوت کرے تو قبول کرین گو کیسا ہی پریشان حال ہو اور دعوت کی چیز کو کبھی برا نکہتے اگرچہ سڑا چھوہارا ہی کیون نہو صبح کا کھانا شام کو نرکھتے اور شام کا صبح کو بہت سہل کار خانہ رکھتے اور با این ہمہ نرم خلق کریم الطبیعت ملنسار کشادہ پیشانی تھے بے خندہ کا تبسم کرتے غم کرتے تو ترش رو نہوتے شدت کرتے تو نہایت سختی نہ برتتے تواضع بے ذلت کی اور

اور سخاوت بے اسراف کی کرتے ہر رشتہ دار اور مسلمان پر رحم فرماتے دل کے رقیق تھے ہمیشہ
گردن نیچی رکھتے شکم سیری سے کبھی بدہضمی کی نوبت نہ آنے دیتے دست مبارک طمع کیطرف دراز
نکرتے حضرت ابو سلمہ کہتے ہین کہ مین حضرت عایشہ رض کی خدمت مین گیا اور جو کچھ حضرت ابو سعید رض
نے مجھسے کہا تھا وہ سب مین نے کہا حضرت عایشہ رض نے فرمایا کہ ابو سعید رض نے کسی بات مین
خطا نہین کی البتہ اتنی بات کوتاہی کی کہ تم سے یہ نکہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی پیٹ بھر
کھانا نہ کھایا اور نہ کسی سے اس بات کا شکوہ کیا بلکہ فاقہ آپ کو بہ نسبت توانگری کے زیادہ محبوب تھا
اور کبھی بھوکے ہی آپ رات گذار دیتے اور پھر صبح کو روزہ رکھتے اگر آپ خدا سے مانگتے
کہ خزانے زمین کے اور پھل اور تمام پورب و پچھم کی وسعت عیش ملجاوے تو ایسا ہی ہوجاتا اور
اکثر مین آپ کی بھوک پر رحم کرکے روتی اور آپ کے پیٹ پر ہاتھ پھیر کر کہتی کہ آپ پر میری جان
فدا ہو دنیا سے اسقدر تو نفع لیجیے کہ آپ کی غذا کو کافی ہو اور بھوکے نہ رہین آپ جواب مین ارشاد
فرماتے کہ ای عایشہ میرے بھائی رسول اولو العزم اس سے بھی زیادہ سختیان سہکر اسی حال پر گذر گئے
اور جب خدا کے سامنے پہونچے تو انکی تواضع اور تکریم ہوئی اور بہت سا ثواب حاصل کیا مجھے
یہ شرم آتی ہے کہ اگر مین آرام مین بسر کرون تو کہین اونسے کم نہ رہ جاؤن اسلیے تھوڑے دن صبر
کرنا مجھے اچھا معلوم ہوتا ہے اس سے کہ آخرت مین میرا درجہ ناقص ہو اور سب سے بہتر بات مجھے یہی
معلوم ہوتی ہے کہ اپنے بھائیون اور دوستون سے ملون حضرت عائشہ رض فرماتی ہین کہ بخدا اس کلام کے
بعد آپ کو ایک ہفتہ بھی پورا نہوا کہ وفات پائی پس جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات
نقل ہوے اونمین سب عادات متواضع لوگون کے جمع ہین جسکو تواضع کی طلب ہو اوسکو
چاہیے کہ آپ کا اقتدا کرے اور جو شخص کہ اپنا رتبہ آپ کے رتبے سے زیادہ سمجھکر اون اعمال پر
جو آپ کو پسند تھے راضی نہو تو وہ سخت جاہل ہے آپ کو دین و دنیا کا منصب تمام خلق سے زیادہ
تھا اسلیے عزت اور رفعت بدون آپ کی اقتدا کے ممکن نہین اسی جہت سے حضرت عمر رض
فرماتے ہین کہ ہم وہ لوگ ہین کہ خدای تعالے نے ہمکو اسلام سے عزت دی ہے ہم اوسکے سوا
کسی اور چیز سے عزت کے طالب نہین اور یہ قول آپ نے جب فرمایا تھا جب شام مین داخل
ہونے کے وقت کسی نے آپ کی ہیئت ظاہری پر اعتراض کیا تھا۔ اور حضرت ابو درداء رض
فرماتے ہین کہ اللہ تعالی کے کچھ بندے ایسے ہین جنکو ابدال کہتے ہین وہ لوگ انبیا کے خلیفہ
ہین اور زمین کے قطب جب نبوت منقطع ہوئی تو خدای تعالے نے ایک گروہ کو امت محمدی

صلی اللہ علیہ وسلم نے اونکے قائم مقام کر دیا ہے وہ لوگ کچھہ اورون سے زیادہ روزہ و نماز مین نہین ہوتے نہ نسب کے خوبصورت ہین بلکہ صدق ورع اور نیک نیتی اور سلامتی قلب ہر ایک مسلمان کے ساتھہ اور اونکی خیر خواہی صرف خدای تعالے کی رضا جوئی کے واسطے کرتے ہین حالت صبر مین جزع و فریاد نہین کرتے تواضع کرتے ہین وہ بھی ذلت کے ساتھہ نہین اون لوگونکو خدای تعالی نے چھانٹ کر اپنا بنا لیا ہے گنتی مین تیس یا چالیس ہوتے ہین اونکے دلون مین یقین ایسا ہوتا ہی جیسا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تھا اونمین سے کوئی جب مرتا ہے جب خدای تعالی اوسکا نائب پیدا کر لیتا ہے اور یہ بھی یاد کر لینا چاہیے کہ وہ لوگ کسی چیز کو برا نہین کہتے نہ کسیکو ایذا دین نہ حقارت کرین نہ دست درازی اور حسد اور حرص دنیاوی کرین سب لوگون سے زیادہ تجربہ کار اور سب سے زیادہ نرم طبع اور سخی ہوتے ہین سخاوت اونکی پہچان ہے اور بشاش رہنا اونکی عادت اور راست روی اونکی صفت ایسے نہین کہ آج تو خوف خدا کرین اور دوسرے روز غفلت مین رہین بلکہ ظاہر مین ہمیشہ ایک حال پر رہتے ہین اور اونکا معاملہ جو خدا سے ہے اوسمین اونکو نہ ہوا ی تند پا سکے اور نہ تیز قدم اور رفتار اونکے دل خدا کے اشتیاق مین اور اوسکے پاس کی رحمت کی طلب مین ترقی کرتے رہتے ہین اور اونکے قدم خیرات کیطرف اٹھتے رہتے ہین غرض اونکا حال یہ ہوتا ہے اُولٰئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ راوی کہتے ہین کہ مین نے جب حضرت ابو درداء سے یہ حال سنا تو عرض کیا کہ مین نے آج تک کوئی وصف جو اس سے زیادہ سخت مجکو معلوم ہو نہین سنا اور مین کسطرح اس وصف کو پہونچون آپ نے فرمایا کہ اگر تو اس وصف کو اچھی طرح حاصل کیا چاہتا ہے تو اتنی ہی بات کرنی پڑے گی کہ دنیا سے بغض رکھے اسواسطے کہ جب دنیا کو برا جانیگا تو آخرت کی محبت پیدا ہو گی اور جسقدر آخرت کی محبت ہو گی اوسیقدر دنیا مین زہد کریگا اور اوسیقدر وہ باتین تجکو سوجھینگی جو تیرے کام آوین اور جب خدای تعالی کو حسن طلب بندے کیطرف سے معلوم ہوتی ہے تو راستی و درستی اوسکے ساتھہ کر دیتا ہے اور کنار عصمت مین جگہ عنایت فرماتا ہے چنانچہ خود کلام مجید مین ارشاد فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ یحیی بن کثیر رح فرماتے ہین کہ ہمنے جو اسمین غور کیا تو معلوم ہوا کہ لذت حاصل کرنے والون کو جو لذت کہ اللہ تعالی کی محبت اور اوسکی رضا جوئی مین ہوتی ہے ایسی اور کسی چیز مین نہین ہوتی

ہم بھی خدا سے چاہتے ہین کہ اپنے دوستون کی محبت ہمکو عنایت فرماوے

نوان بیان طریق علاج کبر کا اور تواضع کے حاصل کرنے کا - یہ معلوم ہو چکا کہ کبر مہلکات مین سے ہی

اور کوئی آدمی اس سے خالی نہین اور اسکا دور کرنا فرض عین ہے صرف تمنا سے نہین جاتا بلکہ
علاج سے اور ان دواؤن کے استعمال سے جو اسکی جڑ کھوتی ہین جاتا ہے اور اسکے علاج کی
دو صورتین ہین اول تو یہ کہ دل مین جو اسکی جڑ ہے اوسکو بیخ و بنیاد سے نکال ڈالنا دوسرے یہ کہ
جن اسباب سے کہ آدمی دوسرے پر تکبر کرتا ہے اونکو دور کرنا صورت اول کبر کی جڑ اوکھاڑنی مین
اور علاج اسکا علمی ہے اور عملی اور بدون دونون علاجون کے شفای کامل نہین ہوتی علمی علاج تو
یہ ہے کہ آدمی اپنے نفس کو اور خدای تعالی کو پہچانے اسی سے انشاء اللہ کبر زائل ہوجاوے گا
اسلیے کہ جب انسان اپنے نفس کی حقیقت کما ینبغی پہچانے گا تو یقین کرلے گا کہ نفس سب ذلیلون سے
ذلیل تر اور قلیل چیزون سے کمتر ہے اور اوسکے حال کے مناسب سوای تواضع اور ذلت و بیچاری کے
اور کچھہ نہین اور جب خدای تعالے کو پہچانے گا تو جان لیگا کہ کبریا و عظمت سوای اسکے اور کسیکو
شایان نہین پھر معرفت خدای تعالی کی اور اوسکی عظمت و مجد کی طوالت کلام چاہتی ہے کیونکہ
علم مکاشفہ کی انتہا یہی ہے اور ہر چند کہ معرفت نفس بھی بہت طویل ہے مگر ہم اوسمین سے اوسقدر
لکھے دیتے ہین جو تواضع کے اختیار کرنے مین کارآمد ہو اور اوسکے لیے یہی کافی ہے کہ انسان
قرآن مجید کی صرف ایک آیت کے معنی جان لے قرآن مجید مین علم اولین و آخرین موجود ہے
بشرطیکہ آدمی کو بصیرت ہو وہ آیت شریف یہ ہے قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ مِنْ اَیِّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ
مِنْ نُّطْفَةٍ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ثُمَّ السَّبِیْلَ یَسَّرَهٗ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ

اس آیت مین انسان کی اول پیدایش اور انجام اور درمیان کا حال مذکور ہے اگر آدمی ان
حالات کو سوچے تو معنی آیت سمجھہ مین آوین مثلاً ابتدای حال مین اسکا ذکر بھی نہ تھا اور نیستی کے
پردے مین نہان تھا بہت دنون ایسا ہی رہا نیستی کا شروع بھی نہین معلوم کب سے نیست تھا
اور جو چیز معدوم و نابود ہو اوس سے زیادہ کمتر اور حقیر کیا چیز ہوگی اور انسان پیدایش سے پہلے
ایسا ہی تھا پھر اوسکو اللہ تعالی نے ایک رذیل چیز سے بنایا پھر ناپاک چیز سے پیدا کیا کیونکہ
اول مٹی سے بنایا پھر نطفے سے خون اور خون سے لوتھڑا کیا پھر ہڈیان بنائین اور اوپر گوشت
و پوست چڑھایا تو ابتدای پیدایش کی تو یہ صورت ہے جس سے دنیا مین اسکا ذکر ہوا اور پھر
پیدایش کے بعد وہی کمینے اوصاف اوسمین موجود رہے یعنی پیدا ہوتے ہی کامل نہین ہوگیا
بلکہ اوسکو اول پتھر جیسا پیدا کیا کہ نہ سنے نہ دیکھے نہ کچھہ سمجھے نہ ہلے نہ بولے نہ کسی چیز کو پکڑے
نہ جانے نہ بوجھے تو گویا زندگی سے پہلے موت کی صورت موجود تھی اور قوت سے پہلے

ضعف کی اور علم سے پہلے جہل کی اور بینائی سے پہلے اندھے ہونے کی کیفیت اور شنوائی سے
پہلے بہرا ہونے کی اور گویائی سے پہلے گونگا ہونے کی اور ہدایت سے پہلے ضلالت کی
اور توانگری سے پہلے افلاس کی اور قدرت سے پہلے عاجزی کی حالت رکھتا تھا یہ معنی ہوے
اس آیت کے مِنْ اَیِّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ مِنْ نُّطْفَةٍ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ اور دوسری جگہ جو ارشاد
فرماتا ہے هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِیْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ یَكُنْ شَیْـًٔا مَّذْكُوْرًا اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ
مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِیْهِ اسکے بھی یہی معنی ہین - پھر پیدا کرنے کے بعد اوسپر احسان فرمایا کہ ثُمَّ
السَّبِیْلَ یَسَّرَهٗ اسمین اشارہ ہے اون اشیا کیطرف جو آدمی کو مدت حیات مین موت تک
حاصل ہوتی ہین اور اسیلیے فرمایا مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِیْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِیْعًا بَصِیْرًا
اِنَّا هَدَیْنٰهُ السَّبِیْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا یعنی خدای تعالے نے انسان کو زندہ کیا اور پیشتر وہ مردہ اور
پتھر تھا کہ ابتدا مین مٹی تھا پھر نطفہ اور بعد زندگی کے اوسکو بہرے سے شنوا کیا اور اندھے سے
بینا کیا اور ضعف کے بعد قوی کیا اور جاہل سے عالم بنایا اور اوسکو ایسے اعضا عنایت کیے
جسمین عجائبات اور آیات ہین پہلے اوسکو کہان سے اور مفلس سے توانگر کیا اور بھوکے سے
شکم سیر کیا اور ننگے سے لباس پہنایا اور گمراہ سے ہدایت یاب کیا تو دیکھنا چاہیے کہ خدای تعالے
نے تو کس کس تدبیر اور صورت سے اوسکو بناکر سب راستے کیسے آسان کیے اور انسان کی سرکشی
بھی دیکھنی چاہیے کہ کتنا بڑا ناشکر ہے اور کیسا کھلا جاہل ہے خدای تعالی تو فرماتا ہے
اَوَلَمْ یَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِیْمٌ مُّبِیْنٌ اور دوسری جگہ فرماتا ہے
وَمِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَاۤ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ یعنی اللہ تعالی کی نعمت انسان پر
قابل دیکھنے کے ہے کہ اوس ذلت اور قلت اور خست اور ناپاکی سے اس بلندی اور بزرگی
پر پہونچایا کہ نیست سے ہست کیا اور مردے سے زندہ اور گونگے سے ناطق وغیرہ اور
پہلے لاشے محض تھا ایسی کوئی چیز نہین جو اوسسے بھی کم ہو پھر خدای تعالے نے جو پردہ عدم سے
وجود عنایت فرمایا تو ذلیل مٹی اور ناپاک نطفے سے بنایا تاکہ اوسکو اپنے نفس کی خست معلوم ہو
اور اپنی ذات پہچانے اور نعمتین جو اوسکو عنایت فرمائین وہ اسلیے کہ اونسے رب کو پہچانے
اور اوسکی عظمت و جلال کو دریافت کرے کہ بڑائی اور کبریائی اوسکی شان کو زیبا ہے
اسیواسطے احسان کے مقام مین ان نعمتون کا ذکر موجود ہے چنانچہ فرمایا اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ
عَیْنَیْنِ وَلِسَانًا وَّشَفَتَیْنِ وَهَدَیْنٰهُ النَّجْدَیْنِ اور دوسری جگہ اول اوسکی خست کو ارشاد فرمایا

أَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّن مَّنِيٍّ يُمْنَىٰ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً پھر اپنا احسان ظاہر فرمایا کہ فَخَلَقَ فَسَوَّىٰ فَجَعَلَ
مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ تاکہ اوسکا وجود ہمیشہ کو تناسل سے قائم رہے جیسا اول مین صرف
ایجاد سے موجود ہو گیا پس جس شخص کا حال یہ ہوا اور اوسکی ابتدا سے پیدایش اسطرح اوسکو
اترانا اور کبریا اور فخر و تکبر کیسے جائز ہے وہ تو واقع مین سب سے کمترین چیز اور سب کم زور و
کم زور تر ہے ہان اگر انسان کو کامل بنایا ہوتا اور اوسکے سب کام اسکے سپرد رہتے اور اپنے
اختیار سے ہمیشہ کو زندہ رہتا تب بھی مضائقہ نہ تھا کہ سرکش ہو جاتا اور اپنے آغاز و انجام کو
بھول جاتا لیکن اب تو معاملہ اور طرح ہے کہ اتنی ہی زندگی مین امراض مہلک اور بڑی بڑی
بیماریان اور مختلف آفتین مسلط کر دی ہین اور اسکے چار اجزا صفرا بلغم سودا اور خون ایک
دوسرے کی ضد ہین اور ایک سے دوسرے کو نقصان پہونچتا ہے خواہ انسان چاہے یا نچاہے
راضی ہو یا ناخوش مثلاً بھوک پیاس مرض اور موت سب کے سب خواہ مخواہ لاحق ہوتے ہین
آدمی کو کچھ اپنے نفس کے نفع اور ضرر کا اختیار نہین نہ خیر و شر کا اختیار ہے بہت سی چیزونکو
چاہتا ہے کہ مجھے معلوم ہون مگر اونسے جاہل رہتا ہے اور کسی چیز کا یاد رکھنا چاہتا ہے تو
بھول جاتا ہے بعض چیزون کو بھولنا چاہتا ہے تو نہین بھولتا اگر اپنے دل کو کسی امر مہم مین
مصروف کرنا چاہتا ہے تو بے اختیار وسواس و فکر کے میدان مین جولانیان کرتا ہے
خلاصہ یہ کہ انسان کا دل خود اپنے اوپر نہین اختیار رکھتا اور نہ اوسکا نفس اپنے قابو مین ہے
ایسی چیز کا آرزومند ہوتا ہے کہ اوسمین ہلاک ہو جاوے اور بعض اشیا کو برا سمجھتا ہے لیکن
اوسمین زندگی ہوتی ہے کھانون کو لذیذ جانتا ہے حالانکہ وہی باعث سوء ہضمی ہو کر ہلاک
کرتے ہین اور دوا کو بدمزہ جانتا ہے اور وہ اوسکو نافع ہوتی ہین اور زندہ رکھتی ہین اور رات
اور دن مین کوئی لحظہ اس بات کا امن نہین کہ کان اور آنکھ چھین جاوین یا اعضا کو فالج مار دے
یا عقل جاتی رہے اور جان نکل جاوے اور سب آرزوئین بالای طاق رہجاوین پس آدمی بیچارہ
مجبور ہے اگر کوئی چھوڑے تو رہے اور اوچک لے تو جاتا رہے غلام مملوک ہے کہ نہ اپنے اوپر
قابو ہے نہ غیر پر تو اگر اپنے نفس کو پہچانے تب معلوم ہو کہ انسان سے زیادہ ذلیل کیا چیز ہوگی
اور ایسے حال مین کبر کا کرنا محض جہالت ہے یہ درمیان کا حال ہوا اسکو تامل کرنا چاہیے اور
انجام اور ورودگاہ آخری موت ہے جسکی طرف ان کلمات مین اشارہ ہے ثُمَّ أَمَاتَهُ
فَأَقْبَرَهُ ثُمَّ إِذَا شَاءَ أَنشَرَهُ یعنی انسان سے روح چھینی جاوے گی اور سننا اور دیکھنا اور علم و قدرت

اور حس ہوا اور اک و حرکت سب سلب کیے جاوینگے تو جیسا ابتدا میں جماد تھا ویسا ہی انجام کو ہو جاویگا اعضا کی شکل کے سوا کچھ حس و حرکت باقی نرہے گی پھر مٹی میں رکھا جائیگا تو ایک مردار بدبو اور ناپاک ہو جاویگا جیسا اول میں نطفہ ناپاک تھا پھر اعضا گلنے لگینگے اور اونکے اجزا بکھر جاینگے ہڈیاں سڑ کر ریزش پاش ہو جاوینگی کیڑے بدن کو کھا جاوینگے آنکھوں کے ڈھیلوں سے کھانا شروع کرینگے جب وہ ہو چکیں تو رخسار کو چاٹینگے اسیطرح سب کی صفائی بتاینگے تو سارا بدن کیڑون کے پیٹ میں جائیگا اور اوسوقت مردے کا یہ حال ہوگا کہ کوئی حیوان پاس نہ پھٹکے آدمی اوسکو ناپاک سمجھے اور بدبو کی شدت سے دور بھاگے اور سب سے بہتر اوسکے احوال میں سے یہ ہے کہ جیسا پہلے تھا ویسا ہی ہو جاوے تو اب گلنے اور سڑنے سے خاک ہو جاویگا جس سے برتن بنینگے اور عمارت بنائی جاویگی اور موجود ہونے کے بعد پھر نابود ہوگا کہ گویا کبھی ہوا ہی نہ تھا جیسا پہلے مدتوں تک نابود رہا تھا اور کیا اچھا ہوتا جو اسی حال پر خاک ہونے کے بعد چھوٹ جاتا بلا یہاں تو ایک اور شامت لگی ہے کہ پھر زندہ ہوگا اور اجزاے متفرق سب جمع ہو کر پھر قبر سے نکلیگا تو دیکھیگا کہ قیامت کھڑی ہے اور مصیبت سر پر پڑی آسمان پھٹے ہوے ہیں اور زمین بدلگئی ہے پہاڑ اودھر سے اودھر مارے پھرتے ہیں تارے اندھے ہیں آفتاب کو گہن لگا ہوا ہے سب جا اندھیرا اور ہا ہے فرشتوں نے آگھیرا ہے دوزخ خدا چلاتی ہے جنت کو دیکھکر مجرموں کو حسرت آتی ہے نامۂ اعمال کھلا ہے اور حکم ہے کہ اپنا نامہ پڑھ اوسوقت پوچھیگا کہ یہ نامہ کیسا ہے کہا جاویگا کہ تیرے ایام حیات میں جسپر تو امنی اور نازاں اور متکبر تھا تجھپر دو فرشتے محافظ مقرر تھے کہ جو کچھ تو بولتا اور عمل کرتا تھا وہ اسمین لکھتے جاتے تھے تیرا عمل تھوڑا اور بہت چھوٹا اور بڑا اور کھانا اور پینا اور نشست و برخاست سب کچھ اسمین موجود ہے تو بھولگیا تو کیا ہوا خدا تعالے نے تو سب لکھ رکھا ہے اب چل حساب سنے اور اپنے کیے کا جواب دے ورنہ عذاب کے لیے تیار ہو اس خطاب کے سنتے ہی دل بیتاب ہوگا اور خوف کے مارے زہرہ آب ہوگا حالانکہ ابھی نامۂ اعمال کو دیکھا نہ ہوگا جب اوسکو دیکھیگا تو کہیگا ہای افسوس اس کتاب میں تو چھوٹا اور بڑا گناہ سب کچھ موجود ہے پس آخر انسان کا یہ ہے جو اس آیت سے مراد ہے ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ اب غور کا مقام ہے کہ جبکا یہ حال ہوا اوسکو تکبر سے کیا سروکار ہے اوسکو ایک لحظہ خوشی کرنی بھی نہ چاہیے اترانا اور جبر کرنا تو درکنار ہے انسان پر اول اور درمیان کا حال تو کھلا ہے اگر معاذاللہ آخر کا حال کھلجاوے تو اوسوقت عجب نہیں کہ اپنے تئیں کتا یا سور بنجانا پسند کرے کہ اونکے ساتھ خاک ہو کر نہ خطاب سنے نہ عذاب سہے اور واقع میں اگر انسان خدا کے نزدیک مستحق دوزخ ہے تو سور بھی اس سے کہیں اشرف اور طیب ہے اسواسطے کہ وہ اول میں بھی خاک تھا اور آخر کو بھی خاک ہو جاویگا

حساب و عذاب سے علیحدہ رہیگا علاوہ ازین کتا اور سور اگر لوگون کو نظر پڑین تو کوئی اونسے
بھاگتا نہیین اور اگر دنیا دار کسی بندۂ گناہگار کو دوزخ مین دیکھ پاوین تو اوسکی صورت ہیبتناک
اور وحشت دیکھکر چیخ مارین اور اگر اوسکی ہوا اونکو لگ جاوے تو بدبو سے ہلاک ہوجاوین اور
اگر اوسکے پینے کے پانی کا ایک قطرہ دنیا کے سمندرون مین گرجاوے تو مردار سے زیادہ بو ہوجاوے
پس جس شخص کا انجام کار یہ ہو وہ تکبر کسطرح کرتا ہے اور اپنے نفس کو کچھ شے فرض کرکے اوسکی
فضیلت کا معتقد کیسے ہوتا ہے یون اگر خدا معاف کردے اور یہ نوبت نہ پہونچنے پاوے تو
اور بات ہے الا تاہم معاف کرنے مین تو شک ہی ہے اور گناہگار ہونا یقینی ہے کوئی نفس ابن آدم
ایسا ہے جسنے گناہ نکیا ہو اور مستحق عقوبت اوسکے سبب نہو مگر یہ کہ خداے تعالی معاف فرماوے
اور حسن ظن اوسکے فضل و کرم پر اسی بات کا مقتضی ہے کہ وہ اپنی رحمت سے معاف کرے۔
فرض کرو کہ کسی شخص نے بادشاہ کا ایسا قصور کیا جس سے مستحق ہزار کوڑون کا ہے اور حسکم
سلطانی سے قیدخانے مین مقید کردیا گیا اور وہ شخص منتظر ہے کہ میری روبکاری ہوگی اور سب
لوگون کے سامنے سزا ملے گی اور اس بات مین شک ہے کہ میرا قصور معاف ہوگا کہ نہیین
اب ہم پوچھتے ہین کہ وہ شخص قیدیون پر تکبر کریگا یا حالت ذلت مین اپنی جان کی فکر مین ڈوبا رہیگا یہی حال بندونکا
ہے کہ گناہگار اور مستحق عقوبت تو سب ہین اور دنیا اونکے لیے قیدخانہ اور حوالات ہے اور یہ معلوم
نہیین کہ روبکاری کے روز کیسی بنیگی تو جو شخص اسطرح تامل کریگا اوسکو یہی رنج و خوف اور ذلت
کافی ہے اور یہ علاج علمی ایسی تدبیر ہے کہ جس سے کبر کی جڑ اوکھڑ جاتی ہے۔ اور علاج عملی یہ ہے کہ
علانیہ تواضع خدا کیواسطے کرے اور سب لوگون کے ساتھ تواضع کرنے والون کے سے اخلاق
برتے جیسے کہ ہم نے صلحا کا حال اوپر بیان کیا ہے یا جسطرح کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور
شریف تھا یہان تک کہ روایت صحیح ہے کہ آپ زمین پر کھانا کھاتے اور فرماتے کہ مین بندہ ہون
بندون ہی کیطرح کھانا کھاتا ہون۔ اور حضرت سلمان فارسی رض سے کسینے پوچھا کہ آپ نیا کپڑا کیون
نہیین پہنتے آپ نے فرمایا کہ مین غلام ہون جسدن آزاد ہونگا اوسروز نیا کپڑا پہنونگا اس
آزادی سے مراد آزادی روز قیامت ہے اور تواضع کے معلوم ہونے کے بعد اوسکے تمامی عمل سے
ہوتی ہے اسی جہت سے عرب کی قوم کہ اللہ و رسول پر تکبر کرتے تھے اونکو ایمان اور نماز دونونکا
حکم ہوا اسلیے کہ اونکو تواضع اور فروتنی بری معلوم ہوتی تھی حتی کہ اگر کسیکے ہاتھ مین سے کوڑا گرتا تو
اوٹھانے کیواسطے نہ جھکتا اور اگر جوتے کا تسمہ کھلجاتا تو اوسکو نہ باندھتا کہ جھکنا پڑیگا چنانچہ حکیم

بن حزام رضؓ نے اول اول بیعت مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شرط کی تھی کہ مین رکوع و سجدہ
کھڑے کھڑے کیا کرونگا آپ نے منظور فرمایا تھا پھر آخر کو وہ سمجھ گئے اور بڑے پکے عابد اور کامل ہوے
غرضکہ اہل عرب کے نزدیک سجدہ کرنا اور جھکنا کمال ذلت اور پستی کی علامت تھی اسلیے نماز کا حکم
ہوا تاکہ اونکا تکبر ٹوٹے اور دلون مین تواضع گھر کرے کیونکہ نماز مین شدت سے تواضع پائی جاتی ہی
کہ رکوع اور سجدہ اور سامنے کھڑا رہنا سب کچھہ آثار فروتنی کے موجود ہین اور نماز کو جو دین کا ستون کہتے ہین
اسکی بہت سی وجہین ہین اونمین سے ایک یہ بھی ہے کہ اسمین صد درجہ کی تواضع موجود ہے اور
نماز کا حکم تمام خلق کو بھی اسیلیے ہوا ہے کہ اسکے افعال مقتضی تواضع کے ہین تو حاصل یہ ہوا کہ آدمی کو
چاہیے کہ جب اپنے نفس کی حقیقت پہچان لی تو جو فعل کہ اونکا مقتضی کبر ہو ہمیشہ اوسکے خلاف کرے
یہان تک کہ تواضع کا عادی ہو جاوے اسیلیے دل مین اچھے اخلاق جبھی آتے ہین جب علم و عمل دونون
ہون اور چونکہ اعضا عالم ظاہری سے ہین اور دل عالم ملکوت سے اور ان دونون مین ایک علاقہ پوشیدہ
اور ارتباط مخفی ہے اسیلیے اعضا کے عمل سے دل پر تاثیر ضرور ہوتی ہو - دوسری صورت اوس تکبر کا
بیان جو سات سببون مذکورہ سابق سے ہوتا ہے باب ذم جاہ مین ہم لکھہ چکے ہین کہ کمال حقیقی علم اور
عمل کا نام ہے اور جو چیز انکے سوا اور موت پر فنا ہونے والی ہے وہ کمال وہمی ہے اس لحاظ سے
عالم کو تکبر نہ کرنا دشوار ہے اسیلیے فی الجملہ کمال حقیقی اوسکو علم کا موجود ہے مگر ہم طریق علاج علمی و عملی
ساتون سبب کا ذکر بیان کیے دیتے ہین اول نسب کا تکبر نسب کے باعث جسکو تکبر ہوا اوسکو دو باتین جاننی
چاہیین اول تو یہ کہ نسب پر فخر کرنا محض جہالت ہے اسلیے کہ دوسرے کے کمال سے اپنی عزت ہونی بمعنی ہے
نہو گر ذات مین جوہر تو کیا حاصل ہی یون کہنا ❊ کہ آبا تھے ہمارے اشرف و افضل خدائی سے
پس جو شخص نسب کا فخر کرتا ہے اگر خود صفات خسیس رکھتا ہے تو اونکی خست کو دوسرے کا کمال
کسطرح تدارک کریگا بلکہ جس شخص کی نسب سے تکبر کرتا ہے اگر وہ زندہ ہوتا تو کہتا کہ فضیلت مجھہ مین ہے
اور تو تو میری پیشاب کا کیڑا ہے تجھے شرف کہان سے آیا اب ہم پوچھتے ہین کہ جو کیڑا انسان کے
پیشاب سے پیدا ہو اور جو گھوڑے کے پیشاب سے پیدا ہو تو انسان کے پیشاب کا کیڑا دوسرے سے
بہتر کہلاویگا نہین بلکہ دونون یکسان ہونگے شرف انسان ہی کو ہے اونکے پیشاب کے
کیڑے کو کچھہ شرف دوسرے کیڑون پر نہین دوسری بات یہ ہے کہ اپنا نسب حقیقی پہچانے
یعنی باپ اور دادے کو خیال کرے اوسکا باپ تو ایک نطفہ ناپاک ہے اور دادا مٹی اور خاک
ذلیل ہے چنانچہ خداے تعالے نے اس نسب کو قرآن مجید مین بتلا دیا ہے جیساکہ فرمایا

الَّذِي أَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهُ وَبَدَأَ خَلْقَ الْإِنْسَانِ مِنْ طِينٍ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِنْ سُلَالَةٍ مِنْ مَاءٍ مَهِينٍ
پس جسکی اصل خاک ذلیل ہو جو پامال ہوتی رہتی ہے اور پھر اوسکی مٹی کا خمیر کیا گیا ہو یہان تک کہ
سیاہ اور بودار ہو گئی ہو وہ تکبر کیسے کرتا ہے جسکی طرف اوسکی نسبت ہے وہ تو سب مین ذلیل ہے
جیسا کہ کہتے ہین کہ فلانا خاک سے زیادہ ذلیل ہے اور کالی کیچڑ سے زیادہ بدبودار اور پیشاب سے زیادہ
ناپاک ہے پس اگر خاک کیطرف آدمی کی نسبت بعید ہے تو قریب ہی چیز کی نسبت کو دیکھنا چاہیے کہ
وہ نطفہ یا مضغہ ہے اوسکے لحاظ سے بھی اپنے آپ کو حقیر ہی جاننا چاہیے اور اگر ہوسکے لحاظ سے
رفعت بھی ہوتی ہو تو جو اوسکی اصل ہے وہ خاک ہے اوسکو بھی رفعت نہین جب باپ مین رفعت
نہ دادے مین تو اولاد مین کہان سے آئی اس سے معلوم ہوا کہ جب اصل آدمی کی خاک سے ٹھہری
اور علیحدہ نطفے سے ہوا تو نہایت پست درجے کا برا نسب ہے اسلیے کہ جو اسکی اصل ہے وہ تو پانون تلے ملی جاتی ہے اور
جس سے پیدا ہوا ہے وہ اگر بدن کو لگ جاوے تو دھویا جاتا ہے پس جو شخص اس نسب حقیقی کو پہچانیگا وہ تکبر نکریگا ؎

ز خاک آفریدت خداوند پاک	پس اے بندہ افتادگی کن چو خاک

اور بعد اس معرفت اصل اور مادہ اصلی کے کھلنے سے متکبر بالنسب کی ایسی مثال ہوگی کہ ایک شخص
اپنے آپ کو ہمیشہ سید جانتا ہے اور اوسکے باپ نے اوس سے کہدیا تھا کہ ہم سید ہین اسی جہت سے
اوسکو تکبر شرافت نسب کا تھا اسی حال مین چند سچے لوگون نے کہ جنکے قول مین جھوٹ کا شک نہین
یہ بیان کیا کہ یہ شخص حجام کا لڑکا ہے اور اس دعوی کو خوب براہین و حجت سے اوسکو سمجھا دیا کہ اوسکے
دلمین کچھہ شبہہ باقی نرہا اور جان لیا کہ یہ لوگ سچ کہتے ہین تو اب اوس شخص کو کچھہ غرور نسب کا نرہیگا
بلکہ اپنے تئین سب آدمیون سے حقیر ہوجاویگا اور اس اپنی ذلت کا ایسا دھیان دلمین جمیگا
کہ دوسرون پر تکبر کرنا سب بالای طاق ہوگا یہی حال دانا و بصیر شخص کا ہے جب اپنی اصل کو سوچتا ہے
اور جانتا ہے کہ مٹی اور نطفے سے بنا ہوا ہون تو تکبر نہین کرتا اسلیے کہ مثلا اگر اسکا باپ بھنگی یا حجام
یا کوئی اور ذلیل کام والا ہوتا تو یہ شخص اپنے آپ کو کمینہ سمجھتا اس وجہ سے کہ باپ کوڑا اور مٹی اوٹھاتا تھا
یا خون مین ہاتھہ تر رکھتا تھا تو جب یہ معلوم ہوگا کہ خود مین ہی خاک اور خون سے بنا ہون تو بطریق
اولی اپنا کمینہ ہونا سمجھے گا دوسرا سبب کبر کا جمال ہے اور اوسکی دوا یہ ہے کہ اپنے باطن کو عاقلون
کیطرح دیکھے اور بہائم کیطرح ظاہر حال کو معاینہ نہ کرے اور جب باطن کو دیکھیگا تو ایسی قباحتین سوجھینگی
جنسے جمال کا کبر جاتا رہیگا مثلاً تمام اعضا مین آدمی کی پلیدی پڑی ہے پیٹ مین براز ہے اور مثانہ
مین پیشاب اور ناک مین رینٹھہ اور موتہہ مین تھوک اور کانون مین میل اور رگون مین خون اور جلد مین

ترجمہ جس نے خوب بنائی جو چیز بنائی اور شروع کی انسان کی پیدائش ایک گارے سے پھر بنائی اوسکی اولاد ایک نچڑے پانی بے قدر سے ۱۲

پیشاب اور بغل میں بدبو ہے اور باوجود اسکے دن میں ایک بار یا دو بار پاخانہ اپنے ہاتھ سے دھوتا ہو اور ہر روز ایک یا دو بار پیٹ کی بلا اٹھا لئے کو پاخانے میں جاتا ہے اور وہ ایسی چیز ہے کہ اوسکا دیکھنا بھی مکروہ معلوم ہوتا ہے چھونا اور سونگھنا درکنار اور یہ سب اسواسطے ہے تاکہ ہر وقت اسکو دھیان اپنی ناپاکی اور ذلت کا بنا رہے یہ حال توحیات کا ہے اور ابتدای خلقت جس سے ہوئی ہے وہ معلوم ہی ہے کہ نطفہ اور خون حیض سے ہے اور دو بار پیشاب کے راستے سے نکلا ایک بار باپ کی پشت سے جب ماں کے پیٹ میں گیا اور رحم میں جو خون حیض کی جگہ ہے رہا اور ایک بار جب ماں کے پیٹ سے دنیا میں آیا چنانچہ حضرت انس رض فرماتے ہین کہ حضرت ابوبکر صدیق رض ہمکو خطبے میں ہمارے نفسون کی ناپاکی ظاہر کرنے کو فرماتے کہ تم لوگ پیشاب کی جگہ سے دو بار نکلے ہو اور اسی بنا پر طاؤس رح نے حضرت عمر بن عبد العزیز رح سے کہا تھا کہ یہ چال اوس شخص کی نہیں جسکے پیٹ مین غلیظ ہو جیسا کہ یہ قصہ اوپر گذرا یہ ابتدا و وسط کا حال ہے۔ اور اگر ایام حیات مین ایک روز بھی اپنے بدن کی صفائی اور غسل نکرے تو بدبو اور پلیدی ایسی ہو جاوے جیسے چارپایون مین ہوتی ہے کہ وہ کبھی اپنے آپ کھیل اپنے صفائی کے نہین ہوتے۔ پس جب آدمی تامل کرے کہ مین پلید بوسے پیدا ہوا اور پلید یون ہی مین رہا اور مرنے کے بعد بھی مردار پلید ہی ہو جاونگا تو اپنے جمال کو باعث فخر نسمجھے گا وہ تو گھورے پر کا سبزہ ہے کہ ظاہر مین ہرا ہرا معلوم ہوتا ہے اور اصل ناپاک ہے یا جنگل کا گلزار ہے کہ ابھی اچھا معلوم ہوتا ہے اور کچھ دنون بعد تنکا تنکا ہوا مین مارا پھرتا ہے۔ اور اگر بالفرض حسین آدمی کا جمال دیرپا ہوتا اور ان سب خرابیون سے مبرا تب بھی اوسپر واجب تھا کہ اپنے جمال کے سبب بدصورت پر تکبر نکرتا اسلیے کہ بدصورت کی بدصورتی اوسکے اختیار مین نہ تھی کہ اوس سے بچ رہتا اور نہ خوبصورت کی خوبصورتی اوسکے اختیار مین ہے کہ اوسکی تعریف کیجاوے اور اب تو جمال کو کچھ قیام ہی نہین ہر دم یہ خوف لگا ہوا ہے کہ جاتا رہے ذرا سے مرض یا چیچک یا زخم یا کسی اور سبب سے زائل ہو جاتا ہے اور ایسا بہت واقع ہوا ہے کہ خوبصورت آدمی انھین اسباب سے بدصورت ہو گئے ہین تو ان باتون کو جاننا اور اکثر سوچنا دل مین سے جمال کے کبر کو اوکھاڑ دیتا ہے تیسرا سبب تکبر کا زور و قوت ہے اسکا علاج یہ ہے کہ جو مرض اور بیماریان آدمی پر مسلط ہین اونکو تامل کرنے کہ اگر ایک رگ مین بھی درد ہو جاتا ہے تو سب جا جز و تنگ بدتر ہو جاتا ہے اور سب سے زیادہ ذلیل بنجاتا ہے

	چو عضوے بدرد آورد روزگار		دگر عضوہا را نماند قرار	

اور یہ بھی سوچنا چاہیے کہ اگر کوئی مکھی کچھ چھین لے تو اوس سے نہین لے سکتا اور اگر کچھ ناک مین

گھس جاوے یا چیونٹی کان میں چلی جاوے تو باعث ہلاک ہو اور اگر کانٹا پانون مین لگ جاوے تو عاجز کر دے ایک دن کے بخار مین مدت کا زور جاتا رہتا ہے پس جس شخص سے تحمل کانٹے کا نہو سکے اور مچھر اور چیونٹی کی تاب نلاوے اور مکھی کو اپنے اوپر سے نٹال سکے اوسکو چاہیے کہ اپنی قوت کا فخر نکرے اور اگر بالفرض انسان طاقت وری ہو تو گدھے اور گاے اور ہاتھی گھوڑے سے زبردست ہوگا پھر ایسی صفت مین کیا فخر رہا جسمین بہائم بڑھکر ہون چوتھا سبب توانگری اور کثرت مال ہے اور اسی مین کثرت یار و مددگار اور بادشاہون کیطرف سے حکومت پانے پر تکبر کرنا بھی شامل ہے اور ان مین سے ہر ایک چیز پر تکبر کرنا جمال و قوت وغیرہ کے تکبر کے مانند نہین اسواسطے کہ جمال وغیرہ تو داخل انسان تھا یہ چیزین تو اوسکی ذات سے خارج ہین اور یہ قسم تکبر کی سب سے بری ہے اسلیے کہ جو اپنے مال کا تکبر کرتا ہے وہ ایسا ہے جیسا کوئی اپنے گھوڑے یا گھر کا تکبر کرتا ہے تو اب اگر گھوڑا مر جاوے یا گھر مسمار ہو جاوے تو ذلیل کا ذلیل رہجاویگا اور جو شخص بادشاہون کیطرف سے حکومت پانے پر متکبر ہے اور اپنے آپ مین کوئی وصف نہین رکھتا اوسنے اپنے کام کی بنیاد اوس دل پر رکھی ہے جو ہنڈیا سے بھی زیادہ جوش رکھتا ہے یعنے بادشاہون کا دل ہمیشہ متغیر رہتا ہے گاہ بسلامت بخند وگاہ بدشنامے خلعت دہند اگر ذرا سی بات مین بگڑ جاوین تو جو لوگ اپنے آپ کو ذی عزت سمجھتے تھے وہ سب سے ذلیل ہو جاتے ہین اور جو شخص ایسی چیز سے تکبر کرے جو اوسکی ذات مین نہو وہ کھلا جاہل ہے مثلا جو توانگری کا تکبر رکھتے ہین اگر تامل کرین تو کفار مین اونسے زیادہ ثروت والے ہین پس تف ہے ایسے شرف پر کہ جسمین کفار بڑھکر ہون اور تف ہے ایسے فضل پر کہ جسکو چور ایک لحظے مین چرالے اور مالک ذلیل و مفلس رہجاوے غرضکہ یہ اسباب ایسے ہین کہ آدمی کی ذات مین داخل نہین اور جو ذات مین داخل ہین اونکا ہمیشہ قائم رکھنا آدمی کے اختیار مین نہین اور آخرت مین وبال و مصیبت کے باعث ہونگے پس اونپر فخر کرنا عین جہالت ہے اور یہ بھی بات قابل غور ہے کہ جس چیز پر آدمی کو اختیار نہین وہ اوسکی ملک نہین ہو سکتی اور یہ سب چیزین ایسی ہی ہین کہ آدمی کے اختیار مین نہین بلکہ مالک حقیقی کے اختیار مین ہین اگر وہ چاہے تو پاس رہ سکتی ہین اور نہ چاہے تو نہین رہ سکتین آدمی تو ایک غلام مملوک ہے کہ کسی چیز پر اسکا قابو نہین تو جسکو یہ حال معلوم ہو جاوے اوسکا کبر ضروری دور ہونا چاہیے مثلا کوئی شخص عاقل اپنی قوت و جمال اور مال و دولت اور حریت اور استقلال اور زیادتی مکانات اور کثرت جاہ و حشم کا فخر کرتا ہے اسی اثنا مین دو عادل گواہون نے

کسی منصف حاکم کے سامنے گواہی دی کہ یہ شخص فلانے کا غلام ہے کیونکہ اسکے ماں باپ اوسکے مملوک تھے
اور حاکم نے بفور اطلاع مالک کو خبر کردی اور مالک نے آکر اوسپر بھی قبضہ کرلیا اور تمام اوسکا مال لے لیا
اور وہ باوجود مال جانے کے یہ بھی خوف رکھتا ہے کہ کہین ان اموال مین افراط و تفریط کرنے اور صحیح مالک کو
اطلاع نہ دینے کی سزا نہ ملے کہ مالک کی جستجو مین تقصیر کیون کی اور اسپر اور مصیبت یہ کہ وہ شخص ایسے
گھر مین بند کیا جاوے کہ جہان سانپ بچھو اور حشرات الارض بہت سے ہون کہ ہر دم ہر ایک سے ڈرتے ہے
اب اوسکا حال یہ ہوگیا کہ نہ تو اپنی جان کا مالک ہے نہ مال کا اور نہ کوئی تدبیر نجات کی جانتا ہے تو بھلا
ایسا شخص جسکا یہ حال ہو وہ اپنی قدرت و ثروت اور قوت و کمال کا فخر کریگا یا اپنے دل مین ذلیل و
خفیف ہوگا یہی حال عاقل بصیر کا ہوتا ہے کہ وہ بھی اپنے نفس کو ایسا ہی جانتا ہے کہ نہ مین مالک اپنی
گردن کا ہون نہ بدن کا نہ اعضا اور مال کا اور باوجود اسکے آفات اور شہوات اور امراض کو اپنے لیے
سانپ بچھو سمجھتا ہے کہ ہر دم اونسے خوف ہلاک ہونے کا ہے پس جسکا یہ حال ہو وہ اپنی قوت و قدرت پر فخر
نہین کرنے کا کیونکہ اوسکو تو معلوم ہے کہ نہ مجھے کچھ قدرت ہے نہ قوت تو جو اسباب تکبر کے آدمی
کی ذات سے خارج ہون اونکے علاج کا طریق یہی ہے اور یہ طریق علم و عمل پر تکبر کرنے کے علاج کی
بہ نسبت آسان ہے اسلیے کہ علم و عمل نفس کے وہ کمال ہین اور نفس کو خوش ہونا اونسے چاہیے بلکہ اونسے
تکبر کرنے مین ایک طرح کی خفیہ جہالت ہے جسکا ہم ذکر کرتے ہین چھٹا سبب تکبر کا علم ہے اور وہ بڑی آفت
اور بڑے امراض مین سے ہے جسکا علاج سہل نہین بلکہ نہایت محنت و شدت سے ہوتا ہے اسواسطے کہ
علم کی قدر خداے تعالیٰ کے نزدیک اور بندون کے نزدیک بہت بڑی ہے اور اسکی قدر مال و جمال سے اور
چیزون سے بڑھکر ہے بلکہ مال و جمال کو کچھ بھی رتبہ نہین اگر علم اور عمل انکے ساتھ نہون اور یہی وجہ ہے
حضرت کعب احبار رضہ فرماتے ہین کہ علم کی طغیانی مثل مال کی طغیانی کے ہے اور حضرت عمر رضہ فرماتے تھے
کہ جب عالم لغزش کھاتا ہے تو اوسکی لغزش سے ایک عالم لغزش کھاتا ہے پس چونکہ فضائل علم کے
شریعت مین اس کثرت سے ہین اسلیے عالم آدمی سے نہین ہوسکتا کہ اپنے آپ کو جاہل سے بڑھکر
نجانے اور اس تکبر کے دور کرنے کے لیے اوسکو دو باتون کا جاننا چاہیے اول تو یہ کہ اللہ تعالیٰ کی
حجت اہل علم پر مستحکم تر ہے اور جاہل سے اتنا برداشت کیا جاتا ہے کہ عالم سے اوسکا دسوان حصہ
بھی برداشت نہین کیا جاتا کیونکہ جو شخص جان بوجھکر خداے تعالیٰ کی نافرمانی کرے اور علم کا حق نعمت ادا
نکرے اوس سے زیادہ کیا گناہ ہوگا اور یہین لحاظ حدیث شریف مین ہے کہ قیامت کے روز
عالم بلایا جاویگا اور دوزخ مین ڈال دیا جاویگا اوسکی آنتڑیان نکل پڑینگی اور اوسکو ایسا چکر دینگی

جیسا گدھا چکی پھراتا ہے دوزخی اوسکے گرد جمع ہو کر پوچھینگے کہ تیرا کیا حال ہے کہیگا کہ مین دوسرون کو
نیکی کا امر کرتا تھا اور خود نیکی نہ کرتا تھا اور بدی سے دوسرون کو منع کرتا تھا اور خود اوسکا مرتکب تھا اور
خداوند کریم نے عالم بے عمل کو گدھے اور کتے سے مشابہت دی ہے چنانچہ فرمایا مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ
ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا اس آیت سے علماء یہود مراد ہین اور
بلعم بن باعورا کے حال مین فرمایا وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا
یہانتک کہ فرمایا فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ
حضرت ابن عباس رضہ فرماتے ہین کہ بلعم کو کتاب عنایت ہوئی تھی اوسنے شہوات زمین کو پسند کرکے
ہمیشہ اوسپر رہنا چاہا اور اوسکے لیے حکمت کا دیا جانا یا نہ دیا جانا برابر ہے وہ کسی صورت مین شہوت
نچھوڑیگا۔ پس عالم کو یہی خطر کافی ہے کونسا عالم ہے جسنے اتباع شہوت نہ کیا ہو اور کونسا عالم ہے
جسنے ایسی نیکی کا امر نہ کیا ہو جسکا عامل خود نہ ہوا ہو تو جس عالم کے دل مین یہ نسبت جاہل کے اپنی قدر
زیادہ معلوم ہو اوسکو یہ بھی سوچنا چاہیے کہ جیسے میری قدر بڑی ہے ویسی ہی دوسرونکی نسبت مجھے
اندیشہ بھی بہت زیادہ ہے دونون باتین ایک دوسرے کا بدلہ ہوگئین اور عالم کی مثال ایسی ہے
جیسے کسی بادشاہ کو دشمنون کی کثرت سے اپنے جان کا اندیشہ ہو کہ ایسا شخص اگر گرفتار ہو جاوے
اور سیاست کیا جاوے تو اوسوقت یہی تمنا کرتا ہے کہ اگر فقیر ہوتا تو خوب ہوتا اسیطرح بہت عالم
قیامت مین ایسی بات کی آرزو کرینگے کہ کسیطرح جاہلون ہی کی طرح بچ جاوین معاذ اللہ منہا غرض یہ خطر
مانع تکبر ہے اسلیے کہ اگر دوزخی ہے تب تو سور بھی اوس سے بہتر ہے تو تکبر کس بات کا کرتا ہے
عالم کو بچانا ہے اپنے جی مین صحابہ رضہ سے بھی بڑھکر ہو دیکھو اونمین سے بعض فرماتے تھے کہ کاش
میری ماں مجھے نہ جنتی اور بعض ایک گھاس کا تنکا اوٹھاتے اور کہتے کہ اگر مین یہ تنکا ہوتا تو خوب ہوتا
اور بعض فرماتے کہ اگر مین پرند ہوتا اور لوگ کھا جاتے تو اچھا تھا اور بعض ارشاد کرتے کہ کیا خوب ہوتا
جو میرا ذکر ہی دنیا مین نہوتا یہ سب اقوال انجام کے خوف کے سبب تھے اپنے آپ کو پرند اور خاک سے
بدتر سمجھتے تھے اور جب عالم خطر عاقبت کا فکر زیادہ کریگا تو بالکل کبر جاتا رہیگا اور اپنے نفس کو سب
خلق سے برا جانیگا اور اوسکی مثال ایسی ہوگی کہ مثلاً کسی غلام کو اوسکے آقا نے چند باتون کا حکم دیا
اوسنے اونکو کرنا شروع کیا مگر بعض امور ترک کر دیے اور بعضومین نقصان کر دیا اور بعضون مین
شک ہے کہ آقا کی مرضی کے موافق ادا ہوے یا نہین پھر اوسکو ایک خبر رسان نے خبر دی کہ تیرے
آقا نے [illegible] اور تجھکو [illegible] متاع سے ننگا اور ذلیل کرکے بلایا ہے کہ اپنے

دروازے کے باہر دھوپ کی گرمی مین بہت دیر تک ڈالے رکھیگا اور جب تیرا غربنا کہ مین آجاویگا
تب تیرا حساب دیکھیگا اور سب کام تھوڑے اور بہت کی بازپرس ہوگی بعد اوسکے تجکو حکم ایک تنگ
قیدخانے مین قید کرنے کا دیا جاویگا کہ ہمیشہ عذاب مین رہے اور ایک دم راحت نپاوے اور اوس
غلام کو بھی معلوم ہے کہ میرے آقا نے اپنے بہت سے غلامون کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کیا ہے اور
بعضون کو معاف بھی کردیا ہے مگر معلوم نہین کہ مین کونسے فریق مین ہون پس جب اوسکے سر پر یہ اندیشہ
سوار ہوگا تو نفس بالکل پژمردہ اور ذلیل ہوجاویگا اور غم اور خوف کریگا عزت و کبر بالکل جاتا رہیگا کسی پر تکبر
کرنا تو کیا معنی سب کے ساتھ تواضع سے پیش آویگا کہ شاید میری سفارش تکلیف کے وقت کرین یہی حال
عالم کا ہے کہ جب تامل کرے کہ مین نے کتنے حکم خدا کے تلف کردیے اور اعضاے ظاہری سے جو
گناہ کیے اور باطن مین حسد و حقد وریا و عجب و نفاق وغیرہ جدا موجود ہے اور آیندہ نہ معلوم کہ انجام
کیا ہوگا اور بازپرس کے وقت کسطرح صورت رستگاری ہوگی تو بیشک کبر جاتا رہیگا دوسری بات عالم کے
سوچنے کی یہ ہے کہ اوسکو معلوم ہے کہ کبر خدا کے سوا اور کسیکو زیبا نہین اور اگر مین تکبر کرونگا تو خدا کے
نزدیک مغضوب ٹھہرونگا خداے تعالی میری تواضع ہی محبوب جانتا ہے چنانچہ اوسکا ارشاد حدیث
قدسی مین ہے کہ بندے کی قدر میرے نزدیک جبھی تک ہے جب تک کہ اپنے نفس کی قدر نجانے اور
اگر اپنے نفس کی قدر جانے گا تو میرے یہان اوسکی قدر نہین تو ضرور ہوا کہ نفس سے ایسا ہی کام
لیا جاوے جو خداے تعالی کو پسند ہو اور اس بات کا تامل کرنا تکبر کو کھودیگا گو اوسکو یقین ہو کہ مین نے
کوئی خطا نہین کی مثلا اگر ممکن ہو کہ آدمی گناہ نکرے تب بھی یہ تامل کرنا تکبر کو کھودیگا اسی تامل سے
انبیا علیہم السلام کا تکبر زائل ہوا کیونکہ اونکو یقین تھا کہ جو شخص خداے تعالی سے کبریائی مین نزاع کرتا ہے
خداے تعالی اوسکو توڑ دیتا ہے اور خداوند کریم کا حکم ہے کہ اپنے نفسون کو حقیر جانو تو تمھاری عزت ہمارے
یہان ہو غرضکہ یہ تامل بھی آدمی کے لیے بیشک باعث تواضع ہے۔ اب اگر کوئی پوچھے کہ جو شخص
عالم اور عابد ہو وہ فاسق اور بدعتی کے لیے تواضع کیسے کرے اور اپنے نفس کو اوسکی نسبت کمتر
کیسے سمجھے خدا کے نزدیک جو مرتبہ علم و عبادت کا ہے اوسکا انکار کیسے ہوسکتا ہے اور یہ کیسے
ممکن ہے کہ علم کا خطر تو اوسکے دل پر گذرے اور فسق و بدعت کا جو قطعی زیادہ ہے وہ دل پر نگذرے
تو اسکا جواب یہ ہے کہ اسکا امکان خاتمہ کی فکر کرنے سے ہوسکتا ہے بلکہ اس لحاظ سے اگر کافر کو
دیکھے تو اوسپر بھی تکبر نہین ہوسکتا اسلیے کہ ہوسکتا ہے کہ وہ ایمان لاوے اور ایمان ہی پر اوسکا خاتمہ ہو
اور عالم گمراہ ہوکر کافر مرے اور بڑا وہی ہے جو آخرت مین خدا کے نزدیک بڑا ہو اور جو شخص خدا کے

نزدیک دوزخی ہوا اور اوسکو معلوم نہوا اوس سے بہتے ہین کتا اور سور بہتر ہین دیکھو حضرت عمر رضی
کو قبل اسلام کے بہت مسلمان حقیر جانتے تھے اور کفر کے باعث نفرت کرتے تھے مگر آخر مین
اللہ تعالی نے اونکو ایسا اسلام عنایت فرمایا کہ سوای حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اور سب سے بہتر ہوے پس خود ونکو
انجام کار پر نظر نہین ہوتی اور دانا آدمی ہمیشہ خاتمے ہی کا لحاظ کرتے ہین اور تمام فضائل دنیاوی
خاتمے ہی کے واسطے مطلوب ہوتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ بندے کو یہی شایان ہے کہ کسی
تکبر نکرے بلکہ اگر جاہل کو دیکھے تو دل مین یہ کہے کہ اسنے تو جہالت کے باعث خدا تعالی کی نافرمانی
کی اور مین نے جان بوجھکر نافرمانی کی تو یہ شخص میری نسبت معذور تر ہے اور اگر عالم کو دیکھے تو
یون کہے کہ یہ مجھسے زیادہ جانتا ہے مین اسکے برابر کیسے ہو سکتا ہون اور اگر عمر مین بڑے کو
دیکھے تو یہ خیال کرے کہ اسنے مجھسے پہلے اللہ کی اطاعت کی ہے مین اسکی برابر نہین ہو سکتا اور اگر
چھوٹے کو دیکھے تو یہ تصور کرے کہ مین نے اس سے پہلے خدا کی نافرمانی کی اسکے برابر کیسے ہو سکتا ہون
اور اگر بدعتی یا کافر کو دیکھے تو یہ سوچے کہ مجھے معلوم نہین شاید انکا خاتمہ اسلام پر ہو اور میرا خاتمہ
کفر و بدعت پر ہو کیونکہ ہدایت ہمیشہ کچھ میرے اختیار مین تو نہین جیسے کہ ابتدا اسے ہدایت
میرے قبضے مین نتھی غرض فکر خاتمہ سے کبر اپنے نفس کا دور کرنا چاہیے یعنی یہ جاننا چاہیے کہ کمال آدمی کا
اسی مین ہے کہ سعادت اخروی اور قرب الی اللہ سے بہرہ اندوز ہو یہ چیزین جو دنیا مین ہین اور
جنکو کچھ قیام نہین انمین کچھ کمال نہین اور ہر چند خطر خاتمہ کا متکبر مین اور جسپر تکبر کرتا ہے اومین
مشترک ہے مگر ہر ایک پر یہی لازم ہے کہ تمام ہمت اپنے نفس کیطرف مشغول ہو اور اپنے خاتمے کا
خوف کرے دوسرے کے خوف مین مشغول ہونا نچاہیے اسواسطے کہ خائف آدمی نہایت ہی
بدظن ہوتا ہے اور ہر ایک شخص کو اپنی ہی جان کا زیادہ خوف ہوتا ہے مثلاً اگر بہت سے لوگ
قید مین ہون اور اونسے کوئی قصور ایسا ہوا ہو کہ سب کے واسطے گردن مارنے کا حکم ہوا ہو
تو اونکو اس بات کی مہلت نہوگی کہ ایک دوسرے پر تکبر کرین گو [illegible] مین سب یکسان ہین بلکہ
ہر ایک کو اپنی جان کا رنج دوسرے کے حال پر متوجہ نہین ہونے دیتا گویا ساری مصیبت
اور خطر ایک ہی کے سر ہے پھر اگر کوئی یہ کہے کہ تمکو حکم ہے کہ بدعتی اور فاسق سے بغض للہ رکھو
اور تمھاری تقریر سے اونکے ساتھ تواضع کرنی پائی جاتی ہے تو ان دونو باتون کا جمع
ہونا ضدین کا جمع ہونا ہے پس جاننا چاہیے کہ یہ ایک ایسی بات ہے کہ اکثر لوگون پر مشتبہ
ہو جاتی ہے کیونکہ بدعت و فسق پر خدا کے لیے غصہ کرنے مین کبر نفس اور علم و

ربیع کمانے میں بھی شامل ہو جاتا ہے بہت سے جاہل عابد اور مغرور عالم ایسے ہوتے ہین کہ جہان
انکے برابر کوئی فاسق بیٹھا اوسکو اپنے پاس سے ہٹا دیتے ہین اور کنارہ کشی کرتے ہین اور یہ گمان
کرتے ہین کہ ہم نے غصہ خدا کے واسطے کیا حالانکہ واقع مین یہ امر کبر باطنی کی جہت سے سرزد ہوا
جیسا کہ ابھی قصہ عابد بنی اسرائیل اور فسادی کا گذر چکا ہے اور وجہ شبہ ہونے کی یہی ہے کہ مطیع آدمی پر تکبر
کرنا ایک ظاہر شے ہے کہ برا ہے اور اوس سے بچنا بھی ممکن اور سہل ہے مگر بدعتی اور فاسق پر تکبر کرنا ایسا
معلوم ہوتا ہے گویا خدا کیواسطے غصہ کیا ہے اور چونکہ غصہ خدا کیواسطے کرنا بہتر ہے اسواسطے بدعتی
اور فاسق پر کبر بادی النظر مین بہتر معلوم ہوتا ہے علاوہ ازین غصہ کرنے والا جس شخص پر غصہ کرتا ہے
اوسپر تکبر بھی کرتا ہے اور تکبر کرنے والا غصہ کرتا ہے پس کبر اور غضب ایکدوسرے کے موجب ہوتے ہین
اور ایسے باہم مختلط ہین کہ انمین تمیز سوای توفیق یافتون کے اور کسیکو نہین ہو سکتی پس اس مخمصے سے
نجات کی صورت یہ ہے کہ جب آدمی کسی بدعتی یا فاسق کو دیکھے یا اونکو امر معروف اور بری بات سے
منع کرے تو تین باتین دل مین اوسوقت موجود ہونی چاہیین اول یہ کہ جو خطائین اپنے آپ سے سرزد
ہوئی ہون وہ پیش نظر کرے تاکہ اپنا نفس اپنی آنکھون مین حقیر ہو جائے دوسرے یہ کہ جس بات سے
اپنے آپ کو فضیلت ہے یعنی علم یا عمل صالح یا امر حق کا عادی ہونا وغیرہ اوسکو یہ لحاظ کرے کہ خدای تعالی کے
انعام اور احسان سے مجھہ مین یہ باتین ہین میرے اختیار و قدرت سے نہین ہین کہ اپنے نفس کو اونکے
باعث برا سمجھون اور دوسرے پر تکبر کرون تیسرے یہ کہ اپنا اور دوسرے کا خاتمہ معلوم نہین ہو سکتا ہے
کہ میرا خاتمہ برا ہو اور اوس بدعتی یا فاسق کا خاتمہ اچھا ہو غرض ان تینون باتون کے پیش نظر رہنے سے تکبر سے
محفوظ رہیگا باقی رہا یہ کہ ان تینون باتون کے ہوتے غصہ کیسے ہوگا تو معلوم کرنا چاہیے کہ غصہ اپنے مولی
اور آقا کے لیے چاہیے اپنے نفس کی خاطر نچاہیے کیونکہ اوسکا حکم ہے کہ غصہ میرے واسطے کرو اپنے نفسون
کے لیے مت کرو پھر غصے مین یہ نسمجھے کہ مین بچ جاؤنگا اور یہ بدعتی ہلاک ہوجاویگا بلکہ اپنے نفس پر خوف
خفیہ گناہون کا جو خدای تعالی کو معلوم ہین دوسرے کی نسبت زیادہ تر چاہیے اور معہذا خاتمے کا حال
بھی معلوم نہین۔ اب ہم ایک مثال لکھتے ہین جس سے یہ معلوم ہو کہ کچھ ضرور نہین کہ جو شخص خدا کیواسطے
غصہ کرے وہ اوسپر تکبر بھی کرے یا اپنا رتبہ اوسکے رتبے سے بڑھکر سمجھے فرض کرو کہ ایک بادشاہ کے
ایک لڑکا اور ایک غلام ہے بادشاہ نے غلام کو لڑکے پر متعین کر دیا ہے کہ اسکی حفاظت کرنا اور
جو حرکت خلاف ادب کرے اوسپر مارنا اور نامناسب افعال پر جھڑک دینا پس اگر غلام کو اپنے
آقا کی محبت اور اطاعت منظور ہوگی تو ضرور ہے کہ جب وہ لڑکا کچھ بے ادبی یا نالائق کام کریگا

اوسپر غصہ ہوگا اور منع کریگا اور مار یگا اور یہ غصہ صرف اپنے آقا کی جہت سے کرتا ہے کہ اوسنے حکم کیا تھا اور اوسکی فرمانبرداری موجب فلاح و تقرب ہے اور غصہ ایسی بات پر کیا جو آقا کو بری لگتی ہے یہ سب کچھ ہے مگر اوسپر تکبر نہیں کرتا بلکہ متواضع ہی رہتا ہے اسلیئے کہ جانتا ہے کہ آقا کے سامنے جو اسکا رتبہ ہے وہ میرا گمان ہے اس سے معلوم ہوا کہ غصہ کرنا اور چیز ہے اور تکبر اور چیز غصے کے لیئے تکبر اور ترک تواضع ضروری نہیں اسیطرح جب آدمی کسی بدعتی یا فاسق کو دیکھے تو خیال کرے کہ شاید آخرت میں خدا کے نزدیک وہ مجھہ سے قدر زیادہ ہو اگر تقدیر مین اونکا خاتمہ اچھا لکھا ہے اور میری تقدیر مین برا خاتمہ ہے جسکی مجھے خبر نہیں ہان غصہ اوسپر کرنا چاہیے اس نظر سے کہ خدای تعالی کا حکم ہے اور محبت الٰہی اسکی مقتضی کہ جو فعل اوسکی مرضی کے خلاف جس کسی سے سرزد ہو اوسپر غصہ کرے اور چونکہ اون شخصون کا خدا کے نزدیک آخرت مین اپنے آپ سے اقرب ہونا ممکن ہے تو اس نظر سے اونکے ساتھہ تواضع کرے۔ دانا عالمون کا بعض اسیطرح ہوتا ہے کہ اوسمین خوف اور تواضع ملے رہتے ہین اور مغرور اسکے برعکس ہین وہ اپنے نفس کیواسطے دوسرون کی نسبت کر زیادہ توقع رکھتے ہین اور انجام کا حال معلوم نہیں واقع مین اونکو بڑی غلطی ہوئی ہے تو جو لوگ گنا ہگار یا معتقد بدعت ہین اونسے تواضع کرنی اور غصہ کرنے اور علیحدہ رہنے کا یہ طریق ہے۔ ساتوان سبب عبادت اور ورع پر تکبر کرنا اور یہ بھی بندون پر بڑے امتحان کی چیز ہے اوسکا علاج یہ ہے کہ اپنے دل مین تمام خلق کے ساتھہ متواضع ہونا لازم کرے اور اوسکی صورت یہ ہے کہ جو شخص اپنے آپ سے علم زیادہ رکھتا ہو اوسپر تو کسی صورت سے تکبر کرنا نہیں چاہیے اسلیے کہ علم کی فضیلت بہت ہے چنانچہ خدای تعالی فرماتا ہے هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِي عَلَى أَدْنَى رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِي اسیطرح بہت روایات اسباب مین ہین پس اگر عابد یون کہے کہ اس سے فضیلت علمای باعمل کی ہی عالم فاجر کی فضیلت نہیں پائی جاتی تو اوسکا جواب یہ ہے کہ تمکو معلوم نہیں إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ اور جسطرح یہ ہو سکتا ہے کہ علم کے سبب عالم سے بازپرس ہو اسیطرح یہ بھی ممکن ہے کہ علم عالم کی نجات کا وسیلہ اور اوسکے گناہون کا کفارہ ہو اور یہ دونون باتین اخبار سے ثابت ہین اور چونکہ یہ امر عابد آدمی سے پوشیدہ ہے اوسکو معلوم نہیں ہو سکتا ہی کہ عالم کا علم اوسکے حق مین کیسا ہوگا لہذا اوسکو حقارت عالم کی نہ چاہیے بلکہ تواضع ہی چاہیے اور اس تقریر سے کوئی عالم بھی اپنے نفس کو عابد سے اچھا سمجھنے اسواسطے کہ گویا باعتبار حدیث فضیلت عالم کی اوسکو فضیلت ہے مگر اس

عذاب سے کہ خاتمے کا حال مشکوک ہے اس امر کا بھی احتمال ہے کہ عالم مرنے کے وقت ایسا ہو جاوے
کہ ایک ہی گناہ کے سبب اوسکا حال خدا کے نزدیک جاہل فاسق سے بھی برا ہو اور یہ اوس گناہ کو
خفیف سمجھتا ہو مگر خدا کے نزدیک وہ بڑا گناہ ہو اور جب یہ حال ممکن ہوا تو عالم کو ہمیشہ اپنے نفس کا
خوف چاہیے غرضکہ عالم ہو خواہ عابد ہر ایک کو اپنے اپنے نفس کا خوف ضرور ہے اور اسیکا اونکو حکم ہے
دوسرے کے نفس پر خوف کرنے کا مامور نہین اپنے نفس پر ہمیشہ خوف کرتا ہے اور دوسرے کیواسطے
رجا اور انھین باتون سے تکبر سے بچا رہیگا - یہ حال عابد کا عالم کے ساتھ ہے اور غیر عالم کی دو قسمین ہین
ایک تو مستور الحال اور ایک ظاہر حال جن لوگون کا حال اسپر منکشف نہین اونپر بھی تکبر نچاہیے کیونکہ
شاید وہ لوگ عابد کی نسبت کم گناہگار ہون اور عبادت زیادہ کرتے ہون اور خدا کے ساتھ محبت
زیادہ رکھتے ہون اور جن لوگون کا حال کہ عابد پر ظاہر ہو پس اون پر تکبر جبھی کر سکتا ہے جب یہ معلوم ہو
کہ اوسنے تمام عمر مین اون لوگون کی نسبت گناہ کم کیے ہین اور چونکہ تعداد تمام عمر کے گناہون کی نہ
اپنے گناہون کی معلوم ہو سکتی ہے نہ غیر کی تو یہ معلوم ہونا کہ ہمارے گناہ دوسرے کی نسبت کم ہین
غیر ممکن ہے اور ایسے تکبر کرنا بھی بیجا ہے - ہان یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ فلان شخص نے ہماری نسبت
گناہ کبیرہ زیادہ کیے ہین مثلاً اگر کسیکو دیکھا کہ اوسنے قتل ناحق کیا یا زنا کیا یا شراب پی تو معلوم ہوا کہ
اوسکا گناہ سخت ہے مگر باوجود اسکے تکبر نچاہیے اسواسطے کہ دل کے گناہ مثلاً کبر اور حسد اور ریا اور
خیانت اور اعتقاد باطل اور وسوسہ خدا کی صفات مین یا اور اسیطرح کا گناہ سب خدا کے نزدیک
بہت سخت ہین تو ایسا ہو سکتا ہے کہ عابد آدمی کے باطن مین کوئی ایسا گناہ ہو جاوے جس سے
وہ خدا کے نزدیک مستحق غضب ہو اور فاسق معلن سے کوئی ایسی اطاعت قلبی مثل اخلاص یا محبت
للہی یا خوف یا تعظیم کے بر روی کار آوے جو عابد مین نپائی جاوے اور خدای تعالی اوس طاعت کے
بدلے اوسکے گناہ معاف فرماوے اور اسکا حال قیامت کو کھلے جب کہ عابد اوس فاسق کو اپنے نفس سے
بدتر جانا اور برا دیکھے پھر حال فاسق کے بہتر ہو جانے مین امکان پایا جاتا ہے اور عابد کا برا ہو جانا
ایک احتمال ضعیف و بعید ہے لیکن احتمالات بعید جو اپنے مضر ہونی اونکو احتمال قریب ہی سمجھنا چاہیے
بشرطیکہ خوف اپنے نفس کا ہو اسلیے دوسرے کے حال کا فکر نچاہیے بلکہ جو چیز اپنے حق مین خوفناک ہو
اوسیکا فکر چاہیے کیونکہ اپنا گناہ دوسرا تو کوئی اوٹھانے سے رہا اور نہ دوسرے کے عذاب سے اپنا
عذاب ہلکا پڑیگا - ایسی باتین سونچنے سے طبیعت تکبر کیطرف سے ہٹ جاتی ہے اور اپنے نفس کو
دوسرے سے بہتر نہین سمجھتی - وہب بن منبہ رح فرماتے ہین کہ آدمی کی عقل جب پوری ہوتی ہے

جب اوسمین دس خصلتین ہوتی ہین اونمین سے تو بیان کر سکے دسوین کو فرمایا
کہ دسوین خصلت سے بزرگی کی پشتی ہو جاتی ہے اور یہ قول بالا ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ سب
آدمیون کو اپنے آپ سے بہتر سمجھے اور اوسکے نزدیک آدمی دو طرح کے ہین ایک تو وہ جو اوس سے
افضل اور اعلی ہین اور ایک وہ جو اوس سے کمتر و ادنی ہین تو اوسکو دونون فرقون کے ساتھ تواضع
چاہیے اگر اپنے آپ سے کسی بہتر کو دیکھے تو خوش ہو اور تمنا کرے کہ مین بھی ایسا ہی ہو جاؤن اور اگر کسی
برے کو دیکھے تو کہے کہ شاید یہ نجات پائے اور مین ہلاک ہو جاؤن اور شاید یہ کچھ باطن مین خیر کرتا ہو جو
اوسکے حق مین اچھی ہے اور مین بچاتا ہون یا کوئی اور عمدہ عادت ہو کہ جسکے باعث اللہ تعالی اوسپر
رحم کرے اور توبہ قبول فرمائے اور اسکا خاتمہ اچھا ہو اور میری نیکی ظاہری ہے یہ میرے حق مین
اچھی نہین اور جو طاعت کہ مین نے ظاہر مین کی ہے اوسمین ہو سکتا ہے کہ کوئی آفت آگئی ہو جس سے
اوسکا ثواب جاتا رہا ہو جب دونون فریق سے اسطرح پیش آویگا تب اوسکی عقل پوری ہوگی اور
اپنے وقت کا سردار ہوگا انتہی پس جو شخص کہ خدا کے نزدیک بدبخت ہو سکتا ہے اور قلم تقدیر بھی اوسکی
شقاوت پر چل چکا ہے اوسکو توکسی حال مین تکبر کرنا نہ چاہیے اگر کسیکو غلبۂ خوف ہوتا ہے تو ہر ایک
شخص کو اپنے آپ سے بہتر جانتا ہے اور فضیلت اسیکا نام ہے چنانچہ روایت ہے کہ ایک عابد ایک
پہاڑ پر جا رہا اوسکو خواب مین یون حکم ہوا کہ فلانے موچی سے جاکر اپنے لیے دعا کرا عابد اوسکے پاس
آیا اور پوچھا کہ تمھارا عمل کیا ہے اوسنے کہا کہ مین دن کو روزہ رکھکر مزدوری کرتا ہون اور اوسمین سے
کچھ خیرات کرتا ہون اور کچھ بال بچون کو کھلاتا ہون عابد پھر آیا اور کہنے لگا کہ یہ عمل تو اچھا ہے مگر
ایسا تو نہین جیسا صرف خدا کی طاعت کے سوا اور کچھ نکرے دوسری بار پھر خواب مین اوسکو حکم ہوا
کہ موچی سے جاکر پوچھ کہ تیرا رنگ زرد کیون ہے جب آکر دریافت کیا تو اوسنے کہا کہ جو آدمی مجھے نظر
پڑتا ہے مین یہی تصور کرتا ہون کہ یہ تو نجات پاویگا اور مین ہلاک ہو جاؤنگا تب عابد نے کہا کہ
اسی وجہ سے یہ شخص مقبول ہے۔ اور اس خصلت یعنی خوف کی فضیلت قرآن مجید سے بھی ثابت ہے
جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے یُؤْتُونَ مَا آتَوا وَقُلُوبُهُمْ وَجِلَةٌ أَنَّهُمْ إِلَى رَبِّهِمْ رَاجِعُونَ یعنی طاعات تو
بجالاتے ہین مگر اونکے قبول ہونے کا بڑا خوف رکھتے ہین اور فرمایا إِنَّ الَّذِينَ هُمْ مِنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ
مُشْفِقُونَ اور فرمایا إِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ فِي أَهْلِنَا مُشْفِقِينَ اور باوجودیکہ فرشتے گناہون سے پاک
ہین اور ہمیشہ عبادت مین مصروف اونکا وصف بھی خوف سے فرمایا جیسا کہ اس آیت مین ہے
يُسَبِّحُونَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُونَ وَهُمْ مِنْ خَشْيَتِهِ مُشْفِقُونَ پس جب خوف اور حسد

جاتا رہتا ہے جبھی کبر سوجھتا ہے اور خاتمہ کے وقت غلبہ بیخوفی کا آپ کھل جاتا ہی کبر کرنا ہی دلیل بیخوفی کی ہے اور کبر اور بیخوف ہونا دونون مہلک ہین اور تواضع دلیل خوف کی ہے جو باعث نجات ہے اس سے معلوم ہوا کہ عابد جو اپنے دل مین کبر رکھتا ہو اور لوگون کو حقارت کی آنکھ سے دیکھتا ہو اور ظاہر مین اعمال صالح بھی کرتا ہو تو جتنی برائی کہ کبر سے ہوگی اوتنی بھلائی اعمال سے نہوگی یہ باتین ایسی ہین کہ انکا جاننا مرض کبر کو دل سے دور کرتا ہے انکے سوا اور کسی چیز سے نہین جاتا مگر یہ کہ نفس بعد اس معرفت کے تواضع پوشیدہ رکھتا ہے اور جھوٹا دعوی برائت کا کبر سے کرتا ہے جب کوئی بات آپڑتی ہے تو اپنی طبیعت ہی پر آجاتا ہے اور اپنے وعدے کو بھول جاتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ صرف پہچان لینا کبر کا علاج کے لیے کافی نہین بلکہ اوسکا پورا کرنا عمل سے چاہیے اور پہچان کبر کی مواضع مین متواضعون کے افعال سے نفس کا امتحان لینا چاہیے ہر چند امتحان بہت سے ہین مگر پانچ امتحانون سے اوسکے باطن کا حال معلوم ہوجاتا ہے پہلا امتحان یہ ہے کہ کسی اپنے ہمسر سے کسی مسئلہ مین مناظرہ ہوا اور اوس وقت طرف مقابل کی زبان پر امر حق جاری ہو پس اگر اسپر امر حق کو ماننا اور طرف مقابل کا مشکور ہونا اور بیان حق پر اوسکی تعریف کرنی گران گذرے تو معلوم کرنا چاہیے کہ ابھی مجھہ مین کبر چھپا ہوا ہے اوسوقت چاہیے کہ خدا کا خوف کرے اور اس کبر کے علاج مین مشغول ہو اول علمی علاج کرے کہ اپنے نفس کو اوسکی خست یاد دلاوے اور خاتمے کا تردد یاد کرے اور یہ کہ کبر سوای خدای تعالی کے اور کسی کی شان کے شایان نہین اور علاج عملی اسطرح کرے کہ قبول حق کا اقرار جو نفس پر گران ہے اوسکو بزور قبول کرے اور بتکلف زبان سے حمد و ثنا طرف مقابل کی کرے اور اوسکا شکر گزار ہو کہ آپنے خوب بات نکالی مین اس سے غافل تھا خدای تعالی آپ کو جزائے خیر دیوے غرضکہ دانائی کی بات مومن کی گم ہوئی چیز ہے جب اوسکو ملجاوے تو جس شخص کے بتلانے سے ملے اوسکا شکر گزار ہو جب اسطرح چند مرتبہ مواظبت کریگا تو یہ بات اوسکی سرشت ہوجاویگی اور دل پر امر حق کا قبول کرنا گران نرہیگا۔ اور جبتک آدمی کو اپنے ہمسرون کی تعریف گران گذرے جب تک کبر موجود ہے اور اگر تنہائی مین تو گران نہین معلوم ہوتی مجمع مین تعریف کرنا شاق ہوتا ہے تو اس صورت مین کبر تو نہین مگر ریا ہے اوسوقت ریا کا علاج کرے جیسا ہمنے پہلے لکھا ہے کہ لوگون سے طمع منقطع کردے اور دلکو یہ بات یاد دلاوے کہ اوسکا نفع اسیمین ہے کہ خود اوسمین کوئی کمال ایسا ہو جو خدا کے نزدیک اچھا ہو نہ خلق کے نزدیک اسیطرح کی اور باتین جو ہمنے ریا کے علاج مین لکھی ہین سوچے اور اگر تنہائی اور مجمع مین دونون مین شاق معلوم ہو تو کبر اور ریا دونون ہونگے اور صرف ایک چیز سے نجات ہوجانے سے کچھہ فائدہ نہین جب تک کہ دوسرے سے بھی نہ نچے اسلیے دونو کا علاج چاہیے

کیونکہ دونون مرض مہلک ہین دوسرا امتحان یہ ہے کہ اپنے ہمسرون اور برابر والون کے ساتھ محفلون مین جمع ہو اور اونکو اپنے اوپر ترجیح دے اور اونکے پیچھے پیچھے چلے اور صدر جگہہ مین اونسے نیچے بیٹھے اگر یہ بات نفس پر شاق ہو تو متکبر ہے اسپر مواظبت بتکلف کرے یہان تک کہ اس امر کی گرانی دل سے جاتی رہے اس سے کبر بھی جاتا رہیگا۔ اور ایسی صورت مین ایک شیطان کا فریب بھی ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ آدمی جوتیون کی پاس بیٹھتا ہے یا اپنے ہمسرون اور اپنے درمیان مین کسی ارذل قوم کو بٹھلا دیتا ہے اور جانتا ہے کہ مین نے تواضع کی حالانکہ اصل مین یہ کبر ہوتا ہے اسلیے کہ متکبرون کے نفس پر یہ بات آسان معلوم ہوتی ہے اور وہم کرتے ہین کہ ہمنے باوجود استحقاق کے اپنی جگہہ چھوڑ دی تو واقع مین تکبر کرتے ہین مگر اظہار تواضع سے تکبر کرتے ہین بلکہ یون چاہیے کہ اپنے ہمسرون کے پاس ہی بیٹھے مگر اونسے دبا ہوا بیٹھے اسطرح کا بیٹھنا کبر کی برائی دل سے نکال ڈالتا ہے تیسرا امتحان یہ ہے کہ اگر کوئی فقیر دعوت کرے تو اوسکو قبول کرے اور رفقا اور اقارب کی حاجات کے لیے بازار مین جاوے اگر یہ امر شاق ہو تو کبر ہے کیونکہ یہ افعال مکارم اخلاق مین سے ہین اور اونپر بہت بڑا ثواب ہے پھر جو نفس انسے نفرت کرتا ہے تو بجز اسکے کہ خبث باطنی ہے اور کوئی وجہ نہین ہے ایسی صورت مین اوسکے دور کرنے مین مشغول ہو اور جو معارف کہ ہمنے کبر کے مرض کے دور کرنے مین ذکر کیے ہین اون سب کو یاد کرے چوتھا امتحان یہ ہے کہ اپنی اور اپنے گھر والون اور دوستون کے کام کی چیز بازار سے گھر لے آوے اگر نفس اس بات کو نمانے تو کبر ہے پھر اگر تنہائی مین شاق نہ گذرے تو ریا ہے بہرصورت کبر اور ریا دونون امراض دلی مہلک ہین اگر اونکا تدارک نکیا جاوے اور بڑے افسوس کی بات ہے کہ لوگون نے دل کا علاج تو بالکل چھوڑ دیا اور بدن کا علاج بہت کرتے ہین باوجودیکہ بدن کا علاج کرین یا نکرین اونکو موت بیشک آویگی اور دلون کو بدون سلامتی کے سعادت نہین مل سکتی چنانچہ خدا تعالی فرماتا ہے اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ اور روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن سلام رضنے ایکبار ایک لکڑیون کا بوجھہ اوٹھایا لوگون نے اونکی خدمت مین عرض کیا کہ آپ کے یہان تو غلام اور چاکر تھے جو یہ کام کرتے آپنے فرمایا کہ البتہ مگر مین نے اپنے نفس کا امتحان چاہا کہ اسکو برا تو نہین جانتا۔ تو آپ کی ہمت کو دیکھنا چاہیے کہ اپنے نفس کے صرف عزم پر کفایت نہین کی بلکہ امتحان بھی کر لیا کہ سچا ہے یا جھوٹا اور ایک حدیث شریف مین ہے کہ جو کوئی میوہ یا انجیر وغیرہ اپنے آپ لے آوے وہ کبر سے بری ہے پانچوان امتحان یہ ہے کہ کپڑے گھٹیا پہنے اگر تنہائی مین نفس اوسپر راضی نہو تو کبر ہوگا اور اگر مجمع مین ایسا لباس پہننے سے نفرت کرے تو ریا ہے۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ رات کو ٹاٹ پہنتے تھے

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ جو کوئی اونٹ کو باندھے اور اون کا کپڑا پہنے وہ کبر سے
بری ہے اور فرمایا کہ مین بندہ ہون زمین پر کھانا کھاتا ہون اور اون کا کپڑا پہنتا ہون اور اونٹ کو
باندھتا ہون اور کھانے کے بعد انگلیان چاٹتا ہون اور غلام کی دعوت منظور کرتا ہون جو میرے طریق سے
پھرے وہ مجھ سے نہین اور روایت ہے کہ حضرت ابو موسی اشعری رضی سے کسی نے عرض کیا کہ بعض لوگ
جمعہ مین اسواسطے حاضر نہین ہوتے کہ اونکے پاس کپڑے ویسے نہین آپنے صرف ایک عبا پہنکر لوگونکو
نماز پڑھائی - غرض یہ کہ یہ جگہ بہی ہوتی ہین کہ انمین ریا اور کبر دونون اکٹھے ہوجاتے ہین جو خاص
جمع سے ہے اوسکا نام ریا ہے اور جو تنہائی مین ہو اوسکا نام کبر ہے اسکو خوب جان لینا چاہیے
اسواسطے کہ جو شر کو نہ پہچانے گا اوس سے نہین بچے گا اور مرض کو نہ پاویگا اوسکا علاج مین نہ آویگا

دسوان بیان تواضع مین نہایت درجے کی ریاضت کا - جاننا چاہیے کہ مثل اور اخلاق کے اس
خلق کے بھی تین درجے ہین ایک درجہ زیادتی کیطرف کو جھکتا ہوا ہے اوسکا نام تکبر ہے اور ایک درجہ
کمی کیطرف کو مائل ہے اوسکا نام خست و ذلت ہے اور درجہ اوسط کا نام تواضع ہے اور عمدہ یہ بات ہے
کہ درجہ اوسط یعنی تواضع کو اختیار کرنا چاہیے جسمین ذلت اور خست کی نوبت نہ پہونچے کیونکہ خدا تعالی کی
نزدیک اوسط امور محبوب ہین اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص اپنے ہمسرون پر بڑھنا چاہے وہ متکبر ہے اور
جو اوس سے پیچھے رہنا چاہے وہ متواضع ہے متواضع مشتق وضع بمعنی رکھنے سے ہے یعنی اپنی قدر کو اپنی
اسیقدر رکھدینے والا اور عالم اگر کسی موچی کیواسطے اپنی جگہ چھوڑدے یعنی جب وہ آوے وقت اوسکی جوتیان
سیدھی کرے اور دروازے تک ساتھ پہونچانے جاوے تو اوسکے حق مین یہ کام ذلت اور خست کا ہے
یہ بھی اچھا نہین بلکہ میانہ روی خدا کے نزدیک عمدہ بات ہے ہر ایک ذی حق کو اوسکا حق دینا چاہیے
اسطرح کی تواضع اپنے ہمسرون کے لیے زیبا ہے یا جو شخص اپنے رتبے کے قریب ہو اور بازاری کے لیے
عالم کی تواضع اسیقدر چاہیے کہ خندہ پیشانی ہوکر گفتگو کرے جو بات پوچھے نرمی سے پوچھے اور اگر وہ
دعوت کرے تو قبول کرے اوسکی حاجت مین حتی الوسع سعی کرے اور اوسکے ملنے کھڑا ہوجائے اپنے آپکو
اوس سے بہتر نہ سمجھے بلکہ اپنے نفس پر اوسکی نسبت زیادہ خائف رہے اوسکو نظر حقارت سے نہ دیکھے کیونکہ اپنا
اور اوسکا خاتمہ معلوم نہین - حاصل یہ کہ تواضع حاصل کرنے کے لیے اپنے برابر والون اور کمتر والون سے
تواضع کیا کرے تاکہ یہ عمدہ تواضع کا عادی ہو اور ملکہ راسخ ہوجاوے اور کبر جاتا رہے جب یہ امر آسان معلوم
ہوگا تب خلق تواضع اسمین ہوجاویگا اور اگر شاق گذریگا اور بتکلف یہ افعال کریگا تو متکلف کہلاویگا
متواضع نہین ہوگا کیونکہ خلق وہی ہوتا ہے جسکے باعث فعل بسہولت بے دشواری اور تامل صادر ہو اور

اگر سہولت اس درجے کو پہونچے کہ اپنی قدر کی رعایت مشکل پڑجاوے اور نوبت خوشامد اور ذلت کی پہونچ جاوے تو یہ بھی حد سے تجاوز کرنا ہے اس صورت مین کچھ ایک اپنے نفس کو برتری دینی چاہیے یہان تک کہ درجہ وسط حاصل ہو لیسلیے کہ ایماندار کو اپنے نفس کا ذلیل رکھنا درست نہین اور درجہ وسط جسکو صراط مستقیم سمجھنا چاہیے اس خلق اور اخلاق مین بہت باریک ہے مگر مائل ہونا کمی کیطرف یعنے خوشامد کیطرف بہ نسبت زیادتی یعنی تکبر کے جانب کے آسان ہے جیسے مال مین اسراف کیطرف مائل ہونا بخل کی نسبت لوگون کے نزدیک اچھا ہے حد سے زیادہ اسراف اور حد سے زیادہ بخل دونون مذموم ہین اور ایک دوسرے سے برائی مین بڑھکر ہین اسیطرح نہایت درجے کا تکبر اور نہایت درجے کی ذلت بھی مذموم ہین اور ایک بہ نسبت دوسرے کے زیادہ برا ہے اور بہتر میانہ روی ہے اور سب امور کو انکے درجے کی جگہ مین رکھنا جیساکہ شریعت و عادت حکم دے اب اخلاق کبر و تواضع کو اسیقدر پر کفایت کرتے ہین

فصل دوم بیان عجب مین اس فصل مین پانچ بیان ہین **بیان اول عجب کی مذمت** عجب کی برائی کتاب اللہ اور حدیث سے ثابت ہے چنانچہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا اسکو بسبیل انکار ذکر فرمایا ہے کہ تعجب اچھا نہ تھا اور فرمایا وَظَنُّوا أَنَّهُمْ مَانِعَتُهُمْ حُصُونُهُمْ مِنَ اللَّهِ فَأَتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوا اس آیت مین کفار پر قلعون و شوکت سے عجب کرنے کا انکار ہے اور فرمایا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا اس آیت کا مآل بھی عجب کرنے کیطرف رجوع کرتا ہے اور انسان سے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جس عمل مین خطا ہے اوس پر عجب کرتا ہے جیسے کہ صواب کے عمل سے عجب کیا کرتا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ثَلَاثٌ مُهْلِكَاتٌ شُحٌّ مُطَاعٌ وَهَوًى مُتَّبَعٌ وَإِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهِ اور حضرت ابو ثعلبہ رض سے اثناء ذکر آخر اس امت مین ارشاد فرمایا کہ جب تو بخل کی پیروی اور ہوای نفسانی کا اتباع اور اہل رائے کی خودرائی دیکھے تو اپنے آپ علیحدہ ہوجائیو۔ اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین کہ دو باتون مین تباہی ہے ایک امید ہونا اور دوسرے عجب۔ اور یہ اسلیے فرمایا کہ سعادت دو ہی باتون سے ملتی ہے ایک طلب و کوشش دوسرے مستعد ہونا اور ناامید آدمی سعی و طلب نہین کرتا اور معجب کو یہ اعتقاد ہوتا ہے کہ مین سعید ہون اور اپنے مطلب کو پہونچ چکا اور تحصیل حاصل اور امر محال کو کوئی طلب نہین کرتا عجب والے کے نزدیک سعادت حاصل ہے اسلیے اوسکی تحصیل سے باز رہتا ہے اور ناامید کے نزدیک سعادت کا ملنا محال ہے اسلیے عاجز ہے اسلیے حضرت ابن مسعود رض نے ان دونون کو مہلک بتایا اور اللہ تعالی فرماتا ہے فَلَا تُزَكُّوا أَنْفُسَكُمْ ابن جریح اسکے معنی یون فرماتے ہین کہ

جب آدمی کوئی امر نیک کرے تو یون نہ کہے کہ مین نے کیا۔ اور زید بن اسلم یہ فرماتے ہین کہ اپنے نفسون کو یہ اعتقاد مت کرو کہ نیکو کار ہین اور یہی معنی عجب کے ہین۔ جنگ احد مین حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بچانے کے واسطے گر پڑے کہ آپ محفوظ رہین اور تیری ضرب لگے یہان تک حضرت طلحہ کی ہتھیلی زخمی ہوئی چونکہ اونسے یہ کام بہت عمدہ سرزد ہوا تھا کہ اپنی جان کو حضرت پر فدا کر دیا تھا اس نظر سے اونکی نظرون مین بھی اس فعل کی عظمت تھی اونسے اس عجب کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فراست سے معلوم کر کے فرمایا کہ جب سے طلحہ رض کی اونگلی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ زخمی ہوئی ہے تب سے اونمین عجب معلوم ہوتا ہے اور شوریٰ کے وقت جب حضرت ابن عباس رض نے حضرت عمر رض سے ذکر حضرت طلحہ رض کا کیا تو آپنے فرمایا کہ اوس شخص مین بڑی نخوت ہے تو مقام غور ہے کہ جب ایسے لوگ عجب سے نہ بچے تو ضعیفون کا بدون احتیاط کہان پتا ہے۔ مطرف رح فرماتے ہین کہ اگر تمام رات بھر سوتے مین کاٹون اور صبح کو اس خواب غفلت سے نادم ہون تو اس بات سے بہتر جانتا ہون کہ تہجد پڑھون اور صبح کو عجب کرون اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین لَوْ لَمْ تُذْنِبُوْا لَخَشِيْتُ عَلَيْكُمْ مَا هُوَ اَكْبَرُ مِنْ ذٰلِكَ الْعُجْبُ الْعُجْبُ اس حدیث مین آپ نے عجب کو سب گناہون سے برا فرمایا اور بشر بن منصور رح چونکہ عبادت پر مواظبت رکھتے تھے ایسے انکا حال ایسا ہو گیا تھا کہ انکو دیکھنے سے خدا اور روز جزا یاد آتا تھا ایک روز نماز بہت طویل پڑھی اور ایک آدمی آپکے پیچھے دیکھتا رہا آپنے سلام پھیر کر اوس سے فرمایا کہ جو کچھ حال تو نے میرا دیکھا اس سے تعجب مت کرنا کیونکہ ابلیس نے بہت سے فرشتون کے ساتھ بہت مدت عبادت کی تھی اوسکا مآل جو کچھ ہوا سو ہوا۔ اور حضرت عائشہ رض سے کسی نے پوچھا کہ آدمی برا کب ہوتا ہے آپ نے فرمایا کہ جب وہ خود گمان کرے کہ مین اچھا ہون اور اللہ تعالی فرماتا ہے لَا تُبْطِلُوْا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى من یعنی احسان جتانا نتیجہ صدقے کے بڑے جاننے کا ہے اور کسی عمل کا بڑا جاننا یہی عجب ہے اس سے معلوم ہوا کہ عجب قطعاً برا ہے

دوسرا بیان عجب کی آفتون کے ذکر مین۔ از انجا کہ سب مذکورہ بالا عجب بھی ایک کبر کے اسباب مین سے ہے اسلیے عجب سے کبر پیدا ہوکر اوس سے بہت سی آفتین پیدا ہوتی ہین اور یہ آفتین تو بندون کے ساتھ ہین اور اگر خدا کے ساتھ دیکھے تو عجب سے اتنی خرابیان ہوتی ہین گناہونکا بھول جانا کہ بعض کو کبھی یاد و تلاش نہین کرتا اس گمان سے کہ مجھے اب کچھ پروا نہین رہی کہ اونکی تلاش کرین توبہ یا منسیا کر دیتا ہے اور اگر کبھی گناہ کو یاد کرتا ہے تو اوسکو صغیرہ جانتا ہے اور اوسکے تدارک مین کوشش نہین کرتا بلکہ جانتا ہے کہ یہ تو معاف ہو جاویگا۔ اور عبادات و اعمال کا بڑا جاننا اور اون

خوش ہونا اور اونکے کرنے سے خدا پر احسان کرنا اور خدا کی نعمت کو بھول جانا کہ اوسی کی توفیق و
قدرت سے یہ عمل کیا ہے پھر جب آدمی اپنے اعمال پر عجب کرتا ہے تو اوسکی آفات سے اندھا
ہوجاتا ہے اور جو شخص آفات اعمال کو نجانے اوسکی اکثر سعی ضائع ہوجاتی ہے مثلاً اعمال ظاہری
اگر پاک و صاف و خالص از آمیزش نہون تو بہت کم نفع دینگے اور آفات کی جستجو اوسیکو ہوتی ہے
جسپر خوف غالب ہو عجب والا تو اپنے نفس پر اور اپنے رب پر مغرور رہتا ہے اور عذاب الٰہی سے مامون
جانتا ہے کہ خدا کے نزدیک میرا ایک رتبہ ہے اور گویا خدا پر میرا حق اور احسان ہے یعنی وہ عمل کہ
خدای تعالیٰ کی نعمتون اور عطایا مین سے ہین اونکے کرنے سے اپنے آپ کو ایسا سمجھتا ہے اور اسی
عجب کے باعث اپنے نفس کی حمد و ثنا و تزکیہ کرتا ہے اور جب اپنی رای اور عمل و عقل پر عجب ہوتا ہے
تو استفادہ اور مشورہ لینے اور پوچھنے سے محروم رہتا ہے اپنی ہی رای پر اصرار کرتا ہے اپنے سے
زیادہ عالم سے سوال کرنا برا جانتا ہے اور اکثر رای خطا ہی پر عجب کرتے اسوجہ سے خوش ہوتا ہے
کہ یہ بات ہمارے دل مین گذری اور اگر دوسرے کے دل مین آتی تو خوش ہوتا اسیوجہ سے اصرار
اوسپر کرتا ہے اور کسی نصیحت و وعظ والے کی بات نہین سنتا بلکہ دوسرون کو جاہل کیطرح دیکھتا ہے
اور اپنی خطاؤن پر مصر ہوتا ہے اگر یہ رای امر دنیاوی مین ہوتی ہے تو نیل مراد سے محروم رہتا ہے
اور اگر امر دینی مین خصوصاً عقائد مین ہو تو اوس سے ہمیشہ کیواسطے تباہ ہوتا ہے اور اگر اپنی رای پر
اعتماد نہ کرتا اور نور قرآنی سے اقتباس کیواسطے علمای دین کی مدد لیتا اور درس علم پر مواظبت کرتا اور
اہل بصیرت سے پیاپی پوچھتا تو حق تک پہونچ جاتا غرض اسطرح کی خرابیان عجب سے ہوتی ہین اور اسلیے
عجب کو مہلکات مین سے جانتے ہین اور سب مین بڑی آفت عجب کی یہ ہے کہ آدمی اس گمان سے
کہ مین مطلب کو پہونچ گیا اور بے پروا ہوگیا سعی مین سستی کرتا ہے اور اسمین کچھ شک نہین کہ یہ امر عین [illegible] ہے خدا بچاوے

تیسرا بیان عجب اور ناز کی حقیقت اور اوسکی تعریف واضح ہو کہ عجب ایسے ہی وصف مین ہوتا ہے
جو یقیناً کمال ہو اور جو شخص کہ اپنے نفس کا کمال کسی علم یا عمل یا مال مین جانتا ہے اوسکی دو حالتین ہین
اول تو یہ کہ اوس کمال کے جاتے رہنے خواہ چھن جانے یا متغیر ہونے کا خوف اوسکو لگا ہو تو ایسی حالت
مین آدمی معجب کہلاویگا دوسرے یہ کہ اوسکے زوال کا تو خائف نہین مگر چونکہ اوسکو نعمت من جانب اللہ
جانتا ہے اسوجہ سے خوش ہوتا ہے نہ اس جہت سے کہ یہ کمال میری طرف منسوب ہے تو ایسا شخص
بھی معجب نہین اور ایک تیسری حالت اور ہوتی ہے جسکا نام عجب ہے وہ یہ ہے کہ نہ تو خوف زوال ہو
اور نہ خوشی اسوجہ سے ہو کہ یہ کمال و رفعت خدای تعالیٰ کی نعمت و عطا ہے بلکہ اس وجہ سے

اطمینان و فرحت ہو کہ یہ کمال میری طرف منسوب ہے اور میرا ہی وصف ہے اور مین نے ہی اسکو پیدا کیا ہے
ایسی حالت مین جب دل پر یہ بات غالب ہو کہ یہ نعمت من جانب اللہ ہے جب وہ چاہیگا چھین لیگا
تو اس سے عجب جاتا رہیگا اس بیان سے تعریف عجب کی معلوم ہوئی کہ عجب یہ ہے کہ نعمت کو بڑا جانے
اور اوسپر مطمئن ہو اور اوسکا منعم کیطرف منسوب ہونا یاد نرکھے اور اگر عجب پر اتنی بات اور زیادہ
کرے کہ نفس مین یہ جانے کہ خدا پر میرا حق ہے اور اوسکے نزدیک میرا ایسا رتبہ ہے کہ اپنے عمل کی
پاداش مین مجھے دنیا ہی مین توقع برائی کی ہے اور بعید ہے کہ مجھے کوئی آسیب پونہچے جیسا اور
بدکارونکو ہوتا ہے تو اس حالت کا نام ادلال بالعمل یعنی اپنے عمل پر ناز کہلاتا ہے گویا عمل کیا کرتا ہے
اپنے نفس کا ناز بردار خدا کو سمجھتا ہے اور دنیا مین بھی یہ صورت ہوتی ہے کہ آدمی کسیکو کچھ چیز دیتا ہے
اور اوسکو بڑا کام سمجھتا ہے اور اوسپر احسان کرتا ہے اس بات سے تو صرف معجب ہوتا ہے لیکن اگر
اس سلوک کے بدلے مین اوس سے خواستگار خدمت کا ہو یا اوس سے کچھ سوال کرے یا وہ اگر
اوسکی حاجتون مین تندہی نکرے تو اس بات کو بعید جانے تو اسکو ناز کہتے ہین حضرت قتادہ رضی
اس آیت کی تفسیر مین وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ فرمایا ہے کہ اپنے عمل سے ناز مت کر اور ایک حدیث مین ارشاد ہے
کہ نماز ناز کرنے والے کی اوسکے سر سے اونچی نہین اوٹھتی اور اگر آہی ہنسے اور اپنی خطا کا مقر ہو
تو اس بات سے بہتر ہے کہ رووے اور عمل پر ناز بیجا کرے خلاصہ یہ کہ ادلال کا مرتبہ عجب کے بعد ہے
ادلال وہی کریگا جو عجب کریگا اور بعضے عجب والے ناز نہین کرتے اسواسطے کہ عجب تو صرف
نعمت کے بڑے جاننے اور منعم کے بھولنے سے ہوتا ہے اسمین یہ شرط نہین کہ توقع جزا کی
بھی ہو اور ادلال بے توقع جزا کے نہین ہوتا پس اگر اپنی دعا کے قبول ہونے کی توقع کی اور جب
قبول نہوئی تو دل مین برا جانا اور تعجب کیا تو عمل پر ادلال کرنے والون مین ہو گا کیونکہ فاسق کی
دعا نہ قبول ہونے سے تعجب نہین کرتا اپنی دعا غیر مقبول ہونے سے تعجب کرتا ہے یہ ہے بیان
عجب اور ادلال کا اور یہ مقدمہ اور سبب کبر کا ہے

چوتھا بیان عجب کے مجمل علاج مین جاننا چاہیے کہ علاج ہر بیماری کا یہ ہے کہ جو اوسکا سبب ہو
اوسکی ضد سبب کے مقابل کیجائے اور چونکہ سبب عجب کا جہالت محض ہے اسلیے اوسکا علاج
وہ معرفت ہوگی جو اوس جہالت کی ضد ہو اور عجب یا تو ایسے فعل سے ہوتا ہے جو بندے کے
اختیار مین ہو جیسے عبادت اور صدقہ اور عزت اور خلق کی سیاست و اصلاح یا ایسی چیز و نسے
ہوتا ہے جنمین اوسکو اختیار نہو جیسے جمال اور قوت اور نسب وغیرہ اور انہا اسجا کہ صورت اول مین

زیادہ عجب ہوا کرتا ہے بہ نسبت دوسری کے اسیلیے ہم اوسکی طرف متوجہ ہوتے ہین اور کہتے ہین کہ آدمی
جو ورع اور تقوی اور عبادت اور دوسرے اعمال سے عجب کرتا ہے تو دو اعتبار سے یہ عجب ہو سکتا ہے
ایک تو یہ کہ معجب اوس عبادت وغیرہ کا محل ہے اور ایک اس اعتبار سے کہ وہ عمل اوسنے کیا ہے
اور اوسکی قدرت و اختیار سے ظہور مین آیا ہے پس اگر اعتبار اول سے عجب ہے تو محض جہالت ہے
اسواسطے کہ محل اور مکان کو کچھ دخل ایجاد اور تحصیل عمل مین نہین وہ ایک مطیع و مسخر چیز ہے کہ دوسرے
کے قابو مین رہتی ہے تو ایسی چیز پر کسطرح عجب کرتا ہے جسکا اختیار اپنے ایکو نہین اور اگر دوسرے
اعتبار سے عجب کرتا ہے یعنی اس جہت سے کہ عمل میرے ارادے پر منحصر تھا اور میرے اختیار و قدرت
سے کمال کو پہونچا تو یہ سوچنا چاہیے کہ قدرت اور اختیار اور ارادہ اور اعضا اور تمام اسباب جنسے عمل
پورا ہوا کہان سے میرے پاس آئے پس اگر یہ سب چیزین خدا کی نعمت سے ہین کہ بلا کسی سابقہ حق
اور وسیلے کے عنایت ہوئی ہین تو چاہیے کہ عجب خدا کے کرم اور بخشش اور فضل پر ہو جسنے ایسا
انعام کیا جسکا یہ مستحق نہ تھا اور بلا ذریعہ و سابقہ کے دوسرے بندون پر اوسکو ترجیح دے مثلا اگر بادشاہ
اپنے غلامون کو دیکھے اور اونمین سے ایک کو خلعت دے اور اوسمین نہ کوئی وصف ہو نہ جمال
نہ کوئی خدمت نہ وسیلہ تو اوس غلام کو چاہیے کہ اس بات کا تعجب کرے کہ بادشاہ نے جو یہ سرفرازی مجکو
بخشی اور اورون پر ترجیح دی اور بے استحقاق نوازا کمال بندہ پروری سے ہے اور اپنے نفس پر عجب کرنا
بے معنی ہے اوسکو ہرگز نہ چاہیے ہان یہ ہو سکتا ہے کہ وہ غلام عجب کرے اور کہے کہ بادشاہ بڑا
عادل ہے ظلم نہین کرتا نہ بے سبب تقدیم و تاخیر کسیکی کرتا ہے اگر اوسنے مجھہ مین کوئی صفت اچھی
نہین سمجھی تو خلعت کیسے عنایت فرمایا تو اوسکو یون کہنا چاہیے کہ وہ صفت جو تجھہ مین ہے وہ
بادشاہ کی عطا سے ہے کہ تجھی کو عنایت کی اور کسیکو نہین دی یا کسی اور شخص کیطرف سے ہے
اگر وہ عطای سلطانی ہی سے ہے تو تجکو عجب کرنا نچاہیئے بلکہ اوسکی صورت ایسی ہوگی کہ مثلا پہلے
تجھکو گھوڑا دیا تو تو نے عجب کیا جب اوسنے مثلا غلام دیا تو عجب کرنے لگا اور کہنے لگا کہ میرے
پاس چونکہ گھوڑا تھا اسواسطے بادشاہ نے مجھے غلام دیا دوسرے لوگون کے پاس گھوڑا تھا اسواسطے
اونکو نہ دیا تو تجھکو یہی کہا جاویگا کہ گھوڑا بھی تو اوسی نے دیا ہے اسمین کیا فرق ہوا کہ دونون اکٹھے
دیدیتا یا ایک پہلے دیا ایک پیچھے جب ہر ایک اوسکی دہش ہے تو تجھکو چاہیے کہ اوسکے فضل و کرم کا
عجب کرے نہ اپنے نفس کا اور اگر وہ وصف دوسرے کی عطا ہے تو البتہ ہو سکتا ہے کہ اوسپر عجب
کرے کیونکہ وہ بادشاہ کی عطا مین سے نہین مگر یہ بات دنیا کے بادشاہون مین ہو سکتی ہے بادشاہ حقیقی کی

مقابل نہین ہو سکتی وہ تو سب چیزون کا پیدا کرنے والا ہے موصوف و صفت سب اوسیکی ایجاد سے ہین مثلاً اگر آدمی عبادت پر اسوجہ سے عجب کرے کہ خدا نے مجھکو توفیق عبادت اسوجہ سے دی کہ مجھکو محبت الٰہی تھی تو ہم پوچھتے ہین کہ تیرے دل مین محبت کس نے پیدا کی ہے تو ضرور یہی کہیگا کہ خدا نے پیدا کی ہے تو ہم کہینگے کہ محبت اور عبادت دونون خدا کی نعمتین ہین کہ تجھکو بے استحقاق اور بے وسیلہ عنایت فرمائین تو عجب اوسکی نعمتون پر چاہیے کہ اول اپنے فضل سے تجھکو وجود عنایت فرمایا اور اسمین صفات اور اسباب اعمال پیدا کیے اس سے معلوم ہوا کہ عابد کو اپنی عبادت پر اور عالم کو علم پر اور خوبصورت کو جمال پر اور مالدار کو مال پر عجب کرنا بیمعنی ہے کیونکہ سب نعمتین اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہین اور اوسکا جو ہر صرف ان نعمتون کا محل ہے اور وہ بھی اوسیکے فضل و جود سے ہے اب اگر کوئی یہ کہے کہ جو کام ہم کرتے ہین اوسپر توقع ثواب کی رکھتے ہین تو اگر وہ کام ہمارا نہین تو ثواب کی توقع کسلیے ہے اگر وہ کام بسبیل اختراع خدا کا مخلوق ہے تو ہمکو ثواب کیون ملتا ہے اور اگر وہ ہمارا ہے اور ہماری قدرت سے ہوا تو اوسپر ہم عجب کیون نہ کرین اوسے کیسے بھول جائین تو اسکا جواب دو طرح پر ہے ایک جواب تو حق صریح ہے اور دوسرے مین کچھ مسامحت ہے حق صریح تو یہ ہے کہ آدمی اور اوسکی قدرت و حرکت اور ارادہ اور سب چیزین خدا کی مخلوق اور اختراع کی ہوئی ہین تو جب کبھی جو عمل کرتا ہے خواہ نماز پڑھتا ہے یا خاک پھینکتا ہے تو وہ نہین کرتا بلکہ خدا کرتا ہے چنانچہ اسکی تصدیق وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ مین موجود ہے اور یہی بات درست ہے اہل دل کو اسکا ایسا مشاہدہ ہوا ہے کہ آنکھ کے دیکھنے سے بھی زیادہ ہے اول خدای تعالے نے آدمی کو پیدا کیا پھر اوسکے اعضا کو پھر اعضا مین قوت اور قدرت اور صحت پیدا کی پھر عقل اور علم اوسکے لیے پیدا کیے اور ارادے کو پیدا کیا اگر آدمی چاہے کہ ان چیزون مین سے کوئی خود اپنے نفس مین سے دور کرے تو نہین کر سکتا پھر اعضا مین جو حرکات پیدا کین وہ بھی اپنے اختراع سے بنائین اوسمین کچھ شرکت انسان کی نہین مگر اتنی بات ہے کہ خداوند کریم نے ان اشیا کو ترتیب سے پیدا کیا مثلاً حرکت جب پیدا کی جب عضو مین قوت پیدا کر چکا اور دل مین ارادہ اور ارادہ جب پیدا کیا جب پہلے علم مراد کا پیدا کیا اور علم اوسوقت پیدا کیا جب اوسکا محل یعنی دل پیدا کر لیا تو یہ ترتیب جو خدای تعالیٰ نے پیدایش کے باب مین رکھی کہ ایک چیز کو دوسرے کے بعد بنایا اس سے آدمی کو خیال ہوتا ہے کہ مین خود موجد اپنے عمل کا ہون اور حالانکہ یہ غلطی ہے اور اسکی توضیح اور یہ بات کہ خدا کے پیدا کیے ہوئے عمل پر آدمی کو ثواب کیسے ہوتا ہے باب الشکر مین لکھی ہے اسلیے کہ یہ مضمون اوسی جگہ مناسب تھا جسکی طبیعت چاہے وہان دیکھ لے اب ہم دوسرے جواب کو جسمین تھوڑی سی مسامحت ہے

یعنی تونے نہین پھینکی مٹھی خاک جسوقت پھینکی تھی لیکن اللہ نے پھینکی ۱۲

لکھتے ہین دوسیب ہے کہ آدمی اگر جانے کہ عمل میری قدرت سے ہوا تو خیال کرے کہ قدرت کہان سے آئی
عمل کا ہونا بدون وجود عامل اور خود عمل اور ارادہ اور قدرت اور دوسرے لوازم عمل کے نہین ہو سکتا اور یہ سب چیزین
خدا تعالی کی طرف سے ہین آدمی کی جانب سے نہین اگر عمل قدرت ہی سے ہوتا ہے تو قدرت صرف
بطور کنجی کے ہے اور وہ خدا کے قبضے مین ہے جب تک کنجی نہین ملے گی انسان عمل کسطرح کریگا کیونکہ
عبادات سعادت کے خزانے ہین اور اونکی کنجیان قدرت اور ارادہ اور علم مین جو خدا تعالے کے ختیار
مین ہین فرض کرو کہ تمکو تمام دنیا کے خزانے ایک مضبوط قلعہ مین نظر پڑین جسکی کنجی کسی محافظ کے
پاس ہے پس اگر اوسکے دروازے پر یا دیوار کے گرد ہزار برس پڑے رہو گے تو لینا تو کیا معنی اشرفی
وغیرہ کا دیکھنا بھی نصیب نہوگا اور اگر محافظ تمکو کنجی حوالہ کر دے تو بہت سہولت سے اشرفیان لے سکتے ہو
کہ قفل کھولتے ہی ہاتھ بڑھایا اور لے لین اب ہم پوچھتے ہین کہ محافظ نے جو تمکو کنجی حوالہ کی اور قفل
مسلط کر دیا اور اختیار مین چھوڑ دیا تب تم نے اپنا ہاتھ بڑھا کر دولت لی تو تم محافظ کے کنجی دینے پر
عجب کروگے یا اپنے ہاتھ بڑھا کر لینے کا عجب کروگے اسمین تو شک نہین کہ محافظ کے ممنون احسان
ہوگے کیونکہ ہاتھ ہلانے کی تو محنت چندان نہین سب معاملہ کنجی ملنے پر تھا - اسیطرح جب قدرت
دی گئی اور پکا ارادہ مسلط کیا گیا اور تمام دواعی عمل کے حرکت مین آئی اور موانع اور عوائق دور
ہوے یہانتک کہ کوئی مانع دور ہونے سے نہ رہا اور نہ کوئی باعث فروگذاشت کیا گیا تب مطیع آدمی کو
عمل کرنا آسان ہوا اور بواعث کا حرکت مین آنا اور عوائق کا دور ہونا اور اسباب کا مہیا ہونا سب
من جانب اللہ ہوا کوئی چیز اپنی اختیاری نہ تھی پس تعجب ہے کہ آدمی اپنے نفس پر عجب کرے اور جسکے
سبب سے یہ سب کچھ ہوا اوسکے تفضل وجود پر عجب نکرے کہ اوسنے کسطرح اوسکو فاسقوں پر ترجیح دی
کہ اونپر تو سامان فساد کو مسلط کر دیا اور اس سے دور رکھا اونکے لیے دوستان صحبتی برے برے
ٹھہرائے اور اس سے دور رکھے اونکے واسطے اسباب شہوات و لذات مہیا کیے اور اس سے
علیحدہ رکھے اونسے خیر کے بواعث علیحدہ رکھے اور اسکے لیے مہیا کیے یہانتک کہ اونکو شر کی توجیھی
اور اسکو خیر کی اور با اینہمہ یہ باتین جو کین تو کوئی وسیلہ سابقہ اسکی طرف سے اور کوئی پہلا جرم
فاسقون کیطرف سے نہ تھا بلکہ مطیع کو جو ترجیح و تقدم عنایت ہوا وہ بھی اوسکے فضل سے ہے
اور گنہگار کو جو بعد اور شقاوت ملی وہ بھی اوسکے عدل سے تو جب آدمی اس حال کو جانکر عجب
کرے تو بڑے تعجب کی بات ہے پھر جس عمل پر کہ آدمی کی قدرت کارگر ہوتی ہے اوسکے لیے بھی
خدا ہی تعالی ایک ایسا شوق اوسمین پیدا کر دیتا ہے کہ اوسکے خلاف نہین کر سکتا تو اگر حقیقت مین انسان ہی

کسی فعل کا فاعل ہے تو گویا مضطر ہو کر اوس فعل کو کرتا ہے اسی جہت سے شکر و احسان اوسیکو
سزاوار ہے جسنے انسان مین شوق اوس فعل کا پیدا کیا انسان نے کیا کیا جو عجب کرے اور
باب توحید و توکل مین بیان کیا جاویگا کہ اسباب و مسبب متسلسل ہین اور اونسے معلوم ہوتا ہے کہ
فاعل و خالق سوا خدا کے کوئی نہین اور ایک طرفہ بات یہ ہے کہ جس شخص کو خداے تعالی نے عقل
مرحمت فرمائی اور مفلس رکھا وہ بے علم توانگر کے حال سے تعجب کرکے کہتا ہے کہ باوجودیکہ مین
عاقل و فاضل ہون خدا نے مجکو ایک دن کی غذا بھی اچھی طرح نہین دی اور یہ شخص باوجودیکہ غافل
و جاہل ہے اسکو اتنی نعمت دنیا کی عنایت کی اور یہ اوسکا تعجب اس بات کے قریب پہونچ جاتا ہے
کہ اس فعل خداوندی کو ظلم تصور کرے اور اوس مغرور کو یہ معلوم نہین کہ اگر خداے تعالی اسکو رزق اور
مال دونون دیتا تو یہ فعل ظاہر مین زیادہ تر ظلم کے مشابہ ہوتا اسواسطے کہ تب فقیر جاہل کہتا کہ الہی تونے
اوسکو دونون چیزین دین اور مجکو دونون سے محروم رکھا مجکو بھی دونون خواہ ایک دی ہوتی اوسیکی
طرف اشارہ ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قول مین جب آپ سے کسی نے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے کہ عاقل
مفلس رہتے ہین آپ نے فرمایا کہ عقل بھی رزق مین شمار ہو جاتی ہے اور زیادہ تر عجب یہ ہے کہ فقیر
عاقل جو کسی جاہل کو اپنے آپ سے زیادہ بہتر حال دیکھتا ہے اگر اوس سے کہا جاوے کہ تیرا دل چاہے تو
اپنی عقل و مفلسی کا اوسکی جہل و توانگری سے عوض کرلے تو اسکو ہرگز نہ مانیگا اس سے معلوم ہوا
کہ خداے تعالی کی نعمت اوسی پر زیادہ ہے پھر تعجب کیون کرتا ہے اسیطرح جو عورت خوبصورت مفلس ہو
وہ اگر کسی بدصورت عورت کو زیور و جواہر سے آراستہ دیکھتی ہے تو تعجب کی راہ سے کہتی ہے کہ میرا
ایسا جمال تو بے زینت رہے اور یہ بھونڈی صورت یون آراستہ و پیراستہ ہو حالانکہ یہ نہین جانتی کہ
مال کے عوض اسکو خوبصورتی عنایت ہوئی اور اگر اوس سے کہا جاوے کہ خواہ جمال اور افلاس کو اختیار کر
یا بدصورتی اور توانگری کو تو جمال ہی کو پسند کریگی اس سے معلوم ہوا کہ نعمت الہی اوسپر بڑھکر ہے
اور جو شخص مفلس انا و عاقل ہو کر اپنے دل مین کہے کہ الہی تو نے دنیا سے مجھے کیون محروم رکھا اور
جاہلون کی مرحمت کی تو اوسکا یہ کہنا ایسا ہے جیسا کوئی بادشاہ کسیکو گھوڑا عنایت کرے تو وہ کہنے لگے
کہ جہان پناہ مجکو آپ غلام کیون نہین دیتے میرے پاس تو گھوڑا ہے بادشاہ جواب دے کہ اگر مین گھوڑا
تجھے نہ دیتا تب تو تو غلام کے نہ ملنے سے تعجب نہ کرتا فرض کرے کہ مین نے تجھے گھوڑا نہ دیا کیا میری
ایک نعمت کو دوسری کا ذریعہ کرتا ہے کہ میری ہی نعمت کو دوسری کیواسطے حجت گردانتا ہے اسیطرح کے
اوہام جاہلون کو ہوا کرتے ہین اور ان سب کا منشا جہل ہے اور یہ وہم اسطرح جاتا ہے کہ یقینا جانے کہ

کہ بندہ اور اوسکے عمل اور اوصاف سب من جانب اللہ نعمت ہین اور بے استحقاق ملے ہین اس علم سے
عجب اور ادلال جاتا رہتا ہے اور خضوع اور شکر اور خوف نعمت کے زائل ہونے کا دل مین سماتا ہے
اور جو اسطرح سمجھے گا وہ اپنے علم و عمل پر عجب نکریگا اسواسطے کہ جانیگا کہ یہ سب من جانب اللہ ہین اور
اسیواسطے جب حضرت داؤد علیہ السلام نے جناب الٰہی مین فخریہ عرض کیا کہ الٰہی کوئی رات ایسی
نہین آتی کہ کوئی آدمی آل داؤد مین سے شب بیدار نہو اور نہ کوئی روز ایسا آتا ہے کہ کوئی اونمین سے
روزہ دار نہو اور ایک روایت مین ہے کہ کوئی ساعت رات دن کی ایسی نہین گذرتی کہ کوئی عابد
آل داؤد کا تیری عبادت نماز یا روزہ یا ذکر نہ کرتا ہو خدا تعالے نے اونپر وحی بھیجی کہ یہ باتین اونمین
کہان سے ہین یہ تو صرف میرے ہی سبب سے ہین اگر میری مدد تیرے اوپر نہوتی تو تجھکو کچھ طاقت نہوتی
اور دیکھ مین تجھکو تیرے نفس پر چھوڑونگا حضرت ابن عباس رض فرماتے ہین کہ حضرت داؤد پر جو معاملہ
گذرا وہ عمل پر عجب کرنے کی جہت سے تھا کیونکہ عمل کو آل داؤد کیطرف نسبت کرکے فخریہ بیان کیا یہان تک
کہ خدا تعالی نے اونکو اونکے نفس پر چھوڑدیا اور ایسا گناہ کیا جو موجب غم اور ندامت کا ہوا اور ایک
روایت مین ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے جناب باری مین عرض کیا کہ الٰہی بنی اسرائیل تجھسے
دعا مانگتے ہین بطفیل حضرت ابراہیم و اسحاق و یعقوب علیہم السلام کا کیونکر ذکر ہین ارشاد ہوا کہ مین نے
اونکو جب جانچا تو اونھون نے صبر کیا عرض کیا کہ الٰہی اگر تو میرا امتحان لے تو مین بھی صبر کرونگا اسمین ضمناً
ادلال قبل الوقت پایا جاتا ہے حکم ہوا کہ مین نے اونکا امتحان جو لیا تھا تو یہ نہین بتایا تھا کہ کس
چیز مین امتحان لونگا اور نہ یہ کہ کونسے مہینے اور کونسے دن مین لونگا اور تجھسے کہے دیتا ہون کہ اسی
برس اور اسی مہینے مین کل کو تیرا امتحان ایک عورت کے باب مین لونگا بچا رہنا پھر جو کچھ اس معاملے
مین آپسے سرزد ہوا وہ معلوم ہی ہے ۔ اسیطرح جب حنین کی لڑائی مین اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے اپنی قوت و کثرت پر تکیہ کیا اور خدا کے فضل کو بھول گئے اور کہنے لگے کہ آج قلت اور کمی
کے باعث مغلوب نہونگے تو اپنے نفسون پر چھوڑ دیے گئے اور انجام یہ ہوا جیسا کہ قرآن مجید مین
ارشاد ہے وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ
ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُدْبِرِينَ اور ابن عیینہ رح روایت کرتے ہین کہ حضرت ایوب علیہ السلام
نے جناب الٰہی مین عرض کیا کہ الٰہی تو نے مجھکو اس بلا سے امتحان کیا ہے میرے اوپر جب کوئی
واقعہ گذرا ہے تو مین نے تیری رضا کو اپنی خواہش پر مقدم رکھا ہے پس ایک ابر مین سے دس ہزار
آواز سے سنائی دیا کہ یہ بات تجھکو کہان سے حاصل ہوئی حضرت ایوب علیہ السلام نے خاک اپنے

سرپر ڈالا کر عرض کیا کہ الٰہی تجھی سے عنایت ہوئی تجھی سے عنایت ہوئی اول بھولے ہوئے تھے
پھر رجوع کرکے اپنے صبر کو منسوب خداے تعالیٰ کیطرف کیا اور اسی سے خداے تعالیٰ فرماتا ہے وَلَوْلَا فَضْلُ
اللّٰہِ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَتُہٗ مَا زَکٰی مِنْکُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا اور حدیث شریف مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے
اصحاب رضی اللہ عنہم کو جو سب لوگون سے افضل تھے فرمایا کہ مَا مِنْکُمْ مِّنْ اَحَدٍ یُّنْجِیْہِ عَمَلُہٗ قَالُوْا وَلَا اَنْتَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ وَلَا
اَنَا اِلَّا اَنْ یَّتَغَمَّدَنِیَ اللّٰہُ بِرَحْمَتِہٖ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم
باوجود صفائی اعمال وقلوب کے اس حدیث سننے کے بعد اس بات کی تمنا کرتے تھے کہ ہم خاک یا گھاس
یا پرند ہوتے تو خوب تھا پس بصیرت والے سے اپنے عمل پر عجب کرنا اور نفس پر خائف نہونا بہت
بعید ہے یہ ہے علاج عجب کا جس سے بالکل وہ عجب کا اسی اوکھڑ جاتا ہے اور جب یہ خیال غالب ہوجاتا ہے تو خوف سلب
نعمت کا اوسکو عجب نہین کرنے دیتا بلکہ عجب کا نہ ہونا اور فاسقون کو دیکھتا ہے کہ بلا کسی گناہ سابق کے
اونسے نعمت ایمان وطاعت چھین لی گئی تو اپنے نفس پر خوف کرکے کہتا ہے کہ جس ذات کو یہ پروا نہین
کہ بے گناہ محروم کرے اور بدون وسیلہ عنایت کرے اوسکو اسکی کہاں پروا ہے کہ دیکھے ایسے ایسا
اتفاق ہوا ہی کہ مومن تھا بگڑ گیا اور مطیع شخص فاسق ہوکر خاتمہ اچھا نہوا اسطرح کے خیالات کی طرح اونکے دلمین عجب آنے نہ دیگا واللہ اعلم

پانچوان بیان ان چیزون کے اقسام کا جنسے عجب ہوتا ہے اور جدا جدا ہر ایک کا علاج

واضح ہو کہ جن اسباب سے تکبر ہوتا تھا انھین سے عجب بھی ہوتا ہے جیسا پہلے مذکور ہوا اور کبھی عجب
ایسی چیز سے بھی ہوتا ہے جس سے تکبر نہین ہوتا مثلاً اپنی رائے خطا سے عجب کرنا جو جہل کے سبب اچھی
معلوم ہوتی ہے اس لحاظ سے جن چیزون سے عجب ہوتا ہے وہ آٹھ قسم ہین اول یہ کہ اپنے جمال اور
صورت اور صحت اور قوت اور تناسب اعضا اور متعلقات بدن سے عجب کرے اور صرف اپنی خوبصورتی
پر التفات کرکے بھول جاوے کہ یہ خدا کی نعمت اور معرض زوال مین ہے اور علاج اوسکا وہی ہے جو ہم نے
جمال کے باعث کبر ہونے کے باب مین لکھا ہے یعنی اپنی ابتدا اور انتہا پر نظر کیا کیون کو سوچے اور
سمجھے کہ پہلے کیسے کیسے خوبصورت اس خاک کے پیوند ہوے اور قبر مین اونکے بدن ایسے بدبو ہوگئے
کہ طبیعت کو اونسے نفرت ہوگئی ہے

خاک اونھون کا بستر ہی اور سر کے نیچے پتھر ہے ۔۔ آہ وہ شکلین پیاری پیاری کیسی جا سوئی پلیان تھین

دوسرے یہ کہ اپنے زور کے باعث عجب کرے جیسے عاد کی قوم نے کہا تھا جنکا حال قرآن مجید مین
خداے تعالیٰ فرماتا ہے مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً اور جسطرح عوج اپنی قوت پر اعتماد کرکے ایک پہاڑ کو
اوٹھا کر چاہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لشکر پر رکھدے کہ سب اوسکے تلے دب جائین مگر خداے تعالیٰ کی

حکمت سے چند یہودیون نے جنکی جو بیخ نرم ہوتی ہے اوس پہاڑ مین اسطرح سوراخ کیا کہ وہ پہاڑ اونکی
گردن کا طوق بنگیا۔ اور کبھی ایماندار بھی اپنی قوت پر تکیہ کرتا ہے چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام سے
مروی ہے کہ اونھون نے فرمایا کہ مین ایک رات مین سو عورتون کے پاس جاؤنگا اور لفظ انشاءاللہ نکہا
اسکے باعث مین جو انکا ارادہ تھا یعنی لڑکے کا ہونا اوس سے محروم رہے اسیطرح قول حضرت داؤد علیہ السلام
کا کہ الٰہی اگر تو میرا امتحان لیگا تو صبر کرونگا قوت پر بھروسا ہونے کے باعث تھا اور قوت پر عجب
باعث آدمی لڑائیون مین گھس جاتا ہے اور اپنی جان کو خرابی مین ڈالدیتا ہے اور جو شخص اوسکی ایذا
سے بچا ہوتا ہے مارپیٹ مین سبقت کرتا ہے اور اس عجب کا علاج وہی ہے جو ذکر ہوا یعنی یہ
سمجھے کہ ایکدن کی بخار سے آدمی کی طاقت ڈھیلی ہو جاتی ہے اور کیا عجب ہے کہ خدا تعالی عجب کے
باعث کوئی ادنی آفت مجھپر مسلط کردے اور نزور دہ کردے تیسرے یہ کہ اپنی عقل کیاست پر عجب
کرے کہ بہت دقیقہ رس اور دنیا و دین کی مصلحتون کو خوب سمجھتا ہون اور اسکا ثمرہ یہ ہوتا ہے کہ
اپنی رائے پر اصرار کرنے لگتا ہے اور جو شخص اوسکی رائے کے خلاف کہے اوسکو جاہل اعتقاد کرتا ہے
اور کسی سے مشورہ نہین لیتا اور اہل علم کی بات کم سنتا ہے اسوجہ سے کہ اپنی رائے کے سامنے
اونکی حاجت نہین سمجھتا ہے بلکہ حقیر اور ذلیل جانتا ہے اور اسکا علاج یہ ہے کہ جو کچھ مبدء فیاض سے
اسکو عقل عطا ہوئی ہے اوسپر خدا کا شکر کرے اور سوچے کہ اگر ادنی مرض میرے دماغ مین ہو جاوے
تو وسواس جنون ایسا ہو جاویگا جس سے لڑکے ہنسینگے اگر مین عقل پر عجب کرون اور شکر خدا کا بجا
نہ لاؤن تو کیا بعید ہے کہ عقل سلب ہو جاوے اور چاہیے کہ اپنی عقل اور علم کو کم نہ سمجھے کہ مجھکو کچھ تھوڑا
آیا ہے گو زیادہ ہی پڑھا ہو اور یہ جانے کہ جتنا لوگون کو معلوم ہے اوسقدر مجھے معلوم نہین تو جو
بات اور لوگون کو بھی نہین معلوم ہے اوس سے تو بطریق اولی جاہل ہونگا اور اپنی عقل کو بیوقوفی اور
نقصان کی تہمت لگاوے اور احمقون کا حال دیکھے کہ اپنی عقلون پر کیسے عجب کرتے ہین اور لوگ
اونپر ہنستے ہین تو خوف کرے کہ کہین مین بھی ویسا ہی نہون اور مجھے نہ معلوم ہو اسواسطے کہ جس
شخص کی عقل مین قصور ہوتا ہے اوسکو اپنا قصور کبھی نہین معلوم ہوتا اسلیے ضرور ہوا کہ اپنی مقدار
عقل کو پہچانے اور یہ بات دوسرے کے کہنے سے معلوم ہوگی اپنے آپ کو معلوم نہین ہو سکتی اور
دشمنون سے معلوم ہوگی نہ دوستون سے کیونکہ جو شخص مونہہ دیکھی بات کہتے ہین وہ تعریف کرینگے
اس جہت سے عجب اور زیادہ ہوگا اور اوسکے گمان مین یہ بات اوسکے نفس مین بہتر ہوگی اور عجب کے
باعث نفس کی جہالت بڑھ جائیگی چوتھے یہ کہ نسب کے باعث عجب کرے جیسے بعض سیدون کو عجب ہوتا ہے

اور خیال کرتے ہین کہ شرف نسب اور آبا کے طفیل کے باعث ہماری مغفرت ہوجاویگی اور بعض یہ خیال کرتے ہین کہ تمام خلق ہمارے لونڈی غلام ہین اور اوسکا علاج یہ ہے کہ یون جانے کہ جب یہ ہین نے افعال و اخلاق مین اپنے بڑون کی مخالفت کی اور گمان کیا کہ مین اونکے درجے کو پہونچ گیا تو یہ جہالت ہے اور اگر اونکی پیروی کا دعوی ہے تو اونمین عجب کہان تھا اونمین تو خوف اور اپنی آپ کو حقیر جاننا اور خلق کو بڑا سمجھنا اور نفس کی مذمت کرنی وغیرہ باتین تھین اور اونکو شرف طاعت اور علم اور عمدہ خصلتون سے ہوا تھا نہ نسب کی جہت سے تو ہمکو بھی وہی شرف حاصل کرنا چاہیے جو اونمین تھا اور نسب مین تو آخر جنکی اولاد مین اپنے اکابر تھے اونکی اولاد مین بہت سے قبائل ایسے ہین جو ایمان خدا اور روز جزا پر نہین رکھتے اور خدا کے نزدیک وہ کتے اور سور سے بھی برے ہین چنانچہ اللہ تعالے فرماتا ہے یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّ اُنْثٰی یعنی تمہارے نسبون مین کچھ فرق نہین ایک نسب کی اصل ایک ہی ہے پھر فائدہ نسب کا ذکر فرمایا وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا پھر فرمایا کہ شرف تقوی سے ہے نہ نسب سے اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ اور جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے لوگون نے پوچھا کہ لوگون مین سب سے بزرگ اور سب سے دانا کون ہے تو آپنے یہ جواب ارشاد نہ فرمایا کہ جو میری نسل مین ہو بلکہ فرمایا کہ جو سب سے زیادہ موت کو یاد کرے اور سب سے زیادہ اوسکی تیاری کرے اور اس آیت کی شان نزول یہ بھی ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فتح مکہ کے روز جب اذان دی تو حارث بن ہشام اور سہیل بن عمرو اور خالد بن اسید نے کہا کہ یہ غلام حبشی اذان دیتا ہے اوسوقت یہ حکم ہوا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خدای تعالی نے تم لوگون کا کبر دور کردیا تم سب اولاد آدم ہو اور آدم خاک سے بنا ہے۔ اور ایک حدیث شریف مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ای جماعت قریش قیامت مین اور اعمال تو لوگ نہین لاوینگے تم لوگ دنیا کو اپنی گردنون پر لاد کر لاوگے اور محمد محمد پکاروگے مین بھی ایسا ہی جواب دونگا یعنی تم سے مونہہ پھیر لونگا اس حدیث سے یہ غرض ہے کہ اگر دنیا کی طرف میل کروگے تو تمکو نسب قریش مفید نہوگا اور جب یہ آیت اوتری وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ آپ نے سب کو ایک ایک کرکے پکارا یہان تک کہ فرمایا اے فاطمہ محمد کی بیٹی اور اے صفیہ عبدالمطلب کی بیٹی اور محمد کی پھوپھی تم اپنے واسطے آپ عمل کرو بیشک جانو کہ مین تمکو کچھ خدا سے بچا نہ سکونگا تو جو شخص ان باتون کو جانیگا اور تصور کریگا کہ جسقدر تقوی کریگا اوسیقدر شرف پاویگا اور میرے بزرگون کی عادت بھی تواضع کی تھی تو ضرور تواضع اور تقوی مین اونھون کی اقتدا کریگا ورنہ اپنے نسب کو اپنی زبان حال سے برا کہیگا۔

کیونکہ منسوب تھے اچھے لوگون کیطرف ہوگا اور تواضع اور تقوی اور خوف مین اون جیسا نہوگا تو گویا اوس کے بُرا ہونے سے اوس کی بُرائی ظاہر کریگا اب اگر کوئی یہ کہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد اس قول کے کہ مین تمکو خدا سے کچھ نہ بچاونگا حضرت فاطمہ رضہ اور حضرت صفیہ رضہ سے یہ بھی کہا تھا کہ لیکن تم دونون کو مجھسے قرابت ہے اوسکا حق نباہونگا اور قوم سلیم کو فرمایا کہ کیا تم میری شفاعت کی توقع رکھتے ہو اور عبدالمطلب کی اولاد توقع شفاعت نہ کرین تو ان دونون حدیثون سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت مین اپنے قرابت والون کو خاص کرینگے اور یہین لحاظ سیدون کو بھی توقع سفارش ہی تو اسکا جواب یہ ہے کہ ہر ایک مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شفاعت کا متوقع ہے اور کہتا ہے

مسئلہ بر گناہ و طاعت ما		ے لب بجنبان پے شفاعت ما

اور سید بھی بشرطیکہ خدا کے غضب سے ڈرتا ہے اسی بات کا سزاوار ہے کہ آپکی شفاعت کا متوقع ہو لیکن خدا کے غضب مین اگر مبتلا ہوا تو پھر کسیکو اوسکی شفاعت کی اجازت نہین شفاعت کے اعتبار سے گناہ کی دو قسمین ہین ایک تو ایسے گناہ جو موجب غضب الٰہی کے ہون اونکی شفاعت کے لیے اجازت نہوگی اور ایک اوس قسم کے گناہ ہین جو شفاعت کے سبب معاف ہونگے جیسے دنیوی بادشاہون کے یہان ہوتا ہے کہ بعض خطا مجرم کی ایسی ہوتی ہے کہ اوسپر بادشاہ کو نہایت غصہ ہوتا ہے اوسوقت جتنے مقربین درگاہ ہین اونکو مجال سفارش نہین ہوتی اسیطرح بادشاہ حقیقی کے یہان بھی بعض گناہ ہونگے شفاعت کی باعث جنکا اٹھایگا بلکہ خود شفاعت ہی بے اذن نہوسکے گی جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے وَلَا يَشْفَعُونَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى اور فرمایا مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗ اِلَّا بِاِذْنِهٖ اور فرمایا وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ اور فرمایا فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِيْنَ اور جب گناہ دو قسم کے ٹھہرے کہ کسی مین شفاعت منظور ہوگی اور کسی مین نہوگی تو خوف کرنا واجب ہوا اور اگر سب گناہون کی شفاعت ہوسکتی تو آپ قریش کو طاعت کے لیے امر نہ فرماتے اور حضرت فاطمہ زہرا اپنے لخت جگر رضہ کو گناہ سے منع نفرماتے بلکہ اونکو اجازت دیدیتے کہ دنیا مین جتنا چاہو لذات و شہوات سے بہرہ اوٹھالو پھر آخرت مین اونکی شفاعت کرکے لذت آخرت بھی کامل کرواتے خلاصہ یہ کہ تقوی کو چھوڑکر توقع شفاعت گناہون مین بارنا ایسا ہے جیسا کوئی مریض پیٹ بھر کر بد پرہیزی کرے اور جانے کہ میرا معالج بڑا طبیب نامی اور نہایت مہربان باپ بھائی سے بھی زیادہ میرے حال کا نگران ہے اور یہ محض جہالت ہے اسواسطے کہ طبیب کی کوشش و ہمت سے بعض امراض دور ہوسکتے ہین کل نہین ہوسکتے تو اوسکی بھروسے پر پرہیز کا چھوڑنا نچاہیے طب کا اثر صرف امراض خفیفہ اور غلبہ مرض کے وقت کارگر ہوتا ہے

ہر وقت اثر نہین ہوتا اسیطرح سمجھنا چاہیئے کہ عنایت شفاعت کرنے والون کی خواہ انبیا ہون یا صلحا
قریبون اور اجنبیون کے حق مین ایسی ہی ہے کہ کبھی منظور ہو اور کبھی نہو اس سے بیخوف و حذر ہونا نہ چاہیے
دیکھو سب خلق سے بہتر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہین اونکا خوف سے کے مارے یہ حال تھا کہ تمنا
کرتے تھے کہ ہم چوپائے ہوتے تو خوب تھا باوجودیکہ تقوی بھی کامل رکھتے تھے اور حسن اعمال و صفائی
دلی بھی حاصل تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص اپنے واسطے وعدۂ جنت سن چکے تھے
اور شفاعت آپکی سب اہل اسلام کے لیے عموماً جانتے تھے مگر کسی بات پر تکیہ نکیا اور نہ خوف و خشوع
اونکے دل سے جدا ہوا تو جس شخص کو اونمین سے کوئی بات بھی میسر نہو نہ معلوم کہ وہ کیسے عجب کرتا ہے
پانچوین یہ کہ ظالم سلاطین کی نسبت سے عجب کرے یا اپنے آپ کو اونکے اعوان مین سمجھکر عجب کرے
اور دین اور علم کے نسب سے نہ کرے تو یہ عجب بھی نہایت درجے کی جہالت ہے اور اوسکا علاج یہ ہے
کہ اونکی رسوائی کو سوچے کہ جو کچھہ ان ظالمون نے اللہ کے بندون پر ظلم کیا اور اللہ کے دین مین فساد
مچایا اوسکے باعث وہ لوگ خدا کے نزدیک مغضوب ہین اور اگر دوزخ مین اونکی صورت نظر پڑے
اور اونکی بدبو اور پلیدی سونگھائی دے تو پھر دیکھنے والا اونکو ایسا برا سمجھے کہ کبھی اونکی طرف نسبت
اپنے آپ کو نہ کرے بلکہ جو اونکی طرف اوسکو منسوب کرے اوسکو بھی برا جانے اسلیے اوسکی نظر مین ذلیل و حقیر
ہوجاوین اور اگر قیامت کے روز کا اونکا حال اوسپر کھلجاوے کہ جن جن پر اونھون نے ظلم کیا تھا وہ لوگ
اونکو لپٹے ہوئے ہین اور فرشتے اونکے سر کے بال پکڑے ہوے اوندھے منہ جہنم مین لیے جاتے ہین
اور بندون پر ظلم کرنے کی جہت سے طرح طرح کی ذلت و رسوائی مین مبتلا ہین تو خدا سے پناہ مانگے
اور کبھی نہ سمجھے سوا اوسکے کی قرابت منظور ہے ان لوگون کی منظور نہین غرضکہ ظالمون کی اولاد کو
چاہیے کہ اگر خدای تعالی اونکو ظلم سے بچاوے تو اوسکا شکر کرین کہ ہمارا دین سلامت رکھا اور اگر
اونکے آبا مسلمان تھے تو اونکے لیے استغفار پڑھین ایسے لوگون کے نسب سے عجب کرنا محض جہالت ہے
چھٹے یہ کہ آدمی اسوجہ سے عجب کرے کہ میری اولاد یا خادم یا غلام یا اقربا یا یار و مددگار بہت ہین جیسے
کہ کفار نے کہا تھا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالاً وَّاَوْلَاداً یا جیسا اہل اسلام نے غزوۂ حنین مین کیا تھا کہ آج
کمی کے باعث ہم مغلوب نہونگے اور اسکا علاج وہی ہے جو ہم کبر مین لکھہ آئے ہین کہ اپنا ضعف اور
اونکا ضعف بیان کرے اور جانے کہ سب کے سب بندہ ہین عاجز ہین اپنی جانون کیواسطے کچھہ نفع
و ضرر کا اختیار نہین رکھتے اور خدای تعالی فرماتا ہے کَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً بِاِذْنِ اللّٰهِ
علاوہ اسکے انسے عجب کرنے سے کیا فائدہ یہ لوگ تو بعد موت کے سب جدا ہوجاوینگے قبر مین تنہا

ذلیل و خوار جا پڑیگا نہ کوئی رفیق ہوگا نہ آشنا نہ باپ نہ بیٹا نہ یگانہ نہ بیگانہ بلکہ وہ خود ہی جا کر اسکی نعش کو
خاک مین سانپ اور بچھو اور کیڑون کے حوالہ کر دینگے اور ایسے آڑے وقت مین اوسنے کچھ کام نہ آویگا
اوسیطرح قیامت کے میدان مین بھی پاس سے کھسک جاوینگے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ
اَخِیْهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِیْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِیْهِ پس ایسے لوگون سے کیا فائدہ ہے کہ جب شدت کی
حاجت اونکی طرف ہوگی جبھی جدا ہو جاوینگے اور اپنی اپنی راہ لگینگے اور اونپر عجب کیسے آتا ہے
قبر مین اور قیامت مین اور پل صراط پر بجز اپنے عمل اور اللہ کے فضل کے اور کچھ کام نہ آویگا تو تعجب ہے
کہ آدمی ایسی چیز پر تکیہ کرے جو کام نہ آئے اور جو ذات کہ اوسکے نفع و ضرر اور موت و حیات کی مالک ہو
اوسکو بھول جائے ساتوین یہ کہ مال سے عجب کرے جیسا خداوند کریم دو باغ والے کا قول نقل فرماتا ہے
اَنَا اَکْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا اور ایکبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ایک غنی کے پاس
ایک فقیر آکر بیٹھا اوسنے اپنے کپڑے سمیٹ لیے اور سکڑ گیا آپ نے فرمایا کہ کیا تو اس بات سے ڈرتا ہے
کہ اوسکا افلاس تجھے لگ جاویگا غرضکہ یہ عجب مال کا ہے اور علاج اوسکا یہ ہے کہ مال کی آفتون کو اور
اوسکے حقوق کی کثرت کو اور فقرا کی فضیلت کو اور جنت کیطرف اونکی سبقت کو سوچے اور یہ کہ مال
صبح آتا ہے شام جاتا ہے اسکی کچھ اصل نہین بہت سے کفار بھی مال و دولت زیادہ رکھتے ہین اور
اس حدیث کے مضمون پر غور کرے کہ اس اثنا مین کہ آدمی لباس پہنکر تبختر کرتا ہے اور دل مین خوش
ہوتا ہے یکایک امر الٰہی زمین کو ہوتا ہے وہ اوسکو نگل جاتی ہے اور قیامت تک دھستا چلا جاتا ہے
اسمین اشارہ ہے کہ مال و نفس پر عجب کرنے کا ایسا عذاب ہوتا ہے - حضرت ابو ذر رض روایت کرتے
ہین کہ مین ہمراہ رکاب جناب ختمی مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے مسجد شریف مین داخل ہوا آپ نے فرمایا کہ
اے ابو ذر اپنا سر اوٹھا مین نے سر اوٹھا کر جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک شخص بہت عمدہ کپڑے پہنے ہے
تھوڑی دیر کے بعد پھر فرمایا کہ اپنا سر اوٹھا پھر جو مین نے دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک شخص پرانے کپڑے
پہنے ہوئے ہے آپ نے فرمایا کہ اے ابو ذر یہ شخص خدا کے نزدیک تمام زمین سے بہتر ہے - حاصل
کہ ایسی روایتین اور وہ باتین جو ہم نے باب زہد اور باب ذم دنیا اور باب ذم مال مین لکھی ہین اونسے
حقارت اغنیا کی اور شرف فقرا کا خدا کے نزدیک صاف ظاہر ہے پس ایماندار سے کسطرح ہو سکتا ہے
کہ اپنی ثروت پر عجب کرے بلکہ اوسکو تو یہی خوف لگا رہتا ہے کہ حقوق مال کے ادا کرنے مین کہین
قصور نہوا ہو حلال وجہ سے لیا ہے کہ نہین موقع پر صرف کیا ہے کہ نہین اور جو ایسا نہین کرتا وہ
عجب کیا کرتا ہے اوسکا مآل تو بجز ذلت اور وبال کے اور کچھ نہین آٹھوین یہ کہ اپنی رای غلط پر

عجب کرے چنانچہ اللہ تعالی ایسے ہی شخص کے حال مین فرماتا ہے اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهُ سُوْءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا
اور دوسری جگہ ارشاد ہے يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
غلط رای پر عجب کرنا اس امت کے آخر زمانے مین ہوگا اور یہی بات ہے کہ اس سے پہلی قومین
برباد ہوگئین کیونکہ اسی سے ہر ایک فرقہ جدا جدا ہوگیا ہر ایک یہی جانتا ہے کہ مین ہی خوب جانتا ہون
اور اپنے ہی اعتقاد پر خوش ہے اور جتنے اہل بدعت و ضلالت ہین سب اپنی بدعت و ضلالت پر
اسیلیے مصر ہین کہ اپنی رائے پر عجب کرتے ہین اور بدعت پر عجب کرنے کے یہ معنی ہین کہ جس بات
کیطرف آدمی کی خواہش اور شہوت اغلب ہو اوسکو اچھا جانے اور اپنے گمان مین اوسکو برحق سمجھے
اور اس عجب کا علاج اور عجبون کی نسبت سخت تر ہے اسیلیے کہ جسکی رائے غلط ہے وہ اپنی رائے کی غلطی
سے ناواقف ہے اگر واقف ہو تو اوسکو ترک کرے پس جس بیماری ہی کو نہین جانتا اوسکا علاج کیسے
کریگا اسیلیے اسکا علاج بہت مشکل ہے مگر عارف آدمی اس بات پر قادر ہے کہ جاہل کو اوسکی جہل سے
مطلع کرکے اوس سے دور کرے ہان اگر وہ اپنی جہالت پر بھی معجب ہوگا تو عارف کی کہنے کا بلکہ
اوسکو بھی الزام لگاویگا کیونکہ اوسپر خدای تعالی نے ایک بلا کو مسلط کردیا ہے جو موجب اوسکی بربادی
کی ہے اور وہ اوسکو نعمت جانتا ہے تو اسکا علاج کیسے ہوسکتا ہے اور جس چیز کو وہ اپنے اعتقاد
مین سبب سعادت جانتا ہے اوس سے وہ نفرت کیسے کریگا تاہم علاج مجمل یہ ہے کہ ہمیشہ اپنی رائے کو متہم
جانے یعنی غلطی کی تہمت سے خالی نہ سمجھے اور اوسکے دھوکے مین نہ آوے جب تک کہ کوئی دلیل
کتاب اللہ اور حدیث سے یا کوئی دلیل عقلی صحیح جسمین سب شرطین دلیلون کی ہون اسکی مدد و معاون
نپاوے اور دلائل شرعی اور عقلی کا جاننا اور اونکی شرطین اور مواقع غلطی کو پہچاننا ہر شخص کا کام نہین
اسکے واسطے طبیعت کامل اور عقل تیز اور تلاش اور استعداد قوی اور کلام مجید و حدیث کا بدوام
مطالعہ اور اہل علم کے پاس ہمیشہ بیٹھنا اور بدوام درس و تدریس کا شغل رکھنا چاہیے اور ان امور کے
ہوتے بھی بعض امور مین انسان سے غلطی کا خوف موجود ہے اسیلیے جو شخص اپنی تمام عمر تحصیل علم مین
مستغرق نکرسکے اوسکے لیے یہ بہتر ہے کہ مذاہب کی باتون پر کان نہ دھرے اور نہ اونمین خوض کرے
صرف یہ اعتقاد کرے کہ خدای تعالی ایک ہے اوسکا کوئی شریک نہین اور نہ کوئی اوسکے مانند ہے وہی
سنتا دیکھتا ہے اور اوسکا رسول مقبول برحق ہے جو کچھ اوسنے خبر دی وہ سچ ہے اور طریقہ سلف کو
اختیار کرے اور جو کچھ احکام کتاب اللہ اور حدیث مین ہین ان سب بے بحث و تکرار اور بدون سوال تفصیل
مان لے اور امنا و صدقنا کہکر مشغول ہو اور پرہیز و تقوی کرے اور طاعتون کو بجالاوے اور سب

مسلمانون سے بشفقت پیش آوے اور اگر بذاہب اور بدعتون مین خوض کریگا اور عقائد مین تعصب کا پابند ہوگا تو ایسی طرح ہلاک ہوجاویگا کہ اوسکو خبر بھی نہوگی یہ تو اوسکا حال ہوا جو شخص علم کے سوا اور چیز مین اپنی زندگی مین مصروف ہو لیکن جو شخص کہ عزم کرے کہ صرف علم ہی کا ہو رہیگا تو اوسکے لیے اصل مہم دلیل اور شروط دلیل کو پہچاننا ہے اور اسمین طول بہت کھنچ جاتا ہے اکثر مطالب مین یقین اور معرفت کو پہونچنا بہت دشوار ہے سواے زبردست لوگون کے جو نور الہی سے موید ہوتے مین اور کی قدرت نہین کہ امر یقینی کو معلوم کرے اور ایسے لوگ بہت کمیاب ہین خداے تعالے ہر گمراہی سے بچاوے اور جہال کے خیالات سے بھی پناہ دے الحمد للہ اولا و آخرا وصلی اللہ علی سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

دسوان باب غرور یعنی غالطے کی مذمت مین

رباعی

ہین جو کہ حیات دنیوی پر مغرور	بے شک ہے دماغ عقل مین اونکے فتور
مرنے پہ کھلے گا اونکو یہ راز نہان	پچھتینگے مراد جبکہ بیاد اشں قصور

جاننا چاہیے کہ آدمی کیواسطے ہوشیار رہنا کنار رہنا مفتاح سعادت ہے اور غرور وغفلت مین رہنا کلید شقاوت بندون پر خداے تعالی کی نعمت ایمان ومعرفت سے زیادہ نہین اور نہ کشادگی سینہ کے سوا کوئی اور چیز اوسکی طرف وسیلہ اور کفر ومعصیت سے بڑھکر کوئی برائی نہین اور نہ کوئی شی سواے نابینائی دل اور جہالت کے اونکی طرف داعی ارباب بصیرت کو دل ایسا عنایت ہوا ہے جسکی شان مین یہ آیت ہے کمشکوٰۃ فیھا مصباح المصباح فی زجاجۃ الزجاجۃ کانھا کوکب دری یوقد من شجرۃ مبارکۃ زیتونۃ لا شرقیۃ ولا غربیۃ یکاد زیتھا یضیء ولو لم تمسسہ نار نور علی نور اور غفلت والون کے دل کی یہ کیفیت ہے کظلمات فی بحر لجی یغشٰہ موج من فوقہ موج من فوقہ سحاب ظلمات بعضھا فوق بعض اذا اخرج یدہ لم یکد یرٰھا ومن لم یجعل اللہ لہ نورا فما لہ من نور ہوشیارون کو جو خدا ہدایت کرنا چاہتا ہے تو اسلام کے واسطے اونکے دل کھولدیتا ہے اور غافل اور مغرورون کو بصیرت نہین دیتا اور وہ اپنے نفس کی ہدایت کے کفیل ہون وہ لوگ ہواے نفسانی اور شیطان ہی کو اپنا رہبر اور دلیل سمجھتے ہین بہرحال چونکہ غرور سب شقاوتون کی اصل اور منبع مہلکات ہے اسلیے بیان کرنا اوسکی راہون کا اور تفصیل اون حالات کی جنمین غرور اکثر ہوتا ہے ضروری ہے تاکہ مرید مبدا اوسکے پہچاننے کے اوسسے احتراز کرے اسیواسطے ہم اقسام غرور وغفلت اور اصناف مغرورین کی قاضیون اور علما وصلحا سے بیان کرتے ہین جو

ظاہر امور کو اچھا جانکر اونکے باطن سے غافل رہتے ہین اور انشاء اللہ بیان ہین وجہ اونکی غفلت کی بھی بیان کرتے جاوینگے اور اگرچہ یہ امر زائد از حد شمار ہے الا مثالون سے ایسی تنبیہ ہوسکتی ہے کہ سب کی حاجت نہ رہے اور گروہ مغرورین غافلون کے اگرچہ بہت ہین مگر چار اصناف مین سب آجاتے ہین صنف اول علما صنف دوم عابد صنف سوم صوفی صنف چہارم ارباب دولت اور ان اصناف کے پھر بہت سے فرقے ہین اور اونکی غفلت و غرور کی وجہین بھی مختلف ہین مثلاً بعض لوگ امر منکر کو اچھا سمجھتے ہین جیسے بعض لوگ مال حرام سے مسجدین بناکر اونپر زیب و زینت کرتے ہین اور اوسکو کار ثواب جانتے ہین اور بعض لوگ اس باب مین تمیز نہین کرتے کہ اپنے نفس کے واسطے کوشش کرتے ہین یا خدا کیواسطے جیسے واعظ جنکی غرض خلق کے نزدیک قبول و رجاہ کی ہوتی ہے اور بعض لوگ امر مہم کو چھوڑکر دوسرے کام مین مصروف ہوتے ہین اور بعض اشخاص فرض کو ترک کرکے نفل مین مشغول ہوتے ہین اور بعض آدمی مغز کو چھوڑکر پوست کیطرف متوجہ ہوتے ہین جیسے نماز پڑھنے والا جسکی ہمت صرف مخارج حروف ہی کیطرف ہو غرض اسطرح کی بہت سی وجہین ہین کہ بدون تفصیل فرقون اور بیان کرنے مثالون کے توضیح اونکی نہین ہوسکتی اول ہم مذمت غرور کی اور اوسکی حقیقت و تعریف او رمثالین بیان کرینگے بعد علما کا غرور بیان کرینگے یہ باب مشتمل ہے دو بیانون پر

بیان اول غرور کی مذمت اور اوسکی حقیقت اور مثالین

واضح ہو کہ یہ دو آیتین مذمت غرور کے لیے کافی ہین اول فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ دوسری وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَاءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ حَبَّذَا نَوْمُ الْاَكْيَاسِ وَفِطْرُهُمْ كَيْفَ يَغْبِنُوْنَ سَهَرَ الْحَمْقٰى وَاجْتِهَادَهُمْ وَلَمِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ صَاحِبِ تَقْوٰى وَيَقِيْنٍ اَفْضَلُ مِنْ مِلْءِ الْاَرْضِ مِنَ الْمُغْتَرِّيْنَ اور ایک حدیث مین فرمایا اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْاَحْمَقُ مَنْ اَتْبَعَ نَفْسَهٗ هَوَاهَا وَتَمَنّٰى عَلَى اللّٰهِ غرضکہ جوکچھ علم کی فضیلت اور جہل کی مذمت مین وارد ہے وہ غرور کی مذمت پر دلیل ہے اسواسطے کہ غرور بھی ایک قسم کی جہالت کا نام ہے کیونکہ جہالت اسکا نام ہے کہ کسی چیز کو جیسی وہ ہے ویسی نہ جانے اور غرور بھی ایک جہل ہے مگر ہر ایک جہل غرور نہین بلکہ غرور کے لیے مغرور فیہ اور مغرور بہ بھی چاہیے پس جبکہ اعتقاد کسی شے کا موافق مرضی نفسانی کے اور کسی شبہہ یا خیال فاسد کو بزعم خود دلیل سمجھکر اپنی جہالت پر اڑ جاوے اور واقع مین وہ شبہہ یا خیال دلیل نہو تو جو جہل کہ اس وہمی دلیل سے حاصل ہوگا اوسکو غرور کہتے ہین پس تعریف

غرور کی یہ ہوتی کہ شیطان سے شبہہ اور مکر کے باعث نفس ایسی چیز پر جم جائے جو ہوائے نفسانی کی موافق اور خواہش طبع کے مطابق ہو اس سے یہ لازم آیا کہ جو شخص کسی شبہے سے حال یا مآل میں خیر کا معتقد ہو وہ مغرور ہے اور اکثر آدمیون کا یہی حال ہے کہ اپنے نفسون کے لیے بہتری کا گمان رکھتے ہین حالانکہ اونکا گمان بہتری غلط ہے اس سے معلوم ہوا کہ اکثر لوگ مغرور ہین گو اونکے اقسام غرور جدا ہین اور درجات بھی مختلف یہان تک کہ بعضون کا غرور بعض کی نسبت ظاہر تر اور شدید تر ہوتا ہے اور سب مین سخت تر وہ غرور ہین ایک تو کافرون کا اور ایک گناہگارون اور بدکارون کا اب ہم ان دونون کی مثالین لکھتے ہین جس سے انکے غرور کی حقیقت معلوم ہو

مثال اول کافرون کے غرور کی اونمین سے بعض تو ایسے ہین جنکو حیات دنیا نے مغرور کر رکھا ہے اور بعضون کو شیطان نے حیات دنیاوی سے جنکو مغرور کر رکھا ہے اونکا قول یہ ہے کہ نقد بہ نسبت اودھار کے بہتر ہے اور دنیا نقد ہے اور آخرت اودھار تو اس سے دنیا ہی بہتر ٹھہری اوسیکو اختیار کرنا چاہیے اور اونکا یہ بھی قول ہے کہ دنیا یقینی ہے اور آخرت موہوم اور یقین شک سے بہتر ہوتا ہے شک کیواسطے یقین کو چھوڑنا نچاہیے یہ شعر انھین کے حسب حال ہے

اب تو آرام سے گذرتی ہے	عاقبت کی خبر خدا جانے

اسطرح کی دلیلین سب انکی ہین اور مشابہ دلیل شیطانی کے ہین جیسے کہا تھا أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِي مِن نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِن طِينٍ اور ان لوگون کا حال خدا تعالی فرماتا ہے أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ اور اسطرح کے غرور کا علاج یا تو سچے ایمان ہی سے ہوتا ہے یا دلیل و حجت کی ضرورت ہوتی ہے پہلی صورت تو یہ ہے کہ خدا تعالی کے ان اقوال کو سچا جانے مَا عِندَكُمْ يَنفَدُ وَمَا عِندَ اللَّهِ بَاقٍ اور وَمَا عِندَ اللَّهِ خَيْرٌ اور وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ اور وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ اور فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو انکی خبر بہت سی جماعتون کو کفار سے پہونچائی تو معا زمرۂ اسلام مین داخل ہوے اور آپ کو سچا جانا اور ایمان لائے کوئی دلیل نہ مانگی اور بعض لوگ عرض کرتے کہ ہم آپ سے خدا کی قسم دیکر پوچھتے ہین کہ کیا خدا تعالی نے آپ کو رسول کر کے بھیجا ہے آپ فرماتے کہ ہان وہ لوگ ایمان لے آتے یہ ایمان عوام کا ہے غرور کے حیطے سے خارج ہے بلکہ اونکی تصدیق ایسی ہے جیسے لڑکا اپنے باپ کا قول سچ جانتا ہے یعنی جب وہ کہتا ہے کہ مکتب کا جانا کھیل کی جگہ جانے سے بہتر ہے تو لڑکا سچ جانتا ہے گو وجہ نہین معلوم ہوتی کہ کسو جہ

مکتب کا جانا بہتر ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ وجہ اوس قیاس کے فاسد ہونے کی معلوم ہو جاوے
جو شیطان نے گڑھکر دل مین جما دیا ہے کیونکہ ہر ایک مغرور کے غرور کا ایک سبب ہوتا ہے اور اوسی
سبب کو دلیل جانتا ہے اور کل دلیلین ایک قسم کی قیاس ہوتی ہین جو نفس مین آتی ہین اور باعث
اطمینان نفس ہوتی ہین گو اوس شخص کو معلوم نہو اور نہ اس بات کی قدرت رکھتا ہو کہ اوسکو علما کے
طور پر بیان کیجیے اب اس مثال مین جو قیاس مذکور ہے اوسمین دو جملے ہین ایک تو یہ ہے کہ دنیا
نقد اور آخرت اودھار ہے یہ جملہ تو درست ہے مگر دوسرا جملہ کہ نقد بہ نسبت اودھار کے بہتر ہے
اسمین دھوکا ہے یہ جملہ درست نہین بلکہ اگر نقد و اودھار مقدار و مقصود مین برابر ہوں تب البتہ
یہ جملہ درست ہے اور اگر نقد بہ نسبت اودھار کے کم ہے تو اودھار ہی بہتر ہے دیکھو یہی مغرور کافر
تجارت مین ایک روپیہ نقد اسلیے لگاتا ہے کہ اوس سے دس روپیہ اودھار ملینگے تب نہین کہتا کہ نقد بہ نسبت
اودھار کے بہتر ہے مین آج ایک کو کیون ضائع کرون اسیطرح اگر مرض مین طبیب عمدہ کھانون اور
میوون سے منع کرے تو اوسوقت مریض کو خوب سے چھوڑ دیگا حالانکہ اونکی لذت نقد ہے
اور تکلیف مرض کبھی زمانہ آیندہ مین ہوگی اور سوداگر خشکی اور تری مین سختیین سہتے اور دکھ اوٹھاتے
ہین تاکہ آیندہ کو راحت اور نفع ملے اونکے خیال مین نہین آتا کہ نقد بہ نسبت اودھار کے بہتر ہے
حاصل یہ کہ تا فی الحال مین اگر دس ملین تو ایک نقد کی نسبت بہتر ہونگے اب اگر مدت دنیا اور مدت
آخرت مین نسبت دیکھو تو کچھ نسبت ہی نہین مثلاً انسان زیادہ سے زیادہ سو برس جیتا ہے اور اس عمر کو
اگر مدت آخرت سے نسبت کرو تو آخرت کے کرورین حصے کے برابر بھی نہین ہوتی تو اگر ایک دنیا کی
چھوڑے تو آخرت مین لاکھ بلکہ بے انتہا پاویگا اور اگر باعتبار نوع کے لحاظ کیا جاوے تو دنیا کی
لذت مین سب طرح کی کدورت اور رنج و مصیبت ہین اور آخرت کی لذت صاف و پاک جاوید و ابدی
بہر صورت یہ کہنا کہ نقد اودھار سے بہتر ہے یہی غلطی کا مقام اور دھوکا ہے اور اس غلطی کی وجہ یہی
ہوئی کہ جیسا لوگون سے سنا ویسا ہی یقین کر لیا یہ نہ سمجھا کہ اس جملے کے معنی یہ ہین کہ نقد و اودھار
اگر مقدار و مقصود مین برابر ہون تب نقد بہتر ہوتا ہے اور اوسوقت شیطان ایک اور قیاس جماتا ہے
کہ یقین شک سے بہتر ہوتا ہے اور آخرت مشکوک ہے یہ قیاس پہلے کی نسبت سے بھی زیادہ نکما ہے
کیونکہ اوسکے دونون جملے بے اصل ہین مثلا جملہ اول یقین بہتر ہے شک سے یہ جبھی ہے جب دونون
مساوی ہون ورنہ ظاہر ہے کہ سوداگر مشقت تو یقینا کرتے ہین اور نفع مشکوک ہوتا ہے اور طالب علم
تحصیل علم مین محنت یقینا کرتا ہے اور فضل و علم کے مرتبہ پر پہونچنا اوسکا مشکوک ہے اور شکاری تلاش شکار مین

گذشت یقیناً کرتا ہے اور شکار کا ملنا امر مشکوک ہے اور بیمار بدمزہ دوا کا ذائقہ تو یقینیا پاتا ہے اور
شفا مین شک ہوتا ہے غرض جتنے امور عقلا کے نزدیک احتیاط مین داخل ہین وہ سب اسیطرح کے ہین
کہ امر مشکوک کیلیے یقین کو چھوڑنا پڑتا ہے تاجر کہتا ہے کہ اگر مین تجارت نکرون اور مصیبت نہ اوٹھاؤن
تو بڑا نقصان ہوا اور بھوکا رہون سوداگری سے محنت تھوڑی ہوتی ہے اور فائدہ بہت ہے اسیطرح مریض
کہتا ہے کہ ضرر تلخی و بدمزگی دوا کا تھوڑا ہے بہ نسبت اوس خوف کے جو مجکو مرض سے ہیکہ اوسکا انجام موت ہی پس اسی بنا پر
جو شخص آخرت مین شک ہی رکھتا ہے اوسپر بحکم احتیاط واجب ہے کہ یون کہے کہ زندگی سے چند روز صبر کر لینا
میرے حق مین اچھا ہے اون امور کی نسبت جو آخرت مین لوگ کہتے ہین کیونکہ اگر بالفرض آخرت کے
معاملات جھوٹ ہوے تو مجھے کیا نقصان ہوا ایک چند روز زندگی کی عیش جاتی رہیگی ازل سے اب تک
بھی تو مین ایسا ہی تھا کہ عیش نہ کرتا تھا مین جانونگا کہ معدوم ہی رہا اور اگر معاملات اخروی سچ ہوئے
تو ابدالاباد تک آگ مین جلونگا اسکی برداشت نہین ہو سکے گی چنانچہ حضرت علی رضہ نے کسی ملحد سے ارشاد
فرمایا تھا کہ جو کچھ تو کہتا ہے اگر یہ سچ ہے تو ہمارا اور تیرا دونون کا کچھ ضرر نہین اور اگر ہمارا قول درست ہے
تو ہم نجات پاوینگے اور تو ہلاک ہوگا اور یہ قول آپنے اسلیے نہین کہا تھا کہ معاذ اللہ کچھ آپ کو آخرت مین
شک تھا بلکہ اوس ملحد کی فہم کے موافق تقریر فرمائی تھی اور اوسکو سمجھا دیا کہ اگر تجکو آخرت کا یقین نہین تو
بڑے مغالطے مین ہے ۔ اور دوسرا جملہ قیاس مذکور کا یہ ہے کہ آخرت مشکوک ہے یہ بھی غلط ہے بلکہ
آخرت ایمان والون کے نزدیک یقینی چیز ہے اور اوسکا یقینی ہونا دو چیزون سے معلوم ہوتا ہے ایک تو
ایمان اور تصدیق اور انبیا و علما کی تقلید سے کہ اس سے بھی یہ مغالطہ جاتا رہتا ہے اور یقین آخرت کا
آجاتا ہے اور عوام اور اکثر خواص کا یقین اسیطرح کا ہوتا ہے اور اوسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی بیمار
اپنے مرض کی دوا نہین جانتا اور تمام طبیب و معالج اسبات پر متفق ہین کہ اسکی دوا فلانی بوٹی ہے تو بیمار کو
سنتے ہی اطمینان ہو جاویگا اور اونکو سچا جانیگا اونسے اس باب مین دلیل طبی نہین پوچھیگا بلکہ اونکے
صرف کہنے کا یقین و اعتماد کر کے وہی دوا شروع کریگا اور اگر کوئی سودائی یا بیہوش اطبا کے قول کو
جھوٹا بتاوے حالانکہ مریض خود قرائن حال سے جانتا ہے کہ اطبا اول تو گنتی مین اس بیہوش سے زیادہ ہین
دوسرے فضل و علم مین بڑھکر ہین تیسرے تجربہ طبی اونکو حاصل ہے اور یہ شخص علم طب خاک نہین جانتا تو
ظاہر ہے کہ اطبا کے قول کے سامنے اوسکا قول نمانیگا اور نہ اونکے قول کو اوسکے بہکانے سے جھوٹا
جانیگا اور نہ اپنے اعتقاد کو اوسکی جہت سے سست کریگا اور اگر بالفرض اوسکے قول کا اعتماد کر کے
اطبا کے قول کو چھوڑ دیگا تو بیشک خود بھی مدہوش اور مغرور ہو جاویگا ۔ اسیطرح جو شخص ان لوگونکو دیکھتا ہے

جو آخرت کے مقتدا و مخبر ہین کہ یہ فرماتے ہین کہ سعادت اخروی کے حاصل ہونے کے لیے دوا نافع
تقوی ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ یہ لوگ تمام خلق مین سے بہتر ہین اور بصیرت و معرفت و عقل مین
سب سے اعلی رتبہ رکھتے ہین یعنی انبیا اور علما اور اولیا اور حکما اور اس امر مین تمام اقسام خلق کی انھین
لوگون کا کہنا مانتے ہین البتہ جن لوگون کے اوپر شہوات کا غلبہ ہے اور اونکے نفس طمع دنیاوی پر
مرتے ہین وہ اونکا کہنا نہین مانتے اس نظر سے کہ اونکو شہوات کا چھوڑنا بہت شاق ہے اور اپنے
منہ سے کیسے کہین کہ ہم دوزخی ہین اسواسطے آخرت کے منکر ہوے اور انبیا کو جھٹلایا تو جس طرح
بچے کے کہنے یا کسی مدہوش کے کہنے سے اطمینان قلبی قول اطبا پر دور نہین ہوتا تھا اسیطرح ایسے
غبی لوگون اور بندہ شہوات کا انکار بھی انبیا اور اولیا اور علما کے قول کے سچا ہونے مین کچھ
خلل انداز نہوگا اور اتنا ایمان خلق کے لیے کافی ہے یعنی اس سے غرور بھی رفع ہوتا ہے اور ایسا
سچا یقین ہے کہ عمل پر بھی برانگیختہ کرتا ہے اور آخرت کے یقینی معلوم ہونے کی دوسری چیز انبیا
کیواسطے تو وحی ہے اور اولیا کے لیے الہام اور یہ نہ گمان کرنا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
جو امر آخرت کو جانا یا اور امور دین کو پہچانا تو صرف حضرت جبرئیل علیہ السلام سے سنکر بطور تقلید جان لیا
جیسا کہ ہم لوگون نے آنحضرت صلعم سے سنکر جان لیا ہے اور اس سے یہ لازم آئے کہ ہمنے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اور آپ نے حضرت جبرئیل ع سے سنا فرق کچھہ نہین جیسے معرفت آپ کی تھی
ویسی ہی ہماری ہے حالانکہ یہ بات نہین تقلید کو معرفت نہین کہتے تقلید تو ایک اعتقاد درست کا نام ہے
اور انبیا جو عارف کہلاتے ہین اونکی معرفت اسطرح ہے کہ اونکے لیے حقیقت اشیا کی جس طرح وہ
اصل مین ہین جون کے تون کھول دیجاتی ہے اور وہ اون اشیا کو چشم بصیرت سے ایسا دیکھ لیتے ہین
جیسے ہم لوگ کسی محسوس چیز کو چشم ظاہر سے دیکھتے ہین تو وہ جو کچھہ خبر دیتے ہین دیکھکر بیان فرماتے ہین
صرف سننے اور تقلید کی خبر نہین ہوتی مثلا اون پر حقیقت روح کی منکشف ہوتی ہے کہ وہ امر
الہی ہے اور امر الہی سے وہ غرض نہین جو مقابل نہی کے ہے اسلیے کہ وہ کلام کے اقسام مین سے ہے
اور روح کلام نہین اور امر سے غرض شان بھی نہین تاکہ اوس سے یہ لازم آئے کہ روح مخلوق خدا تعالی
کی ہے کیونکہ مخلوق ہونا تو تمام مخلوق مین پایا جاتا ہے روح کی تخصیص کیا ہے بلکہ اصل حقیقت یہ ہے
کہ عالم کی دو قسمین ہین عالم امر اور عالم خلق اور یہ دونون اللہ ہی کے ہین الا جو چیزین کہ مقدار و کمیت
رکھتی ہین وہ تو عالم خلق مین داخل ہین اسواسطے کہ باعتبار لغت کے خلق کے معنی اندازہ کرنے کے ہین اور
جو مقدار پر صحیح بن سکتے ہین اور جو چیز موجود کہ کمیت و مقدار سے مبرا و پاک ہے وہ عالم امر مین داخل ہے

اور اوسکو سر روح یعنی راز روح سے تعبیر کرتے ہین اور اوسکے ذکر کی اجازت نہین اسلیے کہ اوسکے
سننے سے اکثر خلق کو نقصان ہوتا ہے جیسے راز شب قدر کا افشا نہ کیا گیا تو جو اس راز روح کو پہچان
لیتا ہے وہ اپنے نفس کو پہچان لیتا ہے اور جب نفس کو پہچان لیتا ہے تو خدا کو پہچان لیتا ہے اور نفس اور خدا کی معرفت
سے یہ بات معلوم ہوجاتی ہے کہ روح انسانی اپنی طبیعت اور سرشت کی رو سے امر ربانی ہے اور اوسکا عالم جسمانی مین آنا ایک امر
عجیب ہے اس عالم مین آنا اوسکا اور ترنا اوسکی مقتضای طبیعت اور ذات سے نہین ہوا بلکہ ایک امر عارضی اجنبی سے
جو اوسکی ذات مین داخل نہین اور یہ امر عارض وہ ہے جو حضرت آدم علیہ السلام کو پیش ہوکر سعیت
کھلایا اور اونکو جنت سے اوتارا حالانکہ جنت اونکی ذات کے مقتضا کے موجب اونھین کو سزاوار تھی
کیونکہ جنت قرب الٰہی مین ہے اور آدم باعتبار روح کے امر ربانی تھے تو امر ربانی کا شوق بمقتضاے
طبع اور ذات کے قرب ربانی کیطرف ہونا چاہیے بشرطیکہ اس عالم اجنبی کا کوئی امر عارضی اوسکو مقتضاے
طبع سے مانع نہو ورنہ اپنے نفس و خدای تعالے کو دونون کو بھول جاویگا اور اپنے نفس پر ظالم
ٹھہریگا کیونکہ ایسے لوگون کو یہ حکم ہوتا ہے وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللّٰهَ فَأَنْسَاهُمْ أَنْفُسَهُمْ
أُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ فاسقون کے معنی یہ ہین کہ جو اونکا مقتضاے طبع اور گمان استحقاق تھا
اوس سے خارج ہوجاتے ہین یہ لفظ مشتق ہے فسق سے جسکے معنی لغت مین اصل سرشت سے تجاوز
کرنے کے بھی آتے ہین اور یہ باتین گلدستہ گلزار اسرار مین عارفون ہی کے دماغ سے انکی خوشبو
کے شائق ہین اور بکم ہمتون کو تو اونکے الفاظ سننے سے جاڑا چڑھتا ہے اسلیے کہ یہ باتین اونکو ضرر
پہونچاتی ہین جیسے گلاب کی خوشبو گوبر کے کیڑے کو بری معلوم ہوتی ہے یا آفتاب کی روشنی شپرہ کو
بری لگتی ہے ۔ اور سر قلبی سے عالم ملکوت تک منکشف ہونا معرفت اور ولایت کہلاتا ہے اور جسکو
یہ راز کھلے اوسکو ولی اور عارف کہتے ہین اور یہ رتبہ آغاز مقامات انبیا کا ہے اور مقامات اولیا
کا انتہائے رتبہ ہے تو اولیا کے مقامات کی انتہا انبیا کے مقامات کی ابتدا ہوتی ہے اب ہم
اصل مدعا کیطرف رجوع کرتے ہین کہ شیطان کا مغالطہ یعنی یہ جملہ کہ آخرت مشکوک ہے اوسکو یا تو
یقین تقلیدی سے دفع کرنا چاہیے یا بصیرت و مشاہدہ باطن سے دور کرنا چاہیے اور اہل ایمان
جب اپنی گفتگو اور عقائد سے خدای تعالے کے احکام تلف کر دیتے ہین اور شہوات و معاصی
مین مبتلا ہوکر اعمال صالحہ ترک کر دیتے ہین تو وہ بھی اس مغالطے مین کافرون کے شریک
ہوجاتے ہین کیونکہ اونھون نے بھی زندگی دنیا کو آخرت پر ترجیح دی ہان اتنی بات ہے کہ
اصل ایمان کے باعث عذاب ابدی سے بچ جاوینگے اور دوزخ سے کچھ عرصے بعد نکل آوینگے

اور مت ہو اون لوگون کی طرح جنھون نے بھلا دیا اللہ کو پھر اوسنے بھلا دیے اونکو اونکے جی

تاہم اوسکے مغرور ہو رہنے میں کچھ شبہ نہیں اسواسطے کہ گو اونکو اعتراف ہے کہ آخرت دنیا سے بہتر ہے مگر چونکہ میل دنیا کیطرف کیا اور اوسیکو اختیار کیا اسلیے صرف ایمان فلاح ابدی کے لیے کافی نہیں جب تک کہ عمل نہو چنانچہ قرآن شریف اسکا شاہد ہے اللہ تعالی فرماتا ہے وَإِنِّي لَغَفَّارٌ لِمَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدَى اور إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِنَ الْمُحْسِنِينَ اور احسان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الْإِحْسَانُ أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ اور ایک آیت یہ ہے وَالْعَصْرِ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ غرضکہ تمام کتاب اللہ میں وعدہ مغفرت متعلق ایمان اور عمل صالح دونوں سے ہے صرف ایمان ہی پر نہیں تو جو لوگ کہ دنیا پر مطمئن ہو کر خوش ہوتے ہیں اور اوسکی لذات میں ڈوبے رہتے ہیں اور مرنے کو برا جانتے ہیں اس نظر سے کہ یہ سب لذتیں چھوٹ جاینگی نہ اسوجہ سے کہ آگے کو ہم پر کیا معاملہ گذریگا ایسے لوگ دنیا کے مغالطے میں ہیں خواہ کافر ہوں یا مسلمان اب ہم وہ باتیں کافروں اور گناہگاروں کی مغالطے کی جو اللہ کی نسبت کہتے ہیں لکھتے ہیں کافروں کا مغالطہ تو بدلالت یہ ہے کہ اونمیں سے کچھ لوگ اپنے دلوں میں خواہ زبان سے کہتے ہیں کہ اگر واقع میں خدا تعالے قیامت برپا فرماویگا تو غیروں کی نسبت ہم زیادہ مستحق ہونگے جیسا کہ خدا تعالے نے دو شخصوں کے سوال و جواب میں ایک کا قول نقل فرمایا وَمَا أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً وَلَئِنْ رُدِدْتُ إِلَى رَبِّي لَأَجِدَنَّ خَيْرًا مِنْهَا مُنْقَلَبًا اور خلاصہ اس قصے کا بموجب تفسیر کے یہ ہے کہ اون دونوں شخصوں میں سے کافر آدمی نے ایک محل ہزار دینار کو بنایا اور ایک باغ ہزار دینار کو لیا اور خادم بھی ہزار دینار کو لیے اور ایک عورت سے ہزار دینار لگا کر شادی کی اور دوسرا شخص ایماندار اوسکو ہر ایک بار نصیحت کرتا گیا اور کہتا گیا کہ تو نے ایسا مکان مول لیا جو جاتا رہیگا جنت کا مکان مول کیوں نہ لیا جو کبھی نہ فنا ہوتا تیرا یہ باغ بھی فنا ہو جاوے گا باغ جنت پایدار تھا وہی مول لیا ہوتا اور یہ نوکر چاکر بی بی سب مر جاوینگے اور جنت کی حوریں اور غلمان فناپذیر نہیں وہ کافر ہر ایک بات میں یوں جواب دیتا کہ جنت ہے کہاں جو کچھ اوسکا حال لوگ کہتے ہیں وہ سب جھوٹ ہے اور اگر بالفرض جنت ہوگی تو مجھے جنت میں اس سے بہتر ملیگا اسیطرح قول عاص بن وائل کا بھی قرآن مجید میں منقول ہے لَأُوتَيَنَّ مَالًا وَوَلَدًا اوسکے جواب میں ارشاد ہوا أَطَّلَعَ الْغَيْبَ أَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمَنِ عَهْدًا كَلَّا اور خباب ابن ارت کہتے ہیں کہ میرا کچھ قرض عاص بن وائل پر تھا میں تقاضا کرنے کو گیا مگر اوسنے نہ دیا میں نے کہا کہ میں آخرت میں لے لونگا اوسنے جواب دیا کہ میری بھی وہاں مال و اولاد ہوگی اوسمیں سے تیرا قرض بھی

کی بابت یہ آیت اوتری افرأیت الذی کفر بآیاتنا وقال لاوتین مالا وولدا اور دوسری
آیت مین ارشاد ہے ولئن اذقناہ رحمۃ منا من بعد ضراء مستہ لیقولن ہذا لی وما اظن الساعۃ
قائمۃ ولئن رجعت الی ربی ان لی عندہ للحسنی غرض اسطرح کی باتین اوس مغالطے کی
ہین جو اللہ تعالے سے متعلق ہے اور وجہ اس دھوکے کی یہ ہے کہ شیطان یہان بھی ایک قیاس
اپنے قیاسون مین سے لا کھڑا کرتا ہے مثلاً اول وہ لوگ اپنے اوپر دنیاوی نعمتین دیکھتے ہین تو اسی پر
آخرت کی نعمتون کو قیاس کر لیتے ہین اور کبھی دیکھتے ہین کہ عذاب مین تاخیر ہوئی یعنی جو ظلم دنیاوی کہ
دنیا مین ہوئی اوسکا کوئی جلد بدلہ نہوا اسی پر عذاب آخرت کو بھی قیاس کر لیتے ہین جیسا کہ خدا تعالے
نے اونکا قول نقل فرمایا یقولون فی انفسہم لولا یعذبنا اللہ بما نقول اور اوسکے جواب مین ارشاد ہوا
حسبہم جہنم یصلونہا فبئس المصیر بعض اوقات ایمان والون کو دیکھتے ہین کہ وہ لوگ فقر سے
خستہ حال گرد آلودہ ہین تو اونکو حقیر جانتے اور کہتے ہین کہ یہی لوگ ہین جنپر خدا نے احسان کیا اور
ہمپر نہین کیا اور نیز کہتے ہین کہ اگر ایمان کوئی عمدہ شے ہوتی تو ان حقیر لوگون کو ہم سے پہلے نہ ملتی غرض
جو قیاس کہ شیطان اونکے دل مین ڈالتا ہے اوسکے جملے یون ہوتے ہین کہ اللہ تعالے نے دنیا مین
ہم پر احسان کیا اور جو شخص محسن ہوتا ہے اوسکو محبت ضرور ہوتی ہے اور جسکو محبت ہوتی ہے وہ
آگے کو بھی احسان کریگا اور مستقبل کو زمان گذشتہ پر قیاس کرنے کی وجہ یہی ہے کہ خدا تعالی
احسان کو اپنی بزرگی اور محبت کی وجہ سے جانتا ہے یعنی یہ تصور کرتا ہے کہ اگر مین خدا کے نزدیک
ذی رتبہ اور محبوب نہین تو مجھپر احسان کیون کیا اور مغالطہ اس جملے مین ہے کہ جو محسن ہے وہ محبت
رکھتا ہی نہین بلکہ اس جملے مین ہے کہ انعام خداوندی دنیا مین جہان ہے اسی مغالطے کے باعث
دھوکا ہوگیا اور اسنے جانا کہ مین خدا کے نزدیک بزرگ و ذی رتبہ ہون اور اوسکی دلیل ایسی چیز کو
سمجھ لی کہ جو بزرگی پر دلالت نہین کرتی بلکہ ارباب بصیرت کے نزدیک دلیل ذلت و خواری کی ہے
اور اوسکی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص کے دو غلام صغیر ہون اور وہ ایک سے تو محبت رکھتا ہے اور
دوسرے سے نہین جس سے محبت کرتا ہے اوسکو کھیلنے سے منع کر دے اور مکتب مین بٹھلائے رکھے
اور وہان سے اوٹھنے نہ دے تاکہ ادب و قاعدہ اوسکو خوب معلوم ہو جاوے اور میوجات و لذیذ
کھانے جو اوسکو مضر ہون اونکو اوسکے پاس نہ آنے دے بلکہ جو دوائین کہ اوسکو نافع ہون اونکو پلادے
اور دوسرے غلام کو جس سے محبت نہین مہمل چھوڑ دے کہ جہان چاہے وہان سے ہمیشہ کھیلے کودے
مکتب مین نہ جاوے جو چاہے سو کھاوے پس یہ دوسرا غلام اگر یہ تصور کرے کہ مین اپنے آقا کی نزدیک

محبوب و بزرگ ہون اسلیے کہ مجکو تمام شہوات و لذات و اغراض پر اختیار دیدیا ہے تو یہ محض حماقت ہی اور مغالطہ ہے اسطرح چونکہ لذات دنیاوی سب کے سب مہلکات ہین اور اللہ سے دور کرتے ہین تو خداے تعالی اپنے محبوب بندے کو اونسے بچا لیتا ہے جیسے بیمار کو اوسکے گھر والے محبت ہی کی راہ کھانا پینا بعض اوقات نہین دیتے اور یہ روایتین آثار کی اول گذر چکین کہ ارباب بصیرت سلف مین ایسے تھے کہ جب اونپر دنیا آتی تو غم کرتے اور کہتے کہ کوئی گناہ ہوگیا ہے جسکا عذاب ہمکو جلد پہونچا اور دنیا کو موجب غضب الہی اور اوسکی بے اعتنائی کا اپنے اوپر سمجھتے تھے اور جب فقر آتا تو کہتے کہ خوب ہوا صلحا کا شعار ہمارے پاس آیا اور مغرور پر جب دنیا آتی ہے تو جانتا ہے کہ مین خدا کے نزدیک بڑا ہون اور جب چلی جاتی ہے تو جانتا ہے کہ مین خدا کے نزدیک حقیر ہون چنانچہ قرآن مجید مین ارشاد ہے فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ كَلَّا اسمین یہ ارشاد فرمایا کہ یہ اونکا گمان غلط ہے حضرت حسن بصری فرماتے ہین کہ خداے تعالی نے لفظ کلا سے دونون کو جھوٹا کردیا یعنی جسکو اکرام سمجھا ہے نہ وہ میرا اکرام ہے اور جسکو اہانت سمجھی ہے نہ وہ میری اہانت بلکہ کریم وہ شخص ہے جسکو طاعت کے باعث مین بزرگی دون خواہ وہ غنی ہو یا فقیر اور ذلیل وہ ہے جسکو مین گناہ کے باعث حقیر کرون خواہ دولت ور ہو یا گدا گر اور اس مغالطے کا علاج یہ ہے کہ کرامت و ذلت کے دلائل کو بصیرت سے یا تقلید سے پہچانے اسطرح اسطرح کہ یہ معلوم کرے کہ شہوات دنیوی کیطرف التفات ہونا ایسے خداے تعالی سے دور کرتا ہی اور اونسے علاحدہ رہنے سے کیونکر تقرب الی اللہ ہوتا ہے اور یہ بات مقامات اولیاء عارفین مین الہام سے معلوم ہوتی ہے اسکا اگر بیان کیا جاوے تو ذکر مکاشفہ مین جا پڑتا ہے جو علم معاملہ کے مناسب حال نہین اور تقلید کے طور پر معلوم کرنا یون ہے کہ اللہ تعالی کی کتاب پر ایمان لاوے اور اوسکے رسول کو سچا جانے اور خداے تعالے ایسے لوگون کا یہ حال بیان فرماتا ہی اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ اور فرمایا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ اور اسکی تفسیر مین لکھا ہے کہ جتنا وہ گناہ کرتے ہین ہم اونکو نعمت زیادہ دیتے ہین تاکہ اونکا مغالطہ اور زیادہ ہو اور فرمایا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ اور فرمایا اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا . اور فرمایا وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ اور اسکے سوا اور

بہت سی آیات قرآنی واحادیث مین اونکا حال موجود ہے پس جو شخص ان آیات کا معتقد ہوگا
اوسکو دھوکا نہوگا اسواسطے کہ منشا اس غلطی کا یہ ہے کہ اللہ تعالی اور اوسکی صفات سے مغرور آدمی
جاہل ہے اور جو شخص اللہ تعالی کو پہچان لیتاہے وہ اوسکے عذاب سے بیخوف نہین ہوتا اور نہ
اسطرح کے خیالات فاسدسے دھوکا کھاوے وہ اپنے مدنظر حالات فرعون وہامان وقارون او
سلاطین روی زمین کے رکھتاہے کہ اونکو اللہ تعالے نے ابتدامین کسطرح کا عروج دیا پھر سب کو
تباہ وبرباد کردیا اور خود اپنے عذاب سے کلام مجید مین جابجا ڈرایا ہے چنانچہ فرمایا فَلَا يَأْمَنُ
مَكْرَ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُونَ اور فرمایا وَمَكَرُوا مَكْرًا وَمَكَرْنَا مَكْرًا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ اور فرمایا وَمَكَرُوا وَ
مَكَرَ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ اور فرمایا إِنَّهُمْ يَكِيدُونَ كَيْدًا وَأَكِيدُ كَيْدًا فَمَهِّلِ الْكَافِرِينَ أَمْهِلْهُمْ
رُوَيْدًا پس جیساکہ وہ غلام جسکو آقانے چھوڑ رکھاہے اس چھوڑ رکھنے سے اس بات پر اعتماد
نہین کرسکتا کہ میرا آقا مجھی کو زیادہ چاہتاہے کیونکہ ہوسکتاہے کہ آقانے یہ امر اوسکی تخریب تعذیب
کے لیے کیاہو باوجوداسکے کہ آقانے اوس غلام کو اپنے عذاب کرنے کی اطلاع بھی نہین دی تو
اسطرح کا وسوسہ خدا کے باب مین کب درست ہوگا اوسنے توجابجا اپنے کلام مین ارشاد بھی فرمادیا
کہ ہمارا چھوڑے رکھنا اورنعمت دینا اور عذاب کرنا ان لوگون کے حق مین اچھا نہین پھر اگر کوئی
خداکے عذاب سے بیخوف ہوجاوے تو بجز مغالطے کے اور کیا متصور ہوسکتاہے اور اس مغالطے کا منشا یہی
ہوا کہ دنیا کے نعمت کے ملنے سے مغرور کو یہ معلوم ہوا کہ خدا کے نزدیک میرا بڑا رتبہ ہے حالانکہ احتمال
یہ بھی ہے کہ یہ نعمت دنیا دلیل ذلت کی ہو مگر چونکہ یہ احتمال ہوای نفسانی کے موافق نہ تھا اسواسطے
اسکو نہ مانا جو اوسکے مطابق پایا شیطان نے دل کو اوسی طرف جھکایا یعنی یہی احتمال دل مین رہا کہ
دنیا مین نعمت ملنی دلیل بزرگی کی ہے اور یہ نہایت درجے کا دھوکا ہے دوسری مثال مغالطے عاصی
ایماندارونکا ہے کہ کہتے ہین خدا تعالی کریم ہے اور ہمکو اوسکے عفو کی توقع ہے اور اسپر اعتماد کرکر
اعمال بھی چھوڑ دیتے ہین اور اس اپنی تمنا اور غرور کا نام توقع اور رجا رکھ لیاہے اور جانتے ہین
کہ رجا کرنی دین مین عمدہ بات ہے خدا کی نعمت وسیع ہے اور اوسکی رحمت سبکو پہونچے گی اوسکا
کرم عمیم ہے بھلا اوسکے دریای رحمت کے سامنے بندون کے گناہ کی کیا حقیقت ہے ہم موحد او
ایماندار ہین بذریعہ ایمان اوس سے توقع رکھتے ہین اور بعض اوقات اونکے رجا کی دلیل یہ ہوتی ہے
کہ ہمارے آباو اجداد نیکبخت اور عالی رتبہ تھے جیسے سید کہ اپنے نسب پر مغرور ہین اور خوف و
تقوی وورع مین اپنے آبا کے مخالف اور شاید یہ تصور کرتے ہین کہ ہم خدا کے نزدیک اپنے

باپ دادون کی نسبت کر کے بھی بزرگ ہین کیونکہ اونکے آباؤ باوجود ورع اور تقوی کے خائف رہتے تھے
اور یہ لوگ باوجود فسق و فجور کے بیخوف ہین اور نہایت درجے کا دھوکا ہے انکے دلون مین شیطان نے
یہ مغالطہ ڈالا ہے کہ جو شخص کسی سے محبت رکھتا ہے اوسکی اولاد سے بھی محبت رکھتا ہے اور چونکہ
اللہ تعالی تمھارے اکابر کو محبوب جانتا تھا تو تمکو بھی جانیگا پھر تمکو طاعت کی کیا حاجت ہے حالانکہ
ان لوگون کو یہ یاد نہین آتا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے یہ چاہا تھا کہ اپنے لڑکے کو کشتی مین ساتھ سوار
کرین اور دعا مانگی کہ رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَھْلِیْ ارشاد ہوا یَا نُوْحُ اِنَّہٗ لَیْسَ مِنْ اَھْلِکَ اِنَّہٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ
اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کے واسطے دعا مانگی مگر نا منظور ہوئی اور ہمارے نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت مانگی کہ اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کرین اور اونکے لیے استغفار کرین
زیارت کا حکم ہو گیا مگر مغفرت چاہنے کی اجازت نہوئی آپ جب قبر پر تشریف لے گئے تو محبت
مادری کی جہت سے بیٹھے ہوئے روتے تھے غرضکہ ان لوگون کو ایک دھوکا ہی دھوکا خدا کے ساتھ ہے
کیونکہ اللہ تعالی مطیع سے ساتھ محبت کرتا ہے اور گناہگار کو برا جانتا ہے تو جیسا باپ اگر مطیع ہو اوسکی
اولاد گناہگار کے باعث اوسکو برا نہین جانتا ایسا ہی باپ کی محبت کے باعث اوسکے گناہگار
بیٹے سے بھی محبت نہین رکھتا اور اگر محبت باپ کی بیٹے تک چلی آوے تو بغض بھی بیشک پہونچیگا
مگر اصل یہی ہے کہ لَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی اور جس شخص کو یہ خیال ہے کہ باپ کے تقوی کی
جہت سے مجھے نجات ہو جاویگی وہ ایسا ہے جیسا کوئی خیال کرے کہ باپ کے شکم سیر ہونے سے
یہ اپنا پیٹ بھی بھر جاویگا اور اوسکے پانی پینے سے میری پیاس بجھ جاویگی اور اوسکے عالم ہونے سے
مین بھی عالم ہو جاؤنگا اور اوسکے حج کرنے سے مجھے بھی کعبے کی زیارت میسر ہو جاویگی حالانکہ یہ
کوئی امر متصور نہین ہو سکتا اس سے معلوم ہوا کہ تقوی فرض عین ہے اوسمین بیٹے کی عوض باپ
کافی نہوگا اور خدا کے یہان ثواب تقوی ہی پر ملیگا اوس روز کہ آدمی اپنے بھائی اور مان باپ سے
بھاگیگا البتہ جس شخص پر غضب الہی زیادہ نہوگا اور اوسکے لیے سفارش کی اجازت بھی ہو جاویگی
تب سفارش کے طور پر کوئی کچھ کام آوے تو آوے جیسا باب کبر و عجب مین گذرا اگر یہ کہو کہ
گناہگار جو یہ کہتے ہین کہ خدا کریم ہے اور ہم اوسکی رحمت کے متوقع ہین تو اسمین غلطی کیا ہے
یہ دونون جملے صحیح ہین اور دلون پر لگتے ہین تو اوسکا جواب یہ ہے کہ شیطان انسان کو ایسے ہی
کلام سے بہکاتا ہے جو ظاہر مین مقبول ہو اور باطن مین مردود ہو اور اگر ظاہر کلام بھی اچھا نہوتا تو دل
فریب مین کیون آجاتے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ نے اس قول کی قلعی کھول دی ہے جیسا کہ اوپر

مذکور ہوئی کہ دانا وہ شخص ہے جو اپنے نفس کو فرمان بردار کرکے مابعد موت کے لیے عمل
کرے اور احمق وہ ہے جو ہوای نفسانی کے پیچھے پڑا رہے اور پھر اللہ پر آرزوئین کرے تو واقع مین
یہ صورت تمنا اور آرزوی بے عمل کی ہے جسکو شیطان نے نام بدلکر رجا اور توقع کہدیا اور اوس سے
جاہلون کو فریب دیدیا حالانکہ رجا کی شرح خدای تعالے یون فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ
هَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ یَرْجُوْنَ رَحْمَةَ اللّٰهِ یعنی رجا کرنے کے لائق یہ لوگ ہین کیونکہ
کلام مجید مین ثواب اجرت کو آخرت اور جزاے اعمال قرار دیا ہے جیسے کہ فرمایا اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ
اُجُوْرَكُمْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ اور جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ اب ہم یہ پوچھتے ہین کہ اگر کوئی شخص
کریم ہوا اور وعدے کا پورا اور مزدوری جتنی ٹھہرالے اوس سے زیادہ دیوے وہ اگر کسی مزدور کو
برتن مانجنے کیواسطے مقرر کرے اور مزدور سب برتنون کو توڑتا ڑ برابر کرے پھر اسبات کا منتظر ہو کر
بیٹھ رہے کہ اجرت دینے والا کریم ہے وہ اجرت دے ہی دیگا تو ایسے شخص کو عاقل لوگ بجز اسکے
کہ مغرور او ربیتمیز کہین اور کیا کہین گے اور وجہ اس غلطی کی جہال کو یہ ہے کہ وہ لوگ توقع اور غرور کے
معنون مین تمیز نہین کرتے۔ حضرت حسن رح سے کسینے پوچھا کہ کچھ لوگ کہتے ہین کہ ہم اللہ سے توقع
رکھتے ہین اور عمل نہین کرتے آپنے فرمایا کہ یہ اونکا خیال خام ہے جو شخص کسی چیز کی توقع رکھتا ہے
اوسکی جستجو کرتا ہے اور جس چیز سے ڈرتا ہے اوس سے بھاگا کرتا ہے اور مسلم بن یسار رح فرماتے ہین
کہ ایک رات مین سجدے مین اس زور سے گیا کہ میرے دونون آگے کے دانت ٹوٹ گئے کسی نے
مجھسے کہا کہ ہم تو اللہ سے توقع مغفرت رکھتے ہین یعنی اسلیے عمل نہین کرتے مسلم رح نے جواب دیا
کہ رجا یہ ہرگز نہین جس چیز کی رجا ہوتی ہے آدمی اوسکو ڈھونڈھتا ہے اور جس سے ڈرتا ہی اوس سے
بھاگتا ہے اور ایک مثال یہ ہے کہ کسیکو توقع اولاد کی ہے حالانکہ ابھی تک نکاح نہین ہوا یا نکاح ہوا
مگر نوبت ہمبستری کی نہین آئی تو ایسے شخص کو اولاد کی توقع کرنی خام خیالی ہے اسیطرح جو شخص
اللہ تعالی کی رحمت کا متوقع ہو اور ایمان ہی نرکھتا ہو یا ایمان تو ہو اعمال صالح نکیے ہون یا اعمال
صالح بھی کرتا ہو مگر اعمال بد بھی نہ چھوڑے ہون تو وہ بھی خیال خام مین مبتلا ہے ہان جسطرح نکاح
کرنے کے بعد اور صحبت وغیرہ کے بعد اگر خوف ورجا دونون ہون کہ خدای تعالے لڑکے کے
پیدا ہونے مین اپنا فضل رکھے اور رحم مادر سے آفات دور رکھے اور ماں بھی سلامت رہے تو یہ
دانائی کی بات ہے ایسا ہی اگر ایمان لاوے اور نیک کام کرے اور برائیون کو چھوڑ دے اور
قبول نہونے کا خوف کرے اور یہ کہ کہین عمل نیک کو دوام نہو یا کہین خاتمہ برا نہو اور اس بات کی

توقع ہو کہ خدای تعالی قول ثابت پر قائم رکھے اور دین کو موت کے وقت بچاوے اور خاتمہ توحید پر ہو
اور دل کو خواہش شہوات سے تمام عمر حفاظت مین رکھے حتی کہ گناہون کیطرف اوسکا میلان ہی نہو
تو ایسا شخص دانا و ہوشیار ہے اور انکے سوا سب لوگ خیال خام مین پڑے ہین قیامت کے دن جب
عذاب آ گھیریگا تب معلوم کرینگے کہ گمراہ کون تھا اور اوسوقت کہینگے رَبَّنَا اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ
صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ یعنی ہمنے یقین کر لیا کہ جیسے لڑکا بدون نکاح و صحبت کے نہین ہوتا اور کھیتی
بدون جوتنے بونے کے نہین ہوتی اسیطرح ثواب آخرت بھی بدون عمل صالح کے نہین ملتا
تو ہمکو اب دنیا مین بھیجدے کہ ہم نیک عمل کرین تاکہ تیرے کہنے کا یقین اب ہوا ہے جو تو نے
کہہ رکھا تھا کہ وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی وَاَنَّ سَعْیَهٗ سَوْفَ یُرٰی اور اسی مضمون کے آیات
بھی ہین كُلَّمَا اُلْقِیَ فِیْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ یَاْتِكُمْ نَذِیْرٌ یعنی کیا تمکو پیغمبر نے سنا نہین دیا تھا
کہ اللہ کا طریق دنیا مین اسطرح جاری ہے اور ہر ایک نفس کو اوسکے کردار کا بدلہ ملیگا تو پھر کیا
وجہ ہوئی کہ تم اللہ تعالی کے باب مین مغالطہ کھا گئے سننے سمجھنے کے بعد کیسے دھوکے مین رہے
اوسوقت جواب دینگے لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِیْۤ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ فَاعْتَرَفُوْا
بِذَنْۢبِهِمْ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِیْرِ اب یہ جاننا چاہیے کہ رجا دو جگہ مین کرنی عمدہ بھی ہے ایک صورت تو
یہ ہے کہ جو گنہگار گناہ کرتا ہو جب اوسکے دل مین توبہ کا خطرہ گذرے تو شیطان بہکاتا ہے
کہ تیری توبہ مقبول نہو گی اور اوسکی غرض یہ ہوتی ہے کہ رحمت الہی سے مایوس ہو جاوے تو ایسے
حال مین واجب ہے کہ مایوسی کو دور کرکے رجا کرے اور یاد کرے کہ خدای تعالی کریم ہے توبہ قبول
کرتا ہے اور توبہ ایک طاعت ہے جس سے گناہ دور ہو جاتے ہین چنانچہ اسکی تصدیق قرآن شریف
مین ہے اللہ تعالی فرماتا ہے قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ
الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ وَاَنِیْبُوْۤا اِلٰی رَبِّكُمْ یہان انابت کا حکم بندون کو فرمایا اور دوسری جگہ
ارشاد ہے وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی پس جب آدمی توقع مغفرت توبہ کے
ساتھ کرے تو اوسکو راجی اور متوقع کہنا چاہیے ورنہ توقع مغفرت کی باوجود گناہون پر اصرار کرکے
رکھنی محض خام خیالی ہے مثلا ایک شخص بازار مین ہے اور اوسپر جمعہ کا وقت تنگ ہو گیا اور اوسکے
دلمین آیا کہ جمعہ کو چلیے اور شیطان نے وسوسہ ڈالا کہ جمعہ ثواب ملنے کا نہین تو کیون کہین جاتا ہے
لیکن اسنے شیطان کا قول نمانا اور جمعے کیواسطے دوڑ گیا اور اوسکو امید ہے کہ جمعہ ملیگا تو
بیشک یہ شخص راجی اور متوقع ہے اور اگر اپنے کاروبار مین مصروف رہا اور یہ تمنا کی کہ امام میرے واسطے

دیر کریگا یا کسی دوسرے کیواسطے متوسط وقت تک ٹھہرا رہیگا یا کسی اور سبب سے توقف کریگا تو ایسا شخص
مغرور کہلائیگا دوسری صورت رجا کی یہ ہے کہ نوافل اور فضائل سے اسکا نفس قاصر رہا اور صرف فرضون پر
اکتفا کرتا ہے اور اپنے نفس کیواسطے متوقع نعمت الٰہی کا ہے اور اون چیزونکا جنکا وعدہ خدا تعالی نے
نیک بندون کے لیے کیا ہے یہانتک کہ اس توقع کے سرور سے ایک مزہ عبادت کا جوش کرے
اور اسکو نوافل پر متوجہ کرے اور یہ مضمون یاد آوے قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ هُمْ فِي
صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ اس آیت تک کہ أُولَٰئِكَ هُمُ الْوَارِثُونَ الَّذِينَ يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ
تو ایسی صورت مین پہلے رجا سے تو ناامیدی جو مانع توبہ ہے ٹوٹ جاتی ہے اور دوسری رجا سے
سستی جو مانع نشاط اور تہیۂ عبادت ہے جاتی رہتی ہے حاصل یہ کہ جو توقع کہ توبہ پر یا تہیۂ عبادت پر
برانگیختہ کرے اوسکو رجا کہتے ہین اور جو رجا کہ موجب سستی کا عبادت مین یا باعث میل طبیعت کا طرف
معاصی کے ہو تو وہ غرور اور خیال خام ہے مثلاً آدمی کے دل مین آیا کہ گناہ کو ترک کرکے عمل مین مشغول ہو
اوسوقت شیطان نے یہ سمجھایا کہ تو اپنے نفس کو کیون عذاب دیتا ہے اور ایذا اوٹھاتا ہے تیرا
رب تو کریم اور عفو ہے اور اس شخص نے اس وسوسے سے توبہ اور عبادت مین سستی کی تو یہ غرور مین
داخل ہے ایسے حال مین بندے پر واجب ہے کہ خوف کا استعمال کرے اور اپنے نفس کو خدا کے غضب
اور نہایت درجے کے عذاب سے ڈراوے اور کہے کہ اگرچہ خدا تعالی گناہون کا بخشنے والا اور
توبہ کا قبول کرنے والا ہے مگر اوسکا عذاب بھی بہت سخت ہے اور باوجودیکہ وہ کریم ہے لیکن
کافرون کو ابدالآباد تک دوزخ مین رکھیگا گو اونکے کفر سے کچھ اوسکا ضرر نہین بلکہ عذاب و محنت اور
مرض و علت اور فقر و فاقہ جو اوسنے اپنے بندون پر دنیا مین مسلط کیا ہے اوسکو قدرت ہے کہ ان
چیزون کو اونپر سے دور کرے جس فوات کا دستور اپنے بندون مین یون جاری ہے اور اوسنے حکم
اپنے عذاب سے ڈرنے کا بھی کیا ہے تو پھر کیسے خوف نکیا جاوے اطمینان کی صورت کیا ہی غرضکہ
خوف و رجا دونون سے آدمی عمل پر آمادہ ہوتا ہے جو آرزو ایسی ہو کہ اوس سے عمل پر اشتغال کی
نہوتی ہو اوسکو تمنا اور غرور کہنا چاہیے اور اکثر لوگ جو اعمال مین سستی کرتے ہین اور دنیا کیطرف متوجہ
ہین اور خدا تعالی کیطرف سے مونہہ پھیرے ہین اور آخرت کے لیے سعی نہین کرتے تو یہی جو ہو
کہ اونکو تمنا اور غرور ہے جسکو رجا سمجھے ہوئے ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث شریف مین
جو خبر دی ہے کہ اس امت کے آخر زمانے مین غرور غالب ہوگا وہ نہایت درست ہے ایسا ہی
دیکھا جاتا ہے پہلے زمانے کے لوگ تو عبادتون پر مداومت کرتے تھے اور جو عمل کرتے تھے ڈرتے

خوف بھرا رہتا تھا باوجودیکہ رات بھر اللہ کی طاعت مین کاٹ دیتے اور تقوی اور شبہات سے
احتیاط اور شہوات سے کنارہ حد سے زیادہ کرتے پھر بھی تنہائی مین اپنے نفسون کے لیے روتے
اور اس زمانے کا حال دیکھو تو ہر زمان ہر لحظہ رنگ دیگر ست کا مضمون ہے کہ گو گناہون پر پڑے
ہوے ہین اور دنیا مین ڈوبے ہوے اور خدا سے اعراض کیے ہوے تسپر بھی خوش اور بیخوف
اور مطمئن ہین کہتے ہین کہ ہم اللہ تعالی کے کرم پر اعتماد رکھتے ہین اور اوسکے فضل اور عفو و مغفرت
کے متوقع ہین گویا اونکا دعوی یہ ہے کہ ہمکو خدا کا فضل و کرم اس درجے کا معلوم ہوا ہے کہ اوس قدر
انبیا اور صحابہ اور سلف کے اکابر صلحا کو بھی معلوم نہوا یہ نہین سمجھتے کہ اگر صرف تمنا سے کاربراری
ہوتی اور ادنی سی بات سے حاجت پوری ہوجاتی تو یہ لوگ کیون اتنا ڈرتے اور خوف حزن مین پڑے رہتے

عرفی اگر بگریہ میسر شدے وصال	✝	صد سال مے توان بتمنا گریستن

یہان تو رونے کے سوا کچھہ اور بھی چیز ضرور ہے اور ہمنے اسکی تحقیق باب خوف و رجا مین لکھی ہے
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت معقل بن یسار رضی روایت کرتے ہین کہ آپنے فرمایا کہ
لوگون پر ایسا زمانہ آویگا کہ جیسا بدن پر کپڑے پرانے ہوجاتے ہین اسیطرح اوس وقت مین قرآن
پرانا ہوجاویگا سب باتین لوگون کی سراسر طمع ہونگی اور اوسکے ساتھ خوف بالکل نہوگا اگر کوئی کچھہ
نیکی کریگا تو کہیگا کہ یہ مقبول ہوگی اور اگر بدی کریگا تو کہے گا کہ یہ مجھسے معاف کردی جاویگی اس
حدیث مین آپنے یہ ارشاد فرمایا کہ لوگ خوف کی جگہ طمع استعمال کرینگے اسلیے کہ قرآن مجید کی خوف
دلانے والی آیتون سے جاہل ہونگے اور یہی حال خدای تعالی نے نصاری کا ذکر فرمایا ہے
جیسا کہ ارشاد کیا ہے فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَرِثُوا الْكِتَابَ يَأْخُذُونَ عَرَضَ هٰذَا الْأَدْنٰى وَيَقُولُونَ سَيُغْفَرُ لَنَا
اور اسکے معنی یہ ہین کہ وہ لوگ وارث کتاب یعنی عالم ہین اور اس ادنی چیز کی متاع لیتے ہین یعنی
اپنے شہوات دنیا کے طالب ہین خواہ حلال ہون یا حرام اور اللہ تعالی فرماتا ہے وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ
رَبِّهٖ جَنَّتَانِ ۔ اور فرمایا ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِي وَخَافَ وَعِيدِ قرآن مجید مین اول سے
آخر تک تحذیر و تخویف بھری ہے اگر فکر کرنے والا جو قرآن پر اعتقاد رکھتا ہو اوسمین تامل کرے
تو سمجھ سکے کہ اوسکا غم بڑھجاوے اور خوف زیادہ ہوجاوے اور کچھہ متصور نہین مگر لوگون کا
یہ حال ہے کہ گھاس سی کاٹتے چلے جاتے ہین یا خیال کرتے ہین تو مخارج حروف اور کسرہ اور ضمہ
اور نصب پر کرتے ہین اور اشعار کیطرح پڑھتے ہین معانی کیطرف التفات کا قصد بھی نہین
کرتے نہ اوسکے مضامین پر عمل کرین عالم کیواسطے اس سے زیادہ غرور اور خام خیالی کیا ہوگی

یہان تک وہ حیلے مذکور ہوئے جو اللہ کے باب مین غرور و مغالطے کے لیے لوگ کہتے ہین اور رجا اور
غرور کا فرق بھی بیان کردیا گیا اور اسیکے قریب غرور اون لوگون کا ہے جو طاعت و معصیت دونون
کرتے ہین مگر معصیت زیادہ کرتے ہین اور توقع مغفرت کی رکھتے ہین اور جانتے ہین کہ ہمارا نیکیون کا
پلہ جھکیگا گو بدی کے پلہ مین بدیان زیادہ ہون اور یہ نہایت جہالت ہے۔ بعض لوگ چند درم حلال و
حرام کے خیرات کرتے ہین اور جو کچھ مال مسلمانون کا اور شبہات کا لیتے ہین وہ اس خیرات سے بہت
زیادہ ہوتا ہے اور شاید یہ خیرات بھی مسلمانون کے مال ہی مین سے ہو مگر اونکو اسپر تکیہ ہوتا ہے اور
یہ گمان ہے کہ اگر ہزار درم حرام کے پیدا کرین اور دس درم حرام سے یا حلال سے خیرات کردین تو یہ
نیکی اور وہ بدی مساوی ہین اور یہ کیسی بڑی جہالت ہے اگر ایک پلے مین دس درم رکھین اور
دوسرے مین ہزار اور دونون برابر ہوجاوین یا ہلکا پلہ بھاری کو اوٹھادے تو اونکا قول بھی درست
ہوسکتا ہے اور بعض یہ تصور کرتے ہین کہ ہماری نیکیان گناہون سے زیادہ ہین اور اسکی وجہ یہ ہوتی ہے
کہ وہ لوگ برائیون کی تو شمار نہین کرتے اور نہ اونکی تلاش کرین مگر نیکی کرنے کو یاد رکھتے ہین مثلاً
ایک شخص ان مین سو بار استغفر اللہ یا سبحان اللہ کہتا ہے پھر مسلمانون کی غیبت و ہتک کرتا ہے اور
تمام دن ایسی ہی باتین بکتا رہتا ہے جنسے خدا تعالی خوش نہین اور ان باتون کو شمار نہین کرتا تو جب
کبھی کہیگا کہ مین ایک تسبیح استغفار پڑھا اور کلمے کی پڑھتا ہون اس بات سے غافل رہیگا کہ دن بھر کیا
بکتا رہتا ہون اور اگر دن بھر کی اور لغو باتون کو لکھے تو ایک تسبیح سو گنی یا ہزار گنی ہوجاوین حالانکہ
کرام کاتبین نے وہ سب لکھ لی ہین اور اللہ تعالی نے ہر کلمہ لغو کے پیچھے عذاب کا وعید فرمایا ہے
جیسا کہ ارشاد ہوا مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ اس شخص کو ہمیشہ اپنے تسبیح و تہلیل کے
ثواب کی سوچ رہتی ہے اور اسپر التفات نہین کرتا کہ غیبت کرنے والون اور جھوٹون اور چغل خورون
اور منافقون کے عذاب مین کیا کچھ وارد ہے اور آفات زبان کے باعث کتنی خرابی بھگتنی پڑیگی
یہ مغالطہ نہین تو کیا ہے اور یاد رکھو کہ کرام کاتبین اگر آدمی سے اپنے لکھنے کی مزدوری لیا کرتے اور
تسبیح و تہلیل پر کچھ نہ لیتے تو اوسوقت اپنی ضروری باتون کو بھی نہ بولتا اور اب جن باتون کو مساوی
تسبیح کے سمجھتا ہے اونسے بھی زبان بند کرلیتا ہے اس نظر سے کہ کہین مزدوری زیادہ نہ دینی پڑے تو
بڑی شرم کی بات ہے کہ آدمی ایک دو پیسے کے بچاو کیواسطے تو احتیاط کرے اور جنت فردوس کے
ہاتھ سے جاتے رہنے کے خوف سے کچھ احتیاط نہ کرے اگر سوچو تو بڑی ہی مصیبت ہے کیونکہ ہمکو
وہ کام کرنا پڑا کہ اگر اوسمین شک کرین تو کافر منکر ٹھہرتے ہین اور اگر اوسکی تصدیق کرتے ہین تو احمق

اور وہ مغرور ہوتے ہین تو جو شخص مضامین قرآنی کو سمجھ جاتا ہے اور اوسکے یہ عمل نہین ہوتے ہمکو خدای تعالی ناشکری اور کفران سے بچاوے اوسکی ذات اس قابل ہے کہ اوس سے خوف اور حذر کیا جاوے جو لوگون پر ایسی غفلت وغرور کو مسلط کرنے پر قادر ہے کہ باوجود قرآن جیسے احکام واضح کے ہم لوگون کو تنبیہ اور عبرت نہین ہوتی اور جھوٹی آرزوؤن اور شیطان ونفس کے بہالوون پر تکیہ کرکے مغرور بنے ہوے ہین

دوسرا بیان مغرورون کی چارون صنفون کے فرقون کا حال اور اسمین چار فصلین ہین

فصل اول صنف اول یعنی اہل علم کے فرقون کا حال اونمین سے ایک فرقہ وہ ہے جو علوم شرعی اور عقلی کو خوب سیکھتے ہین اور اونمین تعمق اور شغل اتنا کرتے ہین کہ اعضای ظاہری کے ذریعہ مطلق نہین ہوتے ہین اور نہ اونکو گناہون سے روکتے ہین اور نہ طاعت بجالاتے ہین اونکو اپنے علم کے باعث مغالطہ پڑگیا ہے اور یہ خیال ہین ہین کہ ہم خدای تعالی کے نزدیک بڑی رتبہ ہین اور علم کے باعث ہم ایسے ہوگئے ہین کہ خدای تعالی ہم جیسون کو عذاب نہ دیگا بلکہ لوگون کے حق مین ہماری شفاعت سنیگا اور ہماری بزرگی کی جہت سے بازپرس گناہون اور خطایا کی نکریگا اور وہ واقع مین مغرور ہوگئے ہین اگر بنظر بصیرت دیکھین تو معلوم کرین کہ علم دو طرح کے ہین ایک علم مکاشفہ یعنی خدا کو اور اوسکی صفات کو پہچاننا جسکا نام اصطلاح مین معرفت ہے اور دوسرا علم معاملہ یعنی پہچاننا حلال اور حرام کا اور نفس کے اخلاق مذموم اور محمودہ کا اور کیفیت اونکے علاج کی اور برے اخلاق سے بھاگنے کی تدبیر وغیرہ تو یہ دوسری قسم علم کی یعنی علم معاملہ اسیلیے تحصیل کرتے ہین کہ عمل ہو اور اگر ان علوم کی علت غائی عمل نہوتی تو یہ نکمے ہوتے اور جس علم سے کہ مقصود عمل ہوتا ہے وہ عمل ہی اوسکی قیمت ہے اسکی مثال یہ ہے کہ ایک شخص کسی مرض مین مبتلا ہے اور اوسکی دوا ایک معجون مرکب چند اجزا سے ہے جسکو بجز طبیب حاذق کے اور کوئی نہین جانتا اور یہ شخص اپنے گھر سے طبیب کی تلاش مین نکلا اور اوسکو تلاش کرکے اوسکے پاس گیا طبیب نے اوسکو دوا بتلائی اور اوسکے سب اجزا کی قسم اور مقدار اور پیدا ہونیکی جگہ اور جہان سے ملتی ہے وہ مقام اور کیفیت اونکے کوٹنے اور چھاننے کی اور ترکیب ملانے اور معجون بنانے کی سب مفصل بیان کردی مریض نے اوسکو سیکھکر خوشخط نسخہ لکھ لیا اور اپنے گھر چلا آیا اور ہر روز اوسکو لکھنا اور پڑھنا شروع کیا اور دوسرے بیمارونکو دیا مگر آپ کبھی بنا کر نہ کھایا تو بھلا اس امر سے اوسکی بیماری کچھ کم ہوجاویگی بلکہ اگر ہزار نسخے روز لکھے اور ہزار آدمیون کو بتلاوے جو سب کے سب شفا پاوین اور ایک رات مین ہزار بار پڑھ لیا کرے تب بھی کچھ اثر نہوگا اور بیماری مین کمی نہ پڑیگی ہان اگر کچھ پیسا خرچ کرکے دوائین لیوے اور اونکا معجون بناوے اور جسطرح استعمال سیکھا تھا ویسا ہی استعمال کرے اور اوسکی تلخی پر صبر کرکے پرہیز مضر

کرتا رہے اور وقت معینہ پر سب شرطون کے ساتھہ کہاتا رہے تب توقع شفا کی ہوسکتی ہے اور آئین
بھی احتمال ہے کہ شفا نہو اور جب بالکل دوا نہ کہائے اور سمجھے کہ شفا ہو جاویگی تو خام خیالی ہے اسیطرح
جو عالم کہ علم فقہ اور احکام عبادات سیکھے اور خود عمل کرے اور گناہون کو جان لے اور اجتناب کرے
اور اخلاق مذمومہ کا علم خوب پڑھے اور اپنے نفس کا تزکیہ نکرے اور علم عمدہ اخلاق کا تحصیل کرے
اور اونکے ساتھ متصف نہو تو وہ مغرور ہے کیونکہ خدا تعالی فرماتا ہے ف۱ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا
یہ نہین فرمایا کہ فلاح اوس شخص کو ہے جو نفس کے تزکیہ سے واقف ہوا اور اوسکو لکھکر لوگون کو سکھلاوے
یہان شیطان ایک دہوکا پیش کرتا ہے اس مثال سے اور تحصیل علم سے مجھہ سے کہ ... تو
صحیح ہے کہ دوا کا جاننا مرض کو دور نہین کرتا مگر علم کی تحصیل قرب الہی اور ثواب کے لیے ہوتی ہے
وہ علم سے حاصل ہے چنانچہ فضائل علم مین اخبار وارد ہین پس اگر آدمی بیچارہ بیہوش ہوا تو اس دہوکے مین
آجاتا ہے کیونکہ یہ نفس کی مراد کے موافق ہے اور عمل چہوڑ بیٹھتا ہے اور اگر دانا صاحب تمیز ہوتا ہے
تو شیطان کو یہ جواب دیتا ہے کہ تو مجھے فضائل علم کے یاد دلاتا ہے اور جو وعید کہ بدکار عالمون کے باب مین
وارد ہے جو اپنے علم پر نہین کرتے اوسکو بہولائے دیتا ہے دیکھہ تو خدا تعالی فرماتا ہے ف۲ فَمَثَلُهٗ
كَمَثَلِ الْكَلْبِ اور ف۳ مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا تو کتے اور گدہے کے مشابہ
ہونے سے اور کونسی رسوائی بڑہکر ہے اور حدیث شریف مین ہے ح۴ کہ جسکو علم زیادہ ہوا اور ہدایت زیادہ نہو
وہ خدا تعالی سے دور ہی ہوتا جاتا ہے اور ح۵ فرمایا کہ عالم دوزخ مین ڈالا جاویگا اور اوسکی آنتین نکل
پڑینگی اور جیسے گدہا چکی گہماتا ہے اسطرح اونکو آگ مین چکر دیگا اور ح۶ فرمایا سب مین برے لوگ عالم
بے عمل ہین اور حضرت ابو درداء رض فرماتے ہین کہ جاہل کو تو ایک ہی بار خرابی ہے کہ اوسنے نہ پڑہا اگر
خدا کی مرضی ہوتی تو پڑہجاتا مگر عالم کی سات بار خرابی ہے یعنی اس جہت سے کہ اوسکا علم اوسپر حجت
ہوگا اور یہ کہا جاویگا کہ اپنے علم سے کیا عمل کیا اور اللہ کی نعمت کا شکر کیسے ادا کیا اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے ح کہ سب لوگون سے زیادہ عذاب قیامت مین اوس عالم کو ہوگا جسکو اپنے علم سے
نفع نہوا ہو یعنی عمل نکیا ہو تو یہ روایات اور اور روایتین جو باب علم مین علماے آخرت کی علامات کے
بیان مین ہمنے لکھے ہین حد شمار سے زیادہ ہین مگر اتنی بات ہے کہ یہ روایتین عالم بدکار کی مرضی کے
موافق نہین اور فضائل علم اوسکے مطلب کے ہین اسلیے شیطان اونکو اونھین کیطرف جھکاتا ہے اور یہ
نہایت مغالطہ ہے کیونکہ اگر عقل سے غور کرے تب تو اوسکی مثال یہی ہے جو ہمنے لکھی ہے اور اگر
ایمان کی راہ سے غور کرے تو جس شخص نے فضائل علم کی خبر دی ہے اوسی نے علماء بے عمل کی

ف۱ مراد کو پہونچا جسنے پاک کیا اسکو
ف۲ تو اوسکی کہاوت جیسے کتا
ف۳ کہاوت اونکی جنپر لادی گئی توریت پھر نہ اوٹھائی اونھون نے جیسے کہاوت
ح۴ [illegible]
ح۵ [illegible]
ح۶ [illegible]

بہانی بھی کچھ عبث اور یہ کہ اونکا حال خدا کے نزدیک جاہلون کے حال سے بھی ابتر ہے تو پھر اس امر کا
معتقد ہونا کہ ہم خیر پر ہون باوجودیکہ باز پرس خدای تعالی کی بھی مجھی سے زیادہ ہے عین غرور ہے اور
جو شخص علم مکاشفہ کا مدعی ہے کہ خدای تعالی اور اوسکے صفات و اسما کا علم رکھتا ہے اور علم کا تارک ہے
اور امر و نواہی کو بجا نہین لاتا اوسکو بہت سخت مغالطہ ہے اور اوسکی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص
بادشاہ کی خدمت کرنی چاہے اور بادشاہ کو اور اوسکے اخلاق و اوصاف و رنگ و شکل اور طول
عرض اور عادت و سمت کو جانے مگر یہ نہ معلوم کرے کہ بادشاہ کو کونسی چیز محبوب ہے اور کونسی مبغوض
اور کس چیز سے خوش ہوتا ہے اور کس سے ناخوش یا ان باتون کو بھی جان لیا مگر اوسکی ملازمت و محبت کا
جو ارادہ کیا تو ایسی باتین کین جو موجب اوسکے غصے کا ہوتی ہین اور لباس اور ہیئت اور حرکات و سکنات
و گفتگو جو اوسکو محبوب ہین اون سب سے عاری رہا جب بادشاہ کے سامنے گیا اور اوسکا مقرب اور
خاص ہونا چاہا اس ذریعے سے کہ مین بادشاہ کے نسب اور نام اور شہر اور صورت و شکل و عادت اور
سیاست اور معاملہ رعیت سے واقف ہون لیکن جو باتین کہ بادشاہ کو ناپسند تھین اونمین آلودہ رہا
اور اوسکی محبوب چیزون سے عاری تو مقرب خاص بننا خیال خام ہے ہان اگر بالفرض سب باتین
نجاتا اور صرف بادشاہ کو اور اوسکے محبوب اور مبغوض چیزون ہی کو پہچانتا تو البتہ مقرب اور خاص
ہو جاتا اسیطرح جو شخص کہ تقوی مین کوتاہی کرتا ہے اور شہوات کی پیروی معلوم ہوتا ہے کہ اوسنے
خدا کی معرفت صرف برای نام جانی ہے پوست ہی پر ملتفت ہوا مغز کو چھوڑ دیا اسلیے کہ اگر خدا کو
حق معرفت جانتا تو بیشک خوف خدا دلمین ہوتا اور تقوی کرتا۔ یہ نہین ہوسکتا کہ کوئی عاقل آدمی
شیر کو پہچانے اور پھر اوس سے نڈرے اور اللہ تعالی نے حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی کی کہ مجھسے
ایسا ڈر جیسا درندہ ضرر رسان سے ڈرتا ہے۔ البتہ بعض اوقات آدمی شیر کا نام اور رنگ اور شکل ہی
جانتا ہے اور ڈرتا نہین تو اوسنے اب تک گویا شیر کو پہچانا ہی نہین پس جو شخص کہ خدای تعالی کو
پہچانتا ہے وہ یہ بھی جان لیتا ہے کہ اوسکی صفت یہ بھی ہے کہ تمام لوگون کو تباہ کر دے اور
کچھ پروا نہ کرے اور یہ کہ اوسکے قبضۂ قدرت مین انسان بھی ہے کہ اگر اوسکو اور اوس جیسے ہزارون کو
ہلاک کر دے یا ابدالآباد عذاب مین رکھے تو اوسکی شان مین اس سے کچھ اثر نہوگا اور اوسکو کچھ
رحم آویگا اور نہ افسوس ہوگا اور اسی لحاظ سے اوسنے فرمایا ہے انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء
اور شروع کتاب آسمانی زبور کا ہے کہ خوف خدا سب حکمتون کی جڑ ہے اور حضرت ابن مسعود رض فرماتے ہین
کہ خوف خدا کے لیے علم کافی ہے اور اوسمین مغالطہ کھانے کے لیے جہل بس ہے اور ایک شخص نے

ترجمہ اللہ سے ڈرتے وہی ہین اوسکے بندون مین جو سمجھ والے ہین

حضرت حسن رح سے ایک مسئلہ پوچھا آپ نے اوسکا جواب دیا اوسنے کہا کہ فقہا اسطرح نہین بیان کرتے
آپ نے فرمایا کہ تو نے کبھی کوئی فقیہ دیکھا ہے فقیہ اوسکا نام ہے جو رات کو جاگے اور دن کو روزہ رکھے
اور دنیا کا تارک ہو اور ایک قول آپ ہی کا یہ بھی ہے کہ فقیہ وہ ہے کہ مدارات کرے اور کسی سے خصومت
نکرے اور اللہ تعالی کی حکمت کو پھیلاوے اگر کوئی اوسکی مانے تب بھی شکر کرے اور نمانے تب بھی شکر کرے
اس سے معلوم ہوا کہ فقیہ وہی ہے جو اللہ تعالی کے اوامر و نواہی کو سیکھے اور اوسکے صفات مین سے یہ
جانے کہ کونسی چیز اوسکو محبوب ہے اور کونسی اوسکے نزدیک مکروہ اور اوسیکا نام عالم ہے جسکو خدا بہتری دینا
چاہتا ہے اوسکو دین کی سمجھ عنایت کرتا ہے اور جو ایسا نہو اوسکو مغرور سمجھنا چاہیے اور ایک فرقہ اور ہے
جو علم و عمل دونون کرتے ہین یعنی ظاہر کی طاعات ادا کرتے ہین اور گناہون سے تارک ہین مگر اپنے
دلون کو نہین ٹٹولتے کہ اونسے وہ صفات جو خدا کے نزدیک مذموم ہین مثل کبر اور حسد اور ریا اور
طلب ریاست اور علو اور اپنے ہمسرونکو ایذا دینی اور شہرون اور بندون کے درمیان شہرت طلب کرنی
اور غیبت وغیرہ دور کرین اور بعضون کو تو اتنی بھی خبر نہین ہوتی کہ یہ صفات برے ہین اسیواسطے
انکے مرتکب ہوتے ہین اور کنارہ نہین کرتے اور ان احادیث پر دھیان نہین دیتے کہ آپ نے فرمایا
کہ تھوڑی سی ریا بھی شرک ہے اور جس شخص کے دل مین ذرہ بھر بھی کبر ہوگا وہ جنت مین نجاویگا اور حسد
نیکیون کو ایسا کھاتی ہے جیسے آگ لکڑی کو اور محبت شرف اور مال کی نفاق ایسا بڑھاتی ہین جیسا
پانی ساگ کو اور سوا ان روایات کے اور بہت سی احادیث اخلاق مذمومہ کے باب مین وارد ہین
جو ابواب مہلکات مین اوپر مذکور ہوئی ہین ان لوگون نے اپنے ظاہر کو تو بنا لیا مگر باطن کو بالکل چھوڑ
ویسا ہی رہنے دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کو یاد نکیا ہے خدای تعالی تمھاری صورتون
اور مالون کو نہین دیکھتا بلکہ دلون اور اعمال کو دیکھتا ہے صرف اعمال کی تو خبرداری کی دلونکی نہ کی
حالانکہ اصل دل ہی ہے اور نجات اسکی سلامتی پر منحصر ہے جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ
بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ اور ان لوگون کی مثال ایسی ہے جیسے گھورے کے اندر پختہ کنوان ہو کہ ظاہر مین تو
چونہ وغیرہ سے آراستہ ہو مگر باطن مین بدبو ہو یا جیسے مردون کی قبرین کہ ظاہر مین خوب آراستہ رہتی ہین
اور انکے اندر مردار ہین یا اندھیری کوٹھری جسکی چھت پر چراغ رکھا ہو کہ اوپر اوپر بہت چاندنا ہے
مگر اندر کچھ نہین یا کوئی شخص بادشاہ کی ضیافت کے لیے دروازہ مکان کا تو خوب مزین کرے اور
گھر کے اندر خس و خاشاک بھرا رکھے تو ظاہر ہے کہ یہ ایک بڑی غلطی ہے اور اس سے بھی زیادہ قریب
مثال یہ ہے کہ ایک شخص نے کھیت بویا اور کھیتی کے ساتھ گھاس بھی اگ آیا جس سے کھیت بگڑ جاوے

اوسکو کہا گیا کہ اگر تو کھیت کو نرلاویگا اور اس گھاس کو جڑ سے اوکھاڑیگا تو کھیت درست ہوجاویگا
اسنے جڑ سے تو نہ اوکھاڑا گھاس کی پتیان اور سر نوچنا شروع کیا اور جڑین مضبوط ہوتی گئین اور
پھیلتی گئین یہان تک کہ کھیت مین کچھ واجبی ہی پیدا ہوا اسیطرح گناہون کی جڑین اخلاق ذمیمہ ہین
جو دل کے اندر ہین اگر آدمی دل کو اونسے صاف نہ کرے تو طاعات ظاہری سے پھل کیسے پاویگا
بہت سی آفتون مین سے کچھ بچ رہے تو بچ رہے بلکہ ایسے شخص کی مثال یہ ہے کہ جیسے کسیکو خارش ہو
اور طبیب نے اوسکو ہدایت کی اور پینے کی تاکید کہ ملنے کے باعث جلد کو فائدہ ہوگا اور پینے سے اوسکی جڑ
جاتی رہیگی مریض نے صرف لگانے کی دوا پر قناعت کی اور پینے کی دوا نہ پی اور ایسی چیزین کھاتا رہا
جس سے مادہ خارش زیادہ ہو تو اوسکی خارش کبھی نہ جاویگی گو کتنی ہی دوا ہر روز لگایا کرے کیونکہ جڑ تو اندر
موجود ہے جب وہ جاوے تو یہ بھی جاوے اور ایک فرقہ اور ہے جو اخلاق باطنی کا علم بھی رکھتے ہین اور یہ
جانتے ہین کہ شریعت کی رو سے یہ بری ہین مگر چونکہ اپنے نفسون کو بڑا سمجھتے ہین اسلیے گمان کرتے ہین
کہ ہم مین یہ باتین نہین اور ہم اللہ تعالی کے نزدیک ایسا رتبہ نہین رکھتے جو ہمکو ایسی چیزون سے آزماوے
یہ چیزین عوام کے امتحان کی ہین نہ ہم جیسے عالمون کے امتحان کی پھر اگر ان لوگون سے آثار کبر
اور ریاست اور شیخی اور شرف کے ظاہر ہوتے ہین تو کہتے ہین کہ یہ کبر نہین بلکہ دین کی عزت کی
خواہش اور شرف علم کا ظاہر کرنا اور خدا کے دین کو مدد دینی اور مخالفون کو اور بدعتیون کو
زک دینی ہے اسلیے کہ اگر ہم گھٹیا کپڑا پہنین اور مجالس مین نیچی جگہ بیٹھین تو اعدای دین ہنسینگے اور
بدگوئی کرینگے اور ہماری ذلت کیا ہوگی گویا اسلام کی ہوگی اور ان مغرورون کو یہ معلوم نہین کہ اونکا
دشمن تو واقع مین شیطان ہے جس سے خدای تعالی نے ڈرایا ہے اور وہ انکی ان حرکات پر خوب
ہنستا ہے اور انکو مسخرہ بناتا ہے اور یہ بھی معلوم نہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کی نصرت
کیسی کی تھی اور کافرون کو کیسی زک دی تھی اور آپ کے اصحاب کیا درجہ تواضع اور فروتنی کا رکھتے تھے
اور فقر اور مسکنت پر کیسے قائم تھے یہان تک کہ جب شام مین حضرت عمر رض پر گھٹیا لباس کا اعتراض
لوگون نے کیا تو آپ نے فرمایا کہ ہم لوگون کو خدای تعالی نے اسلام سے عزت دی ہے ہم دوسری
چیز مین اپنی عزت کی خواہش نہین رکھتے پھر یہ فرقہ مغرورین کی عزت عمدہ لباس اور باریک دو
حریری اور ریشمی کپڑون مین جو حرام ہین اور سواریون اور گھوڑون مین کہان سے طلب کرتا ہی
اسیطرح اگر کسیکو اپنے ہمسرون مین سے یا اپنے مقابل کو جو اوسکی اونچی بات نہ مانے براہ حسد کچھ
کہتا ہے تو یہ نہین جانتا ہے کہ براہ حسد کہتا ہون بلکہ تاویل یون کرتا ہے کہ یہ غصہ خدا کیواسطے ہے

اور منکر کا جواب یہ ہے جو عداوت اور ظلم سے امر حق کو نہین مانتا اور طالب اپنے نفس پر حسد کا تو گمان ہی
نہین کرتا تا کہ یہ بات بھی سوچے کہ اگر وہ عداوت والا کسی اور عالم کی برائی کرے یا اور کسیطرح کی
اوسکے ساتھہ ریاست وغیرہ مین مزاحمت کرے تب بھی ویسا ہی غصہ اور عداوت ہو جیسا اب ہے
یا نہین تا کہ حسد اور غصے کا حال معلوم ہو کہ خدا کے واسطے ہے یا اپنے نفس کیواسطے لیکن اکثر
یہی ہوتا ہے کہ جب کسی دوسرے عالم پر طعن ہوتا ہے تو اپنے آپ خوش ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا
کہ اوسکا غصہ اور حسد خبث باطنی کی جہت سے ہے نہ خدا کے واسطے۔ ایسیطرح جو شخص اپنے
اعمال و علوم سے ریا کرتا ہے اور اوسکو وسوسہ ریا کا دل مین گذرتا ہے تو کہتا ہے کہ مین ریا
تھوڑا ہی کرتا ہون میری غرض اظہار علم و عمل سے یہ ہے کہ لوگ میری اقتدا کرین اور اونکو دین کی راہ
ملے اور عذاب الٰہی سے چھوٹ جاوین اور اس مغرور کو یہ نہین سوجھتا کہ اگر واقع مین ایسا ہی ہوتا
تو لوگ اگر کسی دوسرے عالم کی اقتدا کرین تب بھی مجکو ایسا ہی خوش ہونا چاہیے جیسا اپنی اقتدا سے
ہوتا ہون کیونکہ غرض تو لوگون کی بہتری سے ہے کسیکے ہاتھ پر ہو جیسے کسیکے بہت سے خادم
بیمار ہون اور اوسکو اونکا علاج کرانا منظور ہو تو اسمین کچھ فرق نہین ہوگا کہ اونکا علاج یہ شخص کردے
یا کوئی دوسرا کرے اور اوسمین بھی شیطان ایک پیچ لگاتا ہے اور یون سوجھاتا ہے کہ جب لوگ میری
سبب سے ہدایت پاوینگے تو ثواب مجکو ہوگا تو مین خوش ہون تو اپنے ثواب کی جہت سے خوش ہوتا ہون
اسلیے نہین ہوتا کہ لوگ مجھے مانتے ہین یہ منصوبے اپنے نفس مین کر لیتا ہے حالانکہ خدا ہی تعالی کو دل کا
حال خوب معلوم ہے کہ اگر اوس سے بالفرض کوئی نبی کہہ جاوے کہ تجکو خاموش رہنے اور علم کے
خفیہ رکھنے مین بہ نسبت اظہار علم کے زیادہ تر ثواب ہے اور اسکے ساتھہ ہی اوسکو قید کرکے زنجیر ڈالدی
جاکر دیا جاوے تو ضرور ایسے بہانے کریگا کہ قید خانے کو کسیطرح ڈھا کر اور زنجیرین توڑ کر اوسی جگہ جاوے
جہان اسکی وعظ و تدریس کے باعث اسکی ریاست چمکے۔ ایسیطرح جو شخص بادشاہون کے پاس جا کر
اونسے دوستی پیدا کرتا ہے اور اونکی ثنا کرتا ہے اور تواضع اور انکسار بجا لاتا ہے جب اسکو یہ بات
دل مین گذرتی ہے کہ ظالم بادشاہون کے واسطے مروتی حرام ہے تو شیطان اوسکو مغالطہ دیتا ہے
کہ تیری تواضع اس قسم کی نہین یہ صورت تو جب ہے جب تجھے اونکے مال کی طمع ہو تیری غرض تو
یہ ہے کہ مسلمانون کی سفارش بادشاہ سے کرکے اونپر سے ضرر دور کرے اور شر اعدا دفع ہے تو بھی بچا کی
ہو پر خدا کو اوسکے دل کا حال خوب معلوم ہے کہ اسکا مقصد یہ نہین جو دعوی کرتا ہے اگر یہی ارادہ ہوتا
تو کوئی دوسرا شخص اگر بادشاہ کا مقرب ہو کر تمام مسلمانون کی سفارش کرتا اور انکی سفارش منظور ہو

تو یہ شخص اوس سے نہ جلتا بلکہ اگر کوئی ایسا شخص ہوجاوے تو کچھ عجب نہین کہ یہ شخص بادشاہ کے سامنے اوسپر
جھوٹ لگاوے اور اوسکے عیب بتاوے اور کیا کیا نہ کرگذرے اور بعضون کا غرور اس درجے کو پہونچتا ہے
کہ بادشاہون کا مال لے لیتا ہے اور جب دھیان آتا ہے کہ یہ مال حرام ہے تو شیطان یہ سوجھاتا ہے کہ یہ
مال لاوارث ہے اور وہ مسلمانون کی بہتری کے لیے ہوتا ہے اور تو مسلمانون کا امام اور عالم ہے تجھسے
دین قائم ہے تجکو بقدر حاجت اسمین سے لینا درست ہے تو اس مغالطے سے تین باتون مین دھوکا
کھاتا ہے اول تو اسمین کہ یہ مال لاوارث ہے اسلیے کہ صریح اوسکو معلوم ہے کہ بادشاہ بطور خراج مال مسلمانون
اور اپنی قلمرو سے لیتا ہے اور جن لوگون سے لیتا ہے وہ خود زندہ ہین یا اونکی اولاد و ورثہ موجود ہین
نہایت یہ کہ مثلاً دس آدمیون سے سو دینار لیے تھے وہ سب خلط ملط ہوگئے ہین تو اس مال کی حرمت مین
کیا شبہہ ہے اوسکو یہ سمجھنا کہ مال لاوارث ہے نہایت بیجا ہے بلکہ واجب ہے کہ اونکے مالون کو دیدے
گو ایک چیز دوسری مین ملگئی ہو دوسرا دھوکا اسمین ہے کہ اپنے آپ کو دین کی بہتری اور قیام کا موجب
سمجھا اسلیے کہ جو لوگ بادشاہون کے مال کو حلال جانتے ہین اور طلب دنیا کے راغب ہین اور ریاست پر
متوجہ ہین اور آخرت سے روگردان وہ لوگ دین کے بگاڑنے والے ہین اور ایسے لوگون کی نسبت
بہت زیادہ ہین جو دنیا مین بند ہوکر کے متوجہ الی اللہ ہون اس سے معلوم ہوا کہ ایسے عالم دین کے دجال
اور باعث استحکام مذہب شیاطین ہین نہ امام و قوام دین متین اسلیے کہ دین کا امام وہی گنا جاتا ہے
جسکی پیروی سے دنیا سے روگردانی حاصل ہو اور اللہ کیطرف توجہ کامل جیسے انبیا علیہم السلام اور
صحابہ رضوان اور علماے سلف تھے اور دجال اوسکو کہتے ہین جس سے سب معاملات مذکورہ بالا الٹے ہون
تو ایسا شخص جو خدا سے روگردان اور دنیا پر متوجہ ہوا اگر دجال نہین تو کون ہے وہ اپنی دانست مین
اپنے آپ کو دین کا ستون سمجھتا ہے اور شاید اوسکے مرنے سے لوگون کو زیادہ نفع ہو بہ نسبت حیات کے
اور اوسکی مثال حضرت عیسی علیہ السلام نے ارشاد فرمائی ہے کہ برا عالم ایسا ہے جیسے بہتے پانی کے منہ پر
پتھر کہ نہ خود پانی جذب کرے نہ بہنے دے کہ اور کھیتون کو نفع ہوا اور ہر چند اقسام غرور اہل علم کے
اس آخر زمانے مین خارج از حد شمار ہین الا مشتے نمونہ از خروارے ہمنے تھوڑے سے لکھدیے اور ایک
فرقہ اور ہے جنھون نے علم بھی خوب پڑھا اور اعضا کو پاک و صاف کیا اور طاعات کو ادا کیا اور
معصیت ظاہری سے بھی بچے اور اخلاق نفس اور اوصاف قلبی یعنی ریا اور حسد اور کبر وغیرہ سے
دریافت کرکے انمین کوشش کی کہ نفس ان اخلاق سے بری ہوجاوے اور اسلیے دل مین سے ان چیزونکی بڑین
ظاہر کی کاٹ ڈالین مگر باوجود اسکے مغرور ہے یعنی دل کے کونون مین خفیہ مکر شیطانی اور فریب نفسانی

ایسے رہگئے جنکا معلوم کرنا بہت مشکل و دقیق تھا اونکو اونکی اطلاع نہوئی اسواسطے اونکو ویسا ہی چھوڑ دیا اور ان لوگون کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی کھیت نولانا چاہے اور اوسمین جا بجا پھر کر جہان جہان گھاس نظر آئے اوسکو جڑ سے اوکھاڑ دے مگر جن روئیدگی کے سر ابھی تک زمین سے نکلے ہی نتھے اور اسنے خیال کرلیا کہ سب نکل آئے یا بعضے بہت ذرا ذرا سی سوئیان تھین کہ وہ گھاس کی جڑون مین پھوٹ کر زمین کے اندر ہی اندر پھیلگئی تھین اسکی نظر مین نہ آئین تو اسکو یہی خیال ہوگا کہ مین نے سب گھاس و کھاڑ ڈالی حالانکہ وہان غفلت ہی غفلت مین نیچے نیچے اون جڑون نے پھیلکر کھیتی کی جڑون کو بگاڑ دیا۔ اسیطرح عالم بھی کبھی سب باتین کرتا ہے مگر خفیہ دقائق کیطرف توجہ نہین کرتا پس بعض عالم دن رات جاگتے ہین اور علوم کی جمع و ترتیب اور تحسین الفاظ اور تصنیفات کے لکھنے مین بسر اوقات کرتے ہین اور یہ جانتے ہین کہ اس سے ہماری غرض دین خدا کو ظاہر کرنا اور اوسکی شریعت کو پھیلانا ہے اور خفیہ باعث شاید یہ ہوتا ہے کہ اطراف مین ہمارا نام مشہور ہو اور لوگ سب طرف سے اکثر بہت سے رجوع ہون اور زہد و ورع اور علم کی مدح و ثنا مین زبانین کھلین اور حاجات و اغراض مین لوگ ہمکو اپنے اوپر ترجیح دین اور استفادے کیواسطے گرد جمع رہین اور جب ہم اچھی طرح کسی بات کو بیان کرین تو وہ دل لگاکر سنین اور ہمکو مزا ملے یا جب ہماری گفتگو سنین تو اوسکی تصدیق کے واسطے سر ہلا دین یا رقت کرین یا اچنبھے مین ہو جاوین اور اس بات سے خوش ہونا کہ ہمارے توابع اور ساتھی اور مستفیدین بہت ہین اور سب ہمسرون مین ہمین کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ علم و ورع اور زہد ظاہری سب ہم مین موجود ہین اور عامہ خلائق پر زبان طعن دراز کرنا نہ اس نظر سے کہ کچھ دین کی جہت سے درد کیا ہو بلکہ اپنے آپ کو خاص اور تمیز وار سمجھکر عوام کے عیب بیان کرنے اور سوا اسکے اور ایسی ہی باتین اسباب خفیہ اونکے علم و عمل کی ہو سکتی ہین اور ظاہر زندگی اوس بیچارے مغرور کی در پردہ اوسی حکومت و امارت اور توقیر اور لوگون کے تعریف پر منحصر ہے اگر آدمیون کے دل اس سے پھر جاوین اور اوسکو کسی عمل کے ظاہر ہونے سے زاہد نہ سمجھین تو کیا عجب ہے کہ اوسکا دل تشویش مین پڑ جائے اور اوس سے درود وظیفہ بھی کچھ نہین پڑھا جائے اور ہر ایک طرح کے حیلے اور بہانے سے اپنے نقص کا عذر بیان کرے اور اپنے عیب چھپانے کیواسطے جھوٹ بھی بولدے۔ اور کچھ بعید نہین کہ جو شخص اسکے زہد و تقویٰ کا معتقد ہو اوسکی تعظیم و توقیر زیادہ کرے گو جتنا اوسکا اعتقاد ہے اوتنا خود مین نہو اور اگر کوئی کم کا جسقدر تقویٰ ہے اوسیقدر کا معتقد ہو تو اس سے دلتنگ ہوتا ہے۔ اور بعض اوقات اپنے یار و ہمنشین سے

ایک کو دوسرے پر ترجیح دیتا ہے اور اوسکی وجہ یہ بتاتا ہے کہ چونکہ اسکو فضل و ورع زیادہ ہے اسلیے
اوسکی زیادہ تعظیم کرتا ہون حالانکہ وجہ اوسکی درحقیقت یہ ہوتی ہے کہ وہ شخص اطاعت اور فرمان برداری
زیادہ کرتا ہے اور اوس سے کام بہت نکلتا ہے اور تعریف و توصیف زیادہ کرتا ہے خدمت کا زیادہ
حریص ہوتا ہے یہی وجہ اوسکی تعظیم زیادہ ہوتی ہے۔ اور بعض اوقات جو آدمی عالم سے استفادہ
کرتے ہین اور عمل کی رغبت پیدا ہوتی ہے تو عالم کو یہ گمان ہوتا ہے کہ یہ تاثیر میرے اخلاص و صدق
کی اور حق علم کے ادا کرنے کی ہے اور اسی گمان سے خدا کا شکر کرتا ہے کہ اوسنے میری زبان سے
لوگون کو یہ فائدہ پہونچایا اور اس امر کو باعث عفو گناہ اور کفارہ سئیات سمجھتا ہے اور ابھی تک اپنی
نیت کی خبر نہین کہ درست ہے یا نہین اور یہ ہو سکتا ہے کہ اگر ایسے ہی ثواب کا وعدہ اوسکو سنایا جاوے
بشرطیکہ گمنامی اور گوشہ نشینی اور علم کا پوشیدہ رکھنا اختیار کرے تو اوسکی خواہش نرہیگی کیونکہ
اس صورت مین لذت قبول اور لذت ریاست مفقود ہے اور شاید شیطان کا قول ایسے ہی شخصون پر
درست ہے یعنی وہ کہتا ہے کہ بنی آدم مین سے جو اس بات کا مدعی ہو کہ مین اپنے علم کے سبب شیطان سے
پناہ مین ہوگیا تو وہ اپنی نادانی کے باعث میرے جال مین پڑ گیا۔ اور کبھی عالم شخص تصنیف کتاب مین
بہت کوشش کرتا ہے اور اس خیال مین ہے کہ مین خداے تعالی کا علم جمع کرتا ہون تاکہ لوگونکو اوس سے
فائدہ ہو حالانکہ واقع مین منظور یہ ہوتا ہے کہ تصنیف عمدہ کی جہت سے میرا نام مشہور ہو جاویگا اگر یہ غرض نہین تو پھر جو
کوئی دوسرا شخص اوس کتاب مین سے اصل مصنف کا نام مٹاوے اور اپنا نام اوسکی جگہ لکھدے تو مصنف برا ناگوار کیون
گذرتا ہے باوجودیکہ اوسکو معلوم ہے کہ ثواب اس سے استفادہ کا مجھی کو ہوگا اور خدا کے نزدیک بھی مین ہی مصنف ہون
شخص مدعی اسکا مصنف نہین ہے اور کبھی تصنیف مین آپ ہی اپنی تعریف صراحتہ بڑی لمبی چوڑی خوبی کے ساتھ کرتا ہے اور کبھی ضمنا
تعریف اپنی کرتا ہے اسطرح کہ کسی دوسرے پر طعن و اعتراض کرتا ہے تاکہ لوگ یہ سمجھین کہ اسکا مرتبہ
دوسرے سے بڑھکر ہے حالانکہ اعتراض و طعن کی کچھ حاجت نہ تھی اور بعض اوقات اگر کسیکی عبارت مین
کچھ غلطی فاحش پاتا ہے تو اوسی کتاب مین اوس عبارت کو مع نام عبارت لکھنے والے کے لکھتا ہے اور اگر
عمدہ عبارت ہوئی تو بے نام لکھتا ہے تاکہ کوئی سمجھے کہ یہ عبارت خود مصنف کی ہے یا تو سب عبارت کو
بعینہ چرا کر درج کر دیتا ہے یا اوسمین کچھ تصرف و تبدل کرکے نقل کرتا ہے جیسے کوئی شخص کپڑے چرا کر
اوسکی قبا بنوا لے کہ چوری کا نہ معلوم ہو۔ اور کبھی اس بات مین کوشش کرتا ہے کہ الفاظ کتاب کے
فصیح اور صحیح ہون اور ترتیب بہت عمدہ ہو تاکہ کوئی یہ نہ کہے کہ عبارت پوچ ہے اور اپنے گمان مین
یہ سمجھتا ہے کہ اس سے میری غرض حکمت کا رواج دینا اور اوسکا بتانا ہے تاکہ لوگون کو جلد نافع ہو

حالانکہ اوسکو یہ خبر نہین کہ بعض حکمانے تین سو ساٹھ جلدین حکمت مین لکھی تھین اوس وقت کے نبی کو
حکم الٰہی ہوا کہ اوس سے کہدو کہ تو نے اس کلام فضول سے تمام زمین بھر دی مین اسمین سے کچھ بھی قبول
نہین کرتا۔ اور بعض اوقات اس قسم کے مغرور اگر جمع ہوتے ہین تو ہر ایک کو یہی گمان ہوتا ہے کہ میرا
نفس عیوب قلبی اور خفیہ برائیون سے بچا ہوا ہے اور جب ایک دوسرے سے علٰحدہ ہوتے ہین اور
ہر ایک کے ساتھ ایک ایک گروہ ساتھیون کا ہو لیتا ہے تو ہر ایک اس بات کو تاکتا ہے کہ میرے ساتھ
آدمی بہت ہین یا دوسرے کے ساتھ اگر اپنے ساتھ والے بہت پاتا ہے تو خوش ہوتا ہے گویا جانتا ہے
کہ دوسرا شخص مجھسے زیادہ مستحق کثرت جماعت کا ہے پھر جدا ہو کر جب لوگون کو تعلیم کرنی شروع کرتے ہین
تو غیرت و حسد آپسمین ہونے لگتی ہے اور اگر کوئی طالب علم مثلاً ایک عالم کے پاس آتا جاتا تھا اور
اوس سے جدا ہو کر دوسرے کے پاس پڑھنے کو جانے لگا تو اول اسکے دل پر نہایت شاق گذریگا پھر دلسے
اوسکی کبھی خاطر نکریگا نہ اوسکی حاجت روائی کے لیے آمادہ ہوگا جیسا پہلے ہوتا تھا نہ اوسکی ثنا کہیگا
باوجودیکہ معلوم ہے کہ دوسرے عالم کے پاس بھی یہ طالب علم استفادہ ہی کے لیے جاتا ہے شاید
اوس عالم کی جماعت مین رہنے سے اوسکا دینی نفع بہ نسبت جماعت پہلے عالم کے زیادہ ہو پہلے عالم کی جماعت مین
کوئی آفت اوسکو معلوم ہوئی ہو غرضکہ نفرت اوس عالم کے دل سے نہین جاتی۔ اور جبکہ اونمین سے
حسد شروع ہوتی ہے اور اوسکو ظاہر نہین کرسکتا تو بہانہ کرکے اوسکے دین اور ورع مین طعن اور
اعتراض کرتا ہے کہ کسیطرح اوسپر غصہ آئے اور جانتا ہے کہ یہ غصہ مین خدا کے دین کیواسطے کرتا ہون
نہ اپنے نفس کے لیے۔ اور اگر محسود کے عیب اسکے سامنے ذکر ہوون تو اوسنے خوش ہوتا ہے اور اگر کوئی
تعریف کرے تو اوس سے ناخوش ہوتا ہے۔ اور بعض اوقات اوسکی برائی سننے سے ترشرو ہوتا ہے
کہ کوئی جانے کہ مسلمانون کی غیبت اسکو اچھی نہین معلوم ہوتی اور باطن مین اوسکے عیب سننے سے
راضی اور خواہش مند ہوتا ہے اور اللہ تعالی سب کچھ جانتا ہے۔ حاصل یہ کہ اصلاح کی باتین خفیف
عیب مین داخل ہین جنکو بجز دانا لوگون کے اور کوئی نہین دریافت کرسکتا اور نہ بدون بڑے دستون کے
اونسے کوئی بچ سکے ہم جیسے ضعیفون کو اونسے بچنا بہت دشوار ہے مگر اتنی بات ہے کہ ادنی
درجہ آدمی کے لیے یہ ہے کہ اپنے عیوب کو پہچانے اور اونکو برا سمجھکر اونکی اصلاح مین کوشش کرے
جب خداے تعالی کسی انسان کی بہتری چاہتا ہے تو اوسکو اوسکے نفس کے عیب سوجھا دیتا ہے
اور جو شخص اپنی نیکی سے خوش ہوا اور بدی کو برا جانے توقع ہے کہ اوسکا حال اچھا ہو جاوے اور اوسکی اصلاح
جلد ممکن ہے بہ نسبت اوس مغرور کے جو اپنے نفس کو پاک سمجھے اور اپنے علم و عمل سے خدا پر

احسان جتاتے اور گمان کرے کہ سب لوگون سے بہتر مین ہی ہون خدای تعالی ہمکو غفلت و غرور سے
پناہ مین رکھے اور اس بات سے بھی بچائے کہ مخفیہ عیوب کو پہچانکر اونکی اصلاح نکرین یہان تک بیان
مغالطہ اون لوگون کا تھا جنھون نے علوم ضروری کو حاصل کیا الا علم کی جہت سے عمل مین کوتاہی کی
اب ہم اون لوگون کا غرور لکھتے ہین جو علوم مین سے ایسے ہی علوم پر قانع ہین جو ضروری نہین اور
علوم ضروریہ کو چھوڑکر غیر ضروریہ ہی پر مغرور ہین یا تو اس نظر سے کہ علم ضروری سے اپنے آپ کو بے پروا
سمجھتے ہین یا اس لحاظ سے کہ جو کچھ جانتے ہین وہ اسی علم غیر ضروری مین جانتے ہین اونمین سے
ایک فرقہ تو وہ ہے جو علم فتوی حکومات اور خصومات کا اور تفصیل معاملات دنیوی کی جو خلق مین
جاری ہوتے ہین اوسکو سیکھتے ہین اور فقہ کا نام خاص اسی علم کو دیتے ہین اور اوسکو علم مذہب جانتے ہین
اور اسکی تحصیل مین اکثر اعمال ظاہری اور باطنی کو ضائع کردیتے ہین نہ تو اعضاے ظاہری کے درپے ہوں
کہ اونکی حفاظت کرین مثلاً زبان کو غیبت سے ۔ ولیکن اور پیٹ کو حرام سے اور پانون کو بادشاہون کے
یہان جانے سے اسیطرح سب اعضا کو اونکے اعمال بد سے بچاوین اور نہ دل کی حفاظت کرین اور اوسکو کبر
اور حسد اور ریا اور تمام مہلکات سے علیحدہ کرین تو ایسے لوگ دو وجہ سے مغرور ہین اول باعتبار عمل کے
دوم باعتبار علم کے عمل کے اعتبار سے تو وجہ غرور کی ہم پہلے لکھ چکے ہین اور یہ کہ ایسے لوگون کی مثال
ایسی ہے جیسے کوئی بیمار نسخہ مرض کا لکھکر اوسکو پڑھنا اور لوگون کو بتانا شروع کرے بلکہ اونکی مثال
ایسی ہے جسکو علت بواسیر یا ہذیان کا روگ ہو اور اوسکے باعث قریب مرگ ہوجاوے اور حاجت اس
مرض کے علاج اور دوا سیکھنے کی ہو اوسکی جگہ علاج استحاضہ کا سیکھے اور رات دن اوسکو پڑھتا رہے باوجودیکہ
جانتا ہے کہ مین مرد ہون مجکو کبھی حیض یا استحاضہ نہوگا لیکن یہ خیال کرتا ہے کہ یہ بیماری اکثر عورتون کو
ہوا کرتی ہے شاید کوئی مجھسے علاج پوچھے اور یہ بڑی غلطی ہے اسیطرح فقیہ بیچارے پر بھی محبت دنیا
اور اتباع شہوات اور حسد اور کبر اور ریا و تمام مہلکات غالب ہین اور کیا بعید ہے کہ موت توبہ سے
پہلے ہی آدباوے اور اوسکی تلافی نہ کرنے پاوے اور خدا سے ایسے حال مین ملے کہ وہ اوس پر ناراض ہو
پھر اگر یہ شخص انکا علاج تو نکرے اور مسائل سلم اور اجارہ اور ظہار اور لعان اور جراحات اور دیات
اور دعوی اور گواہ اور حیض کے سیکھے جنکی طرف کبھی اوسکو حاجت نہو اور اگر کسی دوسرے کو حاجت بھی
ہو تو اور مفتی بہت ہین تو باوجود اسکے پھر ان مسائل کا سیکھنا اسی نظر سے ہے کہ اسمین جاہ و ریاست
اور مال حاصل ہوتا ہے اور شیطان نے اسکو مغالطہ تنے دکھا ہے مگر اسکو خبر نہین کیونکہ وہ اپنی دلمین
یہ گمان کرتا ہے کہ مین اپنے دین کے فرض مین مشغول ہون اور یہ نہین جانتا کہ اگر بالفرض اوسکا

نیت بھی درست ہو اور جیسا کرتا ہے ویسا ہی ہو تب بھی فرض کفایہ مین مشغول ہونا اور فرض عین کو
اونکا ترک گناہ ہے اگر فقہ کو خدا ہی کیواسطے سیکھتا ہے تب بھی اپنے اعضائے ظاہری اور دل کے باب مین
جو اوپر فرض عین ہین اوسنے غافل ہے اور غرور باعتبار علم کے یہ ہے کہ اسنے صرف علم فتاوی
تحصیل کیا اور اسیکو علم دین جانا علم قرآن و حدیث کو نہ سیکھا بلکہ بعض اوقات محدثین پر اعتراض کرتا ہے
کہ یہ لوگ کچھ سمجھتے نہین اخبار کے ناقل ہین روایات کو یاد کر لیتے ہین اور نیز علم تہذیب اخلاق اور
علم معرفت جس سے خدا کی جلال و عظمت معلوم ہوتی ہے اور یہ مورث خوف و ہیبت اور خشوع و
مسکنت کا ہوتا ہے اور تقوی اور احتیاط کا باعث اوسکو بھی ترک کر دیا اور اوسپر طرہ یہ ہے کہ
بیخوف و مطمئن ہو کر خدا پر تکیہ ہے کہ خدا ہم پر ضرور ہی رحم کریگا کیونکہ ہم اوسکے دین کے ستون ہین
اور اگر ہم علم فتاوی نہ سیکھین تو حرام حلال کیسے معلوم ہون غرضکہ ایسا شخص علم مقصود و ضروری کو
چھوڑ دیتا ہے اور غلطی مین رہتا ہے وجہ اوسکی غلطی کی یہ ہے کہ شرع مین تعریف اور تعظیم فقہ کی بہت
سنی یہ نہ جانا کہ یہ کونسا فقہ ہے جس فقہ کی تعریف شرع مین ہے وہ وہ علم ہے جس سے خدائے تعالے
اور اوسکی صفات کی معرفت ہو اور اوسکی علت غائی یہ ہے کہ دل ہمیشہ خائف ہے
اور تقوی کیا کرے جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ
وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ اس سے معلوم ہوا کہ فقہ سے وہی
علم مراد ہے جس سے خوف حاصل ہو اور وہ یہ علم نہین ہو سکتا جسکو یہ مغرور فقہ سمجھا ہے اسواسطے کہ
اس علم کا مقصود مالونکا بچانا اور شروط معاملات کا بجالانا اور مالون سے بدنون کا محفوظ رکھنا اور قتل و
ضرب کا دفع کرنا ہے حالانکہ مال خدا کی راہ مین صرف ذریعہ ہے اور بدن سواری اور علم مقصود یہ ہے
کہ راہ سلوک کی معرفت ہو اور دل کی گھاٹیان جنکو صفات مذمومہ کہتے ہین طے ہو جاوین کیونکہ
بندے کے اور خدا کے درمیان یہی صفات حاجب ہین اگر انھین مین ملوث مر جاویگا تو خدائے تعالے
سے محجوب رہیگا۔ پس جو شخص صرف فقہ ہی پر اقتصار کرے اوسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی
راہ حج مین چلنے کی عوض مشک اور موزہ سینے پر اکتفا کرے۔ ہر چند اگر یہ چیزین نہون تو حج
نہایت دشوار ہے مگر صرف اونھین پر اکتفا کرنے سے تو نہ حاجی ہو سکتا ہے نہ راہ حج مین ہو سکتا ہے
اور ہمنے اسکی تفصیل باب علم مین لکھی ہے اور بعض لوگ ایسے عالمون مین سے صرف فقہ کے
وہ مسائل جنمین خلاف ہے سیکھتے ہین اور سوائے تحصیل طریق مجادلہ اور الزام طرف مقابل اور ہلاکت
کرنے مخالف کے اور غلبہ و فخر کے لیے امر حق کو نہ ماننے کی اور کوئی بات نہین سیکھتے اور تکورات دن

ارباب مذاہب کے جھگڑون اور اپنے ہمسرون کے عیوب کی تلاش رہتی ہے اور طرح طرح کے حیلے
اور فقرے ایذا رسانی ڈھونڈھتے رہتے ہین اس قسم کے لوگون کو انسان مین سے درندہ تصور کرنا چاہیے
انکا مقصود حماقت ہے اور علم کا قصد صرف اسلیے کرتے ہین کہ اقران و امثال پر فخر کے لیے کام آوے
اور جس علم کی حاجت مباہات مین نہین دیکھتے ہین مثلاً علم قلب اور صفات مذمومہ کو مٹانا اور اونکی عوض
صفات عمدہ کو حاصل کرنے کے راہ خدا پر چلنا ایسے علمون کو حقیر جانتے ہین اور انکا نام چکنی باتین اور علم
واعظون کی گفتگو رکھ چھوڑا ہے علم تحقیق اونکے نزدیک وہی ہے جس سے دو شخص بحث کرنے والون کے
جدال کی تفصیل معلوم ہو یہ لوگ پہلے فرقہ اہل فتوی سے بھی کچھ بڑھ چڑھکر ہین اسلیے کہ وہ فرض
کفایہ تو کرتے تھے یہ لوگ جس علم مین مصروف ہین وہ تو فرض کفایہ بھی نہین بلکہ سب دقائق جدال
کی فقہ مین بدعت ہین اکابر سلف سے منقول نہین باقی رہین دلیلین احکام کی سو وہ کتاب اللہ اور
حدیث مین موجود ہین طریق مناظرہ اور اوسکے حیلے سب بدعت ہین اور صرف اظہار غلبہ اور
مخالف کے ساکت کرنے کے لیے ایجاد کیے گئے ہین تاکہ اسطرح بحث ہوا کرے حاصل یہ کہ یہ فرقہ
بھی مغرور ہے اور اسکا غرور اہل فتوی کی نسبت شدید اور قبیح ہے اور ایک فرقہ اور ہے جو علم
کلام اور مناظرہ اسلیے پڑھتے ہین کہ اہل بدعت سے لڑتے جھگڑتے رہین اور مخالفون کے
جواب دین یہ لوگ ہمہ تن اسمین لگے رہتے ہین کہ مخالفین کے اعتراضات کو ڈھونڈھیں اور طریق
مناظرے کا اور اونکے ساکت کرنے کا سیکھے اسی غرض کیواسطے بہت سے اقوال مختلف یاد کرلیتے ہین
اور ایسے لوگون کے بہت سے فرقے ہین اونکا اعتقاد یہ ہے کہ آدمی کا کوئی عمل بدون ایمان
کے نہین ہوتا اور جب تک آدمی ہمارا مناظرہ نہ سیکھے اور علم کلام کی دلیلین ہمارے عقیدون کی
نہ جانے جب تک ایمان صحیح نہین ہوتا اور اونکو یہ بھی گمان ہے کہ کوئی شخص ہم سے زیادہ خدایتعالی
کو نہین پہچانتا نہ اوسکے صفات کا عارف ہے اور جو شخص ہمارے مذہب کا معتقد نہین اور ہمارا علم
نہین جانتا وہ بے ایمان ہے اور اسی نمط ہر ایک فرقہ اپنی ہی طرف بلاتا ہے بہرحال اس قسم کے
لوگ دو طرح کے ہین ایک گمراہ اور ایک حق پر گمراہ فرقہ تو وہ ہے جو خلاف حدیث کیطرف بلاتا ہے
اور فرقہ محق وہ ہے جو سنت و حدیث کیطرف داعی ہے مگر غرور و مغالطہ دونون مین ہے
فرقہ گمراہ مین تو اس جہت سے کہ اپنی گمراہی سے غافل ہے اور اپنے نفس کی نجات اوسمین
سمجھے ہوے ہے اور اسطرح کی بہت جماعتین ہین کہ ایک دوسرے کو کافر کہتی ہین اور بوجہ انکی گمراہی کی
اگر انھون نے اپنی رای کو متہم نہ جانا اور دلیلون کی شرائط اور انکا طریق اول معلوم نہ کیا اسی جہت سے

جو دلیل واقع مین تھی اوسکو شبہہ سمجھ لیا اور جو اصل مین شبہہ تھا اوسکو دلیل مان لیا - اور فرقہ محق کا غرور اس لحاظ سے ہے کہ اونھون نے جدال اور بحث کو نہایت ضروری اور دین کی عمدہ ثواب کی چیزون مین سے جانا اور اس بات کے قائل ہوئے کہ جب تک کوئی بحث و تلاش ہماریسی نہین کریگا تب تک اوسکا دین پورا نہوگا اور یہ کہ جو شخص خدا اور رسول کو بدون کسی بحث و دلیل کے سچا جانے وہ مومن یا کامل الایمان نہین نہ خدا کے نزدیک مقرب اور اسی گمان فاسد سے اونھون نے اپنی تمام عمر تحصیل جدال اور مقالات اور مزخرفات اور اعتراضات اہل بدعت مین بسر کی اونفسون اور دلونکی خبر نلی یہان تک کہ وہ ایسے اندھے ہوگئے کہ گناہ ظاہری اور خطاے باطنی کو ندیکھ سکے سبحان اللہ اونکا یہ قول ہے کہ جدال و بحث مین مصروف رہنا افضل اور اولی ہے موجب قرب الٰہی ہے مگر چونکہ علیاء اور بیا کی لذت اور مخالف کے الزام دینے کا مزا اور اپنی دانست مین حمایت دین خدا کی بڑائی دل مین سمائی ہوئی ہے تو اسیواسطے چشم بصیرت نہین ورنہ قرن اول کا حال دیکھتے کہ جنکی شان مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ یہ لوگ تمام خلق سے بہتر ہین اونھون نے بہت سے اہل بدعت اور ہوا دیکھے مگر اپنی عمر اور دین کو نشانہ تیر خصومت و جدال نہ بنایا اور اپنے دلون اور عضا کی تجسس ہی سے اس بحث و تکرار کی فرصت نہ ملی بلکہ کبھی گفتگو تک کی ہان جس جگہ حاجت یا آثار قبول کے دیکھے وہان کچھ بقدر حاجت کہدیا جس سے گمراہ کو اپنی گمراہی معلوم ہو جاوے اور جب کبھی گمراہ کو گمراہی پر اصرار کرتے دیکھا تو اوس سے روگردانی کی اور چھوڑدیا اور خدا کے لیے اوس سے بغض رکھا نہ کیا کہ اوس سے تمام عمر وحشت مشت رکھی ہو بلکہ اکابر سلف کا قول ہے کہ سنت کیطرف بلانا امر حق ہے اور یہ بھی مسنون ہے کہ اس بلانے مین جدال نکیا جاوے چنانچہ ابوامامہ باہلی رضہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہین کہ آپنے فرمایا کہ جس قوم کو ہدایت عنایت ہوتی ہے وہ گمراہ نہین ہوتی جب تک کہ جدال اونمین نہ پیدا ہو - اور ایک وزن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب رضہ کے پاس تشریف لائے تو وہ جھگڑے اور خصومت مین مصروف تھے آپ کو اسقدر غصہ ہوا کہ مارے غصے کے منہ سرخ ہوگیا گویا چہرہ مبارک مین انار کے دانون کی سرخی دمکتی تھی اور اوسوقت یہ فرمایا

اَبِهٰذَا بُعِثْتُمْ اَبِهٰذَا اُمِرْتُمْ اَنْ تَضْرِبُوا الْكِتَابَ اللّٰهِ بَعْضَهُ بِبَعْضٍ اُنْظُرُوا اِلٰى مَا اُمِرْتُمْ بِهٖ فَاعْمَلُوْا وَمَا نُهِيْتُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا غرضکہ صحابہ رضہ کو جدال سے منع فرمایا حالانکہ حجت اور جدال مین سب سے زیادہ بہتر تھے پھر اونھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ باوجودیکہ تمام اہل ملت والوں پر مبعوث ہوئے تھے مگر کبھی کسی ملت والون کے پاس مجالس مجادلہ مین اسواسطے نہین بیٹھے کہ کیسو

الزام دیجیے یا ساکت کیجیے یا کسی حجت کی تحقیق یا کسی اعتراض کا جواب یا خود اپنی طرف سے
اعتراض کیجیے البتہ اونسے مجادلہ صرف تلاوت قرآن سے فرمایا جو اون لوگون پر نازل ہوا تھا زیادہ
بحث نہین کی کیونکہ زیادہ گفتگو سے اوسکا دل پریشان ہوتا اور طرح طرح کے اعتراضات و شک واقع
ہوتے کہ پھر دل سے محو نہین ہو سکتے تھے اور یہ بات نہین کہ خدانخواستہ آپ اونکے مجادلے سے
عاجز تھے اور قیاس کے دقائق سے ناواقف یا اپنے اصحاب رضہ کو کیفیت جدل و الزام کی تعلیم نکر سکتے تھے
مگر اصل یہ ہے کہ وہ لوگ اور اہل احتیاط مجادلے پر فریفتہ نہین ہوتے اونکا یہ قول تھا کہ اگر تمام روی زمین کے
لوگ نجات پاوین اور ہم ہلاک ہون تو اونکی نجات سے ہمین کیا فائدہ اور اگر ہم نجات پاوین اور وہ
ہلاک ہو جائین تو ہمکو اونکے ہلاک ہونے سے کچھ ضرر نہین اور ہم پر مجادلہ اتنا چاہیے جتنا صحابہ رضہ کو
یہود و نصاری سے اور دوسری علت والون سے ہوا اونھون نے کچھ اپنی تمام عمر اونکی مجادلات کی تحریر مین
ضائع نہین کی کہ ہم بھی ویسا ہی کرین اور اوس بات سے غافل ہین جو ہمارے فقر و فاقہ کے دن کام آوے
علاوہ ازین جس بات مین کہ ہم سے غلطی کا بھی امکان ہے اور خطا سے مامون نہین اوسمین ہم کیون خوض
کرین پھر ہم دیکھتے ہین کہ بدعتی کے ساتھ اگر بحث کرو تو وہ بحث کے باعث بدعت نہین چھوڑتا بلکہ تعصب اور
خصومت سے اوسکی بدعت اور زیادہ بڑھجاتی ہے اس صورت مین ہمکو اون مخالفون کے ساتھ بحث و
تکرار کی نسبت یہی بہتر ہے کہ اپنے نفس پر کوشش کرین اور اوسی سے بحث و تکرار رکھین تاکہ وہ دنیا کو آخرت
کیواسطے چھوڑنے اور یہ ایسے حال مین ہے کہ فرض کرلین کہ ہمکو جدل و خصومت سے ممانعت نہین ہوئی
اور جس حال مین کہ ممانعت اس سے وارد ہے تو جدال سے کسیکو سنت کیطرف بلانا گویا ایک سنت کا تارک ہوکر
دوسرے کا طالب ہونا ہے تو بطریق اولی ہمارے حق مین یہی بہتر ہے کہ اپنے نفس کے درپے ہوکر اوسکے
صفات کو دیکھین کہ کونسے کو اللہ پسند کرتا ہے اور کسکو ناپسند پھر اوسکے محبوب صفات کو اختیار کرین اور
مبغوض کے گرد نہ پھرین اور ایک فرقہ اور ہے جو وعظ و نصیحت مین مصروف رہتے ہین اور اون سب مین اعلے
رتبہ اون لوگونکا ہے جو اخلاق نفس و صفات قلبی یعنی خوف و رجا اور صبر و شکر اور توکل اور زہد اور یقین و
اخلاص و صدق وغیرہ کی خوبیان لوگون کو سناتے ہین اور اونکو یہ دھوکا ہے کہ از انجا کہ ہم ان صفات کو
بیان کرتے ہین اور لوگون کو انکی تعلیم کرتے ہین تو ہم اول ان صفات سے متصف ہین حالانکہ خدا کے
نزدیک اونمین ان صفات کا وجود نہین ہوتا اور اگر تھوڑی بہت کوئی صفت ہو تو ہر ایک عام
مسلمان مین بھی کچھ نہ کچھ تو ہوتی ہی ہے انکو کیا ترجیح ہے مگر غرور انکا بڑا سخت ہے کیونکہ یہ اپنے
نفس پر بہت عجب کرتے ہین اونکو یہ گمان ہے کہ جتنا ہمنے جس علم مین تبحر اور استعداد پیدا کی

اوتنی ہی وہ چیز ہم مین باعث کمال ہوئی مثلاً ہمنے محبت مین تبحر پیدا کیا تو محبت الٰہی ہم مین ہوئی اور
اخلاص کے دقائق کو سمجھا تو مخلص ہوگئے اور خفیہ عیب نفس کے پہچانے تو اونسے بری ہوئے اور
اگر ہم مقرب الٰہی نہوتے تو خدای تعالیٰ ہمکو معنی قرب وبعد کے کیون بتاتا اور علم سلوک الی اللہ اور کیفیت
اس راستے کے منازل طے کرنے کی ہمکو کیون معلوم ہوتی غرض اسطرح کا عالم بیچارہ ایسے اپنے خیالات علم
سے جانتا ہے کہ مین خائف ہون حالانکہ دراصل بیخوف ہے اور جانتا ہے کہ مین رجا رکھتا ہون اور اصل مین
غرور رکھتا ہے اور اپنی دانست مین راضی بقضاء الٰہی ہے مگر حقیقت مین نہین اور بزعم خود متوکل ہے
لیکن واقع مین عزت وجاہ ومال واسباب پر تکیہ رکھتا ہے اور اپنے گمان مین مخلص ہے اور درواقع
ریاکار ہے بلکہ اگر اخلاص کا وصف بیان کرتا ہے تو اثنای بیان مین خلاص نہین کرتا اسطرح ریا کا ذکر
کرتا ہے تو وہ بھی خالی از ریا نہین ہوتا اسواسطے کہ اوسکی مراد یہی ہے کہ لوگونکا میری طرف یہ اعتقاد
ہوجاوے کہ اگر یہ شخص مخلص نہوتا تو اتنے دقائق ریا کے کہان سے سوجھتے اور زہد دنیا کا بیان بھی
اسیلیے کرتا ہے کہ اپنے آپ شدت سے اوسکا حریص ہے غرضکہ بظاہر لوگون کو اللہ کیطرف بلاتا ہے
اور خود اوس سے بھاگتا ہے اور ونکو خوف خدا دلاتا ہے آپ مامون ہے دوسرونکو یاد الٰہی کہتا ہے
خود بھولا ہوا ہے غیرونکو خدا سے قریب کرتا ہے اور اپنے آپ دور ہوتا ہے ترغیب اخلاص کی دیتا ہے
اور خود غیر مخلص ہے صفات مذمومہ کی مذمت کرتا ہے اور اپنے آپ اونسے موصوف ہے لوگون کو
خلق سے روگردان کرتا ہے اور آپ سب سے زیادہ اوسکا حریص ہے جس جگہ بیٹھا لوگون کو خدا کیطرف
بلاتا ہے اگر وہان کوئی نہ بیٹھنے دے تو جہان اوسپر باوجود وسعت کے تنگ ہوجاوے کہتا ہے
کہ میری غرض خلق کی اصلاح ہے لیکن اگر کوئی اوسکا ہمسر ایسا ہو کہ خلق اوسکے پاس جاوے اور
اوسکے ہاتھون بہتری انکو پہونچے تو غم اور حسد کے مارے جلجاوے اور اگر اوسکے سامنے کوئی شخص کسی
اوسکے ہمسرونمین سے تعریف کرے تو تمام خدائی سے اوسکو برا سمجھے تو اس قسم کے لوگون کو
برا غرور ہے اور انکا آگاہ ہونا اور راہ راست پر آنا بھی دشوار ہے کیونکہ اچھے اخلاق کی ترغیب اور
اخلاق بد کی نفرت جب ہوتی ہے جب اون اخلاق کے آفات اور فوائد سے واقفیت ہو اور
ان لوگون کو اگرچہ اوسپر وقوف ہوا مگر مفید نہوا کیونکہ خلق کو راہ راست بتلانے کی محبت نے اونکو
عمل سے روکدیا پھر کس چیز سے اونکا علاج کیا جاوے اور کونسی چیز سے اونکو ڈرایا جاوے ڈرانے والی
باتین تو وہ خود لوگون کے سامنے ذکر کرتے ہین مگر خود خوف نہین کرتے ہان اتنی بات ہو سکتی ہے
کہ اونکو جو دعوی ہے کہ ہم سب عمدہ اخلاق سے موصوف ہین تو اسکا امتحان اونکو بتلا دیا جاوے

کرا و سپر اپنے نفسونکا تجربہ کرلین وہ یہ ہے کہ مثلا اونکو دعوی محبت الٰہی کا ہے تو سوچین کہ ہم نے
خدا کی محبت کے باعث کونسی دنیا کی محبوب چیزین چھوڑ دی ہین اور خوف الٰہی کا جو دعوی ہے تو اس
خوف سے کونسی چیز ہم نے باز رہے ہین اور زہد کا جو دعوی ہے تو قدرت پاکر کونسی چیز خدا کیواسطے
ترک کی ہے اور خدا کے ساتھ انس کا دعوی ہے تو بتاوین کہ تنہائی کبھی اچھی معلوم ہوئی ہے اور
خلق کے دیکھنے سے نفرت ہوئی ہے ان امور مین سے کچھ بھی نہین ہوا ایا کہ جب مریدون کو حلقہ باندھے
گرد و بیٹھے دیکھتے ہین تو دل مین حلاوت کامل پاتے ہین اور اگر تنہا ہو کر خدا کے واسطے بیٹھین تو وحشت
ہوتی ہے اب ہم پوچھتے ہین کہ کہین محب کو اپنے محبوب سے بھی وحشت ہوتی ہے اور اوسکے سوا
دوسرون سے الفت حاصل یہ کہ دانا لوگ تو اپنے نفسون کا امتحان ان صفات سے کرتے ہین اور
طالب صفات حقیقی کے ہوتے ہین یہ نہین کہ صرف ظاہر کی بناوٹ پر قانع ہو جاوین بلکہ خدا سے عہد مستحکم
کرتے ہین اور ظاہر و باطن یکسان کرتے ہین اور جو لوگ مغالطے مین ہین وہ اپنے نفسون کو اچھا
جانتے ہین مگر قیامت کو حال کھلے گا تب فضیحت ہونگے بلکہ دوزخ مین ڈالے جاوینگے اور انکی انتڑین
نکل پڑینگی اور انکو اسی طرح چکر دینگے جیسا گدھا چکی پھراتا ہے چنانچہ اس
مضمون کی حدیث اوپر گذری اور یہ حال اسلیئے ہوگا کہ خود فضیحت و دیگرے را نصیحت کو اپنا دستور العمل
کیا تھا اور وجہ ان لوگون کے مغالطے کی یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے دلون مین کسیقدر حصول ان اشیا یعنی
محبت و خوف خدا اور رضا بالقضا کے پاتے ہین اور پھر اون امور مین منازل عالیہ کے بیان کرنے کی
قوت بیانیہ انمین ہوتی ہے تو انکو یہی گمان ہوتا ہے کہ ہم جو مدارج محبت و خوف الٰہی کے بیان
کرسکتے ہین اور ہمکو خدای تعالی نے انکا علم دیا ہے اور لوگون کو ہمارے کہنے سے نفع ہوتا ہے
یہ سب اسی جہت سے ہین کہ ہم ان اوصاف سے موصوف ہین اور اونھون نے یہ نہ سمجھا کہ بیان
کلام کا ہوتا ہے اور کلام معرفت اور زبان کے جاری ہونے سے ہوتا ہے اور معرفت سیکھنے سے
ہوتی ہے تو ان باتون مین سے کسی سے یہ نہین لازم آتا کہ یہ بولنے والا اون صفات کے ساتھ
موصوف بھی ہو لوگ علماء مسلمانون مین اور ہر طرح کے عالم مین کیا فرق ہے محبت و خوف نہ اونمین ہے
نہ انمین صرف قدرت بیانی البتہ اس عالم مین ہے اوس سے کام نہین چلتا بلکہ کیا عجب ہے کہ اس قدرت کی
باعث زیادہ تر یہ خوف ہوا اور خلق کیطرف مین ظاہر کرنے اور دل مین محبت الٰہی برائے نام رہجاوے اوسکی
مثال ایسی ہے جیسے کوئی بیمار مرض کو اور دوا کو اور صحت اور شفا کو بہت فصاحت سے بیان کرسکے
مگر وہ مرض ہے مرض نہ کرسکین اور نہ اسباب و علامات صحت و مرض کے اور نہ درجات وجہ علاج

مرض اور دوا کے بیان کر سکین یہ سب کچھ کہہ سکتا ہے تو اس کہنے سے بیماری مین کیا فرق ہوگا
جیسے او بیمار ہین ویسا ہی یہ بھی ہے فرق صرف علم مین ہے کہ اصطلاحات طبی سے واقف ہے
پس صرف ہمت کی تعریف جانکر اپنے آپ کو تندرست سمجھنا عین جہالت ہے اسیطرح محبت و
خوف الہی اور توکل اور زہد اور سب صفات کا جاننا اور چیز ہے اور اونکے ساتھ متصف ہونا اور چیز
جوان دونون کو ایک سمجھے وہ بڑی غلطی مین ہے۔ یہ حال اون واعظون کا ہے جنکے بیان مین کچھ
عیب نہین یعنی طریق اونکے وعظ کا ایسا ہی ہو جیسا قرآن وحدیث اور حضرت حسن بصری رح وغیرہم کے
وعظ کا ڈھنگ ہے اور ایک فرقہ اور ہے جنھون نے وعظ کے طریق واجبی سے عدول کیا ہے
اور اب کے سب واعظ اسیطرح کے ہین شاید شاذ و نادر جنکو خدا تعالی نے بچایا ہو ایسے نہون مگر ہم کسیکو
نہین جانتے شاید اطراف بلاد مین کہین ہون اس قسم کے واعظون کا یہ دستور ہے کہ لوگون کو اجنبی بات
سنانے کے واسطے بہت سی جھوٹی سچی باتین بے سر وپا اور ایسے کلمات جو قانون عقل و شرع سے خارج
ہون بیان کرتے ہین اور بعض لوگ الفاظ مزین اور مسجع کہتے ہین اور دلیل مین اشعار وصال اور
فراق کے پڑھتے ہین اس غرض سے کہ اونکی وعظ مین لوگ بہت سا چیخین اور حال کرین گو اغراض
فاسد ہی کے لیے ہو تو ایسے لوگ انسانون مین شیطان ہین خود بھی گمراہ ہوے اور اورونکو بھی گمراہ کیا
سیدھا رستہ چھوڑ دیا پہلے فرقے نے گو اپنی نفسونکی اصلاح نہکی تھی مگر دوسرونکی اصلاح کی تھی وعظ اور کلام صحیح بیان
کیا تھا یہ لوگ تو خلق کی راہ مارتے ہین کہ اونکو بھی اللہ پر مغرور کیے دیتے ہین اور اسکا نام رجا بتلاتے ہین
اونکے وعظ سے خلق کو زیادہ تر جرات گناہون کی ہوتی ہے اور دنیا کی رغبت بڑھتی ہے خصوص
اوس حال مین کہ واعظ اچھے کپڑے اور سواری وغیرہ سے آراستہ ہو کیونکہ اس صورت مین اسکی
ہیئت سراپا دلیل ہے اس بات کی کہ شدت سے حرص دنیاوی رکھتا ہے تو یہ مغرور جتنی خرابی اپنی وعظ
سے کرتا ہے وہ اصلاح کی نسبت زیادہ ہے بلکہ تامل سے دیکھو تو اصلاح کچھ بھی نہین بہتون کو گمراہ ہی کرتا ہے
اور وجہ اسکے مغرور ہونے کی ظاہر ہے اور ایک فرقہ اور ہے جو صرف زاہدون کے کلام اور اونکے
اقوال مذمت دنیا مین جو ہون اونکو یاد کر لیتے ہین اور بدون اونکے معنی سمجھنے کے اورونسے کہتے ہین
بعضے تو منبرون پر چڑھکر بیان کرتے ہین اور بعضے مسجدون مین اور بعضے بازارون مین اپنے
ساتھیون کو سناتے ہین اور اونمین سے ہر ایک کو یہی گمان ہے کہ جب ہم مین اور بازاریون اور
سپاہیون مین اتنا فرق ہو گیا کہ ہمکو یہ اقوال زاہدون اور اہل دین کے یاد ہین اور ان لوگون کو
نہین تو اس قدر سے ہمارا مطلب حاصل ہے اور مغفرت الہی ہمارے حال کے شامل اور عذاب اخروی سے

بھی مامون رہینگے گو اپنے ظاہر و باطن کو گناہ سے نہ بچاوین غرضکہ نجات کیواسطے انکے نزدیک یاد
کرنا کلام اہل دین کا کافی ہے اور اس فرقے کا غرور اس سے پہلے فرقے کی نسبت بھی ظاہر تر ہے
اور ایک فرقہ وہ ہے جو اپنے اوقات علم حدیث کے سننے اور بہت سی روایات کے جمع کرنے
اور اونچے اونچے اسناد کی جستجو کرنے مین بسر کرتے ہین ایسے عالم کی ہمت اسی مین مصروف رہتی ہے
کہ شہرون مین گشت کرے اور بہت سے محدثین سے ملاقات کرے تاکہ یہ کہہ سکے کہ مجھکو روایت
فلان فلان شخص سے پہنچی ہے اور جو سند میرے پاس ہے وہ اورون کے پاس نہین ان لوگون کا مغالطہ
کئی وجہ سے ہے ایک تو یہ کہ ان لوگون کا حال ایسا ہے جیسا کوئی کتابین اپنی بغل مین لیے پھرے
لیے پھرنے سے کچھ فائدہ نہین ہوجاتا اسیطرح یہ لوگ بھی معانی سنت کیطرف اپنی توجہ نہین کرتے
بجز نقل کے اور کچھ نہین جانتے اور یہ زعم رکھتے ہین کہ یہ کافی سمجھتے ہین حالانکہ انکا علم ناقص ہے
دوسری وجہ یہ کہ جب معانی حدیث کے نہ سمجھینگے تو اوسپر عمل کیسے کرینگے اور بعضی احادیث کو سمجھتے بھی
ہین اور عمل نہین کرتے تیسری وجہ یہ کہ اس بہانے سے وہ علم جو اونپر فرض عین ہے یعنی معرفت علاج
قلب کی اوسکو چھوڑ دیتے ہین اور سندون کی کثرت کرنے اور اونمین سے اونچی سند کی تحصیل مین
مصروف رہتے ہین حالانکہ انمین سے اونکو کسی چیز کی حاجت نہین چوتھی وجہ جسپر کہ اس زمانے کے
لوگ کرتے ہین یہ ہے کہ حدیث شریف کے سننے کے لیے جو جو شرط چاہیے اوسکو بھی بجا نہین لاتے
اور یہ امر ضروری ہے اسواسطے کہ صرف سننے سے اور کوئی فائدہ نہین تو الفاظ حدیث کے
معین ہونے کا تو فائدہ ہے جب الفاظ معین ہوجاوین تب اوسکے معنی سمجھ مین آتے ہین اور
سمجھنے کے بعد عمل ہوتا ہے اسیطرح بترتیب پانچ چیزین ہوتی ہین اول سننا پھر سمجھنا پھر یاد کرنا پھر عمل کرنا
پھر اوسکو دوسرون مین منتشر کرنا ان لوگون نے ان پانچ باتون مین سے صرف سننے پر قناعت کی
اور سننا بھی جیسا چاہیے ویسا نہ کیا مثلاً کوئی لڑکا کسی شیخ کی مجلس مین حاضر ہوکر حالانکہ وقت
ہو رہا ہے اور استاد تو سوتے ہین لڑکا جو اسی مین مصروف ہے باوجود اسکے اوسی لڑکے کی
سند حدیث کے سننے کی ملجاتی ہے جب وہ بڑا ہوتا ہے تو اس بات کے درپے ہوتا ہے کہ کوئی سمجھنے کیلئے اسکے
اور اگر کوئی بالغ مجلس حدیث مین جاتا ہے تو وہ بھی اکثر غافل ہوکر کان نہین دھرتا خواہ باتین کرنے لگتا ہے
یا لکھنے مین مشغول ہوتا ہے یہانتک کہ استاد جو حدیث بیان کر رہا تھا اگر کچھ الفاظ مین تغیر بھی
کر دے تو اسکو خبر بھی نہو اور نہ اوسکو پہچانے اور یہ سب باتین غرور وجہالت کی ہین اسلیے کہ اصل حدیث
کے باب مین یہ ہے کہ اوسکو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے اور جیسا سنے ویسا یاد رکھے اوسیطرح

یاد ہوا اوسیطرح روایت کرے یعنی روایت بعد حفظ کے ہوتی ہے اور حفظ بعد سننے کے اور اگر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے سننا نہو سکے تو صحابہ یا تابعین سے سنے انسے سننا بھی ایسا ہے جیسا آنحضرت
سے یعنی غرض سننے سے یاد کرنا ہے تاکہ جون کی تون دوسرون سے بیان کرے اور یاد کرنا بھی اوسی
طور پر ہو کہ جیسا سنا ویسا ہی یاد کیا یہان تک ایک حرف کی تبدیل نہونے پاوے اور اگر کوئی شخص دوسرا
اوسمین کچھ تبدیل کرے یا خطا کرے تو حفظ کرنے والے کو اوسکی غلطی معلوم ہو جاوے پھر حفظ حدیث
کے دو طریق ہین ایک تو یہ کہ دل ہی دل مین ہمیشہ یاد کرے اور دوہرایا کرے جیسے اپنے اوپر روزمرہ
کے حالات مین کان پڑی باتین یاد کر لیتے ہین دوسرے یہ کہ جیسا سنے ویسا لکھ لیوے اور نہایت
صحت کے ساتھ لکھے اور اس نوشتے کی حفاظت کرے کہ کسی دوسرے کا ہاتھ اسکو نہ لگے اور حفاظت
خواہ اپنے ساتھ رکھنے سے یا اپنی تحویل مین رکھنے سے کرے کیونکہ اگر دوسرے کے ہاتھ وہ کتاب
پڑیگی کیا عجب ہے کہ اوسمین کچھ تغیر ہو جاوے اور چونکہ خود اوسکی حفاظت نہین کی تھی تو یہ معلوم بھی
نہوگا کہ کسی دوسرے نے اسمین کچھ بدل دیا غرضکہ حفظ حدیث کی یہی دو صورتین ہین یا تو دل مین
محفوظ ہو یا کتاب مین لکھی ہوئی ہو کہ جب اوسکو دیکھین تو جو کچھ استاد سے سنا ہے اوسکا دھیان
آجاوے اور اوسمین تبدیل و تحریف کا خوف نرہے پس جب صورتین کہ مثلاً تم نے حدیث نہ دل مین
یاد کی نہ کتاب مین لکھی اور صرف ایک مبہم آواز کان مین ڈالکر استاد کے پاس سے مفارقت کی اور
اتفاقاً اوسی استاد کی وہی کتاب حدیث مین نظر پڑی جسمین احتمال ہے کہ شاید کچھ تبدیل ہو گئی ہو یا
جیسا روایت سنی ہو اوسمین دوسری طرح ہو تو تم یہ نہین کہہ سکتے کہ ہمنے یہ کتاب استاد سے
پڑھی ہے کیونکہ تمکو یہ تو معلوم ہی نہین کہ جو کچھ تم نے سنا ہے وہ اس کتاب کے موافق ہے یا مخالف
شاید تمھارا سننا اوس سے ایک ہی دو کلمے مین مختلف ہو بہر صورت تمھارے پاس کوئی قطعی دلیل
نہین جس سے اختلاف پہچان سکو یا قطعی پڑھنا ثابت کرو کیونکہ نہ خود تمکو دل مین یاد ہے نہ تم نے
استاد کا مقولہ صحیح صحیح لکھ رکھا ہے تو بدون ان دونون باتون کے کیسے کہہ سکتے ہو کہ مین نے
بھی سنا ہے حالانکہ خدا تعالے فرماتا ہے وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ اس سے معلوم ہوا
کہ جو لوگ اس زمانے مین مدعی ہین کہ ہمنے فلانی کتاب مین فلان استاد سے پڑھی ہے اگر اونمین یہ
شرط مذکورہ بالا موجود نہین تو اونکا دعوی محض بے ثبوت ہے اور کمتر درجہ سننے کی شرط کا یہ ہے کہ تمام
کمال کتاب کان پر ایسی طرح گذرے جو کچھ یاد بھی ہوتی جاوے کہ اگر بالفرض اوسمین کچھ تبدیل
ہو تو فوراً معلوم کر لے اور جب یہ صورت جواز کی نکلی کہ خواہ لڑکا ہو یا غافل یا سوتا یا اونگھتا

سب کے سب پڑھنے مین داخل گنے جاوین تو یہ بھی درست ہونا چاہیے کہ اگر کوئی شیرخوار یا مجنون
مجلس حدیث مین ہو تو اوسکا سننا بھی معتبر چاہیے بالغ ہونے کے بعد خواہ ہوش مین آنے کے بعد پیچھے
اوسنے اور لوگ سند کرین حالانکہ یہ امر سب کے نزدیک ناجائز ہے اسکا جواب اگر کوئی یہ دے کہ شیرخوار
تو بات کو نہین سمجھتا ہے اور نہ یاد کرتا ہے اسلیے اوسکا سننا بھی معتبر نہین تو ہم کہتے ہین کہ جو لڑکا
کھیل رہا ہے اور غافل آدمی جو لکھنے مین مشغول ہے وہ کب سمجھتا اور یاد کرتا ہے اور اگر کوئی جاہل جرات
کرکے کہے کہ شیرخوار لڑکے کا سننا بھی جائز ہے تو اوسکے الزام کو کہنا چاہیے کہ پیٹ کے بچے کا
سننا بھی معتبر ہونا چاہیے اور اگر وہ یہ فرق نکالے کہ پیٹ کا بچہ آواز نہین سنتا اور شیرخوار سنتا ہی
تو یہ فرق مفید نہین ہے اسواسطے کہ غرض تو بیان حدیث سے ہے کچھ آواز کے سننے سے نہین
دوسرے دن سے جب کہیگا جب حدیث نقل کریگا آواز کی سماعت سے کچھ سروکار نہین اسطرح کی
سننے والے کو چاہیے کہ جب بالغ ہو تو اتنی ہی بات کہے کہ مین نے بڑا ہوکر یون سنا ہے کہ لڑکپن مین
ایک ایسی مجلس مین حاضر ہوا تھا جسمین حدیث ہوا کرتی تھی اور اوسکی آواز مجکو پہنچتی تھی مگر مین نہین
جانتا کہ وہ کیا تھی تو ہمین تو شک نہین کہ سب کے نزدیک اسطرح کی روایت ناجائز ہے اور جو بقدر اسمین
کچھ زیادتی کریگا وہ صریح جھوٹ ہوگا۔ اور اگر بالفرض کسی ترکی شخص کا حدیث سننا جائز ہو جو عربی سے
محض ناواقف ہے تب البتہ سننا طفل شیرخوار کا بھی معتبر ہو سکتا ہے کہ صوت بہم دونون کو پہنچتی ہے
اور یہ نہایت جہل ہے علاوہ اسکے ماخذ سماع کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آپ فرماتے ہین ح
نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَءًا سَمِعَ مَقَالَتِي فَوَعَاهَا فَأَدَّاهَا كَمَا سَمِعَهَا اب ہم پوچھتے ہین کہ جس شخص کو یہ خبر نہین
کہ کیا سنا ہے وہ ادا کسطرح کریگا اس سے معلوم ہوا کہ یہ بڑی غلطی ہے اور ہمین اسمین ماننے سے لوگ
مبتلا ہین اگر لوگ احتیاط اور جستجو کرین تو ایسے ہی شیخ ملینگے جنہون نے لڑکپن مین ایسی ہی غفلت کے
ساتھ حدیث کو سنا ہوگا مگر چونکہ محدثین کو جاہ و قبول اسمین حاصل ہے اسواسطے بیچارون کو یہ ڈر ہے
کہ سننے مین یہ شرط لگانے سے کہین حلقہ کم نہو جاوے اور جاہ مین خلل پڑے اور نیز وہ حدیثین جو اس
شرط سے سنی ہونگی وہ بھی کم ہو جاوینگی بلکہ کیا عجب ہے کہ اسطرح کی کوئی بھی نہ نکلے تو فضیحت ہونا پڑے
اسواسطے یہ اصطلاح ٹھہرالی کہ حدیث کے سننے مین صرف یہی شرط ہے کہ آواز سنے گو نہ سمجھا ہو کہ اسمین
کیا بیان ہے حالانکہ اس باب مین اونکا قول معتبر نہین کیونکہ سماع کی تعریف داخل اونکے علم مین نہین
یہ امر متعلق علماے اصول فقہ سے ہے ہمنے جو شرائط لکھے ہین وہ اصول فقہ کے قانون کے موجب صحیح ہین
غرض یہ کہ ان لوگون کا مغالطہ یہ ہے اور اگر بالفرض احادیث کو شرائط کے ساتھ ہی سیکھین تب بھی

ح ١ [illegible] اصحاب سنن و ابن حبان بروایت زید بن ثابت و ترمذی و ابن ماجہ بروایت ابن مسعود

مغرور ہین اسلیے کہ صرف حدیث کی نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہین اور روایات کے جمع کرنے مین
عمر ضائع ایک ضروریات دین او معرفت معانی حدیث سے غافل رہتے ہین یہ نہین سمجھتے کہ مقصود علم
حدیث سے بھی سلوک راہ آخرت ہے اور کیا عجب ہے کہ اسکے لیے ایک ہی حدیث عمر بھر کو کافی ہو چنانچہ
بعض اکابر سے مروی ہے کہ وہ ایک مجلس حدیث مین حاضر ہوے اول حدیث جو شیخ نے پڑھی یہ تھی
مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُہٗ مَالَا یَعْنِیْہِ وہ بزرگ اس حدیث کو سنکر اوٹھ کھڑے ہوے اور کہا کہ
مجھے اسیقدر کافی ہے پہلے اتنا ہولون تو دوسری سنونگا پس جو لوگ غرور سے بچا گئے ہین اونکا سننا
ایسا ہوتا ہے اور ایک فرقہ اور ہے جو علم نحو اور شعر اور لغت مین مشغول ہو کر مغالطے مین پڑے اور
اپنی دہشت مین مغرور ہین اور دلیل پیش کرتے ہین کہ دین کا مدار کتاب اللہ اور حدیث پر ہے اور ان
دونون کا مدار علم لغت اور نحو پر ہے اسیوجہ سے اپنی عمر دقائق نحو اور فن شعر اور معرفت لغت مین
تلف کرتے ہین اور اونکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی اپنی تمام عمر خوشخطی کی تحصیل مین ضائع کرے اور
کہے کہ علوم چونکہ بدون لکھے یاد نہین رہتے اسواسطے لکھنا اچھی طرح سیکھنا اور خوشخط ہونا ضروری ہے اور
اگر عقل ہو جانے کہ اصل خط اور املا ضروریکا سیکھنا کافی ہے اسقدر چاہیے کہ پڑھا جاے اور زیادہ مقدار کافی سے
تجاوز کرنا ہے اسیطرح ادیب بھی اگر تامل کرے تو جان لے کہ لغت عربی مثل لغت ترکی کے ہے جو
اپنی عمر لغت عربی کی تحقیق مین ضائع کرے وہ ایسا ہے جیسے وہ شخص جو لغت ترکی خواہ ہندی
کی تحقیق مین تلف کرے فرق صرف اتنا ہے کہ احکام شریعت زبان عربی مین ہین تو عربی کے
لغت کا اتنا ہی علم کافی ہے جس سے احادیث و قرآن کے الفاظ معلوم ہو جاوین اور اسیقدر نحو کا
سیکھنا بھی کافی ہے جس سے حدیث و قرآن کے معنی کو تعلق ہو الا اگر اوسمین اتنا تعمق و مشغولی
کرے کہ کسی حد پر بس نکرے تو محض فضول ہے جسکی کچھ حاجت نہین - پھر اگر انھین علوم پر اکتفا کرکے
معانی و احکام شرعی سے باز رہے اور عمل نہ کرے تو شدت سے مغرور ہے اور اوسکی مثال ایسی ہے
جیسے کوئی شخص اپنی عمر صرف قرآن کے مخارج حروف کی تصحیح مین بسر کرنے اور اسی پر کفایت
کرے تو ظاہر ہے کہ یہ غلطی ہی ہے اسلیے کہ مقصود حروف سے معانی ہین حروف بمنزلہ ظروف اور
آلہ کے ہین پس جس شخص کو دفع صفرا کے لیے سکنجبین پینے کی حاجت ہو اور وہ اپنی عمر اوس پیالہ
کی درستی مین صرف کرے جسمین پینا منظور ہے تو ایسا شخص مغرور و جاہل ہے اسیطرح اہل نحو اور
لغت دانون اور ادیبون اور قاریون کا غرور سمجھنا چاہیے اگر وہ ان علوم مین ایسے مستغرق ہون
کہ جو علوم اونپر فرض عین ہین اونکو نہ سیکھین خلاصہ یہ کہ سب مین عمدہ مغز تو عمل ہے اور عمل کا جاننا

بمنزلہ پوست کے ہے اور یہ بھی باعتبار اور چیز کے جو اسکے اوپر ہے مغز ہے یعنی معرفت عمل کے اوپر کا پوست الفاظ کا سننا اور بعد اوسیطرح یاد کرنا ہے اور یہ بھی باعتبار اپنے اوپر کی چیز کی مغز ہے اور اپنے اندر کی چیز کے پوست ہے اسکے اوپر کی چیز معرفت علم لغت و نحو ہے اور سب سے اوپر کا پوست مخارج حروف ہین اور جو شخص کہ ان پوستون مین سے کسی پر قانع ہے وہ مغرور ہے لیکن اگر ان پوستون کو ذریعہ اور سیڑھی نیل مرام کی سمجھے اور ہر ڈنڈے پر بقدر حاجت چڑھکر آگے بڑھجاوے یہان تک کہ مغز عمل اور اصل مقصود کو پہونچ جاوے تو ایسا شخص اپنے دل اور جوارح سے واقع مین حقیقت عمل کا طالب ہے اور نفس سے بھی یہی کام لیتا ہے اور اعمال کی درستی اور اونکو آمیزش آفات سے صاف کرنے مین عمر بسر کرتا ہے اور تمام علوم شرعیہ مین مخدوم اور مقصود بھی یہی بات ہے اور سب علوم اوسکے خادم اور وسیلے اور پوست اور منازل ہین اور جو شخص مقصد تک نہین پہونچا وہ نقصان مین ہے خواہ پاس کی منزل مین ہو یا دور کی اور چونکہ یہ علوم متعلق علوم شرعیہ کے ہین اسواسطے جو انکو سیکھتا ہے اوسکو مغالطہ ہوجاتا ہے مگر علم طب اور حساب اور دوسرے علوم جو علوم شرعیہ سے بظاہر متعلق معلوم نہین ہوتے تو اونکے عالمون کو یہ اعتقاد تو نہین ہوتا کہ انسے ہماری مغفرت ہوگی کیونکہ ہمنے علم سیکھا ہے اسی نظر سے ایسے علوم سے غرور بھی کمتر ہوتا ہے بہ نسبت اوس غرور کے جو علوم شرعی کی تحصیل سے ہوتا ہے اسلیے کہ علوم شرعی اچھے بھی ہوتے ہین جیسے پوست مغز کی شرکت مین اچھا کہا جاتا ہے لیکن عمدہ تر بالذات وہی ہے جو سب سے اعلی ہے اور دوسرے کو جو اچھا کہتے ہین تو اسوجہ سے کہ اوسکے سبب سے اول قسم تک پہونچ سکتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ جو کوئی پوست ہی کو مقصود سمجھکر اوسمین نفوس حاصل کرنے وہ مغرور ہے اور ایک فرقہ اور ہے جو فن فقہ مین بڑا مغالطہ کھاتے ہین وہ یہ گمان کرتے ہین کہ جو کچھ پیشگاہ قاضی سے حکم ہوتا ہے ویسا ہی حکم خدای تعالی کے یہان بھی ہوگا اسی لحاظ سے لوگون کے حق ندینے کے لیے حیلے بناتے اور الفاظ مبہم کی بڑی بڑی تاویلین کرین اور ظاہر نصوص پر فریفتہ ہوکر اوسمین غلطیان کرین اور یہ امر از قبیل غلط فی الفتوی ہے جو اکثر واقع ہوتی ہے مگر یہ قسم ایسی ہے کہ سوای دانا ؤن کے اور سب پر چھپی ہے ہم انکی توہمات کی کچھ مثالین لکھ دیتے ہین مثلا یہ لوگ فتوے دیتے ہین کہ اگر کوئی عورت اپنے شوہر کو مہر معاف کر دے تو شوہر پر خدا کے یہان بھی مواخذہ نہوگا حالانکہ یہ کلیہ غلط ہے کیونکہ بعض اوقات شوہر اپنی منکوحہ سے برائی کرتا ہے یہان تک کہ وہ سب باتون مین تنگ ہوکر اوسکی بد خلقی سے نجات چاہتی کیونکہ

اوسکو مہر معاف کردیتی ہے کہ کسیطرح عذاب سے چھٹی پاون تو اگرچہ اوسنے معاف تو کردیا مگر
بخوشی خاطر معاف نہین کیا اور خدای تعالی فرماتا ہے فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ هَنِيئًا مَرِيئًا
معلوم ہوا کہ نفس کی رضامندی معاف کرنے مین شرط ہے اور یہ کچھ ضرور نہین کہ جو بات آدمی
دل سے کرے اوسمین نفس راضی بھی ہو مثلاً دل سے خون نکلوانا چاہتا ہے لیکن نفس کو برا معلوم ہوتا ہے
اسیطرح عورت کے معاف کرنے مین رضامندی نفس کی جب ہوتی کہ کوئی ضرورت معاف
کرنے کی مقابل ہوتی اور یہ صورت کہ جب دو باتون مین اوسکو تردد ہوا تو آسان بات کو اختیار
کرلیا یہ واقع مین ڈانڈ ہے کہ اپنے نفس پر جبر کرلیا ہان اتنی بات ہے کہ دنیا کا قاضی دلون کے
حال کو اور غرض کو نہین جان سکتا اسیلیے ظاہر کے معاف کرنے کو دیکھتا ہے اور عورت بیاہ مین
کوئی زبردستی نہین ہوئی اور باطن کے جبر پر خلق کو اطلاع نہین لیکن جب قاضی اکبر خداوند کریم
قیامت کے میدان مین حکم کے واسطے درپیش ہوگا اوسوقت یہ امر محسوب و مفید نہ پڑیگا اسیطرح
جائز نہین کہ کسی انسان کا مال بدون رضای نفس لیا جاوے پس اگر کوئی شخص کسی دوسرے سے
مجمع مین کچھ مانگے اور وہ دوسرا لوگون کی شرم کے مارے دینے سے انکار نکرسکے اور اوسکی دلی
یہ ہو کہ اگر یہ شخص تنہائی مین مانگتا تو دینا نہ پڑتا لیکن لوگون کی مذمت کا خوف اور مال کے جانے کا رنج
دونون موجود ہین اور نفس نے ان دونون مین متردد ہوکر دونون مین سے آسان کو اختیار کرلیا
یعنی رنج مال کے دینے کا آسان معلوم ہوا اسیکو اختیار کیا اور مال حوالہ کیا تو ہم پوچھتے ہین کہ اس مین
اور ڈانڈ مین کیا فرق ہے کیونکہ ڈانڈ مین یہی ہوتا ہے کہ اگر دل مال کے دینے مین پس و پیش کرے تو بدن
کو ضرب سے ایذا پہونچے تو بدن کی ایذا مال کی نسبت سخت معلوم ہوتی ہے اسواسطے مال دیدیا جاتا
اسیطرح یہان حیا اور ریا کا شبہہ ہوا اوس جگہ سوال کرنا گویا دل پر کوڑا لگانا ہے تو بہرحال اسمین
باطن کی ضرب ہے اور ڈانڈ مین ظاہر کی ضرب خدا کے نزدیک دونون مین کچھ فرق نہین وہان
باطن و ظاہر ایک ہین اور حاکم ظاہری صرف آدمی کے ظاہر قول ہبہ کو دیکھکر حکم مالک کا کردیتا ہے
اسلیے کہ اوسکو دل کا حال معلوم نہین اسیطرح اگر کوئی شخص اسوجہ سے کسیکو کچھ دیوے کہ اوسکی
زبان کی شرارت سے محفوظ رہے یا اوسکی چغلی سے بچا رہے تو یہ مال لینا حرام ہے اسطرح پر جو
مال لیا جاوے سب حرام ہے دیکھو حضرت داؤد علیہ السلام کے قصے مین کیا مذکور ہے کہ بعد اسکے
کہ خدای تعالی نے اونکا قصور معاف فرمایا اونھون نے عرض کیا کہ میرا معاملہ طرف ثانی سے کسطرح
بنیگا حکم ہوا کہ اوس سے معاف کرالے وہ شخص مرگیا تھا حکم ہوا کہ بیت المقدس کے تہ مین اوسکو

ف یعنی اگر وہ اوسکو کچھ چھوڑ دین تو بدن کی ... وہ لطف ...

پکارا آپ نے پکارا کہ ای ادریا اوسنے کہا کہ حاضر ہون ای نبی اللہ آپ نے مجکو جنت مین سے بلا لیا کیا
ارشاد ہو آپ نے فرمایا کہ مین نے تیرے ساتھ کچھ برائی کی ہے تو معاف کر دے اوسنے جواب دیا کہ
مین نے معاف کی آپ اسکی معافی کرنے پر تکیہ کر کے واپس گئے حضرت جبریل علیہ السلام نے
آپ سے پوچھا کہ آپ نے قصور کا ذکر بھی اوریا سے کیا تھا یا نہین آپنے فرمایا کہ نہین او نھون نے
کہا کہ اب پھر جا کر قصہ کو مفصل اوس سے کہو پھر آپ نے آکر اوسکو پکارا اوسنے جواب دیا کہ کیا ارشاد ہے
کہا کہ مین نے تیری کچھ خطا کی ہے اوسنے عرض کیا کہ مین نے اوسکو معاف نہین کر دی آپ نے فرمایا کہ تو ذرا
پوچھا تو ہوتا کہ وہ خطا کیا ہے اوسنے عرض کیا کہ آپ فرمائین وہ کونسا قصور ہے آپ نے تمام قصہ
اوسکی عورت کا سنایا پھر اوسکا جواب کچھ نہ آیا آپ نے فرمایا کہ ای ادریا تو جواب نہین دیتا اوسنے
عرض کیا کہ ای نبی اللہ ایسی حرکت انبیا نہین کرتے اور میرا اور آپکا معاملہ خدا کے سامنے نپٹیگا
حضرت داود علیہ السلام نے از سر نو رونا اور چیخنا شروع کیا یہان تک کہ خدای تعالی نے اونسے وعدہ کیا
کہ قیامت کو مین اوس سے قصور معاف کرا دونگا اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ بدون رضای
نفس بخشدینے کا کچھ اعتبار نہین اور یہ بھی معلوم ہوا کہ رضای نفس بدون بتلائے معلوم نہین ہوتی
تو اسیطرح معاف کرنے اور ہبہ مین بھی رضای نفس اچھی ہوگی جب انسان اپنے اختیار پر تنہا چھوڑ دیا جاے
اور اوسوقت خود اوسکے ذات مین سے باعث ہبہ وغیرہ کے پیدا ہون یہ نہین کہ حالت اضطرار مین
کوئی حیلہ یا الزام اسکا باعث ہو جاوے اور بعض فقہی حیلون مین سے یہ بھی ہے کہ جب مال پر سال
پورا ہونے کو ہو تو مرد اپنی زوجہ کو مال ہبہ کر دے اور جب اوسکی ملک پر سال گذرنے کو ہو تو وہ
شوہر کو بخش دے تاکہ زکاۃ نہ دینی پڑے ایسے حال مین فقیہ یہی حکم دینگے کہ زکوۃ ساقط ہوئی مگر ہم اونسے
یہ پوچھتے ہین کہ اگر تمھاری یہ غرض ہے کہ مطالبہ سلطان یا محصل زکوۃ کا نہ رہا تب تو یہ حکم درست ہے
اسواسطے کہ اونکی نظر ظاہر ملک پر ہے اور وہ جاتی رہی اور اگر یہ غرض ہے کہ وہ شخص قیامت کی باز پرس
سے بھی بچ رہیگا اور اسکا حال ایسا ہوگا کہ گویا مالدار ہوا ہی نہ تھا یا جیسا کوئی بیع و شرا نہ بطور تجارت
کرے تو اس صورت مین کمال ہی درجے کی ناواقفیت فقہ دینی اور سر زکوۃ سے ہے کیونکہ زکوۃ
اسیواسطے دیتے ہین کہ آدمی کی طبیعت سے بخل جاتا رہے اسلیے کہ بخل ایک مہلک چیز ہے چنانچہ
حدیث شریف مین ہے تین مہلک چیزون مین بخل مطاع بھی داخل ہے اور صورت مفروضہ مین اوس شخص کا
فعل موجب بخل کی اطاعت کا ہے کہ پہلے سے ایسا نہ تھا پس جس چیز کو اسنے باعث اپنی نجات کا
سمجھا کہ زکوۃ نہین پڑتی وہی باعث اسکی بربادی کا ہوا خدای تعالی کو اسکی دلی حال معلوم ہے

کہ مال کی محبت وحرص رکھتا ہے اور حرص مین اس درجے کو پہونچ گیا کہ بخل کے دور کرنے کے لیے
حیلے ڈھونڈھتا ہے یہی جہالت وغرور ہے اور ایک توہم ان فقہا کا یہ ہے کہ خدا تعالی نے نفقہ
وغیرہ کے مصالح کیواسطے بقدر حاجت مال کو مباح فرمایا ہے مگر یہ لوگ حاجت مین اور شہوات اور
تمنا وفضول مین فرق نہین کرتے جس چیز سے اپنی رعونت کامل ہوتی دیکھتے ہین اوسکو حاجت سمجھتے ہین
حالانکہ یہ انکی غلطی ہے بلکہ دنیا جو بندونکی حاجت کیواسطے مخلوق ہوئی ہے اوسکے یہ معنی ہین کہ جسقدر
عبادت اور سلوک راہ خدا مین کام آوے اوسقدر اونکو مباح ہے پس جسقدر سے آدمی دین اور عبادت مین
استعانت لے تو وہ حاجت مین داخل ہوگی اور اوسکے سوا سب فضول و شہوت کہلاویگی خلاصہ
یہ کہ فقہا کی اسطرح کے توہمات اگر ہم ذکر کرین تو اونکے واسطے دفتر چاہیے ہمنے تفصیل کو طول سمجھکر
صرف مشتے نمونہ ازخروارے چند مثالین لکھدین جنسے معلوم ہو کہ انکے توہمات اس قسم کے ہوتی ہین

دوسری فصل ارباب عبادت وعمل کے غرور مین یہ لوگ بھی چند فرقے ہین بعضونکو نماز مین
اور بعضون کو تلاوت قرآن مجید مین اور بعضون کو حج مین بعضون کو جہاد مین بعضون کو زہد مین
مغالطہ ہوتا ہے اسطرح جو شخص جو عمل کرتا ہے وہ اوسمین خالی غرور سے نہین البتہ دانا آدمی
مغالطہ نہین کھاتے لیکن ایسے لوگ کمتر ہین غرضکہ انمین ایک قسم ایسا ہے جو فرائض کو چھوڑکر
نوافل ومستحبات مین مشغول ہوتے ہین اور کبھی مستحبات مین ایسا مستغرق ہوتے ہین کہ نوبت افراط
واسراف کی پہونچ جاتی ہے مثلاً بعضے لوگون پر وضو مین وسوسہ غالب ہوجاتا ہے تو اوسمین حد سے
زیادہ مبالغہ کرتے ہین یہانتک کہ جو پانی شریعت کی رو سے پاک ہو اوسمین بھی انکو خلجان
رہتا ہے اور دور دراز احتمالات نجاست کو قریب تصور کرتے ہین اور اکل حلال کا ذکر آوے
تو اوسکے احتمالات قریب کو بھی بعید جانتے ہین بلکہ بعض اوقات حرام محض کھا لیتے ہین حالانکہ
اگر پانی کی احتیاط کو کھانے مین استعمال کرتے تو صحابہ رض کی سیرت سے زیادہ مشابہ ہوتے
جیسا کہ حضرت عمر رض کے حال مین بیان ہے کہ آپنے ایک نصرانی عورت کے گھڑے کے پانی سے وضو
کر لیا باوجودیکہ احتمال نجاست ظاہر ہے لیکن کھانے مین اتنی احتیاط تھی کہ بہت سی حلال چیزین
بھی چھوڑ دیتے تھے اس خوف سے کہ حرام مین مبتلا نہون پھر ان لوگون مین سے بعض اشخاص
پانی بہانے مین اسراف کرتے ہین حالانکہ اوس سے ممانعت قطعی ہے اور بعضون کو اتنا وہم ہوتا ہے
کہ وضو ہی کرتے کرتے جماعت جاتی رہتی ہے خواہ وقت نکلجاتا ہے اور اگر وقت بھی رہی تب بھی انکی
غلطی مین کچھ شک نہین اسلیے کہ اول وقت نماز تو فوت ہوگیا اور اگر اول وقت بھی رہے تب بھی

پانی کے اسراف سے معذور ہوگا اور اسراف بھی نکرنے تو عمر سی عزیز تر چیز کو ایسی شے مین ضائع
کرنا جسمین بہت وسعت ہے تمام خیالی ہے مگر کیا کیا جاوے کہ شیطان لوگون کو بڑے عمدہ طریقے سے
عبادت سے باز رکھتا ہے اور جب تک کسی چیز کو عابد کے دل مین جما نہین دیتا کہ یہ عبادت ہے
تب تک اوسکی رہزنی نہین کرسکتا مگر اسطرح کے خیالات سے اونکو اللہ سے دور کرتا ہے اور ایک
فرقہ اور ہے جسپر نماز کی نیت مین شک غالب ہوتا ہے اوسکو شیطان اتنی مہلت نہین دیتا کہ نیت درست
کرے بلکہ اتنا پریشان کرتا ہے کہ یا جماعت جاتی رہے یا وقت نماز فوت ہوجاوے اور اگر تکبیر نماز کی
کہہ بھی لی تو ابھی تک صحت نیت مین تردد رہتا ہے اور کبھی اللہ اکبر کہتے مین وسوسہ کرتے ہین اتنا
کہ شدت احتیاط کے باعث الفاظ تکبیر کے بدلجاتے ہین شروع نماز مین تو یہ صورت ہوتی ہے پھر
تمام نماز مین غافل رہتے ہین دل کو حاضر نہین کرتے اور مغالطے سے جانتے ہین کہ یہ کچھ خدا کے
نزدیک اچھی بات ہے کہ اپنی جانون پر شروع نماز مین نیت درست کرنے کیلیے اتنی مشقت اوٹھاوین
اور ایک فرقہ اور ہے کہ اونپر وسوسہ حروف الحمد اور تمام وظائف کے مخارج کا غالب رہتا ہے وہ
ہمیشہ تشدید و مد اور ضاد اور ظا کے جدا کرنے اور تمام مخارج حروف کی تصحیح مین احتیاط کیا کرتے ہین
ساری نماز مین اسیکو ضروری جانکر اور چیز مین فکر ہی نہین کرتے معنی قرآن اور اوسکی نصیحتون اور
اسرار کے سمجھنے سے کچھ سروکار نہین رکھتے اور یہ بہت برا مغالطہ ہے اسلیے کہ خداے تعالی نے
خلق کو حکم تلاوت قرآن کا ایسی ہی طرح پر دیا ہے جیسے وہ لوگ روزمرہ گفتگو کرتے ہین پھر اونین
بناوٹ اور سد کرنے کی کہانسے آئی ان لوگون کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص کو ایک پیام دیا گیا
کہ بادشاہ کے حضور مین جاکر اسکو بجنس ادا کردینا اب یہ بادشاہ کے سامنے پہونچا تو پیام ادا کرنے
مین مخارج حروف کا خیال بہت سا کیا اور لفظون کو چبایا اور کئی کئی دفعہ کہنا شروع کیا اس
بات کی خبر نرکھی کہ پیام کا مضمون کیا تھا اور بادشاہون کے حضور رعایت آداب کسطرح ہوا کرتی ہے
تو ایسا شخص بجز اسکے کہ تادیب و سرزنش کراکر پاگل خانے مین بھجوا دیا جاوے اور کس بات کے لائق ہے
اور ایک فرقہ اور ہے جو قرآن پڑھنے مین مغالطہ کھاتے ہین گھاس ہی کاٹتے چلے جاتے ہین
اور بعض اوقات ایک دن مین ایک ختم کرتے ہین مگر زبان سے تو قرآن پڑھتے ہین اور دل مین
طرح طرح کی آرزوئین گذرتی ہین اسلیے کہ پڑھنے مین معانی کیطرف تو توجہ ہی نہین تاکہ اونکی زجر و توبیخ
اور عظ سے کچھ اثر دل مین ہو اور ان خیالات واہی سے بچے اور اوامر و نواہی پر توقف کرے
اور عبرت کے مضامین سے خوف پیدا ہو یا اور کوئی مقصود تلاوت جو باب تلاوت قرآن مین

بہتنے لکھے ہین اونمین سے کوئی حاصل ہوا اور اس پڑھنے پر پھر یہ گمان ہے کہ مقصود قرآن کے
اوتارنے سے یہی ہے کہ سینے مین گنگناہٹ اور سکار ہے معنی سمجھ مین نہ آوین تو نہ آوین اور اوسکی
مثال ایسی ہے جیسے کوئی آقا اپنے غلام کو ایک رقعہ لکھے اور حکم دے کہ فلان بات کرنا اور فلان بات کرنا
غلام نے اوس رقعے کے سمجھنے کیطرف اور اوسکے بموجب عمل کرنے پر توجہ نہ کی بلکہ اوس رقعے
یاد کرنے پر کفایت کی تو ظاہر ہے کہ اسنے عدول حکمی اپنے آقا کی کی مگر رقعے کو بہت نغمہ اور آواز
بلند سے دن مین سو دفعہ پڑھتا رہا تو بیشک یہ غلام سزاوار سزا ہوگا اور اگر اوسکو یہ گمان ہو کہ
یہ رقعہ اسیلیے آیا تھا تو صریح مغالطہ ہے ہان قرآن کی تلاوت سے یہ غرض ہوتی ہے کہ بھول نجاوے
یاد رہے اور حفظ سے یہ مقصود ہے کہ معنی پر غور ہو اور معنی سے یہ مراد ہے کہ اوسکے بموجب عمل کریں
اور فائدہ اوٹھاوے۔ اور بعض اوقات قاری کی آواز اچھی ہوتی ہے تو تلاوت سے لذت پاتا ہے
اور گمان کرتا ہے کہ یہ لذت مناجات الٰہی کی ہے اور اوسکے کلام سننے کی ہے حالانکہ یہ لذت
صرف آواز کی ہے اگر اسی درد سے اور کوئی شعر اور کلام پڑھیگا تب بھی وہی لذت ہوگی اور اسکو
مغالطہ اسی جہت سے ہوا کہ دل مین تامل نہ کیا کہ یہ لذت قرآن مجید کے حسن عبارت و معانی کی ہے
یا آواز کی اور ایک فرقہ اور ہے جو روزے پر فریفتہ ہین اور کبھی برابر روزے رکھتے ہین یا ایام
متبرک مین روزہ رکھتے ہین مگر اپنی زبانون کو غیبت سے اور دلون کو ریا سے اور پیٹ کو حرام سے
اور کلام کو بیہودگی سے نہین بچاتے دن بھر فضول بکتے رہتے ہین اور باوجود اسکے اپنے آپ کو
بہتر سمجھتے ہین جو بات فرض ہے اوسکو ادا نہین کرتے نفل کے طالب ہوکر اوسکو بھی جیسی چاہیے
ویسی نہین ادا کرتے اور یہ صریح دھوکا ہے اور ایک فرقہ اور ہے کہ حج پر مغرور ہین حج کرنے
جو جاتے ہین تو حقوق اور دیون لوگون کے نہین دیتے بے اجازت مان باپ کے اور بدون زاد
حلال کے نکل کھڑے ہوتے ہین اور کبھی یہ صورت فرض حج کے ادا کے بعد کرتے ہین راستے مین
نماز اور فرائض کو ضائع کرتے ہین اور کپڑے اور بدن کے پاک کرنے سے عاجز ہوتے ہین اور
لوگون پر چندہ سا ڈالتے جاتے ہین اور اتنا ہی راہ مین فحش اور جھگڑے سے پرہیز نہین کرتے
بعض لوگ مال حرام پیدا کرکے راستے مین رفیقون کو دیتے جاتے ہین اور غرض اس دینے سے
ریا اور شہرت ہوتی ہے انکے ذمہ دوہرا گناہ ہوتا ہے کہ اول تو حرام سے پیدا کیا دوسرے ریا مین
خرچ کیا پھر گھر پہنچ آتے ہین تو دل مین صفات ذمیمہ اور اخلاق بد کا خزانہ ہوتا ہے پہلی حج
کرنے سے اونکو دور نہین کرلیتے اور باینہمہ اسکو بہتر سمجھتے ہین حالانکہ یہ صریح مغالطہ ہے

اور ایک فرقہ اور ہے جو اپنے ذمے کام محتسب کا لے لیتے ہین اور لوگون کو امر معروف اور نہی منکر
کرتے ہین مگر اپنے نفس سے غافل ہوتے ہین جب کسیکو خیر کیواسطے کہتے ہین تو سختی اور درشتی اور
ریاست کے طور پر کہتے ہین اور اگر خود اونسے ارتکاب کسی امر بد کا ہو جاوے اور کوئی شخص اعتراض
کرے تو غصہ ہو کر کہتے ہین کہ ہم محتسب ہین ہمارے اوپر اعتراض کرتے ہو اور بعضون کا یہ دستور
ہوتا ہے کہ اپنی مسجد مین لوگون کو بلاتے ہین اور جو کوئی دیر کر آتا ہے اوسکو سخت سست کہتے ہین
اور اس سے غرض ریا و ریاست ہوتی ہے اور اگر مسجد کی خدمت کا کوئی دوسرا شخص کفیل ہو جاوے
تو اوسپر خفا ہونے لگتے ہین بلکہ بعض اشخاص خود اذان کہتے ہین اور جانتے ہین کہ ہم خدا کیواسطے
اذان کہتے ہین لیکن اگر کوئی دوسرا شخص اونکے پیچھے اگر اذان کہدے تو اوسپر قیامت ٹوٹ پڑے اور
کہین کہ ہمارا حق تو نے کیون لیا اور ہمارے ثواب مین کیون خلل دیا اسیطرح بعض اوقات کفالت امامت
کرتے ہین اور اوسکو بہتر سمجھتے ہین حالانکہ غرض یہ ہوتی ہے کہ کوئی یون کہے کہ مسجد کے امام ہین اسکی
علامت اگر کوئی غیر شخص جو اونکی نسبت متقی اور عالم ہو امامت کے لیے بڑھ جاوے تو اونکو برا معلوم
ہوتا ہے اور ایک فرقہ اور ہے کہ وہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ مین جا رہتے ہین اور اسی دھوکے مین
پڑ جاتے ہین نہ اپنے دلون کو دیکھتے ہین نہ اپنے ظاہر و باطن کو پاک کرتے ہین اونکے دل وطنون مین
پڑے ہوئے ہین اور ہر ایک روشناس سے اس قول کے سننے کے منتظر ہین کہ فلان شخص مکہ کا مجاور رہے
اور بعض دفعہ ایسا شخص خود ہی فخریہ کہتا ہے کہ مین اتنے برس مجاور مکہ رہا اور جب لوگون سے سنتا ہے
کہ یون کہنا برا ہے تو زبان سے فخر کو چھوڑ دیتا ہے مگر دل مین چاہتا رہتا ہے کہ لوگون کو حال معلوم
ہو جاوے پھر بھی مکہ معظمہ مین اسواسطے بیٹھتا ہے کہ لوگ اپنے ہاتھ کے میل مین سے کچھ اسکو دین
اور جب اسطرح کچھ پیدا کر لیتا ہے تو بخل کرتا ہے اور اوسکو نہین چاہتا کہ کسی فقیر کو ایک لقمہ بھی بطور
خیرات دیدے تو اس شخص مین ریا اور بخل اور طمع اور چند دوسرے مہلکات جمع ہو جاتے ہین
اگر مکہ کا مجاور نہوتا تو اونسے محفوظ رہتا لیکن محبت تعریف کی اور اس قول کی کہ کوئی کہے کہ مجاور مکہ
ہے ایسی دل پر سمائی کہ باوجود آلودہ ہونے کے ان رذائل مین مکہ کا پڑا رہنا منظور کیا تو ایسا شخص بھی
مغالطے مین پڑا ہے حاصل یہ کہ جو عمل خواہ عبادت ہے اوسمین بہت سے آفات ہین جو شخص کہ اوسکے
آفات کی راہون سے ناواقف ہے اور اوسپر اعتماد بہتری کا رکھتا ہے تو وہ واقع مین غلطی پر ہے اور
آفات کی راہون کی تفصیل بدون تمام ابواب اس کتاب کے معلوم نہین ہو سکتی مثلاً غرور نماز کی مداخل مفصل
باب نماز مین ملینگے اور حج اور زکوۃ اور تلاوت اور دوسرے عبادات مین غرور کی راہین اون ابواب مین

ملینگی جنمین ہمنے ان اشیا کا ذکر کیا ہے یہان غرض یہ ہے کہ مجمل اشارہ اون ابواب کیطرف ہو جائے اور ایک فرقہ اور ہے جو مال مین زہد کرتے ہین اور خوراک و پوشاک سے گھٹیا پر قناعت کرتے ہین اور کھنڈرون کی مسجدون مین جا رہتے ہین اپنے گمان مین زاہدون کا مرتبہ حاصل کر لیا ہے مگر باوجود اسکے رغبت ریاست اور جاہ کی رکھتے ہین خواہ علم سے یا وعظ سے یا صرف زہد سے تو ایسے لوگون نے اگرچہ مال چھوڑ دیا مگر بڑی مہلک چیز مین جا پھنسے اسلیے کہ جاہ بہ نسبت مال کے زیادہ مہلک ہے اگر یہ لوگ جاہ کے تارک ہو کر مال لیتے تو شاید بچ بھی جاتے اب تو مغالطے مین پڑ گئے یعنی اپنے آپ کو تصور کیا کہ ہم زاہد ہین حالانکہ یہ نہین جانتے کہ دنیا کسکو کہتے ہین اور یہ کہ اونکی تمام لذتون کا انتہا یہ درجہ ریاست ہی اور جو شخص ریاست کی خواہش کرتا ہے وہ بیشک منافق اور حاسد اور متکبر اور ریاکار اور سب اخلاق بد سے موصوف ہوتا ہے - اور کبھی عابد ریاست کا بھی تارک ہوکر تنہائی اور گوشہ نشینی اختیار کرتا ہے مگر مغرور اس صورت مین بھی رہتا ہے اسواسطے کہ اپنے اس فعل سے اغنیا کو سخت و سست کہتا ہے اور اونکو نظر حقارت سے دیکھتا ہے اور عجب کی راہ سے اپنے نفس کیواسطے اونکی نسبت زیادہ ثواب کا متوقع ہے اور کچھ اور دل کی باتین اپنے اندر رکھتا ہے اور اوسکو معلوم نہین اور اگر کبھی اوسکو کوئی شخص مال دیتا ہے تو اس خوف سے نہین لیتا کہ لوگ کہینگے کہ زہد جاتا رہا اور اگر دینے والا اوسکے یہ کہے حلال ہے ظاہر مین سب لے تو تنہائی مین واپس کر دینا تو نفس پر لوگون کی مذمت کے خوف سے لینا شاق ہوگا گو زہد مین کچھ فرق نہ پڑے اس سے معلوم ہوا کہ ایسا شخص لوگون کی ثنا کا خواہشمند ہے جو کہ دنیا کی لذات مین سے سب سے زیادہ لذیذ ہے اور مدعی زہد فی الدنیا کا ہے حالانکہ مغرور ہے علاوہ ازین بعض اوقات توقیر اغنیا کی کرنے لگتا ہے اور اونکو فقرا پر ترجیح دیتا اور جو اپنا معتقد اور ثناگو ہے اوسکی طرف زیادہ متوجہ ہوتا ہے اور جو کسی دوسرے زاہد کا معتقد ہے اوس سے نفرت کرتا ہے اسطرح کی سب باتین شیطان کے دھوکے اور فریب ہین - اور عابدون مین کچھ لوگ ایسے ہوتے ہین کہ اپنے نفس پر بہت سختی کرتے ہین اور اعضای ظاہری سے بہت کام لیتے ہین مثلاً دن رات مین ہزار رکعت نماز پڑھتے ہین اور ایک ختم قرآن کرتے ہین اور ان باتون مین سے کسی مین رعایت دل کی نہین کرتے کہ اوسکو بھی ریا اور کبر اور عجب وغیرہ مہلکات سے پاک کرین یا تو اس جہت سے کہ انکو مہلک نہین جانتے اور اگر جانتے بھی ہین تو اپنے نفس کے مہلک نہین سمجھتے اور یا اس جہت سے کہ اپنے اعمال ظاہری سے یہ سمجھتے ہین کہ گو یہ چیزین نفس کی مہلک ہین مگر ہم مغفور ہین اور ہم سے احوال دل کا مواخذہ نہوگا اور یا یہ بھی جانتے ہین کہ مواخذہ ہوگا مگر گمان کرتے ہین کہ ہمارے

اعمال ظاہری کی بدولت نیکیون کا پلہ جھکا رہیگا اور یہ سب ہی خیالات ہین اصل یہ ہے کہ کبھی
کی ایک ذرہ بھر نیکی اور ہوشیاری کی ایک عبادت ان جیسون کے پہاڑ کی برابر اعمال ظاہری سے
افضل ہے پھر یہ مغرور باوجودیکہ لوگون کے ساتھ کج خلق اور سخت ہے اور باطن کا ملوث
ریا اور محبت ثنا سے خالی نہین جب کوئی اوسکو کہتا ہے کہ تم زمین کے قطب اور ولی اللہ اور
محبوب خدا ہو تو نہایت خوش ہوتا ہے اور زیادہ تر مغالطے مین پڑتا ہے اسوجہ سے کہ اپنی نسبت
لوگون کا اچھا کہنا اس بات کی دلیل سمجھتا ہے کہ مین خدا کے نزدیک اچھا ہون اور یہ خبر نہین کہ لوگونکو
میرے دل کی خباثتون کا حال معلوم نہین اور ایک فرقہ اور ہے جو نوافل پر حریص ہوتے ہین اور
فرائض کو چندان معتبر نہین جانتے کوئی نماز چاشت سے خوش ہوتا ہے اور کوئی تہجد وغیرہ سے
اور فرضون مین یہ لذت نہین پاتا نہ فرائض کو اول وقت ادا کرنے کا حریص ہوتا ہے اور اس
حدیث قدسی کو یاد نہین کرتا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ جتنا تقرب بندون کو میری طرف ادائے فرض سے
ہوتا ہے اتنا اور کسی چیز سے نہین ہوتا اور نہ یہ جانتا ہے کہ خیرات مین ترتیب کو چھوڑ دینا بھی برا ہے
مثلاً بعض دفعہ آدمی پر دو فرض معین ہوتے ہین کہ ایک جاتا رہتا ہے اور دوسرا نہین جاتا اور
دو نفلین ہوتی ہین کہ ایک کا وقت تنگ ہے اور دوسری کا نہین تو ہر ایک مین ترتیب کا نگاہ
رکھنا ضرور ہے اگر ترتیب کا خیال نکریگا تو مغالطے مین پڑیگا اور اسکی نظیرین بیشمار ہین کیونکہ
گناہ بھی ظاہر ہے اور طاعت بھی ظاہر مگر اسمین مشکل بات یہی ہے کہ کونسی طاعت کو کس پر مقدم
کیا جاوے مثلاً کل فرائض کو نوافل پر مقدم سمجھنا چاہیے اور فرض عین کو فرض کفایہ پر اور
وہ فرض کفایہ جسکا ادا کرنا صرف اپنے ہی اوپر آپڑے اوسکو اوس فرض کفایہ پر مقدم سمجھے جسکو کوئی
دوسرا ادا کردے اور فرض عین مین سے بھی جو مہتم تر ہے اوسکو پہلے ادا کرے اوسکے بعد وہ
ہو جو اوسکی نسبت کم ہے اور جو قضا ہونے والا ہو اوسکو اول ادا کرے اوس سے کہ قضا نہو جیسے
مان کی حاجت کو باپ کی حاجت سے پہلے ادا کرے کیونکہ حدیث شریف مین وارد ہے کہ
کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ مین کس سے سلوک و احسان کرون آپنے فرمایا
اپنی مان سے پھر اوسنے عرض کیا کہ پھر کس سے آپنے فرمایا کہ اپنی مان سے پھر اوسنے عرض کیا
کہ پھر کس سے آپنے فرمایا کہ اپنی مان سے پھر اوسنے پوچھا کہ اوسکے بعد کس سے احسان کرون
آپ نے فرمایا کہ اپنے باپ سے پھر اوسنے عرض کیا کہ پھر کس سے آپنے فرمایا اَدْنَاکَ فَاَدْنَاکَ
یعنی جو سب سے قریب ہو اوس سے اور اوسکے بعد وہ جو اوس سے قریب ہو اس سے معلوم ہوا کہ صلۂ

رحم مین ابتدا زیادہ تر قریب سے کرے اور اگر قرابت مین برابر ہون تو زیادہ تر محتاج سے اور
اگر اسمین بھی برابر ہون توجو زیادہ متقی اور پرہیز گار ہو اوس سے شروع کرے اسیطرح جسکے پاس
اتنا مال ہو کہ خدمت الدین اور حج کو کفایت نکرے وہ براہ مغالطہ حج کرتاہے حالانکہ خدمت الدین
حج پر مقدم کرنی چاہیے کیونکہ خدمت والدین مہم تر ہے بہ نسبت حج کے - اسیطرح اگر ایک شخص نے
کسی سے کچھ وعدہ کیا اور ایفاء وعدہ کے وقت جمعہ کا وقت آگیا اور جمعہ ایسی چیز ہے کہ قضا
ہوجاویگا تو اس صورت مین ایفاء وعدہ مین مشغول ہونا گناہ ہے گو وہ بھی بذات خود طاعت ہے
اسیطرح اگر کسیکے کپڑے پر نجاست لگ گئی اوسکے واسطے ماں باپ و گھر کے لوگون کو سخت سست
کہنے لگا تو مغالطہ ہے ہرچند نجاست بھی بری ہے اور ماں باپ کا ایذا دینا بھی برا مگر اونکی ایذا سے
پرہیز کرنا زیادہ مہم ہے بہ نسبت نجاست سے بچنے کے اسطرح کی مثالین جنمین ایک ممنوع بات
دوسری کے مقابل ہے یا ایک طاعت دوسری کے مزاحم بہت ہین مگر انمین ترتیب کا لحاظ نہ رکھنا
مغالطہ ہے اور یہ مغالطہ نہایت عجب باریک ہے کیونکہ آدمی کو یہ وہم ہوتاہے کہ مین طاعت
کرتا ہون یہ نہین سمجھتا کہ جو طاعت مجھپر اس سے زیادہ مہم اور ضروری تھی اوسکو ترک کرنے سے
یہ دوسری طاعت گناہ ہوگئی - اور اسی قبیل سے ہے مشغول ہونا خلافیات فقہ مین اوس
شخص کے حق مین جسکو طاعات و معاصی ظاہری و باطنی کا کام رہا ہوا ہو جو اعضای ظاہری اور
قلب سے متعلق ہین اسلیے کہ فقہ سے مقصود اون مسائل کا جاننا ہے جنسے دوسرے کا کام نکلے
تو اون مسائل کا جاننا جو اسکے دل کے کارآمد ہین بیشک مناسب تر ہے مگر یہ محبت ریاست اور
جاہ اور لذت مباہات اور غلبۂ اقران آدمی کو اندھا کردیتے ہین اسی جہت سے مغالطے مین
پڑتاہے اور جانتاہے کہ مین دین کا امر ضروری کررہا ہون

تیسری فصل صوفیون کے مغالطے مین ان لوگون پر دھوکا بہت غالب ہوتاہے اور
انکے بھی بہت سے فرقے ہین ایک فرقہ انمین وہ ہے جو جاہل کے صوفی ہین اونکا دستور یہ ہے
کہ سچے صوفیون کیطرح اپنا لباس ہیئت اور الفاظ اور آداب و رسم اور اصطلاحات بناتے ہین
اور ظاہر حالات مین اونکے موافق ہوتے ہین مثلاً راگ سنتے ہین اور حال کرتے ہین اور طہارت
اور نماز انھین کیطرح بجا لاتے ہین مصلّون پر سر جھکا کر اور گریبان مین گردن ڈالکر متفکر ونکیطرح
بیٹھتے ہین لمبی لمبی سانس لیتے ہین آواز بات کرنے مین بہت پست کرتے ہین غرض جتنی
شمائل اور صورت اچھے صوفیون کی ہوتی ہے سب اختیار کرتے ہین اور اسی لحاظ سے اونکو

مغالطہ ہوتا ہے کہ ہم بھی صوفی ہو گئے لیکن خدا جسکو بچا لیتا ہے وہ دہوکے مین نہین آتا جاہل کی
صورت تو صوفیون کی اختیار کرتے ہین مگر اپنے نفسون پر مجاہدہ اور ریاضت اور دل کی حفاظت اور ظاہر باطن کو خفی اور جلی
گناہون سے پاک نہین کرتے جو صوفیون کی ادنیٰ درجے کی باتین ہین اگر سب باتین بھی کر گذرین تب بھی یہ نہین کہہ سکتا
کہ اپنے آپکو صوفیون مین شمار کرین اور بڑا بول بولین پھر جبکہ ان باتون کی گرد بھی پھری ہون اور نہ اپنی نفسون سے کبھی اسکے
طالب ہوئے ہون بلکہ حرام اور شبہات اور بادشاہون کے مال پر گرتے ہون اور ایک ایک کوڑی اور پیسے اور روٹی کے ٹکڑے پر
جان دیتے ہون اور ذرا ذرا سی بات پر حسد کرتے ہون اور بشرطیکہ کوئی ذرا سی مخالفت اونکی کسی مطلب مین کرے تو اوسکے ایک
پیسے کی ہتک عزت کے روادار ہون تو پھر ایسے صوفی کہلاینگے اور ان لوگون کا مغالطہ ظاہر ہے اور انکی
مثال ایسی ہے جیسے کوئی بڑھیا سنے کہ دلیرون اور بہادرون کے چہرے لکھے جاتے ہین اور اونکے
واسطے جاگیرین مقرر ہوتی ہین تو اوسکو بھی شوق جاگیر لینے کا دامنگیر ہوا سکے لیے ایک زرہ پہنے اور
سر پر خود رکھے اور جو اشعار کہ میدان کارزار مین گردن والا جوش جرات کیواسطے پڑھتے ہین اونکو
کسی سے سیکھ لے اور جسطرح پہلوان معرکہ جنگ مین اکڑتے ہوئے چلتے ہین وہ بھی دریافت کرلے
غرض تمام اونکے خصائل اور گفتگو اور حرکات و سکنات سیکھ کر لشکر مین جاوے کہ دلیرون مین نام لکھا جاوے
جب وہان پہونچے تو افسر محکمہ کو حکم ہو کہ اسکا زرہ و خود اتار کر سب اعضا درست دیکھ لو اور کسی پہلوان سے
کشتی کراؤ تاکہ معلوم ہو کہ کتنی جرات اسمین ہے جب موجب حکم لباس ظاہری اوتارا جاوے تو معلوم ہو کہ
ایک بڑھیا کمزور جس سے اچھی طرح زرہ و خود بھی نہ چل سکے موجود ہے اوسوقت اوس سے کہا جاوے
کہ تو بادشاہ سے ہنسی کرنے آئی تھی کہ سب لوگون مین اوسکی سبکی ہو اور فریب مین آجاوے پھر اوسکو
حکم دیا جاوے کہ اسکو پکڑ کر ہاتھی کے پانون مین ڈلوا دو کہ ہڈی پسلی سب پیس ڈالے یہی حال اون
لوگون کا جو ظاہر مین لباس صوفیون کا رکھتے ہین قیامت مین اوس بڑے بادشاہ کے سامنے
پیش ہونگے جو لباس ظاہری اور گدڑی کو نہین دیکھتا راز دل سے سروکار رکھتا ہے اور ایک فرقہ
اور ہے جو اس پہلے فرقے کی نسبت زیادہ مغالطے اور غرور مین ہین اونکو یہ شاق معلوم ہوتا ہے
کہ کپڑے گھٹیا ہون اور صوفی بننے کو بھی دل چاہتا ہے اور بدون لباس صوفیون کے صوفی بن
نہین سکتے اسواسطے انھون نے حریر اور ریشم تو چھوڑ دیا مگر نفیس مرقع اور عمدہ عمدہ مخطط کپڑے اور
رنگین سجادے تلاش کیے اور کپڑے ایسے پہنے جو ریشمی سے بھی قیمت مین زیادہ ہون اور گمان لیا کہ
صرف کپڑا رنگنے اور پیوند لگانے سے صوفی ہو گئے اور یہ نہ جانا کہ کپڑے صرف اسواسطے رنگے کہ
اونکو ہمیشہ میل کے باعث دہونا نہ پڑے اور چونکہ اکابر سلف پیوند لگا کپڑا پہنتے تھے نیا نہ پہنتے تھے اسلیے

اونھون نے بھی پیوند لگا پہنا مگر ایسے عمدہ مخطط کو کاٹ کاٹ کر مرقعات سلوانے سے کیسے پہلے لوگون کے مشابہ ہوگئے ان لوگون کی خام خیالی سب مغرورون سے بڑھکر ہے اسلیے کہ نفیس نفیس کپڑے پہنتے ہین اور لذیذ کھانے کھاتے ہین خوب مزے اڑاتے ہین حکام ظالم کا مال لیتے ہین اور ظاہری گناہون سے بھی نہین بچتے باطن کا تو کیا ذکر ہے اور پھر صوفی کے صوفی بنے ہوئے ہین اور اپنے آپ کو بہتر خیال کرتے ہین - ان لوگون کی شر خلق مین بھی پھیلتی ہے کیونکہ جو انکی پیروی کرتا ہے وہ تباہ ہوتا ہے اور جو پیروی نہین کرتا اوسکا عقیدہ سب صوفیون کیطرف سے ڈھیلا ہوجاتا ہے سب کو وہ ایسا ہی جانتا ہے اور سچے صوفیون کی نسبت بھی انکی کیفیت کو دیکھنے سے زبان طعن کھولتا ہے اور یہ سب انھین لوگون کی شامت اور شرارت سے ہوتا ہے اور ایک فرقہ اور ہے جو علم معرفت کے مدعی ہین اونکو دعوی ہے کہ ہم سب مقامات وحالات سے عبور کرچکے ہر وقت مشاہدۂ حق مین رہتے ہین اور قرب الی اللہ مین پہونچے ہوئے ہین حالانکہ ان باتون کے صرف نام اور الفاظ ہی سنے ہوتے ہین لیکن چند باتین خلاف قیاس اہل معرفت کی سیکھ لیتے ہین اور انھین کو گاتے پھرتے ہین اور خیال کرتے ہین کہ یہ باتین سب اگلون اور پچھلون کے علم سے اعلی ہین یہانتک کہ فقہا اور مفسرین اور محدثین اور عابدین کو بھی بنظر حقارت دیکھتے ہین عوام بیچارے کس گنتی مین ہین یہانتک کہ اگر کوئی کسان یا جلاہہ اپنا کام چھوڑکر چند روز اونکی صحبت مین رہتا ہے اور وہ باتین واہی سیکھتا ہے تو وہ بھی اونکو کہتا پھرتا ہے اور جتاتا ہے کہ جو کچھ مین کہتا ہون سب وحی کی رو سے کہتا ہون اور بڑے رازدنیا کی باتین سناتا ہون عابدون اور علما کو کچھ مال نہین جانتا عابدون کو تو کہتا ہے کہ یہ لوگ محنتی اور مزدور ہین اور علما کے باب مین کہتا ہے کہ یہ بولنے کی جہت سے خدای تعالی سے محجوب ہین اپنے آپ کو دعوی کرتا ہے کہ خدا رسیدہ اور مقرب ہون حالانکہ خدا کے نزدیک وہی لوگ منافق اور بدکار ہین اور اہل دل کے نزدیک احمق اور جاہل نہ کبھی علم پڑھا نہ کوئی خلق درست کیا نہ عمل آراستہ کیا نہ دل کی حفاظت کی بجز اسکے کہ جو دل نے چاہا وہ کیا اور چند بیہودہ باتین سیکھ کر یاد کرلین اور ایک فرقہ اور ہے جنھون نے شریعت کو لپیٹ دھرا اور آزادی مین مبتلا ہوے احکام کو ترک کرکے سب حلال اور حرام کو برابر سمجھا اونمین سے بعض یہ کہتے ہین کہ خدا ہمسے تعالی ہمارے عمل سے بےپرواہ ہے پھر ہمکو اپنے نفس پر تکلیف کرنے سے کیا فائدہ اور بعض کا یہ قول ہے کہ لوگون کو حکم ہے کہ دلونکو شہوات اور محبت دنیا سے پاک کرین مگر یہ بات محال ہے غرضکہ امر ناممکن کا حکم دیا گیا ہے اور یہ سب دھوکے مین وہ آتے ہے جسکو تجربہ نہو ہم نے تو امتحان کرکے دیکھ لیا کہ یہ امر محال ہے

اور اس احمق کو یہ خبر نہیں کہ حکم شہوت غضب کے دور کرنے کا جو ہوا ہے تو اوس سے یہ مراد نہیں کہ
اونکو جڑ سے اکھاڑ دیں بلکہ یہ حکم ہے کہ اونکو ایسا دبا دیں کہ ہر ایک اونمیں سے تابع حکم شرع اور عقل کا
ہو جاوے اور بعض کہتے ہیں کہ اعمال ظاہری کا تو کچھ اعتبار نہیں خداے تعالی دلوں کو دیکھتا ہے اور
ہمارے دل خدا کی محبت میں شیفتہ و فریفتہ ہیں اور معرفت میں کمال کو پہونچ گئے بدن سے تو ہم
دنیا کے کام کرتے ہیں اور دل آستانہ لامکان کے معتکف ہیں ہم میں جو شہوات کی پابندی ہے
تو ظاہری کے اعتبار سے ہے دل کے اعتبار سے نہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم لوگ عوام کی رتبے سے
بڑھ گئے ہیں ہمکو حاجت تہذیب نفس کی اعمال بدنی سے نہیں اور چونکہ ہم لوگ معرفت میں قوی ہیں تو
شہوات ہمکو راہ سلوک سے نہیں روک سکتیں اس سے معلوم ہوا کہ اپنے آپ کو یہ لوگ انبیا علیہم السلام کے
درجے سے بھی بڑھکر سمجھتے ہیں اسلیے کہ اونکو ایک ہی خطا مانع سلوک تھی اوسکے واسطے برسوں
گریہ زاری اور نوحہ و اشکباری متواتر کرتے تھے ۔ ان لوگون کی قسمیں جو اپنے آپ کو زاہدوں مشابہ
صوفیوں کے سمجھتے ہیں بہت ہیں اور بناے مغالطے کی یہی ہے کہ شیطان کے وسوسے میں
آجاتے ہیں اسلیے کہ بدون علم کے پڑھے اور کسی واقف کار شیخ کی اقتدا کیے مجاہدے میں لگ جاتے ہیں
حالانکہ ابتدا علم کی کرنی چاہیے ع کہ بے علم نتوان خدا را شناخت ۔ اور ایک فرقہ اور ہے جو
ان لوگون سے بھی بڑھکر ہے وہ اعمال اچھی طرح کرتے ہیں اور طلب حلال میں سعی کرتے ہیں اور
دل کے درپے رہتے ہیں یہانتک کہ بعضے تمام مقامات زہد اور توکل اور رضا اور محبت کے مدعی
ہوتے ہیں مگر نہ اون مقامات کی حقیقت کو جانتے ہیں نہ شروط و علامات و آفات پہچانتے ہیں
بعضے مدعی اس بات کے ہوتے ہیں کہ ہم عاشق خدا ہیں اور اوسکے فریفتہ دام محبت ہیں اور شاید
انھوں نے خداے تعالی کے باب میں ایسے خیالات باندھ لیے ہوں جو عجب نہیں کہ بدعت ہوں
یا کفر ہیں محبت قبل معرفت کرنے لگتے ہیں پھر اسی طرح یہ ہے کہ بعض کام ایسے کرتے ہیں جو خداے تعالی
کو برے معلوم ہوں مثلاً خدا کے کام پر اپنے نفس کی خواہش کو ترجیح دینا اور بعضے کام خلق کی
شرم سے نہ کرنے اور اگر علیحدہ ہوتے تو خداے تعالی کی شرم سے ہرگز نہ چھوڑتے مگر نہیں جانتے
کہ یہ باتیں خلاف محبت ہیں بعض لوگ قناعت اور توکل پر میل کرتے ہیں اور جنگلوں میں بے زاد
و توشہ پھرتے ہیں تاکہ دعوی توکل ٹھیک اترے لیکن یہ نہیں جانتے کہ ایسا کرنا بدعت ہے
سلف کے اکابر و صحابہ رض سے منقول نہیں حالانکہ وہ لوگ انکی نسبت توکل کو زیادہ جانتے تھے
اونھوں نے یہ نہیں سمجھا کہ جان کو خطرے میں ڈالنا اور توشہ نہ لینا توکل ہے بلکہ وہ لوگ توشہ

لیکن خدا پر توکل کرتے تھے اپنے توشے پر اعتماد نہ کرتے تھے ان لوگون کا یہ دستور ہے کہ گو ظاہر مین
زاد نہین لیتے مگر کسی اور سبب سے اپنا جی لگا لیتے ہین خدا پر توکل جب بھی نہین کرتے غرضکہ منجیات
کے جتنے مقامات ہین انمین مغالطہ بھی ہوتا ہے جس سے لوگ دھوکا کھاتے ہین اور انمین آفات کا
آنا ہم نے جا بجا اسمین بیان کیا ہے یہان کچھ ضرورت لکھنے کی نہین اور ایک فرقہ اور ہے
کہ انھون نے غذا ہی کے باب مین اپنے نفس پر تنگی کر رکھی ہے یہان تک کہ غذا ہی حلال ہی
کھاتے ہین مگر سوا اس ایک خصلت کے دل وغیرہ اعضا کو اور خصائل کا پابند نہین کرتے اور بعض
اشخاص اپنے کھانے مین اور لباس مکان مین تو حلال نہین ڈھونڈھتے اور چیزون مین بہت
اسکی کاوش کرتے ہین اور بیچارے کو یہ خبر نہین کہ خداے تعالے اپنے بندون سے نہ تو صرف حلال
غذا سے راضی ہے اور نہ اس بات سے کہ تمام اعمال کرے اور طلب حلال نکرے بلکہ خداے تعالی کی
رضامندی کیواسطے سب طاعات کا بجا لانا اور ہر ایک گناہ سے بچنا چاہیے اور جو یہ خیال کرے
کہ تھوڑی سی بات سے کام نکل جاویگا وہ مغرور ہے اور ایک فرقہ خوش خلقی اور تواضع اور سخاوت کے
مدعی ہین اور صوفیون کی خدمت کے درپے چند لوگون کو جمع کرکے تکلف اونکی خدمت کرتے ہین
اور اس خدمتگزاری کو اپنی ریاست و مال کا جال بنا رکھا ہے بظاہر تو خدمت کرتے ہین اور
غرض اونکی تکبر ہے ظاہر مین یہ معلوم ہوتا ہے کہ صوفیہ کا اتباع کرینگے مگر در اصل مخدوم و متبوع بننا
چاہتے ہین اونکی خدمت سے اپنا نفع ڈھونڈھتے ہین پھر مال حرام اور شبہات کا اکٹھا کرکے
اونکی خدمت کرتے ہین تاکہ خدمتگزاری مین نام مشہور ہو اور بہت سے تابع ہو جاوین بعضے لوگ
بادشاہون کا مال لیکر صوفیون کو کھلاتے ہین اور بعضے اوس مال کو راہ حج مین اونپر صرف کرتے ہین
اور جانتے ہین کہ ہماری غرض صرف ان لوگون کی خدمت ہے حالانکہ ان سب کا باعث ریا اور
شہرت ہوتی ہے اور اسکی پہچان یہ ہے کہ خداے تعالی کے احکام مین سے ظاہر و باطن مین اور کچھ
بجا نہین لاتے صرف حرام مال لیکر خدمت کرنے پر راضی ہین اور جو شخص مال حرام لیکر راہ حج مین
صرف کرے اوسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی مسجد بنوانے اور اوسپر استرکاری پاخانے کی
کرے اور جانے کہ میری غرض عمارت سے ہے اور ایک فرقہ مجاہدہ اور تہذیب اخلاق
اور نفس کے پاک کرنے مین مشغول ہو کر عیوب نفس کی بحث مین بہت مبالغہ کرتے ہین اور
ہر حال مین عیوب کے جویان رہکر اونکی آفات مین سے نکتے نکالا کرتے ہین مثلاً کہتے ہین کہ نفس مین
یہ عیب ہے اور اگر اسکو عیب جانتے سے غفلت کرے تو یہ بھی عیب ہے اور اسکے عیب ہونے

اور توجہ کرنے مین بے سبب ہے اسیطرح گفتگو کی مسلسل بیان کرتے ہین اور ان جیسی باتون مین اوقات
ضائع کرتے ہین اور جو شخص عمر بھر عیوب کی تلاش اور اونکے علاج کی تحریر مین ہے اوسکی مثال
ایسی ہے جیسے کوئی شخص حج کے موانع اور اوسکی آفات کی تلاش مین ہے اور راہ حج کو طے
نکرے تو اس سے اوسکو کیا فائدہ ہوگا اور ایک فرقہ اور ہے جو اس سبب سے آگے بڑھ گئے ہین
اور سلوک طریق بھی شروع کر دیا ہے اور ابواب معرفت اونپر کھل گئے ہین پس جب ان معرفت کے
مبادی ہی اونکے مغز مین خوشبو پہنچی ہے تو اوس سے متعجب اور خوش ہوتے اور اوسکی غرابت سے
تعجب کرتے ہین اور اسواسطے اونکے دل اوسکی طرف ملتفت ہوکر سوچتے رہجاتے ہین کہ یہ دروازہ ہم پر
کیسے کھلا اور دوسرون پر کیون بند ہے اور یہ مغالطہ ہے اسواسطے کہ خدای تعالی کی راہ کے عجائبات کی
کچھ انتہا نہین ہے اگر سالک ہر عجیب بات پر ٹھہر جائے اور اوسیکا مقید ہو رہے تو مقصود کیسے حاصل ہوگا
اور اوسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص کسی بادشاہ کی ملازمت کو جاوے اور اوسکے دروازہ کے
صحن مین ایک باغ دیکھے جسمین ایسے شگوفے اور پھول ہون جو اسنے کبھی نہ دیکھے ہون اور کھڑا ہوکر اونکا
تماشا کرے یہان تک کہ بادشاہ کی ملازمت کا وقت فوت ہو جائے تو عجائبات پر توقف کرنا اور اونکی سیر
تامل کا پابند ہونا بھی مغالطے مین داخل ہے چنانچہ مولانا روم رحمہ فرماتے ہین **شعر**

ای برادر بے نہایت درگہیست	ہر چہ بروی میرسی بروی مایست

اور ایک فرقہ اور ہے جو اسسے بھی کچھ آگے نکل گئے ہین یعنی جو انوار عطاء الٰہی راستے مین
فائز ہوتے ہین اونپر توجہ نہین کرتے اور نہ اونسے اظہار فرح و سرور کرکے اوسیجگہ توقف کرتے ہین
بلکہ برابر راہ قطع کرنے سے کام رکھتے ہین یہان تک کہ قریب منزل مقصود پہونچکر اوس پر جا لگے ہین
جسکا نام قرب الی اللہ ہے اور یہان اگر یہ گمان کیا کہ ہم واصل الی اللہ ہوگئے تو توقف کیا اور دھوکا کھایا
کیونکہ خدای تعالے کے نور کے ستر پردے ہین جب سالک کسی ایک پردہ تک ان پردون مین سے پہونچتا ہے
اوسکو گمان ہوتا ہے کہ مین خدا رسیدہ ہوگیا اور اسی بات کیطرف اشارہ ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام
کے قول مین جسکا حال قرآن مجید مین خدای تعالی اسطرح ارشاد فرماتا ہے فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ
رَاٰ كَوْكَبًا قَالَ هٰذَا رَبِّي اس آیت مین کوکب سے مراد ستارہ آسمانی نہین کیونکہ ان ستارون کو
تو آپ کمسنی مین بھی دیکھتے تھے اور جانتے تھے کہ یہ معبود نہین یہ تو سب سے ہین علاوہ ازینکہ
نادان بھی جانتے ہین کہ ستارے خدا نہین پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسے شخص ستارے سے کسطرح
مغالطہ کھا سکتے ہین جس سے گنوار تک مغالطہ نہین کھاتے بلکہ مراد اوس کوکب سے ایک نور اون

ہم نوارمین کا ہے جو اللہ جل شانہ کے حجاب ہیں لیکن سکے راستے پر ہین اور خداے تعالیٰ تک پہونچنا
بدون ان حجابون سکے طے کیے ممکن نہین اور ان نورکے حجابون مین سے بعضے بڑے ہین اور
بعضے چھوٹے اور چونکہ اجرام فلکی مین سب سے چھوٹا ستارہ معلوم ہوتا ہے اسلیے چھوٹے حجاب کے لیے
کوکب کو استعارہ کر لیا اور اجرام نورانی مین سب سے بڑا آفتاب اور متوسط درجے پر قمر ہے اس تحقیق کے
بعد آیت کے معنی سننے چاہییں کہ بموجب اس آیت کریمہ کے ف وَكَذٰلِكَ نُرِيٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سیر آسمان کے ملکوت کی فرمائی تو نور کے بعد نور آتا گیا اور
جو نور اول ملا اوسکو معلوم کیا کہ مین پہونچ گیا مگر پھر معلوم ہوا کہ اوسکے بعد اور کچھ ہے اور سیر
ترقی کی اور اسیطرح ترقی کرتے چلے گئے یہان تک کہ صرف وہی حجاب باقی رہا جسکے بعد مرتبہ وصول
شانہ ہوا اوسکی عظمت دیکھکر فرمایا کہ ہذا اکبر یعنی یہ سب سے بڑا ہے جب اوسکو بھی باوجود عظمت جلال کے
اوج کمال پر نہ پایا اور پستی نقصان و زوال سے خالی نظر نہ آیا تو فرمایا ت لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ اِنِّيْ
وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۞
اور سالک طریق معرفت کو بھی مغالطہ ہو جاتا ہے اور ان حجابون مین سے کسی پر توقف کر دیتا ہے
اور بعض اوقات حجاب اول ہی پر ٹھہر جاتا ہے اور اول حجاب جو بندے کے اور خدا کے درمیان
ہے وہ نفس ہے اسلیے کہ وہ بھی ایک امر ربانی ہے یعنی ایک نور ہے خداے تعالیٰ کے انوار سے
جسکو سر قلب کہتے ہین اور جسمین حقیقت حق کی تمام کمال جلوہ افروز ہوتی ہے یہان تک کہ
تمام عالم کی گنجایش اوسمین ہو جاتی ہے اور سب پر محیط ہو جاتا ہے اور تمام صورت کل کی اسمین جھلکتی ہے

میرا ہی دل ہے وہ کہ جہان تو سما سکے	اے حق سما کہان تری وسعت کو پا سکے

اور اس حالت مین اوسمین نہایت درجے کی چمک ہو جاتی ہے کیونکہ وجود سب کا جیسا کہ
واقع مین ہے ویسا ہی اوسمین ظاہر ہو جاتا ہے اور شروع مین اوسکی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ ایک
فانوس اوپر سرپوش کیطرح رہتا ہے مگر جب خداے تعالیٰ کے نور کی تجلی اوسپر ہوتی ہے
تو وہ چمک پڑتا ہے اور دل کا جمال کھل جاتا ہے ایسے وقت مین جسکے دل پر یہ حال گذرتا ہے
اگر وہ اپنے دل کیطرف التفات کرتا ہے تو اوسمین اسقدر زیادتی جمال کی پاتا ہے کہ حیران
ہو جاتا ہے بلکہ کبھی اوسی حیرانی مین کلمہ انا الحق زبان سے نکل جاتا ہے اور اگر پھر اوسکو کچھ
راز نہین کھلتا تو اسی مغالطے پر جم جاتا ہے اور ہلاک ہوتا ہے حالانکہ یہ مغالطہ خدا کے انوار
مین سے ایک ادنیٰ ستارے سے ہو گیا ابھی تک نوبت قمر کی بھی نہ پہونچی تھی شمس کا تو کیا ذکر ہے

ف اوسیطرح ہم دکھانے لگے ابراہیم کو سلطنت آسمانون اور زمین کی ۱۲

ت [illegible]

اور واقع مین یہ جگہ بھی مغالطے کی ہے اسلیے کہ تجلی کرنے والی چیز اور جسمین وہ تجلی کرتی ہے
دونون ایک صورت کی ہو جاتی ہین مثلاً جو شی رنگین کہ آئینے مین نظر آتی ہے آئینے کا رنگ بھی
ویسا ہی نظر آتا ہے یا شیشہ سفید مین اگر کوئی رنگدار چیز ہو تو شیشہ اوسی رنگ کا معلوم ہوگا
اسی لحاظ سے نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جب دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کے نور کی چمک اور
تجلی اونمین زیادہ ہے تو مغالطے سے اونھین کو خدا جان لیا جیسے کوئی شخص ستارے کو آئینے
یا پانی مین دیکھکر گمان کرے کہ یہ ستارہ اسکے اندر ہے اور اوسکے پکڑنے کے لیے ہاتھ بڑھاوے
تو ضرور بہکا ہوگا۔ اور طریق معرفت کے طے کرنے مین جتنی قسم کے مغالطے ہوتے ہین اونکے بیان کو
دفتر چاہیے اور جب تک تفصیل علم مکاشفہ کی بالکل نہ کہی جاوے تب تک سبکا بیان بھی نہین ہو سکتا
اور علم مکاشفہ کے بیان کی اجازت نہین اور غالب ہے کہ جسقدر ہمنے بیان کیا ہے اسکو بھی ذکر
کرنا مناسب نہ تھا اسواسطے کہ جو اس طریق کا چلنے والا ہے اوسکو غیر سے سننے کی حاجت نہین
اور جو نہین چلتا اوسکو سننے سے کچھ فائدہ نہین بلکہ احتمال ضرر کا ہے اسواسطے کہ جب ایسی چیز سنتا ہے
جو سمجھ مین نہین آتی اوس سے حیرت پیدا ہوتی ہے لیکن اتنا فائدہ ہے کہ جس مغالطے مین وہ رہتا ہے
اوس سے نکل جاتا ہے اور کبھی یقین ہوتا ہے کہ امر معرفت کہ جو اپنے خیال فاسد اور ذہن ناقص اور
عقل قاصر مین ایک ادنیٰ بات سمجھتا ہے ان حالات کے سننے سے یقین کر لیتا ہے کہ واقع مین یہ امر
بہت بڑا ہے اور جب اولیاء اللہ کے مکاشفات کا ذکر اگر کیا جاتا ہے تو اوسکا بھی یقین ہو جاتا ہے
اور جسکا مغالطہ قوی ہوتا ہے وہ ہر حال مین یکسان ہے جیسا پہلے نہین مانتا تھا اب بھی نہین مانتا

چوتھی فصل ارباب اموال کے مغالطے کا ذکر انکے بھی بہت فرقے ہین ایک فرقہ وہ ہے جو
مسجدون اور مدرسون اور سراؤن اور پلون کی تعمیر کے حریص رہتے ہین یعنی ایسی چیزون کے
بنانے کی جنکو سب لوگ دیکھین اور اون عمارات پر اپنا نام کندہ کراتے ہین تاکہ ہمیشہ اونکی یادگار
رہے اور مرنے کے بعد یہ نشانی باقی رہے اور اپنی دانست مین اس فعل سے مستحق مغفرت ہوجاتے ہین
حالانکہ دو سبب سے یہ لوگ مغالطے مین ہین اول تو اس جہت سے کہ عمارات مذکورہ کو ایسے مال سے
بناتے ہین جو ظلم اور غصب اور رشوت وغیرہ وجوہات ممنوع سے پیدا کرتے ہین پس اول تو اسوجہ سے
خدا کے غضب کے سزاوار ہوے کہ مال حرام کمایا دوم اسوجہ سے کہ اوسکو اچھی ریا و شہرت کے لیے
اوڑایا اور نیز واجب تھا کہ اوس مال کو نہ پیدا کرتے اور جب اوسکو تحصیل کیکے خدا کے گنہگار ٹھہرے
تو یہ چاہیے تھا کہ توبہ کرکے خدا کیطرف رجوع کرتے اور یہ مال مالکان مال کو حوالہ کرتے خواہ اصل مال

یا اصل خبر بنتا تو اوسکا بدلہ دیدیتے اور اگر یا لک نہ ملتا تو اوسکے وارث کو دیتے اور اگر کوئی وارث
بھی نہ ملتا تو اوس مال مسلمان کی سب سے ضروری مصلحت مین خرچ کرتے اور غالب ہے کہ مساکین کو بانٹنا
اوس مال کا زیادہ ضروری معلوم ہوتا مگر مساکین کو نہین تقسیم کرتے اس خوف سے کہ مبادا دوسرے
لوگون کو معلوم ہو جاوے تو وہی عمارت بنالین اور کوئی شہرت اونھین کے ہاتھ نہ لگا اس سے
معلوم ہوا کہ عمارت پر جو یہ لوگ جانتے ہین کچھ اسواسطے نہین کہ بقاے خیر چاہتے ہون بلکہ اونکی
غرض ریا اور نیکنامی اور محبت ثنا ہے اور جانتے ہین کہ اسکے باقی رہنے سے ہمارا نام جو انپر کندہ ہے
وہ بھی بنا رہیگا اور دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ یہی سمجھتے ہین کہ ان عمارتون مین روپیہ لگانا اخلاص
اور خیر کا کام ہے حالانکہ اگر اونسے کہا جاوے کہ ایک روپیہ خرچ کرو مگر جس جگہ خرچ کرو وہان اپنا نام
نہ لکھو تو ہرگز نفس قبول نہ کرے اور دشوار جانے اور خدای تعالی سب کچھ جانتا ہے خواہ نام لکھا ہو
یا نہوین اگر لوگون کو دکھلانا نہ منظور ہوتا صرف خدا ہی کے لیے کام ہوتا تو نام لکھنے کی کیا حاجت تھی
اور ایک فرقہ اور ہے کہ مال وجہ حلال سے پیدا کرکے مسجدونمین لگا دیتے ہین وہ مغالطے مین ہین
دو وجہ سے اول تو ریا اور طلب ثنا کی جہت سے اسلیے کہ بعض اوقات ایسے شخص کی پڑوس مین
یا شہر مین ایسے محتاج ہوتے ہین کہ جنسے سلوک کرنا بہت ضروری معلوم ہوتا ہے اور مسجدون کے
بنانے سے اونکو دینا افضل ہوتا ہے مگر اونکو جو مسجدون مین لگا دینا اچھا معلوم ہوتا ہے اسکی وجہ
یہی ہے کہ عمارت لوگون پر ظاہر ہوتی ہے اور دوسری وجہ مغالطے کی یہ ہے کہ مسجدون پر جو
نقش و نگار کرتے ہین وہ ممنوع ہے اور نمازیون کا دھیان اوس سے بٹتا ہے نظر اونھین پر
پڑتی ہے اور مقصود نماز سے فروتنی اور دل کا حاضر ہونا ہے اور جب دل نقش و نگار مین ہوا تو
ثواب باطل ہوگا اور اسکا وبال نقش و نگار کرنے والے کے ذمہ رہیگا اور وہ اس خیال مین ہے
کہ مین امر خیر کرتا ہون یہ میرے لیے وسیلہ رضاے الہی ہوگا حالانکہ اس سے خدا کی ناراضی کا
مستحق ہوا اوسکو گمان ہے کہ مین خدا کی اطاعت کرتا ہون اور اوسکے حکم کو بجالاتا ہون اور واقع مین
نقش و نگار سے لوگون کے دلون کو پریشان کرتا ہے اور یہ بھی گمان ہے کہ لوگ مسجدون مین یہ
کیفیت دیکھکر اپنے گھرون کو ایسا ہی مزین کرین اور اسکا وبال بھی اوسی شخص کی گردن پر ہے
حاصل یہ کہ مسجد اسواسطے ہوتی ہے کہ اوسمین تواضع اور حضور دل اللہ کے سامنے ہو حضرت
مالک بن دینار رح فرماتے ہین کہ دو شخص ایک مسجد مین آئے اونمین سے ایک مسجد کے دروازے پر
کھڑا ہوکر کہنے لگا کہ مجھ جیسا آدمی خدا کے گھر مین جاوے یعنی شدت احتیاط و انکسار سے یہ جملہ کہا

اور یہی جگہ صدیقون مین لکھا گیا یعنی تعظیم مسجد اس وجہ پر کی کہ بلانے جانے سے گویا مسجد کو آلود
سمجھا اور ایسی ہی تعظیم مناسب بھی ہے یہ نہین کہ مسجد کو مال حرام سے یا دنیا کے مزخرفات سے
لیپ پوت دیا اور خدا پر احسان کیا۔ اور حواریون نے ایکبار حضرت عیسی علیہ السلام کی خدمت مین
عرض کیا کہ دیکھیے یہ مسجد کیا عمدہ ہے آپنے فرمایا کہ امی میری امت مین تم سے سچ کہتا ہون کہ اللہ تعالے
اس مسجد کی اینٹ پر اینٹ قائم نہ چھوڑیگا اس مسجد والون کے گناہ کے باعث سب کو برباد کریگا
اللہ کے نزدیک سونے چاندی کی کچھ قدر ہے اور نہ ان اینٹون کی قدر جو تمکو اچھی معلوم ہوتی ہین بلکہ
اوسکے نزدیک سب سے محبوب چیزین نیکبخت دل ہین اونسے اللہ تعالی زمین کو آباد کرتا ہے اور جب
نیکبخت نہین رہتے تو اونھین کی شامت سے زمین کو ویران کرتا ہے اور حضرت ابو درداء رض فرماتے ہین
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم مسجدون کو ملمع کرو اور قرآنون کو چاندی سونا پہناؤ تو
اوسوقت تم پر تباہی آویگی۔ اور حضرت حسن رح سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ارادہ
مسجد مدینہ منورہ کی تعمیر کا کیا تو حضرت جبریل علیہ السلام آپکی پاس آئے اور فرمایا کہ اسکو سات ہاتھہ اونچا
بنائیو اور ملمع اور نقش مت کیجیو غرضکہ ان لوگون کا مغالطہ یہ ہے کہ جو بات بری تھی اوسکو اچھا سمجھکر
اوسپر تکیہ کیا اور ایک فرقہ اور ہے کہ مال صدقات مین خرچ کرتے ہین اور فقرا و مساکین کو دیتے ہین مگر
اس خیرات کیواسطے ایسا مجمع ڈھونڈھتے ہین جہان لوگ جمع ہون اور فقرا مین سے بھی ایسون کی
تلاش کرتے ہین جو شکرگزار اور نام مشہور کرنے والے ہون اور خفیہ خیرات کو برا جانتے ہین اور اگر کوئی
فقیر اونسے کچھہ لیکر چھپاوے تو اوسکو خطاوار اور ناشکر جانتے ہین اور کبھی حج مین بہت سا روپیہ اٹھاتے ہین
کہ ایک حج کے بعد دوسرا کرتے ہین مگر اپنے ہمسایون کو بھوکا ہی چھوڑتے ہین اسی لیے حضرت ابن مسعود
نے فرمایا ہے کہ آخر زمانے مین ایسے لوگ ہونگے جو بے سبب بھی حج کرتے ہونگے چونکہ اونکو پاس
مال ہوگا اسواسطے سفر کرنے کو کچھہ دشوار نجانتے ہونگے حج سے جو پھرینگے تو محروم اور لٹے ہوئے
آوینگے یعنی ثواب خاک نہ ملیگا آپ تو سواری پر جنگل و ریگستان مین پھرتے ہونگے اور اونکے پڑوسی
محتاج ہونگے کہ اونکی خبر نہ لینگے اور ابو نصر رح کہتے ہین کہ ایک شخص حضرت بشر بن الحارث رح کے
پاس آیا اور کہا کہ میرا ارادہ حج کا ہے مین آپسے رخصت ہونے آیا ہون آپکو جو کچھہ فرمانا ہو
آپ بھی فرماوین آپنے پوچھا کہ حج کیواسطے تیرے پاس کیا ہے اوسنے کہا کہ دو ہزار درم آپنے
فرمایا کہ حج سے تیرا مقصود کیا ہے سیر کرنا منظور ہے یا شوق خانہ خدا کا ہے یا رضامندی اللہ تعالی
کی اوسنے عرض کیا کہ مجکو رضای الہی منظور ہے آپنے فرمایا کہ اگر گھر بیٹھے تجکو رضاے الہی الخ

وہ ہزار درمون کے خرچ سے ملجاوے اور تجکو یقین بھی ہوجاوے کہ خدا کی رضا بیشک ہوئی
تو تو کریگا اوسنے کہا البتہ آپنے فرمایا کہ تو جا اور ان درمون کو دس آدمیون کو دیدے تو خدا
کو دے جو اپنا قرض ادا کرے اور محتاج کو دے جو اپنی شکستہ حالی درست کرے اور عیالدار کو
دے جو اپنے عیال کی پرورش کرے اور یتیم کی پرورش کرنے والے کو دے جو یتیم کو خوش کرے
اور اگر تیرا دل اس بات پر پکا ہو کہ ایک ہی شخص کو ان اقسام مین سے دے تو ایک ہی کو دیدینا
اور یہ مینے اسلیے کہا کہ کسی مسلمان کے دل کو خوش کرنا اور مظلوم کی فریاد کو پہونچنا اور ضرر کو ہٹانا
اور کمزور کی مدد کرنا فرض حج کے بعد سو حجون سے افضل ہین تو اب جا کر جیسا مین نے کہا اسکے
موجب اس روپیہ کو تقسیم کرڈالے ورنہ جو دل مین ہو وہ کہدے اوس شخص نے کہا کہ میرا ارادہ تو حج ہی کا
ہوا ہے پس حضرت بشر رح نے تبسم فرمایا اور اوسکی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ مال جب تجارات اور
شبہات سے اکٹھا ہو جاتا ہے تو نفس یہ چاہتا ہے کہ کوئی حاجت پوری کیجیے اور اسکے لیے اعمال صالحہ
ظاہر کیا کرتا ہے مگر خدای تعالی نے قسم کھائی ہے کہ متقیون کے اعمال کے سوا اور کسی کا عمل قبول
نہین کریگا اور ایک فرقہ اور ہے کہ بخل کے مارے مال کو جمع کرتے ہین عبادات ایسی کرتے ہین جسمین کچھ خرچ
نہو مثلا دنکو روزہ رکھنا رات کو جاگنا یا ختم قرآن کرنا وغیرہ اور یہ لوگ بھی مغرور ہین اسلیے کہ بخل
مہلک چیز ہے اونکے دل اوسپر حاوی ہے اول اوسپر اوسکا قلع قمع مال کو دیکر کرنا چاہیے جو باتین
وہ کرتے ہین اونکی کچھ حاجت نہین اور اونکی مثال ایسی ہے جیسے کسی کے کپڑون مین سانپ گھس جاوے
اور وہ قریب بہلاکت کی ہو لیکن اطمینان سے تسکین صفرا کے لیے سکنجبین بنا رہا ہو اب کہیے جسکو سانپ
کاٹ لیگا اوسکو سکنجبین سے کیا فائدہ اور کب ضرورت ہوگی اسیواسطے حضرت بشر رح سے کسی نے کہا
کہ فلانا غنی روزہ نماز بہت ادا کرتا ہے آپنے فرمایا کہ جو اوسکے حال کے مناسب تھا وہ تو اوسنے
چھوڑدیا جو دوسرون کے لائق بات تھی وہ اختیار کی اوسکو یہ شایان تھا کہ بھوکون کو کھانا کھلاتا اور
مساکین کو کچھ دیتا اپنے آپ جو بھوکا رہتا ہے اوسکی نسبت یہ داد و دہش بہتر تھی اور ایک فرقہ اور ہے
کہ اون پر بخل اسقدر زیادہ ہے کہ مال مین سے سوا زکوۃ کے اور کچھ نہین دیتے پھر مال زکوۃ بھی ایسا
برا اور نکما دیتے ہین کہ اپنے آپ ویسے مال سے نفرت کرین اور فقیرون مین سے ایسے فقیرونکو دیتے ہین
جو اونکی خدمت کرین اور اونکے کاروبار مین پھرا کرین یا آگے کو اونسے کسی خدمت کے محتاج ہون
یا اونکو کسی طمع کی غرض اونسے نکلے یا ایسونکو دیتے ہین جو کسی بڑے شخص کی سفارش لیکر آیا ہو اور
اونہین دیتے ہین کہ ہماری قدر اوس بڑے آدمی کی نظرون مین ہوجاوے کہ ہمنے اوسکا کام کردیا

وہ بھی ہمارے کام میں دریغ نکرے تو یہ باتیں سب کی سب نیت کی فساد اور عمل کی تباہ کرنیوالی
ہیں اور جو شخص ایسا کرتا ہے وہ مغرور ہے اور اوسکو گمان ہے کہ میں اللہ تعالی کا مطیع ہوں حالانکہ بدکار ہے
و گنہگار ہے کہ خدا کی عبادت پر غیر سے عوض چاہتا ہے اسطرح کی باتیں مالداروں کے مغالطوں میں
اور بھی زیادہ از شمار ہیں الا جنس مغالطے کی تنبیہ کے طور پر کچھہ لکھدی گئیں اور ایک فرقہ اور ہے کہ وہ
عوام خلق اور مالداروں اور فقرا میں سب میں اوس قسم کے لوگ ہوتے ہیں وہ وعظ کی مجالس میں
آنے ہی کو اپنی نجات کیواسطے کافی و وافی اعتقاد کرتے ہیں اور مجالس وعظ میں آنا ایک قسم عادت مقرر
کرلی ہے اور یہ گمان ہے کہ صرف وعظ کے سننے ہی سے ثواب ملیگا گو اوسپر عمل نکریں اور یہ اونکا
خیال خام ہے اسلیے کہ مجلس وعظ کو جو فضیلت ہے تو اسی جہت سے ہے کہ اوس سے آدمی کو رغبت
خیر کی ہوتی ہے اگر یہ بات کسی مجلس میں نہو تو اوسمیں کچھہ بزرگی نہیں اور رغبت ہیواسطے اچھی ہے
کہ اوس سے آدمی آمادہ عمل ہوتا ہے اگر وعظ سے رغبت ایسی ضعیف ہوئی کہ عمل پر آمادہ نکیا تو ایسی
رغبت سے کیا فائدہ اور جو چیز کسی اور چیز کیواسطے مطلوب ہوتی ہے اگر وہ دوسری چیز اوس سے نہ ملے
تو اول چیز کو لیکر کیا کرے - اور کبھی واعظ کی زبانی جو فضیلت مجلس وعظ کی سنتے ہیں اور بڑا اونکا ثواب
گوشزد ہوتا ہے تو مغالطے میں پڑتے ہیں اور عورتوں کیطرح رونے لگتے ہیں اور کبھی کوئی کلام خوفناک
سنتے ہیں تو اس سے زیادہ اور کچھہ نہیں کرتے کہ ہاتھہ پر ہاتھہ مار کر کہتے ہیں کہ خدا تو ہی بچائیو یا خدایا پناہ دے
یا معاذ اللہ یا سبحان اللہ وغیرہ اور اپنے گمان میں جو کچھہ کرتے ہیں وہ سب اچھا کرتے ہیں حالانکہ مغالطہ
صریح ہے اور اونکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی بیمار حکیموں کے مطب میں جایا کرے اور جو کچھہ وہان ذکر ہو
اوسکو سنا کرے یا کوئی بھوکا کسی ایسے کے پاس بیٹھا کرے جو خوب مزہ دار کھانوں کے ذکر اوس سے
کیا کرے تو اس سے نہ تو مریض کا مرض جاویگا نہ بھوکے کی بھوک اسیطرح طاعات کے اوصاف سننے
اور عمل نکرنے سے خدا کے نزدیک کچھہ فائدہ نہوگا اس سے معلوم ہوا کہ جس وعظ کے سننے سے آدمی کی
کچھہ تغیر اسطرح کا نہو جسکے باعث افعال بدلجاوین اور خدای تعالی کیطرف بتوجہ قوی یا ضعیف متوجہ ہوجاوے
اور دنیا سے روگردان ہو تو اسطرح کا وعظ اوسکے حق میں اور زیادہ باعث بازپرس کا ہوگا اگر اوسکو
آدمی اپنے لیے ذریعہ سعادت سمجھے تو غلط فہمی ہے - اب اگر کوئی یہ کہے کہ جو کچھہ تم نے مغالطے کی
وجہیں لکھی ہیں یہ ایک ایسی بات ہے کہ اس سے کوئی خالی نہیں اور اس سے بچنا بھی غیر ممکن ہے اور
اصل میں آدمی کو ایک یاس پیدا ہوتی ہے کیونکہ اتنی طاقت تو کسی میں ہے نہیں کہ ان آفات خفیہ سے
بچے تو ضرور ہے کہ نا امید ہوکر بیٹھہ رہیگا تو اسکا جواب یہ ہے کہ انسان اگر کسی چیز میں ہمت ہار دے تو

البتہ ایسی چیزون کو برا بھی جانتا ہے اور بنا مین بھی ہوتا ہے اور یاد مین اونکو ہوشیار لیتا اور بچا رکھتا ہے
لیکن اگر ہمت اور خواہش صحیح کسی شی کی کرتا ہے تو غرض تک پہونچنے کے لیے اپنی فکر و تدبیر سے
بڑی باریک باتین اور خفیہ راہین نکال لیتا ہے مثلاً اگر اوڑتے جانور باوجود فاصلے کے اوتارنا
چاہے تو اوتار سکتا ہے یا مچھلی کو سمندر کی تہ مین سے اوپر نکالنا چاہے تو نکال سکتا ہی یا پاتال سے
چاندی اور سونا نکالنا چاہے تو کھود کر نکال سکتا ہے یا جنگل کے وحشی آزاد کو گرفتار کرنا چاہے تو
کر سکتا ہے یا درندون اور ہاتھیون اور دوسرے بڑے بڑے جانورون کو مطیع بنایا چاہے تو بنا سکتا ہے
یا سانپ اژدہا کو پکڑ کر کھیلانا چاہے تو ہو سکتا ہے کہ اونکو پکڑ کر زہر مہرہ اونکے اندر سے نکال لے
یا اگر چاہے کہ توت کے پتون سے ریشم منقش بنجاوے تو تدابیر سے بنا سکتا ہے یا مقدار ستارون کی
اور اونکا طول و عرض معلوم کرنا چاہے تو علم ہندسہ کے ذریعے سے زمین پر کھڑا کھڑا دریافت
کر سکتا ہے غرضکہ آدمی تدبیرین نکالنے مین استاد ہے ہر ایک چیز کی تدبیر اور ہر ایک کا سامان بنا لیتا ہے
اور ہر شی سے جدا کام لیتا ہے مثلاً گھوڑے سے سواری کا کام اور کتے سے شکار کا اور باز سے بھی
شکار کا لیتا ہے اور ان اشیا کو اسیلیے اپنے قابو مین رکھتا ہے مچھلی کے شکار کو جال بناتا ہے غرض
بغور دیکھو تو اسطرح کی باریک تدبیرین آدمی کی بہت سی ہین اور یہ سب تدبیرین صرف اسلیے کی ہین
کہ اونسے دنیا کی غرض نکلے اور حصول مطلب کے لیے مدد ملے پس اگر اوسکو امر آخرت پیش آوے اور
صرف ایک ہی کام ہو یعنی دل کا سیدھا کرنا تو اوسوقت اس کام سے عاجز ہو کر کہنے لگے کہ
یہ امر محال ہے اور کسکو قدرت ہے کہ ایسا کرے نہین بلکہ انسان کی ہمت کے سامنے محال نہین
اگر صرف ایک ہی مطلب پر ہمت لگاوے چنانچہ مشہور ہے ؎

بہر کارے کہ ہمت بستہ گردد	اگر خارے بود گلدستہ گردد

اور نیز ہمت مردان مدد خدا مثل مشہور ہے علاوہ ازین سلف کے صلحا اس کام سے عاجز
نہوے اور جنھون نے اونکا اتباع اچھی طرح کیا وہ بھی اس سے نہارے اب بھی جو شخص سچا
ارادہ اور ہمت قوی رکھتا ہوگا وہ کبھی عاجز نہوگا بلکہ جتنی محنت کہ لوگون کو دنیاوی تدابیر کے
پیدا کرنے مین اور اوسکے اسباب کے درستی مین لگتی ہے اوسکا دسوان حصہ بھی اس شخص کو
نہین ہوتی۔ اور مغالطے سے بچنے کے لیے تین باتین آدمی مین ضرور چاہیئین [illegible] عقل اور
معرفت عقل سے ہماری مراد وہ نور جبلی خلقی ہے جس سے کہ انسان اشیا کی حقیقت کا ادراک کرے
اور [illegible] بسکہ [illegible] آدمی کی ہوشیاری اور دانائی یہی ہے اور حمق اور غباوت بھی یعنی آدمی

مغالطے کی نہیں کر سکتا اسلیے عقل کی صفائی اور فہم کی تیزی اصل پیدایش سے ہونی ضرور ہے اگر انسان شروع پیدایش سے ایسا ہوگا تو اوسکا حاصل کرنا ممکن نہیں البتہ اتنا ہو سکتا ہے کہ جب اصل عقل موجود ہے تو تجربہ وغیرہ سے اوسکو بڑھا سکتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ بنا سعادت کی عقل و کیاست ہے چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے تبارک الذی قسم العقل بین عبادہ اشتاتا ان الرجلین لیستوی عملھما وبرھما وصومھما وصلاتھما ولکنھما یتفاوتان فی العقل کالذرۃ فی جنب احد وما قسم اللہ لخلقہ حظا ھو افضل من العقل والیقین

اور حضرت ابو درداؓ سے مروی ہے کہ کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص دن کو روزہ رکھتا ہو اور رات کو تہجد گزار اور حج اور عمرہ ادا کرتا ہو اور صدقہ و جہاد فی سبیل اللہ اور عیادت مریض اور جنازے کا ساتھ دینا اور ضعیف کی اعانت کرنا یہ سب باتیں بجا لاتا ہو اوسکا درجہ قیامت میں خدا کے نزدیک کتنا ہوگا آپنے ارشاد فرمایا کہ اوسکو ثواب بقدر عقل ملیگا اور حضرت انس رضہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی کی تعریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیگئی اور سبنے اوسکو اچھا کہا آپ نے پوچھا کہ اوسکی عقل کیسی ہے لوگون نے عرض کیا کہ ہم عبادت اور اخلاق اور فضل کا ذکر کرتے ہیں آپنے فرمایا کہ اوسکی عقل بتاؤ کہ کیسی ہے کیونکہ بیوقوف اپنی حماقت کے باعث بدکاری کے گناہ سے بھی زیادہ خطا کر بیٹھتا ہے اور قیامت کے روز لوگون کو قرب عقل ہی کے مقدار پر ہوگا۔ اور حضرت ابو درداؓ رضہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب کسی شخص کی شدت عبادت کا ذکر آپکے سامنے ہوتا تو اوسکی عقل کا حال پوچھتے اگر لوگ عقل کو اچھا کہتے تو آپ فرماتے کہ وہ ہونہار ہے اور اگر عقل کو اچھا نہ بتلاتے تو فرماتے کہ وہ ہرگز رسیدہ نہ ہوگا۔ اور ایک دفعہ جو ایک شخص کی شدت عبادت کا ذکر آپکے سامنے کیا آپنے پوچھا کہ اوسکی عقل کیسی ہے لوگون نے کہا کہ عقل تو کچھ بھی نہیں آپنے فرمایا کہ جس درجے پر تم گمان کرتے ہو وہان تک وہ شخص نہیں پہونچیگا اس سے معلوم ہوا کہ تیزی فہم اور عقل جبلی کا درست ہونا بھی ایک نعمت خدا کی ہے جو اصل پیدایش ہی کیطرف سے ہے اور اگر یہ نعمت حمق و بلادت سے جاتی رہتی ہے تو پھر اسکا تدارک نہیں ہو سکتا دوسری بات رفع مغالطہ کیلیے معرفت ہے اور وہ یہ ہے ہماری غرض چار چیزون کا پہچاننا ہے اپنے نفس کا اور خدا تعالی کا اور دنیا کا اور آخرت کا اپنے نفس کو یون جانے کہ بندہ ذلیل ہے اور اس عالم میں مسافر ہے اور شہوات بہیمی جیسی اوسکی طبیعت کے موافق صرف معرفت خدای تعالی اور اوسکا دیدار ہے اور اس

طاؤس سے بروایت ... مسند ...
خطیب در تاریخ و مالک و ... ابن ... بروایت ابو درداء
نوادر ... ۱۲
باب العلم من لدنی ۱۲
جامع ترمذی در ... در ...

اچھی صفت پیدا کرے جب ان سب باتون کو جان لیگا تب ممکن ہے کہ جو اقسام مغالطہ کہ ہمنے لکھے ہین انسے
اونسے بچ سکے اور ان سب کی اصل یہ ہے کہ محبت الہی دل پر غالب ہو اور محبت دنیا دل سے اتر جاوے
یہانتک کہ ارادہ مستحکم ہو جاوے اور نیت درست اور یہ بات جبھی ہو سکتی ہے جب وہ باتین جو ہمنے
لکھی ہین انکو پہچانے - یہان ایک اور بات جاننے کی ہے کہ ان سب امور کے جاننے کے بعد
آدمی پر ایک اور خوف باقی ہے وہ یہ ہے کہ اسوقت شیطان اسکو فریب دیکر اس بات کا آمادہ
کرتا ہے کہ خلق کو نصیحت کرنا اور علم کو پھیلانا اور جو بات اپنے آپ کو خدا نے بتلائی اوسکو دوسرونکو
بتلانا چاہیے کیونکہ مخلص آدمی جب اپنے نفس کی تہذیب اور اخلاق کی درستی سے فارغ ہوتا ہے
اور تمام کدورتون سے دل کو صاف کرکے راہ راست پر آجاتا ہے اور دنیا کو حقیر جانکر ترک کرتا ہے
اور خلق سے طمع منقطع کرکے اونکی طرف التفات نہین کرتا اور سوای خدا کے اور اوسکے ذکر و مناجات
کے لذت کے اور شوق دیدار کے اور کوئی کام نہین رکھتا اور شیطان اوسکے بہکانے سے عاجز
ہوتا ہے کہ دنیا کی طرف سے اگر اوسکو بہکاوے تو اوسکی اطاعت نہین کرتا اسلیے دین کی راہ سے
اوسکے پاس آتا ہے اور کہتا ہے کہ خلق خدا پر رحمت کر اور اونکے دین کے بچانے کیواسطے اونکو نصیحت کر
اللہ تعالی کیطرف اونکو بھی بلا اوسوقت بندۂ مخلص رحمت کی نظر سے جو لوگون کو دیکھتا ہے تو اونکو
اپنے کامون مین سرگردان اور پریشان اور دین مین بہرے اور اندھے پاتا ہے مرض سب پر
غالب ہے اور اونکو خبر نہین نہ کوئی طبیب کہ اونکا علاج کرے سب مرنے کے قریب ہین اس حال کے
دیکھنے سے اوسکو رحم آتا ہے کیونکہ اسکے پاس وہ دوای معرفت ہے جس سے اونکو راہ راست پر
لا سکتا ہے اور اونکی گمراہی ظاہر کرکے راہ سعادت بتلا سکتا ہے اور اس بتلانے مین کچھ محنت و
مشقت بھی نہین نہ کچھ دینا پڑے پس اسکی مثال ایسی ہوتی ہے جیسے کسیکو کوئی بڑا مرض ہو جسکی
تکلیف کی برداشت نکر سکے اور اوسکے مارے رات بھر بے چین رہے دن بھر بے قرار رہے کھانا پینا
حس و حرکت شدت درد کی سبب کچھ نکر سکے اور اوسکے علاج کو آسان چٹکلا بے دام و بے محنت
کا ہاتھ لگ جاوے جسکے کھانے مین تلخی بھی نہو اور اوسکو استعمال کرکے اچھا ہو جاوے رات کو
اچھی طرح سونے لگے اور دن کو آرام و آسایش سے رہے سب کدورت مبدل بصفا ہو جاوے
اور تندرستی کی لذت بعد اوس تکلیف کے کام جان مین پہونچنے لگے پھر وہ شخص بہت سے
اپنے ہم جنسون کو دیکھے کہ اونکو بھی وہی مرض ہے جو اوسکو تھا اور وہ بھی رات بھر جاگتے ہین اور
مضطرب بیٹھے ہین اور آہ آہ کرتے گذرتی ہے تو جو دوا اسنے اپنی کی تھی وہی یاد آجاوے

نفس پڑتا ہے یا بعض وظائف مین سستی کرتا ہے تو نفس کو اضطرار ہوتا ہے کہ کہین ایسا نہو کہ
لوگون کو اسکی خبر ہوجاوے اور میری توقیر جاتی رہے اس خیال سے استغفار کرتا ہے اور اونچی
اونچی سانس لیتا ہے اور کبھی اعمال و وظائف اونکے دکھلانے کو بڑہا دیتا ہے اور شیطان
دل مین ڈالتا ہے کہ یہ باتین تو اسواسطے کرتا ہے کہ لوگ خدا کی راہ سے سستی نکرین اور تیرے اس
عمل کے چھوڑنے سے کہین وہ بھی نہ چھوڑ بیٹھین حالانکہ سب یہ فریب اور دھوکا ہے اصل مین
نفس کا اضطراب تلف ریاست کے خوف سے اس بات کا موجب ہوا ہے اور اسی جہت سے
اگر لوگ کسی اوس جیسے دوسرے شخص کی خطا یا قصور پر واقف ہون تو کچھ درد نہین آتا بلکہ اوسکو
اچھا سمجھتا ہے اور خوش ہوتا ہے اور اگر اوسکے ہمسرون مین سے کسیکی طرف لوگون کے دل
مائل ہون اور اوسکے کلام کی تاثیر اوسکی نسبت زیادہ ہو تو اسپر نہایت شاق گذرے پس اگر
اوسکو شوق و لذت ریاست نہین تو دوسرے کی ہونے کو غنیمت کیون نہین جانتا بلکہ اوسکی
مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص اپنے چند یارون کو کوئین مین گرا ہوا دیکھے اور اوسکے منہ پر
کوئی سل بھی ہو جسکے سبب وہ اوپر نہ نکل سکتے ہون اور یہ شخص درد و رحم کے باعث وہان
آوے تاکہ پتھر کو سرکا کر اپنے یارون کو نکالے اور اکیلے اوسکا سرکانا مشکل ہے اب اگر کوئی
دوسرا شخص آن کر اوسکی مدد کرے کہ اوس پتھر کا ہٹانا اسپر سہل ہوجاوے یا خود وہ شخص اپنے آپ
تنہا اوسکو ہٹاوے تو اس شخص کو بہت خوش ہونا چاہیے کیونکہ اوسکی غرض تو یہی تھی کہ اپنے
یارون کو اوس قید سے نجات ہوجاوے وہ حاصل ہوگئی اسیطرح نصیحت کرنے والے کی
غرض اگر یہی ہے کہ مسلمان لوگ دوزخ سے بچین تو جو شخص اس امر مین اوسکا معین و مددگار ہو
یا خود ہی کفیل اس غرض کا ہو تو برا ماننا چاہیے بالفرض اگر سب اپنے آپ ہی ہدایت پر آجاتے
تو کیا برائی تھی اب اگر دوسرے کے سبب سے راہ سیکھا تو کیون برا مانتا ہے غرضکہ شیطان کے
فریب سے یہ نوبت ہوتی ہے جب یہ بات بھی آدمی مین ہوجاتی ہے تب تو شیطان دل کی بڑے
بڑے گناہون کیطرف بلاتا ہے اور اعضائے ظاہری سے فاحش خطائین کرا کے تباہ کرتا ہے
خدا بچاوے نفس کا راہ پر آکر گمراہ ہوجانا بہت مصیبت ہے معاذ اللہ منہا اب باقی رہی یہ بات
کہ نصیحت کس صورت مین درست ہے تو جاننا چاہیے کہ جب آدمی کا قصد صرف للہ لوگون کی
ہدایت ہی ہو اور اس بات کو چاہتا ہو کہ کاش کوئی ایسا ملجاوے جو اس باب مین میرا معین و مددگار ہو
یا یہ لوگ آپ ہی آپ راہ راست پر آجاوین اور لوگون کے مال اور ثنا خوانی سے طمع بالکل قطع کردے

مد اپنے آپ کو کیا ضرور ہے بقول شخصے کہ قاضی جی کیون دبلے کہ شہر کا
اند[illegible] اللہ تعالی نے کارخانے عجیب بنائے ہین ایک آدمی کو یا چند آدمیون کو بیگار بناکر بہت سے لوگون کی
اصلاح کرتا ہے اور خود فرماتا ہے وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰہِ النَّاسَ بَعْضَہُمْ بِبَعْضٍ لَفَسَدَتِ الْاَرْضُ اور
حدیث شریف مین وارد ہے کہ اللہ تعالی اس دین کو ایسے لوگون سے تقویت دیگا جنکو کچھ بہرہ
دین مین نہو پس یہ خوف البتہ ہے کہ عبرت و وعظ کے قبول کرنے کی راہ بند ہوجائے مگر یہ بات
کہ واعظ باعث ریاست اور محبت دنیا کو مد نظر رکھین یا وعظ گوئی سے بدون اس محبت بات کو
اپنی زبانین روک لین یہ بھی نہوگا۔ اور اگر کوئی سالک اس فریب شیطانی سے واقف ہوکر اپنے
نفس کی اصلاح مین مشغول ہوا اور وعظ چھوڑ دے یا وعظ کہے اور صدق واخلاص کی شرطین
ا[illegible]ین ملحوظ رکھے تب بھی اوسے ایک بہت بڑا خوف درپیش ہے اور وہ یہ ہے کہ شیطان اسوقت
اوس سے کہتا ہے کہ تو نے مجکو تھکا دیا اور اپنی ذکا اور عقل کے کمال کے باعث مجھسے بچگیا بہت سے
اولیا اور اکابر میرے قابو مین آگئے مگر تو میرے ہاتھ سے نکل گیا تو بڑا ہی صاحب ہے اور خدا کے نزدیک
تیرا بڑا رتبہ ہے اسلیے کہ تجکو اتنی قوت دی کہ مجکو مغلوب کرلیا اور جو جو چھل مین نے تجھپر چلائے سب تو
سمجھ گیا پس سالک یہ بات شیطان کی سنکر سچ جانتا ہے اور غرور سے بھاگ کر عجب مین جا پڑتا ہے
تو اپنے نفس پر عجب کرنا نہایت درجے کا مغالطہ ہے اور یہی سب مین بڑا مہلک ہے اور سب گناہون سے
زیادہ اسیواسطے شیطان کا مقولہ ہے کہ ای ابن آدم اگر تو یہ گمان کرے کہ اپنے علم سے مجھسے چھوٹ گیا
تو جان رکھ کہ جہالت سے میرے پھندے مین آ پڑا پس اگر کوئی اپنے نفس پر عجب بھی نہ کرے اور
شیطان کے دھوکے مین نہ آوے اور جانے کہ یہ رتبہ مجکو خدای تعالی کیطرف سے ہے میری طرف سے
نہین اور مجھ جیسا شخص شیطان کے دفع پر قادر نہین ہوسکتا مگر یہ توفیق الہی اور اوسکی مدد شامل حال
ہو اسلیے کہ نفس انسانی نہایت ضعیف اور عاجز اور اقل قلیل ہے جب اس سے ایسا بڑا کام معلوم ہوا تو ظاہر
ہے کہ یہ اپنے آپ اوسپر قادر نہین ہوا بلکہ خدای تعالی کی مدد سے ہوا تو باوجود اس جاننے کے بھی
ایک اور خوف اوسکو باقی ہے وہ یہ کہ خدا کے فضل پر مغرور ہوکر اوسکے کرم پر تکیہ کر بیٹھے اور
اوسکے عذاب سے مامون ہوجاوے اور گمان کرنے لگے کہ مین آگے کو بھی ایسا ہی رہونگا اور
کسیطرح کے فتور و انقلاب سے خوف نہ کرے یعنی صرف خدا کے فضل پر تکیہ رکھے اور اوسمین
[illegible] عذاب کا ملاوے اور چونکہ جو شخص خدای تعالی کے عذاب سے بیخوف رہتا ہے وہ قطعا زیانکار
ہوتا ہے اسلیے ایسے شخص کو مناسب ہے کہ [illegible] یہ سب باتین مذکورہ بالا خدا کے فضل سے سمجھے